هو الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

الجزء الثاني

من كتاب

حجة الله البالغة

تصنيف الاوحد

الاجل المحقق المدقق الاكمل ولي عصره وقطب دهره الفاضل

الامجد مولانا الشيخ احمد المعروف بشاه ولي الله المحدث الدهلوي

المخلص في مقصده الاخروي نفعنا الله به

في الدارين بجاه سيد المرسلين

صلى الله عليه وسلم

[illegible] الصدق واليقين الهي بخش محمد جلال الدين خير [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القبلة

لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینة صلی الی بیت المقدس ستة او سبعة عشر شهرا ثم امر ان یستقبل الکعبة فاستقر الامر علی ذلک اقول السر فی ذلک انه لما کان تعظیم شعائر اللہ وبیوته واجبا لاسیما فیما هو اصل ارکان الاسلام وام القربات واشهر شعائر الدین وکان التوجه فی الصلوة الی ما هو مختص باللہ بطلب رضا اللہ بالتقرب منه اجمع للخاطر واحث علی صفة الخشوع واقرب لحضور القلب لانه یشبه مواجهة الملک فی مناجاته اقتضت الحکمة الالهیة ان یجعل استقبال قبلة ما شرطا فی الصلوة فی جمیع الشرائع وکان ابراهیم واسمعیل علیهما السلام ومن تدین بدینهما یستقبلون الکعبة وکان اسرائیل علیه السلام وبنوه یستقبلون بیت المقدس هذا هو الاصل المسلم فی الشرائع فلما قدم النبی صلی اللہ علیه وسلم وتوجهت العنایة الی تالیف الاوس والخزرج وحلفائهم من الیهود وصاروا هم القائمین بنصرته والامة التی اخرجت للناس وصارت مضر وما والاها اعدی اعادیه وابعد الناس عنه اجتهد وحکم باستقبال بیت المقدس اذ الاصل ان یراعی فی اوضاع القربات

بسم اللہ الرحمن الرحیم } اس فصل میں امور ہیں جن میں قبلہ کا بیان ہوتا ہے

جس وقت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز ادا فرمائی تھی کہ بعدہ دائمی قبلہ کعبہ ہوگیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے گھروں اور اسکے نشانات کی تعظیم لوگوں پر واجب تھی خصوصاً اس میں جو اسلام کے ارکانوں اور عبادتوں میں اصل ہو دین کے نشانات میں مشہور نشان ہو اور نماز میں توجہ کرنی ایسی اشیا کی طرف کہ جن کو خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی خصوصیت ہو بسبب طلب رضا خداوندی اور قرب حاصل کرنے کے جامع تر واسطے خاطر پریشانہ اور باعث پیدا کرنے صفت خشوع اور قریب کرنے والی حضور قلب کیلئے تھی۔ کیونکہ یہ حالت بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر گذارش کے مشابہ ہے حکمت خداوندی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ تمام شریعتوں میں نماز کی حالت میں کسی نہ کسی قبلہ کیطرف استقبال کرنے کو شرط قرار دیا جائے۔ اور ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اور جو انکے دین پر چلتے تھے کعبہ شریف کی طرف کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے تھے اور یعقوبؑ اور انکی اولاد بیت المقدس کیطرف نماز ادا کرتے تھے اور یہ اصل تمام شریعتوں میں مقبول ہے۔ پس جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو قبیلہ اوس اور خزرج اور انکے ہم عہد یہود نے آپکی امداد کی اور یہی اولی امت قرار پائی جنسے اور لوگوں کو نفع حاصل ہوا۔ اور قبیلہ مضر اور ان کے دوست آپ کے تمام دشمنوں سے زیادہ دشمن ہوگئے اور تمام لوگوں سے زیادہ دوری حاصل کی تو آپنے اپنے اجتہاد سے انکی تالیف قلوب کیلئے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس لئے کہ عبادتوں کی یہ دلیل بنیاد ہے۔ کہ

حال الامة التي بعث الرسول فيها وقامت بنصرته وصارت شهداء على الناس وهم الاوس والخزرج ومن نحا نحوهم وكانوا اخضع شيء لعلوم اليهود بينه ابن عباس رضي الله عنه في تفسير قوله تعالى فاتوا حرثكم انّى شئتم حيث قال انما كان هذا الحي من الانصار وهم اهل وثن مع هذا الحي من اليهود وهم اهل الكتاب فكانوا يرون لهم فضلا عليهم في العلم فكانوا يقتدون بكثير من فعلهم الحديث وايضا الاصل ان تكون الشرائع موافقة لما عليه الملل الحقة مالم تكن من تحريفات القوم وتعمقاتهم ليكون اولا اقامة الحجة عليهم واشدّ لطمانينة قلوبهم واليهود هم القائمون برواية الكتاب السماوي والعمل بما فيه ثم احكم الله اياته واطلع نبيه على ما هو اوفق بالمصلحة من هذا واقعد بقوانين التشريع بالنفث في روعه[1] اولا فكان يتمنى ان يؤمر باستقبال الكعبة وكان يقلب وجهه في السماء طمعا ان يكون جبرائيل نزل بذلك وبما انزل في القرآن العظيم ثانيا وذلك لان النبي صلى الله عليه وسلم بعث في الامّيين الآخذين بالملة الاسماعيلية وقد راى الله في سابق علمه انهم هم القائمون بنصرة دينه وهم شهداء الله على الناس من بعده وهم خلفاؤه في امته وان اليهود لا يؤمن منهم الا شرذمة قليلة والكعبة من شعائر الله عند العرب اذعن لها اقاصيهم واداينهم وجرت السنة عندهم باستقبالها شانها اذا نعا فلا معنى للعدول عن ذلك ولما كان استقبال

جس امت میں کوئی رسول بھیجا جائے اور وہ امت اسکی امداد کے لئے کھڑی ہوئی ہو اور لوگوں پر گواہ بن گئی ہو تو ایسی امت کے وضعوں اور طریقوں کا خیال کیا جائے۔ اور اسوقت یہ قبیلہ اوس اور خزرج کا تھا اور یہود کے علم کو اسوقت بہت تسلیم کرتے تھے جیسے کہ ابن عباس رضؓ نے اس آیۃ فاتوا حرثکم الخ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ یہ انصار کا قبیلہ بت پرست تھا اور جن لوگوں کے ساتھی تھے وہ یہود یعنی کتابی کافر تھے۔ اور وہ انصار علم کے لحاظ سے یہود کو افضل سمجھتے تھے اور انکے بہت سے افعال کی پیروی کرتے۔ اور نیز یہ اصل بھی مسلم ہے۔ کہ تمام شرائع حق دین کے موافق ہوں۔ جب تک ان میں قوم نے اپنی طرف سے تغیر اور جعلی باتیں نہ بنالی ہوں تاکہ انپر پورے طریق سے دلیل غلبہ قائم ہوسکے اور ان کے قلوب کیلئے ذریعہ اطمینان بن سکے اور یہود آسمانی کتاب کی روایتیں بیان کیا کرتے تھے اور کچھ عمل بھی کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو محکم کیا۔ اور اپنے نبی کے قلب میں اولا ایسی بات کا القا کرکے جو کہ مصلحت کے لحاظ سے زیادہ موافق اور قوانین شرع کے لحاظ سے زیادہ تر محکم تھی آگاہ کیا۔ پھر اسی وجہ سے آپکو آرزو پیدا ہوئی کہ کعبہ کی طرف استقبال کا حکم کیا جائے اور جبرائیل علیہ السلام کے نزول کی آرزو میں ہمیشہ آپ آسمان کیطرف دیکھا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوبارہ حکم نازل فرمایا۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایسی امت میں بھیجا جو کہ ان پڑھ اور دین اسماعیلیہ کو پکڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ پہلے ہی سے مقدر تھا کہ یہی لوگ نبی علیہ السلام کے دین کی امداد کے لئے کھڑے ہوں گے اور رسول کے بعد خدا تعالیٰ کے گواہ بنکر لوگوں پر گواہی دینگے اور یہی لوگ امت میں خلیفہ ہوں گے اور یہود میں سے تھوڑے سے لوگ ایمان لائینگے۔ اور کعبہ شریف تمام عرب کے نزدیک خدا تعالیٰ کی (عبادت کے) نشانوں میں ایک نشان تھا۔ اور جس کی عزت ان سب بڑے چھوٹے جی میں بھری ہوئی تھی اور ان کے نزدیک کعبہ شریف کے استقبال کا طریقہ مشہور تھا۔ اور بہت مدت سے جاری تھا۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں۔ کہ اس کی طرف سے منہ پھیر کر دوسری طرف منہ کیا جائے۔ چونکہ کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا

[1] لے قلبہ ۱۲

القبلۃ شرطاً انما اريد به تكميل الصلوۃ وليس شرطاً لايتأتى اصل فائدة الصلوۃ الا به قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيمن تحرى فى ليلة مظلمة وصلى لغير القبلة قوله تعالى فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ يومى الى ان صلاتهم جائزة للضرورة :-

السُّتْرَة قوله صلى الله عليه وسلم لو يعلم المار بين يدى المصلى ماذا عليه لكان ان يقف اربعين خيراً له من ان يمر بين يديه **اقول** السر فى ذلك ان الصلوۃ من شعائر الله يجب تعظيمها ولما كان المنظور فى الصلوۃ التشبه بقيام العبيد بخدمة مواليهم ومثولهم بين ايديهم كان من تعظيمها ان لا يمر المار بين يدى المصلى فان المرور بين السيد وعبيده القائمين اليه سوء ادب وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان احدكم اذا قام فى الصلوۃ فانما يناجى ربه وان ربه بينه وبين القبلة الحديث وضم مع ذلك ان مروره ربما يؤدى الى تشويش قلب المصلى ولذلك كان له حق فى درئه وهو قوله صلى الله عليه وسلم فليقاتله فانه شيطان قوله صلى الله عليه وسلم تقطع الصلوۃ المرأة والحمار والكلب الاسود **اقول** مفهوم هذا الحديث ان من شروط صحة الصلوۃ خلوص ساحتها عن المرأة والحمار والكلب

ذاں ۔ مخزیعہ بغیر وقو ۔ اعدان یکبجان ۔ الاسکی فاز ۔ گئی تر ہیں ۔ ذا اصلی ادکم الی ۔ شیٔ اول الحدیث ۔ ۔ دفعہ ۱۲ ۔ دفع ۱۲ ۔ مروہ ۔ دکشنہ ۔ ای حق ۔ ای تجدد ۔ اربعون سنۃ ۱۲ ۔ لتمامہ فاز ۔ ۱۲ ۔ کذا بالجموع ۔ ۱۲

تکمیل نماز کی شرط تھی اور یہ اس طرح کی شرط نہیں کہ بغیر اسکے اصل فائدہ نماز کا حاصل نہیں ہوتا اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بابت جس نے اندھیری رات میں اپنی اٹکل اور فکر سے قبلہ مقرر کرکے نماز ادا کی مگر حقیقت میں اس طرف کو منہ تھا یہ آیت پڑھی فاینما تولوا الخ تو اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کیوقت اس کی نماز جائز ہے۔

یہ فصل سترے کے بیان میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لو یعلم المار الخ یعنے جو شخص کہ نمازی کے آگے سے گذرتا ہے اگر اسکو یہ معلوم ہوتا کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے میں کتنا گناہ اور عذاب ہے تو چالیس یعنے چالیس سال تک کھڑے ہونے کو بہتر سمجھتا اسکے آگے گذرنے سے - میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ وجہ ہے کہ نماز خدا تعالیٰ کے ان شعائر میں سے ہے کہ جن کی تعظیم کرنی ضروری ہے - اور نمازی کی حالت کو غلاموں کی حالت کے ساتھ مشابہ کرنا منظور تھا جو اپنے مالک کی خدمت کے لئے اسکے روبرو باآرام اور چپکے کھڑے ہیں اور ان غلاموں اور ان کے مالک کے درمیان سے کسی غیر کے گذرنے میں بے ادبی لازم آتی ہے تو نمازی کی تعظیم کی وجہ سے یہ ضرور ہوا کہ نمازی کے سامنے سے کوئی شخص نہ گذرے - اور اس کا ثبوت اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - کہ جب نمازی نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو گویا اپنے رب سے عرض وگذارش کرتا ہے - اور اس نمازی اور قبلہ کے درمیان خدا تعالیٰ کے (نور کے تجلیات) ظاہر ہوتے ہیں تا آخر حدیث تک اور نیز یہ وجہ ہے (کہ نماز ادا کرتے وقت خیالات پریشانہ کو نکالکر خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا چاہیئے) تو کسی چیز کے سامنے سے گذرنے میں نمازی کے دل میں تشویش واقع ہو جائیگی - اسی واسطے نبی علیہ السلام نے اس شخص کو اجازت دی ہے (کہ جب نماز پڑھتا ہو اور اُسکے اور سترہ کے درمیان سے کوئی شخص گذرنا چاہے) تو اُسکو اشارہ سے ہٹائے اور اگر پھر بھی نہ ہٹے تو اسکے ساتھ قتل وقتال بھی کرے کیونکہ وہ شیطان ہے - اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - کہ نماز کو تین چیزیں توڑ دیتی ہیں یعنی جب نمازی کے سامنے سے یہ تین چیزیں گذریں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے وہ یہ ہیں - عورت - گدھا - سیاہ کتا - میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نماز کی صحت کی شرطوں میں سے ایک یہ شرط بھی ہے کہ (وہ مکان کہ جس جگہ نمازی نماز ادا کرتا ہے) ان تینوں مذکورہ چیزوں سے خالی ہو -

والسر فيه ان المقصود من الصلوة هو المناجاة والمواجهة مع رب العلمين واختلاط النساء والتقرب منهن والصحبة معهن مظنة الالتفات الى ما هو ضد هذه الحالة والكلب شيطان لما ذكرنا لاسيما الاسود فانه اقرب الى فساد المزاج ودأب الكلب والحمار ايضا بمنزلة الشيطان لانه كثيرا ما يسافد بين ظهرانى بنى آدم وينتشر ذكره فتكون رؤية ذلك مخلة بما هو بصدده لكن لم يعمل به حفاظ الصحابة وفقهاؤهم منهم على وعائشة وابن عباس وابو سعيد وغيرهم رضى الله عنهم ورأوه منسوخا وان كان فى استدلالهم على النسخ كلام وهذا احد المواضع التى اختلف فيها طريقا التلقى من النبى صلى الله عليه وسلم قوله صلى الله عليه وسلم اذا وضع احدكم بين يديه مثل مؤخرة[1] الرحل فليصل ولا يبال من مر وراء ذلك **اقول** لما كان فى ترك المرور حرج ظاهر امر بنصب السترة لتتميز ساحة الصلوة بادى الرأى فيلحق بالمرور من بعد[2]:

الامور التى لا بد منها فى الصلوة

اعلم ان اصل الصلوة ثلثة اشياء ان يخضع لله تعالى بقلبه ويذكر الله بلسانه ويعظمه غاية التعظيم بجسده فهذه الثلثة اجمع الامة على انها من الصلوة وان اختلفوا فيما سوى ذلك وقد خص النبى عليه السلام عند الاعذار فى غير هذه الثلثة ولم يرخص فيها

کیونکہ نماز میں خدا تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہونا اور عرض معروض کرنا مقصود ہے اور عورتوں کے ساتھ اختلاط اپنے کی حالت اور مجلس اور قرب ہونیکی حالت میں اس مقصود کے خلاف حالت پیدا ہو جاتی ہے اور کُتے کی شیطان ہونے کی وجہ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔ خصوصاً کالا کتا کہ اس کی طبیعت سب کتوں سے زیادہ خراب ہوتی ہے اور گدھا بھی شیطان کی طرح ہے کہ بہت مرتبہ ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنی مادہ سے قربت کرنے لگجاتا ہے اور کبھی خود بخود بھی اس کی آلت ہلتی رہتی ہے۔ پس ایسی حالت دیکھنے کے وقت نمازی کی وہ حالت نہیں رہتی جو نماز میں مقصود تھی۔ مگر بہت سے فقیہہ وحفاظ صحابہ رضؓ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جن میں سے حضرت علی رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ اور ابن عباس رضؓ اور ابو سعید وغیرہم رضی اللہ عنہم ہیں اور انھوں نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اگرچہ جن استدلالوں سے انہوں نے منسوخ قرار دیا ہے ان میں کلام ہے یہ ان مواقع سے ایک موقع ہے کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے میں مختلف طُرق ہوگئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب نمازی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے) تو اپنے سامنے اونٹ کے کجاوے کی پشت کے برابر کوئی چیز کھڑی کرلے پھر نماز پڑھے اور اس سے پرلی طرف سے گذرنے والے کا کوئی خیال نہ کرے۔ میں کہتا ہوں اس میں یہ وجہ ہے کہ بالکل گذر منع کرنے سے ظاہراً بہت حرج واقع ہوتا تھا اس لئے سُترا کھڑا کرنے کا حکم کیا گیا تاکہ ظاہر میں نمازی کی زمین اور زمین سے الگ ہو کر اور اسکے آگے گذرنے کو دور جیسا سمجھا جائے۔

نماز کی ضروری باتوں کا بیان

جاننا چاہیئے۔ کہ نماز میں تین چیزیں اصل ہیں (اول یہ ہے) کہ دل سے اللہ تعالیٰ کے لئے خضوع اور عاجزی کرے (دوسری یہ ہے) کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (تیسری یہ ہے) کہ اپنے جسم سے اللہ تعالیٰ کی انتہا درجہ کی تعظیم کرنا۔ سو یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں کہ تمام امت نے اتفاق کیا ہے کہ انکا نماز میں ہونا ضروری ہے اور ان کے علاوہ اور میں اختلاف ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے وقت ان تینوں کے علاوہ اور میں رخصت دی ہے۔ مگر ان میں رخصت نہیں دی۔

[1] بضم میم وسکون ہمزہ وکسر خا ہے لغۃ فی آخرۃ الرحل وہی التی یستند الیہا الراکب ۱۲ [2] ای المرور وراء الساحۃ بعد کالمرور من بعید فی الصحراء ۱۲

وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الوتر ان لم تستطع فاومِ ایماء، واراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یشرع لهم فی الصلوٰۃ حدّین ...... حدًّا لا یخرج من العهدۃ باقل منه وحدًّا هو الاتم الاکمل المستوفی لفائدۃ الصلوٰۃ والحد الاول یشتمل علی ما یجب اعادۃ الصلوٰۃ بترکه وما یحصل فیها نقص بترکه ولا یجب الاعادۃ وما یلام علی ترکه اشد الملامۃ من غیر جزم بالنقص والفرق بین هذہ المراتب الثلاث صعب جدًّا ولیس فیه نص صریح ولا اجماع الا فی شیٔ یسیر ولذلک قوی الخلاف بین الفقهاء فی ذلک والاصل فیه حدیث الرجل المسیٔ فی صلوته حیث قال له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ارجع فصل فانک لم تصل مرتین او ثلاثا ثم قال النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم اقرأ بما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع رأسک حتی تستوی قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا[1] ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم افعل ذلک فی صلوتک کلها وفی روایۃ الترمذی فاذا فعلت ذلک فقد تمت صلوتک وان انتقصت منها انتقصت من صلوتک قال کانت[2] اهون علیهم من الاولی انه من انتقص من ذلک شیئا انتقص من صلوته ولم تذهب کلها

چنانچہ آپ نے وتر کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ اگر تم قیام و رکوع و سجود کی طاقت نہ رکھو تو اشارہ سے پڑھ لو۔ اس سے نبی علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ امت کیلئے نماز میں دو حد و معین کریں۔ ایک حد یہ ہے۔ کہ جس میں کوتاہی کرنے سے نماز کی ذمہ داری سے باہر نہ نکل سکے۔ دوسری یہ ہے کہ جس کے کرنے سے نماز کا جو فائدہ اتم اور کامل ہے حاصل ہو۔ اور پہلی حد چند امور پر مشتمل ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ جن کی ترک سے نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کے چھوڑنے سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے لوٹانا ضروری نہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کے چھوڑنے سے اسکے تارک کو بہت ہی ملامت کیا جاتا ہے اگرچہ نماز میں نقصان کا یقین نہ ہو۔ اور ان تینوں مرتبوں میں فرق کرنا بہت سخت ہے۔ کیونکہ ان کے فرق میں نہ کوئی نص صریح آئی ہے اور نہ کوئی اجماع ہے۔ اسی واسطے اس مسئلہ میں فقہا میں سخت اختلاف پڑ گیا ہے۔ اور اصل اس میں یہ حدیث ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہ جس نے اپنی نماز کو بری طرح سے ادا کیا تھا۔ فرمایا کہ فارجع الخ یعنے نماز پھر سے پڑھ کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی۔ آپ نے دو بار فرمایا یا تین بار۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ اذا قمت الی الصلوٰۃ الخ یعنے جب تو نماز کا ارادہ کرے تو اچھی طرح سے کامل وضو کر کے قبلہ کے رُخ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ۔ پھر جو کچھ تم کو قرآن مجید سے یاد ہو اسکو پڑھ۔ پھر رکوع کر اور اتنا کر رکوع میں ٹھہرنے والا ہو پھر رکوع سے سر اٹھا اتنا قدر کہ بالکل سیدھا ہو جا پھر سجدہ اتنی دیر تک کر کہ تمام اعضاء اپنے اپنے ٹھکانے ہو جائیں۔ پھر سجود سے سر اُٹھا کر بہ آرام بیٹھ کر اپنی تمام نماز میں اسی طرح کے افعال کر۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں اسکے بعد یہ لفظ آئے ہیں۔ فاذا فعلت ذلک فقد تمت صلوتک وان انتقصت منها انتقصت من صلاتک یعنے جب تم نے یہ تمام افعال پورے طریق سے ادا کئے تو تیری نماز پوری ہو گئی اور اگر ان میں سے کسی افعال کے ادا کرنے میں کوتاہی کی تو تیری نماز میں نقصان واقع ہو گیا۔ اور صاحب ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس روایت سے کہ جس میں یہ زیادتی واقع ہے یہ معلوم ہوا کہ ان افعال کے نقصان کرنے میں نماز باطل نہیں ہوتی۔ بلکہ نماز میں نقصان ہو جاتا ہے اور منجملہ ان امور کے جو حد اول میں داخل ہیں ایک یہ ہے

[1] [2] الروایۃ الثانیۃ ١٢

وما ذکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ الرکنیۃ کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزی صلوۃ الرجل حتی یقیم ظہرہ فی الرکوع والسجود وما سمی الشارع الصلوۃ بہ فانہ تنبیہ بلیغ علی کونہ رکنا فی الصلوۃ کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام رمضان وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیرکع رکعتین وقولہ تعالی وارکعوا مع الراکعین وقولہ تعالی وادبار السجود وقولہ تعالی وقرآن الفجر وقولہ تعالی وقوموا للہ قانتین وما ذکرہ بما یشعر بانہ لا بد منہ کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل رکعتین التحیۃ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد اذا فعلت ذلک تمت صلوتک ونحو ذلک وما لم یختلف فیہ المسلمون انہ لا بد منہ فی الصلوۃ

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب

[illegible]

کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکن کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ (یعنے نماز کا اعلیٰ رکن ہے) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ یعنی بغیر الحمد شریف پڑھنے کے نماز نہیں ادا ہوتی اور جیسے آپ نے فرمایا ہے۔ کہ لا تجزی صلوۃ الرجل حتی یقیم ظہرہ فی الرکوع والسجود یعنے جب تک نمازی اپنی پیٹھ کو رکوع و سجدہ میں سیدھی نہ کرے اسکی نماز پوری نہیں ہوتی۔ اور دوسری چیز جو حد اول میں داخل ہے وہ ہے کہ جس پر شارع نے نماز کا اطلاق کیا ہو۔ اور جس فعل کو شارع نے لفظ رکنیت سے تعبیر فرمایا ہے اور جس فعل کو خود نماز سے تعبیر کیا ہے تو اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں نماز میں اعلیٰ رکن ہیں۔ جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام رمضان الخ یعنے جس نے رمضان شریف میں نماز ادا کی۔ اس جگہ نماز کو قیام سے یعنے کھڑا ہونے سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور فرمایا۔ ان السہر جہد ثقل فاذا وتر احدکم فلیرکع رکعتین یعنے رات کا جاگنا بہت مشکل ہے۔ جب تم وتر پڑھ لو تو دو رکعتیں نماز ادا کر لیا کرو اسجگہ نماز کو رکوع سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور قول باری تعالیٰ کا وارکعوا مع الراکعین (یعنی رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو) اسجگہ بھی رکوع سے مراد نماز لی ہے۔ اور قول اللہ تعالیٰ کا وادبار السجود۔ کہ سجدوں کے بعد۔ اسجگہ سجدہ سے مراد نماز لی ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا وقرآن الفجر۔ یعنے فجر کے قرآن پڑھنے کو لازم پکڑو اسجگہ قرآن مجید سے فجر کی نماز مراد ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا وقوموا للہ قانتین۔ یعنی اللہ کے آگے ادب سے کھڑے ہوا کرو۔ اسجگہ قیام سے مراد نماز ہے۔ اور نیز وہ باتیں جن کو شارع نے اس طریق سے بیان فرمایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں کا بھی نماز میں ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم۔ یعنے تمام چیزوں کو حرام کرنے والی تکبیر ہے۔ یعنے نماز کے اندر تکبیر کہنے سے تمام چیزیں جو نماز کے مناسب نہیں ہیں حرام ہوتی ہیں۔ اسجگہ تکبیر کو اعلیٰ رکن قرار دیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی کل رکعتین التحیۃ یعنے ہر دو رکعت میں تشہد ہے۔ یعنے التحیات کیلئے بیٹھنا اور التحیات پڑھنا۔ اس سے تشہد کا ہونا ضروری معلوم ہوا۔ اور نبی علیہ السلام کا فرمانا تشہد کے بارے میں اذا فعلت الخ اور مثل انکے اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور نیز وہ امور بھی حد اول میں داخل ہیں کہ جن کا نماز میں ضروری ہونا تمام مسلمانوں نے بلا خلاف تسلیم کیا ہو۔

وتوارثوہ فیما بینھم وتلاوموا علی ترکہ وبالجملۃ فالصلوٰۃ علی ما تواتر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وتوارثہ الامۃ ان یتطھر ویستر عورتہ ویقوم ویستقبل القبلۃ بوجھہ ویتوجہ الی اللہ بقلبہ ویخلص لہ العمل ویقول اللہ اکبر بلسانہ ویقرأ فاتحۃ الکتاب ویضم معھا الا فی ثالثۃ الفرض ورابعتہ سورۃ من القرآن ثم یرکع وینحنی بحیث یقتدر علی ان یمسح رکبتیہ برؤس اصابعہ حتی یطمئن راکعا ثم یرفع رأسہ حتی یطمئن قائما ثم یسجد علی الاٰراب السبعۃ الیدین والرجلین والرکبتین والوجہ ثم یرفع رأسہ حتی یستوی جالسا ثم یسجد ثانیا کذلک فھذہ رکعۃ ثم یقعد علی رأس کل رکعتین ویتشھد فان کان اٰخر صلوتہ صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا احب الدعاء الیہ وسلم علی من یلیہ من الملائکۃ والمسلمین فھذہ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یثبت انہ ترک شیئا من ذلک قط عمدا من غیر عذر فی فریضۃ وصلوٰۃ الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین وھی التی توارثوا انھا مسمی الصلوٰۃ وھی من ضروریات الملۃ نعم اختلفت الفقھاء فی احرف منھا ھل ھی ارکان الصلوٰۃ لا یعتد بھا بدونھا او واجباتھا التی تنتقص بترکھا او ابعاض یلام علی ترکھا وتجبر بسجدۃ السھو۔ والاصل فی ذلک ان خضوع القلب للہ وتوجھہ الیہ تعظیما ورغبۃ ورھبۃ امر خفی لابد لہ من ضبط فضبطہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشیئین ان یستقبل القبلۃ بوجہہ وبدنہ

اور برابر وہ کام موجود رہے ہوں اور ان کے تارک کو ملامت کرتے رہے ہوں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نماز کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بہ تواتر ثابت ہے اور امت میں بھی برابر جاری ہے یہ ہیں۔ کہ نمازی کا کپڑا پاک ہو۔ اور ستر عورت کا کرنا اور کھڑا ہونا قبلہ کی طرف رُخ کرکے اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنی اور خالصاً للہ عمل کرنا۔ اور زبان سے اللہ اکبر کہنا۔ اور الحمد شریف کا پڑھنا اور تمام فرضوں کی دو دو رکعت میں سورۃ کا ملانا پھر رکوع کرنا۔ اور اس قدر جھک جانا کہ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو مس کرسکے۔ یہاں تک کہ آرام سے رکوع کرے۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھا کھڑے ہوجانا۔ پھر سات اعضا پر سجدہ کرنا۔ وہ اعضا یہ کہ دو ہاتھ اور دو پیر اور دو گھٹنے اور ایک ماتھا ہے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھے بیٹھ جانا۔ پھر دوسرا سجدہ بھی اسی طرح سے کرنا۔ یہ ایک رکعت ہوگئی۔ پھر دو رکعتوں کے بعد بیٹھنا اور التحیات پڑھنا پھر آخری رکعت کے التحیات کے بعد حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا اور جو دعا کہ اسکو اچھی آتی ہو اُسکا پڑھنا اور پھر جو اسکے قریب مسلمان نمازی اور فرشتے ہیں اُنکو سلام کہنا حضور علیہ السلام کی یہ نماز ہے۔ اور آج تک یہ ثابت نہیں ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز فرائض میں بغیر عذر کے ان کاموں سے کسی کو چھوڑا ہو۔ اور سب صحابہ رض اور تابعین رح اور جو اُن کے بعد مسلمان امام گذرے ہیں ان کی نماز بھی یہی ہے اور تمام لوگ انہی افعال کو نماز اور ضروریات دین سے سمجھتے آئے ہیں اور فقہاء کا البتہ ان امور میں اس بات کا اختلاف ہوگیا ہے کہ کیا یہ امور ارکان نماز سے ہیں کہ جن کے ترک کرنے سے نماز کا کچھ اعتبار نہیں رہتا یا واجبات سے ہیں۔ کہ جن کے چھوڑنے سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے یا نماز کے اجزا میں سے ہیں جن کے چھوڑنے سے وہ شخص ملامت کیا جاتا ہے سجدہ سہوہ سے اسکا نقصان پورا ہوجاتا ہے

اصل اسکی یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی وانکساری کرنی اور اسکے طرف بطور تعظیم اور خوف اور محبت کے متوجہ ہونا یہ ایک پوشیدہ امر ہے اسکے لئے خارج میں کسی امر کا مقرر ہونا ضروری تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو امر مقرر فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ نمازی اپنا منہ اور بدن قبلہ کیطرف کرکے

ل ۵ لے الاعضاء ۱۲

وان يقول بلسانه الله اكبر وذلك لان من جبلة الانسان انه اذا استقر فى قلبه شئ جرى حسب ذلك الاركان[1] واللسان وهو قوله صلى الله عليه وسلم انّ فى جسد ابن آدم مضغة الحديث[2] ففعل اللسان والاركان اقرب مظنة وخليفة لفعل القلب ولا يصلح للضبط الا ما يكون كذلك ولما كان الحق متعاليا عن الجهة نصب التوجه الى بيته واعظم شعائره مقام التوجه اليه وهو قوله صلى الله عليه وسلم مقبلا الى الله بوجهه وقلبه ولما كان التكبير افصح عبارة عن انقياد القلب للتعظيم لم يكن لفظ احق ان ينصب مقام توجه القلب منه وفيها وجوه اخرى منها ان استقبال القبلة واجب من جهة تعظيم بيت الله وقت بالصلوة ليكمل كل واحد بالآخر ومنها انه اشهر علامات الملّة الحنيفية التى يتميز بها الناس عن غيرها فلا بدّ من ان ينصب مثله علامة للدخول فى الاسلام فوقت باعظم الطاعات واشهرها وهو قوله صلى الله عليه وآله وسلم من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا واكل ذبيحتنا فذلك المسلم الذى له ذمة الله وذمة رسوله ومنها انّ القيام لا يكون تعظيما الا اذا كان مع استقبال ومنها انه لا بدّ لكل حالة تباين سائر الحالات فى الاحكام من ابتداء وانتهاء وهو قوله صلى الله

کھڑا ہووے دوسرا یہ کہ نمازی اپنی زبان سے اللہ اکبر کہے زبان کو دل کے موافق ہونے کی یہ وجہ ہے کہ انسان کی طبیعت وجبلت میں یہ داخل ہے کہ جس وقت اسکے دل میں کوئی بات قرار پکڑتی ہے تو اسکی زبان اور تمام اعضاء اسکے موافق چلتے اور حرکت کرتے ہیں. (اسکا ثبوت اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے) جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی جسد ابن آدم مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الخ یعنے انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے. جب وہ درست رہتا ہے تو تمام جسم درست رہتا ہے - الخ پس زبان اور باقی اعضاء کا فعل دل کی حالت پر قرینہ قریب اور قائم مقام ہوگیا ہے. ایسے ہی طریقے سے دل کی حالت کا انضباط ہو سکتا ہے. اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک جہت وغیرہ سے پاک اور بہت متعال ہے اسواسطے اسکے گھر کی طرف اور اسکی طرف جو اسکا بڑا شعار ہے منہ کرکے کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہی کھڑا ہونے کے قائم مقام ہوگیا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مقبلا الی اللہ بوجھہ وقلبہ الخ یعنے اللہ تعالیٰ کی طرف دل اور منہ سے متوجہ ہونا چاہئیے. اور جب اللہ اکبر کا لفظ دل کی تابعداری اور دل کی تعظیم پر صاف اور اچھی طرح سے دلالت کرتا تھا اسلئے اسکے علاوہ کوئی اور لفظ دلی توجہ کے قائم مقام کرنے کے لئے مناسب نہیں تھا. اور قبلہ کی طرف استقبال کرنے کی اور بھی چند وجوہات ہیں. منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے اسکی طرف منہ کرنا واجب ہوا ہے پھر خاص کرکے نماز کے وقت اسکی طرف منہ کرنا اسواسطے مقرر کیا گیا ہے تاکہ نماز کا کامل ہونا اس سے ہو جائے اور اسکا کامل ہونا نماز سے ہو جائے. اور نیز یہ وجہ بھی ہے. کہ کعبہ کی طرف منہ کرنا دین حنیفیہ کی بڑی مشہور علامت ہے کہ جس کی وجہ سے اور لوگوں سے فرق ہو سکتا ہے پس ضرور ہوا. کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے ایسی چیز کو علامت مقرر کیا جائے پس ہر طرح مشہور نامی طاعت کے ساتھ اسکو مقرر کیا جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلّی صلاتنا واستقبل قبلتنا الخ یعنے جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوا. اور ہماری ذبح کی ہوئی چیز کو کھایا پس یہ شخص مسلمان ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی ذمہ میں داخل ہوگیا ہے. اور یہ وجہ بھی ہے کہ جو احکام میں اسکی ہر حالت کو ابتدا اور انتہا کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مخالف ہونا ضروری ہے. جیسے کہ نبی صلی اللہ

[1] ای الاعضاء ۱۲ [2] تمامہ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الخ ۱۲

علیہ وآلہ وسلم تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم ؛ اما التعظیم فالاصل فیه ثلاث حالات القیام بین یدیه والرکوع والسجود واحسن التعظیم ما جمع بین الثلاث وکان التدریج من الادنی الی الاعلی انفع فی تنبیه النفس للخضوع من غیره وکان السجود اعظم التعظیم یظن انه المقصود بالذات وان الباقی طریق الیه فوجب ان یؤدی حق هذا الشبه وذلك بتکراره ؛ واما ذکر الله فلا بد من توقیته ایضا فان التوقیت اجمع لشملهم واطوع لقلوبهم وابعد من ان یذهب کل احد الی ما یقتضیه رأیه حسنا کان او قبیحا وانما تفوض الیهم الادعیة النافلة التی یخاطب بمثلها السابقون علی انها ایضا لم یترکها النبی صلی الله علیه وسلم بغیر توقیت ولو استحبابا واذا تعین التوقیت فلا احق من الفاتحة لانها دعاء جامع انزله الله تعالی علی السنة عباده یعلمهم کیف یحمدون الله ویثنون علیه ویقرون له بتوحید العبادة والاستعانة وکیف یسألونه الطریقة الجامعة لانواع الخیر ویتعوذون به من طریقة المغضوب علیهم والضالین واحسن الدعاء اجمعه ولما کان تعظیم القرآن وتلاوته واجبا فی الملة ولا شیء من التعظیم مثل ان ینوه به فی اعظم

علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم نماز میں تمام چیزوں کو حرام کرنے والی اللہ اکبر ہے۔ اور اس سے باہر آنا سلام پھیرنے سے ہے جسمانی تعظیم میں تین چیزیں اصل ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا۔ دوسرا رکوع کرنا۔ تیسری سجدہ کرنا۔ اور سب سے بہتر تعظیم وہ ہے جو کہ ان تینوں تعظیموں کو جامع ہو۔ اور تعظیم کی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کیطرف بتدریج انتقال کرنا نفس میں خضوع پیدا کرنے اور نفس کو متنبہ کرنے کیلئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اور سجدہ میں اعلیٰ درجہ کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقصود بالذات سجدہ ہی ہے اور باقی جو احکام ہیں وہ اسکی طرف پہنچانے کا سبب ہے اس لئے ضروری ہوا کہ اسکو کما حقہ ادا کیا جائے اسکی صورت اس طرح سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ دو مرتبہ ادا کیا جائے (اور منجملہ ان چیزوں کے کہ جنکا نماز کے لیئے ہونا ضروری ہے) اذکار الٰہی ہیں اور اذکار کا مقرر کرنا اور ان کے مقام کا مقرر کرنا بھی ضروری تھا تاکہ ہر ایک شخص اپنی رائے کے مطابق خواہ اسکی رائے صحیح ہو یا غلط ایسے اذکار میں نہ مشغول ہو جائے جو کہ آپس میں فتنہ و فساد کا موجب ہو (اور نیز یہ وجہ ہے) کہ اذکار کی تعیین اور ان کے اپنے اپنے مقام کی تعیین سے لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح سے جمعیت حاصل ہو جاتی ہے اور اچھی طرح سے لوگوں کے دل اسکو مان لیتے ہیں۔ (اور یہ اذکار وہ ہیں کہ جنکو شارع نے مقرر کیا ہے اور انکا پڑھنا فرض قرار دیا ہے) اور لوگوں کے سپرد فقط اُن اذکار اور دعاؤں کو کیا ہے کہ جنکے پڑھنے سے فائدہ ہو اور ان کی ترک پر گرفت نہ ہو۔ اور نیز ان نافلہ دعاؤں کے وہ لوگ مخاطب ہیں جو لوگ کہ سبقت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور تمام لوگ مخاطب نہیں ہیں اور باوجود یہ بات کے پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفلیہ دعاؤں میں تعیین اذکار اور تعیین اوقات کے متعلق فرمایا ہے اگرچہ یہ تعیین مستحب ہی ہے۔ اور جب ذکر کا معین کرنا اور اسکے وقت کا مقرر کرنا ضروری ٹھہرا (تو نماز میں سب سے پہلے وقت اور مقام میں ایسے ذکر و دعا کا مقرر ہونا چاہیئے جو کہ تمام ذکروں اور دعاؤں کا جامع ہو) اور وہ دعا فقط فاتحہ شریف ہی ہے نیز اور اس جامع دعا کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرما کر بندوں کو یہ سمجھایا ہے کہ میری صفت اور ثنا اسطرح سے کریں اور میری عبادت کا اقرار اسطرح سے کریں اور مجھ سے استعانت و مدد اسطرح سے طلب کریں اور ایسے طریقے کو جو نیکی کے تمام اقسام کو جامع ہو اسطرح سے طلب کریں اور گمراہوں اور ان لوگوں کے طریقوں سے جن پر غضب واقع ہوا ہے اسطرح پناہ مانگیں اور بہتر دعا وہی ہوتی ہے جو جامع ہو۔ اور جب قرآن کی تعظیم اور اسکی تلاوت دین اسلام میں ہر شخص پر ضروری تھی اور نماز کے سوا ایسی کوئی صورت نہ تھی کہ جس میں اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہو کیونکہ نماز کا تمام عبادتوں کی اصل

ارکان الاسلام وام القربات واشهر شعائر الدين وكانت تلاوته قربة كاملة تكمل الصلوة و تتمها شرع لهم قراءة سورة من القرآن لان السورة كلام تام تحدّى النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببلاغته المنكرين للنبوة ولانها منفرزة بمبدئها ومنتهاها ولكل واحد منها اسلوب انيق واذ قد ورد من الشارع قراءة بعض السورة فى بعض الاحيان جعلوا فى معناها ثلاث آيات قصار او آية طويلة ولما كان القيام لا تستوى افراده فمنهم من يقوم مطرقا ومنهم من يقوم منحنيا ويعد جميع ذلك من القيام مست الحاجة الى تميز الانحناء المقصود مما يسمى قياما فضبط بالركوع وهو الانحناء المفرط الذى تصل به رؤس الاصابع الى الركبتين ولما لم يكن الركوع ولا السجود تعظيما الا بان يلبث على تلك الهيئة زمانا ويخضع لرب العالمين ويستشعر التعظيم قلبه فى تلك الحالة جعل ذلك ركنا لازما ولما كان السجود و الاستلقاء على البطن وسائر الهيأت القريبة منه مشتركة فى وضع الرأس على الارض والاول تعظيم دون الباقى مست الحاجة الى ان يضبط الفارق بينهما فقال امرت ان اسجد على سبعة آراب الحديث ولما كان كل من يهوى الى السجود لا بدّ له من الانحناء حتى يصل اليه

اور ارکان اسلام کا اعلیٰ رکن اور دین کے نشانات میں مشہور نشان ہے اس لئے نماز میں قرآن شریف کا پڑھنا مقرر کیا گیا ہے اور قرآن کی تلاوت خود مستقل عبادت تھی کہ جس کے ذریعہ سے نماز کامل اور تمام ہوتی تھی اس لیئے قرآن شریف کی کسی سورۃ کا نماز میں پڑھنا ضروری مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ سورۃ پوری کلام ہے۔ کہ جس کی بلاغت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر جو نبوت کا انکار کرتے تھے غالب آئے تھے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ ہر سورۃ دوسری سورۃ سے اپنے ابتداء اور انتہا کے لحاظ سے جدا ہے اور ہر سورت کا جدا طریقہ ہے اور کبھی کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز میں سورت کے کچھ ٹکڑے کو بھی پڑھا ہے اسلئے تین چھوٹی آیتیں اور ایک بڑی آیت کو اسی کے حکم میں داخل کیا گیا ہے اور چونکہ کھڑا ہونا کئی قسم کا ہے ہر ایک کا کھڑا ہونا دوسرے کے خلاف ہے بعض تو نیچے کو سر ڈال کر کھڑے ہوتے ہیں اور بعض جھک کر اور یہ تمام صورتیں کھڑے ہونے میں شمار کی جاتی ہیں تو اس لئے ایسے جھکنے کی حاجت پڑی جو کہ کھڑے ہونے کی حالت سے جدا ہو اور شارع کا مقصود یہی ہو لہذا رکوع کے ساتھ اسکو جدا کر دیا۔ کیونکہ رکوع اس قدر جھکنے کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے انگلیوں کے پورے گھٹنوں تک پہنچ سکیں۔ اور رکوع و سجود تعظیم پر اسوقت دلالت کرسکتے ہیں۔ جب آدمی کچھ دیر اس حالت پر ٹھہرا رہے۔ اور خدا تعالیٰ کے دربار میں اپنی پستی ظاہر کرنے اور ایسی حالت میں اسکا دل تعظیم سے خبردار ہو جائے۔ اس لئے اسکو نماز میں ضروری رکن قرار دیا گیا ہے۔ اور جب سجدہ کرنے اور پیٹ پر لیٹنے اور باقی جو شکلیں کہ اسکے قریب قریب ہیں سب میں زمین پر سر رکھنا پایا جاتا ہے۔ اور تعظیم فقط سجدہ میں ہی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اسبات کی ضرورت پڑی کہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق کرنے والی چیز ضرور رہو۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو حکم ہوا ہے۔ کہ سات اعضا پر سجدہ کروں۔ اور جب ہر آدمی کے لئے جو سجدہ کرنیکا ارادہ کرتا ہے سجدہ تک پہنچنے کے لئے جھکنا ضروری تھا۔

لہ اے غلب ۱۲ ؎ فی رواية الصحيحين سبعة اعظم وتمامه على الجبهة واليدين والركبتين واطراف القدمين ولا نكفت الثياب والشعر ۱۲ ؎ ۱۲

ولیس ذلک رکوعا بل ھو طریق الی السجدۃ مست الحاجۃ الی التفریق بین الرکوع والسجود بفعل اجنبی یتمیز بہ کل من الاٰخر لیکون کل واحد طاعۃ مستقلۃ یقصدھا مستانفا فتتنبہ النفس لثمرۃ کل واحد بانفرادھا وھو القومۃ ولما کان السجدتان لا تصیران اثنین الا بتخلل فعل اجنبی شرعت الجلسۃ بینھما ولما کانت القومۃ والسجدۃ بدون الطمانینۃ طیشا ولعبا منافیا للطاعۃ امر بالطمانینۃ فیھما ولما کان الخروج من الصلاۃ بنقض الطھارۃ او غیر ذلک من موانع الصلوۃ ومفسدا تھا قبیحا مستنکرا منافیا للتعظیم ولابد من فعل تنتھی بہ الصلوۃ ویباح بہ ما حرم فی الصلوۃ ولو لم یضبط لذھب کل واحد الی ھواہ وجب ان لا یکون الخروج الا بکلام ھو احسن کلام الناس اعنی السلام واوجب ذلک وھو قولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تحلیلھا التسلیم وکان الصحابۃ استحبوا ان یقدموا علی السلام قولھم السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرائیل السلام علی فلان فغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک بالتحیات وبین سبب التغییر حیث قال لا تقولوا السلام علی اللہ فان اللہ ھو السلام یعنی ان الدعاء بالسلامۃ انما یناسب من لا تکون السلامۃ من العدم ولواحقہ ذاتیا لہ

اور یہ جھکنا رکوع نہیں ہے۔ بلکہ صرف سجدہ تک پہنچنے کے لئے ایک وسیلہ ہے اسلئے تیسری ایسی چیز کی حاجت پڑی جو کہ ان دونوں کو جدا جدا کر دے۔ تاکہ ہر ایک مستقل عبادت ہو جائے اور ہر ایک کیلئے ارادہ نفس کا جدا ہو جائے تاکہ نفس ہر ایک کے ثمرہ کو جداگانہ معلوم کرلے اور وہ تیسرا فعل قومہ ہے اور دونوں سجدوں کا فرق بھی آپس میں تب ہو سکتا ہے جب کہ کوئی تیسرا فعل جو ان سے جدا ہو درمیان میں لایا جائے اسلئے دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور جب قومہ اور جلسہ کا بغیر اطمینان کے ہونا ایک عبث فعل اور مشابہ کھیل کے تھا جو کہ شان عبادت کے منافی ہے اسلئے ان دونوں میں بھی کچھ تدرے ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا ہے اور جب طہارت دور کر کے نماز سے باہر آنا یا ایسا فعل کر کے نماز سے باہر آنا جو کہ نماز کو باطل یا فاسد کرتا ہو ایک بُرا اور قبیح امر اور تعظیم نماز کے منافی تھا اور ایسے فعل کا ہونا بھی ضروری تھا کہ جس پر نماز کا خاتمہ ہو جائے۔ اور وہ افعال کہ جو نماز کی حالت میں حرام تھے مباح اور حلال ہو جائیں اور اگر کوئی خاص امر اور فعل مقرر نہ کیا جاتا تو ہر ایک شخص اپنی اپنی خواہش پر چلنے لگ جاتا۔ اسلئے ضروری ہوا کہ نماز سے باہر آنے کے وقت ایسی کلام سے باہر آئیں جو کہ لوگوں کی کلاموں میں بہتر کلام ہو۔ وہ بہتر کلام سلام ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحلیلھا التسلیم الخ اور سلام کا لفظ واجب قرار دیا گیا ہے یعنے نماز سے باہر آنا سلام پھیرنے سے ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے سلام پھیرنے سے پہلے اپنی زبانوں سے ان قول کا کہنا۔ السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرائیل۔ السلام علی فلان اچھا سمجھتے تھے۔ یعنے تمام بندوں سے پہلے اللہ تعالیٰ پر سلام ہو پھر جبرائیل پر سلام ہو پھر فلانے پر سلام ہو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کو التحیات میں بدل فرما دیا۔ اور بدلنے کا سبب بھی بیان فرمایا۔ کہ لا تقولوا السلام علی اللہ ھو السلام دیعنے یہ مت کہو کہ اللہ تعالیٰ پر سلام ہو۔ کیونکہ سلام تو خود خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے اور سلامتی کی دعا اُس شخص کے واسطے مناسب ہے۔ کہ جس کی ذات عدم اور اس کے متعلقات سے سالم نہ رہ سکے۔

ثم اختار بعده السلام على النبي تنويها بذكره واثباتا للاقرار برسالته واداء لبعض حقوقه ثم عمم بقوله السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين قال (صلى الله عليه وسلم) فاذا قال ذلك اصاب كل عبد صالح في السماء والارض ثم امر بالتشهد لانه اعظم الاذكار قال ثم ليتخير من الدعاء اعجبه اليه وذلك لان وقت الفراغ من الصلوة وقت الدعاء لانه تغشى بغاشية عظيمة من الرحمة وحينئذ يستجاب الدعاء ومن ادب الدعاء تقديم الثناء على الله والتوسل بنبي الله ليستجاب ثم تقرر الامر على ذلك و جعل التشهد ركنا لانه لولا هذه الامور لكان الفراغ من الصلوة مثل فراغ المعرض او النادم وهنالك وجوه كثيرة بعضها خفي الماخذ وبعضها ظاهر لم نذكرها اكتفاء بما ذكرنا وبالجملة من تامل فيما ذكرنا وفي القواعد التي اسلفناها علم قطعا ان الصلوة بهذه الكيفية هي التي ينبغي ان تكون وانها لا يتصور العقل احسن منها ولا اكمل وانها هي الغنيمة الكبرى للمغتنم ولما كان القليل من الصلوة لا يفيد فائدة معتدا بها والكثير حتى ايعسر اقامته اقتضت حكمة الله ان لا يشرع لهم اقل من ركعتين فالركعتان اقل الصلوة ولذلك قال (النبي عليه السلام) في كل ركعتين التحية وههنا سر دقيق وهو ان سنة الله

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کے بعد میرے پر سلام پڑھو تاکہ نبی کی یادداشت کو دلوں سے نہ بھول جائیں اور نبی کی رسالت کا اقرار کرتے رہیں اور کچھ نہ کچھ نبی کا حق بھی ادا کرتے رہیں۔ پھر یہ قول السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین یعنے ہم پر سلام ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے تمام صالح بندوں پر سلام۔ عام فرمادیا۔ اور فرمایا کہ جس وقت نمازی اپنی زبان سے یہ کلمے نکالتا ہے تو جو آسمان اور زمین میں صالح بندے ہیں سب کو پہنچ جاتا ہے۔ پھر تشہد (یعنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کرنے کا اور رسول کی رسالت کے اقرار کا امر فرمایا۔ کیونکہ تمام ذکروں سے افضل ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکے بعد جو دعا مناسب سمجھے اس کو پڑھے۔ یہ اس لئے کہ نماز سے فارغ ہونے کا وقت دعا کا وقت ہے۔ کیونکہ نمازی پر وقت نماز پڑھنے کے رحمت اللہ کی کا نزول ہوتا ہے اور رحمت الٰہیہ اسکو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور ایسے وقت میں دعا منظور ہوتی ہے۔ اور دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہی جائے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ پکڑا جائے۔ تاکہ دعا مقبول ہو جاوے۔ پھر یہ امر مقرر ہو گیا اور تشہد کو نماز کا رکن قرار دیا گیا۔ اور اگر یہ امور نماز کے فارغ ہونے کے وقت نہ پائے جاتے تو اس نمازی کی حالت وقت فارغ ہونے نماز سے ایسے آدمی کے ساتھ مشابہ ہوتی جو اپنے کلام تمام کرکے اس سے اعراض کرتا ہے اور یا جو تمام کرکے نادم ہوتا ہے اور اس مقام کے متعلق اور بھی بہت سی وجہ ہیں۔ بعض ظاہر اور بعض پوشیدہ جنکا ذکر ہم نے نہیں کیا اور ان مذکورہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جو باتیں کہ ہم نے ذکر کی ہیں اور جو قواعد کہ پیچھے پہلے بیان کئے ہیں۔ اگر ان میں کوئی شخص فکر کرے تو یقیناً معلوم کرے گا کہ نماز کو ایسی ہی کیفیت مناسب تھی اور اسکے علاوہ اور کوئی عمدہ طریقہ اور اکمل وجہ عقل کے نزدیک متصور نہیں ہو سکتی تھی اور غنیمت حاصل کرنے والے کے لئے یہی نماز بڑی بھاری غنیمت ہے۔ اور چونکہ تھوڑی سی نماز میں کچھ معتد بہا فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا تھا اور بہت سی نماز کا ادا کرنا لوگوں پر بہت مشکل ہو جاتا تھا اسلئے حکمت خداوندی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ کم سے کم دو رکعت انکے لئے مقرر فرمادے پس کم درجہ نماز میں دو رکعت ہیں اسی واسطے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے فی کل رکعتین التحیۃ یعنی ہر دو رکعت میں التحیات ضرور بیٹھنا چاہیئے اور اس مقام میں ایک پوشیدہ راز ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تمام حیوانات اور نباتات کے اشخاص اور افراد کے پیدا کرنے میں اللہ

تعالیٰ فی خلق الافراد والاشخاص من الحیوان والنبات ان یکون ھنالک شقان یضم کل واحد بالاخر ویجعلان شیئاً واحداً وھو قولہ تعالیٰ والشفع والوتر اما الحیوان نشقاہ معلومان وربما تعرض الآفۃ شقا دون شق کالفالج اما النبات فالنواۃ والحبۃ فیھما شقان واذا نبتت الخامۃ فانما تنبت ورقتان کل ورقۃ میراث احد شقی النواۃ والحبۃ ثم یتحقق النمو علی ذلک النمط فانتقلت ھذہ السنۃ من باب الخلق الی باب التشریع فی حظیرۃ القدس لان التدبیر فرع الخلق وانعکس من ھنالک فی قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاصل الصلوۃ ھو رکعۃ واحدۃ ولم یشرع اقل من رکعتین فی عامۃ الصلوۃ وضمت کل واحدۃ بالاخریٰ وصارتا شیئاً واحداً قالت عائشۃ رضی اللہ عنھا فرض اللہ الصلوۃ حین فرضھا رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوۃ السفر وزید فی صلوۃ الحضر وفی روایۃ الا المغرب فانھا کانت ثلاثاً اقول الاصل فی عدد الرکعات ان الواجب الذی لایسقط بحال انما ھو احدی عشرۃ رکعۃ وذلک لانہ اقتضت حکمۃ اللہ ان لایشرع فی الیوم واللیلۃ الاعدداً مبارکاً متوسطاً لایکون کثیراً جداً فیعسر اقامتہ علی المکلفین جمیعاً ولا قلیلاً جداً فلایفید لھم ما ارید من الصلوۃ وقد علمت فیما سبق ان الاحد عشر من بین الاعداد اشبھھا بالوتر الحقیقی

تعالیٰ کا یہ طریقہ جاری ہے کہ ہر شخص اور ہر فرد کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں اور دونوں ٹکڑے ملا کر ایک کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ والشفع والوتر یعنے قسم ہے جوڑے کی اور طاق کی اور حیوانات میں دو ٹکڑوں کا ہونا تو ہر ایک کو معلوم ہے۔ کیونکہ بہت دفعہ واقعہ پیش آتا ہے۔ کہ ایک طرف کچھ بیماری لگجاتی ہے اور دوسری طرف صحیح سلامت ہوتا ہے جیسے فالج ولقوہ کی بیماری اور نبات اصل یا گٹھلی ہے یا بیج اور ان دونوں کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اور جب شروع میں نباتات کا کوئی پودا اُگے تو اسکے دو پتے ہی ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک پتہ اُس تخم اور گٹھلی کی ایک طرف کا وارث ہوتا ہے۔ پھر اسی طریق سے انکا بڑھنا ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ حظیرۃ القدس کے اندر باب الخلق سے عالم تشریع کیطرف منتقل ہو گیا۔ کیونکہ تدبیر جو ہے یہ خلق یعنے پیدائش کی فرع ہے پھر حظیرۃ القدس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلمیں منعکس (یعنی القا کیا گیا۔ پس اصل نماز ایک رکعت تھی۔ اور تمام نمازوں میں دو رکعت سے کم نماز نہیں رکھی گئی۔ اور ہر رکعت دوسری کے ساتھ ملا کر ایک چیز بنادی گئی ہے۔ چنانچہ عائشہ رضی نے فرمایا ہے۔ فرض اللہ الصلوۃ حین فرضھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مقیم پر اور مسافر پر نماز کو مقرر فرمایا ہے تو دو دو رکعت مقرر فرمایا ہے۔

پھر اقامت کی حالت میں اور اضافہ کیا گیا ہے۔ اور سفر کی حالت والی پہلی حالت پر رکھی گئی ہے۔ اور ایک روایت میں الا المغرب یعنے سوا مغرب کے اس میں تین ہی رکعت تھیں آیا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ عدد رکعات میں اصل یہ ہے۔ کہ جو رکعتیں فرض ہیں کہ کسی حال میں ساقط (یعنی چھوٹ) نہیں سکتیں۔ وہ گیاراں رکعتیں ہیں۔ اور یہ اسواسطے کہ حکمت خداوندی ایجاب کی مقتضی ہوئی کہ رات اور دن کے اندر عدد مبارک متوسط درجہ کا مقرر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر لوگوں پر بہت سی رکعات کا پڑھنا مقرر کیا جاتا تو لوگوں پر انکا ادا کرنا بہت مشکل ہو جاتا۔ اور اگر تھوڑی رکعات ان پر مقرر کی جاتیں جو نماز سے فائدہ مقصود تھا وہ نہ حاصل ہوتا (اس لئے نماز کی رکعات متوسط درجہ کی مقرر کی گئی ہیں۔) اور تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ تمام عددوں سے گیاراں کا عدد وتر حقیقی (یعنے خدائے تعالیٰ کے وتر ہونے) کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

ثم لما ھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم واستقر الاسلام وکثر اھلہ وتوفرت الرغبات فی الطاعۃ زیدت ست رکعات وابقیت صلوٰۃ السفر علی النمط الاول وذلک لان الزیادۃ لاینبغی ان تصل الی مثل الشئ او اکثرہ وکان المناسب ان یجعل نصف الاصل لکن لیس لاحد عشر نصف بغیر کسر فبدا عداد خمسۃ وستۃ و بالخمسۃ یصیر عدد الرکعات شفعًا غیر وتر فتعینت الستۃ واما توزیع الرکعات علی الاعداد فبنی علی اٰثار الانبیاء السابقین علی مایذکر فی الاخبار وایضًا فالمغرب اٰخر الصلوٰۃ من وجہ لان العرب یعدون اللیالی قبل الایام فناسب ان یکون الواحد الموتر للرکعات فیھا ووقتھا ضیق فلا مناسب زیادۃ مازید فیھا اخراو وقت الفجر وقت نوم وکسل فلم یزد فی عدد الرکعات وزاد فیھا استحباب طول القراءۃ لمن اطاقہ وھو قولہ تعالیٰ وقراٰن الفجر ان قراٰن الفجر کان مشھودًا واللہ اعلم :۔

اذکار الصلوٰۃ وھیئات المندوب الیھا

اعلم ان الحد الاکمل الذی یستوفی فائدۃ الصلوٰۃ کاملۃ زائد علی الحد الذی لابد منہ بوجھین بالکیف والکم اما الکیف فاعنی بہ الاذکار والھیاٰت ومواخذۃ الانسان نفسہ بان یصلی لِلّٰہ کانہ یراہ ولایحدث فیھا نفسہ وان یحترز من ھیاٰت مکروھۃ

پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور اسلام محکم ہو گیا اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور عبادت کی طرف لوگوں کے دلوں میں رغبت پیدا ہو گئی تو چھ رکعات اور زیادہ کی گئیں اور نماز سفر اپنی پہلی حالت پر رکھی گئی اور چھ رکعت کے زیادہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے۔ کہ اگر کوئی چیز کسی اصل چیز پر زائد کرنی چاہو تو اتنی زائد کرو کہ جو نہ اصل چیز کے برابر ہو اور نہ اس سے بڑھ جائے اور مناسب یہ تھا کہ اصل کے نصف کو بڑھا دیا جائے لیکن اصل کا نصف (یعنی گیارہ رکعت کا) پورا عدد نہیں بنتا تھا پھر یا تو پانچ رکعت بڑھا دی جاتی یا چھ۔ اور پانچ رکعت بڑھانے سے رکعات کا عدد جفت ہو جاتا تھا۔ اسلئے ضروری ہوا کہ چھ رکعات بڑھا دی جائیں (تاکہ وتر حقیقی کے ساتھ مشابہت پوری رہے۔ اور ان رکعات کا ان پانچ اوقات میں تقسیم کرنا انبیاء سابقین کے آثار پر مبنی ہے جیسے کہ انکی اخبار میں مذکور ہے۔ اور نیز یہ وجہ بھی ہے کہ مغرب کی نماز ایک وجہ سے تمام نمازوں سے اخیر کی نماز ہے کیونکہ عرب کے لوگ رات کو دن سے پہلے شمار کرتے تھے۔ اسواسطے مناسب ہوا کہ وہ عدد جو رکعتوں کو طاق بنا دیتا ہے۔ اس میں زیادہ کیا جاوے اور اسکا وقت بھی تنگ ہوتا ہے۔ اسلئے اور رکعت کی اس میں زیادتی مناسب نہیں تھی اور فجر کا وقت سستی اور نیند کا وقت ہوتا ہے اسلئے اس میں بھی اور رکعتیں زیادہ نہیں کی گئیں۔ اور جو شخص طاقت رکھتا ہے اسکے لئے لمبی قرأت کا پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وقراٰن الفجر ان قراٰن الفجر کان مشھودًا :۔

نماز کے ذکروں اور اُسکی مستحب شکل کا بیان

جاننا چاہیئے۔ کہ نماز کے لئے دو حدیں ہیں۔ ایک وہ حد ہے۔ کہ جس کا نماز میں ہونا ضروری ہے اور دوسری وہ حد ہے کہ جس سے نماز کامل ہوتی ہے۔ اور نماز کا پورا پورا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس حد ثانی کو پہلی حد پر دو طریقے سے زیادتی ہے۔ کیف کے لحاظ سے اور کمیت کے لحاظ سے۔ اور کیف سے ہماری مراد نماز کے ذکر اور اسکی ہیئت ہے اور نمازی کا اپنے نفس کو اس بات پر مجبور کرنا کہ ایسے حضور قلب سے نماز ادا کرے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور بُرے خیال کو اپنے پاس نہ آنے دے

لے اذ لیست ثمۃ علی احد عشر بعیر العدد وستۃ عشر وھو شفع ۱۲ ۲ مشھدۃ لملائکۃ اللیل والنھار ۱۲

ونحو ذلك وأما الكم فصلوات يتنفلون بها وسيأتيك ذكر النوافل من بعد ان شاء الله تعالى والاصل في الاذكار حديث علي رضي الله عنه في الجملة وابي هريرة وعائشة وجبير بن مطعم وابن عمر وغيرهم رضي الله عنهم في الاستفتاح وحديث عائشة وابن مسعود وابي هريرة وثوبان وكعب بن عجرة رضي الله عنهم في سائر المواضع وغير هؤلاء وما نذكره تفصيلا والاصل في الهيئات حديث ابي حميد الساعدي الذي حدثه في عشرة من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فسلموا له وحديث عائشة رض و وائل بن حجر رض في الجملة وحديث ابن عمر رض في رفع اليدين وغير هؤلاء مما سنذكره والهيئات المندوبة ترجع الى معان منها تحقيق الخشوع وضم الاطراف والتنبيه للنفس على مثل الحالة التي تعتري السوقة عند مناجاة الملوك من الهيبة والدهش كصف القدمين ووضع اليمنى على اليسرى وقصر النظر وترك الالتفات ومنها محاكاة ذكر الله وايثاره على من سواه باصابعه ويده حذو ما يعقله بجنانه ويقوله بلسانه كرفع اليدين والاشارة بالمسبحة ليكون بعض الامر معاضد البعض ومنها اختيار هيئات الوقار ومحاسن العادات والاحتراز عن الطيش والهيئات التي يذمها اهل الراى وينسبونها الى غير ذوي العقول كنقر الديك[1] و

اور مثل ان کے اور صفات اپنے میں پیدا کرے۔ ان وجوہ مذکورہ سے کیفیت کے لحاظ سے مطلق نماز پر زیادتی ہوتی ہے) حد ثانی کی دوسری زیادتی کمیت سے یہ مراد ہے کہ نماز فریضہ کے ساتھ اور نوافل زیادہ کئے جائیں۔ اور ہم عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ نوافل کا ذکر کرینگے۔ منجملہ ان حدیثوں کے کہ جس میں اذکار کا ذکر ہے۔ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی ہے (اور یہ حدیث منجملہ اور حدیثوں کے اصل ہے) اور حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت عائشہ اور جبیر بن مطعم اور ابن عمر وغیرہم رض کی حدیثیں استفتاح یعنی قرآن مجید کی آیتیں پڑھنے سے پہلے دعاؤں پڑھنے کیلئے اصل ہیں اور باقی مقامات میں حضرت عائشہ رض اور ابن مسعود رض اور ابوہریرہ رض اور ثوبان رض اور کعب بن عجرہ رض سے حدیثیں مروی ہیں اور اور لوگوں سے بھی مروی ہیں جنکا ہم مفصل ذکر کرینگے اور نماز کی صورت اور ہیئت کے بیان میں ابی حمید ساعدی رض کی اصل ہے کہ انہوں نے دس صحابہ رض کے روبرو بیان فرمایا تو صحابہ رض نے انکی تصدیق کی۔ اور بعض ہیئت کا بیان حضرت عائشہ صدیقہ رض اور وائل بن حجر رض کی حدیث میں بھی ہے۔ اور ابن عمر رض کی حدیث رفع یدین کے بیان میں ہے۔ ان کے علاوہ اور لوگوں سے بھی احادیث مروی ہیں جن کا عنقریب ہم ذکر کرینگے۔ اور نماز کی پسندیدہ صورت اور مستحبہ صورت تب ہی مبنی ہے کہ اس میں چند باتوں کا لحاظ کیا جائے ایک یہ کہ خضوع اور پستی کے معنے کا متحقق ہونا۔ اور اللہ تعالےٰ کے دربار میں تمام بدن کو ملا کر کھڑا ہونا۔ اور نفس کو ایسی حالت پر مجبور کرنا جیسی کہ ادنی آدمی کو بادشاہ کے روبرو عرض معروض کرنیکے وقت حالت خوف و دہشت کی پیدا ہوتی ہے۔ وہ مثلاً یہ حالت ہے کہ دونوں قدموں کو ملا کر کھڑا ہونا اور داہنے ہاتھ کا بائیں پر رکھنا اور نظر کو پست کرنا اور ادھر ادھر دیکھنے کو ترک کرنا اور ایک یہ ہے کہ اپنے ہاتھ اور انگلیوں سے اس ذکر کی حکایت کرنی جو اسکے دل پر گذرتا ہے اور زبان سے کہتا ہے جیسے تکبیر کے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔ اور تشہد کے بیچ میں اشارہ انگلی سے کرنا تاکہ ایک دوسرے کا مددگار ہو جائے۔ اور ایک یہ ہے کہ آرام و سکون۔ عمدہ عادت کو اختیار کرنا اور غضب یا ایسی ہیئت اور شکل سے پرہیز کرنا جس کو صاحب عقل ناپسند کریں۔ اور اس ہیئت کو غیر ذی العقل کی طرف منسوب کریں۔ جیسے مرغ کی طرح ٹھونگیں مارنا۔ اور

[1] نقر الديك كناية عن تخفيف السجدة والاقعاء ان يضع اليتيه على الارض وينصب ركبتيه والاحتفاز الانضمام والاجتماع في السجود والبروك ان يضع ركبتيه قبل يديه وهو منهي عنه لحديث ابي هريرة عند مالك وعند احمد في رواية لكن عند جمهور الائمة عليه العمل عملا بحديث وائل بن حجر وهذا الحديث اثبت من حديث ابي هريرة فهذا الفعل ليس كما زعم المصنف رحمه الله هو سنة ماخوذة مرجوة الثواب ۱۲

اقعاء الکلب ونقار الدیک والتفات کالتفات الثعلب وبروک البعیر وافتراش السبع والتی تکون للمتجبرین واھل البلاء کالاختصار ومنھا ان تکون الطاعۃ بطمانینۃ وسکون وعلی رسل کجلسۃ الاستراحۃ ونصب الیمنی وافتراش الیسریٰ فی القعدۃ الاولی لانہ ایسر للقیام والقعود علی الورک فی الثانیۃ لانہ اکثر راحۃ واما الاذکار فترجع الی معان منھا ایقاظ النفس لتتنبہ للخضوع الذی وضع لہ الفعل کاذکار الرکوع والسجود ومنھا الجھر بذکر اللہ لیکون تنبیھا للقوم بانتقال الامام من رکن الی رکن کالتکبیرات عند کل خفض ورفع ومنھا ان لاتخلو حالۃ فی الصلوۃ من ذکر کالتکبیرات وکاذکار القومۃ والجلسۃ فاذا کبر رفع یدیہ ایذانا بانہ اعرض عما سوی اللہ تعالیٰ ودخل فی حیز المناجات ویرفع الی اذنیہ او منکبیہ وکل ذلک سنۃ ووضع یدہ الیمنی علی الیسری وصف القدمین وقصر النظر علی محل السجدۃ تعظیما وجمعا لاطراف البدن حذو جمع الخاطر و دعاء الاستفتاح تمھید لحضور القلب وازعاجا للخاطر الی المناجات وقد صح فی ذلک صیغ منھا اللّٰھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد۔

کتے کیطرح بیٹھنا اور لومڑی کی طرح زمین پر لیٹ جانا اور اونٹ کی طرح بیٹھنا اور درندوں کیطرح زمین پر ہاتھ بچھا دینا اور ایسے ہی ان ہیئتوں سے احتراز کرنا جو متجبر لوگ کرتے ہیں یا وہ کرتے ہیں کہ جن پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ جیسے کمر پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہونا۔ اور ایک یہ ہے کہ نماز کو اطمینان اور آرام اور آسانی سے ادا کرنا جیسے دونوں سجدوں کے بعد جلسہ استراحت کا کرنا اور قعدہ اولی کے وقت دائیں پاؤں کو کھڑا کرکے بائیں کو بچھا کر اسپر بیٹھنا کیونکہ ایسی حالت کے بعد کھڑا ہونا آسان ہوجاتا ہے۔ اور دوسرے قعدے میں چوتڑ پر بیٹھنا کیونکہ اس میں زیادہ آرام رہتا ہے۔ اور نماز میں بہت سے ذکروں کے ہونے کی بھی چند وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ نفس کا بیدار کرنا واسطے متنبہ کرنے ایسے خضوع کے کہ جس کے لئے فعل وضع کیا گیا ہو۔ جیسے رکوع وسجود کے اذکار۔ ایک یہ کہ خداوند تعالیٰ کا ذکر آواز سے ادا کرنا تاکہ مقتدیوں کو امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کیطرف منتقل ہونا معلوم ہوجاوے جیسے ہر دفعہ جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کا باآواز بلند کہنا۔ اور ایک یہ ہے کہ نماز کی کوئی حالت خدا تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہ رہے۔ جیسے تکبیریں اور قومہ وجلسہ کے اذکار۔ اور جب نمازی اللہ اکبر کہے تو معاً دونوں ہاتھوں کو بھی اوپر اٹھاوے تاکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر تمام دنیا سے دست بردار ہوکر ایک عرض معروض کے ماتحت داخل ہوگیا ہے۔ اور کانوں تک ہاتھوں کا اٹھانا یا مونڈھوں تک اٹھانا یہ دونوں سنت ہیں۔ اور دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا اور پاؤں کا ملانا یعنے برابر برابر رکھنا اور تعظیم کیلئے نظر کو مقام سجدہ تک بند رکھنا اسلئے ہے تاکہ ظاہری بدن کا اجتماع جمعیت دل کے موافق ہوجاوے اس کے بعد دعا استفتاح واسطے حضور قلب کے پڑھے تاکہ اس کے دل میں مناجات کی طرف شوق پیدا ہوجاوے اور دعا استفتاح کے لئے کئی طرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے۔ کہ اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد (اے اللہ تو مجھ کو گناہوں سے اتنا دور رکھ جتنا کہ مغرب مشرق سے دور ہے اے میرے پروردگار مجھ کو گناہوں سے ایسا صاف کر جیسے کہ میلا کچیلا کپڑا دھونے صاف ہوکر سفید ہوجاتا ہے۔ اے میرے پروردگار میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولے سے دھو ڈال۔

لہ وضع لہ فعل یا فقرہ ۱۲۵ سقط لے رفق ۱۲

اقول الغسل بالثلج والبرد کنایۃ عن تکفیر الخطایا مع ایجاد الطمانینۃ وسکون القلب والعرب تقول برد قلبہ ای سکن واطمان واتاہ الثلج ای الیقین ومنہا وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین وفی روایۃ وانا من المسلمین ومنہا سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک اللہ اکبر کبیرا ثلاثا والحمد للہ کثیرا ثلاثا و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا ثلاثا ثم یتعوذ لقولہ تعالی فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم **اقول** السر فی ذلک ان من اعظم ضرر الشیطان ان یوسوس لہ فی تاویل کتاب اللہ مالیس بمرضی اویصدہ عن التدبر وفی التعوذ صیغ منہا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ومنہا استعیذ باللہ من الشیطان الرجیم ومنہا اعوذ باللہ من الشیطان من نفخہ[1] ونفثہ وھمزہ ثم یبسمل سرا والسر فیہ ان اللہ لنا من تقدیم التبرک باسم اللہ علی القراءۃ ولان فیہ احتیاطا اذ قد اختلفت الروایۃ ھل ھی آیۃ من الفاتحۃ ام لا وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یفتتح الصلوۃ لے القراءۃ بالحمد للہ رب العالمین ولایجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم **اقول** ولا یبعد ان یکون جہر بہا

میں کہتا ہوں کہ برف اور اولے سے دھونے کی یہ مراد ہے کہ گناہوں کا دور کرنا ساتھ صفت اطمینان اور سکون پیدا کرنے کے ہو۔ جیسے عرب کا محاورہ ہے برد قلبہ یعنے اسکے قلب میں سکون اور اطمینان آگیا ہے واتاہ الثلج یعنے اسکو یقین آگیا۔ اور ایک یہ ہے۔ وجہت وجہی الخ اور ایک روایت میں وانا من المسلمین ہے۔ اور ایک یہ الفاظ آئے ہیں سبحانک اللہم سے اللہ اکبر کبیرا تک تین دفعہ اور الحمد للہ کثیرا تین دفعہ اور سبحان اللہ بکرۃ واصیلا تین دفعہ۔ پھر اسکے بعد اعوذ پڑھے جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایاہے فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ کہ تلاوت کرنے وقت اعوذ باللہ الخ پڑھ لیا کرو۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس میں یہ راز ہے۔ کہ شیطان ہمیشہ آدمی کے ضرر دینے کے درپے ہوتا ہے۔ اور سب سے زیادہ آدمی کو اسکا یہ ضرر پہنچتا ہے۔ کہ آدمی کے دل میں خدا تعالی کی مرضی کے خلاف اسکی کتاب کی تاویلات کا وسوسہ ڈالتاہے اور اس کتاب کے الفاظ کے اندر فکر کرنے سے روکتا ہے اور اعوذ کے متعلق حدیثوں میں مختلف الفاظ آئے ہیں۔ ایک یہ ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور ایک یہ ہے استعیذ باللہ الخ اور ایک یہ ہے اعوذ باللہ من الشیطن من نفخہ الخ یعنے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ نام اللہ تعالی کے ایسے افعال کے وسواس سے جو کہ تکبری اور سحر کی طرف پہنچانیوالے ہیں۔ پھر اسکے بعد بسم اللہ شریف آہستہ سے پڑھے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن شریف پڑھنے سے پہلے اپنے نام کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کا حکم فرمایاہے۔ اور نیز اس کے پڑھنے سے اس اختلاف سے بچ جاتا ہے۔ جو کہ فقہاء نے آپس میں کیا ہے۔ کہ یہ بسم اللہ شریف سورہ فاتحہ کی آیتوں میں سے ہے۔ یا علیحدہ آیت ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح اس طرح مروی ہے۔ کہ آپ نماز کو سورۃ فاتحہ شریف سے شروع فرماتے ہے۔ اور بسم اللہ شریف کو ظاہر کرکے نہیں پڑھتے تھے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ آپ نے جو کبھی بسم اللہ شریف ظاہر کرکے پڑھی ہے۔ وہ

[1] المراد بنفخہ الکبر المودی الی الکفر والنفث السحر والہمز الوسواس وقال عمر رضی اللہ عنہ نفخہ الکبر ونفثہ الشعر وہمزہ الموتۃ وہے فرع من الجنون ۱۲

فی بعض الاحیان لیعلمھم سنۃ الصلوٰۃ والظاھر انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخص بتعلیم ھذہ الاذکار الخواص من اصحابہ ولا یجعلھا بحیث یؤاخذ بھا العامۃ ویلاومون علی ترکھا وھذا تاویل ما قالہ مالک رحمہ اللہ تعالیٰ عندی وھو مفھوم قول ابی ھریرۃ رض کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسکت بین التکبیر وبین القراءۃ اسکاتۃ فقلت بابی وامی اسکاتک بین التکبیر والقراءۃ ما تقول فیہ ثم یرتل سورۃ الفاتحۃ وسورۃ من القرآن ترتیلا یمد الحروف و یقف علی رؤس الآی[1] یخافت فی الظھر والعصر ویجھر الامام فی الفجر واولیی المغرب والعشاء وان کان ماموما وجب علیہ الانصات والاستماع فان جھر الامام لم یقرأ الا عند الاسکاتۃ وان خافت فلہ الخیرۃ فان قرا فلیقرأ الفاتحۃ قراءۃ لا یشوش علی الامام وھذا اولی الاقوال عندی وبہ یجمع بین احادیث الباب والسر فیہ ما نص علیہ من ان القراءۃ مع الامام تشوش علیہ وتفوت التدبر وتخالف تعظیم القرآن ولم یعزم[2] علیھم ان یقرؤا سرا لان العامۃ متی ارادوا ان یصححوا الحروف باجمعھم کانت لھم لجبۃ[3] مشوشۃ فسجل فی النھی عن التشویش ولم یعزم علیھم ما یؤدی الی المنھی وابقی خیرۃ لمن استطاع وذلک غایۃ الرحمۃ بالامۃ والسر فی مخافتۃ الظھر والعصر ان النھار مظنۃ الصخب واللغط فی الاسواق والدور

فقط اپنے لوگوں کو نماز کی سنت سکھانے کے لئے پڑھی ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اذکار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص خاص اصحابوں رض کو سکھلاتے تھے اور یہ نہیں ہوتا تھا کہ ان اذکار کا تمام لوگوں سے مطالبہ کیا جاتا اور ان کے ترک کرنے پر انکو ملامت کیا جاتا۔ اور میرے نزدیک مالک رح کے قول کی یہی تاویل ہے۔ اور ابو ہریرہ رض کے اس قول کان النبی علیہ السلام یسکت الخ۔ سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے۔ یعنے ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قرأت اور تکبیر کے درمیان کسی قدر سکوت فرماتے تھے اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپکے میرے ماں باپ قربان ہوں۔ کہ آپ جو قرأت اور تکبیر کے درمیان کسی قدر سکوت فرماتے ہیں اس میں کیا پڑھتے ہیں۔ پھر سورت فاتحہ اور اسکے ساتھ ملا کر اور کوئی سورۃ قرآن مجید کی ترتیل سے یعنی آہستہ پڑھے۔ اور جس جگہ مد کا موقع آئے اسجگہ مد کرے اور جس جگہ آیت ختم ہو وہاں ٹھہر جائے۔ اور ظہر اور عصر کے وقت خواہ امام ہو یا مقتدی قرآن شریف آہستہ پڑھے اور امام پہلی رکعات مغرب اور فجر اور عشا کے وقت بلند آواز سے پڑھے اور اگر مقتدی ہے تو اسپر یہ واجب ہے کہ خاموش ہو کر کھڑا رہے اور قرآن مجید کو سنتا رہے۔ اور اگر امام بلند آواز سے پڑھتا ہے تو امام کے چپ ہونے کے وقت پڑھ لے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے کہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ اگر پڑھے تو سورۃ فاتحہ کو پڑھے اور ایسے طریق سے پڑھے کہ امام کو نہ جھلاوے۔ اور یہ قول میرے نزدیک تمام قولوں سے بہتر ہے اور تمام حدیثیں اس طریقے پر آپس میں مطابق ہو جاتی ہیں اور اس میں یہ راز ہے جو کہ بیان کیا گیا ہے کہ مقتدی کی بلند قرأت پڑھنے کی وجہ سے امام پر تشویش واقع ہوگی۔ اور قرآن میں تدبر نہ ہو سکیگا جو کہ قرآن مجید کی تعظیم کے خلاف ہے۔ اور شارع نے آہستہ پڑھنے کا حکم کسی جگہ نہیں دیا تو جسوقت تمام لوگ صحیح صحیح حروف پڑھنے کی کوشش کریں گے تو تمام لوگوں کی آواز ملکر ایک شور برپا ہوگا تو امام پر قرآن مجید کا پڑھنا دشوار ہو جائیگا۔ اسواسطے آپ نے تشویش پیدا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپنے لوگوں کو اس چیز کی ترغیب نہیں دی جو کہ منہی منہ کا سبب بنجائے اور انکو اختیار دیدیا ہے کہ جس سے ہو سکے کرے یہ امت کے ساتھ انتہا درجہ کی رحمت ہے۔ اور ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ دن کے وقت میں بازاروں اور گھروں میں شور شغب ہوتا رہتا ہے۔

[1] جمع آیۃ ۱۲ [2] ای الشارع الخ [3] ای صوت ۱۲

واما غيرها فوقت هدوّ الاصوات والجهر اقرب الى تذكر القوم واتعاظهم ۞ قوله صلى الله عليه وسلم اذا امن الامام فأمنوا فانه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه **اقول** الملائكة يحضرون الذكر رغبة منهم فيه ويؤمنون على ادعيتهم لاجل ما يترشح عليهم من الملاء الاعلى وفيه اظهار التاسي بالامام واقامة لسنة الاقتداء وروبت اسكاتتان اسكاتة بين التكبير والقراءة ليتحرم القوم باجمعهم فيما بين ذلك فيقبلوا على استماع القراءة بعزيمة واسكاتة بين قراءة الفاتحة والسورة قيل ليتيسر لهم القراءة من غير تشويش وترك انصات **اقول** الحديث الذى رواه اصحاب السنن ليس بصريح فى الاسكاتة التى يفعلها الامام لقراءة المامومين فان الظاهر انها للتلفظ بأمين عند من يسر بها وسكتة لطيفة تميز بين الفاتحة وآمين لئلا يشتبه غير القرآن بالقرآن عند من يجهر بها وسكتة لطيفة ليرد الى القارئ نفسه وعلى التنزل فاستغراب القرن الاول اياها يدل على انها ليست سنة مستقرة ولا مما عمل به الجمهور والله اعلم ويقرأ فى الفجر ستين آية الى مائة تداركا لقلة ركعاته بطول قراءته ولان دين الاشغال المعاشية لم يستحكم بعد فيغتنم الفرصة لتدبر القرآن وفى العشاء سبح اسم ربك الاعلى والليل

تو بلند پڑھنے سے تدبر اور تفکر پورے طریق سے نہیں ادا ہوگا۔ اور ان وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں اور آوازوں میں سکون آجاتا ہے اور لوگوں کو نصیحت اور وعظ بلند آواز پڑھنے میں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو جہر پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا امن الامام الخ یعنے جس وقت امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جسکی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ملیگی تو اس کے پہلے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ وجہ ہے۔ کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو اس جگہ فرشتے بڑے شوق سے حاضر ہوتے ہیں کیونکہ انکو ذکر سننے کا بڑا شوق رہتا ہے اور جس وقت لوگ دعائیں مانگتے ہیں تو وہ فرشتے آمین کہتے جاتے ہیں اسواسطے کہ اوپر والی جماعت کی طرف سے انکو ان باتوں کا القا ہوتا ہے اور اس میں امام کے ساتھ اقتدا کرنا ظاہر ہوتا ہے۔ اور اقتدا کا طریقہ قائم ہوتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دو سکتہ مروی ہیں۔ ایک سکتہ تکبیر اور قرأت کے درمیان تاکہ تمام لوگ اس وقت میں تکبیر تحریمہ کر کے لپنے ارادے سے قرآن شریف کے سننے کیطرف متوجہ ہوجائیں اور ایک سکتہ فاتحہ شریف کے ختم اور سورہ پڑھنے کے درمیان ہے۔ اور بعض نے اس سکتہ کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ مقتدیوں پر بغیر تشویش اور ترک انصات کے قرأت پڑھنی آسان ہوجائے یعنے نہ امام پر تشویش واقعہ ہو اور نہ اس آیت اور حدیث کے معارض ہو کہ جس میں چپ کرنیکا حکم آیا ہے میں کہتا ہوں کہ جو حدیث اصحاب سنن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سکتہ کے بیان کرنیکے متعلق روایت کی ہے اس سے یہ امر اشارۃً ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ امام کا خاموش ہونا مقتدیوں کی قرأت پڑھنے کے لئے ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک امام کو آمین آہستہ سے کہنی چاہیئے یہ سکوت اس آمین کے لئے تھا۔ اور جن لوگوں کے نزدیک آمین بلند آواز سے کہنے کا حکم ہے انکے نزدیک یہ سکتہ لطیفہ ہے واسطے فرق کرنے کے درمیان فاتحہ شریف ورآمین کے تاکہ جہر کے وقت غیر قرآن کا قرآن کے ساتھ اشتباہ نہ پڑجائے اور یا یہ سکتہ لطیفہ اسواسطے تھا تاکہ قاری کا دم اپنے ٹھکانے آجائے اور علے سبیل التنزل . . . . . . ہم کہتے ہیں کہ پہلے قرن کا انکو ایک نئی بات سمجھنا اسبات کی دلیل ہے کہ یہ سکتہ سنت مقرر شدہ نہیں ہے اور نہ اسپر جمہور صحابہ رض اور نہ جمہور نے عمل کیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور فجر کی نماز میں ساٹھ آیت سے لیکر سو آیت تک پڑھنا مستحب ہے تاکہ قرأۃ کے طول ہونے سے رکعت کی کمی پوری ہوجائے۔ اور یا اسواسطے کہ ابھی تک انکے دل میں معیشت کے شغل کی کدورت مضبوط نہیں ہوئی تو اس وقت قرآن مجید کے اندر تدبر اور فکر کرنے کو سمجھے۔ اور عشا کی نماز میں سبح اسم ربك الاعلى اور والليل ۔

لہ خبر بعد خبر ان الثانیۃ ۱۲

اذا یغشی ومثلها وقصة معاذ وما ذکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تنفیر القوم مشہورۃ وحمل الظہر علی الفجر والعصر علی العشاء فی بعض الروایات والظہر علی العشاء والعصر علی المغرب فی بعضها وفی المغرب بقصار المفصل لضیق الوقت وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطول ویخفف علی ما یری من المصلحة الخاصة بالوقت وانما امر الناس بالتخفیف فان فیہم الضعیف وفیہم السقیم وفیہم ذا الحاجة وقد اختار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض السور فی بعض الصلوات لفوائد من غیر حتم ولا طلب مؤکد فمن اتبع فقد احسن ومن لا فلا حرج کما اختار فی الاضحی والفطر ق واقتربت لبدیع اسلوبهما وجمعهما العامة مقاصد القرآن فی اختصار والی ذلک حاجة عند اجتماع الناس سبح اسم وھل اتاک للتخفیف واسلوبهما البدیع وفی الجمعة سورۃ الجمعة والمنافقین للمناسبة والتحذیر فان الجمعة تجمع من المنافقین واشباههم من لا یجمعه غیر الجمعة وفی الفجر یوم الجمعة الم تنزیل وھل اتی تذکیرا للساعة وما فیها والجمعة تکون الیها او فیها مسیخة[1] ان تکون الساعة فکذلک ینبغی لبنی آدم ان یکونوا فزعین بها واذا مر القاری علی سبح اسم ربک الاعلی قال سبحان ربی الاعلی ومن قرا الیس اللہ باحکم الحاکمین فلیقل بلی وانا علی ذلک من الشاهدین

یا ان کی مثل اور سورتیں جو میں پڑھے ۔ اور حضرت معاذ رض کا قصہ اور لوگوں کی تنفیر ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا مشہور ہے اور بعض روایت کے لحاظ سے ظہر تو فجر پر محمول ہے اور عصر عشاء پر اور بعض روایت کے لحاظ سے ظہر عشاء پر اور عصر مغرب پر محمول ہے اور نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھنا چاہیئے بوجہ تنگی وقت کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی وقت میں لمبی قرات پڑھتے تھے اور کبھی کسی وقت میں چھوٹی پڑھتے تھے بوجہ کسی مصلحت خاص کے اور لوگوں کو اسواسطے تھوڑی قرات پڑھنے کا حکم دیا کہ ان میں کوئی بیمار ہوتے ہیں اور کوئی ضعیف ہوتے ہیں ۔ کوئی ضعیف ہوتے ہیں ۔ کوئی ضروری کام والے ہوتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض وقتوں میں بعض سورتوں کو پسند فرمایا ہے بوجہ کسی حکمت کے مگر انکو لازم اور ضروری نہیں قرار دیا ۔ بلکہ جو اسطرح پڑھے تو اچھا ہے ۔ اور جو اسطرح نہ پڑھے ملامت کا مستحق نہیں اور نہ کچھ حرج ہے جیسے آپنے عید الفطر اور عید الضحی میں سورت ق پڑھی اور اقترب للناس پڑھی ۔ کیونکہ انکا اسلوب یعنی انکی آیات کی طرز بہت ہی عجیب ہیں اور باوجود مختصر ہونے کے عام مقاصد قرآن کو جامع ہیں اور لوگوں کے جمع ہونے کے وقت ایسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی تخفیف کے ارادے سے آپنے سبح اسم وھل اتاک بھی پڑھی ہے اور نیز انکا طرز بیان بھی عجیب ہی ہے اور جمعہ کی نماز میں سورت جمعہ اور منافقون پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان سورتوں میں مناسبت اور خوف دلانا پایا جاتا ہے ۔ اسلئے کہ جمعہ کے دن منافق اور ہر قسم کے لوگ جمع ہوتے تھے جو باقی نمازوں میں نہیں آتے تھے ۔ اور جمعہ کی فجر میں الم تنزیل اور ھل اتی پڑھا کرتے تھے ۔ بوجہ قیامت اور اسکے واقعات کے یاد دلانے کے ۔ اور جمعہ کے روز چارپائے قیامت کی انتظاری کے لئے کان کھڑے رکھتے ہیں بس اسی واسطے آدمی کو بھی چاہیئے ۔ کہ اس دن کے آنے سے ڈرتے رہیں اور جب قرآن پڑھنے والا سبح اسم ربک الاعلی پڑھے خود اسکو بھی ۔ اور جب الیس اللہ باحکم الحاکمین پڑھے تو خود پڑھنے والا اور سننے والا بھی بلفظ بلی وانا علی ذلک من الشاھدین کہے ۔

[1] مذکورۃ فی الصحیحین عن جابر ایضا ۱۲ [2] لما روی عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الجمعة ما من دابة الا ہی مسیخة ان تکون الساعة ای مصغیة مستمعة و یروی بالصاد ایضا ۱۲

ومن قرا الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی فلیقل بلی ومن قرا فبأی حدیث بعدہ یومنون فلیقل
امنا باللہ ولا یخفی ما فیہ من الادب والمسارعۃ الی الخیر فاذا اراد ان یرکع رفع یدیہ حذو منکبیہ
او اذنیہ وکذلک اذا رفع رأسہ من الرکوع ولا یفعل ذلک فی السجود **اقول** السر فی ذلک ان
رفع الیدین فعل تعظیمی ینبہ النفس علی ترک الاشغال المنافیۃ للصلوٰۃ والدخول فی حیز المناجات
فشرع ابتداء کل فعل من التعظیمات الثلاث بہ لتتنبہ النفس لثمرۃ ذلک الفعل مستانفا
وہو من الہیأت فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ وترکہ مرۃ والکل سنۃ واخذ بکل واحد
جماعۃ من الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم وہذا احد المواضع التی اختلف فیہا الفریقان اہل
المدینۃ والکوفۃ ولکل واحد اصل اصیل والحق عندی فی مثل ذلک ان الکل سنۃ ونظیرہ
الوتر برکعۃ واحدۃ او بثلاث والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت
غیر انہ لا ینبغی لانسان فی مثل ہذہ الصور ان یثیر علی نفسہ فتنۃ عوام بلدہ وہو قولہ علیہ السلام
لولا حدثان[1] قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ ولا یبعد ان یکون ابن مسعود رض ظن ان
السنۃ المتقررۃ اٰخرا ہو ترکہ لما تلقن من ان مبنی الصلوٰۃ علی سکون الاطراف

اور جو شخص الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی پڑھے تو پھر کہے بلی۔ اور جو شخص فبأی حدیث بعدہ یومنون پڑھے تو امنا باللہ پڑھے اور ظاہر ہے کہ اس میں ادب اور مسارعت الی الخیر پائی جاتی ہے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں تک اٹھائے۔ اور اسی طرح جب رکوع سے سر اٹھائے اور سجدہ میں اس طرح نہ کرے۔
اور میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ راز ہے کہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا فعل تعظیمی ہے کہ جس کی وجہ سے نفس ان اشغال اور افعال کی ترک پر جو نماز کے منافی ہیں متنبہ ہو جاتا ہے اور حیز مناجات میں داخل ہو جاتا ہے اس لئے تعظیمات ثلثہ کے ہر فعل کے شروع میں رفع یدین مقرر کیا گیا ہے تاکہ نئے سر سے اس فعل کے ثمرہ سے نفس متنبہ ہوتا رہے
اور یہ ہیئت اس قبیلہ سے ہے کہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہیئت سے نماز پڑھی ہے اور کبھی نہیں پڑھی اور ہر ایک سنت ہے اور ہر ایک ہیئت پر صحابہ رض اور تابعین اور تبع تابعین رح نے عمل کیا ہے اور رفع یدین کا مسئلہ منجملہ ان مسائل کے ہے کہ جس میں اہل مدینہ اور اہل کوفہ مختلف ہیں۔ اور ہر ایک کے قول کے لئے دلیل ہے۔ اور ایسے مسائل میں میرے نزدیک یہ حق ہے۔ کہ ہر ایک سنت ہے۔ جیسے وتر کے اندر ایک رکعت پڑھنا یا تین رکعت پڑھنا سنت ہے۔ اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے اچھا ہے جو رفع یدین نہیں کرتا۔ کیونکہ جو حدیث رفع یدین پر دلالت کرتی ہیں وہ بہت ہیں اور صحیح بھی ہیں۔ اور جس جگہ ایسے افعال کرنے سے فتنہ فساد کا خوف ہو تو اسجگہ چھوڑ دینا بہتر ہے جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رض کو فرمایا تھا کہ لولا حدثان قومک بالکفر الخ یعنے اگر تیری قوم نو مسلم نہ ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم یعنی گرا کر ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر رکھ دیتا (باوجود اس بات کے کہ قریش کی بنیاد آپ کو پسند نہ تھی مگر پھر بھی کعبہ شریف کو منہدم نہیں کیا بوجہ خوف فساد کے) اور اس میں کچھ بعد نہیں ہے۔ کہ ابن مسعود رض نے یہ خیال کیا ہو کہ رفع یدین کے متعلق جو اخیری حکم اور فعل ہے وہ ترک کا حکم ہے۔ اس خیال سے کہ نماز کا دار و مدار سکون اور آرام ہے۔

[1] الحدثان بالکسر مصدر حدث یعنے ضد القدم والخطاب لعائشۃ رضی اللہ عنہا والمراد لولا قرب عہدہم بالکفر والخروج منہ الی الاسلام لہدمت الکعبۃ وبنیتہا علی اساس ابراہیم فلو ہدمت الآن ربما نفروا من الدین ۱۲

ولم يظهر له ان الرفع فعل تعظيمي ولذلك ابتدأ به في الصلوة اولما تلقن من انه فعل ينبئ عن الترك فلا يناسب كونه في اثناء الصلوة ولم يظهر له ان تجديد التنبه لترك ما سوى الله عند كل فعل اصل من الصلوة مطلوب والله اعلم قوله لا يفعل ذلك في السجود **اقول** القومة شرعت فارقة بين الركوع والسجود فالرفع معها رفع للسجود فلا معنى للتكرار ويكبر في كل خفض ورفع للتنبيه المذكور وليسمع الجماعة فيتنبهوا للانتقال ومن هيأت الركوع ان يضع راحتيه على ركبتيه ويجعل اصابعه اسفل من ذلك كالقابض ويجافي بمرفقيه ويعتدل فلا يصبي رأسه ولا يقنع **ومن اذكاره** سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلي وفيه العمل بقوله تعالى فسبح بحمد ربك واستغفره ومنها سبوح قدوس ربنا ورب الملائكة والروح ومنها سبحان ربي العظيم ثلاثا ومنها اللهم لك ركعت وبك آمنت وبك اسلمت خشع لك سمعي وبصري ومخي وعظمي وعصبي ومن هيأت القومة ان يستوي قائما حتى يعود كل فقار مكانه وان يرفع يديه و**من اذكارها** سمع الله لمن حمده ومنها اللهم ربنا لك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه وجاءت زيادة ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شيء بعد وزاد في رواية

اور ان کو یہ بات معلوم نہ ہوئی ہو کہ رفع یدین ایک تعظیمی فعل ہے۔ اسی واسطے نماز کی ابتدا اس سے کی گئی ہے اور یا یہ سمجھا ہو کہ رفع یدین ایسا فعل ہے جو کسی چیز کے چھوڑ دینے اور ترک کر دینے کی خبر دیتا ہے۔ اس لئے اسکا درمیان نماز میں ہونا مناسب نہیں ہے اور شاید آپ کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو کہ نماز کے ہر فعل کے شروع میں جو مقصود بالذات ہیں نفس کو ترک ماسوی اللہ پر بار بار متنبہ کرنا مقصود ہے (اور یہ بغیر رفع یدین کے حاصل نہیں ہوسکتا) واللہ اعلم بالصواب ؛ اور سجدہ کی طرف جاتے وقت رفع یدین نہ کرنے کی یہ وجہ ہے۔ کہ قومہ اسواسطے مقرر کیا گیا ہے۔ کہ رکوع اور سجدہ کے درمیان فرق کردے۔ تو قومہ کے لئے رفع یدین کرنا فی الواقع یہ رفع یدین سجدہ کے لئے تھا تو اب پھر رفع یدین کرنا بے فائدہ ہے۔ اور ہر مرتبہ اٹھنے اور جھکنے کے وقت تکبیر کہنی چاہیے۔ تاکہ ہر مرتبہ نفس متنبہ ہوتا رہے۔ اور تاکہ مقتدی لوگ امام کی تکبیر سے امام کے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہونے کو معلوم کرلیں۔ اور رکوع کرنے کی یہ صورت ہے۔ کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھکر گھٹنوں کو اس طرح پکڑے کہ جیسے کوئی چیز ہاتھ میں پکڑتا ہے اور اپنی کہنیوں کو بدن سے دور رکھے اور برابر اپنے بدن کو رکھے اور نہ اپنے سر کو اونچا کرے اور نہ نیچے کو جھکاوے۔ اور رکوع کے یہ اذکار ہیں سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی، اور اس ذکر کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے اس قول فسبح بحمد ربک واستغفرہ پر عمل ہوجاتا ہے۔ اور یہ بھی ہے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح۔ اور یہ بھی ہے سبحان ربی العظیم تین مرتبہ اور یہ بھی ہے اللھم لک رکعت وبک آمنت وبک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی۔ اور قومہ کی یہ صورت ہے کہ رکوع کرکے سیدھا کھڑا ہوجائے اس طرح پر کہ تمام اعضا اپنی سکون کی حالت پر ہوجائیں اور رفع یدین کرے۔ اور قومہ کے وقت کا ذکر سمع اللہ لمن حمدہ ہے۔ اور یہ ذکر بھی ہے اللھم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ اور یہ لفظ زیادہ بھی آئے ہیں ملأ السموت وملأ الارض وملأ ما شئت من شئ بعد اور ایک روایت میں یہ لفظ بھی آئے ہیں

اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وكلنا لك عبد اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد[1] ومنها اللهم طهرني بالثلج والبرد[2] والماء البارد اللهم طهرني من الذنوب والخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس واختلفت الاحاديث ومذاهب الصحابة والتابعين في قنوت الصبح وعندي ان القنوت وتركه سيان ومن لم يقنت الا عند حادثة عظيمة او كلمات يسيرة اخفاء قبل الركوع احب الي لان الاحاديث شاهدة على ان الدعاء على رعل وذكوان[3] كان اولا ثم ترك وهذا وان لم يدل على نسخ مطلق القنوت لكنها تومي الى ان القنوت ليس سنة مستقرة اونقول ليس وظيفة راتبة وهو قول الصحابي اي بني محدث[4] يعني المواظبة عليه وكان النبي صلى الله عليه وسلم وخلفاؤه اذا نابهم امر دعوا للمسلمين وعلى الكافرين بعد الركوع او قبله ولم يتركوه بمعنى عدم القول عند النائبة ومن هيات السجود ان يضع ركبتيه قبل يديه ولا يبسط ذراعيه انبساط الكلب ويجافي يديه حتى يبدو بياض ابطيه ويستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة ومن اذكاره سبحان ربي الاعلى ثلاثا ومنها سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفر لي ومنها اللهم لك سجدت وبك امنت ولك اسلمت

اهل الثناء والمجد الخ اور ایک روایت میں یہ ہے اللهم طهرني الخ اور صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے کے متعلق مختلف احادیث اور قول صحابہ رض اور تابعین کے آئے ہیں۔ اور میرے نزدیک پڑھنا قنوت کا اور نہ پڑھنا اسکا دونوں برابر ہیں اور کسی حادثہ عظیم کے وقت پڑھنا یا رکوع سے پہلے تھوڑے کلمات آہستہ سے پڑھنے میرے نزدیک بہتر ہے کیونکہ حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ ذکوان اور رعل پر بددعا کرنے کے لئے قنوت پہلے چند دن پڑھی گئی تھی پھر ترک ہوگئی ہے اس سے اگرچہ مطلق قنوت کا منسوخ ہونا معلوم نہیں ہوتا مگر اتنا اشارہ تو ضرور نکلتا ہے کہ قنوت کا پڑھنا سنت مقررہ نہیں ہے اور یا میں کہتا ہوں کہ قنوت ہمیشہ کا وظیفہ نہیں ہے۔ اسکا ثبوت صحابی رض کے قول سے ہوتا ہے۔ کہ جس وقت ابو مالک رض نے اپنے باپ سے قنوت کے متعلق سوال کیا تو اسکے باپ نے جواب دیا یا بنی محدث یعنی اے بیٹے میرے قنوت کا ہمیشہ پڑھنا یہ اب نکلا ہی پہلے نہ تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو مسلمانوں کے لئے دعا اور کفار کے لئے بددعا کرتے تھے کبھی رکوع کے بعد اور کبھی رکوع سے پہلے اور یہ قنوت ہر حادثہ میں پڑھتے تھے۔ اور سجدہ کرنے کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے اور کتے کی طرح اپنے بازو زمین پر نہ بچھاوے اور اپنے دونوں بازوں کو بغل سے دور رکھے تاکہ بغلوں کی سفیدی نظر آسکے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کیطرف سیدھا کرے۔ اور سجود کے یہ اذکار ہیں سبحان ربی الاعلی۔ پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے اعلی ہے۔ اور یہ بھی ہے سُبحَانَكَ اللّٰهُمَّ ربنا وبحمدك اللهم لك سجدت وبك امنت ولك اسلمت الخ اے اللہ بیشک تیرے لئے سجدہ کیا اور تیرا ایمان لایا۔

---

[1] اے لا ينفع صاحب الغنى منك غناه بل ينفعه العمل بطاعتك ١٢ :

[2] الثلج والبرد معروفان وخصا لانهما على خلقتهما لم يستعملا ولم تنلهما الايدي ولم تخطهما الارجل ١٢ :

[3] قوله رعل وذكوان هو قبيلتان من بني سليم ١٢ :

[4] قاله والد ابي مالك الاشجعي لما ساله عن القنوت ١٢ -

يسجد وجهي للذي خلقه وصوره وشق سمعه وبصره فتبارك الله احسن الخالقين ومنها سبوح قدوس ربنا ورب الملائكة والروح ومنها اللهم اغفرلي ذنبي كله دقه وجله واوله واخره وعلانيته وسره[۲] ومنها اللهم اني اعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك واعوذبك منك لا احصي ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك وانما قال صلی اللہ علیہ وسلم فاعني على نفسك بكثرة السجود[ع] لان السجود غاية التعظيم فهو معراج المؤمنين ووقت خلوص ملكيته من اسرار البهيمية ومن مكن من نفسه للغاشية الالهية فقد اعان مفيض الخير قوله صلی اللہ علیہ وسلم امتي يوم القيمة غر[ع] من السجود محجلون من الوضوء **اقول** عالم المثال مبناه على مناسبة الارواح بالاشباح كما ظهر منع الصائمين عن الاكل والجماع بالختم على الافواه والفروج ومن هيئات ما بين السجدتين ان يجلس على رجله اليسرى وينصب اليمنى ويضع راحتيه على ركبتيه **ومن اذكاره** اللهم اغفرلي وارحمني واهدني وعافني وارزقني ومن هيئات القعدة ان يجلس على رجله اليسرى وينصب اليمنى وروي في الاخيرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته وان يضع يديه على ركبتيه وروي يلقم كفه اليسرى ركبته وان يعقد ثلاثا وخمسين[ع] واشار بالسبابة

اور تیرا مطیع ہو گیا میرے چہرے نے ایسے اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کیا ہے جس نے پیدا کر کے کیسی عمدہ صورت بنائی ہے اور آنکھ میں دیکھنے کی قوت پیدا کی ہے اور کانوں میں سننے کی قوت پیدا کی اور یہ ذکر بھی ہے سبوح قدوس الخ اور یہ بھی ہے اللہم اغفرلی الخ اور یہ بھی ہے اللہم انی اعوذ الخ (ترجمہ) اے اللہ تیری رضا کا خواستگار ہوں اور یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھ پر ناراضگی نہ فرمائیں اور اپنے عذاب سے مجھے بچائیں اور تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور جیسی تعریف کا تو مستحق ہے ایسی تعریف کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود یہ جواب میں ربیعہ بن کعب کے واقعہ ہوا ہے۔ کہ ربیعہ بن کعب نے ایک رات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذاری اور آپ کا لوٹا اور مسواک وغیرہ انکے پاس تھا اور آپنے فرمایا۔ کہ اے ربیعہ رضؓ کچھ سوال کرلے تو ربیعہ رضؓ نے عرض کی کہ جنت میں آپ کے رفیق ہونے کا سوال کرتا ہوں تو آپنے فرمایا فاعنی الخ یعنے اپنے نفس کی اصلاح کے لئے کثرت سے سجود کیا کر۔ اور میری اس بات پر عمل کر۔ آپ کی بات پر عمل کرنا گویا کہ آپکی امداد کرنا ہے اسلئے کہ انتہا درجہ کی تعظیم سجدہ میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ سجدہ ہی مومنوں کا معراج ہے اور سجدہ کے وقت ہی قوت ملکیہ قوت بہیمیہ کی قید سے نجات پاتی ہے اور جس نے اپنے نفس کو رحمت خداوندی کے نزول کا مستحق بنا دیا ہے۔ تو گویا کہ اس خدا تعالیٰ کی امداد کی ہے۔ تو اس حدیث سے بھی سجدہ کی فضیلت ثابت ہوئی اور نیز ایک اور حدیث سے بھی سجدہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتی یوم الخ یعنے میری امت کے چہرے سجدہ کے سبب سے اور ہاتھ پاؤں وضو کے سبب سے قیامت کے روز روشن ہونگے۔ میں کہتا ہوں کہ عالم مثال کا مبنی ارواح کے اشکال کی مناسبت پر ہے جیسے روزہ دار کھانے پینے وجماع سے اسطرح روکا جاتا ہے کہ اسکے منہ و فرج پر مہر لگا دیجاتی ہے۔

اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی یہ صورت ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں کو بچھا کر اسپر بیٹھے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے اور اسجگہ کا یہ ذکر ہے اللہم اغفرلی وارحمنی الخ اور قعدہ میں بیٹھنے کی بھی یہی صورت ہے اور ایک روایت میں دوسرے قعدہ میں بیٹھنے کی یہ صورت آئی ہے کہ بائیں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے چوتڑ پر بیٹھ جائے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دو گھٹنوں پر رکھے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنے بائیں ہاتھ سے گھٹنے کو لقمہ کی طرح پکڑے اور ترپن کی علامت بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے

سے

سے لہ عند غیر اللہ تعالیٰ ۱۲ ع قالہ صلی اللہ علیہ وسلم لربیعۃ بن کعب لما سالہ مرافقتہ فی الجنۃ والمراد اعنی علی اصلاح نفسک بکثرۃ الصلوۃ التی ہی سبب القرب الی ربک ۱۲ ... بعض الوجوہ ... البیض الایدی والاقدام ۱۲

وروی قبض ثنتین وحلق حلقۃ والسر فی رفع الاصبع الاشارۃ الی التوحید لیتعاضد القول و الفعل ویصیر المعنی متمثلا متصورا ومن قال ان مذهب ابی حنیفۃ رح ترک الاشارۃ بالمسبحۃ فقد اخطأ ولا یعضدہ روایۃ ولا درایۃ قالہ ابن الھمام نعم لم یذکرہ محمد رحمہ اللہ فی الاصل وذکرہ فی الموطا ووجدت بعضهم لا یمیز بین قولنا لیست الاشارۃ فی ظاهر المذهب وقولنا ظاهر المذهب انها لیست ومفاسد الجهل والتعصب اکثر من ان تحصی وجاء فی التشهد صیغ اصحها تشهد ابن مسعود رضی اللہ عنہ ثم تشهد ابن عباس وعمر رضی اللہ عنهما وهی کاحرف القرآن کلها شاف کاف واصح صیغ الصلوۃ اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمید مجید اللهم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمید مجید والھم صل علی محمد وازواجه وذریته کما صلیت علی آل ابراهیم وبارک علی محمد وازواجه وذریته کما بارکت علی آل ابراهیم انک حمید مجید وقد ورد فی صیغ الدعاء فی التشهد اللهم انی اعوذ بک من عذاب جهنم واعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من شر المسیح الدجال واعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات وورد اللهم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ چھوٹی انگلی اور اسکے ساتھ والی کو ہتھیلی کیطرف جوڑے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھا کا حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور انگلی کے اٹھانے میں یہ راز ہے کہ انگلی کے اٹھانے میں توحید کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور فعل قول کے موافق ہو جاتا ہے اور توحید کا معنے آنکھوں کے سامنے نظر آجاتا ہے۔ اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے مذہب میں اشارہ کرنا منع ہے وہ خطاپر ہے کیونکہ اس قول پر نہ کوئی عقلی دلیل اور نہ کوئی نقلی دلیل دلالت کرتی ہے۔ جیسے کہ ابن ہمام رح نے کہا ہے۔ فقط یہ بات ہے کہ امام محمد رح نے مبسوط میں ذکر نہیں کیا اور موطا میں ذکر کیا ہے۔ اور مینے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے۔ کہ جو قول لیست الاشارۃ فی ظاهر المذهب اور اس قول ظاهر المذهب انها لیست میں تمیز نہیں کر سکتے اور جاہلیت اور تعصب کے مفاسد شمار میں نہیں آسکتے۔ اور تشہد کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں مگر سب سے صحیح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جیسے کہ احناف پڑھتے ہیں پھر ابن عباس اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں التحیات المبارکات الصلوۃ الخ روایت کیا ہے اسکو مسلم نے۔

ان دونوں تشہدوں میں جونسا پڑھا جاوے وہی قرآن مجید کے حرفوں کیطرح کافی شافی ہے اور درود شریف کے الفاظ بھی کئی طرحوں میں مختلف آئے ہیں مگر سب سے بہتر یہ الفاظ ہیں۔ اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ اور یہ بھی ہیں اللهم صل علی محمد وازواجه وذریته الخ اور تشہد اور درود کے بعد مختلف دعائیں آئی ہیں۔ ایک یہ ہے اللهم انی اعوذ بک من عذاب جهنم الخ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ برکت نام تیرے کے عذاب دوزخ اور عذاب قبر اور فتنہ دجال سے اور فتنہ زندگی اور موت سے۔ اور ایک یہ ہے اللهم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر بڑا بھاری ظلم کیا ہے اور تیرے بغیر اور کوئی بخشنے والا نہیں ہے اس لئے تو مجھے بخش دے۔

۱؎ الخنصر والبنصر الخ ۱۲ ۲؎ بالوسطے والابہام ۱۲ ۳؎ کما یقرء الاحناف فی صلوتهم وتشهد ابن عباس رواہ مسلم ہکذا التحیات المبارکات الصلوۃ الطیبات للہ السلام علیک ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشهد ان لا الہ الا اللہ واشهد ان محمدا رسول اللہ

من عندك وارحمني انك انت الغفور الرحيم ۔ و ورد اللهم اغفرلي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به مني انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت و من اذكار ما بعد الصلوة استغفر الله ثلاثا و اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام ۔ لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ۔ اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه وله النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون ۔ اللهم اني اعوذ بك من الجبن واعوذ بك من البخل واعوذ بك من ارذل العمر واعوذ بك من فتنة الدنيا وعذاب القبر ۔ وثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة واربع وثلاثون تكبيرة ۔ و روي من كل ثلاث وثلاثون وتمام المائة لا اله الا الله وحده لا شريك له الخ و روي من كل خمس وعشرون والرابع لا اله الا الله و يروي يسبحون في دبر كل صلوة عشرا و يحمدون عشرا و يكبرون عشرا و روي من كل مائة والادعية كلها بمنزلة احرف القران من قرأ منها شيئا فاز بالثواب الموعود والاولى ان ياتي بهذه الاذكار قبل الرواتب فانه جاء في بعض الاذكار

اور مجھپر رحم کر کیونکہ تو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔ اور ایک یہ ہے اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت الخ اے خداوندا میرے اگلے اور پچھلے اور ظاہر اور پوشیدہ تمام گناہ بخشدے اور وہ باتیں بھی کہ جن میں مینے حد سے تجاوز کیا ہے ۔ اور وہ عیوب بھی کہ جنکو تو ہی جانتا ہے ۔ تو ہی پہلے تھا اور بعد میں بھی تو ہی ہوگا ۔ تیرے بغیر اور کوئی معبود نہیں ہے ۔ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی بہت سے اذکار اور وظیفے آئے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے استغفر اللہ تین مرتبہ پڑھنا اور پھر پڑھنا اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام اور ایک یہ ہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد اور یہ بھی ہے لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه وله النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون ۔ اور ایک یہ بھی ہے اللھم انی اعوذ بك من الجبن واعوذ بك من البخل واعوذ بك من ارذل العمر واعوذ بك من فتنة الدنيا وعذاب القبر اور اس کے بعد تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا آیا ہے ۔ اور ایک روایت میں تینوں مرتبہ تینتیس تینتیس بار پڑھنا آیا ہے اور سو کے پورا کرنے کے واسطے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير پڑھے ۔ اور ایک روایت میں ان تینوں کا پچیس ۲۵ پچیس ۲۵ مرتبہ پڑھنا آیا ہے ۔ اور چوتھا یہ الفاظ لا اله الا الله آیا ہے ۔ اور ایک روایت میں نماز کے بعد دس مرتبہ تکبیر کا پڑھنا اور دس مرتبہ الحمد للہ کا پڑھنا اور دس مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا آیا ہے اور ایک روایت میں ہر ایک کا پڑھنا سو سو مرتبہ آیا ہے اور یہ تمام دعائیں بمنزلہ قرآن شریف کے حروف کے ہیں جسے جتنا قدر پڑھ سکیں اتنا ہی انکو ثواب موعود ملے گا ۔ اور بہتر یہ ہے کہ ان اذکار کو سنت اور نوافل سے پہلے پڑھے ۔ کیونکہ حدیث شریف میں بعض اذکار کے متعلق آیا ہے[1] ۔

---

[1] کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل اور سنت کے پڑھنے سے پہلے حکم فرمایا ہے ۔ ۱۲

ما يدل على ذلك نصا كقوله من قال قبل ان ينصرف ويثنى رجليه من صلوة المغرب والصبح لا اله الا الله الخ وكقول الراوى كان اذا سلم من صلوته يقول بصوته الاعلى لا اله الا الله الخ قال ابن عباس كنت اعرف انقضاء صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير وفى بعضها ما يدل ظاهرا كقوله دبر كل صلوة واما قول عائشة كان اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام فيحتمل وجوها منها انه كان لا يقعد بهيئة الصلوة الا هذا القدر ولكنه كان يتيامن او يتياسر او يقبل على القوم بوجهه فيأتى بالاذكار لئلا يظن الظان ان الاذكار من الصلوة ومنها انه كان حينا بعد حين يترك الاذكار غير هذه الكلمات يعلمهم انها ليست فريضة وانما مقتضى كان وجود هذا الفعل كثيرا لا مرة ولا مرتين لا المواظبة والاصل فى الرواتب ان ياتى بها فى بيته والسر فى ذلك كله ان يقع الفصل بين الفرض والنوافل بما ليس من جنسهما وان يكون فصلا معتدا به يدرك بادى الرأى وهو قول عمر رضى الله عنه لمن اراد ان يشفع بعد المكتوبة اجلس فانه لم يهلك اهل الكتاب الا انه لم يكن بين صلواتهم فصل فقال النبى صلى الله عليه وسلم اصاب الله بك يا ابن الخطاب وقوله صلى الله عليه وسلم اجعلوها فى بيوتكم والله اعلم۔

آپ نے فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی صبح کی نماز اور مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی ہیئت بدلنے سے پہلے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد بيده الخير يحيى ويميت وهو على كل شئى قدير دس مرتبہ پڑھے تو ہر ایک کے عوض میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں الخ اور جیسے کہ راوی نے بیان کیا ہے۔ کہ آپ نوافل سے پہلے پڑھتے تھے کہ كان اذا سلم من صلوته یعنے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو بلند آواز سے لا اله الا الله پڑھتے - اور نیز ابن عباس رضہ کی روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا مجھکو آپ کی تکبیر پڑھنے سے معلوم ہوتا تھا۔ اور بعض حدیث کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آپ کے قول فى دبر كل صلوة سے۔ یعنے ہر نماز کے پیچھے اور جو حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد فقط اس دعا اللهم انت السلام الخ پڑھنے کی مقدار بیٹھتے تھے۔ اس حدیث کے چند احتمال نکل سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ نماز کی شکل پر اتنا قدر ہی بیٹھتے تھے پھر دائیں یا بائیں طرف پھر جاتے تھے یا قوم کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ پھر باقی وظیفے پڑھا کرتے تھے تاکہ کوئی یہ خیال نہ کرلے کہ یہ وظیفے بھی نماز میں داخل ہیں۔ اور ایک یہ ہے۔ کہ آپ کبھی کبھی ان کلمات کے بغیر اور ذکروں کو چھوڑ دیا کرتے تھے: تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان اذکار کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ اور راوی کے لفظ کان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اکثر پڑھا کرتے تھے اور سنت اور نوافل کا گھر میں پڑھنا بہتر ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرض اور نوافل میں اتصال منع ہے۔ تو اسلئے مناسب ہوا کہ فرض اور نوافل کے درمیان ایسی چیز کا فصل واقع ہو جو کہ انکی جنس سے نہ ہو اور وہ فصل قابل اعتبار بھی ہو جو کہ ظاہرا معلوم ہو سکے اور وہ حدیث یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نماز فرض پڑھ کر نوافل ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ کہ اہل کتاب بھی اس واسطے ہلاک کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے فرائض اور نوافل میں فصل نہیں کیا کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصاب الله بك يا ابن خطاب یعنے تم کو اے ابن خطاب اللہ تعالی خطا سے بچاتا ہے۔ اور نیز یہ حدیث ہے کہ فرمایا آپ نے اجعلوا فی بیوتکم یعنی نماز نوافل اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔ واللہ اعلم:۔

ے ای من کان صلوته ۱۲ ے ای یعلف ۱۲ ے تمامہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی ویمیت وہو علی کل شئی قدیر ۱۲

مالا یجوز فی الصلوٰۃ وسجود السہو والتلاوۃ

واعلم۔ ان مبنی الصلوٰۃ علی خشوع الاطراف وحضور القلب وکف اللسان الاعن ذکر اللہ و قراءۃ القرآن فکل ہیئۃ باینت الخشوع وکل کلمۃ لیست بذکر اللہ فان ذلک ینافی الصلوٰۃ لا تتم الصلوٰۃ الا بترکہ والکف عنہ لکن ہذہ الاشیاء متفاوتۃ وما کل نقصان یبطل الصلوٰۃ بالکلیۃ والتمییز بین ما یبطلہا بالکلیۃ وبین ینقصہا فی الجملۃ تشریع موکول الی نص الشارع وللفقہاء فی ذلک کلام کثیر وتطبیق الاحادیث الصحیحۃ علیہ عسیر واوفق المذاہب بالحدیث فی ہذا الباب اوسعہا ولا شک ان الفعل الکثیر الذی یتبدل بہ المجلس والقول الکثیر الذی یستنکر جدا ناقص من الثانی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیہا شیئ من کلام الناس انما ہی التسبیح والتکبیر وقراءۃ القرآن وتعلیلہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک رد السلام بقولہ ان فی الصلوٰۃ لشغلا وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل یسوی التراب حیث یسجد ان کنت فاعلا فواحدۃ ونہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخصر وہو وضع الید علی الخاصرۃ فانہ راحۃ اہل النار یعنی ہیئۃ اہل البلاء

یہ باب سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت اور اُن افعال کے بیان میں جن کا نماز میں کرنا ناجائز ہے

جاننا چاہیئے کہ حقیقت میں نماز وہ ہے کہ جس میں خشوع اعضاء اور حضور قلب اور زبان کو قرآن مجید اور ذکر اللہ تعالیٰ کے ماسوائے سے روکنا پایا جاوے۔ پس جو ایسی صورت ہو کہ خشوع کی صفت کے مخالف ہو اور جو ایسا کلمہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے ذکر کے خلاف ہے۔ جب تک انکو نہ چھوڑا جائے تب تک نماز پوری اور کامل نہیں ہو سکتی۔ اور ان اشیاء مذکورہ میں فرق ہے۔ کیونکہ بعض ایسی صورتیں ہیں کہ جنکے کرنے سے نماز میں نقصان آتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کے کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور فرق کرنا درمیان اُس چیز کے کہ جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور درمیان اُس چیز کے کہ جس سے نماز میں نقصان ہوتا ہے نص شرعی سے ہو سکتا ہے۔ اس مقام میں فقہاء کا آپس میں بڑا اختلاف ہے اور احادیث صحیحہ کی تطبیق ان کی کلام کے لحاظ سے مشکل ہے اور اس باب میں سب سے زیادہ موافق حدیث کے وہ مذہب ہے کہ جس میں بہت گنجائش ہو اور اس میں شک نہیں کہ فعل کثیر کہ جس سے مجلس بدل جائے اور قول کثیر کہ جو بہت زیادہ ہو نماز کو توڑ دیتا ہے۔ اور قول کثیر سے نماز کا ٹوٹ جانا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیہا شیئ الخ یعنی اس نماز میں بغیر تسبیح اور تکبیر اور قرأت قرآن کے اور لوگوں کی بول چال جائز نہیں ہے۔ اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ لما قال عبد اللہ بن مسعود رض للنبی صلے اللہ علیہ وسلم کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ فترد علینا۔ کہ جس وقت عبد اللہ بن مسعود رض نے عرض کی ہم آپ پر سلام کہتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے۔ تو آپ نے سلام کے جواب دینے کی یہ وجہ فرمائی انّ فی الصلوٰۃ لشغلاً یعنے نماز میں ایسی مشغولی ہے کہ اور کام اس وقت جائز نہیں ہے۔ اور ایک شخص اپنے سجدہ کی جگہ کی مٹی برابر کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا ان کنت فاعلاً فواحد یعنے اگر تم کو مٹی برابر کرنے کی ضرورت ہو تو ایک مرتبہ کرلے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصر سے منع فرمایا ہے اور خصر کہتے ہیں کمر پر ہاتھ رکھنے کو یہ اسواسطے منع ہے تاکہ دوزخیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے کیونکہ جو لوگ متحیر اور مدہوش ہوتے ہیں

ف لما قال عبد اللہ بن مسعود رض لرسول اللہ علیہ السلام کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ فترد علینا

المتحيرين المدهوشين وعن الالتفات فانه اختلاس[1] يختلسه الشيطان من صلوة العبد يعني ينقص الصلوة وينافي كماله وقوله صلى الله عليه وسلم اذا تثاءب احدكم في الصلوة فليكظم ما استطاع فان الشيطان يدخل في فيه **اقول** يريد ان التثاؤب مظنة لدخول ذباب او نحوه مما يشوش خاطره ويصده عما هو بسبيله وقوله صلى الله عليه وسلم اذا قام احدكم الى الصلوة فلا يمسح الحصى فان الرحمة تواجهه وقوله صلى الله عليه وسلم لا يزال الله تعالى مقبلا على العبد وهو في صلوته ما لم يلتفت اعرض عنه وكذا ما ورد من اجابة الله للعبد في الصلوة **اقول** هذا اشارة الى ان جود الحق عام فائض و انه انما تتفاوت النفوس فيما بينها باستعدادها الجبلي او الكسبي فاذا توجه الى الله فتح له باب من جوده واذا اعرض حرم بل استحق العقوبة باعراضه صلى الله عليه وسلم العطاس والنعاس والتثاؤب في الصلوة والحيض والقئ والرعاف من الشيطان **اقول** يريد انها منافية لمعنى الصلوة ومبناها **واما الاول**[2] فان النبي صلى الله عليه وسلم قد فعل اشياء في الصلوة بيانا للشرع وقرر على اشياء فذلك وما دونه لا يبطل الصلوة والحاصل من الاستقراء ان القول اليسير مثل اعنك بلعنة الله ثلاثا ويرحمك الله ويا ثكل اماه وما شانكم تنظرون الى

وہ اسطرح کمر پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں اور اسی طرح دوزخی لوگ جب آرام کرنا چاہیں گے تو کمر پر ہاتھ رکھیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِدھر اُدھر دیکھنے سے منع فرمایا ہے فانہ اختلاس یعنے اچکنا ہے۔ بندے کی نماز سے شیطان اچک لیتا ہے یعنے اِدھر اُدھر دیکھنا نماز میں نقصان پیدا کرتا ہے اور نماز کے کمال کو منافی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا تثاؤب احدکم الخ یعنے اگر تم کو نماز میں جمائی آئے تو جہانتک ہو سکے اسکو روکیں کیونکہ منہ میں شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ جمائی کے وقت مکھی وغیرہ کے منہ میں پڑ جانیکا فکر ہو جاتا ہے جس سے دل میں تشویش پیدا ہو جاتی ہے اور جس چیز کے ادا کرنے کے درپے ہوتا ہے اس سے اعراض ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذا قام احدکم الخ یعنے اگر تم میں سے کوئی شخص نماز میں شروع ہو جائے تو کنکریوں کو صاف نہ کرے یعنے نماز کے پڑھنے کے وقت کنکریوں وغیرہ کے ساتھ نہ کھیلے۔ کیونکہ یہ نزول رحمت کا وقت ہے اور ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایزال اللہ الخ یعنے جبتک نمازی اپنی نماز کیحالت میں اِدھر اُدھر نہ دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول اس نمازی پر ہوتا رہتا ہے اور جس وقت اِدھر اُدھر دیکھنے لگجاتا ہے تو رحمت کا نزول بند ہو جاتا ہے اور یہی بیان اس حدیث کا ہے جو کہ بندہ کو نماز پڑھنے کیحالت میں اللہ تعم کی طرف سے جواب آتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ان مذکورہ حدیثوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعم کی بخشش اپنی مخلوق پر بے حساب ہے پھر انسانوں کے نفسوں کا آپس میں متفاوت ہونا بوجہ پیدائشی اور کسبی استعداد کے ہے تو جسوقت انسان خدا تعم کی ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا تعم کی رحمت اور بخشش کا دروازہ بھی کھلجاتا ہے اور جسوقت اس سے اعراض کرتا ہے تو عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ نماز کی حالت میں چھینک کا آنا اور اونگھ اور جمائی اور حیض اور قے اور نکسیر کا آنا شیطان کیطرف سے ہے میں کہتا ہوں اس سے یہ مراد ہے کہ یہ اشیاء مذکورہ نماز کے معنے اور منشا میں خلل ڈالتی ہیں۔ اور فعل کثیر کا یہ بیان ہے کہ اگر نبی علیہ السلام نے نماز کے اندر لوگوں کو سکھانے کے لئے جو باتیں کی ہیں اور یا جو فعل نماز کے اندر لوگ کرتے تھے آپ نے اسکو دیکھکر منع نہیں فرمایا یہ مذکورہ فعل یا اور جو فعل کہ انسے کم درجہ ہیں انسے نماز نہیں ٹوٹتی خلاصہ کلام یہ ہے کہ احادیث کے تلاش کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی سی کلام اور تھوڑا فعل نماز کو باطل نہیں کرتا مثال اول کی جیسے کسی شخص نے کہا العنک الخ یعنے تم پر اللہ تعم کی لعنت ہو تین مرتبہ کہا۔ اور یرحمک اللہ اور یاثکل الخ یہ لفظ کہے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔

[1] ای اخذ بسرعة ۱۲ [2] ای الفعل الکثیر ۱۲

والبطش اليسير مثل وضع صبية من العاتق ورفعها وغمز الرجل ومثل فتح الباب والمشي اليسير كالنزول من درج المنبر الى مكان يتأتى منه السجود في اصل المنبر والتأخر من موضع الامام الى الصف والتقدم الى الباب المقابل ليفتح والبكاء خوفا من الله والاشارة المفهمة وقتل الحية والعقرب والالتفات يمينا وشمالا من غير لي العنق لا يفسد وان تعلق القذر بجسده او ثوبه اذا لم يكن بفعله او كان لا يعلمه لا يفسد هذا والله اعلم بحقيقة الحال ؛

وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما اذا قصر الانسان في صلوته ان يسجد سجدتين تداركا لما فرط ففيه شبه القضاء وشبه الكفارة والمواضع التي ظهر فيها النص اربعة **الاول** قوله صلى الله عليه وسلم اذا شك احدكم في صلاته ولم يدر كم صلى ثلاثا او اربعا فليطرح الشك وليبن على ما استيقن ثم يسجد سجدتين قبل ان يسلم فان كان صلى خمسا شفعها بهاتين السجدتين وان كان صلى تماما لاربع كانتا ترغيما للشيطان اي زيادة في الخير وفي معناه الشك في الركوع والسجود **الثاني** انه صلى الله عليه وسلم صلى الظهر خمسا فسجد سجدتين بعد ما سلم وفي معنى زيادة الركعة زيادة الركن **الثالث** انه صلى الله عليه وسلم سلم في ركعتين فقيل له في ذلك فصلى ما ترك ثم سجد سجدتين وايضا روي انه سلم وقد بقي عليه ركعة بمثله وفي معناه ان يفعل سهوا ما يبطل عمده

مثال ثانی کہ جیسے بچے کو پکڑ کر گردن سے اتار دینا یا اٹھا کر کندھے پر بٹھا لینا یا پاؤں کا دبانا یا دروازہ کا کھولنا اور منبر کی سیڑھی سے ایسی جگہ اتر آنا کہ جس جگہ سجدہ ہو سکے اور امام کی جگہ سے ہٹ کر صف میں آجانا اور جو دروازہ سامنے ہو اسکے کھولنے کے لئے چلنا اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا اور ایسا اشارہ کرنا جس سے کچھ مطلب سمجھ میں آجائے اور سانپ بچھو کا مار ڈالنا۔ اور بغیر گردن موڑنے کے دائیں بائیں دیکھنا اور ویسے ہی اسوقت بھی نماز نہیں ٹوٹتی جب کہ نمازی کے جسم یا کپڑے کے ساتھ کسی پلیدی کا لگ جانا اسکے فعل سے نہ ہو یا پلیدی کے لگ جانے کا اسکو علم نہیں ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ؛

سجدہ سہو کا بیان جب نماز میں کچھ نقصان ہو جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نقصان کے پورا کرنیکے واسطے دو سجدوں کا حکم فرمایا ہے اسمیں قضا کی مشابہت بھی ہے اور کفارہ کی بھی مشابہت ہے اور وہ مقام کہ جن میں صریح حدیث سے سجدہ سہو ثابت ہوتا ہے۔ وہ چار ہیں۔ پہلا مقام یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا شک احدکم الخ یعنے جب تم کو نماز میں یہ شک ہو جائے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو جسپر یقین ہو اسپر نماز کی بنا کرے اور پھر اخیر میں سلام سے پہلے دو سجدے کرے اور اگر حقیقت میں یہ پانچویں ہے تو ان سجدوں کی وجہ سے یہ شفعہ ہو گیا اور اخیر میں دو سجدے کرلے اور اگر اس رکعت کے پڑھنے سے حقیقت میں چار رکعتیں ہوئی ہیں تو یہ دونوں سجدے زیادتی حسنات اور رسوائی شیطان کا سبب ہوئے ہیں۔ اور رکوع اور سجدے میں اگر شک واقعہ ہو تو ان کی بھی یہی صورتیں ہیں دوسرا مقام یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھیں تو آپ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے۔ اور رکن کا زیادہ ہونا اسی زیادتی رکعت کے معنے میں داخل ہے تیسرا مقام یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا تھا پھر آپ کو یاد دلایا گیا تو آپنے پھر باقی نماز پڑھی اور دو سجدے کئے۔ اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ آپ نے سہواً سلام پھیر دیا تھا۔ اور ایک رکعت آپ کی باقی تھی۔ پھر یاد دلانے پر آپنے دو سجدے کئے تھے اور اس سے معلوم ہوا کہ جس فعل کے نماز میں عمداً کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے (خواہ وہ فعل عمل کثیر ہو) اگر وہ فعل نماز میں سہواً کرے تو نماز باطل نہیں ہوتی (اگر بعد سلام کے دو سجدہ سہو کے کرکے پھر تشہد پڑھ کے سلام پھیرے)

الرابع انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فی الرکعتین لم یجلس حتی اذا قضی الصلوٰۃ سجد سجدتین قبل ان یسلم و فی معناہ ترک التشہد فی القعود قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل ان یستوی قائما فلیجلس وان استوی قائما فلا یجلس ویسجد سجدتی السہو **اقول** وذلک انہ اذا قام فات موضعہ فان رجع لا احکم ببطلان صلاتہ وفی الحدیث دلیل علی ان من کان قریب الاستواء ولما یستو قائما یجلس خلافا لما علیہ العامۃ ﴿ **وسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** لمن قرأ آیۃ فیہا امر بالسجود او بیان ثواب من سجد وعقاب من ابی عنہ ان یسجد تعظیما لکلام ربہ ومسارعۃ الی الخیر ولیس منہا مواضع سجود الملائکۃ لآدم علیہ السلام لان الکلام فی السجود للہ تعالیٰ والآیات التی ظہر فیہا النص اربع عشرۃ آیۃ او خمس عشرۃ وبین عمر رضی اللہ عنہ انہا مستحبۃ ولیست بواجبۃ علی رأس المنبر فلم ینکر السامعون وسلموا لہ وتاویل حدیث سجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنجم وسجد معہ المسلمون والمشرکون والجن والانس عندی ان فی ذلک الوقت ظہر الحق ظہورا بینا فلم یکن لاحد الا الخضوع والاستسلام فلما رجعوا الی طبیعتہم کفر من کفر واسلم من اسلم ولم یقبل شیخ من قریش تلک الغاشیۃ الالٰہیۃ لقوۃ الختم علی قلبہ الا بان رفع التراب الی الجبہۃ فعجل تعذیبہ بان قتل ببدر ومن اذکار سجدۃ التلاوۃ سجد وجہی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ۔

چوتھا مقام یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھ کر نہ بیٹھے تھے بلکہ کھڑے ہو گئے تھے پھر نماز ختم کرکے سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے اور قعدہ کے اندر تشہد کا بھول جانا بھی اسی کے معنے میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خواہ امام ہو یا غیر دو رکعتیں پڑھ کر تیسری رکعت کیلئے سیدھا کھڑا ہو گیا ہے تو پھر اسکو تشہد کا پڑھنا یاد آیا ہے تو اسوقت وہ پیچھے کو نہ لوٹے اور اگر سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے یاد آ گیا ہے تو بیٹھ جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ جب بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا ہے۔ تو اسکا قعدہ فوت ہو گیا ہے۔ اور وہ شخص پیچھے کو لوٹ بھی آئے تو میرے نزدیک اسکی نماز باطل نہیں ہوتی کیونکہ حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بالکل سیدھا کھڑا نہیں ہوا بلکہ قریب سیدھا کھڑا ہونے کے ہے تو بیٹھے مگر عام فقہا کے نزدیک نماز باطل ہو جاتی ہے

سجدۂ تلاوت کا بیان۔ جو آیت شریف کہ جس کے معنے میں سجدہ کرنے کا حکم ہے یا اس آیت میں سجدہ کرنے والے کیلئے ثواب اور اس سے انکار کرنے والے کیلئے عذاب کا ذکر ہے تو اگر کوئی شخص ان آیات کو پڑھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے حکم فرمایا ہے کہ سجدۂ تلاوت کرے۔ کلام خداوندی کی تعظیم کیلئے اور نیکی کی طرف جلدی کرنے کے لئے اور وہ آیات کہ جن میں ملائکہ کا سجدہ کرنا آدم علیہ السلام کے لئے مذکور ہے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ اسجگہ تو اس سجدہ کا ذکر ہے جو خاص خدا تعالیٰ کے لئے ہو۔ اور چودہ یا پندرہ آیات میں حدیث صریح سے سجدہ کرنا ثابت ہے۔ اور حضرت عمر رضی نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ ان آیات کے پڑھتے وقت سجدہ کرنا مستحب ہے واجب نہیں تو کسی سننے والے نے انکار نہیں کیا۔ بلکہ ان کے قول کو تسلیم کر لیا اور جس حدیث شریف میں آیا ہے کہ سورہ نجم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور مسلمانوں اور مشرکوں اور جنوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا تو میرے نزدیک اسکی یہ تاویل ہے کہ اس خاص وقت میں ایسا حق ظاہر اور روشن ہو گیا تھا کہ کسی شخص کو بغیر انکساری اور عاجزی کے کوئی چارہ نہ تھا پھر اپنی حالت پر لوٹنے کے بعد کوئی مسلمان ہو گیا اور کوئی کافر رہا۔ اور ایک بوڑھے قریشی کے سخت دل ہونیکی وجہ سے اسپر رحمت الٰہیہ کا کچھ اثر نہ ہوا۔ فقط اسنے مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی کے ساتھ لگا دی اسکے بعد بہت جلدی ہی جنگ بدر میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گیا۔ اور سجدہ تلاوت کا یہ ذکر ہے۔ سجد وجہی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ

ومنها اللهم اكتب لي بها عندك اجرا وضع بها عني وزرا واجعلها لي عندك ذخرا وتقبلها كما تقبلتها من عبدك داود؛

النوافل لما كان من الرحمة المرعية في الشرائع ان يبين لهم ما لا بد منه وما يحصل به فائدة الطاعة كاملة ليأخذ كل انسان حظه ويتمسك المشغول والمقبل على الارتفاقات بما لا بد منه ويؤدي الفارغ المقبل على تهذيب نفسه واصلاح آخرته الكامل توجهت العناية التشريعية الى بيان صلوات يتنفلون بها وتوقيتها باسباب واوقات تليق بها وان يحث عليها ويرغب فيها ويفصح عن فوائدها والى ترغيبهم في الصلوة النافلة غير الموقتة اجمالا الا عند نحو الاوقات المنهية

فمنها رواتب الفرائض والاصل فيها ان الاشغال الدنيوية لما كانت منسية ذكر الله صادة عن تدبر الاذكار وتحصيل ثمرة الطاعات خلفها تورث اخلادا الى الهيئة البهيمية وقسوة ودهشا لسكينة وجب ان يشرع لهم مصقلة يستعملونها قبل الفرائض ليكون الدخول فيها على حين صفاء القلب وجمع الهمة وكثيرا ما لا يحصل للانسان بحيث يستوفي فائدة الصلوة وهو المشار اليه في قوله صلى الله عليه وسلم كم من مصل ليس له من صلاته الا نصفها ثلثها ربعها فوجب ان يسن بعدها صلوة تكملة للمقصود واكدها عشر ركعات او ثنتا عشرة ركعة متوزعة على الاوقات وذلك انه

اور یہ بھی ہے اللھم اکتب لی بھا عندک اجرا الخ

یہ باب نفلوں کے بیان میں ہے چونکہ دار و مدار شریعت محمدیہ کا رحمت پر ہے اسلئے ضروری ہوا کہ لوگوں کے لیے ایسی باتیں بھی بیان کی جائیں کہ جنکا کرنا انکو ضروری ہے اور ایسی بھی کہ جن سے طاعت میں کمال وجہ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ تاکہ ہر ایک انسان ان میں سے اپنا حصہ لے سکے۔ اور جو شخص کہ اپنے کار و بار میں مشغول ہوتا ہے وہ ضروری باتوں کو پکڑ لے اور جو شخص کہ فارغ ہے وہ اپنے نفس کی تہذیب اور اصلاح میں آخرت کی طرف کامل طریقے سے متوجہ ہو جاوے تو شریعت کی عنایت اس طرف متوجہ ہوئی کہ لوگوں کے لئے نماز نوافل اور انکے اوقات اور اسباب جو انکے لائق ہیں بیان کرے اور انکو رغبت دے اور انکو ابھارے اور انکے فواید بیان کرے اور نیز ایسی نماز کی اجمالا انکو ترغیب دے کہ جنکا وقت کوئی مقرر نہیں ہے۔ بغیر ان اوقات کے جن میں نماز کا پڑھنا منع ہے اور یہ نوافل دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو فرائض کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ فرض کے ساتھ پڑھنے کی یہ وجہ ہے۔ کہ دنیاوی کار و بار خدا تعالیٰ کے ذکر کو بھلا دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ذکروں میں تدبر کرنے اور عبادتوں کے فائدہ حاصل کرنے سے مانع ہوتے ہیں کیونکہ ان اشغال دنیویہ کی وجہ سے قوت بہیمیہ میں طاقت اور رچاؤ پیدا ہوتا ہے اور قوت ملکیہ پر ایک قسم کا دباؤ اور قساوت واقع ہوتا ہے۔ اسلئے ضروری ہوا۔ کہ فرائض کے ادا کرنے سے پہلے ایسی چیز کا استعمال کریں جس سے وہ قساوت اور کدورت دور ہو جائے اور فرضوں میں ایسے وقت شروع ہووے کہ تمام اشغال سے اسکا دل صاف اور خاطر جمع ہو اور بہت مرتبہ انسان ایسی نماز پڑھتا ہے۔ کہ جس سے اسکو فائدہ کامل طور پر نہیں حاصل ہوتا۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کم من مصل الخ یعنے بہت نمازی ایسے ہیں۔ کہ جنکو نصف یا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ ثواب ملتا ہے اسلئے ضروری ہوا کہ فرضوں کے بعد بھی کچھ نماز مقرر کیجائے تاکہ نقص پورا ہو جائے۔ اور تمام نوافل سے زیادہ مؤکد دس رکعتیں یا بارہ رکعتیں ہیں اور یہ نیز اپنے اپنے اوقات میں منقسم ہیں۔ یہ اس لئے۔ کہ شارع رحمۃ اللہ علیہ نے

اراد ان يزيد بعدد الركعات الاصلية وهي احدى عشرة لكنها الشفاع فاختار احد العددين قوله
صلى الله عليه وسلم بني له بيت في الجنة **اقول** هذا اشارة الى انه مكن من نفسه لحظ عظيم
من الرحمة قوله صلى الله عليه وسلم ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها **اقول** انما كانتا خيرا منها
لان الدنيا فانية ونعيمها لا يخلو عن كدر النصب والتعب وثوابهما باق غير كدر قوله صلى الله
عليه وسلم من صلى الفجر في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كاجر حجة
وعمرة **اقول** هذا هو الاعتكاف الذي سنه رسول الله صلى الله عليه وسلم كل يوم وقد مر
فوائد الاعتكاف قوله صلى الله عليه وسلم في اربع قبل الظهر تفتح لهن ابواب السماء وقوله صلى
الله عليه وسلم انها ساعة تفتح فيها ابواب السماء فاحب ان يصعد لي فيها عمل صالح وقوله صلى الله
عليه وسلم ما من شئ الا يسبح في تلك الساعة **اقول** قد ذكرنا من قبل ان المتعالي عن الوقت له
تجليات في الاوقات وان الروحانية تنتشر في بعض الاوقات فراجع هذا الفصل وانما سن
اربع بعد الجمعة لمن صلاها في المسجد وركعتان بعدها لمن صلاها في بيته

ارادہ کیا ہے کہ رکعات اصلیہ کے عدد کے موافق ہو جائے لیکن یہ اشفاع ہیں پس دو عددوں میں ایک کو اختیار کیا ہے نیز اسوجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دن رات میں باراں رکعت پر مداومت کی (ہمیشہ پڑھی) تو اسکے لئے جنت میں گھر تیار کیا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ ان رکعات کے پڑھنے والے شخص نے اپنے نفس کے لئے رحمت کا بڑا حصہ حاصل کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رکعتا الفجر الخ یعنے فجر کے دو نفل کا پڑھنا دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور اسکی نعمتیں بھی مصیبت اور کدورت سے خالی نہیں۔ اور ان نوافل کا ثواب بغیر کدورت کے باقی رہنے والا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلے الفجر الخ یعنے جو شخص جماعت کے ساتھ نماز ادا کرکے سورج کے طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہا ہو پھر دو رکعت نماز ادا کی ہو اسکو حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ وہ اعتکاف ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دن کے لئے سنت فرمایا ہے۔ اور اعتکاف کے فضائل پہلے ذکر ہو چکے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفتح لهن الخ یعنے جس نے ظہر سے پہلے چار نوافل پڑھے تو اُن کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں (یعنے دربار الٰہی میں منظور ہو جاتے ہیں) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انها الخ یعنے زوال کے بعد ایسی ساعت ہے کہ جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ مجھے یہ پسند آتا ہے کہ ایسی گھڑی میں میرے نیک اعمال آسمان کی طرف جائیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو اسوقت میں تسبیح نہ کہتی ہو میں کہتا ہوں کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مکان وزمان وغیرہ سے پاک ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ کی ذات کے تجلیات بعض اوقات میں ظاہر ہوتے ہیں اور بے شک بعض اوقات میں روحانیت پھیل جاتی ہے۔ تو اسکی یہی وجہ ہے کہ اسوقت خدا تعالیٰ کے تجلیات ظاہر ہوتی ہے۔ اور جو شخص جمعہ کے بعد مسجد میں نماز پڑھے اسکے لئے چار رکعت مسنون ہیں اور جو گھر میں جاکر پڑھے اُس کے لئے دو رکعت مسنون ہیں۔

لہ الحديث ما رواه الترمذي عن ام حبيبة انه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى في يوم وليلة ثنتي عشرة ركعة بني له بيت في الجنة اربعا قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل صلوة الفجر ۱۲ ؎ الضمير لما بعد الزوال ۱۲

لئلا یحصل مثل لصلوۃ فی وقتہا ومکانھا فی اجتماع عظیم من الناس فان ذلک یفتح علی العوام ظن الاعراض عن الجماعۃ ونحو ذلک من الاوھام وھو امرہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یوصل صلوۃ بصلوۃ حتی یتکلم او یخرج وتروی اربع قبل العصر وست بعد المغرب ولم یسن بعد الفجر لان السنۃ فیہ الجلوس فی موضع الصلوۃ الی صلوۃ الاشراق فحصل المقصود ولان الصلوۃ بعدہ تفتح باب المشابھۃ بالمجوس ولا بعد العصر للمشابھۃ المذکورۃ ؛

ومنہا صلوۃ الیل۔ اعلم انہ لما کان اخر اللیل وقت صفاء الخاطر عن الاشتغال المشوشۃ وجمع القلب وھدء الصوت ونوم الناس وابعد من الرؤیاء والسمعۃ وافضل اوقات الطاعۃ ما کان فیہ الفراغ واقبال الخاطر وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم وصلوا باللیل والناس نیام وقولہ تعالیٰ ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا ۔ ان لک فی النھار سبحا طویلا وایضا فذلک الوقت وقت نزول الرحمۃ الالھیۃ واقرب ما یکون الرب الی العبد فیہ وقد ذکرناہ من قبل

اس لئے کہ یہ دن جمعہ کا لوگوں کے اجتماع کا دن ہے۔ اور بعد جمعہ کے اسی جگہ اور اسی وقت اور دو رکعت پڑھنے سے جمعہ کے ساتھ مماثلت (یعنے برابری ہو جاتی ہے) تو یہ خیال عام لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ہٹا دیتا ہے۔ اور اسی طرح اور خیال پیدا ہو جاتے ہیں (یعنے جب جمعہ کے بعد اسی جگہ اور اسی وقت میں دو رکعت نفل پڑھے تو لوگوں کے دل میں یہ خیال آجائیگا۔ کہ جمعہ کی بھی دو رکعت ہیں اور یہ بعد میں بھی دو رکعت ہی ہیں تو جب دو رکعت ہی پڑھنی ہیں تو گھر میں ہی پڑھ لیں گے۔ جماعت کی کیا ضرورت ہے۔ اس وہم کے دفعہ کرنے کے لئے دو رکعت کے پڑھنے کا حکم گھر میں فرمایا۔ اور اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایک نماز کے ساتھ اسی وقت دوسری نماز نہ ملاوے جب تک کہ ان دونوں کے درمیان کلام نہ کرلے یا باہر چلا جائے اور ایک روایت میں عصر سے پہلے چار پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اور مغرب کے بعد چھے پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اور ایک روایت میں بیٹھ پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ اور بعد نماز فجر کے اور کسی نفل کے پڑھنے کا ذکر نہیں آیا کیونکہ فجر کی نماز پڑھ کر اشراق کی نماز تک بیٹھنا سنت ہے۔ تو جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا۔ اور نیز یہ وجہ ہے۔ کہ فجر کے بعد نماز پڑھنے سے مجوس کے ساتھ مشابہت آتی ہے اور عصر کے بعد بھی نفل پڑھنے مسنون نہیں ہیں بوجہ مشابہت مجوس کے۔ کیونکہ مجوس یعنے آتش پرست ان دونوں وقتوں میں اپنی عبادت کرتے ہیں اور منجملہ ان نوافل کے صلوۃ اللیل ہے یعنے **نماز تہجد۔**

جاننا چاہیئے۔ کہ سب سے افضل عبادت کیلئے وہ وقت ہے۔ کہ جس میں انسان کا دل تمام کاروبار سے فارغ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکے۔ ایسا وقت رات کا اخیری حصہ ہے۔ کیونکہ اس وقت میں دل کو تمام کاروبار پریشانہ سے فراغت حاصل ہو کر صفائی اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔ اور نیز یہ وقت آرام اور سکون اور لوگوں کی نیند کا ہے۔ کہ اسوقت میں ریا اور دکھلاوے کا شبہہ نہیں پڑ سکتا۔ چنانچہ اسکا ثبوت اس حدیث سے بھی ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ صلوا باللیل الخ یعنے ایسے وقت میں نماز پڑھو جس وقت کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ نیز اس آیت شریف سے بھی نماز تہجد کی فضیلت ثابت ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ ان ناشئۃ اللیل الخ بے شک رات کا اٹھنا نفس کو سخت کچلنے والا ہے اور قول کو زیادہ درست کرنے والا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ تیرے لئے دن میں لمبا شغل ہے اور نیز یہ بات ہے کہ اسوقت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب بندے کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ف ناشئۃ اللیل القیام بعد النوم و قولہ اشد وطأ ای موافقۃ السمع للقلب علیٰ تفہم القرآن فی ہذا الوقت ۱۲ اشد و قولہ اقوم قیلا ای ابین قولا و قولہ سبحا طویلا ای تصرفا فی اشغالک لاتجد فرصۃ لتلاوۃ القرآن ۱۲

وايضا فذلك الوقت وقت نزول الرحمة الالهية واقرب ما يكون الرب الى العبد فيه وقد ذكرناه من قبل وايضا فللسهر خاصية عجيبة فى اضعاف البهيمية وهو بمنزلة الترياق ولذلك جرّعا [illegible] طوائف الناس انهم اذا ارادوا تسخير السباع وتعليمها الصيد لم يستطيعوه الا من قبل السهر [illegible] والجوع وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان هذا السهر جهد وثقل الحديث كانت العناية بصلاة التهجد اكثر فبين النبى صلى الله عليه وسلم فضائلها وضبط آدابها واذكارها قوله صلى الله عليه وسلم يعقد الشيطان على قافية راس احدكم اذا هو نام ثلاث عقد الحديث اقول الشيطان يلذذ اليه النوم ويوسوس اليه ان الليل طويل ووسوسته تلك الكيدة شديدة لا تنقشع الا بتدبير بالغ يدفع به النوم وينفتح به باب من التوجه الى الله فلذلك سن ان يذكر الله اذا هبّ وهو يمسح النوم عن وجهه ثم يتوضأ ويتسوك ثم يصلى ركعتين خفيفتين ثم يطول بالآداب والاذكار ما شاء وانى جربت تلك العقد الثلاث وشاهدت ضربها وتاثيرها مع علمي حينئذ بانه من الشيطان وذكرى هذا الحديث قوله صلى الله عليه وسلم رب كاسية فى الدنيا اى باصناف اللباس عارية فى الآخرة اى جزاء وفاقا لخلو نفسها عن الفضائل النفسانية قوله صلى الله عليه وسلم ماذا انزل الحديث

اور نیز یہ بات ہے کہ رات کے جاگنے میں عجیب خاصیت

ما رواه البخارى عن ام سلمة رضى الله عنها انها قالت استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فزعا يقول سبحان الله ماذا انزل الليلة من الخزائن وماذا انزل من الفتن من يوقظ صواحب الحجرات يريد ازواجه لكى يصلين ۱۲ والحديث

فارحمنا ربنا انت مولانا

ہے کہ اسکی وجہ سے قوت بہیمیہ ضعیف ہو جاتی ہے۔ یہ رات کا جاگنا بمنزلہ تریاق کے ہے اسی وجہ سے شکاری لوگ اگر کسی درندہ جانور کو مطیع اور سکھانا چاہتے ہیں تو انکو بیدار اور بھوکا رکھتے ہیں اور نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ھذا السھر الخ کہ بیشک رات کا جاگنا بڑا مشکل اور گراں ہے اس لئے شارع نے تہجد کی نماز کا بہت اہتمام فرمایا ہے اور اسکے فضائل اور طریقے اور اذکار بیان فرمائے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعقد الخ یعنے جسوقت انسان رات کیوقت سوتا ہے تو شیطان اسکی گدی میں تین گرہ لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر ہاتھ رکھکر کہتا ہے کہ ابھی بڑی رات ہے سو جا الخ میں کہتا ہوں کہ انسان کے دل میں شیطان نیند کی لذت ڈالتا ہے اور یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی بڑی رات ہے اور یہ اسکا مضبوط اور محکم وسوسہ بغیر ایسی محکم تدبیر کے کہ جس سے نیند زائل ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکے اور دروازہ کھلجائے زائل نہیں ہو سکتا اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت کوئی آدمی نیند سے بیدار ہووے تو اپنا منہ ملتا ہوا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے پھر مسواک اور وضو کرکے ہلکی سی دو رکعت نماز پڑھے پھر جتنا ہو سکے اذکار وغیرہ پڑھے۔ اور میں نے خود ان تینوں عقدوں کا تجربہ کیا ہے اور شیطان کی تھپکی اور اسکی تاثیر کا مشاہدہ کیا ہے اور مجھ کو اسوقت معلوم ہو گیا کہ یہ شیطان کی طرف سے ہیں اور فے الفور مجھ کو یہ حدیث مذکورہ یاد آ گئی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رب کاسیۃ فی الدنیا الخ یعنے بہت عورتیں جو دنیا میں قسم قسم کے لباس پہننے والی تھیں وہ قیامت کے روز ننگیاں ہونگی۔ اس لئے کہ جو انہوں نے اپنے نفس کیلیے فضائل حاصل کرنے تھے وہ حاصل نہ کئے اور نفس خالی رہا۔ تاکہ مساوات ہو جائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سبحان اللہ ماذا انزل الخ

---

۲ تمامہ فاذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین فان قام من اللیل والا کانتا لہ ۳ کانیتین لہ من قیام اللیل

۳ تمامہ یضرب علی کل عقدۃ علیک لیل طویل فارقد فان استیقظ فذکر اللہ انحلت عقدۃ فان توضأ انحلت عقدۃ فان صلی انحلت عقدۃ فاصبح نشیطا طیب النفس والا اصبح خبیث النفس کسلان ۱۲ ۴ ای استیقظ ۱۲ ۵ علة عدم النوم ۱۲ ۶ ای شعره ۱۲

۵ ترجمہ حدیث سبحان اللہ الخ یعنی ام سلمہؓ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ رات کیوقت گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پاک ہے کہ آج رات میں اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب خزانے نازل کئے ہیں الخ ۱۲

اقول هذا دليل واضح على تمثل المعاني ونزولها الى الارض قبل وجودها المحسوس **قوله** صلى الله عليه وسلم ينزل ربنا تبارك وتعالى الى السماء الدنيا الحديث[1] قالوا هذا كناية عن تهيئ النفوس لاستنزال رحمة الله من جهة هدوء الاصوات الشاغلة عن الحضور وصفاء القلب عن الاشغال المشوشة وابعد من الرياء وعندي انه مع ذلك كناية عن شيء متجدد يستحق ان يعبر عنه بالنزول وقد اشرنا الى شيء من هذا ولهذين السرين **قال** النبي صلى الله عليه وسلم اقرب ما يكون الرب من العبد في جوف الليل الاخر وقال ان في الليل لساعة لا يوافقها عبد مسلم يسأل الله فيها خيرا الا اعطاه **وقال** عليكم بقيام الليل فانه داب الصالحين قبلكم وهو قربة لكم الى ربكم مكفرة[2] للسيئات منهاة عن الاثم قد ذكرنا اسرار التكفير والمنع عن الاثم وغيرهما فراجع **قوله** صلى الله عليه وسلم من اوى الى فراشه طاهرا يذكر الله حتى يدركه النعاس لم ينقلب ساعة من الليل يسأل الله شيئا من خير الدنيا والاخرة الا اعطاه **اقول** معناه من نام على حالة الاحسان الجامع بين التشبه بالملكوت والتطلع الى الجبروت لم يزل طول ليلته على تلك الحالة وكانت نفسه راجعة الى الله في عبادة المقربين -

میں کہتا ہوں۔ کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا۔ کہ معانی کی صورت بن سکتی ہے اور پہلے وجود حسی کے انکا نزول زمین پر ہو سکتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ینزل ربنا تبارک الخ یعنے جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہتا ہے تو ہمارا پروردگار آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ کوئی ہے کہ مجھ سے کچھ طلب کرے تو میں اسکی مراد پوری کروں الخ علماء نے اس حدیث کے یہ معنے کئے ہیں۔ کہ نفس انسانیہ اس بات کے قابل ہو جاوے کہ رحمت الٰہیہ کے نزول کو برداشت کر سکے۔ اور میرے نزدیک ایک اور معنے بھی ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ دل کے اندر کوئی نئی چیز پیدا ہو جاوے جس کو نزول کے ساتھ ہی تعبیر کر سکتے ہیں۔ یا یہ معنے ہیں۔ کہ بوجہ رحمت نازل کرنے کے (اللہ تعالیٰ) قریب ہو جاتا ہے۔ اور ہم پہلے کچھ اسکا ذکر کر چکے ہیں۔ ان دونوں رازوں کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقرب ما یکون الرب الخ یعنے بندے کا خدا تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ قرب حاصل کرنے کا وقت اخیر رات کا حصہ ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت میں جو اچھا سوال بندہ کرتا ہے تو اسکا سوال خیر اللہ تعالیٰ پورا کر دیتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیکم بقیام اللیل یعنے تم رات کے وقت اٹھنے کو لازم پکڑ لو۔ کیونکہ جو نیک لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں انکا یہی طریقہ تھا۔ اور نیز یہ کہ تمکو اپنے رب کی طرف نزدیک کرنے کا سبب ہے اور گناہ سے دور کرنے والا اور گناہوں سے ہٹانے والا ہے۔ اور گناہوں سے دور کرنے اور باز رکھنے کے راز ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس جگہ دیکھ لیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی اپنے بستر پر باوضو خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا کرتا لیٹ گیا۔ پھر اسکو نیند آ گئی تو رات کی کسی گھڑی میں اپنی کروٹ بدلتا ہوا اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے سوال کو پورا کر دیتا ہے (میں کہتا ہوں) کہ اسکے معنے یہ ہیں۔ کہ جو شخص ایسی عمدہ حالت پر سوئے جو کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے اور فرشتوں کے ساتھ مشابہ ہونے کے جامع ہو اور تمام رات اسی حالت پر رہا ہو تو اسکا نفس خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف ایسا رجوع کرتا ہے جیسے کہ مقربین کا گروہ (تو جیسے انکا سوال اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے ویسے ہی اس کا سوال بھی پورا کرتا ہے)

[1] تمامه حين يبقى ثلث الليل الآخر يقول من يدعوني فاستجيب له من يسألني فاعطيه من يستغفرني فاغفر له والمراد بنزوله تعالى قربه بانزال الرحمة لان النزول من صفات الاجسام وهو من المتشابهات نؤمن بها ولا نكيف عن كيفيتها ١٢

[2] اي ماحية ومنهاة اي ناهية ١٢

ومن سنن التهجد أن يذكر الله إذا قام من النوم قبل أن يتوضأ وقد ذكر فيه صيغ منها اللهم لك الحمد أنت قيم[1] السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت نور[2] السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت ملك السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت الحق ووعدك الحق ولقائك حق وقولك حق والجنة حق والنار حق والنبيون حق ومحمد حق والساعة حق اللهم لك أسلمت وبك آمنت وعليك توكلت وإليك أنبت[3] وبك خاصمت وإليك حاكمت فاغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به مني أنت المقدم وأنت المؤخر لا إله إلا أنت ولا إله غيرك ومنها أن كبر[4] الله عشرا وحمد الله عشرا وقال سبحان الله وبحمده عشرا وقال سبحان الملك القدوس عشرا واستغفر الله عشرا وهلل الله عشرا ثم قال اللهم إني أعوذ بك من ضيق الدنيا وضيق يوم القيمة عشرا ومنها لا إله إلا أنت سبحانك اللهم وبحمدك أستغفرك لذنبي وأسألك رحمتك اللهم زدني علما ولا تزغ قلبي بعد إذ هديتني وهب لي من لدنك رحمة إنك أنت الوهاب ومنها تلاوة إن في خلق السموات والأرض واختلاف الليل والنهار لآيات لأولي الألباب إلى آخر السورة ثم يتسوك ويتوضأ ويصلي إحدى عشرة ركعة أو ثلاث عشرة ركعة منها الوتر ومن آداب صلوة الليل أن يواظب على الأذكار التي سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم في أركان الصلوة وأن يسلم على كل ركعتين ثم يرفع يديه يقول يا رب يا رب يبتهل في الدعاء وكان في دعائه صلى الله عليه وسلم اللهم اجعل

تہجد کے طریقۂ مسنونہ یہ ہے کہ جب انسان نیند سے بیدار ہو تو وضو کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے اور اس ذکر کے کئی الفاظ حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے اللھم لک الحمد انت قیم السموات والارض سے لیکر لا الہ الا انت ولا الہ غیرک تک۔ اور ایک یہ ہے کہ اللہ اکبر اور الحمد للہ دس دس مرتبہ کہے اور سبحان اللہ وبحمدہ دس مرتبہ کہے اور سبحان الملک القدوس اور استغفر اللہ اور لا الہ الا اللہ دس دس مرتبہ کہے اور پھر اللھم انی اعوذ بک من ضیق الدنیا وضیق یوم القیمۃ دس مرتبہ کہے اور ایک یہ ہے۔ کہ لا الہ الا انت سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک لذنبی واسألک رحمتک۔ اللھم زدنی علما ولا تزغ قلبی اذ ھدیتنی وھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب اور ایک یہ ہے کہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحٰنک فقنا عذاب النار ربنا انک من تدخل النار آخر سورہ آل عمران تک۔ پھر مسواک کرکے وضو کرے اور گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت پڑھے اور ایک رکعت ان میں وتر کی ہے اور تہجد کے آداب یہ ہیں۔ کہ جن اذکار کو نبی علیہ السلام نے نماز کے ارکان میں مسنون فرمایا ہے انپر مواظبت کرے (یعنے انپر ہمیشگی کرے) پھر ہاتھ اٹھا کر باادب کثرت سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک یہ دعا بھی ہے۔ اللھم اجعل الخ

[1] لے الدائم القائم بتدبیرہا ۱۲ [2] لے منورہ ۱۲ [3] لے رجعت وبک لے بحجتک وقوتک خاصمت الاعداء و حاکمت لے رفعت امرے ۱۲ [4] لے النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا وامامی نورا وخلفی نورا واجعل لی نورا وقد صلاها النبی صلی الله علیه وسلم علی وجوه والکل سنة والاصل ان صلوة اللیل هو الوتر وهو معنی قوله صلی الله علیه وسلم ان الله امدکم بصلوة هی الوتر فصلوها ما بین العشاء الی الفجر وانما شرعها النبی صلی الله علیه وسلم وترا لان الوتر عدد مبارک وهو قوله صلی الله علیه وسلم ان الله وتر یحب الوتر[1] فاوتروا یا اهل القرآن لکن لما رای النبی صلی الله علیه وسلم ان القیام لصلوة اللیل جهد لا یطیقه الا من وفق له لم یشرعه تشریعا عاما ورخص فی تقدیم الوتر اول اللیل ورغب فی تاخیره وهو قوله صلی الله علیه وسلم من خاف ان لا یقوم من اخر اللیل فلیوتر اوله ومن طمع ان یوتر اخره فلیوتر اخره فان صلوة اللیل مشهودة وذلک افضل والحق ان الوتر سنة هو اوکد السنن بینه علی وابن عمر وعبادة بن الصامت رضی الله عنهم قوله صلی الله علیه وسلم ان الله امدکم بصلوة هی خیر لکم من حمر النعم اقول هذا اشارة الی ان الله تعالی لم یفرض علیهم الا مقدارا یاتی منهم ففرض علیهم اولا احدی عشرة رکعة ثم اکملها بباقی الرکعات فی الحضر ثم امدها بالوتر للمحسنین لعلمه صلی الله علیه وسلم ان المستعدین للاحسان یحتاجون الی مقدار زائد فجعل الزیادة بقدر الاصل

فی قلبی نوراً وفی بصری نوراً الخ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد کی کئی طریقوں سے پڑھی ہے تمام کی تمام سنت ہے۔ اور اصل بات یہ ہے۔ کہ رات کی نماز وتر ہے۔ جیسے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ان اللہ امدکم الخ بے شک اللہ تعالیٰ نے بڑھادی تم پر ایسی نماز کہ اسکا نام وتر ہے۔ اسکو عشا اور فجر کے درمیان پڑھا کرو۔ اور اس نماز تہجد کا وتر نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسواسطے رکھا ہے کہ وتر مبارک عدد ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان اللہ وتر یحب الوتر یعنی اللہ تعالیٰ طاق ہے (یعنے ایک ہی) اور طاق عدد کو محبوب سمجھتا ہے۔ پس تم اے قرآن مجید کے ماننے والو وتر رکعتیں پڑھا کرو اور رات کے وقت نرم بستر سے اٹھکر عبادت کرنے میں بڑی مشقت تھی اور اس عبادت کو اٹھکر وہی شخص ادا کر سکتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو اسی واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام لیل کو تمام امت پر لازم نہیں کیا۔ بلکہ پہلی رات میں وتر پڑھنے کی اجازت بھی فرمادی ہے اور اخیر رات میں وتر پڑھنے کی ترغیب بھی دیتے رہے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا ہے من خاف الخ یعنے جو آدمی آخر حصہ رات میں نہ اٹھ سکے تو اسکو چاہیئے کہ اول حصہ رات میں وتر ادا کرلے اور جسکو رات کے اخیر حصہ میں وتر پڑھنے کا طمع ہو تو اسکو چاہیئے کہ آخر میں وتر ادا کرے۔ کیونکہ رات کی نماز دربار الٰہی میں حاضر کیجاتی ہے اور یہ افضل ہے اور حق بات یہ ہے کہ وتر سنت ہیں اور یہ وتر تمام سنتوں سے زیادہ موکد ہیں۔ بیان کیا ہے اسکو حضرت علی و ابن عمرو عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہم نے۔ اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ امدکم الخ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک ایسی نماز بڑھادی ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے (میں کہتا ہوں) اسمیں اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اتنی قدر نماز فرض کی ہے کہ جسکو وہ ادا کرسکیں پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دن و رات میں گیارہ رکعتیں فرض کی تھیں پھر ان گیارہ کے ساتھ باقی رکعات اور ملا کر انکو مکمل کر دیا ان لوگوں کیلئے جو اپنے گھروں میں مقیم ہیں پھر گروہ محسنین کے لئے وتر اور بڑھا دیا گیا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ جو لوگ مرتبہ احسان کے حاصل کرنیکو درپے ہیں انکو اور زائد مقدار کی حاجت ہوگی پس اصل

[1] الوتر یجبر الاول ویحتاج الفرد من العدد وقد اطلق علی اللہ تعالیٰ بمعنے الفرد الواحد فی ذاتہ وفی صفاتہ بمعنے لا شبیہ له ولا نظیر وفی افعاله بمعنی لا شریک له ولا معین نفیه معنی الوتر یعنے الفردانیة وبهذه المناسبة یحب الوتر من الاعمال ای یقبله ویثیب علیه ... المراد منها الاول وهی عز الاعمال الخ ١٢

احدی عشرۃ رکعۃ وھو قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ للاعرابی لیس لک ولا صحابک ومن اذکار الوتر کلمات علمھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علی رض فکان یقولھا فی قنوت الوتر اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت ومنھا ان یقول فی اٰخرہ اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ومنھا ان یقول اذا سلم سبحان الملک القدوس ثلاث مرات یرفع صوتہ فی الثالثۃ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلاھا ثلاثا یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ بقل یا ایھا الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین ومنھا قیام شھر رمضان والسر فی مشروعیتہ ان المقصود من رمضان ان یلحق المسلمون بالملائکۃ ویتشبھون بھم فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذلک علی درجتین درجۃ العوام وھی صوم رمضان والاکتفاء علی الفرائض ودرجۃ المحسنین وھی صوم رمضان وقیام لیالیہ وتنزیہ اللسان مع الاعتکاف وشد المئزر فی العشر الاواخر وقد علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان جمیع الامۃ لا یستطیعون الاخذ بالدرجۃ العلیا ولا بد من ان یفعل

نماز کے برابر اور گیارہ رکعت زیادہ کردی گئیں۔ اور یہ نماز محسنین کے لئے ہے اسی واسطے ابن مسعود راضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی (یعنی گاؤں کے رہنے والے کو) فرمایا کہ یہ نماز تیرے اور تیرے دوستوں کے لیے نہیں ہے۔ وتر کے وظائف کیلئے حدیثوں میں کئی قسم کے الفاظ آئے ہیں۔ منجملہ ان وظائف کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رض کو تعلیم فرمائے ہیں اور حسن رض قنوت وتر میں پڑھتے تھے یہ ہیں کہ اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت اور یہ الفاظ بھی ہیں اور بہتر یہ ہے کہ پہلے اذکار کے بعد یہ پڑھے اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اور ایک یہ وظیفہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سبحان الملک القدوس تین مرتبہ کہے اور تیسری مرتبہ بلند آواز سے پڑھے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے تو پہلی رکعت میں سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے اور نوافل مسنونہ سے نوافل رمضان بھی ہیں (یعنی نماز تراویح) اس نماز کے شروع ہونے میں یہ راز ہے کہ شارع کو رمضان سے یہ مقصود تھا کہ مسلمان اس مہینہ میں عمدہ اوصاف پیدا کرکے فرشتوں کے مشابہ اور ان کے ساتھ ملحق ہوجائیں۔ تو اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دو درجے بنادیئے۔ ایک درجہ عوام کے لئے کہ وہ رمضان کے روزے ہیں کہ عام لوگ رمضان کے روزے اور باقی فرائض کو ادا کریں۔ اور ایک درجہ خواص کے لئے ہے یعنے محسنین کے لئے کہ وہ رمضان کے روزے بھی رکھیں اور رمضان کی راتوں میں نماز بھی پڑھیں اور باوجود اعتکاف کرنے کے اپنی زبانوں کو بیہودہ باتوں سے بھی روکیں اور اخیر عشرہ کے عبادت کیلئے خوب مستعد ہوجائیں اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ میری تمام امت بڑے بڑے مرتبہ حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتی اور ہر ایک کو اپنی طاقت کے مقدار عمل کرنا ضروری بھی تھا۔

کل واحد مجهوده قوله صلى الله عليه وسلم ما زال بكم الذي رايت من صنيعكم حتى خشيت ان يكتب عليكم ولو كتب عليكم ...... ما قمتم به اعلم ان العبادات لا توقت عليهم الا بما اطمانت به نفوسهم فخشي النبي صلى الله عليه وسلم ان يعتاد ذلك اوائل الامة فتطمئن به نفوسهم ويجدوا في نفوسهم عند التقصير فيها التفريط في جنب الله او يصير من شعائر الدين فيفرض عليهم وينزل القرآن فيثقل على اواخرهم وما خشي ذلك حتى تفرس ان الرحمة التشريعية تريد ان تكلفهم بالتشبه بالملكوت وان ليس يبعد ان ينزل القرآن لادنى تشهير فيهم واطمئنانهم به وعضهم عليه بالنواجذ ولقد صدق الله فراسته فنفث في قلوب المؤمنين من بعده ان يعضوا عليها بنواجذهم قوله صلى الله عليه وسلم من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه وذلك لانه بالاخذ هذه الدرجة امكن من نفسه لنفحات ربه المقتضية لظهور الملكية وتكفير السيئات وزادت الصحابة ومن بعدهم في قيام رمضان ثلاثة اشياء الاجتماع له في مساجدهم وذلك لانه يفيد التيسير على خاصتهم وعامتهم واداؤه في اول الليل مع القول بان صلاة آخر الليل مشهودة وهي افضل كما نبه عمر رضي الله عنه لهذا التيسير الذي اشرنا اليه وعدده عشرون ركعة وذلك انهم راوا النبي صلى الله عليه وسلم شرع للمحسنين احدى عشرة ركعة في جميع السنة فحكموا انه لا ينبغي ان يكون حظ المسلم في رمضان عند قصده الاقتحام في لجة التشبه بالملكوت اقل من ضعفها

اسواسطے وہ درجہ بنادیے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول۔ مازال بکم الذی الخ یعنے مجھے ہمیشہ تمہارے اس فعل کو دیکھ کر یہ خطرہ ہوا کہ مبادا یہ قیام رمضان تم پر فرض نہ ہوجائے۔ اگر فرض ہوگیا تو تم اس پر قائم نہ رہوگے۔ یہ معلوم ہوا کہ قیام رمضان سنت ہے۔ واضح ہو کہ عبادت وہی مقرر ہوتی ہے جس سے نفوس مطمئن ہوں۔ تو حضور علیہ السلام ڈرے کہ متقدمین انکی عادات ڈالکر مطمئن ہوجائیں مگر بوقت کوتاہی من جانب اللہ تفریط سمجھیں یا وہ تراویح دین کے مفروضہ احکام سے ہوجائے تو سب پر فرض ہوکر موجب دقت ہو کہ قرآن مجھ پر نازل ہورہا ہے اور پچھلوں پر فرضیت بھاری گذرے۔ آپ اس ڈر سے پہلے معلوم کرچکے تھے کہ رحمت شرعیہ اس تکلیف سے انہیں ملائکہ سے مشابہ بنانا چاہتی ہے۔ اور کوئی دور نہیں کہ ادنی شہرت کیلئے ان میں نزول قرآن کا ہو جس سے وہ مطمئن ہوکر مضبوطی سے عمل کریں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے آپکی فراست کی تصدیق کرکے مومنوں کے دلوں میں احکام الہی کی پابندی ڈالدی قولہ علیہ السلام من قام رمضان الخ الحدیث یعنے جس شخص نے بوجہ ایمان اور طلب ثواب کے رمضان شریف میں نماز تراویح ادا کی تو تمام اگلے گناہ اسکے معاف ہوجاتے ہیں چونکہ اس درجہ کے پکڑنے کے باعث اسنے اپنے آپ کو الہی رحمتوں کے برداشت کے قابل بناکر صفات ملکیہ کے نزدیک ہوکر گناہوں سے دوری اختیار کررہا ہے۔ اور صحابہ رضؓ اور تابعین رحؒ نے قیام رمضان میں تین چیزیں زیادہ کی ہیں۔ ایک یہ کہ مساجد میں نماز تراویح کے لئے اجتماع کرنا۔ یہ اسواسطے تاکہ عوام اور خواص کو اس نماز کے ادا کرنے میں آسانی ہوجائے دوسری یہ کہ نماز تراویح کو اول رات میں ادا کرنا باوجود اسبات کے کہ اخیر رات کے وقت نماز پڑھنے کو افضل جانتے ہیں۔ اور اسی آسانی مذکورہ پر حضرت عمر رضؓ نے آگاہ کیا ہے۔ تیسری یہ کہ نماز تراویح کی مقدار بیس رکعت مقرر کرنا یہ اسلئے کہ جب صحابہ رضؓ نے دیکھا کہ حضور نے سب مومنین کے لئے سال بھر میں گیارہ رکعت مقرر کی ہیں تو صحابہ رضؓ نے کہا کہ رمضان شریف کا احترام اس سے بڑھ کر ہے جو ملکیت کے قریب مشابہ کرنے کا موجب ہے لہذا انہیں باقی مہینوں سے دگنی یعنے بیس رکعت نماز نفل تراویح ہونی چاہیے۔

ومنها الضحیٰ - وسرها ان الحکمۃ الالٰہیۃ اقتضت ان یخلو کل ربع من ارباع النہار من صلاۃ تذکرلہ ما ذہل عنہ من ذکر اللہ لان الربع ثلاث ساعات وہی اول کثرۃ للمقدار المستعمل عندہم فی اجزاء النہار عربہم وعجمہم ولذلک کانت الضحیٰ سنۃ الصالحین قبل النبی صلعم وایضا فاول النہار وقت ابتغاء الرزق والسعی فی المعیشۃ فسن فی ذلک الوقت صلوۃ لیکون تریاقا لسم الغفلۃ الطارئۃ فیہ بمنزلۃ ما سن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لداخل السوق من ذکر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ وللضحیٰ ثلاث درجات اقلہا رکعتان وفیہا انہا تجزی عن الصدقات الواجبۃ علی کل سلامیٰ[1] من ابن آدم وذلک ان ابقاء کل مفصل علی صحتہ المناسبۃ لہ نعمۃ عظیمۃ تستوجب الحمد باداء الحسنات للہ والصلوۃ اعظم الحسنات تتأتی بجمیع الاعضاء الظاہرۃ والقوی الباطنۃ وثانیہا اربع رکعات وفیہا عن اللہ تعالیٰ یا ابن آدم ارکع لی اربع رکعات من اول النہار اکفک آخرہ **اقول** معناہ انہ نصاب صالح من تہذیب النفس وان لم یعمل عملا مثلہ الی آخر النہار وثالثہا ما زاد علیہا کثمانی رکعات وثنتی عشرۃ واکمل اوقاتہ حین یترحل النہار وترمض[2] الفصال **ومنہا صلوۃ الاستخارۃ** وکان اہل الجاہلیۃ اذا عنت لہم حاجۃ من سفر او نکاح او بیع استقسموا بالازلام فنہی عنہ النبی صلی اللہ

اورمنجملہ نوافل کے نماز چاشت ہے۔ اوراسکے مقرر کرنے میں یہ وجہ ہے کہ حکمت خداوندی اسبات کی مقتضی ہے کہ دن کا کوئی چہارم حصہ نماز سے خالی نہ جائے جس میں ذکر اللہ سے غافل رہے چونکہ چہارم حصہ تین گھنٹہ ہوتے ہیں۔ اور یہ مقدار عرب وعجم کے نزدیک مستعمل ہے۔ اس لئے چاشت کی نماز حضور علیہ السلام سے پہلے صالحین کی سنت تھی نیز شروع دن میں مزدوری اور روزی رزق کی تلاش اور کاروبار کیا جاتا ہے تو اسوقت یہ نماز بھی مسنون ہوئی۔ کہ پہلے غفلت آمدہ کی زہر کا تریاق ہو جیسے حضورؐ نے بازار داخل ہونے والے کے لئے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ کا ذکر مسنون فرمایا۔ اور نماز چاشت کے تین درجے ہیں۔ سب سے کم درجہ دو رکعتیں ہیں اس میں یہ راز ہے۔ کہ انسان پر ہر اعضاء وجوڑ کے عوض میں صدقہ واجب ہے اور یہ دو رکعات ان تمام صدقات کے برابر ہو سکتی ہیں اور صدقہ واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا انسان کے ہر جوڑ کو اوپر اس صحت کے جو اسکے مناسب ہو باقی رکھنا ایک بڑی عظیم نعمت ہے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کرنا ساتھ ادا کرنے حسنات کے ضروری ہے۔ اور نماز تمام حسنات سے اعظم ہے۔ اسلئے کہ یہ تمام ظاہری اعضا اور قوائے باطنی سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرا درجہ چار رکعات ہیں۔ اس میں یہ نقطہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ابن آدم ارکع لی الخ کہ اے اولاد آدم میرے لئے اول دن میں چار رکعات پڑھ جو میں تیرے لئے اخیر دن تک کافی ہونگا۔ (میں کہتا ہوں کہ اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اتنی مقدار تہذیب نفس کے لئے کافی ہے اگرچہ اسکی مثل اخیر رات تک اور کوئی عمل نہ کرے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ان چار رکعت پر زائد ہوں خواہ آٹھ ہوں یا بارہ ہوں۔ اور کامل وقت نماز چاشت کا یہ ہے کہ جب اچھی طرح سے سورج اوپر کو چڑھ گئے اور اونٹ گرم ریت پر نہ چل سکیں۔ اور منجملہ نوافل کے نماز استخارہ ہے۔ اور نماز استخارہ شروع ہونیکی یہ وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے اہل جاہلیت میں کسی کام کے کرنے کے وقت وہ کام سفر کا ہو یا نکاح یا بیع شرا کا یہ طریقہ جاری تھا کہ تیر ڈالنے سے قسمت آزمائی کیا کرتے تھے تو منع فرمایا نبی صلی اللہ

[1] جمع سلامیۃ وہی الانملۃ من انامل الاصابع وقیل سلامی کل عظم مجوف وقیل ہی کل عضو من الاعضاء ۱۲ [2] اسہ ای تحمی الرمضاء وہی الرمل فتبرک الفصال ای اولاد النوق جمع ناقۃ من شدۃ الحر واحراق الاخفاف ۱۲

علیہ وسلم لانہ غیر معتمد علی اصل وانما ہو محض اتفاق ولانہ افتراء علی اللہ بقولہم امرنی ربی ونہانی ربی فعوضہم من ذلک الاستخارۃ فان الانسان اذا استمطر العلم من ربہ وطلب منہ کشف مرضاۃ اللہ فی ذلک الامر ولج قلبہ بالوقوف علی بابہ لم یتراخ من ذلک فیضان سر الٰہی وایضًا من اعظم فوائدہا ان یفنی الانسان عن مراد نفسہ وتنقاد بہیمیتہ لملکیتہ ویسلم وجہہ للہ فاذا فعل ذلک صار بمنزلۃ الملائکۃ فی انتظارہم لالہام اللہ فاذا الہموا سعوا فی الامر بداعیۃ الٰہیۃ لا داعیۃ نفسانیۃ وعندی ان اکثار الاستخارۃ فی الامور تریاق مجرب لتحصیل شبہ الملائکۃ وضبط النبی صلی اللہ علیہ وسلم آدابہا ودعاءہا فشرع رکعتین وعلّم اللہم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللہم ان کنت تعلم ان ہذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال فی عاجل امری واجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ہذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال فی عاجل امری واجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ قال ویسمی حاجتہ[1] و منہا صلوٰۃ الحاجۃ والاصل فیہا ان الابتغاء من الناس وطلب الحاجۃ منہم مظنۃ ان یری اعانۃ ما من غیر اللہ تعالیٰ فیخل بتوحید الاستعانۃ فشرع لہم صلوٰۃ ودعاء لیدفع عنہم ہذا الشر و

علیہ وسلم نے اسبات سے کہ یہ تو بے بنیاد چیز ہے۔ یہ تو فقط اتفاقی چیز ہے۔ یا اسواسطے منع فرمایا۔ کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے تھے کہتے تھے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسبات کے کرنے کا حکم کیا ہے اور اسبات سے منع فرمایا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے عوض میں استخارہ کا حکم فرمادیا کہ جب انسان کو خدا تعالیٰ سے علم کا فیضان ہو کر رضاء الٰہی کا طالب اس امر میں ہوتا ہے تو اپنے دل کو اسکی رحمت والے در پر ٹھہرا کرنے کا مجبور کرتا ہے تو پھر الٰہی اسرار کے فیوض اسپر نزول کرنے لگجاتے ہیں۔ نیز اسکے بزرگترین فوائد میں سے یہ بھی ہے۔ کہ انسان اپنی نفسانی خواہشات کو بالائے طاق رکھ کر صفات حیوانیہ سے جدا ہو کر ملکیہ صفات حاصل کرتا ہے اور اپنے آپ کو سپرد خدا کر دیتا ہے تو اسوقت ملائکہ کی طرح ہوجاتا ہے جیسے وہ الہام الٰہی کے منتظر ہوتے ہیں جب انہیں الہام ہوجاتے ہیں تو فوراً انہیں حکم میں بحکم الٰہی دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور میرے نزدیک استخارہ کی کثرت سب امور میں نہایت مجرب تریاق ہے۔ ملائکہ کی مشابہت کے حصول کا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کیلئے دعائیں اور آداب مقرر فرمادیئے ہیں۔ دو رکعت کا پڑھنا مشروع کردیا ہے اور یہ دعا سکھائی ہے اللہم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللہم ان کنت تعلم ان ہذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال فی عاجل امری واجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ہذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال فی عاجل امری واجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ اور ہذا الامر کے مقام پر اپنی حاجت کا ذکر کرے اور منجملہ نوافل کے صلوٰۃ الحاجت ہے۔ نماز حاجت کے شروع ہونے میں یہ نکتہ ہے کہ آدمی کو لوگوں سے مدد چاہنے اور اعانت طلب کرنے سے اسبات کا گمان ہوجاتا تھا۔ کہ وہ شخص غیر خدا تعالیٰ سے امداد طلب کرتا ہے اور مدد فقط اللہ تعالیٰ واحد ہی سے طلب کرنی ضروری تھی تو غیر سے طلب کرنا اس توحید استعانت کو مخل تھا تو اسلئے انکے لیے دعا اور نماز شروع کیگئی۔ تاکہ ان سے یہ شر دور ہوجائے اور

[1] ای عند قولہ ہذا الامر ۱۲

يصير وقوع الحاجة مؤيد اله فيما هو بسبيله من الاحسان فسن لهم ان يركعوا ركعتين ثم يثنوا على الله ويصلوا على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يقولوا لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم والحمد لله رب العلمين اسألك موجبات رحمتك[1] وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر والسلامة من كل اثم لا تدع لي ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هي لك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين **ومنها صلوة التوبة** والاصل فيها ان الرجوع الى الله لاسيما عقيب الذنب قبل ان يترسخ في قلبه رين الذنب مكفر مزيل عنه السوء **ومنها صلوة الوضوء** وفيها قوله صلى الله عليه وسلم لبلال[2] رضي الله عنه اني سمعت دف نعليك بين يدي في الجنة **اقول** وسرها ان المواظبة على الطهارة والصلوة عقيبها نصاب صالح من الاحسان لا يأتي الا من ذي حظ عظيم وقوله صلى الله عليه وسلم بم[3] سبقتني الى الجنة **اقول** معناه ان السبق في هذه الواقعة شبح التقدم في الاحسان والسر في تقدم بلال على امام المحسنين[4] صلى الله عليه وسلم ان بازاء كل كمال من شعب الاحسان تدليا[5] هو مكشاف حاله ومنه يفيض على قلبه معرفة ذلك الكمال ذوقا ووجدانا نظير ذلك من المألوف ان زيد الشاعر المحاسب ربما يحضر في ذهنه كونه شاعرا

وقوع انکا مؤید ہوجائے کہ یہ احسان الٰہی ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے لئے دو رکعت نماز مسنون فرمائی۔ کہ دو رکعت نماز پڑھ کر خدا تعالیٰ کی ثنا بیان کریں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں۔ پھر یہ کلمات لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم والحمد لله رب العلمين اسئلك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر والسلامة من كل اثم لا تدع لي ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هي لك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين پڑھیں۔ **ان میں سے توبہ کی نماز بھی ہے** جس کی اصل رجوع بہ خدا ہے خصوصاً گناہ کے بعد دل میں گناہ کا زنگ پکا ہوجانے سے پہلے کہ وہ نماز اس گناہ کو زائل کر دیتی ہے اور من جملہ نوافل کے **صلوۃ وضو** بھی ہے۔ اسکی فضیلت اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ کہ ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ میرے پاس وہ عمل بیان کر کہ جو تونے اسلام میں داخل ہو کر کیا ہے۔ کیونکہ میں نے جنت میں داخل ہوتے وقت اپنے سامنے تیری جوتیوں کی آواز سنی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس نماز کا یہ راز ہے۔ کہ ہمیشہ طہارت کو لازم پکڑنا اور اسکے بعد نماز پڑھنا۔ پھر درجے احسان کے لئے کافی اور پوری مقدار ہے اور یہ ہمیشہ التزام طہارت بڑا صاحب نصیب آدمی حاصل کر سکتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول بما سبقتني الى الجنة کس وجہ سے تو مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوگیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ اس واقعہ میں سابقت احسان میں تقدم کی طرح ہے اور بلال رضی اللہ عنہ کے تقدم کا راز یہ ہے۔ کہ مقابلہ ہر کمال کامل کے لئے احسان کا ایک لطف ہوتا ہے جو اسکے حال کا کاشف ہوتا ہے۔ جس سے اسکے دل پر اس کمال کی معرفت کا نزول ہوتا ہے جس کی یہ نظیر ہے کہ مثلاً ایک شخص شاعر اور حساب دان بھی ہو تو گاہے اسکے ذہن میں اپنا شاعر ہونا ہوتا ہے۔

[1] ای الاعمال التی توجب لی رحمتک و قولہ عزائم مغفرتک ای الافعال التی تتاکد بہا لی مغفرتک و قولہ بر ای طاعۃ ۱۲

[2] ای قال حدثنی یا بلال بارجی عمل عملتہ فی الاسلام فانی سمعت الخ و قولہ دف ای صوت ۱۲

[3] ای بلال الخ و قولہ امام المحسنین ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ [4] ای لطفا و تقربا و قولہ و منہ ای التدلی ۱۲

وانه فی ای منزلة من الشعر فیذهل عن الحساب وربما یحضر فی ذهنه کونه محاسبا فیستغرق فی بهجتها ویذهل عن الشعر والانبیاء علیهم السلام اعرف الناس تبدلی الایمان العامی لان الله تعالی اراد ان یبینوا حقیقته بالذوق فیسنوا للناس سنتهم فیما ینوبهم فی تلك المرتبة وهذا سر ظهور الانبیاء علیهم السلام من استیفاء اللذات الحسیة وغیرها فی صورة عامة المؤمنین فرای رسول الله صلی الله علیه وسلم تدلیه الایمانی بتقدمة بلال فعرف رسوخ قدمه فی الاحسان **ومنها صلوة التسبیح** سرها انها صلوة ذات حظ جسیم من الذکر بمنزلة الصلوة التامة الکاملة التی سنها رسول الله صلی الله علیه وسلم باذکارها للمحسنین فتلك تکفی عنها لمن لم یحظ بها ولذلك بین النبی صلی الله علیه وسلم عشر خصال فی فضلها **ومنها صلوة الایات کالکسوف والخسوف والظلمة** والاصل فیها ان الایات اذا ظهرت انقادت لها النفوس والتجأت الی الله وانفکت عن الدنیا نوع انفکاك فتلك الحالة غنیمة المؤمن ینبغی ان یبتهل فی الدعاء والصلوة وسائر اعمال البر وایضا فانها وقت قضاء الله الحوادث فی عالم المثال ولذلك یستشعر فیها العارفون الفزع وفزع رسول الله صلی الله علیه وسلم عندها لاجل ذلك وهی اوقات سریان الروحانیة فی الارض فالمناسب للمحسن ان یتقرب الی الله فی تلك الاوقات وهو قوله عم فی الکسوف فی حدیث

تو حساب دان ہونے سے اسے ذہول و غفلت ہو جاتی ہے۔ کبھی اسکے ذہن میں حساب دان ہونا متصور ہوتا ہے اور شاعر ہونے سے ذہول کر جاتا ہے اور انبیاء تو سب لوگوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں لطف و تقرب ایمان کے لحاظ سے چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میری حقیقت انبیاء ذوق سے بیان کریں تاکہ لوگ انبیاء کی اس سنت کی اتباع کرکے اس مرتبے پر پہنچیں۔ انبیاء پر حسی وغیرہ لذات کے استیفاء کے ظاہر کرنے کا یہی راز ہے۔ کہ عام مومنوں کی صورت میں ظاہر کی جائیں۔ تو حضورؐ نے ذوق ایمان بلال کے تقدم کے باعث معلوم کرکے لئے رسوخ قدم اور احسان کو کیا۔ اور منجملہ نوافل کے **صلوٰۃ التسبیح** ہے اسکے مشروع ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ یہ ایسی نماز ہے۔ کہ جس میں خداتعالیٰ کی یادداشت کا ایک بڑا حصہ پایا جاتا ہے۔ اور یہ نماز بمنزلہ اس نماز تام کامل کے ہے۔ کہ جسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بمعہ تمام اذکار کے اپنی امت کے نیک۔ لوگوں کے لئے مسنون قرار دیا ہے پس یہ نماز تسبیح اس شخص کے لئے جو اس نماز کامل سے حصہ نہیں لے سکتا کافی ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت میں دس فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ جیسے کہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں مذکور ہیں[1] اور منجملہ نوافل کے صلوٰۃ الآیات ہیں جیسے کہ چاند گرہن اور سورج گرہن اور اندھیری کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ اور ان کے پڑھنے میں یہ نکتہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نشانات سے کسی نشان کا ظہور ہوتا ہے تو اس نشان کے سبب سے لوگوں کے نفس خداتعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ اور ملتجی ہو جاتے ہیں اور اسوقت ان نفسوں کو دنیا سے ایک قسم کی علیحدگی ہو جاتی ہے پس اسوقت کو مومن غنیمت سمجھ کر نماز اور دعا اور تمام اعمال صالحہ کے ادا کرنے میں کوشش کرے۔ نیز یہ اوقات عالم مثالی کے حوادثات پر احکام الٰہی کے ورود کا وقت ہوتا ہے۔ اس لئے اس وقت عارفوں پر گھبراہٹ کے آثار طاری ہوتے ہیں اور حضورؐ کا گھبراہٹ بھی اسی وجہ سے ہوتا تھا۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ یہ ایسے اوقات ہیں کہ جن میں زمین پر روحانیت سرایت کر جاتی ہے تو اس لئے نیک آدمی کو مناسب ہے۔ کہ ان اوقات میں خداتعالیٰ کے ساتھ تقرب حاصل کرے۔ اسکا ثبوت اس حدیث سے ہوتا ہے۔

[1] کما ہی مذکورۃ فی حدیث ابی داؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

نعمان بن بشیر فاذ اتجلی اللہ لشئ من خلقہ خشع لہ **وایضًا** فالکفار یسجدون للشمس والقمر فکان من حق المؤمن اذا رای ایۃ عدم استحقاقہما العبادۃ ان یتضرع الی اللہ ویسجد لہ وھو قولہ تع لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن لیکون شعار الدین وجوابا مسکتا لمنکریہ وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام قیامین ورکع رکوعین حملا لھما علی السجدۃ فی موضع الابتہال فانہ خضوع مثلہا فینبغی تکرارھا وانہ صلاھا جماعۃ وامران ینادی بہا ان الصلوۃ جامعۃ وجھر بالقراءۃ فمن اتبع فقد احسن ومن صلی صلوۃ معتدا بہا فی الشرع فقد عمل بقولہ علیہ السلام فاذا رأیتم ذلک فادعوا اللہ وکبروا وصلوا وتصدقوا **ومنہا صلوۃ الاستسقاء** وقد استسقی النبی صلعم لامتہ مرات علی انحاء کثیرۃ لکن الوجہ الذی سنہ لامتہ ان خرج بالناس الی المصلی متبذلا متواضعا متضرعا فصلی بہم رکعتین جھر فیہما بالقراءۃ ثم خطب واستقبل فیہا القبلۃ یدعو ویرفع یدیہ وحول رداءہ وذلک لان لاجتماع المسلمین فی مکان واحد راغبین فی شئ واحد باقصی ھمھم واستغفارھم وفعلہم الخیرات اثرا عظیما فی استجابۃ الدعاء والصلوۃ اقرب احوال العبد من اللہ ورفع الیدین حکایۃ عن التضرع التام والابتہال العظیم تنبہ النفس علی التخشع وتحویل رداء

جو کہ نعمان بن بشیر نے کسوف کی حدیث روایت کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاذا تجلی اللہ یعنی جس وقت اللہ تعم کی تجلیات کا ظہور کسی مخلوق پر ہوتا ہے تو وہ چیز اللہ تعم کے دربار میں جھک جاتی ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ کفار لوگ چاند اور سورج کو سجدہ کرتے ہیں تیں ایسی علامت کے دیکھنے کے وقت جس کی وجہ سے وہ چیزیں عبادت کے مستحق نہیں ہیں ایماندار پر لازم ہے کہ اللہ تعم کے دربار میں گریہ زاری کرتا ہوا نماز میں مشغول ہو جائے۔ اسکا بیان اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ قال اللہ تعم لاتسجدوا للشمس الخ یعنے نہ سورج اور نہ چاند کو سجدہ کرو۔ بلکہ اس ذات کے سامنے سجدہ کرو جس نے انکو پیدا کیا ہے تاکہ یہ سجدہ کرنا دین کا شعار ہو جائے اور منکروں کے لیے ساکت کرنے والا جواب بنجائے اور صحیح طریق سے نماز کسوف کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اس نماز میں دو قیام اور دو رکوع کئے ہیں۔ ان دونوں کے مقام کو سجدہ پر قیاس کیا ہے۔ کیونکہ ہیبت اور خوف کے وقت ان دونوں میں بھی صفت خضوع کے مثل سجدہ کے پائی جاتی ہے تو انکا تکرار کرنا بھی ضرور ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ آپ نے اس نماز کو جماعت سے ادا کیا تھا۔ اور الصلوۃ جامعۃ کے ندا کرنے کا حکم بھی فرمایا تھا۔ یعنی یہ فرمایا تھا کہ بلند آواز سے یہ ندا کرو۔ کہ الصلوۃ جامعۃ اور قرائت بھی آپ نے بلند آواز سے پڑھی تھی۔ پس جس نے تابعداری کی تو اسنے درجہ احسان کا حاصل کیا۔ اور جس نے ایسی نماز پڑہی کہ جس کا شرع میں اعتبار ہے تو اسنے نبی صلی اللہ کے اس قول پر عمل کیا رأیتم الخ یعنے جب تم ایسی حالت کو دیکھو تو اللہ تعالی کو پکارو اور اللہ اکبر پڑہو اور نماز پڑہو اور صدقہ دو۔

اور منجملہ نوافل سے صلوۃ الاستسقاء ہے اور نبی صلعم نے اپنی امت کیلئے کئی مرتبہ مختلف طریقوں سے اللہ تعم کی دربار سے نزول بارش کیلئے دعا فرمائی ہے مگر مسنون طریقہ جو آپنے اپنی امت کیلئے فرمایا ہے یہ ہے۔ کہ امام لوگوں کو لیکر عیدگاہ کی طرف نیازمندی اور عاجزی اور گریہ زاری کرتا ہوا نکلے پھر انکو دو رکعت نماز پڑہائے اور قرأت بلند آواز سے پڑھے پھر خطبہ پڑھے اور خطبہ میں قبلہ کی طرف پھر کر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگے اور اپنی چادر کو پھرا دے اور یہ ہو اسطے ہے کہ مسلمانوں کے ایک جگہ اور ایک ہی چیز کی طلب کیلئے نہایت اہتمام اور گناہوں سے تائب ہو کر نیک افعال کے کرنے کیلئے جمع ہونیکو قبولیت دعا میں بڑا اثر ہے اور بندے کو تمام عبادات سے بڑھ کر نماز میں خدا تعم کے ساتھ زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے اور نہایت نیازمندی اور تضرع کی صورت بنانے کے لئے ہاتھوں کا اٹھانا مقرر کیا گیا ہے

* اخرجہ الشیخان عن عائشۃ رضہ ۱۲

حکایۃ عن تقلب احوالہم کما یفعل المستغیث بحضرۃ الملوک وکان من دعائہ علیہ السلام صلعم اذا استسقی اللّٰھم اسق عبادک وبھیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت ومنہ ایضا اللّٰھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اٰجل ومنھا صلوٰۃ العیدین وسیأتیک بیانھما ومما یناسبھما سجدۃ الشکر عند مجیٔ امر یسرہ او اندفاع نقمۃ او عند علمہ باحد الامرین لان الشکر فعل القلب ولا بد لہ من شبح فی الظاھر لیعتضد بہ ولان للنعم بطرا فیعالج بالتذلل للمنعم فھٰذہ ھی الصلوٰت التی سنھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمستعدی الاحسان والسبق من امتہ زیادۃ علی الوجب المحتوم علی خاصتھم وعامتھم ثم الصلوٰۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منھا فلیفعل غیر انہ نھی عن خمسۃ اوقات ثلاثۃ منھا اوکد نھیا عن الباقیین وھی الساعات الثلاث اذا طلعت الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل وحین تتضیف للغروب حتی تغرب لانھا اوقات صلوٰۃ المجوس وھم قوم حرفوا الدین جعلوا یعبدون الشمس من دون اللہ واستحوذ علیھم الشیطان وھذا معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فانھا تطلع حین تطلع بین قرنی الشیطان وحینئذ یسجد لھا الکفار

۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ نوافل سجدہ بغضب یعنی ابتدا اور قریب ہونا دوپہر کو کھڑا ہونا تشبیہ دینا کفار

تاکہ اسکے ذریعہ نفس کو خشوع زیادہ اور فرمانبرداری پر تنبیہ ہو جائے اور چادر الٹانے سے انکے متغیر حالات سے حکایت کرنی مقصود ہے جیسے کہ فریادی شخص بادشاہ کے حضور میں اپنی متغیر حالات پیش کرتے ہیں اور استسقا کے متعلق نبی صلعم سے چند دعائیں ثابت ہیں۔ ایک یہ ہے اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعًا نافعًا غیر ضار عاجلا غیر اٰجل۔ اے خداوند ہم کو بارش سے سیراب کر جو بھرنے والی ہو اور جسکا انجام اچھا ہو اور گھاس وغیرہ اُگانے والی ہو اور تکلیف دینے والی نہ ہو۔ اور جلدی آنے والی ہو جلدی کے ساتھ آنے والی نہ ہو اور ایک یہ ہے کہ اللھم اسق عبادک وبھیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت۔ اے پروردگار اپنی بندوں اور حیوانات کو سیراب فرما اور اپنی رحمت پھیلا دے اور اپنے خشک شہروں کو سیراب اور منجملہ نوافل کے صلوٰۃ العیدین ہے عنقریب انکا بیان آجائیگا اور نوافل کے متعلقات سے سجدہ شکر بھی ہے جو کہ بوجہ حصول کسی خوشی یا بوجہ دور ہونے کسی تکلیف کے یا بوقت معلوم کرنے کسی ایک کے ان دونوں میں سے سجدہ شکر کیا جاتا ہے اسواسطے ہے کہ شکر تو فعل قلبی ہے۔ اور اسکے لیے ظاہر میں بھی کوئی علامت ضرور ہونی چاہیے۔ تاکہ ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ ملکر قوت حاصل ہو جائے اور نیز یہ وجہ ہے کہ جس آدمی کو نعمت حاصل ہو جائے اسکے دل میں ایک قسم کا تکبر پیدا ہو جاتا ہے تو اسکے دور کرنیکا علاج یہ ہے کہ منعم کے روبرو اپنے آپ کو ذلیل اور عاجز بنا دے اور یہ وہ نمازیں ہیں جن کو نبی صلعم نے اپنی امت کے ان لوگوں کے لئے مسنون قرار دیا ہے جو درجہ احسان کی قابلیت رکھتے ہیں اور نیکیوں کی طرف سبقت کرنی چاہتے ہیں اور یہ نمازیں ان فرائض نماز سے زیادہ ہیں جو کہ امت کے تمام لوگو نپر خواہ خاص ہوں یا عام ہوں لازم ہیں۔ پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نماز انسان کی بھلائی اور فائدہ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اپنی طاقت کے موجب کثرت سے نماز پڑھتا رہے۔ مگر پانچ اوقات ممنوعہ میں نہ پڑھے۔ اور ان میں سے تین اوقات میں نماز پڑھنا زیادہ منع ہے۔ ایک یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے وقت۔ دوسرا یہ ہے کہ عین دوپہر کے وقت۔ تیسرا یہ ہے کہ سورج کے غروب ہونے کے وقت۔ ان اوقات میں اسواسطے منع ہے کہ یہ مجوس کی عبادت کا وقت ہے اور یہ ایسی قوم ہے کہ جس نے اپنے دین کو بدلا کر بغیر خدا تعالیٰ کے سورج کی پرستش کرتے ہیں اور ان پر شیطان نے تصرف جمالیا ہے اور یہی معنی ہیں حضور صلعم کے اس قول فانھا تطلع الخ کے یعنی جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور اسوقت کفار سورج کے آگے سجدہ کرتے ہیں تو اسلئے ضرور ہوا کہ وقت کے لحاظ سے بھی اس عبادت میں جو کہ تمام عبادتوں سے افضل ہے

فوجب ان يميز ملة الاسلام وملة الكفر في اعظم الطاعات من جهة الوقت ايضا واما الاخران فقوله صلى الله عليه وسلم لا صلوة بعد الصبح حتى تبزغ الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب **اقول** انما نهى عنهما لان الصلوة فيهما تفتح باب الصلاة في الساعات الثلاث ولذلك صلى فيهما النبي صلى الله عليه وسلم تارة لانه مامون ان يهجم عليه المكروه وقد روى استثناء نصف النهار يوم الجمعة واستنبط جوازها في الاوقات الثلاث في المسجد الحرام من حديث يا بني عبد مناف من ولي منكم من امر الناس شيئا فلا يمنعن احدا طاف بهذا البيت وصلى اى ساعة شاء من ليل او نهار وعلى هذا فالسر في ذلك انهما وقت ظهور شعائر الدين ومكانه فعارضا المانع من الصلوة ؛

الاقتصاد في العمل

اعلم ان ادواء الداء في الطاعات ملال النفس فانها اذا ملت لم تنتبه لصفة الخشوع وكانت تلك المشاق خالية عن معنى العبادة وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان لكل شيء شرة وان لكل شرة فترة ولهذا السر كان اجر الحسنة عند انقراض الرسم بعملها وظهور التهاون فيها مضاعفا

پس چاہئے کہ مسلمانوں اور کفار میں تمیز ہو۔ اور دو کہ دو وقت (جن میں عبادت منع ہے) یہ ہیں کہ نبی ؑم نے فرمایا ہے۔ لاصلوٰۃ بعد الصبح الخ یعنے نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہو کر دھوپ ظاہر ہونے سے پہلے کوئی نماز نہیں۔ اور عصر کی نماز کے بعد غروب ہونے سے پہلے کوئی نماز نہیں ہے (میں کہتا ہوں کہ ان میں منع کرنے کی یہ وجہ ہے۔ کہ ان اوقات میں نماز پڑھنے کی وجہ سے عوام لوگ باقی تین اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنی شروع کر دیتے۔ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قباحت کا خوف نہ تھا تو آپ نے کبھی کبھی ان دو اوقات میں نماز پڑھی ہے اور ایک روایت میں دوپہر کے وقت ممنوعہ سے جمعہ کے دن کو خارج کیا گیا ہے۔ اور مسجد حرام کے اندر ان تینوں اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنے کا جواز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا بنی عبد مناف الخ اگر تم میں سے کوئی شخص مسلمانوں پر رات یا دن میں خلیفہ ہو جائے تو جو شخص جس وقت بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہے یا جو وقت نماز پڑھنا چاہے تو اسکو منع نہ کریں۔ اسمیں یہ نکتہ ہے۔ کہ جمعہ شعائر دین کے ظاہر کرنے کا وقت ہے۔ اور بیت الحرام شعائر دین کے ظاہر ہونیکی جگہ ہے پس یہ دونوں مانع صلوٰۃ کو عوارض ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

یہ باب ہے اعمال کے اعتدال کے بیان میں

جاننا چاہیے۔ کہ عبادت کے اندر سب سے بڑی بیماری جو ہے وہ آدمی کے نفس کا گھبرانا ہے۔ کیونکہ جب انسان کے نفس میں ملال پیدا ہو گیا تو وہ نفس خشوع کی صفت پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو سکیگا تو یہ تکلیف اور مشقت عبادت کے معنے سے خالی رہجاتی ہے۔ کیونکہ عبادت سے یہ مقصود ہے۔ کہ انسان کے نفس میں صفت خشوع کی پیدا ہو اسکا ثبوت اس حدیث سے پایا جاتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان لکل شئ الخ یعنے ہر چیز کی حرص ہوتی ہے۔ اور ہر حرص کو ضعف ہوتا ہے (یعنے ہر عابد پہلے پہل عبادت میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ پھر اسکی تیزی سرد ہو جاتی ہے اور اس عبادت میں کوتاہی کرنے لگجاتا ہے) اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک عمل صالح اسوقت کرے کہ جس وقت اسکے عمل کرنے کا رواج دور ہو جائے اور اسکے کرنے میں لوگوں کے دلوں میں سستی ظاہر ہو جائے تو اس شخص کو اس صالح عمل کا

سے۱ اے الخلافۃ ۱۲ سے۲ اے الجمعۃ والمسجد الحرام ۱۲ سے۳ بفتحتین شدۃ الحرص وبکسر شین وتشدید الراء النشاط والفترۃ الضعف والمعنی ان العابد یبالغ فی العبادۃ وکل مبالغ یفتر ویسکن ۱۲

اضعافاً كثيرة لانها والحالة هذه لا تنبجس الا من تنبه شديد وعزم موكد وهذا جعل الشارع للطاعات قدراً كمقدار الدواء فى حق المريض لا يزاد ولا ينقص وايضاً فالمقصود هو تحصيل صفة الاحسان على وجه لا يفضى الى اهمال الارتفاقات اللازمة ولا الى غمط حق من الحقوق وهو قول سلمان رضى الله عنه ان لعينيك عليك حقا وان لزوجك عليك حقا فصدقه النبى صلى الله عليه وسلم انا اصوم وافطر واقوم وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى وايضاً فالمقصود من الطاعات هو استقامة النفس ودفع اعوجاجها لا الاحصاء فانه كالمتعذر فى حق الجمهور وهو قوله صلى الله عليه وسلم استقيموا ولن تحصوا واتوا من الاعمال بما تطيقون والاستقامة تحصل بمقدار معين ينبه النفس لالتذاذها بلذات الملكية وتألمها من خسائس البهيمية ويفطنها بكيفية انقياد البهيمية للملكية فلو انه اكثر منها اعتادتها النفس واستحلتها فلو تنتبه لثمرتها وايضاً من المقاصد الجليلة فى التشريع ان يسد باب التعمق فى الدين لئلا يعضوا عليها بنواجذهم فيأتى من بعدهم قوم فيظنوا انها من الطاعات السماوية المفروضة عليهم ثم تأتى طبقة اخرى فيصير الظن عندهم يقيناً والمحتمل مطمأنا به فيظل الدين محرفاً

بے شمار ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں وہ صالح عمل کرنا بغیر متنبہ کرنے نفس کے اور پختہ ارادے کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسی واسطے شارع نے عبادات کے لئے مقدار مقرر کردی ہے جیسے کہ کسی بیمار کے لئے دوا کی مقدار مقرر کی جاتی ہے کہ اس میں نہ کمی کی جاتی ہے نہ زیادتی۔ نیز یہ نکتہ ہے کہ عبادات سے صفت احسان کو ایسے طریق سے حاصل کرنا مقصود ہے کہ جس کی وجہ سے تدبیر ضروریہ کا نہ ترک لازم آئے اور نہ حقوق میں سے کوئی حق تلف ہو چنانچہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو فرمایا ان لعینك علیك حق یعنے تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے اور تیری عورت کا تجھ پر حق ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی تصدیق فرمائی اور نیز اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا اصوم وافطر الخ یعنے میں روزہ بھی رکھتا ہوں۔ اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں سو جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ ہمارے گروہ سے نہیں ہے۔ اور نیز یہ بات ہے کہ عبادت سے مقصود یہ ہے کہ نفس راستی پر آجائے اور اسکی کجی وغیرہ دور ہوجائے یہ مقصود نہیں کہ عبادات کے تمام اقسام کو عمل میں لاوے۔ کیونکہ تمام مخلوق کے لحاظ سے یہ بات بہت مشکل ہے۔ اسکا اشارہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے۔ استقیموا ولن تحصوا الخ یعنے درمیانی سیدھے راستے پر چلو۔ کیونکہ تمام اقسام کی عبادات کو ہرگز احاطہ میں نہ کرسکو گے اور اپنی طاقت کے مقدار عمل کرو۔ اور استقامت ایک مقدار معین سے حاصل ہوسکتی ہے۔ کہ جسکی وجہ سے نفس لذات ملکیہ کی کسی لذت پر آگاہ ہوجاتا ہے۔ اور خسائس بہیمیہ کی تکلیف پر بھی آگاہ ہوجاتا ہے۔ اور قوت بہیمیہ کو قوت ملکیہ کے تابع ہونے کی کیفیت بھی معلوم کرسکتا ہے۔

اور اگر کسی شخص نے کثرت سے عبادت کی تو اسکا نفس اس عبادت کا عادی بنجاتا ہے اور پھر عبادت آسان ہوجاتی ہے تو اسوقت ان عبادت کے ثمرات پر آگاہ نہیں ہوسکتا۔ اور نیز یہ نکتہ ہے۔ کہ شریعت کا بڑا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے اپنی طرف سے دین کی باتوں میں غور و خوض کرنیکے دروازہ کو بند کرے تاکہ یہ لوگ اپنی طرف سے ان باتوں کو اپنے پر لازم نہ کریں۔ پھر انکے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں جنکو یہ گمان ہو کہ شاید یہ اعمال ان عبادات خداوندی سے ہیں جو کہ ہم پر فرض ہیں پھر انکے بعد ایک اور گروہ پیدا ہو وہ ان اعمال کو یقیناً فرض سمجھنے لگ جاوے اور پہلے تو ان اعمال کے فرض ہونے کا احتمال ہی تھا مگر تیسرے درجے میں آکر ان لوگوں کو ان اعمال کے فرض ہوجانیکا یقین ہی ہوجاتا تو ہوجائے گا دین میں تغیر و تبدل واقع ہوجاتا ہے

لہ اے لا تحصل ۱۲ سے غمط الناس استحقارہم والعاقبۃ لم یشکرہا ۱۲

وهو قوله تعالى رهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم وايضا فمن ظن من نفسه وان اقر بخلاف ذلك من لسانه ان الله لا يرضى الا بتلك الطاعات الشاقة وانه لو قصر في حقها فقد وقع بينه وبين تهذيب نفسه حجاب عظيم وانه فرط في جنب الله فانه يؤاخذ بما ظن ويطالب بالخروج عن التفريط في جنب الله حسب اعتقاده فاذا قصر انقلبت علومه عليه ضارة مظلمة فلم تقبل طاعاته الهنية في نفسه وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان الدين يسر ولن يشاد الدين[1] احد الا غلبه فلهذه المعاني عزم النبي صلى الله عليه وسلم على امته ان يقتصدوا في العمل وان لا يجاوزوا الحد يفضي الى ملال واشتباه في الدين او اهمال الارتفاقات وبين تلك المعاني تصريحا وتلويحا قوله صلى الله عليه وسلم احب الاعمال الى الله ادومها وان قل وذلك لان ادامتها والمواظبة عليها اية كونه راغبا فيها وايضا فالنفس لا تقبل اثر الطاعة ولا تتشرب فائدتها الا بعد مدة ومواظبة واطمئنان بها ووجدان اوقات تصادف من النفس فراغا بمنزلة الفراغ الذي يكون سببا لانطباع العلوم من الملأ الاعلى في رؤياه وذلك غير معلوم القدر فلا سبيل الى تحصيل ذلك الا الادامة والاكثار وهو قول لقمان ع م وعود نفسك كثرة الاستغفار فان لله ساعة لا يرد فيها سائلا قوله صلى الله عليه وسلم خذوا من الاعمال

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے رھبانیۃ الخ دنیا کا ترک کرنا بھی جسکو خود انہوں نے اپنی طرف سے نکالا ہے اور فرض نہیں کیا اور نیز یہ وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دل میں یہ بات جمالے (اگرچہ زبان سے اسکے خلاف اقرار کرتا ہو) کہ بغیر عبادات مشکلہ کے اختیار کرنے کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل نہیں ہوتی اور اگر ان عبادات کے حقوق میں نے کچھ کمی کی تو میرے اور میرے نفس کی تہذیب کے درمیان ایک بڑا پردہ واقع ہوجائیگا۔ اور میں خدا تعالیٰ کا مجرم بنجاؤں گا۔ پس وہ شخص موافق اپنے اعتقاد و ظن کے گرفتار کیا جائیگا۔ اور ان عبادات میں قصور کرنے کی وجہ سے اس سے مطالبہ کیا جائیگا پس جب ان عبادات میں اس نے کوتاہی کی تو اسکے علم اس کے لئے سبب ضرر اور سبب ظلمت کے بنجائیں گے اور اسکی سستی کی وجہ سے باقی عبادات بھی منظور نہ ہونگی اسوجہ سے شریعت نے اعمال میں متوسط درجہ کا حکم فرمایا ہے ؂ اسکا ثبوت اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے قال النبی ؂ ان الدین الخ یعنے بے شک دین میں بڑی آسانی ہے جو شخص دین میں سختی اختیار کریگا تو اسکا بوجھ اسپر پڑیگا۔ اسی مقصود کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی آسانی کے لئے یہ فرمایا ہے کہ اعمال میں میانہ روی اختیار کرو اور ایسی خو نہ اختیار نہ کرو کہ جس کی وجہ سے تمہارے نفسوں پر دشواری واقع ہوجائے اور دین میں اشتباہ نہ پڑ جائے یا تدابیر نافع بیکار ہو جائیں۔ ان معانی کا بیان اشارتاً یا صریحاً اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے قال النبی ؂ احب الاعمال الی اللہ الخ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اعمال زیادہ بہتر ہیں جو کہ ہمیشہ کئے جائیں اگرچہ مقدار میں کم ہی ہوں (میں کہتا ہوں) اسکی یہ وجہ ہے کہ کسی اعمال پر ہمیشگی کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے دل میں بڑی محبت اور رغبت ہے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ نفس عبادات کا اثر اسوقت ہی قبول کرسکتا ہے اور اسوقت ہی فائدہ حاصل کرسکتا ہے جب کہ ہمیشہ اطمینان سے کچھ عرصہ تک اس عبادت کو ادا کرتا رہا ہو اور ایسے اوقات پائے جائیں کہ نفس کو ان اعمال کے کرنے سے فراغت ہو۔ اس فراغت کی طرح جو فرشتوں سے فیضان علوم کا سبب ہوتا ہے خواب وغیرہ میں جسکی مقدار نامعلوم ہے جسکا حصول دوام اور کثرت اذکار کے سوائے متحقق نہیں ہوتا۔ اسکا ثبوت لقمان علیہ السلام کے قول سے ہوتا ہے قال وعود الخ اپنے نفس میں کثرت سے استغفار کرنے کی عادت ڈال کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دن اور رات کے اوقات میں بعض ایسی ساعتیں ہیں کہ جس میں کوئی سائل سوال کرتا ہے تو اسکا سوال اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا اور نبی ؂ نے فرمایا ہے خذوا من الاعمال

[1] لے لن یقاومہ بالشدۃ احد الا عجز عن العمل ۱۲

ماتطیقون فان اللہ لایمل حتی تملوا ای لایترک الاثابۃ الا عند ملالھم فاطلق الملال مشاکلۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا صلی وھو ناعس لایدری لعلہ یستغفر فیسب نفسہ اقول یرید انہ لایمیز بین الطاعۃ وغیرھا من شدۃ الملال فکیف یتنبہ بحقیقۃ الطاعۃ قولہ ؐ فسددوا یعنی خذوا طریقۃ السداد وھی التوسط الذی یمکن مراعاتہ والمواظبۃ علیہ وقاربوا یعنی لاتظنوا انکم بعداء لاتصلون الا بالاعمال الشاقۃ وابشروا یعنی حصلوا الرجاء والنشاط واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشئی من الدلجۃ ھذہ الاوقات اوقات نزول الرحمۃ وصفاء لوح القلب من احادیث النفس وقد ذکرنا من ذلک فصلا قولہ ؐ من نام عن حزبہ وعن شئی منہ فقراہ فیما بین صلاۃ الفجر وصلاۃ الظھر کتب لہ کانما قراہ من اللیل اقول السبب الاصلی فی القضاء شیئان احدھما ان لاتسترسل النفس بترک الطاعۃ فیعتادہ ویعسر علیہ التزامھا من بعد والثانی ان یخرج عن العھدۃ ولا یضمر نہ فرط فی جنب اللہ فیؤاخذ علیہ من حیث یعلم ولا یعلم

ماتطیقون فان اللہ لایمل حتی تملوا یعنی ان اعمال کو اختیار کرو جن کے ادا کرنے کی تم کو طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رنجیدگی تمہاری رنجیدگی کے بعد ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی عمل پر ثواب دینا اسوقت بند کرتا ہے۔ جب لوگ اس عمل کے کرنے میں ناخوش ہوں۔ اور لفظ ملال کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنا بوجہ مشاکلت کے ہے اور نبی ؐ نے فرمایا ہے۔ ان احدکم اذا صلے الخ یعنے بعض آدمی تم میں سے نیند کی حالت میں نماز پڑھتے ہیں اور یہ انکو سمجھ نہیں رہتی کہ اپنے نفس کے لئے بخشش طلب کر رہے ہیں یا اسکے لئے بددعا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ سخت گھبراہٹ کے وقت نفس طاعت اور غیر طاعت کی تمیز نہیں کر سکتا۔ تو عبادت کی حقیقت پر جو مقصود ہے کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان۔ فسددوا (یہ حدیث پہلی حدیث ان الدین یسر کا تتمہ ہے) یعنے درمیانہ طریقہ اختیار کرو کہ جس کی حفاظت ہو سکے اور ہمیشہ اسکو ادا کر سکو وقاربوا یعنے ایسا خیال دل میں مت جماؤ۔ کہ تم کو اللہ تعالیٰ سے اسقدر دوری ہے کہ بغیر اعمال مشکلہ کے حاصل کرنے کی اسجگہ تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی وابشروا۔ یعنے امید اور خوشی حاصل کرو واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشئی من الدلجۃ یعنے صبح وشام ورات کے اخیر حصہ میں خدائے تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اسی سے امداد طلب کرو۔ کیونکہ ان اوقات میں خدائے تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور دل کا ٹکڑا نفس کے وسواس سے خوب صاف ہوتا ہے۔ اسکے متعلق ہم نے ایک فصل پہلے ذکر کی ہے۔) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من نام عن حزبہ الخ یعنے اگر کوئی آدمی اپنے تمام ورد وظائف کے ادا کرنے سے یا اسکے کچھ حصے ادا کرنے سے پہلے سو گیا ہو۔ پھر اسکو نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لیا ہو تو اسکے لئے رات کے پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے (میں کہتا ہوں) کہ قضا کے بارے میں دو باتیں اصل ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ نفس کو ترک عبادت پر ایسا بے پرواہ نہ بنا دیا جائے کہ جس کی وجہ سے عبادت کا ترک کرنا اس کی عادت ہو جائے اور اسکے بعد اس عبادت کا لازم پکڑنا اسپر مشکل ہو جائے۔ دوسری یہ ہے کہ اس عبادت کو ادا کرکے اسکی ذمہ داری سے فارغ ہو جائے اور یہ خیال دل میں نہ جما لے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں اس نے کوتاہی کی ہے۔ پس اس کی علمی ولاعلمی حالت کے لحاظ سے اس سے مواخذہ کیا جائے ؛

سلہ اے مع انشر۱۲

سلہ اے اذا دعا لنفسہ وھو لایعقل فربما یدعو علی نفسہ۱۲

سلہ ہذا تتمۃ حدیث ابی ہریرۃ الذی مر من قبل یعنے ان الدین یسر الخ وقولہ من الدلجۃ اے آخر اللیل۱۲

صلوٰۃ المعذورین

ولما کان من تمام التشریع ان یبین لہم الرخص عند الاعذار لیاتی المکلفون من الطاعۃ بما یستطیعون ویکون قدر ذلک مفوضا الی الشارع لیراعی فیہ التوسط لا الیہم فیفرطوا او یفرّطوا اعتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بضبط الرخص والاعذار ومن اصول الرخص ان ینظر الی اصل الطاعۃ حسبما تامر بہ حکمۃ البر فیعض علیہا بالنواجذ علی کل حال وینظر الی حدود وضوابط شرعہا الشارع لیتیسر لہم الاخذ بالبر فیتصرف فیہا اسقاطا وابدالا حسبما تؤدی الیہ الضرورۃ فمن الاعذار السفر وفیہ من الحرج والاحتیاج الی بیان فشرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ رخصا منہا القصر فابقی اصل اعداد الرکعات وہی احدی عشرۃ رکعۃ واسقط ما زید بشرط الطمانینۃ والحضر ولما کان ہذا العدد فیہ شائبۃ العزیمۃ لم یکن من حقہ ان یقدر بقدر الضرورۃ ویضیق فی ترخیصہ کل التضییق فلذلک بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شرط الخوف فی الآیۃ[1] لبیان الفائدۃ ولا مفہوم لہ فقال صدقۃ

یہ فصل معذوروں کی نماز کے بیان میں ہے

اور چونکہ شریعت کے مکمل کرنے کے لئے یہ بات ضروری تھی۔ کہ لوگوں کے لئے ایسی رخصتیں بیان کی جائیں جو کہ انکو عذر پیش آنے کے وقت کام آویں تاکہ مکلفین لوگ عبادت کو مقدار اپنی طاقت کے ادا کر سکیں اور ان رخصتوں کی مقدار بیان شارع پر موقوف کیے جاوے۔ تاکہ اس میں توسط کا لحاظ ہو سکے کیونکہ اگر رخصتوں کا اندازہ لوگوں کے سپرد ہوتا تو کبھی حد سے زیادہ کمی کر دیتے اور کبھی حد سے زیادہ بڑھا دیتے۔ اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عذروں اور رخصتوں کے لئے ایک پیمانہ اور قانون مقرر فرمایا۔ اور رخصتوں کے قواعد سے یہ بات ہے کہ اصل عبادت کو اس حالت کے موافق دیکھا جائے کہ حکم کرتی ہے ساتھ اس کے حکمت نیکی کی پس ہر حال میں اس حالت کو کوشش اور مضبوطی سے پکڑ لے۔ اور جن قواعد اور حدود کو شارع نے مقرر کیا ہے انکا لحاظ کرے۔ تاکہ نیکی کو وہ لوگ آسانی سے اخذ کر سکیں اور ضرورت کے وقت بعض کو ساقط کر سکیں اور بعض کو بعض کے تبدیل کر سکیں۔ اور منجملہ عذروں کے عذر سفر کا ہے اور سفر میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ ہر ایک کو معلوم ہے۔ اسکا بیان کرنا بے فائدہ ہے۔ تو اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے چند رخصتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو قصر ہے (یعنی نماز میں کمی) تو سفر کی حالت میں وہ گیارہ رکعات جو اصلی تعداد تھی وہ باقی رکھیں اور باقی رکعات کو ساقط فرما دیا۔ اور تمام زائد رکعات کے لئے یہ شرط کر دی۔ کہ اقامت اور اطمینان کی حالت ہو۔ اور چونکہ گیارہ رکعات کے عدد میں شائبہ عزیمت کا تھا اسواسطے یہ مناسب نہ تھا۔ کہ ان کے حق میں بقدر ضرورت کے اندازہ کیا جائے۔ اور انکی رخصت دینے میں حد سے زیادہ تنگی کیجائے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول فاذا ضربتم الخ میں خوف کی شرط جو ہے یہ فقط فائدہ کے بیان کے لئے ہے اسکے لئے تو اور مقصود نہیں ہے۔ پس (نبی علیہ السلام نے) فرمایا صدقۃ الخ یعنی یہ قصر تمہارے پر اللہ تعالیٰ نے

---

[1] یعنی قولہ تعالےٰ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا الآیۃ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہ والصدقۃ لا یضیق فیہا اھل المروات ایضا والحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی القصر وان جوز الاتمام فی الجملۃ فھو سنۃ موکدۃ ولا اختلاف بین ما روی من جواز الاتمام وان الرکعتین فی السفر تمام غیر قصر لانہ یمکن ان یکون الواجب الاصلی ھو رکعتین ومع ذلک یکون الاتمام مجزئا بالاولی کالمریض والعبد یصلیان الجمعۃ فیسقط عنہم الظھر وکالذی وجب علیہ بنت مخاض فتصدق بالکل ولذلک کان من حقہ انہ اذا صح علی المکلف اطلاق اسم المسافر جاز لہ القصر ان یزول عنہ ھذا الاسم بالکلیۃ لا ینظر فی ذلک الی وجود الحرج ولا الی عدم القدرۃ علی الاتمام لانہ وظیفۃ من ھذا شانہ ابتداء وھو قول ابن عمر رضی اللہ عنہ سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ السفر رکعتین وھما تمام غیر قصر واعلم ان السفر والاقامۃ و الزنا والسرقۃ وسائر ما دار الشارع علیہ الحکم امور یستعملہا اھل العرف فی مظانہا ویعرفون معانیہا ولا ینال حدہ الجامع المانع الا بضرب من الاجتہاد والتامل ومن المہم معرفۃ طریق الاجتہاد فنحن نعلم نموذجا منہا فی السفر فنقول ھو معلوم بالقسمۃ والمثال یعلم جمیع اھل اللسان ان الخروج من مکۃ الی المدینۃ ومن المدینۃ الی خیبر سفر لا محالۃ وقد ظھر من فعل الصحابۃ وکلامہم ان الخارج من مکۃ الی جدۃ والی الطائف والی عسفان[1] وسائر ما یکون المقصد فیہ علی اربعۃ برد[2] سفر ویعلمون

صدقہ کیا ہے تم اس صدقہ کو قبول کرو۔ اور صدقہ میں اہل مروت لوگ تنگی نہیں کرتے۔ اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز قصر کو ہی اختیار فرمایا ہے۔ اگرچہ پوری نماز پڑھنے کو بھی کسی قدر تجویز فرمایا ہے پس بنابر مذکورہ کلام کے نماز قصر سنت موکدہ ہو گئی اور اس حدیث میں کہ جس میں پوری نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور اس حدیث میں کہ جس میں مذکور ہے کہ سفر کی حالت میں دو رکعت پوری نماز ہے قصر کچھ نہیں ہوا۔ کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اصلی دو رکعت ہی واجب ہوں۔ اور باوجود اسکے پوری نماز کا پڑھنا پہلی کے لئے کافی ہو جیسے مریض اور غلام اگر جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو انکے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ یا جیسے وہ شخص کہ جس کے ذمہ زکوۃ میں بنت مخاض واجب ہوئی تھی تو اس نے اپنا تمام مال خیرات کر دیا۔ اور اسی واسطے قصر کے حق سے یہ ہے کہ جب تک مکلف پر مسافر کا اطلاق آسکے اسکے لئے نماز قصر جائز ہے اور اگر اس سے مسافر کا اطلاق بالکل دور ہو جائے تو پھر قصر جائز نہیں اور قصر میں کسی تکلیف کے پائے جانے کا یا تمام کرنے پر قدرت نہ پانے کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ قصر کا شروع سے ہی دو رکعت کا وظیفہ مسافر کے لئے مقرر شدہ ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضہ نے فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے نماز دو رکعت ہی مقرر فرمائی ہیں اور یہ دو رکعتیں فی ذاتہ پوری اور کامل ہیں۔ ان میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ جاننا چاہیئے۔ کہ سفر اور اقامت اور زنا اور چوری اور باقی اور کام کہ جنپر شارع نے حکم کا دار و مدار رکھا ہے۔ ایسے امور ہیں۔ کہ جنکو اہل عرف اپنے محاورے میں استعمال کرتے ہیں اور ان کے معانی سمجھتے ہیں۔ مگر انکی جامع مانع تعریف بغیر اجتہاد اور غور اور فکر کے نہیں ہو سکتی۔ اور اجتہاد کا طریقہ معلوم کرنا بھی بہت مشکل ہے ہم نے سفر کی حالت کا کچھ نمونہ معلوم کیا ہے پس ہم کہتے ہیں کہ سفر ایسی چیز ہے جو کہ تقسیم سے اور مثال سے بھی معلوم ہو سکتی ہے اور تمام اہل زبان جانتے ہیں کہ مکہ شریف سے مدینہ طیبہ تک اور مدینہ شریف سے خیبر تک جانا یہ لامحالہ سفر ہے اور صحابہ رضہ کے افعال اور اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرات مکہ شریف سے جدہ تک اور طائف تک اور عسفان تک جانے کو اور یا انکے علاوہ اور ایسے مکانات کی طرف جانے کے جن کے درمیان اڑتالیس میل کا فاصلہ ہو سفر شمار کرتے تھے۔

[1] من موضع علی مرحلتین من مکۃ ۱۲ منہ [2] البرد جمع برید وھو اربعۃ فراسخ فاربعۃ برد ھو ستۃ عشر فرسخا والفرسخ

ایضا ان الخروج من الوطن علی اقسام تردد الی المزارع والبساتین وہیمان بدون تعیین مقصد و سفر ویعلمون ان اسم احد ھذہ لا یطلق علی الآخر وسبیل الاجتہاد ان یستقری الامثلۃ التی یطلق علیھا الاسم عرفا وشرعا وان یسبر الاوصاف التی بھا یفارق احدھا قسیمہ فیجعل اعمھا فی موضع الجنس واخصھا فی موضع الفصل فعلمنا ان الانتقال من الوطن جزء نفسی اذ من کان ثاویا فی محل اقامتہ لا یقال لہ مسافر وان الانتقال الی موضع معین جزء نفسی اذ من کان ثاویا فی محل اقامتہ لا یقال لہ مسافر وان الانتقال الی موضع معین جزء نفسی والا کان ہیمانا لا سفرا وان کون ذلک الموضع بحیث لا یمکن لہ الرجوع منہ الی محل اقامتہ فی یومہ واوائل لیلتہ جزء نفسی والا کان مثل التردد الی البساتین والمزارع ومن لازمہ ان یکون مسیرۃ یوم تام وبہ قال سالم لکن مسیر اربعۃ برد متیقن وما دونہ مشکوک وصحۃ ھذا الاسم یکون بالخروج من سور البلد او حلۃ القریۃ او بیوتھا بقصد موضع ھو علی اربعۃ برد وزوال ھذا الاسم انما یکون بنیۃ الاقامۃ مدۃ صالحۃ یعتد بھا فی بلدۃ او قریۃ ومنھا الجمع بین الظھر والعصر والمغرب والعشاء والاصل فیہ ما اشرنا ان الاوقات الاصلیۃ ثلاثۃ الفجر والظھر والمغرب وانما اشتق العصر من الظھر و

اور نیز یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ وطن سے باہر جانے کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ اپنی کھیتی اور باغ کی طرف آنا جانا۔ اور ایک یہ ہے کہ کسی طرف بغیر مقصود معین یا بغیر ارادہ سفر کے چلنا پھرنا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک کا نام دوسری پر نہیں بولا جاتا۔ اور اجتہاد کا طریقہ یہ ہے۔ کہ ایسی مثالیں تلاش کی جائیں کہ جن پر عرفاً اور شرعاً ایک ہی نام بولا جائے اور ایسی اوصاف کی جانچ پڑتال کیجائے کہ جن کی وجہ سے ایک قسم دوسری قسم سے جدا ہو جائے پس عام کو قائم مقام جنس کے رکھا جائے اور خاص کو قائم مقام فصل کے رکھا جائے اور اس مذکورہ بیان سے ہم نے معلوم کیا کہ سفر کا ایک جزو ذاتی یہ ہے کہ شخص اپنے مکان سے باہر کسی طرف چلا جائے۔ کیونکہ جو کوئی اپنے مکان کے اردگرد چکر لگاتا پھرے اسکو مسافر نہیں کہا جاتا اور نیز یہ معلوم ہوا۔ کہ سفر کے اجزاء ذاتی سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے مکان سے نکل کرکے کسی مکان معین کیطرف جائے (یعنے کسی خاص مکان کیطرف جائے) ورنہ اسکا چلنا پھرنا بیہودہ اور بیکار سمجھا جائیگا اور نیز یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اجزاء ذاتی سے یہ بھی ہے۔ کہ وہ مکان خاص اتنے فاصلے پر واقع ہو کہ وہ شخص اسی روز اول رات تک اپنے محل اقامت کی طرف واپس نہ ہو سکے ورنہ اسکا آنا جانا ایسا سمجھا جائیگا جیسا کہ اپنی کھیتی یا باغ کی طرف آنا جانا ہے اور نیز سفر کے لوازمات سے یہ بھی ہے۔ کہ ایک پورے دن کا راستہ ہو۔ اور سالم نے یہی کہا ہے۔ اور سفر کے لئے اڑتالیس[1] میل کا ہونا تو یقینی امر ہے اور اس سے کم مسافت میں تردد ہے اور جو کوئی سفر کا ارادہ کرتا ہے اسپر اسوقت مسافر[2] کا اطلاق صحیح ہے۔ جب شہر کی دیواروں اور گاؤں کے مکانوں اور احاطہ سے نکل کر ایسے خاص مقام کیطرف جانیکا ارادہ کرے جو کہ اڑتالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہو اور مسافر کا نام اس شخص سے تب دور ہوتا ہے جب کہ کسی شہر یا گاؤں میں ایک کافی مدت اور معتد بہ مدت کے ٹھہرنے کا ارادہ کرلے۔ اور ان رخصتوں سے جمع بین الصلوتین ہے (یعنی سفر کی رخصتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشا کو جمع کرکے پڑھا جائے۔ اصل بات یہ ہے جس کا ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ نماز کے اصلی وقت تین ہی ہیں۔ فجر اور ظہر اور مغرب۔ پھر عصر کو ظہر سے اور

[1] لے یقینی ۱۲
[2] لے السفر ۱۲

العشاء من المغرب لئلا تكون المدة الطويلة فاصلة بين الذكرين ولئلا يكون النوم على صفة الغفلة فشرع[۱] لهم جمع التقديم والتاخير لكنه لم يواظب عليه ولم يعزم عليه مثل ما فعل في القصر ومنها ترك السنن فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم لا يسبحون الا سنة الفجر والوتر ومنها الصلوة على الراحلة حيث توجهت به يومئ ايماء وذلك في النوافل وسنة الفجر والوتر لا الفرائض ومن الاعذار الخوف وقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الخوف على انحاء كثيرة منها ان رتب القوم صفين فصلى بهم[۲] فلما سجد معه صف سجد تيه وحرس صف فلما قاموا سجد من حرس ولحقوه وسجد معه في الثانية من حرس اولا وحرس الأخرون فلما جلس سجد من حرس وتشهد بالصفين وسلم والحالة التي تقتضي هذا النوع ان يكون العدو في جهة القبلة ومنها ان صلى مرتين كل مرة بفرقة[۳] والحالة التي تقتضي هذا النوع ان يكون العدو في غيرها وان يكون توزيع الركعتين عليهم مشوشا لهم ولا يحيطوا بجمعهم بكيفية الصلوة ومنها ان وقفت فرقة في وجهه وصلى بفرقة[۴] ركعة فلما قام للثانية فارقته واتمت وذهبت وجاه العدو وجاء الواقفون فاقتدوا به فصلى بهم الثانية

عشا کو مغرب سے اسواسطے ملا لیا ہے تاکہ دو ذکروں کے درمیان (یعنے دو نمازوں کے درمیان) زیادہ فاصلہ نہ واقع ہو جائے۔ اور غفلت کی حالت میں لوگوں کی نیند نہ واقع ہو۔ تو اسواسطے نبی علیہ السلام نے لوگوں کے لئے تقدیم اور تاخیر کے جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہمیشہ نہیں کیا اور نہ اسکے جمع کرنے کی تاکید فرمائی ہے جیسے کہ قصر کے بارے میں تاکید فرمائی ہے اور خود بھی قصر کرتے رہے ہیں۔ اور نیز سفر کی رخصتوں میں سے ایک یہ ہے کہ سنت کا ترک کر دینا۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم وحضرت ابو بکر رض وعمر رض وعثمان رض بغیر سنت فجر اور وتر کے اور نوافل وسنت کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ اور نیز سفر کی رخصتوں میں سے ایک یہ ہے کہ سواری پر اشارے سے نماز پڑھنی۔ خواہ سواری کسی طرف کو متوجہ ہو۔ اور سواری پر نوافل اور سنت فجر اور وتر کا پڑھنا جائز ہے اور فرضوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور عذروں میں سے ایک عذر خوف جان ومال کا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف کئی طرح سے پڑھی ہے ایک یہ ہے کہ اپنی قوم کی دو صفیں بنائیں۔ ایک صف حفاظت کیلئے کھڑی کی اور ایک کو اپنے پیچھے کھڑی کر کے اسکو ایک رکعت پڑھائی پھر جب ایک رکعت پڑھ کے کھڑے ہو گئے تو وہ دوسری صف جو حفاظت کیلئے کھڑی تھی وہ آپکے ساتھ مل گئی اور دوسری رکعت مع دونوں سجدے کے ادا کی۔ اور پہلی صف حفاظت کیلئے کھڑی ہو گئی پھر جب آپ بیٹھ گئے تو جو صف حفاظت کے لئے کھڑی تھی اس نے سجدہ کیا۔ اور پھر آپ نے دونوں صفوں کے ساتھ التحیات پڑھا اور سلام پھیرا اس طریقے سے نماز پڑھنی مناسب ہے جبکہ دشمن قبلہ کی طرف ہو۔ اور نماز خوف کا ایک طریقہ یہ ہے۔ کہ آپنے دو مرتبہ نماز پڑھائی۔ ایک مرتبہ ایک جماعت کو اور ایک مرتبہ ایک جماعت کو جیسے کہ جابر رض سے شرح السنہ میں وارد ہے اور یہ طریقہ اسوقت مناسب ہے جبکہ دشمن قبلہ کی جانب مخالف پر ہو۔ اور رکعتوں کی تقسیم سے لوگوں کے دلمیں پریشانی واقع ہوتی ہو اور تمام لوگ نماز کی اسطرح کی کیفیت سے واقف نہ ہوں۔ اور نماز خوف کا ایک طریقہ یہ ہے کہ تمام قوم کی ایک جماعت تو دشمن کے سامنے کھڑی ہو گئی ہے اور آپنے ایک جماعت کو ایک رکعت پڑھائی پھر جب آپ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو جماعت آپ سے علیحدہ ہو کر کے دوسری رکعت تمام کر کے دشمن کے مقابلہ پر جا کھڑی ہوئی اور وہ پہلی جماعت جو دشمن کے مقابلہ پر کھڑی تھی اُسنے آکر آپکے پیچھے اقتدا کی تو آپ نے اسکو دوسری رکعت پڑھائی۔

[۱] ای لبنی علیہ السلام ... کما جاء فی روایۃ مسلم عن جابر ۱۲ [۲] کما ذکرہ فی شرح السنۃ عن جابر

[۴] کما ہو مروی فی الصحیحین عن یزید بن رومان ۱۲

فلما جلس للتشهد قاموا فاتموا ثانيتهم ولحقوه وسلم بهم والحالة المقتضية لهذا النوع ان يكون العدو في غير القبلة ولا يكون مونهم لوكعتين عليهم مشوشًا لهم ومنها انه صلى بطائفة منهم واقبلت طائفة على العدو فركع بهم ركعة ثم انصرفوا بمكان الطائفة التي لم تصل وجاء اولئك فركع بهم ركعة ثم اتم هؤلاء وهؤلاء ومنها ان يصلى كل واحد كيف امكن راكبا او ماشيًا القبلة او غيرها رواه ابن عمر رض والحالة المقتضية لهذا النوع ان يشتد الخوف او يلتحم القتال و بالجملة فكل نحو روى عن النبى صلى الله عليه وسلم فهو جائز ويفعل الانسان ما هو اخف عليه واوفق بالمصلحة حالئذ ومن الاعذار المرض وفيه قوله صلى الله عليه وسلم صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلى جنب وقال صلى الله عليه وسلم فى النافلة من صلى قائما فهو افضل ومن صلى قاعدا فله نصف اجر القائم اقول لما كان من حق الصلوة ان يكثر منها واصل الصلوة يتاتى قائما وقاعدا كما بينا وانما وجب القيام عند التشريع وما لا يدرك كله لا يترك كله اقتضت الرحمة ان يسوغ لهم الصلوة النافلة قاعدا وبين لهم ما بين الدرجتين وقد وردت صلوة الطالب وصلوة المطر وصلوة الوحل ولم يترخص احد من الصحابة فى الضوابط والحدود من ضرورة

[1] كما جاء فى البخارى عن سالم بن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنه ۱۲

[2] اخرجه البخارى عنه ۱۲ من ابن عمر رضى الله تعالى عنه ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

پس جب آپ التحیات کیلئے بیٹھے تو یہ جماعت جو دوسری رکعت میں آکر کے ملی ہے کھڑی ہوگئی۔ اور اپنی دوسری رکعت کو تمام کرکے آپ کے ساتھ مل گئے اور آپنے اس جماعت کے ساتھ سلام پھیر دیا اور نیز یہ حالت اسوقت مناسب ہے کہ دشمن قبلہ کی طرف نہ ہو اور رکعتوں کی تقسیم کی وجہ سے لوگوں کا دل بھی پریشان نہ ہو۔ اور نماز خوف کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ تمام لشکر کے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑے کو آپنے نماز پڑھائی ایک رکعت اور دوسرا ٹکڑا دشمن کے مقابلہ پر کھڑا رہا پھر یہ ٹکڑا انکی جگہ چلا گیا جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی ہے۔ پھر وہ ٹکڑا آیا آپنے اسکو ایک رکعت نماز پڑھائی پھر اس ٹکڑے نے اور اسنے جو دشمن کے مقابلہ پر کھڑی ہوئی اپنی اپنی نماز تمام کی اور ایک طریقہ یہ ہے کہ جس طرح سے ہر ایک کو قدرت ہو سوار ہو کر یا پیدل قبلہ کی جانب یا غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھ لے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضنے روایت کیا ہے مگر اس طریقے سے نماز کا پڑھنا اسوقت مناسب ہے جبکہ بڑا سخت خوف ہوا اور جنگ شروع ہو گیا ہو۔ **خلاصہ** یہ ہے کہ جو طریقہ نماز خوف کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ جائز ہے اور انسان کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ طریقہ اختیار کرے کہ جس کو آسانی سے کرسکے اور اسوقت کی مصلحت کیموافق ہو۔ اور عذروں میں سے ایک عذر مرض ہے۔ اسکے بارے میں آپنے فرمایا ہے صل قائما الخ یعنے نماز کھڑے ہو کر پڑھنی چاہیئے۔ اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ اور اگر اتنی طاقت بھی نہیں تو کروٹ پر لیٹ کر پڑھ۔ اور نماز نوافل کے بیان میں آپنے فرمایا ہے من صلی قائما فهو افضل الخ یعنے نفل نماز کو کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے۔ اور جو کوئی بیٹھ کر پڑھے گا اسکو نصف ثواب ملیگا۔ میں کہتا ہوں اسمیں وجہ یہ ہے کہ نماز ایسی عبادت ہے کہ جس کو کثرت سے ادا کرنا چاہیئے اور اصل نماز کھڑے ہو کر اور بیٹھ کرکے بھی ادا ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہے فقط شارع نے تو قیام یعنی کھڑا ہونا واجب کیا ہے۔ اور یہ بھی مناسب نہیں کہ جو چیز پوری نہ حاصل ہوسکے اسکو بالکل چھوڑ ہی دینا چاہیئے۔ اسواسطے رحمت خداوندی کا یہ مقتضا ہوا کہ لوگوں کیلئے نماز نوافل کا بیٹھ کر پڑھنا جائز کر دیا جائے اور کھڑے ہو کر نماز نفل کے پڑھنے کا درجہ اور بیٹھ کر پڑھنے کا درجہ بھی ہم نے بیان فرمایا ہے اور صلوة الطالب صلوة المطر وصلوة الوحل کا ذکر بھی حدیث شریف میں آیا ہے اور اگر کسی صحابی رضنے بھی ہم سے ضوابط اور حدود میں کسی ایسی ضرورت کی وجہ جو آدمی کو مجبور کرتی ہے۔

لا یجد منہا بدا من غیر شائبۃ الانکار والتہاون الا وسلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم کلمۃ جامعۃ واللہ اعلم بالصواب

الجماعۃ

اعلم انہ لاشیٔ انفع من غائلۃ الرسوم من ان یجعل شیٔ من الطاعات رسما فاشیا یؤدی علی رؤس الحاضر والبیر ویستوی فیہ الحاضر والباد ویجری فیہ التفاخر والتباہی حتی تدخل فی الارتفاقات الضروریۃ التی لایمکن لھم ان یترکوھا ولا ان یہملوھا لتصیر مؤیدۃ العبادۃ اللہ والسنۃ تدعو الی الحق ویکون الذی یخاف منہ الضرر ھو الذی یجلبھم الی الحق ولاشیٔ من الطاعات اتم شانا ولا اعظم برھانا من الصلوۃ فوجب اشاعتھا فیما بینھم والاجتماع لھا وموافقۃ الناس فیھا وایضا فالملۃ تجمع ناسا علماء یقتدی بھم وناسا یحتاجون فی تحصیل احسانھم الی دعوۃ حثیثۃ وناسا ضعفاء البنیۃ لولم یکلفوا ان یؤدوا علی اعین الناس تہاونوا فیھا فلا انفع ولا اوفق بالمصلحۃ فی حق ھؤلاء جمیعا ان یکلفوا ان یطیعوا اللہ علی اعین الناس لیتمیز فاعلھا من تارکھا وراغبھا من الزاھد فیھا ویقتدی بعالمھا ویعلم جاھلھا وتکون طاعۃ اللہ فیھم کسبیکۃ تعرض علی طائف الناس ینکر منھا المنکر ویعرف منھا المعروف ویری غشھا

کسی قسم کی اجازت طلب کی ہے اور اس اجازت میں انکار اور سستی کا شائبہ نہ ہو۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اجازت فرما دی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان فاذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم یعنی جس بات کا میں تمکو حکم کروں اسکو اپنی طاقت کے موافق بجالاؤ۔ ایک جامع کلام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ فصل جماعت کے بیان میں ہے جاننا چاہیے کہ عبادت کی ایک رسم عام مقرر کرنے کے بغیر اور کوئی ایسی چیز نافع نہیں جس سے رسومات بیہودہ دور ہوسکیں اور وہ عبادت خبردار اور زجر کے روبرو ادا کیجائے اور ایسی شہری اور گاؤں کے رہنے والے برابر ہوں اور انکو اس عبادت کی وجہ سے آپسمیں فخر اور عزت کے دکھلانے کا موقع حاصل ہوسکے یہانتک کہ وہ عبادت انکی ایسی ضروریہ تدبیروں میں داخل ہوجائے کہ جسکو نہ چھوڑ سکیں اور نہ اہمیں تاخیر کرسکیں تاکہ عبادت خدا کی مؤید ہجائے اور لوگونکو طرف حق کے بلائے اور وہ چیز کہ جس سے انکو تکلیف کا خوف ہو انکو حق کی طرف کھینچکر لاوے اور نماز کے بغیر ایسی مہم بالشان اور بڑی دلیل عبادات میں سے اور کوئی نہیں ہے اسلئے نماز کی اشاعت لوگوں میں کرنی واجب ٹھہری اور اسکے لئے لوگوں کا جمع ہونا اور لوگوں کا اس نماز میں ایک دوسرے کے موافق ہونا بھی ضروری ہوا اور نیز یہ بات ہے کہ ملت اسلام میں بہت قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک عالم ہیں کہ انکے پیچھے اقتدا کی جاتی ہے اور ایک ایسا گروہ ہے جو کہ احسان کے درجہ حاصل کرنیمیں ایسی دعوت کے محتاج ہیں جو کہ ان کے دل میں رغبت اسلام کی پیدا کردے اور ایک قسم کا گروہ ضعیف الاعتقاد ہے کہ جب تک انکو لوگوں کے روبرو ادا کرنیکا حکم نہ کیا جائے تو وہ لوگ اسکو ادا کرنیمیں سستی کرتے ہیں ان تمام لوگوں کیلئے سب سے زیادہ فائدہ مند اور انکی مصلحت کے زیادہ موافق بجز ایسی عبادت کے کہ انکو یہ تکلیف دیجائے کہ خدا تعالی کی عبادت لوگوں کے روبرو ادا کرو اور کوئی چیز نہیں ہے تاکہ ادا کرنیوالا اسکے ترک کرنیوالے سے تمیز ہوجائے اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ کون رغبت سے ادا کرتا اور کون بے رغبتی سے پڑھتا ہے اور تاکہ عالم کی اقتدا کیجائے اور جاہل کو سکھایا جاوے۔ اور خدا تعالی کی عبادت انکے درمیان کسوٹی کی مانند ہوجائے کہ اسکو ایک گروہ کے سامنے پیش کیا جائے۔ جو امر انکار کے قابل ہے اسکو چھوڑ دیا جائے اور جو امر کرنے کے قابل ہے اسکو پکڑا جائے۔ اور

وخالصها وايضا فلاجتماع المسلمين راغبين فى الله راجين راهبين منه مسلمين وجوههم اليه خاصية عجيبة فى نزول البركات وتدلى الرحمة كما بينا فى الاستسقاء والحج وايضا فراد الله من نصب هذه الامة ان تكون كلمة الله هى العليا وان لا يكون فى الارض دين اعلى من الاسلام ولا يتصور ذلك الا بان يكون سنتهم ان يجتمع خاصتهم وعامتهم وحاضرهم وباديهم وصغيرهم وكبيرهم لما هو اعظم شعائره واشهر طاعاته فلهذه المعانى انصرفت العناية التشريعية الى شرع الجمعة والجماعات والترغيب فيها وتغليظ النهى عن تركها والاشاعة اشاعتان اشاعة فى الحى واشاعة فى المدينة والاشاعة فى الحى تتيسر فى كل وقت صلوة والاشاعة فى المدينة لا تتيسر الا غب طائفة من الزمان كالاسبوع اما الاولى فهى الجماعة وفيها قوله صلى الله عليه وسلم صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرين درجة وفى رواية بخمس وعشرين درجة وقد صرح النبى صلى الله عليه وسلم اولوح ان من المرجحات انه اذا توضأ فاحسن وضوءه ثم توجه الى المسجد لا ينهضه الا الصلوة كان مشيه فى حكم الصلوة وخطواته مكفرات لذنوبه وان دعوة المسلمين تحيط بهم من ورائهم وان فى انتظار الصلوات معنى الرباط والاعتكاف الى غير ذلك ثم ما نوه باحد العددين المذكورين

اور اس عبادت کے کھرے کھوٹے کی پہچان کی جائے اور نیز یہ وجہ ہے کہ مسلمان لوگ ایسی حالت میں جمع ہوں جب کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے اور امید رکھنے والے اور اپنی جانوں کو اسکے حوالے کرنے والے ہوں۔ برکات کے نازل ہونے کے لئے اور رحمت الٰہی کے چھا جانے اور قریب ہونے کے لئے عجیب خاصیت ہے جسکو ہم استسقاء اور حج میں بیان کر آئے ہیں۔ اور نیز یہ نکتہ ہے۔ کہ اس امت کے قایم کرنے سے خدا تعالیٰ کی یہ مراد تھی کہ خدا تعالیٰ کا کلمہ یعنی خدا تعالیٰ کا دین سب دینوں پر بلند رہے اور تمام روئے زمین پر اسلام سے اعلےٰ کوئی دین نہ ہو اور یہ اسوقت ہی متصور ہو سکتا ہے۔ جبکہ ان کے لئے ایک ایسا طریقہ مقرر کیا جائے کہ جس میں خاص و عام اور شہری اور دیہاتی اور چھوٹے اور بڑے ایسی عبادت کے ادا کرنے کے لئے جمع ہوں جو تمام عبادات سے زیادہ مشہور اور دین کے اعظم شعار سے ہو ان معانی مذکورہ کی عنایت شرعی اس طرف متوجہ ہوئی کہ جمعہ اور جماعت کو مقرر فرما دیوے اور انکے ادا کرنے کی ترغیب دے اور انکے چھوڑ دینے پر سخت ممانعت فرما دے۔ اور اشاعت (یعنی کسی حکم کا پھیلانا) دو قسم کا ہے ایک اشاعت اپنے قبیلہ میں اور ایک اشاعت تمام شہر میں۔ اور اپنی قوم اور قبیلہ میں تو اشاعت ہر نماز کے وقت آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اور تمام شہر میں بغیر کچھ دن وقفہ دینے کی اشاعت آسان نہیں۔ جیسے ہفتہ۔ اور قوم کے اندر اشاعت کرنے کے لئے جماعت مقرر کی گئی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صلوۃ الجماعۃ الخ یعنے جماعت کی نماز ستائیس درجہ اور ایک روایت میں ہے پچیس درجہ اکیلے نماز پڑھنے سے فضیلت میں بڑھی ہوئی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارتاً صریحاً ارشاد فرمایا ہے۔ کہ نماز کو ترجیح دینے والی یہ چیزیں ہیں۔ کہ جس شخص نے اچھی طرح سے وضو کیا اور پھر مسجد کی طرف فقط نماز پڑھنے کے لئے چلا۔ تو اسکا چلنا بھی نماز ہی کے حکم میں ہے۔ اور اسکے قدم اسکے گناہوں کے دور کرنے کے سبب بنجاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی دعا انکو پیچھے سے گھیر لیتی ہے اور نمازوں کی انتظار کے لئے بیٹھنے میں معنے رباط اور اعتکاف کے پائے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح کے اور مرجحات حدیثوں میں پائے گئے ہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو عددوں مذکورہ سے ایک کے ساتھ فضیلت کے درجوں کی تعین کی ہے۔

الا لنکتۃ بلیغۃ تمثلت عندہ صلے اللہ علیہ وسلم وقد ذکرناھا من قبل فراجع ولیس فی الحق الذی لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ جزاف بوجہ من الوجوہ وفیہا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ثلاثۃ فی قریۃ او بدو ولا تقام فیہم الصلوۃ الا قد استحوذ علیہم الشیطان[1] **اقول** ھو اشارۃ الی ان ترکھا یفتح باب التہاون وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لقد ھممت ان امر بحطب فیحتطب الحدیث[2] **اقول** الجماعۃ سنۃ موکدۃ تقام اللائمۃ علی ترکھا لانھا من شعائر الدین لکنہ صلی اللہ علیہ وسلم رای من بعض من ھنالک تاخرا واستبطاء وعرف ان سببہ ضعف النیۃ فی الاسلام فشدد النکیر علیہم واخاف قلوبہم ثم لما کان فی شہود الجماعۃ حرج للضعیف والسقیم وذی الحاجۃ اقتضت الحکمۃ ان یرخص فی ترکھا عند ذلک لیتحقق العدل بین الافراط والتفریط فمن انواع الحرج لیلۃ ذات برد ومطر ویستحب عند ذلک قول المؤذن الا صلوا فی الرحال ومنہا حاجۃ یعسر التربص بھا کالعشاء اذا حضر فانہ ربما تتشوف[3] النفس الیہ وربما یضیع الطعام وکمدافعۃ الاخبثین

اس میں بڑا بلیغ ایک نکتہ ہے۔ جو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک متمثل ہوا تھا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس جگہ سے تلاش کر لیں اور اس دین حق میں کسی قسم کا باطل ادھر ادھر سے اثر نہیں کر سکتا اور نہ تخمینہ اٹکل ہی کام آتا ہے۔ اور جماعت کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من ثلاثۃ الخ یعنے کسی گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور انہوں نے جماعت سے نماز ادا نہیں کی تو ان پر شیطان غالب ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس حدیث سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ جماعت کے ترک کرنے سے سستی کا دروازہ دین میں کھلتا ہے (یعنی دین کے کاموں میں از حد درجہ کی سستی واقع ہو جاتی ہے) اور نیز جماعت کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ الخ یعنے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں نے لکڑیاں جمع کرانے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ لوگوں کو امر کروں کہ لکڑیاں جمع کر دیں پھر نماز کے لئے اذان دی جائے پھر کسی اور آدمی کو امام بنا کر میں ان لوگوں کی تلاش کے لئے جاؤں۔ جو جماعت کے ساتھ حاضر نہیں ہوئے پھر ان کے گھروں کو جلا دوں الخ میں کہتا ہوں کہ جماعت سنت موکدہ ہے۔ اسکے چھوڑنے والے ملامت کے مستحق ہیں کیونکہ دین کے شعائر سے ہے چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسجگہ کہ بعض لوگوں میں تاخیر اور دیر ملاحظہ فرمائی تو معلوم کر لیا کہ انکا جماعت میں حاضر ہونے کا سبب ان کے اسلام کا ضعف ہے۔ اسواسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انپر سخت انکار اور ناراضگی فرمائی اور ان کے دلوں کو خوف دلایا پھر چونکہ بیمار اور ضعیف اور حاجت والے آدمی کو جماعت میں حاضر ہونے کی وجہ سے ایک قسم کی تکلیف لاحق ہوتی ہے تو حکمت خداوندی کا یہ منشا ہوا کہ لوگوں کو ایسی حالت میں جماعت کے چھوڑ دینے کی اجازت فرما دی جائے تاکہ افراط اور تفریط میں اعتدال ہو جائے۔ اور حرج کی قسموں سے ایک یہ قسم بھی ہے کہ بارش یا سردی کی رات ہو۔ اور ایسے اوقات میں مؤذن کے لئے یہ بات مستحب ہے (کہ اونچی جگہ کھڑا ہو کر) یہ آواز سنا دے الا صلوا فی الرحال۔ یعنے اے لوگو خبردار ہو جاؤ۔ اور اپنی اپنی جگہ نمازیں پڑھ لو۔ اور اس حرج کی قسم سے ایک ایسی حاجت بھی ہے۔ کہ اس سے رکنا مشکل ہو۔ جیسے رات کا کھانا جب سامنے رکھا جائے کیونکہ بہت مرتبہ ایسے واقع پیش آتے ہیں۔ کہ نفس رات کے کھانے کی انتظار میں رہتا ہے اور کئی مرتبہ کھانے کے ضائع ہو جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ اور نیز حرج کی قسم سے پاخانہ کی حاجت اور پیشاب کی بھی ضرورت ہے۔

[1] ای تحولی و تمام الحدیث فعلیک بالجماعۃ فانما یاکل الذئب القاصیۃ ۱۲ [2] تمامہ ثم آمر بالصلوۃ فیؤذن لہا ثم آمر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال لا یشہدون الصلوۃ فاحرق علیہم بیوتہم ۱۲ [3] ای متنظر ۱۲

فانہ بمعزل عن فائدۃ الصلوۃ مع ما بہ من اشتغال النفس ولا اختلاف بین حدیث لا صلوۃ بحضرۃ طعام وحدیث لا تؤخر والصلوۃ لطعام ولا لغیرہ اذ یمکن تنزیل کل واحد علی صورۃ او معنی اذ المراد نفی وجوب الحضور[1] لسد الباب التعمق وعدم التاخیر ھو الوظیفۃ لمن امن شر التعمق وذلک کتنزیل فطر الصائم وعدمہ علی الحالین او التاخیر[2] اذا کان تشوف الی الطعام وخوف ضیاع وعدمہ اذا لم یکن ذلک ماخوذ من حال العلۃ ومنھا ما اذا کان خوف فتنۃ کامرأۃ اصابت بخورا ولا اختلاف بین قولہ علیہ السلام اذا استأذنت امرأۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعھا وبین ما حکم بہ جمھور الصحابۃ من منعھن اذ المنھی الغیرۃ[3] التی تنبعث من الانفۃ دون خوف الفتنۃ والجائز ما فیہ خوف الفتنۃ وذلک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیرۃ غیرتان الحدیث وحدیث عائشۃ ان النساء احدثن الحدیث ومنھا[4] الخوف والمرض والامر فیھما ظاھر ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم للاعمی اتسمع النداء بالصلوۃ قال نعم قال فاجب ان سؤالہ کان فی العزیمۃ فلم یرخص لہ

کیونکہ جب نفس ان کے خیالات میں مشغول ہوگا۔ تو اسکو فائدہ نماز کا حاصل نہیں ہوگا۔ اور حدیث لا صلوۃ بحضرۃ طعام الخ اور حدیث لا تؤخر والصلوۃ لطعام میں کوئی اختلاف نہیں اور نہ ان کے علاوہ اور حدیثوں میں بھی۔ کیونکہ ہر حدیث کو ایک خاص صورت اور خاص معنی پر محمول کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ حدیث ثانی میں جو نہی وارد ہوئی ہے وہ طعام کے حاضر کرنے پر وارد ہوئی ہے یعنے طعام کا حاضر کرنا واجب نہیں گہرائی غور کے باب کی بندش کیلئے اور تاخیر نہ کرنا بھی اس شخص کا وظیفہ جو گہرائی غور کی برائی سے مامون ہو اور یہ ایسا ہے جیسے روزہ دار کے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی دو حالتوں کے متعلق۔ یا نماز کی تاخیر اسوقت کرنی چاہیے جب نفس کو کھانے کا شوق اور حاجت ہو اور یا ضائع ہونے کا خوف ہو اور جب یہ باتیں نہ ہوں تو نماز کی تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ اور دلیل اور علت کے حال سے یہ بات سمجھ آتی ہے۔ اور حرج کی قسم سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی فتنہ کا خوف ہو۔ جیسے عورت کا خوشبو لگا کر جماعت میں حاضر ہونا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اذا استاذنت یعنے اگر تم میں سے کسی کی بیوی مسجد کیطرف جانے کی اجازت طلب کرے تو اسکو روکنا نہ چاہیئے۔ اس میں اور جمہور صحابہ رضہ کے قول میں کہ انہوں نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے۔ کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ وہ غیرت منع ہے جو کہ تکبر اور غرور سے پیدا ہو۔ اسکا ثبوت اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الغیرۃ غیرتان الخ یعنے غیرت کی دو قسمیں ہیں۔ اور حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے چنانچہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا ہے۔ ان النساء احدثن الخ۔ اور حرج کی قسموں میں سے ایک خوف اور ایک مرض ہے۔ اور ان میں حرج کا ہونا ظاہر ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں۔ کہ جو آپ نے ایک نابینے کو فرمائے تھے۔ اتسمع النداء بالصلوۃ قال نعم قال فاجب۔ کیا تو بانگ کے آواز سنتا ہے۔ تو اُسنے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ۔ تو آپنے فرمایا۔ اس کی اجابت کر۔ یعنے جماعت کے لیئے حاضر ہو۔ یہ معنے ہیں۔ کہ اسکا سوال عزیمت میں تھا (یعنی کس کام میں درجہ ہے) اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو رخصت نہیں دی۔

[1] ای نہی وارد علی احضار الطعام فی الحدیث الثانی ۱۲ [2] ای تاخیر الصلوۃ ۱۲ [3] ای من الغیرۃ وقولہ غیرتان یعنی احدٰہما یحب اللہ وثانیتہما یبغض اللہ فالاولی الغیرۃ فی الریبۃ ای موضع التہمۃ والثانیۃ الغیرۃ فی غیر ریبۃ ۱۲ [4] ای انواع الحرج وقولہ فی العزیمۃ ای لا رخصۃ فی ترک الجماعۃ ۱۲

ثم وقعت الحاجة الى بيان الاحق بالامامة وكيفية الاجتماع ووصية الامام ان يخفف بالقوم والماموميين ان يحافظوا على اتباعه وقصة معاذ رض فى الاطالة مشهورة فبين هذه المعانى باوكد وجه وهو قوله يؤم القوم اقرؤهم لكتاب الله فان كانوا فى القراءة سواء فاعلمهم بالسنة فان كانوا فى السنة سواء فاقدمهم هجرة فان كانوا فى الهجرة سواء فاقدمهم سنا ولا يؤمن الرجل فى سلطانه وسبب تقديم الاقرأ انه صلى الله عليه وسلم حد للعلم حدا معلوما كما بينا وكان اول ما هنالك كتاب الله لانه اصل العلم وايضا فانه من شعائر الله فوجب ان يقدم صاحبه وينوه بشأنه ليكون ذلك داعيا الى التنافس فيه وليس كما يظن ان السبب احتياج المصلى الى القراءة فقط ولكن الاصل حملهم على المنافسة فيها وانما تدرك الفضائل بالمنافسة وسبب خصوص الصلاة باعتبار المنافسة احتياجها الى القراءة فليتدبر ثم من بعدها معرفة السنة لانها تلو الكتاب وبها قيام الملة وهى ميراث النبى صلى الله عليه وسلم فى قومه ثم بعده اعتبرت الهجرة الى النبى صلعم لان النبى عليه الصلاة والسلام عظم امر الهجرة ورغب فيها ونوه بشأنها وهذا من تمام الترغيب والتنويه

پھر اسکے بعد اسبات کے بیان کرنیکی ضرورت پڑی کہ امامت کیلئے کون شخص بہتر ہے اور اجتماع کا طریقہ کسطرح ہونا چاہیے اور امام کو ایسی وصیت کی جائے کہ لوگوں کو ہلکی نماز پڑھائے اور مقتدیوں کو یہ وصیت کی جائے کہ امام کی تابعداری کریں اور حضرت معاذ رض کا قصہ نماز کے طویل کرنے میں مشہور ہے۔ پس اسی واسطے ان مذکورہ باتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید سے بیان فرمایا ہے۔ اور آپنے فرمایا ہے یؤم القوم الخ یعنے سب سے زیادہ شخص لایق امامت کے وہ ہے جو قرآن مجید کو اچھا پڑھتا ہو اور تمام (قرآن مجید کے پڑھنے والے) قرآن کے پڑھنے میں برابر ہوں تو پھر امامت کے لائق وہ ہے جو حدیث کے احکام سے واقف ہو اور اگر حدیث کے احکام میں بھی برابر ہوں پھر وہ شخص امامت کے لائق ہے جس نے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں پھر امامت کے لائق وہ ہے جو عمر میں بڑا ہو۔ اور کوئی شخص دوسرے شخص کی سلطنت کی جگہ امام بن کر کھڑا ہو جائے (یعنی بغیر اجازت امام کے اسکی جگہ پر کھڑا نہ ہو جائے) اور قاری کے مقدم کرنے کی یہ وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کیلئے ایک معین مقرر فرمادی ہے جیسے کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسوقت میں سب سے پہلے کتاب اللہ تھی کیونکہ وہ تمام علوم کا اصل ہے۔ نیز یہ وجہ ہے کہ قرآن مجید شعائر خداوندی سے ایک شعار ہے اس لئے ضروری ہوا کہ قاری کو امام بنایا جائے۔ اور اس کی تعظیم کیجائے تاکہ اسوجہ سے لوگوں کے دلوں میں قرآن مجید پڑھنے کی محبت اور حرص پیدا ہو جائے اور قاری کے مقدم کرنے کی یہ وجہ نہیں جو کہ بعض نے بیان کی ہے۔ کہ نماز پڑھنے والے کو فقط قرآن پڑھنے کی حاجت ہے۔ بلکہ اصل وجہ قاری کے مقدم کرنے کی یہ ہے کہ لوگوں کے دل میں شوق اور حرص پیدا ہو اور قرأت خوب شوق سے سیکھیں اور زیادہ شوق اور حرص کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر فضیلت ہو سکتی ہے۔

پھر اسکے بعد علم حدیث کی معرفت ہے کیونکہ حدیث کا درجہ قرآن کے بعد ہے اور حدیث سے دین اسلام کا قیام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علم حدیث ہی تمام امت کیلئے وراثت ہے۔ پھر تقدیم ہجرت کا لحاظ ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کو ایک عظیم الشان امر قرار دیا ہے۔ اور اسکے لئے بڑی رغبت دلائی ہے اور اسکی عظمت پر آگاہ کیا ہے اور تقدیم مہاجر کی ترغیب اور تنویہ کے تتمہ سے ہے یعنی مہاجر کے امام بنانے سے یہ غرض ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ہجرت کا شوق پیدا ہو۔ اور ہجرت کو دین کے امور سے ایک بڑا عظیم امر خیال کریں۔

سلہ لے مکان ترجمہ ۱۲

ثم زیادة السن اذ السنة الفاشیة فی الملل جمیعها توقیر الکبیر ولانه اکثر تجربة واعظم حلما وانما نهی عن التقدم علی ذی سلطان فی سلطانه لانه یشق علیه ویقدح فی سلطانه فشرع ذلک ابقاء علیه وقوله صلی الله علیه وسلم اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیهم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی احدکم لنفسه فلیطول ما شاء **اقول** الدعوة الی الحق لا تتم فائدتها الا بالتیسیر والتنفیر یخالف الموضوع والشیئ الذی یکلف به جمهور الناس من حقه التخفیف کما صرح النبی صلی الله علیه وسلم حیث قال ان منکم منفرین قوله صلی الله علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فلا تختلفوا علیه فاذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد واذا سجد فاسجدوا واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعین وفی روایة واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین **اقول** بدء الجماعة ما اجتهده معاذ رضی الله برایه فقرره النبی صلی الله علیه وسلم واستصوبه وانما اجتهد لانه به تعیین صلاتهم واحدة ودون ذلک انما هو اتفاق فی المکان دون الصلوة وقوله صلی الله علیه وسلم اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا منسوخ بدلیل امامة النبی صلی الله علیه وسلم فی آخر عمره جالسا والناس قیام والسر فی هذا النسخ ان جلوس الامام وقیام القوم یشبه فعل الاعاجم فی افراط تعظیم

پھر بڑی عمر کا اعتبار ہے۔ کیونکہ تمام دینوں میں یہ طریقہ جاری ہے۔ کہ بڑوں کی عزت کرتے ہیں۔ نیز یہ وجہ ہے کہ بڑے عمر کے آدمی تجربہ اور بردباری میں جوانوں سے بڑھے ہوتے ہیں۔ اور جو شخص کہ اپنی سلطنت پر قائم ہو تو اسی جگہ اور شخص اگر کے کھڑا ہو جائے اسکی ممانعت آپنے اسوجہ سے کی ہے کہ پہلے شخص کو یہ بات ناگوار گذرے گی اور اس کی سلطنت میں نقصان واقع ہوگا۔ پس یہ امر آپنے فرمایا تاکہ وہ شخص اپنی سلطنت پر قائم رہے اور اپنی سلطنت کو قایم رکھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اذا صلی احدکم الخ یعنے تم میں سے اگر کوئی آدمی لوگوں کا امام بنے تو ہلکی نماز پڑھے۔ کیونکہ مقتدیوں میں بیمار اور ضعیف اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔ اور جب اکیلا پڑھے تو جتنی قدر چاہے نماز میں درازی کرلے (میں کہتا ہوں۔ کہ حق کی طرف بلانے کا فائدہ پورے طریق پر اسوقت حاصل ہوتا ہے جبکہ پکارا اور دعوت میں آسانی ہو اور نفرت میں ڈالنا عبادت کے موضوع کے مخالف ہے۔ اور جس عبادت کے ادا کرنے کی تمام مخلوق کو تکلیف دیجائے اسکے حق میں یہ ضروری بات ہے کہ اسمیں تخفیف کیجائے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے متعلق صراحتًا ارشاد فرمایا ہے ان منکم منفرین۔ یعنی تم میں سے بعض ایسے آدمی ہیں کہ لوگوں کو عبادت سے نفرت دلاتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما جعل الامام الخ یعنے امام تو اسلئے ہوتا ہے کہ اسکی اقتدا کیجائے۔ پس اسکی مخالفت نہ کرو جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرلو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو (میں کہتا ہوں۔ کہ جماعت ابتدا حضرت معاذ رض کے اجتہاد سے ہوئی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو برقرار رکھا اور حضرت معاذ رض کی رائے کو درست رکھا۔ اور حضرت معاذ رض نے یہ عقلی اجتہاد اسواسطے کیا کہ اس جماعت کیوجہ سے تمام لوگوں کی ایک جماعت ہو جاتی ہے اور بغیر جماعت کے اگرچہ لوگوں کا اجتماع ایک جگہ مسجد میں تو ہو جاتا ہے مگر نماز میں تو اجتماع نہیں ہو سکتا بلکہ ہر ایک کی جدا جدا نماز ہوتی ہے اور نبی ﷺ کا یہ قول اذا صلے جالسًا الخ منسوخ ہے ساتھ اس دلیل کے کہ آپنے اخیر عمر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور تمام مقتدی کھڑے تھے اور اس قول کے منسوخ ہونے میں یہ راز ہے۔ کہ امام کی بیٹھنے کی حالت اور قوم کی کھڑے ہونیکی حالت میں عجمیوں کی حالت کے ساتھ مشابہت لازم آتی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے

ملوكهم كما صرح به فى بعض روايات الحديث فلما استقرت الاصول الاسلامية وظهرت المخالفة مع الاعاجم فى كثير من الشرائع رجح قياس آخر وهو ان القيام ركن الصلوة فلا يترك من غير عذر للمقتدى قوله صلى الله عليه وسلم ليلينى منكم اولو الاحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثلاثا واياكم وهيشات الاسواق **اقول** ذلك ليتقرر عندهم توقير الكبراء وليتنافسوا فى عادة اهل السودد ولئلا يشق على اولى الاحلام تقدم من دونهم عليهم ونهى عن الهيشات تأدبا وليتمكنوا من تدبر القرآن وليتشبهوا بقوم ناجوا الملك قوله صلى الله عليه وسلم الا تصفون كما تصف الملائكة عند ربها **اقول** لكل ملك مقام معلوم وانما وجدوا على مقتضى الترتيب العقلى فى الاستعدادات فلا يمكن ان يكون هنالك فرجة قوله صلى الله عليه وسلم انى لارى الشيطان يدخل من خلل الصف كانها الحذف **اقول** قد جربنا ان التراص فى حلق الذكر سبب جمع الخاطر ووجدان الحلاوة فى الذكر وسد الخطرات وتركه ينقص من هذه المعانى والشيطان يدخل كلما انتقص شىء من هذه المعانى فرأى ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم متمثلا بهذه الصورة وانما راى فى هذه الصورة لان دخول الحذف اقرب ما يرى فى العادة من مجىء شىء فى المضايق مع السواد المشعر بقبح السريرة

بادشاہوں کی حد سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں۔ جیسے کہ بعض حدیثوں میں اسکی تصریح ہے پس جب قواعد اسلامیہ مستحکم ہوگئے اور بہت سے احکام میں عجمیوں کے ساتھ مخالفت ظاہر ہوگئی تو اس اجتہاد پر دوسرے قیاس کو ترجیح دی گئی وہ یہ ہو کہ کھڑا ہونا نماز کا رکن ہے کہ اسکا چھوڑنا بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور مقتدی جو ہیں انکو کوئی عذر نہیں ہے (سواسطے اگر امام بوجہ عذر کے بیٹھ جائے تو مقتدی کھڑے رہیں) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیلینی منکم الخ یعنے تم میں سے جو عقل والے اور دانا ہیں وہ میرے نزدیک کھڑے ہوں پھر ان کے متصل وہ لوگ جو ان کی دانائی وفہم کے قریب ہوں تین مرتبہ یہ الفاظ اپنے فرمائے ہیں اور بازاروں کے شور وغل سے اپنے آپکو بچاؤ میں کہتا ہوں کہ یہ آپنے اسوجہ سے فرمایا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں بڑوں کی عزت کا تقرر اور جماؤ ہو جائے اور بڑوں اور شریفوں کی عادت سیکھنے کیلئے حریص ہو جائیں اور کم درجہ کے لوگوں کے مقدم ہونے سے عقلاء کو ناگواری نہ گذرے۔ اور شور وغل سے منع فرمایا واسطے ادب سکھلانے کے تاکہ قرآن مجید اچھی طرح سے فکر اور سوچ کر سکیں اور تاکہ ایسے لوگوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر سکیں جو کہ اپنے بادشاہ کے روبرو عرض معروض کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا تصفون الخ یعنے جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے روبرو صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں تم اسطرح صفیں کیوں نہیں بناتے تو صحابہ رضنے عرض کی کہ وہ کس طرح کھڑے ہوتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ وہ پہلی صف کو پوری کرتے ہیں اور اسمیں کوئی خالی جگہ نہیں چھوڑتے (میں کہتا ہوں۔ کہ ہر فرشتے کے لے ایک درجہ معلوم ہے اور ترتیب عقلی کے موافق ان میں استعداد پیدا کی ہے۔ اسلئے یہ ممکن نہیں کہ انکے درمیان کوئی فرجہ (یعنی فاصلہ) واقع ہو اور نبی ع م نے فرمایا ہے انی لاری الخ یعنے میں شیطان کو دیکھ رہا ہوں کہ صفوں کے فرجہ میں داخل ہوتا ہے گویا کہ بھیڑ کا سیاہ بچہ ہے (میں کہتا ہوں، کہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقہ میں ملکر بیٹھنے سے دل کو اچھی طرح سے جمعیت حاصل ہوتی ہے اور ذکر میں خوب لذت آتی ہے اور خیالات پریشانہ دور ہو جاتے ہیں اور اس اتصال کے چھوڑنیکی وجہ سے ان تمام معانی میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور جب ان معانی میں سے کسی میں کمی واقع ہوگئی تو شیطان کا دخل اسمیں ہو جاتا ہے بس یہی وقت نبی ع م نے شیطان کو ایسی صورت پر دیکھا اور اس خاص صورت کو دیکھنے کی یہ وجہ ہے کہ بھیڑ کے بچہ کو عادت کے اعتبار سے دیکھا گیا ہے کہ ہجوم کے وقت تنگ جگہوں میں داخل ہو جاتا ہے بھیڑ سیاہ کے دیکھنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اسکی خلقت بری ہے

جمع سوق ۔ رفع الاصوات واللغط

له تمامه فقلنا يا رسول الله وكيف تصف الملائكة عند ربها قال يتمون الصفوف الاولى ويتراصون فى الصف ۱۲ سله له فرجة ۔ والحذف ولد الغنم الاسود ۔ مراس السلاسق ۱۲

فتمثل الشيطان بتلك الصورة قوله صلى الله عليه وسلم لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم قوله صلى الله عليه وسلم اما يخشى الذى يرفع راسه قبل الامام ان يحول الله راسه راس حمار **اقول** كان النبى صلى الله عليه وسلم امرهم بالتسوية والاتباع ففرطوا وسجل عليهم فلم ينزجروا فغلظ التهديد واخافهم ان اصروا على المخالفة ان يلعنهم الحق اذ منابذة التدبيات الالهية جالبة للعن واللعن اذا احاط باحد يورث المسخ او وقوع الخلاف بينهم والنكتة فى خصوص الحمار انه بهيمة يضرب به المثل فى الحمق والاهانة كذلك هذا العاصى غلب عليه البهيمية والحمق وفى خصوص مخالفة الوجوه انهم اساؤا الادب فى اسلام الوجه لله فجوزوا فى العضو الذى اساؤا به كما فى كى الوجوه او اختلفوا صورة بالتقدم والتاخر فجوزوا بالاختلاف معنى والمنافسة قوله صلى الله عليه وسلم اذا جئتم الى الصلوة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوه شيئا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلوة **اقول** ذلك لان الركوع اقرب شبها بالقيام فمن ادرك الركوع فكانه ادركه وايضا فالسجدة اصل اصول الصلوة والقيام والركوع تمهيد له وتوطئة قوله

تو اسوجہ سے شیطان کی ایسی صورت بنی ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لتسون صفوفکم الخ یعنے اپنی صفوں کو برابر سیدھی کرو ورنہ خدا تعالیٰ تمہارے چہروں کو پیٹھ کیطرف پھیر دیگا یا کسی حیوان کی صورت پر بدلادیگا ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اما یخشی الذی الخ یعنے جو شخص کہ امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنا سر اٹھالیتا ہے اسکو اس بات کا خوف نہیں کہ اسکے سر کو اللہ تعالیٰ گدھے کے سر کے ساتھ تبدیل کردے ۔ میں کہتا ہوں کہ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انکو صفوں کے برابر کرنے اور امام کی تابعداری کا حکم فرمایا مگر انہوں نے اسمیں کوتاہی کی تو آپ نے انکو تنبیہ اور تہدید کی ۔ پھر بھی باز نہ آئے تو آپ نے بڑی شدت سے ڈرایا اور انکو اسبات کا خوف دلایا ۔ کہ اگر تم مخالفت پر اصرار کروگے تو تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت وارد ہوگی کیونکہ خدا تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنا یہ سبب لعنت کا ہے اور جب خدا تعالیٰ کی لعنت کسی کو گھیر لیتی ہے تو اسکی وجہ سے یا کسی کی صورت تبدیل ہوجاتی ہے یا انکے درمیان مخالفت واقع ہوجاتی ہے اور گدھے کے ساتھ خاص کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ اس جیسا اور کوئی حیوان بیوقوف اور ذلیل نہیں ہے اور ایسے ہی اس عاصی پر بھی حیوانیت اور بیوقوفی غالب آگئی اور چہروں کی مخالفت کیلئے خاص ہونے میں یہ وجہ ہے کہ انہی چہروں نے خدا تعالیٰ کی تابعداری کرنے کے وقت بے ادبی کی ہے پس ان اعضاء کو ہی سزا دینی چاہیے کہ جنہوں نے ایسے قصور کیے ہوں ۔ جیسے منہ پر داغ لگانے کی سزا دیجاتی یا انہوں نے ظاہر میں آگے پیچھے ہوکر اختلاف کیا تھا تو انکو معنوی اختلاف اور آپس میں جھگڑے فساد کی سزا دی گئی ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جئتم الی الخ یعنے جب تم نماز پڑھنے کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم بھی سجدہ میں شریک ہوجاؤ ۔ اور اس سجدہ کو نماز کے کسی رکن میں نہ سمجھنا ۔ اور جس نے میرے ساتھ رکوع کو ادا کرلیا تو اس نے رکعت کو پالیا ۔ اور جس نے رکعت کو پالیا اسکی نماز پوری ہوگئی " میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ رکوع کو قیام کے ساتھ مشابہت بہت قریب ہے (یعنی رکوع بھی قیام کے قریب ہے) تو جو آدمی امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوگیا ہے تو گویا وہ آدمی قیام میں شریک ہوگیا ہے ۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ سجدہ جو ہے یہ نماز کا اصل اصول ہے اور قیام اور رکوع اسکے لئے تمہید ہیں اور ذریعہ ہیں ۔

لہ یعنے بحولہا الی ادبارکم او مسخہا علی صورۃ بعض الحیوانات ۱۲ لہ لے الرکوع ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معہم فانہا لکما نافلۃ[1] اقول ذلک
لئلا یعتذر تارک الصلوٰۃ بانہ صلی فی بیتہ فیمتنع الانکار علیہ و لئلا تفترق کلمۃ المسلمین ولو بادی الرای ⁂

الجمعۃ

الاصل فیہا انہ لما کانت اشاعۃ الصلوٰۃ فی البلد بان یجتمع لہا اہلہا متعذرۃ کل یوم وجب
ان یعین لہا حد لا یسرع دورانہ جدا فیتعسر علیہم ولا یبطوا جدا فیفوتہم المقصود وکان
الاسبوع مستعملا فی العرب والعجم واکثر الملل وکان صالحا لہذا الحد فوجب ان یجعل میقاتہا
ذلک ثم اختلف اہل الملل فی الیوم الذی یوقت بہ فاختار الیہود السبت والنصاری الاحد لمرجحات
ظہرت لہم وخص اللہ تع ہذہ الامۃ بعلم عظیم نفث اولا فی صدور اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم
حتی اقاموا الجمعۃ فی المدینۃ قبل مقدمہ صلی اللہ علیہ وسلم وکشفہ علیہ ثانیا بان اتاہ جبرئیل
بمراۃ فیہا نقطۃ سوداء فعرف مراد بہذا المثال فعرف وحاصل ہذا العلم ان احق الاوقات
باداء الطاعات ہو الوقت الذی یتقرب فیہ اللہ الی عبادہ ویستجاب فیہ ادعیتہم لانہ ادنی
ان تقبل طاعتہم وتؤثر فی صمیم النفس وتنفع نفع عدد کثیر من الطاعات وان للہ وقتا دائرا

ورنبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذ صلیتما فی رحالکما الخ یعنے جب تم نے اپنی اپنی جگہ پر نماز پڑھ لی ہو پھر ایسی مسجد
کی طرف آؤ کہ جس میں جماعت ہوتی ہو تو تم پھر جماعت کے ساتھ بھی نماز پڑھ لو - یہ تمہارے لئے نفل ہو جائینگے - میں
کہتا ہوں کہ یہ اس لئے ہے کہ تارک نماز یہ عذر نہ پیش نہ کر سکے کہ میں تو نماز گھر پر پڑھ آیا ہوں - پس اسکو انکار سے منع کیا جائے
اور تاکہ ظاہر میں مسلمانوں کے کلمہ میں فرق نہ پڑ جائے ⁂

فصل جمعہ کے بیان ہے جمعہ کے مقرر کرنے میں اصل وجہ یہ ہے - چونکہ نماز کی اشاعت ہر روز شہر میں اس طریقے پر کرنی کہ شہر کے تمام لوگ اسکے لئے جمع ہوں مشکل تھی - اس لئے
ضروری ہوا - کہ اس اشاعت کیلئے ایک ایسی حد مقرر کیجائے کہ نہ جلدی سے اسکا دوران آجائے تاکہ لوگوں پر دشواری
نہ ہو جائے اور نہ بہت مدت کے بعد آئے تاکہ لوگوں کا مقصود نہ فوت ہو جائے اور ہفتہ کی مقدار کا استعمال تمام عرب
اور عجم اور اکثر ملتوں میں کیا جاتا ہے - اور ہفتہ اس حد بنانے کے لائق بھی ہے - پس واجب ہوا کہ اشاعت کا وقت
یہ ہفتہ ہی مقرر کیا جائے - پھر تمام اہل ملت نے اس بات میں اختلاف کیا کہ اشاعت کا دن کونسا مقرر ہونا چاہیئے تو یہود نے ہفتہ
کا دن اور نصاری نے اتوار کا دن بوجہ کسی مرجحات کے جو انکو پسند آئے مقرر کر لئے اور اللہ تع نے اس امت کو علم
عظیم کے ساتھ خاص کیا - کہ پہلے اس علم کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلب میں القا فرمایا - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف
لانے کے پہلے صحابہ رض نے مدینہ شریف میں جمعہ قائم کیا - پھر دوسری مرتبہ کشف کے ذریعہ سے نبی علیہ السلام کو
دکھایا گیا وہ یہ ہے کہ جبرائیل ع م ایک شیشہ کو کہ اسمیں سیاہ نقطہ تھا لیکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے - اور
اس مثال سے جو مقصود تھا وہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو تبلایا - اور آپنے معلوم کر لیا - اور اس علم کا حاصل یہ ہے - کہ عبادات
کے ادا کرنے کے لئے سب سے بہتر وہ وقت ہے کہ جسمیں خدا تع کو اپنے بندوں کے ساتھ تقرب ہوتا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول
کیا جاتا ہے - کیونکہ انکی عبادات ایسے وقت میں جلدی قبول ہوتی ہیں - اور صمیم نفس میں اثر کرتی ہیں اور ایک عبادت
بہت سی عبادات کا نفع بخشتی ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالی کے لئے ایک وقت مقرر ہے -

[1] قالا رجلین لم یصلیا معہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالہما فقالا انا صلینا فی رحالنا قال فلا تفعلا اذا صلیتما الخ وقولہ فی رحالکما ای منازلکما ۱۲

بد وران الاسبوع يتقرب فيه الى عباده وهو الذى يتجلى فيه لعباده فى جنة الكثيب وان اقرب مظنة لهذا الوقت هو يوم الجمعة فانه وقع فيه امور عظام وهو قوله صلى الله عليه وسلم خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه ادخل الجنة وفيه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا يوم الجمعة والبهائم تكون فيه مسيخة يعنى فزعة مرعوبة كالذى ماله صوت شديد وذلك لما يترشح على نفوسهم من الملاء السافل ويترشح عليهم من الملاء الاعلى حين تفزع اولا لنزول القضاء وهو قوله صلى الله عليه وسلم كسلسلة على صفوان حتى اذا فزع عن قلوبهم الحديث[1] وقد حدث النبى صلى الله عليه وسلم بهذه النعمة كما امره ربه فقال (نحن الآخرون السابقون يوم القيامة) يعنى فى دخول الجنة او العرض للحساب (بيد انهم وتوا الكتاب من قبلنا واوتيناه من بعدهم) يعنى غير هذه الخصلة فان اليهود والنصارى تقدموا فيهما (ثم هذا يومهم الذى فرض عليهم) يعنى الفرد المنتشر الصادق الجمعة فى حقنا وبالسبت والاحد فى حقهم (فاختلفوا فيه فهدانا الله له) اى لهذا اليوم كما هو عند الله وبالجملة فتلك فضيلة خص الله بها هذه الامة واليهود والنصارى لم يفتهم اصل ما ينبغى فى التشريع

کہ جس میں اپنے بندوں کے ساتھ قریب ہوتا ہے اور وہ وقت ہفتہ کے دنوں کیطرح گردش کرتا ہے اور اس وقت میں اپنے بندوں کے لئے جنت کثیف میں تجلی فرماتا ہے اور غالب اور قریب گمان یہ ہے کہ وہ وقت جمعہ کا دن ہے کیونکہ اس جمعہ کے دن بڑے بڑے امور واقع ہوتے ہیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر یوم طلعت الخ یعنے تمام دنوں سے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے بہتر دن جمعہ کا دن ہے اسمیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہے۔ اور اسی دن میں جنت میں داخل کئے گئے ہیں اور اسی دن جنت سے نکالے گئے ہیں اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی اور حیوانات جمعہ کے دن گھبرا جاتے ہیں اور پریشان اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں جیسے کہ کوئی چیز کسی سخت آواز سے ڈرتی ہے۔ یہ اسلئے ہے کہ انکے نفوس پر عالم سفلی سے ٹپکاؤ ہوتا ہے اور ان پر عالم علوی سے اول وہ حکم ربی سے کانپتے ہیں۔ اور وہ فرمان حضور ہے کہ جیسے کسی چٹان پر زنجیر لگنے کی طرح ہے۔ یہانتک کہ جب ان کے دل کانپنے اور ڈرتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی اس نعمت کو بیان فرمایا ہے فقال (نحن الآخرون الخ) یعنے ہم دنیا میں سب سے آخر میں آئے ہیں اور قیامت کے روز جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے یا ہمارا حساب کتاب سب سے پہلے ہوگا۔ فقط انکو کتاب پہلے دی گئی ہے اور ہمکو کتاب بعد میں اس لحاظ سے یہود و نصاریٰ ہم سے مقدم ہیں پھر اسدن کی عبادت جو کہ ہفتہ کے دنوں میں گردش کرتا ہے اور جو صادق ہے ان پر فرض کی گئی تو اس میں انہوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہفتہ اور اتوار کو مقرر فرما دیا۔ اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کی ہدایت کی۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ کو منظور تھا اور خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس فضیلت کے ساتھ مختص کیا ہے۔ اور جو چیز کہ شریعت میں اصل ہے اس سے یہود اور نصاریٰ بھی محروم نہیں کئے گئے۔

---

[1] والحديث بتمامه رواه البخارى عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال ان نبى الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قضى الله تعالى الامر فى السماء ضربت الملائكة عليهم السلام باجنحتها خضعانا لقوله كانه سلسلة على صفوان اى سمعوا صوتا كجر سلسلة على حجارة فاذا فزع عن قلوبهم اى كشف عنهم الفزع قالوا ماذا قال ربكم الحديث ١٢

وکذلک الشرائع السماویۃ لاتخطیٔ قوانین التشریع وان امتاز بعضها بفضیلۃ زائدۃ ونوّہ صلی اللہ علیہ وسلم بهذہ الساعۃ وعظم شانها فقال لا یوافقها مسلم یسأل اللہ فیها خیرا الا اعطاہ ایاہ ثم اختلفت الروایۃ فی تعیینها **فقیل** هی ما بین ان یجلس الامام الی ان تنقضی الصلوۃ لانها ساعۃ تفتح فیها ابواب السماء ویکون المؤمنون فیها راغبین الی اللہ فقد اجتمع فیها برکات السماء والارض **وقیل** بعد العصر الی غیبوبۃ الشمس لانها وقت نزول القضاء وفی بعض الکتب الالهیۃ ان فیها خلق آدم وعندی ان الکل بیان اقرب مظنۃ ولیس بتعیین ثم مست الحاجۃ الی بیان وجوبها والتاکید فیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لینتهین اقوام عن ودعهم الجمعات او لیختمن اللہ علی قلوبهم ثم لیکونن من الغافلین **اقول** هذا اشارۃ الی ان ترکها یفتح باب التهاون وبہ یستحوذ الشیطان وقال صلی اللہ علیہ وسلم تجب الجمعۃ علی کل مسلم الا امراۃ او صبی او مملوک وقال صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ علی من سمع النداء **اقول** هذا رعایۃ للعدل بین الافراط والتفریط وتخفیف لذوی الاعذار والذین یشق علیهم الوصول الیها او یکون فی حضورهم فتنۃ والی استحباب التنظیف بالغسل والسواک والتطیب ولبس الثیاب لانها من مکملات الطهارۃ فیتضاعف التنبہ لخلۃ النظافۃ وهو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیونکہ تمام آسمانی شریعتوں کا یہ حال ہے کہ شریعت کے قانون ان میں موجود ہوتے ہیں۔ اور کوئی قانون چھوڑا نہیں جاتا۔ اگرچہ بعض کو بعض پر کسی زیادہ فضیلت کی وجہ سے امتیاز ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ساعت کے بڑے درجے اور مراتب بیان فرمائے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا ہے لا یوافقها مسلم الخ یعنے وہ ایسی گھڑی ہے کہ اس ساعت میں اگر کوئی مسلمان اپنی نیک حاجت کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اسکی حاجت کو پوری کردیتا ہے۔ پھر اس ساعت کی تعیین میں مختلف روایات آئی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس ساعت کا وقت امام کے بیٹھنے سے لیکر اسکے نماز سے فارغ ہونے تک کا ہے کیونکہ یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور مومن بھی اسوقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوتے ہیں تو اسوقت میں دونوں برکتیں آسمان وزمین کی جمع ہوجاتی ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ عصر کے بعد سے لیکر سورج کے غروب ہونے تک اس ساعت کا وقت ہے کیونکہ اسوقت میں اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے ہیں اور بعض خداوندی کتب میں لکھا ہوا ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی اسی ساعت میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ آتا ہے کہ مذکورہ بالا جو باتیں بیان کی گئی ہیں اندازے بیان کئے گئے ہیں۔ کوئی اس ساعت کی تعیین نہیں ہے۔ پھر اس بات کی ضرورت پڑی کہ جمعہ کی تاکید کیجائے اور اسکو لوگوں پر واجب قرار دیا جائے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لینتهین اقوام الخ یعنے لوگوں کو چاہیئے کہ جمعہ پڑھنا نہ چھوڑیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مُہریں لگادیگا۔ پھر وہ غافل ہوجائینگے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس حدیث سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ جمعہ کی ترک کرنے سے دین میں سستی کرنے کا دروازہ کھلجاتا ہے اور اسوجہ سے شیطان کا غلبہ ہوجاتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجب الجمعۃ علی کل مسلم الخ یعنے جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر واجب ہے بغیر عورت اور لڑکے اور غلام کے اور نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الجمعۃ علی من سمع النداء یعنی جمعہ کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے جو اذان کی آواز سنتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان مذکورہ بالا حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام نے افراط اور تفریط کے درمیان اعتدال کی رعایت فرمائی ہے اور نیز معذورین کیلئے اور انکے لئے جنکو جمعہ تک پہنچنے میں تکلیف ہوتی ہے یا انکے حاضر ہونے میں فتنہ کا خوف ہو آپنے تخفیف فرمادی پھر اس بات کی ضرورت پڑی کہ لوگوں کیلئے نہانا اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانی اور عمدہ کپڑے پہننے مستحب کئے جائیں کیونکہ طہارت ان چیزوں سے کیا ہوتی ہے تو نفس کو اپنی پاکیزگی حاصل کرنے پر زیادہ تنبیہ ہوگی۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک ولانہ لابد لھم من یوم یغتسلون فیہ ویتطیبون لان ذلک من محاسن ارتفاقات بنی آدم ولما لم یتیسر کل یوم امر بذلک یوم الجمعۃ لان الامر بیّن یحض علیہ ویکمل الصلوۃ وھو قولہ علیہ السلام حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام یوما یغسل فیہ رأسہ وجسدہ ولانھم کانوا عملۃ لنفسھم وکان لھم اذا اجتمعوا ریح کریح الضأن فامروا بالغسل لیکون دافعا لسبب التنفیر ادعی للاجتماع بینہ ابن عباس وعائشۃ رض والی الامر بالانصات والدنو من الامام وترک اللغو والتبکیر لیکون ادنی الی استماع الموعظۃ والتدبر فیھا وبالمشی وترک الرکوب لانہ اقرب الی التواضع والتذلل لربہ ولان الجمعۃ تجمع المملق[1] والمثری فلعل من لا یجد المرکوب یستحی فاستحب سد ھذا الباب والی استحباب الصلوۃ قبل الخطبۃ لما بینا فی سنن الرواتب فاذا جاء والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیتجوز فیھما رعایۃ لسنۃ الراتبۃ وادب الخطبۃ جمیعا بقدر الامکان ولا تغتر فی ھذہ المسئلۃ بما یلھج بہ اھل بلدک فان الحدیث صحیح واجب اتباعہ والی النھی عن التخطی والتفریق بین اثنین واقامۃ احد لیخالف[2] الی مقعدہ لانھا مما یفعلہ الجھال کثیرا ویحصل بھا فساد ذات البین وھی بذر الحقد

لولا الخ یعنے اگر مجھکو امت | لے یکون خلیفتہ فے مقعدہ ۱۲

پر تکلیف پڑنے کا خوف نہ ہوتا کہ تو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم کردیتا۔ اور نیز لوگوں کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ ان کے لئے ایسا دن مقرر ہوتا ہے کہ اس میں غسل کرتے اور خوشبو لگاتے کیونکہ یہ بھی بندوں کی اچھی عادات میں داخل ہیں اور جب کہ ہر روز ایسے کام کرنے مشکل تھے۔ اسلئے جمعہ کے دن ان امور کے کرنے کا حکم کیا گیا۔ کیونکہ جمعہ کے دن ان باتوں کا مقرر کرنا جمعہ کا شوق پیدا کرتا ہے اور نماز بھی کامل ہوتی ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حق علی کل مسلم الخ یعنے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہر ہفتہ کے ایک دن میں غسل کیا کرے اور اپنے تمام جسم اور سر کو دھویا کرے اور نیز یہ وجہ ہے جیسے کہ ابن عباس رض اور عائشہ رض نے بیان فرمایا ہے۔ کہ یہ حکم ضروری اس لئے کیا گیا تھا۔ کہ وہ لوگ اپنے نفسوں کے لئے خود آپ ہی کاروبار کرتے تھے اور پسینہ ان کے بدنوں پر جمع ہو جاتا تھا جب وہ تمام ایک جگہ آکر جمع ہوتے تھے تو ان کے بدنوں سے بھیڑوں کی بدبو کی طرح بدبو نکلتی تھی۔ اس لئے یہ غسل وغیرہ کا حکم ضروری ہوا تھا۔ تاکہ نفرت کا سبب دور ہو جائے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ ملکر بیٹھ سکیں اور یہ بات بھی ضروری ہوئی کہ لوگوں کو چپ کرنے اور امام کے قریب ہونے اور بیہودہ باتیں کے چھوڑ دینے اور سویرے آنے کا حکم کیا جائے تاکہ پورے طریق سے وعظ نصیحت سن سکیں۔ اور اچھی طرح سے تدبر بھی کر سکیں اور نیز اسبات کی بھی ضرورت پڑی۔ کہ جمعہ کے لئے پیدل چلنے کا حکم کیا جائے کیونکہ یہ عاجزی اور انکساری کے قریب ہے نیز یہ وجہ ہے کہ جمعہ کے لئے تمام لوگ خواہ امیر ہو یا غریب ہوں جمع ہوتے ہیں پس شاید جس آدمی کو سواری نہ ملے وہ شرم کے مارے جمعہ میں حاضر نہ ہو تو اس لئے مناسب ہوا۔ کہ ایسا دروازہ ہی بند کیا جائے اور نیز اسبات کی بھی ضرورت پڑی کہ خطبہ سے پہلے کچھ نماز بھی مقرر کیجائے جس کی وجہ ہم پہلے سنت موکدہ میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر کوئی آدمی اسوقت جمعہ میں حاضر ہو۔ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو دو رکعت نماز ہلکی سی پڑھ لے۔ تاکہ موافق طاقت کے سنت موکدہ کی بھی رعایت اور خطبہ کے ادب کی بھی رعایت ہو جائے اور اس مسئلہ میں آپ نے شہر کے لوگوں کے شور وغل کرنے کی وجہ سے دھوکہ میں نہ آجائیں کیونکہ اسکے حق میں حدیث صحیح وارد ہوئی ہے اور اسکا اتباع کرنا واجب ہے اور نیز اسبات کی ضرورت ہوئی کہ لوگونکو ایک دوسرے کی گردن پھلانگنے سے اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق کرنے سے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر دوسرے آدمی کو خلیفہ بنانے سے منع کیا جائے کیونکہ جاہل آدمی اس قسم کی حرکتیں بہت کرتے ہیں جنکے ذریعہ آپس میں فساد پیدا ہوتا ہے اور حسد و کینہ کا بیج بویا جاتا ہے۔

[1] عطف علی بیان وجہ بہا ای قولہ تمت الحاجۃ الاسان ... [2] ای المفلس المثری الغنی ... ۱۲

ثو بين رسول الله صلى الله عليه وسلم ثواب من ادى الجمعة كاملة موفرة باٰدابها انه يغفر له ما بينه و بين الجمعة الاخرى وذلك لانه مقدار صالح للحلول فى لجة النور ودعوة المؤمنين وبركات صحبتهم وبركة الموعظة والذكر وغير ذلك وبين درجات التبكير وما يترتب عليها من الاجر بما ضرب من مثل البدنة والبقرة والكبش والدجاجة وتلك الساعات ازمنة خفيفة من وقت وجوب الجمعة الى قيام الخطبة واعلم ان كل صلوة تجمع الاقاصى والادانى فانما شفع واحد لئلا تثقل عليهم وان فيهم الضعيف والسقيم وذا الحاجة ويجهر فيهما بالقراءة ليكون امكن لتدبرهم فى القراٰن وانوه بكتاب الله ويكون فيها خطبة ليعلم الجاهل ويذكر الناسى وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الجمعة خطبتين يجلس بينهما ليتوفر المقصود مع استراحة الخطيب وتطرية نشاطه ونشاطهم وسنة الخطبة ان يحمد الله ويصلى على نبيه ويتشهد وياتى بكلمة الفصل وهى اما بعد ويذكر ويأمر بالتقوى ويحذر عذاب الله فى الدنيا والاخرة ويقرأ شيئا من القراٰن ويدعو للمسلمين وسبب ذلك انه ضم مع التذكير التنويه بذكر الله ونبيه وبكتابه الله لان الخطبة من شعائر الدين فلا ينبغى ان يخلو منها كالاذان وفى الحديث

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لئے جس نے کامل طریقے کے ساتھ مع تمام آداب کے جمعہ کو ادا کیا ہے ثواب بیان فرمایا ہے۔ کہ اسکے گناہ اس جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک بخش دیئے جاتے ہیں یہ بخشش اسلئے ہے کہ جمعہ کا ان تمام صفات کے ساتھ ادا ہونا ایسی کافی مقدار ہے کہ جس کی وجہ سے وہ آدمی خدا تعالیٰ کے نور کے دریا اور مسلمانوں کی دعا اور ان کی مجلس کی برکت اور وعظ نصیحت کی برکت کے دریا میں داخل ہو سکتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے درجات بیان فرمائے جو اول وقت میں آتا ہے۔ اور جو انکو اجر حاصل ہوتا ہے وہ بھی بیان فرمایا۔ اور اونٹ اور گائے اور دُنبہ اور مرغی کی مثال دیکر سمجھایا (یعنی جو سب سے پہلے آتا ہے اسکو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کہ اس نے ایک اونٹ خدا تعالیٰ کے نام پر قربانی کیا ہے دوسرے کو گائے کی قربانی کا ثواب ملتا الخ۔ اور ان ساعات کا تھوڑا سا وقت ہے۔ وہ یہ ہے کہ وجوب جمعہ سے امام کے خطبہ کے لئے کھڑے ہونے تک ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ جس نماز میں تمام اعلیٰ اور ادنےٰ لوگ جمع ہوں وہ دو رکعت مقرر کی گئی ہے۔ تاکہ انکو بوجھ معلوم نہ ہو اور نیز یہ وجہ ہے کہ لوگوں میں ضعیف اور بیمار ہو مسافر وغیرہ بھی ہوتے ہیں اور ان نمازوں میں قرآن مجید کے بلند آواز سے پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے تاکہ قرآن مجید میں تدبر کرنے پر قادر ہو جائیں اور قرآن مجید کی شان بھی ظاہر ہو جائے اور ایسی نماز ول میں خطبہ بھی مقرر کیا گیا ہے تاکہ جاہل آدمی علم حاصل کریں اور جو مسائل کو بھول گئے ہیں انکو پھر یاد آ جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خطبے مسنون فرمائے ہیں اور ان دونوں کے درمیان بیٹھنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ تاکہ مقصود بھی پورا ہو جائے اور خطبہ پڑھنے والے کو آرام بھی حاصل ہو جائے اور نیز یہ وجہ ہے کہ خطیب اور سننے والونکو نئے سرے سے خوشی حاصل ہو جائے اور خطبہ میں یہ مستحسن ہے۔ کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی تحمید کی جائے پھر نبی علیہ السلام پر درود پڑھا جائے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت کی شہادت ادا کرے۔ پھر فصل کے لئے یہ کلمہ کہے اما بعد پھر لوگوں کو وعظ نصیحت کرے اور پرہیزگاری حاصل کرنے کا حکم کرے اور خدائے تعالیٰ کے عذاب دنیاوی اور اُخروی سے ڈراوے اور کچھ آیات قرآن شریف کی پڑھے اور مسلمانوں کے لئے دعا مانگے اور خطبہ کے اس طریقے کے پڑھنے کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کی اور نبی علیہ السلام کا نام ذکر کیا جائے۔ جیسے آذان میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے۔

له اے الجی فی اول الوقت ۱۲

کالخطبۃ لیس فیھا تشھد فھی کالید الجذماء وقد تلقت الامۃ وتلقیا معنویا من غیر تلقی لفظ انہ یشترط فی الجمعۃ الجماعۃ ونوع من التمدن وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاؤہ رضی اللہ عنھم والائمۃ المجتھدون رحمھم اللہ تعالیٰ یجمعون فی البلدان ولا یؤاخذون اھل البدو بل ولا یقام فی عھدھم فی البدو ففھموا من ذلک قرنا بعد قرن وعصرا بعد عصر انہ یشترط لھا الجماعۃ والتمدن **اقول** ذلک لانہ لما کان حقیقۃ الجمعۃ اشاعۃ الدین فی البلد وجب ان ینظر الی تمدن وجماعۃ والاصح عندی انہ یکفی اقل ما یقال فیہ قریۃ لما روی من طرق شتی یقوی بعضھا بعضا خمسۃ لاجمعۃ علیھم وعد منھم اھل البادیۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ علی الخمسین رجلا **اقول** الخمسون تتقرے بھم قریۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ واجبۃ علی کل قریۃ واقل ما یقال فیہ جماعۃ لحدیث الانفضاض والظاھر انھم[1] لم یرجعوا واللہ اعلم فاذا حصل ذلک وجبت الجمعۃ ومن تخلف عنھا فھو الاٰثم ولا یشترط اربعون وان الامراء احق باقامۃ الصلوۃ وھو قول علی کرم اللہ وجھہ اربع الی الامام الخ ولیس وجود الامام شرطا واللہ اعلم بالصواب۔

کہ جس خطبہ میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت کی شہادت مذکور نہ ہو وہ کاٹے ہوئے ہاتھ کے مانند ہے۔ اور امت کے لوگوں کو معنے کے لحاظ سے یہ بات حاصل ہوئی ہے۔ مگر الفاظ موجود نہیں ہیں۔ کہ جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا اور ایک قسم کا شہر ہونا شرط ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے شہروں میں جمعہ پڑھا ہے اور دیہاتیوں پر گرفت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے زمانے میں کسی گاؤں میں جمعہ قائم ہی نہیں ہوا۔ اس وجہ سے پچھلے لوگوں نے یہ سمجھا کہ جمعہ کے لئے جماعت اور شہر کا ہونا شرط ہے۔

(میں کہتا ہوں) کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے مقرر کرنے کی یہ غرض ہے۔ کہ شہر میں دین کی اشاعت کی جائے اس لئے ضروری ہوا کہ شہر اور جماعت کا اعتبار کیا جائے۔ اور میرے نزدیک یہ بہتر ہے۔ کہ جس بستی پر کم سے کم قریہ کا اطلاق آتا ہو وہ جمعہ کے ادا کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ کئی طریقے سے حدیثیں مروی ہیں اور بعض بعض کی تقویت کرتی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ فرض نہیں۔ اور گاؤں کے رہنے والے کو بھی ان قسموں میں ذکر فرمایا ہے۔ اور نیز آپ نے فرمایا کہ جمعہ پچاس آدمی پر فرض ہے۔

(میں کہتا ہوں) کہ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ پچاس آدمی سے قریہ بن جاتا ہے۔ اور قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ واجبۃ الخ یعنے ہر قریہ پر جمعہ واجب ہے۔ یعنے کم سے کم جس پر جماعت کا اطلاق آسکے۔ حدیث انفضاض اس پر دلالت کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ وہ لوگ متفرق ہو کر پھر جمعہ کی طرف نہیں لوٹے واللہ اعلم بالصواب اور جس وقت شروع میں جماعت پائی جائے تو پھر جمعہ پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور جو جمعہ پڑھنے سے علیحدہ رہا وہ گناہ کا مستحق ہوتا ہے۔ اور تعداد چالیس آدمی کی کوئی شرط نہیں ہے، اور نماز جمعہ کی قائم کرنے کے لئے حاکم زیادہ حقدار ہیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ اربع الی الامام الخ یعنے امام کے بغیر چار رہوں۔ اور امام کا ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

[1] ای المتفرقین لم یرجعوا ای الی الجمعۃ بعد ما ذھبوا ۱۲

العیدان

الاصل فیہما ان کل قوم لہم یوم یتجملون فیہ ویخرجون من بلادہم بزینتہم وتلک عادۃ لا ینفک عنہا احد من طوائف العرب والعجم وقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ ولہم یومان یلعبون فیہما فقال ما ہذان الیومان قالوا کنا نلعب فیہما فی الجاہلیۃ فقال قد ابدلکم اللہ بہما خیرا منہما یوم الاضحی ویوم الفطر قیل ہما النیروز والمہرجان وانما بدلا لانہ ما من عید فی الناس الا وسبب وجودہ تنویہ بشعائر دین او موافقۃ ائمۃ مذہب او شیء مما یضاہی ذلک فخشی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ترکہم وعادتہم ان یکون ہنالک تنویہ بشعائر الجاہلیۃ او ترویج لسنۃ اسلافہا فابدلہما بیومین فیہما تنویہ بشعائر الملۃ الحنیفیۃ وضم مع التجمل فیہما ذکر اللہ وابوابا من الطاعۃ لئلا یکون اجتماع المسلمین بمحض اللعب ولئلا یخلو اجتماع منہم من اعلاء کلمۃ اللہ احدہما یوم فطر صیامہم واداء نوع من زکاتہم فاجتمع الفرح الطبیعی من قبل تفرغہم عما یشق علیہم واخذ الفقیر الصدقات والعقلی من قبل الابتہاج بما انعم اللہ علیہم من

یہ فصل عید فطر و بقرعید کے بیان میں ہے

اور دو عیدوں کے مقرر ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر قوم کے لئے ایک ایسا دن مقرر ہے کہ جس میں اپنا بناؤ سنگار بناتے ہیں اور زیب و زینت کے ساتھ اپنے شہر سے باہر جاتے ہیں اور یہ ایسی رسم اور عادت ہے کہ اس سے کوئی ملک بھی خواہ عرب ہو یا عجم ہو خالی نہیں ہے۔ اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو آپنے دیکھا کہ گروہ صحابہ رض کے لئے اور باقی لوگوں کے لیے دو دن مقرر ہیں۔ کہ جن میں لہو و لعب کرتے ہیں۔ تو آپنے فرمایا یہ کیسے دن ہیں۔ تو صحابہ رض نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ یہ وہ دن ہیں۔ کہ اسلام لانے سے پہلے بھی ہم ان دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ ان دو دنوں کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اور دو دن مقرر فرما دیئے ہیں جو ان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ وہ دو دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا دن ہے اور بعض نے کہا ہے وہ دو دن نیروز اور مہرجان کے تھے۔ اور یہ دن اس لئے بدل دیئے گئے۔ کہ لوگوں کے اپنے لئے خوشی کے دن مقرر کرنیکی یہ غرض ہوتی ہے کہ اسمیں اپنے شعائر دین کا اظہار کریں اور اپنے مذہب کے پیشواؤں کی موافقت کریں اور یا اپنے فخر وغیرہ کا اظہار کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اشتباہ کا خوف ہوا۔ اگر انکو اسی حالت پر اور انکی عادات پر چھوڑ دیا گیا تو شاید جاہلیت کی رسم باقی رہجائے اور ان کے پچھلے لوگوں کے طریقے کا رواج ان میں بدستور پایا جائے تو انکے عوض میں ایسے دو دن تبدیل فرمادیئے کہ جن میں ملت حنیفیہ کے شعائر کی عظمت پائی جائے اور زیب و زینت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ذکر اور ایک قسم کی اور عبادت بھی ملا دی گئی تاکہ انکا اجتماع فقط لہو و لعب کے واسطے نہ ہو۔ بلکہ انکے اجتماع میں خدا تعالیٰ کے کلمہ کی بلندی کی صفت بھی پائی جائے۔ اور پہلا وہ دن ہے کہ جس روز مسلمان اپنے روزوں سے فارغ ہو ایک قسم کی زکوٰۃ فطرانہ ادا کرتے ہیں پس انکو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک طبعی اور ایک عقلی طبعی تو اسلئے کہ وہ لوگ روزوں کی تکلیف سے فارغ ہوئے ہیں اور فقراء کو صدقات ملجاتے ہیں اور عقلی اسلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انپر یہ انعام کیا ہے۔

توفیق اداء ما افترض علیهم واسبل علیهم من ابقاء رؤس الاهل والولد الی سنة اخری والثانی یوم ذبح ابراهیم ولده اسمٰعیل علیهما السلام وانعام الله علیهما بان فداه بذبح عظیم اذ فیه تذکر حال ائمة الملة الحنفیة والاعتبار بهم فی بذل المهج والاموال فی طاعة الله وقوة الصبر وفیه تشبه بالحاج وتنویه بهم وشوق لما هم فیه ولذلك سن التکبیر وهو قوله تعالی ولتکبروا الله علی ما هداکم یعنی شکرا لما وفقکم للصیام ولذلك سن الاضحیة والجهر بالتکبیر ایام منی واستحب ترك الحلق لمن قصد التضحیة وسن الصلوة والخطبة لئلا یکون شیء من اجتماعهم بغیر ذکر الله وتنویه شعائر الدین وضم معه مقصد اٰخر من مقاصد الشریعة وهو ان کل ملة لابد لها من عرضة یجتمع فیها اهلها لتظهر شوکتهم وتعلم کثرتهم ولذلك استحب خروج الجمیع حتی الصبیان والنساء وذوات الخدور والحیض ویعتزلن المصلی ویشهدن دعوة المسلمین ولذلك کان النبی صلی الله علیه وسلم یخالف فی الطریق ذهابا وایابا لیطلع اهل کلتا الطریقین علی شوکة المسلمین ولما کان اصل العید الزینة استحب حسن اللباس والتقلیس[1] ومخالفة الطریق والخروج الی المصلی وسنة صلوة العیدین ان یبدأ بالصلوة من غیر اذان ولا اقامة یجهر فیهما بالقرأة یقرأ عند

کہ انکو فرائض ادا کرنے کی توفیق دی اور ان کے بال بچوں کو آیندہ سال تک باقی رکھنے کا فضل کیا ہے۔ اور دوسرا وہ دن۔ کہ جس دن میں حضرت ابراہیم ؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیل ؑ کو ذبح کے لئے لے گئے تھے۔ اور اللہ تعالی نے انپر یہ انعام فرمایا۔ کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ بہشت کا دُنبہ حاضر کیا گیا اور ابراہیم ؑ نے پھر اس دنبہ کو ذبح کیا، اور یہ دن اس لئے مقرر ہوا تاکہ ملت حنیفیہ کی حالات کی یادداشت آجائے۔ اور ان کے خدا تعالیٰ کے رستہ میں جان و مال خرچ کرنے سے اور نہایت درجہ کے صبر کرنے کی وجہ سے انکو نصیحت دینی مقصود ہے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ اس حالت سے حاجیوں کے ساتھ مشابہت حاصل ہو جاتی ہے اور ان کی عظمت ہو جاتی ہے۔ اور جو افعال حاجی لوگ کرتے ہیں انکا شوق حاصل ہو جاتا ہے اسی واسطے تکبیروں کا پڑھنا مسنون ہے۔ جیسے خدا تعالے نے فرمایا ہے ولتکبروا الله علی ما هداکم۔ یعنی جو خدا تعالیٰ نے تمکو ہدایت کی ہے اسکے عوض میں خدا تعالی کی عظمت بیان کرو (یعنی جو نیک کام کی تم کو اللہ نے توفیق دی روزوں اور قربانی کی اسکا شکر ادا کرو) اسی لئے منٰے کے دنوں میں قربانی کا کرنا اور تکبیروں کا بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔ اور جس آدمی کا کہ قربانی کرنے کا ارادہ ہو اسکے لئے یہ مستحب ہے کہ سر وغیرہ نہ منڈ والئے۔ اور نماز اور خطبہ کا پڑھنا بھی مسنون کیا گیا ہے۔ تاکہ جو انکا ایسا اجتماع ہو اسمیں خدا تعالیٰ کا ذکر اور شعائر دین کی عظمت ضرور پائی جائے اور نیز اسکے ساتھ شریعت کے مقصودوں سے شارع نے اور ایک مقصود بھی ملایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر ایک دین میں ایک ایسا دن مقرر ہے۔ کہ وہ تمام لوگ اسدن اپنے شہر سے باہر نکل کر ایک میدان میں جمع ہوتے ہیں تاکہ اپنی کثرت اور شان و شوکت دکھائیں۔ تو اسواسطے شریعت اسلام میں بھی یہ بات مستحب ہے کہ تمام مخلوق مرد اور بچے اور پردہ دار عورتیں اور حیض اور نفاس والی عورتیں بھی عیدگاہ کی طرف جائیں۔ مگر حیض و نفاس والی عورتیں عیدگاہ سے علحدہ ہو کر بیٹھ جائیں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہو جائیں اور اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آنے جانے کے وقت رستہ تبدیل کر دیتے تھے۔ تاکہ ان دونوں رستوں کے لوگو نپر مسلمانوں کی شوکت و شان ظاہر ہو جائے اور چونکہ عید کے اصل معنی میں زینت کے معنے پائے جاتے ہیں اسلئے عمدہ لباس پہننا اور ایک قسم کا دف بجانا اور مختلف رستوں سے عیدگاہ کیطرف آنا جانا مستحب قرار دیا گیا ہے اور عیدوں کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ اذان و تکبیر کے بغیر نماز شروع کی جائے اور قرأت بلند آواز سے پڑھی جائے۔ اور

سلطان الشارع ۱۲

[1] ای التقلیس ضرب الدفوف واللعب عند قدوم الملوك علی سبیل استقبالهم ۱۲

ارادة التخفيف بسبح اسم ربك الاعلى وهل اتاك وعند الاتمام ق واقتربت الساعة يكبر في الاولى سبعا قبل القراءة والثانية خمسا قبل القراءة وعمل الكوفيين ان يكبر اربعا كتكبير الجنائز في الاولى قبل القراءة وفي الثانية بعدها وهما سنتان وعمل الحرمين ارجح ثم يخطب يأمر بتقوى الله ويعظ ويذكر وفي الفطر خاصة ان لا يغدو حتى يأكل تمرات ويأكلهن وترا وحتى يؤدي زكاة الفطر اغناء للفقراء في مثل هذا اليوم ليشهدوا الصلوة فارغي القلب وليتحقق مخالفة عادة الصوم عند ارادة التنوير بانقضاء شهر الصيام وفي الاضحى خاصة ان لا ياكل حتى يرجع فياكل من اضحيته اعتناء بالاضحية ورغبة فيها وتبركا بها ولا يضحي الا بعد الصلوة لان الذبح لا يكون قربة الا بتشبه الحاج وذلك بالاجتماع للصلوة والاضحية مسنة[1] من معز وجذع من ضان في كل اهل بيت وقاسوها على الهدى فاقاموا البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة مقامها ولما كانت الاضحية من باب بذل المال لله تعالى وهو قوله تعالى لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم كان تسمينها واختيار الجيد منها مستحبا لدلالته على صحة رغبته في الله فلذلك

[1] اے کمل علیہا سنتہ کاملۃ والجذع ما تم علیہ ستۃ اشہر ۱۲

اور تخفیف کے ارادے کے وقت سورہ سبح اسم ربک وهل اتاک پڑھے۔ اور جب لمبی قرأت پڑھنی مقصود ہو تو سورۃ ق اور سورۃ اقتربت الساعۃ پڑھے اور پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہے۔ اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں پڑھے اور کوفیوں (یعنی احناف) کے نزدیک جنازہ کی طرح چار تکبیریں پڑھے پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد۔ اور دونوں طرح کی تکبیریں پڑھنی سنت ہیں۔ اور جو عمل حرمین شریفین کے لوگ کرتے ہیں اسکو ترجیح ہے۔ پھر خطبہ پڑھے اور لوگوں کو پرہیزگاری حاصل کرنے کا حکم کرے اور انکو وعظ ونصیحت کرے۔ اور عید الفطر کے دن صبح سویرے بغیر چند کھجوریں کھانے کے جو کہ طاق ہوں اور بغیر صدقہ فطر ادا کرنے کے عیدگاہ کی طرف نہ جائے۔ تاکہ ایسے وقت میں فقیروں کی حاجت پوری ہو جائے تو وہ خوراک وغیرہ کے فکر سے فارغ ہو کر نماز عید میں شریک ہو جائیں۔ اور تاکہ مہینہ رمضان کے ختم ہونے کی اطلاع ان چیزوں سے کی جائے جو کہ روزوں کی عادت کے مخالف ہیں۔ اور عید الضحیٰ میں خاص کر اس بات کا لحاظ کیا جائے کہ عید کی نماز پڑھنے سے پہلے کچھ نہ کھائے۔ بلکہ واپس ہو کر اپنی قربانی کے گوشت سے کھائیں۔ اس سے قربانی کی عظمت ثابت ہوتی ہے اور اسکی طرف رغبت پائی جاتی ہے۔ اور اسکا متبرک ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور حیوان قربانی کو بعد نماز کے ذبح کرے کیونکہ حاجیوں کی مشابہت کی وجہ سے حیوان کے ذبح کرنے میں قربت اور ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور نماز کے لئے جمع ہونے کے وقت ان کے ساتھ مشابہت حاصل ہوتی ہے اور قربانی کے لئے گھر کے ایک آدمی کی طرف سے سال بھر کی بکری اور چھ مہینے کا دنبہ وبھیڑ کافی ہو سکتی ہے۔ اور قربانی کو ہدیہ پر قیاس کرکے گائے اور اونٹ کو سات کی قربانی کی جگہ پر جائز رکھا ہے (یعنی سات آدمی ملکر ایک گائے یا ایک اونٹ کو قربانی کے لئے ذبح کر سکتے ہیں۔) اور چونکہ قربانی اس قبیلہ سے ہے کہ جس میں اپنا مال خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لن ینال اللہ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اسکو تو تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے اسواسطے قربانی کے جانور کا موٹا کرنا اور عمدہ جانور کا اختیار کرنا بہتر اور مستحب ہوا۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی صحیح طریق سے حاصل کرنیمیں اس شخص کو بڑی رغبت ہے اور اسی واسطے

يتقى من الضحايا اربعا العرجاء البين ظلعها والعوراء البين عورها والمريضة البين مرضها والعجفاء التى لا تنقى وينهى عن اعضب القرن والاذن وسن استشراف العين والاذن وان لا يضحى بمقابلة ولا مدابرة ولا شرقاء ولا خرقاء وسن الفحل الاقرن الذى ينظر فى سواد ويبرك فى سواد ويطأ فى سواد لان ذلك تمام شباب المعز ومن اذكار التضحية انى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض الخ اللهم منك واليك ولك من الله والله اكبر۔

الجنائز

اعلم ان عيادة المريض وتمسكه بالرقى المباركة والرفق بالمختضر وتكفين الميت ودفنه والاحسان اليه والبكاء عليه وتعزية اهله وزيارة القبور امور تنداولها طوائف العرب وتتوارد عليها او على نظائرها اصناف العجم وتلك عادات لا ينفك اهل الامزجة السليمة ولا ينبغى لهم ان ينفكوا فلما بعث النبى صلى الله عليه وسلم نظر فيما عندهم من العادات فاصلحها وصحح السقيم منها والمصالح المرعية اما راجعة الى نفس المبتلى من حيث الدنيا او من حيث الآخرة او الى اهله من احدى الحيثيتين او الى الملة والمريض يحتاج فى حياته الدنيا الى تنفيس كربته بالتسلية والرفق

چار قسم کی قربانی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کہ ایسی قربانی کرنے سے بچنے آپ کو بچائے ایک یہ ہے کہ لنگڑا حیوان جسکا لنگڑا پن ظاہر ہو قربانی نہ کرے اور دوسرا وہ حیوان کہ جسکی آنکھ صاف پھوٹی ہوئی ہو۔ اور تیسرا وہ حیوان جو ایسا مریض ہو کہ جسکی مرض ظاہر ہو گئے۔ چوتھا ایسا لاغر حیوان جس کی ہڈیوں میں مغز باقی نہ رہا ہو اور جس حیوان کے کان اور سینگ کٹتے ہوئے ہوں انکی قربانی کرنی منع ہے آنکھ اور کان کا دیکھنا مسنون ہے اور جس حیوان کا سامنے سے کان کاٹا ہوا ہو پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا ہو اور یا کان چرا ہوا ہو یا کان میں سوراخ ہو اسکی قربانی کرنی منع ہے اور ایسے مرتے سینگ والے دنبہ کی جس کی آنکھیں اور پیٹ اور سینہ اور پاؤں سیاہ ہوں قربانی کرنی مسنون ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اسکی جوانی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور جو اذکار کہ قربانی کرتے وقت پڑھے جاتے ہیں یہ ہیں۔ انی وجهت وجهى للذى فطر السموت والارض حنيفا وما انا من المشركين ان صلاتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العلمين لا شريك له وبذلك امرت وانا من المسلمين۔ اللهم منك واليك والك من الله والله اكبر۔

یہ فصل ہے جنازوں کے بیان میں

جاننا چاہیئے۔ کہ مریض کی بیمار پرسی کرنی اور اسکی مبارک تعویذ دھاگوں سے علاج کرنا اور موت کے وقت اس کے ساتھ نرمی اور پیارے باتیں کرنی اور اسکے کفن اور دفن میں شریک ہونا اور اسکے ساتھ نیکی کرنی اور اسپر رونا اور اسکے اہل عیال کو تسلی دینی یہ ایسے امور اور رسوم ہیں کہ جس کو تمام اہل عرب پے درپے کرتے چلے آئے ہیں اور یہ رسوم یا انکے مانند اور رسوم عجم کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ اور یہ ایسی عادات ہیں کہ ان سے کوئی سمجھدار آدمی نہیں چھوڑ سکتا اور ان رسوم کا ان سے چھڑانا بھی مناسب نہیں ہے۔ پس جو وقت اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر کرکے دنیا کی طرف بھیجا تو آپ نے انکی رسومات اور عادات کا ملاحظہ فرمایا پس انکی درستی کی اور جس رسم میں نقصان تھا اسکو دور فرما دیا اور جن مصلحتوں کی رعایت دنیا و آخرت کے لحاظ سے جاتی ہو اسکا فائدہ یا راجع اس مریض کیطرف ہوتا ہے یا اسکے اہل عیال کیطرف یا ملت کیطرف اور دنیا کے لحاظ سے مریض اسبات کا محتاج ہوتا ہے کہ اسکی تکلیف و مصیبت کی حالت میں اسکو تسلی دیجائے اور اسکے ساتھ نرمی سے بات چیت کریں اور جو کہ وہ عاجز ہے اسکو امداد دیجائے اور دینی

والی ان یتعرض الناس لمعاونته فیما یعجز عنه ولا یتحقق الا ان تکون العیادة سنة لازمة فی اخوانه واهل مدینته وفی آخرته یحتاج الی الصبر وان یتمثل الشدائد عنده بمنزلة الدواء المر یعاف[1] طعمها ویرجو نفعها لئلا یکون سببا لغوصه فی الحیاة الدنیا واحتجابه والنحی من ربه بل موبلة فی حط ذنوبه مع تحلل اجزاء نسمته ولا یتحقق الا بان ینبه علی فوائد الصبر ومنافع الالام والمحتضر فی آخر یوم من یوم من ایام الدنیا واول یوم من ایام الآخرة فوجب ان یحث علی الذکر والتوجه الی الله لتفارق نفسه وهی فی غاشیة من الایمان فیجد ثمرتها فی معاده والانسان عند سلامة مزاجه کما جبل علی حب المال والاهل کذلک جبل علی حب ان یذکره الناس بخیر فی حیاته وبعد مماته وان لا تظهر سوأته لهم حتی ان اشد الناس رأیا من کل طائفة یحب ان یبذل اموال الخطیرة فی بناء شامخ یبقی به ذکره ویهجم علی المهالک لیقال له من بعده انه جریء ویوصی ان یجعل قبره شامخا لیقول الناس هو ذو حظ عظیم فی حیاته وبعد موته وحتی قال حکماؤهم ان من کان ذکره حیا فی الناس فلیس بمیت ولما کان ذلک امرا یخلقون علیه ویموتون معه کان تصدیق ظنهم وایفاء وعدهم نوعا من الاحسان الیهم بعد موتهم وایضا ان الروح اذا فارقت الجسد بقیت

تب ہی حاصل ہوتی ہیں کہ جس وقت اس مریض کی برادری اور تمام شہر والوں پر مریض کی بیمار پرسی ضروری قرار دیجائے اور آخرت کے لحاظ سے اسکو اسبات کی ضرورت ہے کہ صبر اختیار کرے اور بیماری کی مصیبتوں کو کڑوی دوائی کیطرح سمجھے اگرچہ انکا ذائقہ برا ہوتا ہے مگر اچھے نفع کی امید ہوتی ہے۔ تاکہ یہ مرض اسکے لئے دنیا کی طرف محبت کرنیکا اور خدا تعالیٰ سے دور ہونے کا سبب بنجائے۔ بلکہ یہ مرض اسکے گناہوں کی کمی کا سبب ہوجائے اگرچہ اسکے جسم کے اجزا ابھی تحلیل ہوتے ہیں اور صبر وغیرہ تب ہی حاصل ہوسکتا ہے جب صبر کے فائدے اور تکلیفوں کے منافع اسکو بتلائے جائیں اور جو شخص قریب الموت ہوتا ہے تو اسکے لئے یہ دن دنیا کا آخری دن اور قیامت کا پہلا دن ہوتا ہے تو اس لئے ضروری ہوا کہ اسکو اللہ کی طرف توجہ ہونیکا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنیکا شوق دلایا جائے۔ تاکہ اسکا روح ایسی حالت میں نکلے کہ ایمان کی لباس پہنا ہوا ہو اور اسکا ثمرہ آخرت میں پائے اور جو آدمی صحیح مزاج ہو اسکی پیدائش میں یہ بات داخل ہے کہ اسکو مال اور اہل عیال کی بڑی محبت ہوتی ہے اور نیز اس بات کی محبت بھی اسکے وجود میں داخل ہے کہ اسکی زندگی کی حالت میں اور اس کی موت کے بعد بھی لوگ اسکو نیکی اور بھلائی سے یاد کریں۔ اور اسکا کوئی عیب انپر ظاہر نہ ہو۔ یہانتک کہ ہر قوم کے داناؤں اور ہوشیاروں نے اسبات کو پسند کیا ہے کہ زر کثیر خرچ کرکے ایک عالی شان مکان تیار کیا جائے کہ جسکے ذریعہ سے اسکا نام باقی رہے اور اسکے مرنے کے بعد اسکو بہادر کہلوانے کے لئے ایسی مصیبتوں میں پڑتے ہیں کہ تمام مال اس عمارت میں خرچ کر دیتے ہیں) اور بعض لوگ اسبات کی وصیت کرجاتے ہیں کہ میری قبر کو بڑی اونچی بنادیں تاکہ لوگ یہ بات کہیں جیسا کہ وہ دنیا میں صاحب نصیب تھا ویسا ہی موت کے بعد بھی صاحب نصیب ہے۔ یہانتک کہ انکے داناؤں کا یہ قول ہے۔ کہ جس کا نام لوگوں میں موجود ہے وہ مردہ نہیں ہے اور چونکہ یہ ایسا امر تھا کہ جسپر انکی پیدائش ہوئی ہے اور پھر وہ مرتے ہیں تو مرنے کے بعد ان کے خیال کی تصدیق کرنی اور ان سے وعدوں کو پورا کرنا یہ بھی ایک قسم کا ان کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ اور نیز یہ وجہ ہے۔ کہ جس وقت روح جسم سے علیحدہ ہوجاتا ہے تو باقی رہتا

[1] لے حقیقۃ آخر بعد الموت ۱۲

حساسۃ مدرکۃ بالحس المشترک وغیرہ[1] وبقیت علی علومہا وظنونہا التی کانت معہا فی الحیاۃ الدنیا ویترشح علیہا من فوقہا علوم یعذب بہا او ینعم وہم الصالحین من عباد اللہ ترتقی الی حظیرۃ القدس فاذا الحوا فی الدعاء للمیت او عانوا صدقۃ عظیمۃ لاجلہ وقع ذلک بتدبیر اللہ نافعا للمیت وصادف الفیض النازل علیہ من ہذہ الحظیرۃ فاعدلو فاہیئۃ حالہ واہل المیت قد اصابہم حزن شدید فمصلحتہم من حیث الدنیا ان یعزوا ویخفف ذلک عنہم بعض مایجدونہ وان یعاونوا علی دفن میتہم وان یہیا لہم مایشبعہم فی یومہم ولیلتہم ومن حیث الآخرۃ ان یرغبوا فی اجر الجزیل لیکون سدا لغوصہم فی القلق وفتحا لباب التوجہ الی اللہ وان ینہوا عن النیاحۃ وشق الجیوب وسائر ماینذکرہ[2] الاسف والموجدۃ ویتضاعف بہ الحزن والقلق لانہم بمنزلۃ المریض یحتاج ان یداوی مرضہ لاینبغی ان یمد فیہ وکان اہل الجاہلیہ ابتدعوا امورا تفضی الی الشرک باللہ فمصلحۃ الملۃ ان یسد ذلک الباب اذا علمت ہذا حان ان نشرع فی شرح الاحادیث الواردۃ فی الباب قولہ صلعم مامن مسلم یصیبہ اذی من مرض فما سواہ الاحط اللہ بہ سیاتہ کما تحط الشجرۃ ورقہا اقول قد ذکرنا المعانی الموجبۃ لتکفیر الخطایا

تعلق حس مشترک وغیرہ کا ساتھ حس مدرکہ (یعنی ادراک کرنے والی) کے اور جو علوم اور خیال اس مدرکہ کے ساتھ زندگی کی حالت میں تھے وہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتے ہیں اور نیز اس حساسہ مدرکہ پر عالم بالا سے اور علوم نازل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے میت کو عذاب یا ثواب ملتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے صالح بندے جب میت کے لئے گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں اور بڑا صدقہ دیکر اسکی امداد کرتے ہیں تو ان لوگوں کے ارادے اور ہمتیں عالم قدس کی طرف چڑھ جاتی ہیں سو اس وجہ سے وہ چیزیں خدا تعالیٰ کے حلم سے میت کے لئے نافع بن جاتی ہیں اور اسپر عالم قدس سے جو فیض نازل ہوتا ہے اسکے ساتھ ہو کر میت کی درستی کی حالت کا سبب بن جاتا ہے۔ اور میت کے اہل عیال کو اسکے مرنے کی وجہ سے سخت غم اور رنج لاحق ہوتا ہے اور دنیا کے اعتبار سے ان کے ساتھ یہ بھلائی کہ ان کو آکر تسلی دیں تاکہ انکا کچھ غم وغیرہ کم ہو اور میت کے دفن کرنے میں ان کو امداد دیں اور ان کے لئے رات دن کا کھانا تیار کرائیں اور آخرت کے لحاظ سے ان کے ساتھ یہ بھلائی ہے کہ بڑے اجر کی ان کو ترغیب دلائی جائے تاکہ ان کو پریشانی میں نہ داخل ہونے دے اور تاکہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا دروازہ کھل جائے اور چلا چلا کر رونے سے اور گریبان پھاڑنے سے اور باقی ان چیزوں سے تکلیف اور رنج یاد آتا ہے منع کیا جائے۔ اور ان چیزوں سے بھی منع کیا جاوے کہ جس سے غم اور رنج زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اسوقت بمنزلہ بیمار کے ہیں۔ ان کو اس بات کی حاجت ہے کہ انکی بیماری کا علاج کیا جائے۔ اور یہ مناسب نہیں کہ ان کی بیماری اور زیادہ بڑھا دی جائے۔ اور جاہلیت کے زمانہ کے لوگوں نے کچھ رسمیں اپنی طرف سے تجویز کر لی تھیں جن کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا لازم آتا تھا پس دین وملت کی مصلحت کا یہ مقتضی ہوا۔ کہ ایسی رسموں کا دروازہ ہی بند کیا جائے اور جب تم نے ان تمام باتوں کو معلوم کر لیا ہے۔ تو اب ان حدیثوں کی شرح بیان کرنا چاہتا ہوں جو باب الجنازہ میں وارد ہوئی ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مامن مسلم الخ یعنے جس مسلمان کو کوئی بیماری یا کسی قسم کی تکلیف لاحق ہو جائے تو اسکے سبب سے اللہ تعالیٰ اسکے گناہ دور کر دیتا ہے۔ جیسے کہ درخت کے پتے گر پڑتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان معانی کو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ کہ جن کی وجہ سے گناہ دور ہوتے ہیں۔

[1] یعنے الخیال ۱۲ [2] ای الواحد من اہل المصیبۃ ۱۲

منها كسر حجاب النفس و تحلل النسمة البهيمية الحاملة للملكات السيئة وان صاحبها يعرض عن الاطمئنان بالحياة الدنيا نوع اعراض قوله صلى الله عليه وسلم مثل المؤمن كمثل الخامة[1] ومثل المنافق كمثل الارزة الحديث اقول السر في ذلك ان لنفس الانسان قوتين قوة بهيمية و قوة ملكية وان من خاصيته انه قد تكمن بهيميته وتبرز ملكيته فيصير في اعداد الملائكة و قد تكمن ملكيته وتبرز بهيميته فيصير كانه من البهائم لا يعبأ به وله عند الخروج من سورة البهيمية الى سلطنة الملكية احوال تتعالجان فيها تنال هذه منها و تلك من هذه و تلك مواطن المجازاة فى الدنيا وقد ذكرنا لمية المجازاة من قبل فراجع قوله صلى الله عليه وسلم اذا مرض العبد او سافر كتب له بمثل ما كان يعمل صحيحا مقيما اقول الانسان اذا كان جامع الهمة على الفعل ولم يمنع عنه الامانع خارجى فقد اتى بوظيفة القلب وانما التقوى فى القلب وانما الاعمال شروح ومؤكدات لها متعين بعض عند الاستطاعة ويهمل عند العجز قوله صلى الله عليه وسلم الشهداء خمسة او سبعة الحديث اقول المصيبة الشديدة التى ليست بصنعة العبد تعمل عمل الشهادة فى تكفير الذنوب وكونه مرحوما قوله صلى الله عليه وسلم ان المسلم اذا عاد اخاه المسلم لم يزل فى خرفة الجنة حتى يرجع

اور منجملہ ان معانی کے ایک یہ ہے کہ مرض کی وجہ سے نفس کے پردوں میں کمزوری آجاتی ہے اور حیوانیہ زندگی جس نے بُرے اخلاق کو اٹھا ہوا ہے وہ تحلیل ہوجاتی ہے اور انسان زندگی دنیا کے آرام سے ایک قسم کا اعراض کرتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل المؤمن الخ یعنے مومن کی مثال اس سبزی کے پودہ کی مثال ہے جو نئے الحال زمین سے اگا ہے۔ اور منافق مانند درخت صنوبر کے ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس میں یہ راز ہے۔ کہ انسان کے نفس میں دو قوتیں موجود ہیں۔ ایک قوت بہیمیہ اور ایک قوت ملکیہ۔ اور انسان کی یہ خاصیت ہے کہ کبھی اسکی قوت بہیمیہ دب جاتی ہے اور قوت ملکیہ ظاہر ہوجاتی ہے۔ تو اس وقت یہ انسان فرشتوں کے گروہ میں شمار کیا جاتا ہے اور کبھی قوت ملکیہ دب جاتی ہے اور قوت بہیمیہ ظاہر ہوجاتی ہے تو وہ انسان ایسے حیوانوں کے گروہ میں داخل ہوجاتا ہے۔ کہ جنکا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ قدر ہی نہیں ہے اور جس وقت آدمی قوت بہیمیہ کے قبضہ سے نکل کر قوت ملکیہ کی سلطنت کیطرف آنا چاہتا ہے تو اسوقت مختلف حالات پیش آتے ہیں اور ان حالات میں وہ دونو قوتیں آپسمیں مقابلہ کرتی ہیں۔ کبھی ملکیہ غالب آجاتی ہے کبھی بہیمیہ غالب آجاتی ہے اور دنیا میں جزا سزا دینے کے یہی مواقع ہیں اور جزا سزا کی علت اور حقیقت ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اسجگہ دیکھ لیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا مرض العبد الخ یعنے جسوقت خدا تعالیٰ کا بندہ بیمار ہوجاتا ہے یا سفر اختیار کرتا ہے تو اسکے لئے ان اعمال کے برابر درجہ لکھا جاتا ہے جو کہ صحت کیحالت اور اقامت کیحالت میں کرتا تھا میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے۔ کہ جب انسان کسی کام کے کرنے پر اپنے دل سے پختہ ہمت باندھ لیتا ہے اور اس کام کو بغیر اور کسی خارجی مانع کے اور کوئی چیز نہیں روکتی۔ تو جو دل کا مقصد اور کام تھا وہ حاصل ہوگیا کیونکہ تقویٰ اور پرہیزگی دل کے افعال سے ہے اور باقی جو اعمال ظاہری ہیں وہ تقوی کے بیان کرنے والے اور اسکی تاکید کرنیوالے ہیں۔ طاقت کے وقت ان اعمال کا کرنا ضروری ہے اور مجبوری کیحالت میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور نبی عم نے فرمایا ہے الشہداء خمسۃ الخ یعنے شہید و لکا پانچ قسمیں ہیں اور ایک روایت میں سات قسمیں آئی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایسی سخت مصیبت جو کہ بندہ کے فعل سے نہو۔ اس بندہ کے گناہ دور کرنے میں اور اسپر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل کرنے میں شہادت کا کام دیتی ہے اور نبی عم نے فرمایا ہے ان المسلم الخ یعنے کوئی مسلمان جب اپنے بھائی مسلمان کی بیمار پرسی کیلئے جاتا ہے تو اسوقت سے لیکر اسکے لوٹنے کے وقت تک اس شخص کو اسقدر ثواب ملتا ہے گویا کہ بہشت کے میوے چنتا ہے

[1] الخامة الطاقة الغضة اللينة من الزرع والارزة بفتح الراء وسكون الراء شجر الصنوبر والحديث بتمامه هكذا مثل المؤمن كمثل الخامة من الزرع ...

اقول تألف اھل المدینۃ فیما بینھم لایمکن الا بمعاونۃ ذوی الحاجات واللہ تعالٰی یحب ما فیہ صلاح مدینتھم والعیادۃ سبب صالح لاقامۃ التألف قول اللہ تعالٰی یوم القیامۃ یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی[1] **اقول** ھذا التجلی مثلہ بالنسبۃ الی الروح الاعظم المذکور فی قولہ تعالٰی الملٰئکۃ والروح مثل الصورۃ الظاھرۃ فی رؤیا الانسان بالنسبۃ الی ذٰلک الانسان فکما ان اعتقاد الانسان فی ربہ او حکمہ ورضاہ فی حق ھذا الشخص یتمثل فی رؤیاہ بربہ تعالٰی ولذٰلک کان من حق المؤمن الکامل ان یراہ فی فی احسن صورۃ کما راٰہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان تعبیر من یراہ یلطمہ فی دھلیز بابہ انہ فرط فی جنب اللہ فی ذٰلک الدھلیز فکذٰلک یتمثل حق اللہ وحکمہ ورضاہ وتدبیرہ او قیومیتہ لافراد الانسان او کونہ مبدأ تحققھم ومبلغ اعتقاد افراد الانسان فی ربھم عند صحۃ مزاجھم و استقامۃ نفوسھم حسبما تعطیہ الصورۃ النوعیۃ فی افراد الانسان فی المعاد بصور کثیرۃ کما بینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھذا التجلی انما ھو للروح الاعظم الذی ھو جامع افراد الانسان وملتقی کثرتھم ومبلغ رقیھم فی الدنیا والاٰخرۃ اعنی بذٰلک ان ھنالک للہ تعالٰی شانا کلیا بحسب قیومیتہ لہ وحکمہ فیہ وھو الذی یراہ الناس فی المعاد عیانا دائما بقلوبھم واحیانا اذا تمثل

جن رہا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے۔ شہر والوں کی آپس میں محبت اسوقت ہی قائم ہوسکتی ہے جبکہ حاجت کیوقت ایک دوسرے کی امداد کریں۔ اور اللہ تعالٰی بھی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جس میں ان کے شہر کی بھلائی ہو۔ اور عیادت جو ہے الفت کے قائم کرنے کے لئے اعلےٰ اور صالح سبب ہے اور اللہ تعالٰی قیامت کے روز فرمائیگا یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی[1] یعنے اولاد آدم میں بیمار ہوا تھا تم نے میری بیمار پرسی نہیں کی۔ وہ کہیگا کہ تم رب العالمین کی بیمار پرسی کیسے کرتا۔ ارشاد ہوگا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ فلاں بندہ مرا بیمار ہوا تھا تم نے اسکی نبض کی۔ اگر کرتا تو مجھے اُسکے پاس پاتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس تجلی کی مثال بہ نسبت روح اعظم کے قول الٰہی میں مذکور ہے کہ ملائکہ اور روح ظاہری صورت کی طرح ہے انسان خواب میں اس انسان کی نسبت جیسے انسان کا اپنے رب یا اسکے حکم اور رضا میں۔ عتقاد اس شخص کے حق میں اسکی خواب میں دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے کامل مومن کے حق سے ہے کہ ذات باری کو عمدہ تر صورت میں حضور کیطرح دیکھے جس کی تعبیر اس طرح ہے کہ خدا کا یہ شخص ذات باری کو اپنے دروازہ کی ڈیوڑھی میں طمانچہ مارتے دیکھے تو چونکہ اپنے کوئی کوتاہی کی ہوگی اس ڈیوڑھی میں ایسے ہی الٰہی احکام و رضا اور تدبیر وغیرہ انسان افراد کے سامنے متشکل ہوتی ہے یا ہونا اسکا مبدا ان کے تحقق کا اور جائے رسائی افراد انسان کے اعتقاد ربی کے لحاظ سے مزاج اور نفوس درست ٹھیک ہونے پر اسکے مطابق جیسے صورت نوعیہ اسے عطا کرتی ہے۔ معاد میں کئی صورتوں سے جیسے حضور نے بیان فرمایا ہے اور یہ تجلی وہ اعظم روح ہے جو انسانی افراد کو جامع ہے اور ان کی کثرت کا اور ان کی دینی دنیوی ترقی کی انتہا۔ اس سے میری یہ مراد ہے کہ وہاں شان الٰہی کلیہ ہے اپنے قیوم و حاکم ہونے کے لحاظ سے جسے قیامت میں لوگ سامنے ہمیشہ دلوں سے دیکھیں گے اور کبھی اپنی آنکھوں سے بھی جب کہ ان کی

[1] تمامہ یارب کیف اعودک وانت رب العالمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لو عدتہ لوجدتنی عندہ الحدیث ۱۲

بصورة مناسبة بابصارهم وبالجملة فلذلك كان هذا التجلي مكشافا بحكم الله وحقه في افراد الانسان من حيث تعطيها الصورة النوعية مثل تألفهم فيما بينهم وتحصيلهم للكمال الانساني المختص بالنوع واقامة المصلحة المرضية فيهم فوجب ان ينسب ما اتقوم الى نفسه لهذه العلاقة وامر النبي صلى الله عليه وسلم برقى تامة كاملة فيها ذكر الله والاستعانة به يريد ان تغشيهم غاشية من رحمة الله فتدفع بلاياهم وان يكبحهم عما كانوا يفعلون في الجاهلية من الاستعانة بطواغيتهم ويعوضهم عن ذلك باحسن عوض منها قول الراقي وهو يمسح بيمينه اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافي لا شفاء الا شفاؤك شفاء لا يغادر سقما وقوله باسم الله ارقيك من كل شيء يؤذيك من كل نفس وعين حاسد الله يشفيك باسم الله ارقيك وقوله اعيذك بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة وقوله سبع مرات اسأل الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك ومنها النفث بالمعوذات والمسح وان يضع يده على الذي يألم من جسده ويقول باسم الله ثلاثا وسبع مرات اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد واحاذر وقوله باسم الله الكبير اعوذ بالله العظيم من شر كل عرق نعار ومن شر حر النار وقوله ربنا الله الذي في السماء تقدس اسمك امرك في السماء

بینائی کی مناسب شکل سے متشکل ہوگی حاصل کلام یہ ہے کہ یہ تجلی اللہ کے حکم اور حق کی افراد انسانی کے لئے کاشف ہے اس لئے کہ ایسی صورت نوعیہ دی گئی ہے جیسے باہمی مرکب ہیں اور ان کو جمیع کمالات مختص بہ نوع انسانی کی تحصیل کے باعث اور پسندیدہ مصلحت قائم کرنے کے لئے ان میں پس واجب ہوا کہ نسبت کیا جائے قوم کی بابت ان کی اپنی طرف اس علاقہ کے باعث۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منتروں کا فرمایا ہے جو کہ کامل اور تام ہوں اور ان میں خدا تعالیٰ کا ذکر پایا جائے اور ان میں خدا ہی سے امداد طلب کرنے کے الفاظ ہوں ایسے منتر پڑھنے کی اجازت فرمائی ہے۔ اور آپ نے ایسے منتروں کے پڑھنے کی اسواسطے اجازت دی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انکو ڈھانپ لے اور ان کی مصیبتوں کو ان سے دور فرمادے اور لوگ جاہلیت کے زمانہ میں اپنے بتوں سے مدد طلب کرتے تھے ان کو اسبات سے روکا جائے اور ان کے بدلے عمدہ منتر ان کو سکھائے جائیں۔ بعض منتر یہ ہیں کہ پڑھنے والا اپنا داہنا ہاتھ مریض پر پھیرتا جائے اور یہ پڑھے۔ اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافي لا شفاء الا شفاءك شفاء لا يغادر سقما اور ایک یہ ہے باسم الله ارقيك من كل شيء يؤذيك من شر كل نفس یا اسکی جگہ عين حاسد کہے۔ الله يشفيك باسم الله ارقيك اور ایک یہ ہے اعيذك بكلمت الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة۔ اور ایک یہ ہے۔ کہ سات مرتبہ یہ الفاظ پڑھے۔ اسأل الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك۔ اور ایک یہ ہے کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کرے اور جس جگہ تکلیف ہو اسپر ہاتھ پھیرتا جائے اور بسم الله تین مرتبہ اور اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد واحاذر سات مرتبہ پڑھے اور ایک یہ ہے بسم الله الكبير اعوذ بالله العظيم من شر كل عرق نعار ومن شر حر النار اور ایک یہ ہے ربنا الله الذي في السماء تقدس اسمك امرك في السماء

له اي اشدة المرض وتورد الغدد كا تيركہ ❊ اي من شر كل هامة وهي بتشديد الميم كل دابة ذات سم وعين اللامة هي التي تصيب بسوء ١٢

والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض اغفر لنا حوبنا وخطایانا انت رب الطیبین انزل رحمۃ من رحمتک وشفاء من شفائک علی ہذا الوجع قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لایتمنین احدکم الموت الحدیث[1] اقول من ادب الانسان فی جنب ربہ ان لایجترئ علی طلب سلب نعمۃ والحیاۃ نعمۃ کبیرۃ لانہا وسیلۃ الی کسب الاحسان فانہ اذا مات انقطع اکثر عملہ ولا یترقی الا ترقیا طبیعیا وایضا فذلک تھوّر وتضجّر[2] وہما من اقبح الاخلاق قولہ علیہ السلام من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ اقول معنی لقاء اللہ ان ینتقل من الایمان بالغیب الی الایمان عیانا وشہادۃ وذلک ان تنقشع عنہ الحجب الغلیظۃ البہیمیۃ فیظہر نور الملکیۃ فیترشح علیہ الیقین من حظیرۃ القدس فیصیر ما وعد علی لسنۃ التراجمۃ بمرای منہ ومسمع والعبد المؤمن الذی لم یزل یسعی فی دفع بہیمیتہ وتقویۃ ملکیتہ یشتاق الی ہذہ الحالۃ اشتیاق کل عنصر الی حیزہ وکل ذی حس الی ما ہو لذۃ ذلک الحس وان کان بحسب نظام جسدہ یتألم ویتنفر من الموت واسبابہ والعبد الفاجر الذی لم یزل یسعی فی تغلیظ البہیمیۃ یشتاق الی الحیاۃ الدنیا ویمیل الیہا کل ذلک وحب اللہ وکراہیتہ وردا علی المشاکلۃ

والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض اغفر لنا حوبنا وخطایانا انت رب الطیبین انزل رحمۃ من رحمتک و شفاء من شفائک علی ہذا الوجع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایتمنین احدکم الموت الخ یعنے تم میں سے کوئی آدمی موت کی آرزو نہ کرے میں کہتا ہوں کہ دربار الٰہی کے لائق انسان کو اس ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے اسکو عنایت فرمائی ہے اسکے دور کرنے کا سوال اللہ تعالیٰ سے نہ کرے۔ اور زندگی بڑی بھاری نعمت ہے کیونکہ یہی نیک اعمال کرنے کا وسیلہ ہے۔ کیونکہ جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے اکثر اعمال ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی ترقی بغیر طبعی ترقی کے نہیں حاصل کرسکتا۔ اور نیز یہ بات ہے کہ موت کی طلب کرنے سے انسان کی پریشانی اور بے باکی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں بری خصلتیں ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احب لقاء اللہ الخ یعنے جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو مکروہ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی ملاقات کو پسند نہیں کرتا میں کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کرنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ جس شخص کا ایمان بالغیب تھا اب ایمان بالمشاہدہ کی طرف منتقل ہوگیا ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے کہ جس وقت انسان سے قوت بہیمیہ کے گاڑھے اور سخت پردے دور ہوجاتے ہیں اور نور ملکیت کا ظہور ہوتا ہے تو عالم قدس سے اسکے اوپر یقین کے درجات کا ترشح اور ظہور ہوجاتا ہے اور جن باتوں کا وعدہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا ہے انکو خود دیکھتا ہے اور مومن بندہ جو ہمیشہ قوت بہیمیہ کے دفع کرنے اور قوت ملکیہ کی تقویت کی کوشش میں رہتا ہے وہ ایسی حالت کی طرف ایسا مشتاق ہوتا ہے جیسے کہ ہر عنصر اپنے طبعی مکان کا مشتاق ہوتا ہے اور جیسے ہر ذی حس ان چیزوں کی طرف مشتاق ہوتا ہے جنسے اس حس کو لذت حاصل ہوتی ہے اگرچہ بدن کے لحاظ سے اسکو تکلیف ہوتی ہے اور اسکے اسباب سے انکو تنفر اور رنج ہوتا ہے اور جو نافرمان آدمی ہے وہ ہمیشہ قوت بہیمیہ کو موٹے کرنے کی کوشش میں رہتا ہے اور دنیا کی زندگی کا بڑا مشتاق رہتا ہے اور دنیا کی طرف ہی اسکو میلان رہتا ہے اور جو حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی کراہیت کا ذکر آیا ہے وہ مشاکلت کے لحاظ سے ذکر ہوا ہے

[1] تمامہ من ضر اصابہ فان کان لابد فاعلا فلیقل اللہم احینی ما کانت الحیاۃ خیرا لی الخ [2] وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی ۱۲ [3] ای اضطراب ۱۲

والمراد اعداد ماینفعہ او یؤذیہ وتھیئتہ وکونہ بمرصاد من ذلک ولما اشتبہ علی عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا احد الشیئین بالاخر نبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المعنی المراد بل کو اصرح حالات الحب المترشح من فوقہ الذی لا یشتبہ بالاخر وھی حالۃ ظھور الملائکۃ قولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یموتن احدکم الا وھو یحسن ظنہ بربہ اعلم انہ لیس عمل صالح انفع للانسان بعد ادنی ما تستقیم بہ النفس وتندفع بہ اعوجاجھا اعنی اداء الفرائض والاجتناب من الکبائر من ان یرجو من اللہ خیرا فان التمام من الرجاء بمنزلۃ الدعاء الحثیث والھمۃ القویۃ فی کونہ معد النزول رحمۃ اللہ وانما الخوف سیف یقاتل بہ اعداء اللہ من الحجب الغلیظۃ الشھویۃ والسبعیۃ ووساوس الشیطان کما ان الرجل الذی لیس بحاذق فی القتال قد یسطو بسیفہ فیصیب نفسہ کذلک الذی لیس بحاذق فی تھذیب النفس ربما یستعمل الخوف فی غیر محلہ فیتھم جمیع اعمالہ الحسنۃ بالعجب والریاء وسائر الافات حتی لا یحتسب لشیء منھا اجرا عند اللہ ویری جمیع صغائرہ وزلاتہ واقعۃ بہ لا محالۃ فاذا مات تمثلت سیئاتہ عاضۃ علیہ فی ظنہ فکان ذلک سبب الفیضان

مگر مراد اس سے آرام یا تکلیف کی چیزوں کا موجود و مہیا کرنا اور اس گھات میں ہوتا ہے اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر دونوں چیزیں باہم مشتبہ تھیں اس لیے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت کے حالات میں سے زیادہ تر ظاہر حال کا جسکا عالم بالا سے فیضان ہوتا ہے اور جس کو دوسرے حال سے اشتباہ یعنی ملائکہ کے ظاہر ہونیکی حالت بیان فرما کر اس کی مراد مطلع کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لا یموتن احدکم الا وھو یحسن ظنہ بربہ اپنے رب سے حسن ظن کیے بغیر تم میں سے کوئی نہ مرے معلوم کرو کہ کوئی عمل صالح ان ضروریات کے ادا کرنے کے بعد جس سے نفس کی کجی دور ہوتی ہو اور وہ راستی پر آتا ہے یعنی فرائض کی بجا آوری اور کبائر سے اجتناب کرنا انسان کے حق میں اس سے زیادہ نافع کوئی عمل نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ سے اس کو بھلائی کی امید ہو کیونکہ خدا تعالیٰ سے بہتری کی امید رکھنا نزول رحمت الٰہی کے سبب ہونے میں بمنزلہ نہایت مضبوط ارادہ اور بکمال رغبت سے دعا کرنے کے ہے اور خوف الٰہی تو ایک تلوار ہے جسکے ذریعہ سے دشمنان خدا سے کہ قوت شہوانیہ اور قوت سبعیہ اور وساوس شیطانیہ کے بڑے بڑے مستحکم پردے ہیں مقابلہ کیا جاتا ہے اور جس طرح کوئی شخص لڑائی کی مہارت نہیں رکھتا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ تلوار چلاتا ہے تو وہ تلوار الٹی اُسی کے لگتی ہے اسی طرح جو آدمی اپنے نفس کے مہذب کرنیکا کمال نہیں رکھتا بسا اوقات وہ خوف الٰہی کو بےموقع استعمال کرتا ہے اور وہ اپنی تمام اعمال صالحہ کو عجب وریا اور اسی طرح کے بہت سے عیوب و آفات سے خود بخود متہم کر لیتا ہے یہاں تک کہ اپنے گمان میں خدا تعالیٰ کے ہاں اپنے اعمال کو رائیگاں سمجھنے لگتا ہے اور اُس سے جو گناہ صغیرہ اور بلا قصد خطائیں ہو جاتی ہیں انکا وقوع اسکے نزدیک یقینی ہوتا ہے اور جب وہ مر جاتا ہے تو اُس کے گمان میں وہ گناہ اس کو کاٹتے رہتے ہیں۔ اور ان خیالی صورتوں ہیں اس کے سبب سے قوۃ مثالیہ کا فیضان ہو جاتا ہے۔

قوۃ مثالیۃ فی تلک المثل الخیالیۃ فیعذب نوعا من العذاب ولم ینتفع بحسناتہ من اجل تلک الشکوک والظنون انتفاعا معتدا بہ وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ تبارک وتعالیٰ انا عند ظن عبدی بی ولما کان الانسان فی مرضہ وضعفہ کثیرا ما لا یتمکن من استعمال سیف الخوف فی محلہ او یشتبہ علیہ کانت السنۃ فی حقہ ان یکون رجاءہ اکثر من خوفہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا ذکر ھادم اللذات **اقول** لا شئ انفع فی کسر حجاب النفس وردع الطبیعۃ عن خوضھا فی لذۃ الحیوۃ الدنیا من ذکر الموت فانہ یمثل بین عینیہ سورۃ الانفکاک عن الدنیا وھیئۃ لقاء اللہ ولھذا التمثل اثر عجیب وقد ذکرنا شیئا من ذلک فراجع قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان اخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ **اقول** ذلک لان مؤاخذتہ نفسہ وقد احیط بنفسہ بذکر اللہ تعالیٰ دلیل صحۃ ایمانہ ودخول بشاشۃ القلب وایضا فذکرہ مظنۃ انصباغ نفسہ بصبغ الاحسان فمن مات وھذہ حالتہ وجبت لہ الجنۃ قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ وقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقرؤا علی موتاکم یٰس **اقول** ھذا غایۃ الاحسان بالمحتضر بحسب صلاح معادہ وانما خص لا الٰہ الا اللہ لانہ افضل

جس کے سبب سے وہ ایک قسم کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ان شکوک اور خیالات کیوجہ سے اس شخص کو اپنے اعمال صالحہ سے معتدبہ نفع نہیں پہنچتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکایۃ عن اللہ تعالیٰ فرمایا ہے انا عند ظن عبدی بی یعنے میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں جو اُس کو میرے ساتھ ہے اور چونکہ انسان اپنی مرض اور ضعف کیحالت میں خوف کی تلوار کو اسکے موقع پر بسا اوقات استعمال نہیں کر پاتا یا اسکو استعمال کرنے کی تمیز نہیں رہتی لہٰذا اسکے حق میں یہ مسنون کیا گیا کہ بہ نسبت خوف کے اس کو امید زیادہ رکھنا چاہیے اور نیز آپنے فرمایا ہے اکثروا ذکر ھادم اللذات یعنے جو چیز لذتوں کو کھونیوالی ہے اسکا ذکر کیا کرو میں کہتا ہوں حجاب نفسانی کے دور کرنے اور طبیعت کو لذائذ دنیا سے باز رکھنے میں کوئی چیز موت سے زیادہ کوئی چیز نافع نہیں ہے موت کے یاد کرنے سے دنیا سے مفارقت اور خدا تعالےٰ سے ملنے کی صورت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے اور اسکا عجیب اثر ہوتا ہے اسکا بیان ہم تھوڑا سا پہلے کر چکے ہیں اُسکو وہاں دیکھ لینا چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ جسکا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں گیا میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ایسے وقت میں جو اسکی جان پر بن رہی ہے خدا کی یاد کو اپنے دل سے اُس نے نہیں بھولنے دیا یہ اسکے ایمان کی صحت اور اسکے دل میں ایمان کی محبت کے سرایت کر جانے کی دلیل ہے اور نیز اسکا مرتے وقت یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ احسان کی صفت کے ساتھ اسکا دل رنگا ہوا ہے پس جو شخص ایسی حالت پر مر گیا لامحالہ جنت اسکے لیے واجب ہو گئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو اور فرمایا اقرؤا علی موتاکم یٰس یعنے اپنے مُردوں پر یٰس پڑھا کرو میں کہتا ہوں مرنے والے کے حق میں باعتبار اسکی آخرت کی درستی کے یہ بہت بڑا احسان ہے اور لا الٰہ الا اللہ کو اسلیے خاص کیا ہے کہ وہ افضل الذکر اور توحید اور

اللہ کو مشتمل علی التوحید ونفی الاشراک واتوہ اذکار الاسلام ویٰس لانہ قلب القرآن وسیاتیك ولانہ
مقدار صالح للعظۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم تصیبہ مصیبۃ فیقول ما امرہ اللہ انا للہ وانا الیہ
راجعون اللہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا الا اخلف اللہ لہ خیرا منہا **اقول** ذلك لیتذكر المصاب
ما عند اللہ من الاجر وما اللہ قادر علیہ من ان یخلف علیہ خیر التخفف موجدتہ **قولہ صلی اللہ علیہ وسلم** اذا
حضرتم المیت فقولوا خیرا کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ الحدیث **اقول** کان
من عادۃ الناس فی الجاھلیۃ ان یدعوا علی انفسہم وعسی ان یتفق ساعۃ الاجابۃ فیستجاب فبدل ذلك
بما ھو انفع لہ ولہم وایضا فھذہ ھی الصدمۃ الاولی فیسن ھذا الدعاء لیکون وسیلۃ الی التوجہ تلقاء
اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ابنتہ اغسلنہا وترا ثلثا او خمسا او سبعا بماء وسدر واجعلن فی الاخرۃ
کافورا وقال ابدان بمیامنہا ومواضع الوضوء منہا **اقول** الاصل فی غسل الموتی ان یحمل علی غسل
الاحیاء لانہ ھو الذی کان یستعمل فی حیاتہ وھو الذی یستعمل الغاسلون فی انفسہم فلاشئی فی تکریم المیت

اور نفی شرک پر مشتمل ہے اور تمام اذکار اسلام میں اُس کو فضیلت ہو اور سورہ یٰس کے مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے
کہ وہ قرآن کا دل ہے اسکا بیان عنقریب آتا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ نصیحت کے لیئے بہت کافی مقدار ہے
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا ما من مسلم تصیبہ مصیبۃ الخ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ اس پر کوئی مصیبت
پڑے اور خدا تعالےٰ کے حکم کے موافق وہ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا
منہا پڑھے مگر خدا تعالےٰ اسکے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرماتا ہے میں کہتا ہوں اس حکم میں یہ رمز ہے
کہ اُس شخص کو اسکے پڑھنے سے مصیبت کا ثواب اور خدا تعالےٰ کا اس سے بہتر عطا فرمانے پر قادر ہونا یاد
آجائے اور اسکا رنج کم ہو جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اذا حضرتم المیت فقولوا
خیرا مردہ کے پاس جب تم جاؤ تو کلمہ خیر اسکے حق میں کہو جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے
اللہم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ الخ میں کہتا ہوں ایام جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اپنے اوپر بددعا کیا کرتے
تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ وہ گھڑی قبولیت کی ہوتی تھی اور ان کو وہ لگ جاتی تھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کے لیے عورتوں سے ارشاد فرمایا اغسلنہا وترا یعنے اس کو طاق
طاق نہلاؤ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ پانی اور بیر کے پتوں سے اور اخیر مرتبہ میں کافور لگاؤ
اور فرمایا کہ اسکے دلھنے اعضا سے شروع کرو میں کہتا ہوں کہ مردے کے نہلانے میں اصل یہ ہے کہ زندہ
کے غسل پر قیاس کیا جائے کیونکہ وہ خود اپنی زندگی میں بھی ایسے ہی غسل کرتا تھا۔ اور نہلانے والے
خود بھی ایسے ہی نہاتے ہیں اس لیے میت کی تعظیم کے لیے اس سے بہتر اور کوئی صورت نہلانے کی

مثلہ وانما امر بالسدر وزیادۃ الغسلات لان المرض مظنۃ الاوساخ والریاح المنتنۃ وانما امر بالکافور فی الاخرۃ لان من خاصیتہ ان لایسرع التغیر فیما استعمل ویقال من فوائدہ انہ لا یقرب منہ حیوان موذ وانما بدأ بالمیامن لیکون غسل الموتی بمنزلۃ غسل الاحیاء ولیحصل اکرام ھذہ الاعضاء وانما جرت السنۃ فی الشھید ان لا یغسل ویدفن فی ثیابہ ودمائہ تنویھا بما فعل ولیتمثل صورۃ بقاء عملہ بادی الرای ولان النفوس البشریۃ اذا فارقت اجسادھا بقیت حساسۃ عالمۃ بانفسھا ویکون بعضھا مدرکا لما یفعل بھا فاذا ابقی اثر عمل ھذہ کانت اعانۃ فی تذکر العمل وتمثل عندھا وھذا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم جروحھم تدمی اللون لون دم والریح ریح مسک وصح فی المحرم ایضا کفنوہ فی ثوبیہ ولا تمسوہ بطیب ولا تخمروا رأسہ فانہ یبعث یوم القیمۃ ملبیا فوجب المصیر الیہ والی ھذہ النکتۃ اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ المیت یبعث فی ثیابہ التی تموت فیھا والاصل فی التکفین التشبہ بحال النائم المستجی بثوبہ اکملہ فی الرجل ازار وقمیص وملحفۃ او حلۃ وفی المرأۃ ھذہ مع زیادۃ ما لا نھا یناسبھا

نہیں ہے اور بیر کے پتوں اور کئی مرتبہ بدن کا دھونیکا اسلیے حکم دیا کہ مرض کے اندر اکثر اوقات بدن پر میل ہو جاتا ہے اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور اخیر مرتبہ میں کافور لگانے کا اسلیے حکم دیا کہ جس چیز کو کافور لگایا کرتے ہیں وہ چیز جلد نہیں بگڑتی ہو اور بعض یہ کہتے ہیں کہ کافور لگانے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کوئی موذی جانور اسکے قریب نہیں آتا اور داہنی طرف سے شروع کرنیکا اسلیے حکم دیا تاکہ مردوں کا غسل بمنزلہ زندوں کے غسل کے ہو اور تاکہ ان اعضاء کی عزت معلوم ہو اور شہید کے اندر جو غسل نہ دینے اور انہی کپڑوں اور خون کے ساتھ دفن کرنے کی سنت جاری ہو اسکا سبب یہ ہو کہ لوگوں کو اُسکا شہید ہونا معلوم ہو اور تاکہ بظاہر اسکے بقاء عمل کی صورت متمثل ہو جائے اور دوسرے یہ کہ نفوس بشریہ جب اپنے ابدان کو چھوڑتی ہیں تو اس کو حس اور اپنی جانوں کا علم باقی رہتا ہے بلکہ بعض کو ان چیزوں کا بھی ادراک ہو جاتا ہے جو انکے ساتھ کی جاتی ہیں پس جب ایسے عمل کا اثر بدستور چھوڑ دیا جائے تو ضرور اُنکو اسکے سبب سے اپنا عمل یاد رہتا ہے اور انکے سامنے وہ عمل متمثل ہو جاتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے جروحھم تدمی اللون لون دم والریح ریح مسک اُنکے زخموں سے خون جاری ہوگے رنگ تو خون کا سا اور خوشبو مشک کی سی اس سے یہی مراد ہے اور محرم کے باب میں بھی حدیث صحیح وارد ہو کفنوہ فی ثوبیہ ولا تمسوہ بطیب ولا تخمروا راسہ فانہ یبعث یوم القیمۃ ملبیا یعنے اسکو دونوں کپڑوں میں لپیٹ دو اور اسکے خوشبو مت لگاؤ اور اسکے سر کو مت ڈھکو اسلیے کہ قیامت کے دن وہ تلبیہ کہتا ہوا اٹھیگا پس اسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اسی نکتہ کیطرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قول سے اشارہ فرمایا المیت یبعث فی ثیابہ الذی یموت فیھا یعنے جن کپڑوں میں مردہ مرتا ہو انہیں میں وہ مردہ اٹھتا ہے اور اصل کفن پہنانے میں کپڑا اوڑھ کر سونیوالے کیساتھ مشابہت کا ہوتا ہے مرد کیلیے پورا پورا کفن تہبند اور کرتا اور چادر لپیٹنے کی یا صرف حلہ یا دو کپڑے ہیں اور عورت کیلیے انسے کچھ زیادہ ہیں

زیادۃ الستر قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تغالوا فی الکفن فانہ یسلب سلبا سریعا اراد العدل بین الافراط والتفریط وان لا ینتحلوا عادۃ الجاھلیۃ فی المغالاۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرعوا بالجنازۃ فانہا ان تک صالحۃ الخ **اقول** السبب فی ذلک ان الابطأ مظنۃ فساد جثۃ المیت وقلق الاولیاء فانہم متی ما رأوا المیت اشتدت موجدتہم واذا غاب عنہم اشتغلوا عنہ وقد اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کلا السببین فی کلمۃ واحدۃ حیث قال لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظہرانی اھلہ قولہ علیہ السلام فان کانت صالحۃ الخ **اقول** ھذا عندنا محمول علی حقیقتہ و بعض النفوس اذا فارقت اجسادھا تحس بما یفعل بجسدھا وتتکلم بکلام روحانی انما یفہم من الترشح علی النفوس دون المالوف عند الناس من الاستماع بالاذن وذلک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الا الانسان قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اتبع جنازۃ مسلم ایمانا واحتسابا الخ **اقول** السر فی شرع الاتباع اکرام المیت وجبر قلوب الاولیاء ولیکون طریقا الی اجتماع امۃ صالحۃ من المؤمنین للدعاء لہ وتعرضا للمعاونۃ الاولیاء فی الدفن ولذلک رغب فی

زیادہ ستر مناسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لا تغالوا فی الکفن فانہ یسلب سلبا سریعا زیادہ قیمتی کفن مت دو کیونکہ وہ بہت جلد اس سے جدا ہو جائیگا اس سے افراط و تفریط میں اعتدال مقصود ہے تاکہ جاہلیت کی عادت کو قیمتی کفن دینے میں اختیار نہ کریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اسرعوا بالجنازۃ الحدیث جنازہ کے لیجانے میں جلدی کرو میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ دیر کرنے میں مردہ کے بدن کے بگڑ جانیکا اندیشہ ہے دوسرے قرابت والوں کو اسکو دیکھنے سے بیقراری ہوتی ہے کیونکہ جب وہ میت کو دیکھتے ہیں تو اضطراب زیادہ ہو جاتا ہے اور جب انکی نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے تو ان کو خیال نہیں رہتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سبب کی صرف ایک ہی کلمہ سے اشارہ فرمایا ہے لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظہرانی اہلہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ کسی مسلمان کی نعش اسکے گھر والوں کے روبرو رکی جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے فان کانت صالحۃ الخ کہ اگر وہ جنازہ نیک ہے میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک یہ اپنے معنے حقیقی پر محمول ہے نفوس جب اپنے بدن کو چھوڑتے ہیں تو انکے بدن کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے انکو اسکی حس ہوتی ہے اور روحانی کلام کے ساتھ کلام کرتے ہیں وہ انکے نفوس پر مترشح ہونے سے سمجھا جاتا ہے انکا کلام معمولی نہیں ہوتا جو کانوں سے سنا جائے چنانچہ آپنے فرمایا ہے الا الانسان یعنی بجز انسان کے انکی آواز کو ہر ایک چیز سنتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من اتبع جنازۃ مسلم ایمانا واحتسابا الخ یعنے جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ مسلمان کے جنازہ کا پیچھا کرے اور اسکی نماز پڑھے اور دفن سے بھی فارغ ہو کر واپس آجاوے تو دو قیراط کے برابر ثواب لیکر آتا ہے میں کہتا ہوں جنازہ کے ساتھ جانیکا اسلیئے حکم دیا گیا کہ اسمیں میت کی عزت اور اس سے اسکے پسماندوں کے دل شکنی کی تسلی ہے اور تاکہ اس ذریعہ سے مومنین صالحین کا ایک گروہ اسکے لیئے دعا کرنے اور دفن کرنے میں معاونت کے لیئے شریک ہو جاوے لہذا آپنے دفن کیوقت تک کھڑا رہنے کی رغبت دلائی ہے۔ اور جب تک

لها الی ان یفرغ من الدفن ونهی عن القعود حتی توضع قوله صلی الله علیه و اله وسلم ان الموت فزع فاذا رایتم الجنازة فقوموا **اقول** لما کان ذکرها ذم اللذات والاتعاظ من انقراض حیاة الاخوان مطلوبا وکان امرا خفیا لا یدری العامل به من التارك له ضبط بالقیام لها ولکنه صلی الله علیه واله وسلم لم یعزم علیه ولو لم یکن سنة قائمة وقیل منسوخ وعلی هذا فالسر فی النسخ انه کان اهل الجاهلیة یفعلون افعالا مشابهة بالقیام فخشی ان یحمل ذلك علی غیر محله فیفتح باب الممنوعات والله اعلم وانما شرعت الصلوة علی المیت لان اجتماع امة من المؤمنین شافعین للمیت له تاثیر بلیغ فی نزول الرحمة علیه وصفة الصلوة علیه ان یقوم الامام بحیث یکون للمیت بینه وبین القبلة ویصطف الناس خلفه ویکبر اربع تکبیرات یدعو بینها للمیت ثم یسلم وهذا ما تقرر فی زمان عمر رضی الله عنه واتفق علیه جماهیر الصحابة ومن بعدهم وان کانت الاحادیث متخالفة فی الباب ومن السنة قراءة فاتحة الکتاب لانها خیر الادعیة واجمعها علمها الله تعالی عبادہ فی محکم کتابه ومما حفظ من دعاء النبی صلی الله علیه وسلم علی المیت اللهم اغفر

جب تک جنازہ اتار کر رکھا نہ جاوے لوگوں کو بیٹھنے سے منع کیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان الموت فزع فاذا رایتم الجنازة فقوموا کہ البتہ موت پریشانی کی چیز ہے پس جب تم کسی جنازہ کو دیکھو کھڑے ہو جایا کرو میں کہتا ہوں چنانچہ لذتوں کو دور کرنیوالی کا ذکر اور عزیز و آشنا کے انتقال سے نصیحت پکڑنا منظور تھا اور یہ ایک باطنی امر تھا کہ اسکے کرنے والے اور نہ کرنے والے میں تمیز نہ ہو سکتی تھی اس لیے شارع نے اسکے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تا کہ اس مطلوب کا انضباط ہو جاوے مگر آپ نے اسکو لوگوں پر واجب نہیں کیا اور نہ وہ سنت قائمہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور اگر منسوخ ہے تو اسکے منسوخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل جاہلیت ایسے امور کیا کرتے تھے جو کھڑے ہونے کے مشابہ تھے اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیال ہوا کہ یہ کھڑا ہونا بے محل نہ کیا جائے کہ جس سبب سے ممنوعات کا دروازہ مفتوح ہو جائے اور جنازہ کی نماز اس لیے مقرر کی گئی کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کے لیے شریک ہونا اوپر رحمت الٰہی نازل ہونے میں بڑا کامل اثر رکھتا ہے اور نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام اس طرح پر کھڑا ہو کہ جنازہ اسکے اور قبلہ کے مابین ہو اور امام کے پیچھے قوم صف باندھ کر کھڑی ہو اور امام چار تکبیریں کہے اور میت کے لیے دعا کرے اور اسکے بعد سلام پھیر دے یہ طریقہ ایسا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قائم رہا اور تمام صحابہؓ اور تابعینؒ کا اتفاق رہا اگرچہ احادیث اس باب میں طریقوں مختلفہ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی اس نماز میں سنت ہے کیونکہ وہ سب دعاؤں سے بہتر اور سب سے زیادہ ترجامعیت رکھتی ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں بندوں کو اسکی تعلیم فرمائی ہے آنحضرت صلعم سے میت پر جو دعا منقول ہے

لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ اللھم ان فلان ابن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقہ من فتنۃ القبر وعذاب النار وانت اھل الوفاء والحق اللھم اغفر لہ وارحمہ انک انت الغفور الرحیم واللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخل الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار وفی روایۃ وقہ فتنۃ القبر وعذاب النار قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلھا وان اللہ ینورھا لھم بصلوتی وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لا یشرکون باللہ شیئا الا شفعھم اللہ فیہ وفی روایۃ یصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ **اقول** لما کان المؤثر ھو الدعاء ممن لہ بال عند اللہ لیخرق دعاؤہ الحجب ویعد نزول الرحمۃ بمنزلۃ الاستسقاء وجب ان یرغب فی احد الامرین ان

لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان اللہم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ اور اللہم ان فلان ابن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقہ من فتنۃ القبر وعذاب النار وانت اہل الوفاء والحق اللہم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واہلا خیرا من اہلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار اور ایک روایت میں وقہ فتنۃ القبر وعذاب النار آیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان ہذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اہلہا وان اللہ ینورہا لہم بصلاتی یہ قبریں اہل قبور پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور میری دعا سے اللہ پاک انکی قبروں کو نورانی کر دیتا ہے اور فرمایا ہے ما من مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لا یشرکون باللہ شیئا الا شفعہم اللہ تعالے فیہ وفی روایۃ یصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کوئی مسلمان ایسا نہیں مرتا ہے کہ اسکے جنازہ پر چالیس لوگ کھڑے ہوں جو خدائے تعالے کے ساتھ کسیکو شریک نہیں کرتے مگر اللہ تعالے اس میت کے حق میں انکی سفارش قبول فرماتا ہے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ سو مسلمانوں کا گروہ اس پر نماز پڑھے میں کہتا ہوں چونکہ ان لوگوں کی دعاؤں کا پورا پورا اثر ہوتا ہے کہ جن کی خدائے تعالی کے ہاں عزت ہے وہ دعا پردوں کو پھاڑ کر اس شخص کو نزول رحمت آلہی کے قابل بنا دیتی ہے جس طرح استسقار میں اس لئے ضروری ہوا کہ دو امروں میں ایک طرف رغبت دلائی جائے ۔ یا تو نفس اس رجہ

یکون من نفس عالیۃ نعم امۃ من الناس او جماعۃ عظیمۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنیتم علیہ خیرا وجبت لہ الجنۃ الحدیث **اقول** ان اللہ تعالیٰ اذا احب عبدا احبہ الملاء الاعلی ثم ینزل القبول فی الملاء السافل ثم الی الصالحین من الناس واذا ابغض عبدا انزل البغض کذالک فمن شہد لہ جماعۃ من صالحی المسلمین بالخیر من صمیم قلوبہم من غیر ریاء ولا موافقۃ عادۃ فانہ اٰیۃ کونہ ناجیا واذا اثنوا علیہ شرا فانہ اٰیۃ کونہ ھالکا ومعنے قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتم شہداء اللہ فی الارض انہم موردا لالہام وتراجمۃ الغیب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا **اقول** لما کان سبب الاموات سبب غیظ الاحیاء وتأذیہم ولا فائدۃ فیہ وان کثیرا من الناس لا یعلم حالہم الا اللہ نہی عنہ وقد بین النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا السبب فی قصۃ سب جاھلی وغضب العباس لاجلہ ھل یمشی امام الجنازۃ او خلفہا وھل یحملہا اربعۃ واثنان وھل یسل من قبل رجلیہ او من القبلۃ المختار ان الکل واسع وانہ قد صح فی الکل حدیث او اثر قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللحد لنا والشق لغیرنا

اس درجہ کا ہونا چاہیے کہ وہ تنہا بمنزلہ ایک گروہ شمار کیا جاوے یا ایک بڑی جماعت ہونا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہذا اثنیتم علیہ خیرا وجبت لہ الجنۃ الحدیث تم نے اسکی بھلائی بیان کی اسکے لیے جنت واجب ہوگئی میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ کی کسی بندہ سے محبت ہوتی ہے ملأ اعلے کو بھی اسکے ساتھ محبت ہوتی ہے پھر ملاء سافل میں اسکی قبولیت نازل ہو کر نیک بندوں کے دل میں اسکی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اسی طرح جب حق تعالیٰ کو کسی بندہ سے نفرت ہوتی ہے تو ان سب کو اس سے نفرت ہوتی ہے پس جس بندہ کے لیے صلحاء کا ایک گروہ اپنے خاص دل سے بلا ریا و بغیر اتفاق عادت کے اسکی نیکی کی گواہی دے تو وہ اس شخص کے ناجی ہونیکی دلیل ہے اور جب کسی کو وہ دل سے بُرا جانتے ہیں تو اس شخص کے ہلاک ہونے کی علامت ہے اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم خدا کے گواہ ہو زمین میں اسکے یہ معنے ہیں کہ تم مورد الہام اور ترجمان غیب ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا مردوں کو بُرا مت کہو کیونکہ جو وہ کرگئے تھے اس کو پہنچ گئے میں کہتا ہوں چونکہ مردوں کو برا کہنا زندوں کی رنجیدگی اور اذیت کا سبب ہے اور یہ لغو کام ہے اور نیز بہت سے لوگوں کا حال بجز خدا تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا اس لیے مردوں کے بُرا کہنے سے نہی کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سبب کو اہل جاہلیت کے ایک مردہ کو بُرا کہنے اور حضرت عباسؓ کے اسکے سبب سے رنجیدہ ہونیکو قصہ میں بیان کیا ہے اب ہی یہ بات کہ جنازہ کے آگے چلنا چاہیے یا پیچھے اور اس کو چار آدمی اٹھاویں یا دو اور اسکو پیروں کی طرف سے اتاریں یا قبلہ کیطرف سے اسمیں قول مختار یہ ہے کہ ان سب یاتوں میں گنجائش ہے اور ہر ایک حدیث صحیح یا اثر صحابی وارد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللحد لنا والشق لغیرنا یعنے ہم لوگوں کے لیے قبر ہے اور لوگوں کے لیے شق ہے

اقول ذلک لان اللحد اقرب من اکرام المیت واھالۃ التراب علی وجھہ من غیر ضرورۃ سوء ادب وانما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لا یدع تمثالا الا طمسہ ولا قبرا مشرفا الا سواہ ونھی ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ وقال لا تصلوا الیھا لان ذلک ذریعۃ ان یتخذھا الناس معبودا وان یفرطوا فی تعظیمھا بما لیس بحق فیحرفوا دینھم کما فعل اھل الکتاب وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد ومعنی ان یقعد علیہ قیل ان یلازمہ المزوّرون وقیل ان یطؤا القبور وعلیٰ ھذا فالمعنی اکرام المیت فالحق التوسط بین التعظیم الذی یقارب الشرک وبین الاھانۃ وترک الموالاۃ بہ ولما کان البکاء علی المیت والحزن علیہ طبیعۃ لا یستطیعون ان ینفکوا عنھا الیٰ یحزان یکلفوا بترکہ کیف وھو ناشی من رقۃ الجنسیۃ وھی محمودۃ لتوقف تالف اھل المدینۃ فیما بینھم علیھا ولانھا مقتضی سلامۃ مزاج الانسان وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا واشار الی لسانہ او یرحم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ السر فیہ ان ذلک تشبہ

میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ لحد کی وجہ سے میت کی عزت باقی رہتی ہے اور اسکے منہ پر بغیر ضرورت کے مٹی ڈالنے میں ایک قسم کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اور نبی ؐ نے حضرت علی رضؓ کو اسبات کیلئے روانہ فرمایا ہے کہ جو تصویر دیکھیں اسکو مٹادیں۔ اور جو اونچی قبر دیکھیں اُسکو گرا کر برابر کردیں اور قبروں کے پختہ بنانے اور اسپر گنبد وغیرہ کے بنانے اور انپر بیٹھنے سے اور انکی طرف نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان کی طرف نماز پڑھنا اسبات کا ذریعہ بنجائیگا کہ انکی لوگ پرستش کرنے لگجائیں گے اور حد سے زیادہ انکی تعظیم کرنے لگجائیں گے تو اپنے دین کو تحریف کرلیں گے جیسے کہ اہل کتاب نے اپنے دین کو تحریف کردیا ہے اسکا بیان اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ؐ نے فرمایا ہے لعن اللہ الیھود والنصاری الخ یعنے یہود اور نصاری پر اللہ تعؒ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا ہے (یعنی ان قبروں کی طرف سجدے کرتے ہیں اور نبی ؐ کے فرمان ان یقعد علیہ کے بعض نے یہ معنے کیے ہیں کہ زیارت کرنے والے اس قبر پر آکر ٹھہر جائیں۔ اور بعض نے یہ مراد لیا ہے۔ کہ قبروں کو پاؤں سے پائمال کرنا۔ اس معنی کی بنا پر میت کی تعظیم کے واسطے یہ حکم جاری کیا گیا ہے۔ پس حق یہ ہے کہ مردہ کی تعظیم اور اسکی اہانت میں توسط کا خیال رکھے یعنے نہ اتنی تعظیم کرے کہ جس سے شرک کے قریب ہوجائے اور نہ اسکو ذلیل کرے اور نہ اسکے ساتھ عداوت رکھے اور چونکہ میت پر رونا اور اسپر غم کرنا ایک طبعی امر ہے۔ لوگوں کو اس بات کی طاقت نہیں ہے کہ اس کو چھوڑ دیں تو اس لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے ترک پر ان لوگوں کو تکلیف دیجائے کس طرح ان سے دور ہوسکے کیونکہ اپنے ہم جنس کی رقت کی وجہ سے یہ رونا اور غم پیدا ہوا ہے اور یہ عمدہ صفت ہے کیونکہ شہر والوں کی آپس میں محبت اسی صفت پر موقوف ہے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ انسان کی سلیم مزاج کا یہی مقتضے ہے جیسے کہ نبی ؐ نے فرمایا ہے انما یرحم اللہ الخ یعنے اللہ تعؒ اپنے ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو کہ آپس میں رحم دل ہیں اور نبی ؐ نے فرمایا ہے ان اللہ لا یعذب الخ یعنے آنکھوں سے آنسوں بہانے اور دل کے غمگین ہونیکی وجہ سے اللہ تعؒ عذاب نہیں دیتا بلکہ زبان سے بیہودہ باتیں نکالنے کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم کردیتا ہے اور نبی ؐ نے فرمایا ہے لیس منا الخ یعنے جو آدمی کہ اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی باتوں کو اختیار اور پسند کرے تو وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں ہے۔ اس میں یہ راز ہے کہ یہ تمام باتیں

تهييج الغم وانما المصاب بالثكل بمنزلة المريض يعالج ليتخفف مرضه ولا ينبغي ان يسعى في تضاعف وجعه وكذلك المصاب يشتغل عما يجده ولا ينبغي ان يغوص بقصده وايضاً فلعل هيجان القلق يكون سبباً لعدم الرضا بالقضاء وايضاً فكان اهل الجاهلية يراؤون الناس باظهار التفجع وتلك عادة خبيثة ضارة نهوا عنها وقوله صلى الله عليه وسلم في النائحة تقام يوم القيامة وعليها سربال[1] من قطران ودرع من جرب **اقول** انما كان كذلك لانها احاطت بها الخطيئة فجوزيت بتمثل الخطيئة ثياباً محيطة بجسدها وانما تقام تشهيراً ولانها كانت قائمة عند النوحة قوله صلى الله عليه وسلم اربع في امتي من امر الجاهلية لا يتركونهن الحديث[2] **اقول** انما تفطن النبي صلى الله عليه وسلم انهم لا يتركون لان ذلك مقتضى افراط الطبيعة البشرية بمنزلة الشبق فان النفوس لها تيه يظهر في الانساب والفة بالاموات تستدعي النياحة ورصد يؤدي الى الاستسقاء بالنجوم ولذلك لن ترى امة من البشر من عربهم وعجمهم الا وهذه سنة فيهم وقوله صلى الله عليه وسلم في النساء يتبعن الجنازة ارجعن مازورات غير ماجورات **اقول** انما نهين عن ذلك لان حضورهن مظنة الصخب والنياحة وعدم الصبر وانكشاف العورات قوله عليه السلام

غم کے بڑھانے کا سبب ہیں اور جس آدمی کا کوئی آدمی مرجاتا ہے تو وہ بمنزلہ بیمار کے ہو جاتا ہے جو کہ قابل علاج ہے تو اسکا علاج کیا جائے تاکہ اس کی مرض میں کمی واقع ہو اور یہ مناسب نہیں کہ اسکی مرض بڑھانے میں کوشش کیجائے اور اسی طرح وہ شخص کہ جس کو مصیبت پہنچی ہے اس سے فارغ ہو گیا ہے اس لئے اب اسکو مناسب نہیں ہے کہ قصداً اس مصیبت میں اپنی جان کو ڈالے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ اس قدر بے قراری کے بڑھ جانے میں یہ احتمال ہے کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کے حکم پر ناراض ہے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ کے لوگ اپنے درد کو ظاہر کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے رویا کرتے تھے اور یہ بڑی سخت بڑی اور ضرر دینے والی عادت ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسطرح چلا کر رونے وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔ اور نبی علیہ السلام نے اس عورت کے بارے میں جو چلا چلا کر روتی ہے فرمایا ہے تقام یوم القیمۃ الخ یعنے وہ عورت قیامت کے روز کھڑی کی جائیگی اور اسکو گندھک کا کرتہ پہنایا جائیگا اور ایک قمیص جرب کی یعنے پہلے اسکے اعضاء میں خارش کی بیماری پیدا ہو گی اور پھر گندھک میں رنگا ہوا کرتہ پہنایا جائیگا تاکہ جلدی سے آگ لگجائے)

میں کہتا ہوں کہ یہ اسواسطے ہو گا کہ اسکے گناہوں نے اسکو گھیر لیا ہے جو گناہوں کی بدبو کی شکل میں سزا دیا گیا جو اسکے بدن کو محیط ہو۔ اور کھڑی اسواسطے کی جائیگی تاکہ لوگوں میں اسکی شہرت ہو یا اسواسطے کہ وہ کھڑی ہو کر نوحہ کرتی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اربع فی امتی الخ یعنے جاہلیت کے زمانہ کی چار باتیں میری امت میں ایسی موجود ہیں۔ کہ جن کو نہ چھوڑینگے۔ ایک تو اپنی ذات کے لحاظ سے فخر کرنا دوسری کسی کی نسب پر طعنہ مارنا تیسری ستاروں کے ذریعہ بارش حاصل کرنی چوتھی نوحہ کرنا۔ میں کہتا ہوں کہ نبی علیہ السلام کو ان باتوں کا نہ چھوڑنا اسوجہ سے معلوم ہوا کہ جس وقت انسان کی طبع حد سے بڑھ جاتی ہے تو یہ چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں جیسے کہ شہوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نفسوں میں ایک قسم کی نخوت ہے جو کہ نسب میں ظاہر ہوتی ہے اور مردوں کی محبت انسان کو رونے پیٹنے پر برانگیختہ کر دیتی ہے۔ اور ایک قسم کے آدمی ہیں کہ جنکی وجہ سے ستاروں کو بارش طلب کرتے ہیں اور اسی وجہ سے انسانوں کے ایک گروہ میں خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے ہوں یہ باتیں رائج ہیں۔ اور نبی علیہ السلام نے ان عورتوں کے حق میں فرمایا ہے جو کہ جنازہ کے ساتھ جاتی تھیں ارجعن الخ یعنے تم گناہ حاصل کر کے لوٹو نہ ثواب حاصل کر کے۔ میں کہتا ہوں کہ انکو ساتھ جانے سے اسوجہ سے منع کیا گیا ہے کہ انکے حاضر ہونے میں شور و غل اور رونے پیٹنے اور بے صبری کرنے اور ستروں کے کھل جانے کا گمان ہے نبی علیہ السلام

[1] سربال قمیص و القطران عصارة الابهل ۱۲ [2] تمامہ الفخر فی الاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ ۱۲ منہ

لا یموت لمسلم ثلاثۃ من الولد فیلج النار **اقول** ذلک لجهاده نفسه بالاحتساب ولمعان ذکرناها فراجع قوله صلی اللہ علیه وسلم من عزی مصابا فله مثل اجره **اقول** ذلک لسببین احدهما ان الحاضر یرق رقۃ المصاب وثانیهما ان عالم المثال مبناه علی ظهور المعانی التصابیفیۃ ففی تعزیۃ الثکل صورۃ الثکل فجوزی شبه جزائه قوله صلی اللہ علیه وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاهم ما یشغلهم **اقول** هذا نهایۃ الشفقۃ باهل المصیبۃ وحفظهم من ان یتضرروا بالجوع قوله صلی اللہ علیه وسلم نهیتکم عن زیارۃ القبور فزوروها **اقول** کان نهی عنها لانها تفتح باب العبادۃ لها فلما استقرت الاصول الاسلامیۃ واطمأنت نفوسهم علی تحریم العبادۃ لغیر اللہ اذن فیها وعلل التجویز بأن لها فائدۃ عظیمۃ وهی انها تذکر الموت وانها سبب صالح للاعتبار بتقلب الدنیا ومن دعاء الزائر لاهل القبور السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ وفی روایۃ السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا ونحن بالاثر۔ واللہ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔

فرمایا ہے لایموت لمسلم الخ یعنے جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوگئے ہوں تو وہ دوزخ میں نہیں داخل ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ اسنے ثواب حاصل کرنے کے لیے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا ہے اور اسکے علاوہ اور بھی کئی معنی ہیں ہم ذکر کرچکے ہیں اسجگہ دیکھ لیں۔ نبی صلعم نے فرمایا ہے من عزی الخ یعنے جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کو تسلی دی تو تسلی دینے والے کو بھی اسکے برابر ثواب ملے گا۔ میں کہتا ہوں۔ اسکی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص تسلی دینے کے لئے حاضر ہولہے اسکے دل میں ایسی رقت اور نرمی پیدا ہوجاتی ہے جیسے کہ اس مصیبت والے آدمی کے دل میں رقت موجود ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عالم مثال کا مبنا اوپر ظاہر ہونے معانی مناسبہ کے ہے۔ سو مصیبت والے آدمی کو تسلی دینے کی وجہ سے ایک مصیبت کی صورت ظاہر ہوجاتی ہے تو اس کے برابر اسکو بدلا دیا جائیگا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصنعوا لآل جعفر الخ یعنے جعفر کے اہل عیال کے لئے کھانا تیار کراؤ۔ کیونکہ انپر ایسی حالت آگئی ہے کہ جس کی وجہ سے اور کام نہیں کرسکتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس طریقے سے مصیبت زدہ کے ساتھ انتہا درجہ کی شفقت ہوجاتی ہے اور بھوک کے ضرر سے بچ جاتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ نہیتکم یعنے میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اب ان کی زیارت کیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے پہلے قبروں کی زیارت کرنے سے اسواسطے منع کیا گیا تھا کہ زیارت کی وجہ سے انکی پوجا کا دروازہ کھلجاتا تھا۔ پس جسوقت اسلامیہ قواعد مضبوط ہوچکے اور ان کے نفسوں کو اسبات کا پورا اطمینان ہو چکا کہ خدا تعالیٰ کی پوجا کے بغیر اور کسی کی پرستش کرنی حرام ہے تو اس لیے ان کو زیارت کی اجازت دی گئی۔ اور اس اجازت کی علت بھی بیان فرمادی کہ زیارت میں بڑا فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ موت یاد آجاتی ہے اور یہ سبب عبرت دنیا کے تغیر و تبدل کے ہے موت اور جو آدمی کہ قبروں کی زیارت کیلئے جائے اسکےلئے یہ دعا پڑھنی آئی ہے۔ السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاءاللہ بکم للاحقون۔ نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا ونحن بالاثر:۔ واللہ اعلم۔

من ابواب الزکوٰۃ

اعلم ان عمدة ما روعى فى الزكوة مصلحتان مصلحة ترجع الى تهذيب النفس وهى انها احضرت الشح والشح اقبح الاخلاق ضار بها فى المعاد ومن كان شحيحا فانه اذا مات قلبه متعلقا بالمال وعذب بذلك ومن تمرن بالزكوة وازال الشح من نفسه كان ذلك نافعا له وانفع الاخلاق فى المعاد بعد الاخبات لله تعالى هو سخاوة النفس فكما ان الاخبات يعد للنفس هيئة التطلع الى الجبروت فكذلك السخاوة تعد لها البراءة عن الهيأت الخسيسة الدنيوية وذلك لان اصل السخاوة قهر الملكية البهيمية وان تكون الملكية هى الغالبة وتكون البهيمية منصبغة بصبغها اخذة حكمها ومن المنبهات عليها بذل المال مع الحاجة اليه والعفو عمن ظلم والصبر على الشدائد فى الكريهات بان يهون عليه آلام الدنيا لايقانه بالآخرة فامر النبى صلى الله عليه وسلم بكل ذلك وضبط اعظمها[1] وهو بذل المال بحدود وقرنت بالصلوة والايمان فى مواضع كثيرة من القرآن وقال تعالى عن اهل النار لم نك من المصلين ولم نك نطعم المسكين وكنا نخوض مع الخائضين

یہ فصل زکوٰۃ کے بیان میں ہے

جاننا چاہیئے کہ جن مصلحتوں کا زکوٰۃ میں لحاظ کیا گیا ہے ان سب میں سے دو مصلحتیں عمدہ ہیں ایک مصلحت یہ ہے کہ جس سے نفس کو تہذیب حاصل ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس کے اندر بخل کی صفت پائی جاتی ہے اور بخل تمام خصلتوں سے بُری خصلت ہے کہ آخرت میں اس نفس کو ضرر دینے والا ہے اور جس وقت بخیل مرجاتا ہے تو اسکے دل میں مال کی محبت باقی رہتی ہے اور اس وجہ سے اُس کو عذاب ہوتا ہے اور جس نے زکوٰۃ دینے کی عادت ڈالی اور بخیلی کی صفت کو اپنے نفس سے دور کر دیا تو یہ اسکو فائدہ پہنچائیگا۔ اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کے بعد قیامت کے روز تمام اخلاق سے زیادہ فائدہ مند دل کی سخاوت ہے۔ پس جیسے اطاعت خداوندی سے نفس اس قابل ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت کبریائی پر مطلع ہو جائے تو اسی طرح سخاوت کی وجہ سے نفس اپنے آپ کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ دنیا کی صفات بد سے پاک ہو جائے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ حقیقت میں سخاوت اس صفت کا نام ہے جو کہ قوت ملکیہ قوت بہیمیہ پر زبردستی کرے اور قوت ملکیہ اسپر غالب ہو جائے اور قوت بہیمیہ قوت ملکیہ کے رنگ میں رنگی جائے اور اسکے حکم کو اخذ کرلے اور ان اوصاف کے موجود ہونے کے وقت نفس کو اسبات کی تنبیہ ہوتی ہے کہ اپنے مال کو باوجود اپنی ضرورت کے خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرے اور جس نے اسپر ظلم کیا ہے اسکو معاف کردے اور جو سخت حوادثات پیش آئیں اُنپر صبر کرے اس طریقے سے کہ قیامت پر یقین کرنے کی وجہ سے اسپر دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں تو اس لئے نبی علیہ السلام نے ان باتوں کا حکم فرمایا ہے اور ان خصلتوں میں جو اعظم خصلت تھی اسکے احکام محدود فرمادیئے وہ اعظم خصلت مال کو خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرنا ہے[1] اور یہ اعظم خصلت اسلئے ہے کہ مال کا خرچ کرنا نفس پر بڑا مشکل ہوتا ہے اور زکوٰۃ کے بیان کو قرآن مجید میں بہت سی جگہ پر ایمان اور نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس حال کو جو قیامت کے روز دوزخی لوگ کہیں گے حکایتاً بیان فرمایا ہے لم نک من المصلین الخ یعنے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور فقرا ومساکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے اور لغو گویوں کے ساتھ لغو کیا کرتے تھے۔

[1] اے الزکاۃ ۱۲ سه لانه نفس به ۱۲ ملاءة اشدة الخصال من اعظم المال بذل ای ۱۲ سه الخصال تلک ای

وأیضاً إذا عنت للمسکین حاجة شدیدة واقتضى تدبیر الله أن یسد خلته بأن یلهم الانفاق علیه فی قلب رجل فکان هو ذلك انبسط قلبه للالهام وتحقق له بذلك انشراح روحانی وصار معد الرحمة الله تعالیٰ نافعاً جداً فی تهذیب نفسه والالهام الجملی المتوجه الی الناس فی الشرائع تلو الالهام التفصیلی فی فوائده، وأیضاً فالمزاج السلیم مجبول علی رقة الجنسیة وهذه خصلة علیها یتوقف اکثر الاخلاق الراجعة الی حسن المعاملة مع الناس فمن فقدها ففیه ثلمة یجب علیه سدها، وأیضاً فان الصدقات تکفر الخطیئات وتزید فی البرکات علی ما بینا فیما سبق ومصلحة ترجع الی المدینة وهی انها تجمع لا محالة الضعفاء وذوی الحاجة وتلك الحوادث تغدو علی قوم وتروح علی آخرین فلو لم تکن السنة بینهم مواساة الفقراء واهل الحاجات لهلکوا وماتوا جوعاً، وأیضاً فنظام المدینة یتوقف علی مال یکون به قوام معیشة الحفظة الذابین عنها والمدبرین السائسین لها ولما کانوا عاملین للمدینة عملاً نافعاً مشغولین به عن اکتساب کفافهم وجب ان یکون قوام معیشتهم علیها والانفاقات المشترکة لا تسهل علی البعض او لا یقدر علیها البعض فوجب ان تکون جبایة الاموال من الرعیة سنة

اور نیز یہ وجہ ہے کہ جس وقت کسی مسکین کو کوئی سخت ضرورت پیش آتی ہے تو ارادہ خداوندی کا یہ مقتضی ہوتا ہے کہ کسی انسان کے دل میں اس مسکین پر خرچ کرنے کا الہام ڈال کر اس کی حاجت روائی کردے پس اسی طرح ہوتا ہے کہ اسکا دل القاء الہام کے لئے کشادہ ہوجاتا ہے اور اسکے لئے بسبب اسکے ایک روحانی انکشاف ہوجاتا ہے اور وہ خرچ خدا تعالیٰ کے نزول رحمت کے لئے سبب بنجاتا ہے اور اسکے نفس کی تہذیب کے لئے نہایت درجہ کا فائدہ دیتا ہے۔ اور جو مجمل الہام لوگوں کی طرف احکام شرعیہ میں متوجہ ہوتا ہے وہ فوائد کے لحاظ سے الہام تفصیلی سے کم درجہ کا ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ جو شخص صحیح المزاج ہو اسکی خلقت میں یہ بات داخل ہے کہ اپنی جنس کے ساتھ ہمدردی کرے اور یہ ایسی خصلت ہے کہ جس پر اکثر اخلاق موقوف ہیں کہ جن کی وجہ سے لوگوں کا آپس میں حسن سلوک ہوتا ہو اور جس شخص میں رقت اور ہمدردی نہ ہو وہ بڑے نقصان میں ہے تو اس شخص پر ضروری ہے کہ اس نقصان کو روکے اور یہ وجہ ہے کہ صدقات کی وجہ سے گناہ دور ہوتے ہیں اور برکتیں زیادہ ہوتی ہیں چنانچہ انکا بیان ہم پہلے کرچکے ہیں۔ اور دوسری مصلحت کا تعلق شہر و قصبہ وغیرہ کے ساتھ ہے اسکا بیان یہ ہے کہ شہر ایسی جامع چیز ہے کہ اسمیں ہر قسم کے لوگ ضعیف اور حاجتمند وغیرہ ضروری ہوتے ہیں۔ اور یہ حوادث آج ایک قوم پر ہوتے ہیں اور کل دوسری قوم پر ہوجاتے ہیں اور اگر لوگوں کے درمیان فقراء اور حاجتمندوں کی ہمدردی کا طریقہ جاری نہ ہوتا تو وہ لوگ بھوک وغیرہ سے ہلاک ہوجاتے اور نیز یہ وجہ ہے کہ شہر کا انتظام ایسے مال پر موقوف ہے جو شہر کے محافظین اور اسکے مدبرین پر جو کہ اسکا انتظام کرتے ہیں خرچ کیا جائیگا اور چونکہ یہ لوگ اس شہر کے نفع کے لئے کاروبار کرتے ہیں اور اسکے کاروبار میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنی روزی نہیں حاصل کرسکتے اسلئے یہ ضروری ہوا کہ ان لوگوں کا خرچ اخراج اس شہر سے حاصل کیا جائے اور جو مشترکہ خرچ ہوتا ہے وہ فقط بعض ہی آدمی برداشت نہیں کرسکتے اور بعض آدمی ان میں سے خرچ پر طاقت ہی نہیں رکھتے۔ رعیت پر یہ بات مقرر کی جائے۔ کہ ان کے مال میں سے کچھ حصہ لیا جائیگا۔

لہ کفافہم ۱۲

ولما لم یکن اسہل ولا اوفق بالمصلحۃ من ان تجعل احدی المصلحتین مضمومۃ بالاخری ادخل الشرع احداہما فی الاخری ثم مست الحاجۃ الی تعیین مقادیر الزکوٰۃ اذ لولا التقدیر لفرط المفرط ولاعتدی المعتدی ویجب ان تکون غیر یسیرۃ لایجدون بہا ولا تنجع من بخلہم ولا ثقیلۃ یعسر علیہم اداؤہا والی تعیین المدۃ التی تجبی فیہا الزکوات ویجب ان لاتکون قصیرۃ یسرع دورانہا فتعسر اقامتہا فیہا وان لاتکون طویلۃ لاتنجع من بخلہم ولا تدر علی المحتاجین والحفظۃ الا بعد انتظار شدید ولا اوفق بالمصلحۃ من ان یجعل القانون فی الجبایۃ ما اعتادہ الناس فی جبایۃ الملوک العادلۃ من رعایاہم لان التکلیف بما اعتادہ العرب والعجم وصار کالضروری الذی لایجدون فی صدورہم حرجا منہ والمسلم الذی اذہبت الالفۃ عنہ الکلفۃ اقرب من اجابۃ القوم واوفق للرحمۃ بہم والابواب التی اعتادہا طوائف الملوک الصالحین من اہل الاقالیم الصالحۃ وہو غیر ثقیل علیہم وقد تلقتہا العقول بالقبول اربعۃ: الاول ان توخذ من حواشی الاموال النامیۃ فانہا احوج الاموال الی الذب عنہا لان النمو لا یتم الا بالتردد خارج البلاد ولان اخراج الزکوٰۃ اخف علیہم لما یرون من التزائد کل حین فیکون الغرم بالغنم

اور چونکہ کوئی آسان اور مصلحت کے موافق اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہ تھا کہ جس سے ایک مصلحت کو دوسری کے ساتھ ملایا جائے تو اس لیے شارع نے ایک کو دوسری میں داخل کردیا۔ پھر اسبات کی حاجت پڑی کہ ہر قسم کے مال کے لئے زکوٰۃ کا اندازہ مقرر کیا جائے۔ کیونکہ اگر زکوٰۃ کا اندازہ نہ مقرر کیا جاتا تو جو کم دینے کا ارادہ کرتا وہ کم دے سکتا تھا اور جو زیادہ لینے کا ارادہ کرتا وہ زیادہ لے سکتا تھا۔ اور یہ بات بھی ضروری ہوئی کہ اسکی مقدار اتنی بھی کم نہ کی جائے کہ جس کے اداکرنے میں ان کو کسی قسم کی پرواہ نہ ہو اور جس کی وجہ سے ان کے بخل کے اندر کسی قسم کا فائدہ اور اثر نہ ہو۔ اور نہ اسقدر اسکی مقدار زیادہ کی جائے کہ انپر اسکا ادا کرنا مشکل ہو جائے۔ اور نیز اس زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لئے ایک مدت بھی معین کی جائے تاکہ اس معین مدت میں مال زکوٰۃ کا جمع ہو سکے اور نیز یہ بھی ضروری ہوا کہ وہ عرصہ اتنا قلیل بھی نہ ہو۔ جسکا دورہ جلدی جلدی آجائے تو اسکا ادا کرنا انپر مشکل ہو جائے۔ اور اتنا دور دراز بھی وہ عرصہ نہ ہو کہ ان کے بخل کے اندر تاثیر نہ کر سکے اور محتاج اور محافظین لوگوں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے میں ایک سخت انتظار کرنی پڑے اور مصلحت کیموافق اس سے زیادہ بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہے کہ زکوٰۃ کے لینے میں ایسا قانون مقرر کیا جائے جیسے کہ عادل بادشاہ نے اپنی رعیت سے مال لینے کا قانون مقرر کردیا ہے اور لوگ اسکے عادی ہوگئی ہیں کیونکہ جس تکلیف کے عرب اور عجم عادی ہوگئے ہیں وہ تکلیف ضروری چیز کے مانند ہوگئی ہے کہ جس کی وجہ سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہیں کرتے خصوصًا مسلمان کہ اسکی محبت نے اس سے تکلیف کو دور کردیا ہے۔ کہ اپنی قوم کی حاجت روائی کرنے کے لئے زیادہ قرب رکھتا ہے اور انپر رحم کرنے کے لئے زیادہ لائق ہے۔ اور جن اقسام میں بادشاہ عادلوں نے اپنی نیک رعیت سے لینے کی عادت ڈال لی ہے۔ وہ انپر دشوار نہیں ہے اور صحیح عقل نے ان کو تسلیم بھی کرلیا ہے وہ چار قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ بڑھنے والے مال سے زکوٰۃ لی جائے کیونکہ یہ مال حفاظت کا زیادہ حاجتمند ہی اور یہ تب ہی بڑھ سکتے ہیں۔ جبکہ شہر کے اندر باہر انکی آمد رفت ہو ...... اور انکی زکوٰۃ دینی بھی انپر آسان ہے کیونکہ ہر وقت ان کا بڑھنا دیکھتے رہتے ہیں پس غرم غنم کے باعث ہوا۔

لہ بڑھنے تموما یعنے التاثیر لے لا تفید ۱۲

والاموال النامية ثلاثة اصناف الماشية المتناسلة السائمة والزروع والتجارة: والثانى ان تؤخذ من اهل الدثور[1] والكنوز لانهم احوج الناس الى حفظ المال من السراق وقطاع الطريق وعليهم نفاقات لايعسر عليهم ان تدخل الزكوة فى تضاعيفها[2]: والثالث ان تؤخذ من الاموال النافعة التى ينالها الناس من غير تعب كدٍّ فان الجاهلية وجواهر العادين فانها بمنزلة المجان يخف عليهم الانفاق منه: والرابع ان تلزم ضرائب على دوس الكاسبين فانهم عامة الناس واكثرهم واذا جبى من كل منهم شئ يسير كان خفيفا عليهم عظيم الخطر فى نفسه ولما كان دورات التجارات من البلدان النائية وحصاد الزروع وجنى الثمرات فى كل سنة وهى عظم انواع الزكوة قدر الحول بها ولانها تجمع فصولا مختلفة الطبائع وهى مظنة النماء وهى مدة صالحة لمثل هذه التقديرات والاسهل والاوفق بالمصلحة ان لاتجعل الزكوة الامن جنس تلك الاموال فتؤخذ من كل صرمة[3] من الابل ناقة ومن كل قطيع من البقر بقرة ومن كل ثلة من الغنم شاة مثلا ثم وجب ان يعرف كل واحد من هذه بالمثال والقسمة والاستقراء ليتخذ ذلك ذريعة الى معرفة الحد والجامعة المانعة فالماشية فى كثر البلدان الابل والبقر والغنم

اور جو بڑھنے والے مال ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ مال ہے جو کہ جنگل میں چرتے ہیں اور ان کی نسلیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں تیسری جو تجارت کے لئے ہیں اور دوسری قسم یہ ہے۔ کہ مالداروں اور صاحب خزانہ سے زکوٰۃ لی جائے۔ کیونکہ انکو اسباب کی سخت ضرورت ہے کہ انکا مال چوروں اور ڈاکوؤں سے بچایا جائے اور انپر اور خرچ اخراج بھی پڑتے رہتے ہیں تو اس لئے انپر کچھ مشکل نہیں ہے تاکہ انکے خرچ کے اندر زکوٰۃ کو داخل کیا جائے۔ تیسری قسم وہ ہے کہ اس مال سے زکوٰۃ لی جائے جو کہ لوگوں کو بغیر مشقت کے حاصل ہوا ہے جیسے وہ خزانہ جو کہ جاہلیت کے زمانہ کے مدفون تھے اور وہ لعل جواہرات جو دشمنوں سے حاصل ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ مال اس چیز کے مانند ہیں جو کہ مفت حاصل ہوئی ہے۔ اور ایسی چیز سے لوگوں کو خرچ کرنا آسان ہوتا ہے اور چوتھی قسم یہ ہے کہ کسب والوں پر محصول مقرر کیا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور جب ان کے ہر ایک آدمی سے تھوڑا تھوڑا مال لیا جائیگا تو انپر دشوار نہیں گذرے گا اور حقیقت میں وہ مال کثرت سے جمع ہو جائیگا اور چونکہ دور دور شہروں سے تجارت کا جاری رکھنا اور کھیتی باڑی کا کاٹنا اور پھلوں کا توڑنا ایک سال کی مدت میں حاصل ہو سکتا ہے اور یہ قسمیں زکوٰۃ کی اعلیٰ قسم میں سے ہیں اس لئے زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لئے ایک سال کا عرصہ مقرر کیا گیا ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ ہر ایک قسم کی فصل جنکی طبیعتیں مختلف ہیں ایک سال میں جمع ہوتی ہیں اور نیز یہ وجہ ہے کہ ایک سال میں مال بڑھنے کا بھی گمان ہوتا ہے اور ایسے اندازوں کے لئے ایک سال کی مدت کافی ہے اور مصلحت کے لحاظ سے یہ بات آسان اور موافق ہے کہ جس قسم کا مال ہو اسی قسم کی زکوٰۃ لی جائے چنانچہ اونٹوں کی جماعت میں سے اونٹنی لی جائے اور گائے بیلوں کے گلے سے گائے لی جائے اور بکریوں کے ریوڑ سے بکری لی جائے۔ پھر یہ بات لازم ٹھہری کہ ان تمام اقسام کو مثال اور تقسیم اور استقراء سے معلوم کیا جائے کہ جس کی وجہ سے ان کی جامع مانع تعریف ہو سکے اور اکثر شہروں میں چرنے والے حیوان اونٹ اور گائے اور بکریاں ہوتی ہیں۔

[1] ای الاموال ۱۲ [2] ای وسطها ۱۲ [3] ای جماعۃ ۱۲

ویجمعھا اسم الانعام واما الخیل فلا تکثر صرمھا ولا تناسل نسلا وافرا الا فی اقطار یسیرۃ کترکستان والزرع عبارۃ عن الاقوات والثمار الباقیۃ سنۃ کاملۃ وما دون ذلک یسمی بالخضروات والتجارۃ عبارۃ عن ان یشتری شیئا یرید ان یربح فیہ اذ من ملک بھبۃ او میراث وانفق ان باعہ فربح لا یسمی تاجرا والکنز عبارۃ عن مقدار کثیر من الذھب والفضۃ محفوظ مدۃ طویلۃ ومثل عشرۃ دراھم وعشرین درھما لا یسمی کنزا وان بقی سنین وسائر الامتعۃ لا تسمی کنزا وان کثرت والذی یغدو ویروح ولا یکون مستقرا لا یسمی کنزا . . . .

. . . . فھذہ المقدمات تجری مجری الاصول المسلمۃ فی باب الزکوٰۃ ثم اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یضبط المبھم منھا بحدود معروفۃ عند العرب مستعملۃ عندھم فی کل باب .

فصل فی فضل الانفاق وکراھیۃ الامساک

ثم مست الحاجۃ الی بیان فضائل الانفاق والترغیب فیہ لیکون رغبۃ وسخاوۃ نفس وھو روح الزکوٰۃ وبھا قوام المصلحۃ الراجعۃ الی تھذیب النفس والی بیان مساوی الامساک والتزھید فیہ اذ الشح ھو عمیدا

اور انعام کا لفظ ان تمام پر بولا جاتا ہے اور گھوڑوں کا گلہ بہت جگہ نہیں ہوتا اور انکی نسل بھی کثرت سے نہیں ہوتی بغیر چند مقامات کے جیسے ترکستان ۔ اور کھیتی ان اناجوں اور پھلوں پر بولی جاتی ہے جو پورے ایک سال تک باقی رہ سکے اور جو پورا سال بھر باقی نہ رہ سکے انکو سبزیاں اور ترکاریاں کہتے ہیں اور تجارت اس کا نام ہے کہ ایک چیز کو اس ارادے سے خریدے کہ اس میں نفع کی امید ہو تو جو شخص کسی مال کا بذریعہ ہبہ کے یا وراثت کے مالک ہوا ہو ۔ پھر اسکے فروخت کرنے کی اسکو ضرورت پڑی تو فروخت کر دیا اور اسکو منافع حاصل ہو گیا تو اسکو تاجر نہ کہینگے اور خزانہ چاندی اور سونے کی کثیر مقدار کو کہتے ہیں جو کہ بہت مدت تک حفاظت میں رہا ہو ۔ اور دس یا بیس درم کو خزانہ نہ کہا جائے گا اگرچہ کئی سال تک پڑا رہے اور ان کے علاوہ باقی سامان اگرچہ کثرت سے ہو اسکو خزانہ نہ کہا جائے گا ۔ اور جو مال صبح شام آتا جاتا ہے مگر قرار نہیں پکڑتا اسپر بھی خزانہ کا اطلاق نہیں آتا ۔ پس یہ ایسے مقدمات ہیں کہ جن کو زکوٰۃ کے باب میں قواعد مسلمہ کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے ۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا ۔ کہ جن چیزوں میں ابہام تھا ان کی ایسی تعریف کریں کہ جو عرب کے نزدیک مشہور ہے اور ان کو ہر باب میں استعمال کرتے ہیں ۔

پھر فصل سخاوت اور اسکی بزرگی اور بخیل کی برائی کے بیان میں ہے

پھر اسبات کی ضرورت پڑی کہ خرچ کرنیکی فضیلت بیان کی جائے اور اسکی طرف رغبت دلائی جائے تا کہ خدا تعالیٰ کے رستہ میں مال کا خرچ ہونا رغبت اور دل کی سخاوت سے ہو ۔ اور فی الحقیقت زکوٰۃ کا روح بھی یہی ہے اور اسی رغبت اور سخاوت پر اس مصلحت کا دارومدار ہے کہ جس سے نفس کو تہذیب حاصل ہوتی ہے اور نیز اسبات کی حاجت ہوئی کہ کنجوسی کی برائیاں اور دنیا سے بچنے کا حال بیان کیا جائے ۔ کیونکہ بخل کی صفت ہی زکوٰۃ کے دینے کو مانع ہوتی ہے اور نقصان دینے کی جڑ بھی یہی بخل ہے ۔

تضرر مانع الزکوٰۃ وذلک اما فی الدنیا وهو قول الملك اللهم اعط منفقا خلفا والاٰ هو اللهم اعط ممسکا تلفا قوله صلی الله علیه وسلم اتقوا الشح فان الشح اهلك من قبلکم الحدیث[1] وقوله عم ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وقوله عم ان الصدقة تطفئ الخطیئة کما یطفئ الماء النار وقوله صلی الله علیه وسلم فان الله یتقبلها بیمینه ثم یربیها لصاحبها الحدیث[2] اقول سر ذلك کله ان دعوة الملأ الاعلی فی اصلاح حال بنی اٰدم والرحمة بمن یسعی فی اصلاح المدینة او فی تهذیب نفسه تنصرف الی هذا المنفق فتورث تلقی علوم للملأ السافل وبنی اٰدم ان یحسنوا الیه ویکون سببا لمغفرة خطایاه ومعنی یتقبلها ان یتمثل صورة العمل فی المثال منسوبة الی صاحبها فتنشبغ هنالك بدعوات الملأ الاعلی ورحمته واما فی الاٰخرة وهو قوله صلی الله علیه وسلم ما من صاحب ذهب ولا فضة لا یؤدی منها حقها الا اذا کان یوم القیامة صفحت له صفائح[3] وقوله صلی الله علیه وسلم مثل له شجاعا اقرع[4] وقوله صلی الله علیه وسلم فی الابل والبقر والغنم قریبا من ذلك[5]

اسکا نقصان دنیا کے لحاظ سے یہ ہو کہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ اس شخص کیلئے جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرتا ہے دعا کرتا ہے کہ اللھم اعط الخ یعنی اے پروردگار جو آدمی تیرے رستہ میں خرچ کرتا اسکو اسکے عوض میں اور زیادہ عنایت فرما اور جو آدمی بخل کرتا ہے اسکے لئے وہ فرشتہ بد دعا کرتا ہے کہ اللھم اعط الخ یعنے کہ اے پروردگار بخیل کے مال کو ضائع کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا الشح الخ یعنے کنجوسی سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ کنجوسی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور نبی عم نے فرمایا ہے کہ ان الصدقة الخ یعنے صدقہ خدا تعالیٰ کے غضب کو فرو کر دیتا ہے اور نبی عم نے فرمایا ہے ان الصدقة الخ یعنے صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے (یعنے دور کر دیتا ہے) جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور نبی عم نے فرمایا ہے فان الله یتقبلها الخ یعنے صدقہ کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ سے قبول فرماتا ہے پھر اسکو اسکے دینے والے کیلئے پالتا رہتا ہے الخ (اور تمام حدیث اسطرح ہے من تصدق الخ جو شخص اپنی حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر اللہ تعالیٰ کے رستہ میں صدقہ کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ پاک چیز ہی کو قبول فرماتا ہے تو اس صدقہ کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں اخذ کر کے قبول فرماتا ہے پھر اسکے دینے والے کیلئے اسکی پرورش کرتا رہتا ہے جیسے کہ تم گھوڑے کے بچے کو پالتے ہو یہانتک کہ پہاڑ کے مانند ہو جاتا ہے) میں کہتا ہوں کہ ان تمام میں یہ راز ہو کہ فرشتوں کی دعا جو کہ انسانوں کے حال کی اصلاح کیلئے کرتے ہیں اور رحمت خداوندی ایسے خرچ کرنیوالے آدمی کیطرف رجوع کرتی ہے جو شہر کی اصلاح اور اپنے نفس کی تہذیب کی اصلاح میں کوشش کرتا ہے پھر ملاء سافل کی جماعت اور بنی آدم کے دلوں میں ستیا کا اتفاق ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ احسان کریں اور وہ رحمت اسکے گناہوں کی مغفرت کیلئے سبب بنجاتی ہے اور یتقبلها کے یہ معنی ہیں کہ عالم مثال میں اس عمل کی ایک صورت بنائی جاتی ہو کہ جس کی نسبت اس شخص کی طرف ہوتی رہتی ہے پھر اس جگہ وہ صورت فرشتوں کی دعا اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے نشو و نما پاتی رہتی ہے اور آخرت کے لحاظ سے اسکا نقصان یہ ہو کہ نبی عم نے فرمایا ہے ما من صاحب الخ جیسے مسلم شریف میں روایت ہے یعنے جو کوئی چاندی سونے کا مال رکھتا ہو اور اس نے اسکا حق ادا نہیں کیا یعنے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے روز اسکے لئے آگ کے پترے تیار کئے جائینگے الخ اور نبی عم نے فرمایا ہو کہ جس آدمی نے دنیا میں زکوٰۃ نہیں ادا کی تو اسکا مال قیامت کے روز گنجا سانپ بنا دیا جائیگا الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں اور گائے اور بکریوں کے متعلق بھی اسکے قریب قریب ہی بیان فرمایا ہے۔

[1] سیاقه تمامه فی الصفحة الثانیة ۱۲ [2] والحدیث بتمامه هکذا من تصدق بعدل تمرة من کسب طیب ولا یقبل الله الا الطیب فان الله یتقبلها بیمینه ثم یربیها لصاحبها کما یربی احدکم فلوه حتی تکون مثل الجبل ۱۲ [3] ای تمامه ۱۲ [4] رواه مسلم فی حدیث طویل ۱۲ [5] رواه البخاری وقد مر من قبل ۱۲ [6] ای کما جاء فی حدیث مسلم ۱۲

اقول السبب الباعث على كون جزاء مانع الزكوة على هذه الصفة شيئان احدهما اصل والثاني كالمؤكد له وذلك انه كما ان الصورة الذهنية تجلب صورة اخرى كسلسلة احاديث النفس المجالب بعضها بعضا وكما ان حضور صورة متضائف في الذهن يستدعي حضور صورة متضايف اخر كالبنوة والابوة وكما ان امتلاء اوعية المني به وثوران بخاره في القوى الفكرية يهز النفس لمشاهدة صور النساء في الحلم وكما ان امتلاء الاوعية ببخار ظلماني يهيج في النفس صور الاشياء المؤذية الهائلة كالفيل مثلا فكذلك المدارك تقتضي بطبيعتها اذا فيضت قوة مثالية على النفس ان يتمثل بخلها بالاموال ظاهرا سابغا وان يجلب ذلك تمثيل ما بخل به وتعانى في حفظه وامتلأت قواه الفكرية به ايضا ظاهرا سابغا تالما منه حسبما جرت سنة الله ان يتالم منها بذلك فمن الذهب والفضة المكى ومن الابل الوطء والعض وعلى هذا القياس ولما كان الملأ الاعلى علموا ذلك وانعقد فيهم وجوب الزكاة عليهم وتمثل عندهم تأذي النفوس البشرية بها كان ذلك معد الفيضان هذه الصورة في موطن الحشر والفرق بين تمثله شجاعا وتمثله صفائح ان الاول فيما يغلب عليه حب المال اجمالا فتتمثل في نفسه

میں کہتا ہوں۔ کہ زکوٰۃ کے نہ دینے والے پر اس قسم کی سزا کا ہونا دو وجہ سے ہے ایک تو اصلی سبب ہے اور دوسرا سبب اس کی تاکید کرتا ہے اور یہ سبب اسطرح ہے کہ جو صورت ذہن میں پیدا ہو وہ دوسری صورت کو کھینچ لیتی ہے جیسے کہ نفس میں باتوں کے خیال کا سلسلہ ہو۔ پھر اس سے اور خیال پیدا ہوتے جاتے ہیں یا جس طرح کہ ذہن میں ایک صورت کا تصور حاضر ہو تو یہ حضور دوسری صورت کے تصور کے حاضر کرنے کو مستلزم ہے جیسے بیٹے کا اور باپ کا ہونا اور جیسا کہ منی کے برتنوں کا منی سے بھر جانا اور اسکے بخاروں کا قوی فکریہ میں چڑھ جانا نفس کو اسبات پر ابھار دیتا ہے کہ نیند میں عورتوں کی صورتوں کا شاہدہ کرے اور جیسے دماغ کے پردوں میں ظلمانی بخاروں کے بھر جانے سے نفس میں ایسی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو کہ تکلیف دینے والی اور خوفناک ہوتی ہیں جیسے ہاتھی کی صورت مثلاً۔ پس اسی طرح جو وقت قوت مثالیہ کا فیضان نفس پر ہو جاتا ہے تو مدارک[لہ] فی الحقیقت اسبات کے مقتضی ہوتے ہیں کہ اسکی بخل کی صفت کو ظاہر مال کی صورت بنا دیجائے پھر یہ صورت اس مال کی صورت کو پیدا کر دے کہ جس کی حفاظت میں الخ رنج اٹھاتا ہے اور اسکو خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ نہیں کیا تھا۔ اور اسکے قوی فکریہ بھی اسکے ساتھ بھر جاتے ہیں اسکے جسم کو ان چیزوں سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ اسی طرح جاری ہے کہ ان لوگوں کو اسی طرح تکلیف پہنچائے۔ سو سونے چاندی سے اس طرح تکلیف دینی مقرر کیگئی ہے۔ کہ انکو گرم کرکے اسکو داغ دیا جائیگا اور اونٹوں سے اسطرح کہ انکو اپنے پاوں کے نیچے روندیں گے اور کاٹیں گے۔ اور علی ہذا القیاس۔ اور چونکہ فرشتوں کی جماعت کو یہ معلوم تھا کہ ان پر زکوٰۃ کا فرض ہونا مقرر ہو چکا ہے اور بوقت عدم ادائے زکوٰۃ کے نفوس بشریہ کی تکلیف کی صورت ان کے پاس متمثل ہو چکی ہے تو اس لئے یہ علم حشر کے میدان میں اس صورت کے فیضان کے سبب ہو جائے گا۔ اور اس مال کی سانپ کی صورت بنانے اور پتروں کی صورت بنانے میں یہ فرق ہے کہ سانپ کی صورت اس شخص کے لئے بنائی جائے گی۔ کہ جس کے دل پر مال کی محبت کا اجمالاً غلبہ ہے تو وہ مال فقط

ایک چیز کی

[لہ] یعنی اس شخص کے ادراک کرنے والے اعضاء ۱۲

صورۃ المال شیئا واحدا وتتمثل احاطتها بالنفس تطوقا وتأذی النفس بها بلسع الحیۃ البالغۃ فی السم اقصی الغایات والثانی فیما یغلب علیہ حب الدراهم والدنانیر باعیانها ویعانی فی حفظها وتمتلئ قواہ الفکریۃ بصورها فتمثل تلک الصور کاملۃ تامۃ مؤلمۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس بعید من النار و البخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار ولجاهل سخی احب الی اللہ من عابد بخیل **اقول** قربہ من اللہ تعالی کونہ مستعد المعرفتہ وکشف الحجاب عنہ وقربہ من الجنۃ ان یکون مستعدا طرح الهیأت الخسیسۃ التی تنافی الملکیۃ لتکون البهیمیۃ حاملۃ لها بلون الملکیۃ وقربہ من الناس ان یحبوہ ولا یناقشوہ لان اصل المناقشۃ هو الشح وهو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشح اهلک من کان قبلکم حملهم علی ان سفکوا دماءهم ویستحلوا محارمهم وانما کان الجاهل السخی احب من العابد البخیل لان الطبیعۃ اذا سمحت بشیئ کان اتم واوفر مما یکون بالقسر۔

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل البخیل والمتصدق کمثل رجلین علیهما

صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور اسکے دل کے احاطہ کرنے کی وجہ سے ایک طوق کی صورت میں ظاہر ہوگا اور اس کو دل کو ایسی تکلیف پہنچے گی جیسے کہ بڑے سخت زہردار سانپ کے ڈسنے سے تکلیف پہنچتی ہے اور بدروں کی صورت اس شخص کیلئے ظاہر ہوگی کہ جس کے دل میں خود بعینہ درہم اور دنانیر کی محبت کا قبضہ ہے اور انکی حفاظت میں تکلیف اٹھاتا رہا ہے اور قوی فکریہ انکی صورت کے ساتھ بھرے رہے تھے تو یہ صورتیں کاملہ صورتوں کی شکل میں ظاہر ہوکر اسکو تکلیف دیتی رہیں گی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے السخی قریب من اللہ الخ یعنی سخی آدمی اللہ تعالی کے قریب ہے اور جنت اور لوگوں کے بھی قریب ہے اور دوزخ کی آگ سے دور ہے۔ اور بخیل آدمی اللہ تعالی سے اور جنت سے دور ہے اور لوگوں سے بھی دور ہے اور دوزخ کی آگ کے نزدیک ہے اور اللہ تعالی کو جاہل سخی عابد بخیل سے زیادہ پیارا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالی کے نزدیک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص خدا تعالی کی معرفت حاصل کرنے اور نفسانی پردوں کی دور کرنے کی استعداد اور طاقت رکھتا ہے اور جنت کے نزدیک ہونیکا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص خصائل رذیلہ کو دور رکھے جو کہ قوت ملکیہ کے منافی ہیں ایسی طاقت پیدا کرلے کہ قوت بہیمیہ کو باوجود اسباب کے یہ قوت ان صفات کا محل ہے قوت ملکیہ کے رنگ میں رنگ دے۔ اور لوگوں کے قریب ہونے سے یہ مراد ہے کہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور اسکو نہیں چھیڑتے کیونکہ جھگڑے وغیرہ کی بنیاد بخل ہی ہے۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ان الشح اهلک من کان الخ یعنے اس بخل ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا ہے اس بخل نے اس بات پر ابھارا کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کردیا اور انہوں نے ایک دوسرے کے محارم کو حلال سمجھا۔ اور اللہ تعالی کے نزدیک جاہل سخی عابد بخیل سے اسواسطے پیارا ہے۔ کہ جس وقت انسان کی طبیعت اپنے ارادہ سے کچھ چیز اللہ تعالی کے رستہ میں خرچ کرے تو اس میں بڑا اثر ہوتا ہے بہ نسبت اس طبیعت کے جس پر خرچ کرنے کے لئے دباؤ ڈالا جائے۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مثل البخیل والمتصدق الخ یعنے بخیل اور صدقہ دینے والے کا حال ان دو شخصوں کے حال کی طرح ہے کہ جنہوں نے لوہے کی

جنتان الحدیث **اقول** فیہ اشارۃ الی حقیقۃ الانفاق والامساک وروحہما وذلک ان الانسان اذا احاطت بہ مقتضیات الانفاق واراد ان یفعلہ یحصل لہ ان کان سخی النفس سمحہا انشراح روحانی وصولۃ علی المال ویتمثل المال بین یدیہ حقیرا ذلیلا یکون نقضہ عنہ ھینا بل یستریح بذلک وتلک الخصلۃ ھی العمدۃ فی نقض النفس علاقاتہا بالھیأت الخسیسۃ البھیمیۃ المنطبعۃ فیہا وان کان شحیحا غاصت نفسہ فی حب المال وتمثل بین عینیہ حسنہ وملک قلبہ فلم یستطع منہ محیصا وتلک الخصلۃ ھی العمدۃ فی لجاج النفس بالھیأت الدنیۃ واشتباکہا بہا ومن ھذا التحقیق ینبغی ان تعلم معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ خب ولا بخیل ولا منان ؛ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لایجتمع الشح والایمان فی قلب عبد ابدا ؛ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم للجنۃ ابواب ثمانیۃ فمن کان من اھل الصلوۃ الحدیث **اقول** اعلم ان الجنۃ حقیقتہا راحۃ النفس بما یترشح علیہا من فوقہا من الرضا والموافقۃ والطمانینۃ وھو قولہ تعالی ففی رحمۃ اللہ ھم فیہا خالدون

دو زرہ پہنی ہوئی ہیں اور انکے دونوں ہاتھ پستان اور ہنسلی گردن کیطرف سکڑے ہوئے ہیں۔ پس جب صدقہ دینے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کی کڑیاں اور تنگ ہو جاتی ہے الخ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں سخاوت اور بخل کی حقیقت اور انکے روح کیطرف اشارہ ہے یہ اسطرح ہے کہ جس وقت انسان کو خرچ کرنے کے اسباب گھیر لیتے ہیں اور خرچ کرنے کا ارادہ بھی کرتا ہے تو اگر وہ آدمی سخی اور دلیر ہے تو اسکو روحانی انکشاف اور مال کے خرچ کرنے پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مال اسکے سامنے ذلیل اور حقیر ہو جاتا ہے تو اسکا چھوڑنا اسپر آسان ہو جاتا ہے۔ بلکہ اسکے چھوڑنے سے ایک قسم کی اسکو راحت ہوتی ہے اور یہی ایک عمدہ خصلت ہے کہ نفس کو ان تعلقات سے چھوڑا سکتی ہے جو کہ قوت بہیمیہ کے صفات رذیلہ کے ساتھ نفس کو تعلق ہے اور نفس کو جو قوت بہیمیہ کے صفات رذیلہ کے ساتھ تعلقات ہیں اور وہ صفات اسمیں منقش بھی ہو چکے ہیں تو نفس کو ان تعلقات سے چھڑانے کے لئے یہی ایک اعلیٰ خصلت ہے اور اگر وہ آدمی بخیل ہے تو اسکا دل مال کی محبت میں غرق ہو چکا ہے اور اسکے سامنے ایک عمدہ صورت بنکر متمثل ہوا ہے اور اسکے دل کو دبالیا ہے تو اسوقت وہ شخص اس سے چھوٹ نہیں سکتا اور یہ خصلت نفس صفات دنیہ کے داخل کرنے اور ان کی طرف الجھانے کے لئے بڑا قوی سبب ہے اور اس تحقیق ماقبل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول لایدخل الجنۃ خب الخ یعنے جنت میں نہ خل خور اور نہ بخیل اور نہ احسان جتانے والا داخل ہوگا۔ کے معنے سمجھ لینے چاہیے۔ اور نیز اس فرمان کے معنی بھی لا یجتمع الشح والایمان فی قلب عبد ابدا یعنی کسی بندے کے دل میں ایمان اور بخل کبھی بھی جمع نہ ہوگا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے للجنۃ ابواب ثمانیۃ الخ یعنے جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جو نمازی ہوگا تو وہ باب صلوۃ سے پکارا جائیگا۔ اور جو مجاہد ہے وہ باب الجہاد سے پکارا جائیگا الخ میں کہتا ہوں۔ کہ جاننا چاہیے کہ جنت حقیقت میں اس راحت کا نام ہے جو کہ نفس کو عالم بالا سے رضامندی خدا تعالیٰ اور موافقت اور تسلی کے نزول ہونے کے وقت راحت کا فیضان ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ففی رحمۃ اللہ الخ یعنے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہمیشہ داخل رہیں گے۔

سلہ ای درعان ۱۲ سلہ تمامہ من حدید قد اضطرت ایدیہما الی ثدیہما وتراقیہما فجعل المتصدق کلما تصدق بصدقۃ انبسطت عنہ وجعل البخیل کلما ہم بصدقۃ قلصت واخذت کل حلقۃ بمکانہا ۱۲ سلہ ای خداع نمام ۱۲ سلہ تمامہ دعی من باب الصلوۃ ومن کان من اھل الجہاد دعی من باب الجہاد ومن کان من اھل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ ومن کان من اھل الصیام دعی من باب الریان ۱۲

وقوله تعالىٰ فى ضدها اولئك عليهم لعنة الله والملائكة والناس اجمعين خالدين فيها وطريق خروج النفس اليها من ظلمات البهيمية انما يكون من الخلق الذى جبلت النفس على ظهور الملكية فيه وانقهار البهيمية فمن النفوس من تكون مجبولة على قوة الملكية فى خلق الخشوع والطهارة ومن خاصيتها ان تكون ذات حظ عظيم من الصلوة او فى خلق السماحة ومن خاصيتها ان تكون ذات حظ عظيم من الصدقات والعفو عن ظلم وخفض الجناح للمؤمنين مع كبر النفس او فى خلق الشجاعة فينفث تدبير الحق لاصلاح عباده فيها فيكون اول ما يقبل النفث منه هو الشجاعة فتكون ذات حظ عظيم من الجهاد او يكون من الانفس المتجاذبة فيهدى لها الهاما وتجربة على نفسها ان كسر البهيمية بالصوم والاعتكاف منقذ لها من ظلماتها فيتلقى ذلك بسمع قبول واجتهاد من صميم قلبه فيجازى جزاء وفاقا بالريان فهذه هى الابواب التى صرح بها النبى صلى الله عليه وسلم فى هذا الحديث ويشبه ان يكون منها باب العلماء الراسخين وباب اهل البلايا والمصائب والفقر وباب العدالة وهو قوله صلى الله عليه وسلم فى سبعة يظلهم الله فى ظله امام عادل وآيته ان يكون عظيم السعى فى التاليف بين الناس وباب التوكل وترك الطيرة وفى كل باب من هذه الابواب احاديث كثيرة مشهورة وبالجملة فهذه اعظم ابواب خروج النفس الى رحمة الله ووجب فى حكمة الله ان يكون للجنة التى خلقها الله لعباده ايضا ثمانية ابواب بازائها

اور اسکے خلاف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اولئک الخ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت برستی ہو اور وہ لوگ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ اور اس کیطرف نکلنے کا طریقہ حیوانی اندھیروں سے خروج صرف اسی پیدائش کے ذریعہ ہوتا ہے جس پر نفس پیدا کیا گیا یعنے ملکیت کے ظہور اور حیوانی اخلاق سے دوری اور بعض نفس قوت ملکیہ پر ہی پیدا کئے جاتے ہیں خشوع پیدا ہونے میں۔ اس کی خاصیت سے یہ ہے کہ بڑی ذات ہو نماز سے یا سخاوت کی پیدائش پر اور اس کی خاصیت سے ہے کہ صدقات ہوں اور ظالم کی معافی اور مومنوں سے نرمی و عاجزی کا برتاؤ مع نفس کی بڑائی کے یا شجاعت کی پیدائش میں جس پر حق کی تدبیر بند۔ وں کی اصلاح پر ہوتی ہے سب سے اول جو چیز اس سے کمال حاصل کرتی ہے وہ شجاعت ہے جو بڑی چیز ہوی جہاد سے یا جذب کنندہ نفوس سے ہوگی جسے الہام یا تجربہ راہ نمائی کریگا کہ حیوانی اخلاق روزہ سے سیدھے ہوتے ہیں اور اعتکاف اندھیروں سے اُسے چھڑانے والا ہے جو مقبول ہوجاتا ہے اور پختہ دل سے جس پر پوری ایمانی جزا دی جاتی ہے۔ انہی ابواب کی حضور نے اس حدیث میں تصریح کی ہے۔ اور اسی کے مشابہ ہے کہ اس سے ہوچکے علماء کا باب بھی اور بیماروں و مصیبت والوں کا اور فقر اور عدالت کا باب کہ حضور کا ارشاد ہے سات بندوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں رکھیں گے ایک شاہ عادل جس کی یہ علامت ہے کہ لوگوں کو باہمی ملانے میں بہت کوشش کرے۔ اور توکل اور بد فال کے ترک کا باب اور ہر باب میں ان میں احادیث ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ یہ سب سے رحمت الٰہی کی طرف نفس کے نزدیک کرنے کا باعث ہے اور الٰہی حکمت میں واجب ہے کہ جنت کے بھی جو جنتیوں کے لئے بنائے آٹھ دروازے ہوں اس کے مقابلہ میں۔

والکمل من السابقین یفتح علیھم الاحسان من بابین وثلاثۃ واربعۃ فید عون یوم القیامۃ منہا وقد وعد بذلک ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من انفق الحدیث انہ یدعی من بعض ابوابہا انما خصہ بالذکر زیادۃ لاھتمامہ ؎

مقادیر الزکوٰۃ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقۃ ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقۃ **اقول** انما قدر من الحب والتمر خمسۃ اوسق لانہا تکفی اقل اھل بیت الی سنۃ وذلک لان اقل البیت الزوج والزوجۃ وثالث خادم او ولد بینہما وما یضاھی ذلک من اقل البیوت وغالب قوت الانسان رطل او مد من الطعام فاذا اکل واحد من ھؤلاء ذلک المقدار کفاھم لسنۃ وبقیت بقیۃ لنوائبھم او ادامھم وانما قدر من الورق خمس اواق لانہا مقدار یکفی اقل اھل بیت سنۃ کاملۃ اذا کانت الاسعار موافقۃ فی اکثر الاقطار

اور کامل سابقین پر احسان کے دو اور تین اور چار دروازے کھولے جائیں گے جن سے انہیں پکارا جائیگا قیامت کے دن بعض ان میں سے جو ابوبکر رض سے وعدہ کیا گیا۔ آخر حدیث میں جو ابھی گذری ہے اور حضور علیہ السلام کے اس قول کا مطلب من انفق زوجین الخ جو گذشتہ حدیث کا سرا ہے اُسکا تمام حصہ یہ ہے کہ جو آدمی تمام کام کرے تو جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائیگا، کہ بعض دروازوں سے بلایا جائیگا اسے صرف زیادہ شاندار ہونے کے باعث خاص کیا ہے۔

زکوٰۃ کی مقدار کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیس فیما دون خمسۃ اوسق الخ یعنی اگر کھجوریں پانچ وسق سے کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جو چاندی پانچ اوقیہ سے کم ہوں تو اس میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور اگر پانچ اونٹوں سے کم ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے میں کہتا ہوں۔ کہ غلہ اور کھجوروں میں پانچ وسق کی مقدار اسواسطے مقرر کیگئی ہے۔ کہ یہ مقدار ایک سال کے لئے چھوٹے کنبے والے کے واسطے کافی ہے اور یہ اسواسطے کہ ایک گھر میں کم سے کم ایک مرد اور ایک اسکی بیوی اور ایک خادم یا انکا ایک بچہ ہوتا ہے اور جو اسکے قریب ہو وہ بھی چھوٹے کنبے میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور غالباً ایک آدمی کی ایک دن میں خوراک ایک رطل یا ایک مد ہوتی ہے پس جس وقت اس مقدار کے لحاظ سے اس کنبہ کے ہر ایک آدمی نے خوراک کھائی تو اُن کے لئے ایک سال تک کافی ہے اور کچھ حصہ ان کے وقت بوقت کے کھانے کے لئے اور ناشتے کے لئے بھی باقی رہجاتا ہے اور چاندی کی مقدار پانچ اوقیہ اسواسطے مقرر کی گئی ہیں کہ ایسی مقدار بھی چھوٹے کنبے والوں کے لئے ایک پورے سال تک کافی ہے جس وقت کہ اکثر ملکوں میں غلہ کا نرخ ایک دوسرے کے قریب قریب ہو

لہ کما فی آخر الحدیث الذی مر من قبل ۱۲

سلہ ھو اول الحدیث الذی مر انفا وتمامہ من شیء من الاشیاء فی سبیل اللہ دعی من ابواب الجنۃ ۱۲

سلہ اواق جمع اوقیۃ وھی اربعون درھما وھی اوقیۃ الحجاز واھل مکۃ۔ والوسق جمع وسق وھی ستون صاعا والصاع اربعۃ امداد والمد رطل وثلث رطل والذود من الابل ما بین اثنین الی تسع وقیل ما بین الثلاث الی عشر ۱۲

واستقریٰ عادات البلاد المعتدلة فی الرخص والغلاء تجد ذلك وانما قدر من الابل خمس ذود وجعل زکوتہ شاة وان کان الاصل ان لا تؤخذ الزکوة الا من جنس المال وان یجعل النصاب عددا لہ بال لان الابل اعظم المواشی جثة واکثرها فائدة یمکن ان تذبح وترکب وتحلب ویطلب منها النسل ویستدفأ باوبارها وجلودها وکان بعضهم یقتنی نجائب قلیلة تکفی کفایة الصرمة وکان البعیر یسوی فی ذلك الزمان بعشر شیاه وبثمان شیاه و اثنتی عشرة شاة کما ورد فی کثیر من الاحادیث فجعل خمس ذود فی حکم ادنی نصاب من الغنم وجعل فیها شاة ؛؛ قوله صلی اللہ علیه وسلم لیس علی المسلم صدقة فی عبده ولا فی فرسه (اقول) ذلك انه لم تجر العادة باقتناء الرقیق للتناسل وکذا الخیل فی کثیر من الاقالیم لا تکثر کثرة یعتد بها فی جنب الانعام فلم یکونا من الاموال النامیة اللهم الا باعتبار التجارة وقد استفاض من روایة ابی بکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب وابن مسعود وعمرو بن حزم وغیرهم بل صار متواترا بین المسلمین ان زکوة الابل فی کل خمس شاة

اور ان شہروں کی عادات تلاش کی جائیں جو کہ ارزانی اور گرانی میں معتدل ہیں تو پھر اچھی طرح سمجھا جائیگا ۔ اور اونٹوں کی مقدار پانچ مقرر کی گئی ہے اور ان کی زکوۃ میں ایک بکری واجب کی گئی ہے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ جس قسم کا مال ہو اسی قسم کی زکوۃ لی جائے ۔ اور یہ کہ زکوۃ کا نصاب ایک معتد بہا مقدار مقرر کیا جائے یہ اس لئے ہے کہ اونٹ تمام حیوانوں میں عظیم جثے والا ہے اور بڑا نفع پہنچاتا ہے کہ اسکو ذبح کرکے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور سواری کے کام بھی آسکتا ہے اور دودھ کے کام بھی آسکتا ہے اور اس سے نسل بھی حاصل ہو سکتی ہے اور اسکے چمڑے اور بال سے بھی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور بعض لوگ تھوڑی سی اونٹنیاں پال لیتے تھے اور ان سے اتنا کام لیتے تھے جیسے کہ اونٹوں کی ایک جماعت سے کام لیا جاتا ہے ۔ اور اس زمانہ میں ایک اونٹ دس یا آٹھ یا بارہ بکریوں کے برابر سمجھا جاتا تھا جیسے کہ بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے پس پانچ اونٹوں کو بکریوں کے کم درجہ کے نصاب کے حکم میں قرار دیا گیا ہے اور ان میں ایک بکری مقرر کی گئی ہے ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ لیس علی المسلم صدقة الخ یعنے کسی مسلمان کے غلام اور گھوڑے پر زکوۃ واجب نہیں ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ غلاموں کو اس لئے پالنا کہ انکی نسل بڑھ جائے عرب میں یہ عادت جاری نہیں تھی ۔ اور اسی طرح گھوڑوں کی اکثر ملکوں میں اس طرح کثرت نہیں ہوتی تھی کہ انکا باقی حیوانوں کی طرح اعتبار کیا جائے ۔ تو یہ دونوں قسمیں بڑھنے والے مالوں سے نہ شمار کئے گئے اور اگر تجارت کے لئے پالے گئے تو اسوقت اپر زکوۃ لازم آئے گی ۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن مسعود رض اور حضرت عمرو بن حزم وغیرہم کے روایات سے ثابت ہوتا ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے پے درپے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے ۔ کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری لازم آتی ہے پچیس ۲۵ تک ۔

لہ کما رواہ البخاری عن انس رضی اللہ تعالی عنہ فی حدیث طویل ۱۲

فاذا بلغت خمسا وعشرين الى خمس وثلاثين ففيها بنت مخاض[1] فاذا بلغت ستا وثلاثين الى خمس واربعين ففيها بنت لبون واذا بلغت ستا واربعين الى ستين ففيها حقة فاذا بلغت واحدة وستين الى خمس وسبعين ففيها جذعة فاذا بلغت ستا وسبعين الى تسعين ففيها بنتا لبون فاذا بلغت احدى وتسعين الى عشرين ومائة ففيها حقتان فاذا زادت على عشرين ومائة ففى كل اربعين بنت لبون وفى كل خمسين حقة اقول الاصل فى ذلك انه اذا اراد توزيع النوق على الصرم فجعل الناقة الصغيرة للصرمة الصغيرة والكبيرة للكبيرة رعاية للانصاف ووجد الصرمة لا تنطلق فى عرفهم الا على اكثر من عشرين فضبط بخمس وعشرين ثم جعل فى كل عشرة زيادة سن من الاسنان المرغوب فيها عند العرب غاية الرغبة فجعل زيادتها فى كل خمسة عشر وقد استفاض من رواية ايضا فى زكوة الغنم انه اذا كانت اربعين الى عشرين ومائة ففيها شاة فاذا زادت على عشرين ومائة الى مائتين ففيها شاتان فاذا زادت على مائتين الى ثلثمائة ففيها ثلاث شياة فاذا زادت على ثلاث مائة ففى كل مائة شاة (اقول) الاصل فيه ان ثلة من الشاة تكون كثيرة وثلة منها تكون قليلة والاختلاف فيها يتفاحش لانها يسهل اقتناؤها وكل يقتنى بحسب التيسير فضبط النبى صلى الله عليه وسلم

اور پچیس ۲۵ سے لیکر پنتیس ۳۵ تک ایک بنت مخاض واجب ہے (یہ اونٹنی کا دو سالہ بچہ ہے) اور چھتیس ۳۶ سے پنتالیس ۴۵ تک ایک بنت لبون واجب ہو (یہ اونٹنی کا بچہ جو تیسرے برس میں داخل ہو) اور جس وقت چھیالیس ۴۶ کو پہنچ جائیں تو اس سے لیکر ساٹھ تک ایک حقہ واجب ہے (یہ وہ اونٹ ہے جو چوتھے برس میں داخل ہو) جب اکسٹھ ہو جائیں تو اس سے لے کر پچھتر تک ایک جذعہ واجب ہے (یہ وہ اونٹ ہے جو پانچویں سال میں داخل ہو) اور جب چھہتر ہو جائیں تو نوے تک دو بنت لبون واجب ہیں۔ اور جب اکانوے ہو جاویں تو ایک سو بیس تک دو حقے واجب ہیں۔ اور جب ایک سو بیس پر اور زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ واجب ہوگا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اصل اس میں یہ ہے کہ نبی ع م نے اونٹنیوں کو اونٹوں کے گلہ پر تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تو چھوٹی اونٹنی کو چھوٹے گلے کے لئے اور بڑی اونٹنی کو بڑے گلے کے لئے مقرر فرمایا۔ تاکہ انصاف کی رعایت ہو جائے اور عرب کی عرف میں صرمہ کا (یعنے گلہ کا) لفظ بیس سے زیادہ پر بولا جاتا تھا تو اس لئے پچیس پر حکم منضبط ہو چکا پھر ہر دہاکہ پر عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا ہے کیونکہ عمر کا زیادہ ہونا عرب کے نزدیک بڑا مرغوب ہے تو زیادتی کا لحاظ ہر پندرہ میں کیا گیا۔ اور نیز صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ان میں ایک بکری واجب ہے۔ ایک سو بیس تک جب انپر ایک ہی زیادہ ہو جائے دو سو تک تو دو بکریاں واجب ہوں گی اور جب انپر زیادہ ہو جائیں۔ تین سو تک تو تین بکریاں زکوۃ میں دینی واجب ہیں۔

اور جب تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر سو میں ایک بکری ہے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ اصل اس میں یہ ہے کہ کبھی بکریوں کا گلہ بہت بھی ہوتا ہے اور کبھی انکا گلہ تھوڑا بھی ہوتا ہے اور ان میں بہت فرق واقع ہو سکتا ہے کیونکہ انکا پالنا آسان ہے اور ہر ایک آدمی اپنی طاقت کے مقدار پال سکتا ہے تو اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] هى التى دخلت فى السنة الثانية وبنت اللبون هى التى طعنت فى الثالثة والحقة هى الداخلة فى الرابعة والجذعة هى الطاعنة فى الخامسة ۱۲

اقل ثلثہ باربعین واعظم ثلثہ بثلاث اربعینات ثم جعل فی کل مائۃ شاۃ تیسیرا فی الحساب وصح من حدیث معاذ رضی اللہ عنہ فی البقر فی کل ثلاثین تبیع[1] او تبیعۃ وفی کل اربعین مسن ومسنۃ و ذلک لانہا متوسطۃ بین الابل والشاء فروعی فیہا شبہہما واستفاض ایضًا ان زکوٰۃ الرقۃ ربع العشر فان لم یکن الاتسعون ومائۃ[2] فلیس فیہا شئ وذلک لان الکنوز انفس المال یتضررون بانفاق المقدار الکثیر منہا فمن حق زکوٰتہ ان تکون اخف الزکوات والذہب محمول علی الفضۃ وکان فی ذلک الزمان صرف دینار بعشرۃ دراہم فصار نصابہ عشرین مثقالا وفیما سقت السماء والعیون اوکان عثریا العشر وما سقی بالنضح[3] نصف العشر فان الذی ہو اقل تعانیا واکثر ریعا احق بزیادۃ الضریبۃ والذی ہو اکثر تعانیا واقل ریعا احق بتخفیفہا ؞ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخرص[4] دعوا الثلث فان لم تدعوا الثلث فدعوا الربع **اقول** السر فی مشروعیۃ الخرص دفع الحرج عن اہل الزراعۃ فانہم یریدون ان یاکلوا بسرا ورطبا وعنبا وزبیبا و

چھوٹے گلہ کا اندازہ چالیس بکریاں کے ساتھ مقرر فرمایا ہے اور بڑے گلہ کا اندازہ اسکے تین گنا زیادہ کے ساتھ مقرر فرمایا ہے پھر حساب کی آسانی کے لئے ہر سو میں ایک بکری مقرر فرمادی ہے اور گائے کی زکوۃ کے بارے میں حضرت معاذ رض سے صحیح حدیث مروی ہے کہ جس وقت گائے بیل تیس ہو جائیں تو ایک تبیع یا تبیعہ (یعنے ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی) زکوۃ میں دینی واجب ہے اور پھر ہر چالیس میں ایک مسنہ یا مسن (یعنے دو سال کی بچھی یا بچھڑا) دینا واجب ہے یہ اس لئے کہ گائے بیل کی جنس اونٹ اور بکری کے درمیان میں واقع ہیں تو اس لئے ان میں دونوں مشابہتوں کا لحاظ کیا گیا ہے اور نیز یہ بھی حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چاندی کی زکوۃ میں چالیسواں حصہ دینا پڑتا ہے اور اگر فقط ایکسو نوے درہم چاندی ہو۔ تو اپر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ یہ اسلئے کہ سونے چاندی کا مال تمام مالوں سے زیادہ نفیس ہے اگر کثیر مقدار کے خرچ کرنے کا حکم کیا جاتا تو لوگوں کو نقصان اور ضرر پہنچتا پس اس کے حق کے لئے یہ مناسب ہوا کہ تمام قسم کے مالوں سے اس میں زکوٰۃ کم مقرر کی جائے۔ اور سونا چاندی پر محمول ہے۔ اور اس زمانہ میں ایک دینار کو دس درہم کے عوض میں توڑا جاتا تھا تو اس نے اسکا نصاب بیس مثقال مقرر کیا گیا اور ایک مثقال ۴ ۔ ماشہ کا ہوتا ہے) اور جن اناجوں کو آسمان کے پانی یا چشمے کے پانی نے پلایا ہے یا عشری ہے تو ان میں دسواں حصہ زکوٰۃ دینی واجب ہے اور جن کو ہاتھ سے پانی دیا جاتا ہے ان میں بیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اس لئے کہ جن اناجوں میں مشقت تھوڑی کرنی پڑے اور پیداوار زیادہ ہو تو ان میں یہ سزاوار ہے کہ ان کا لگان زیادہ ہو اور جس میں مشقت بہت کرنی پڑے اور پیداوار کم ہو تو اسکے لگان میں تخفیف کرنی مناسب ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں اور کھجوروں کے اندازے کرنے کے متعلق فرمایا ہے دعوا الثلث الخ یعنے جو انگوروں اور کھجوروں کے درختوں پر پھل ہے اسکا تیسرا حصہ چھوڑ دو اور اگر تیسرا حصہ نہ چھوڑو تو چوتھے حصے کو چھوڑ دو۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ راز ہے۔ کہ اہل زراعت کی تکلیف دور کرنے کے لئے اپنے پھلوں کے اندازہ مقرر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ کبھی کچے اور کبھی پکے پھلوں کے کھانیکا ارادہ کرتے تھے۔

[1] التبیع الذی کمل علیہ السنۃ ودخل فی الثانیۃ والمسن ما مضی علیہ حولان ودخل فی الثالثۃ ۱۲ والرقۃ الفضۃ ۱۲
[2] ای اقل من مائتی درہم التی ہی النصاب فی الفضۃ ۱۲ [3] ای الاستقاء ۱۲ [4] الخرص فی الکرم والنخل تقدیر الثمر علیہما بالنظر ۱۲

عن المصدقين لانهم لا يطيقون الحفظ عن اهلها الا بشق الانفس ولما كان الخرص محل الشبهة والزكوٰة من حقها التخفيف امر بترك الثلث او الربع والذى يعد للبيع لا يكون له ميزان الا القيمة فوجب ان يحمل على زكاة النقد وفى الركاز الخمس لانه يشبه الغنيمة من وجه ويشبه المجان فجعلت زكوته خمسا ؛ فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعير على العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين وفى رواية او صاعا من اقط او صاعا من زبيب وانما قدر بالصاع لانه يشبع اهل بيت ففيه غنية معتد بها للفقير ولا يتضرر الانسان بانفاق هذا القدر غالبا وحمل فى بعض الروايات نصف صاع من قمح على صاع من شعير لانه كان غالبا فى ذلك الزمان لا ياكله الا اهل التنعم ولم يكن من ماكل المساكين بينه زيد بن ارقم فى قصة السرقة ثم قال على رضى الله عنه اذا وسع الله فوسعوا وانما وقت بعيد الفطر لمعان منها انها تكمل كونه من شعائر الله وان فيها طهرة للصائمين وتكميلا لصومهم بمنزلة سنن الرواتب فى الصلوٰة ؛

وهل فى الحلى زكوٰة الاحاديث فيه متعارضة واطلاق الكنز عليه بعيد ومعنى الكنز حاصل والخروج من الاختلاف[لہ] احوط :-

اور نیز صدقہ وصول کرنے والوں سے بھی تکلیف دور ہو جاتی ہے کیونکہ جو ان کے مالک ہیں انکی حفاظت کرنی بڑی مشکل ہے اور چونکہ اندازہ میں کمی بیشی کا احتمال ہے اور زکوٰۃ کے حق میں سے یہ ہے کہ اسمیں تخفیف کا لحاظ کیا جائے۔ تو اسلئے آپ نے تیسرے حصے یا چوتھے حصے کے چھوڑنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور جو چیز کہ کسی چیز کے لئے جمع کیجائے اسکا تخمینہ بغیر قیمت کے نہیں معلوم ہوتا تو واجب ہوا کہ اسکو سونے چاندی کی زکوٰۃ پر محمول کیا جائے اور اگر دفن کیا ہوا مال ملجائے تو اس میں پانچواں حصہ ہے کیونکہ ایک وجہ سے اسکو مال غنیمت کے ساتھ مشابہت ہے اور ایک وجہ سے مال مفت میں داخل ہے تو اس لئے اس میں پانچواں حصہ واجب ہوا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان مرد اور عورت اور حر اور غلام اور چھوٹے اور بڑے پر صدقہ فطر کے لئے کھجوروں یا جو کی ایک صاع مقرر فرمائی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک صاع اقط سے اور یا ایک صاع منقے کی دیجائے اور ہر آدمی کے ذمہ ایک صاع اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ ایک صاع ایک گھر کے آدمیوں کی خوراک کیلئے کافی ہو سکتا ہے تو اس میں فقیر کی اچھی طرح غرض پوری ہو جاتی ہے اور غالب یہ بات ہے کہ اسقدر خرچ کرنے سے کسی آدمی کو ضرر بھی نہیں پہنچتا۔ اور بعض روایات میں گندم کے نصف صاع کو جو کہ ایک صاع کے عوض میں مقرر فرمایا ہے اسلئے کہ اس زمانہ میں گیہوں مہنگی ہوتی تھی اور مالدار آدمی ہی کھاتے تھے اور مساکین آدمی اسکو خرید کر نہیں کھا سکتے تھے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرقہ کے قصہ میں اسکا بیان فرمایا ہے اور پھر علی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اذا وسع اللہ فوسعوا یعنے جسوقت اللہ تعالیٰ تمپر رزق کی کشادگی کرے تو تم بھی کشادگی کرو اور اس صدقہ کو عید الفطر کے ساتھ چند امور کی وجہ سے مقرر فرمایا ہے ایک یہ ہے کہ صدقہ کیوجہ سے عید الفطر کا شعائر الٰہی میں ہونا ثابت ہوتا ہے دوسرے یہ ہے اس صدقہ کیوجہ سے روزہ داروں کے گناہ دور ہوتے ہیں اور ان کے روزے درجہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ جیسے کہ نماز فرائض کے لئے سنت موکدہ کا مقرر کرنا اور زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ زیورات کی زکوٰۃ کیمتعلق مختلف حدیثیں مروی ہیں اور کنز کا لفظ جمع کرنیکا) اطلاق زیور پر نہیں آسکتا اور کنز کے معنے حاصل ہیں اور بہتر یہ ہے کہ زیور کی زکوٰۃ ادا کرکے اس اختلاف سے علیحدہ ہو جانا چاہیئے :-

[لہ] ای باداء زکوتہا ۱۲

المصارف الاصل فی المصارف ان البلاد علی نوعین منہا ما خلص للمسلمین لا یخالطہم احد من سائر الملل ومن حقہا ان یخفف علیہا وھی لا تحتاج الی جمع رجال ونصب قتال وکثیرا ما یخرج منہا من یباشر الاعمال المشترک نفعہا تصدیقا لما وعد اللہ من اجر المحسنین ولہ کفاف فی خویصتہ مالہ اذ الجماعات الکثیرۃ من المسلمین لا تخلو من مثل ذلک ومنہا ما فیہ جماعات من اھل سائر الملل ومن حقہا ان یشدد فیہا و ذلک قولہ تعالی اشداء علی الکفار رحماء بینہم وھی تحتاج الی جنود کثیرۃ واعوان قویۃ وتحتاج الی ان یقبض علی کل عمل نافع من یباشرہ ویکون معیشتہ فی بیت المال فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکل من ھذین سنۃ وجعل الجبایۃ بحسب المصارف وسیأتی مباحث الثانی فی کتاب الجہاد والبلاد الخاصۃ بالمسلمین عمدۃ ما یتخلص فیہما من المال نوعان بازاء نوعین من المصرف نوع ھو المال الذی زال عنہ ید مالکہ کترکۃ المیت لا وارث لہ وضوال من البہائم لا مالک لہا ولقطۃ اخذھا اعوان بیت المال وعرفت فلم یعرف لمن ھی وامثال ذلک ومن حقہ ان یصرف الی المنافع المشترکۃ مما لیس فیہا تملیک لاحد ککری الانہار

جن لوگوں پر زکوۃ خرچ کی جاتی ہے اُن کا بیان

اصل مصارف میں یہ ہے کہ شہر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو ایسے شہر ہوتے ہیں کہ جس میں خالص مسلمان ہی ہوتے ہیں اور باقی ملتوں کا کوئی آدمی بھی ان کے ساتھ مخلوط نہیں ہوتا اور ایسے شہروں کا یہ حق ہے کہ انپر تخفیف کی جائے اسلیئے کہ ایسے شہروں کو لوگوں کے جمع کرنے اور جہاد کے لیئے قائم کرنے کی حاجت نہیں ہوتی اور بہت مرتبہ یہ واقع پائے جاتے ہیں کہ ایسے شہروں میں ایسے آدمی موجود ہوتے ہیں کہ مشترکہ کام کے کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں جن سے شہر کو نفع پہنچتا ہے اس ثواب کی تصدیق کے لیئے کہ جس کا اللہ تعالی نے نیکوکاروں کے لیئے وعدہ فرمایا ہے اور ان لوگوں کے خرچ اخراج کے لیئے اپنا مال کافی ہوتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کی بڑی جماعت میں ایسے آدمی پائے جاتے ہیں اور بعض ایسے شہر ہوتے ہیں کہ جس میں ہر ملت کے لوگ موجو ہوتے ہیں۔ تو انکے حق میں یہ مناسب ہے کہ انپر تشدد کیا جاے اسکا ثبوت اس آیت شریف سے ہے۔ قال اللہ تعالی اشداء علی الکفار رحماء بینہم الخ یعنے وہ لوگ کفار پر سختی کرنے والے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔ تو ایسے شہروں کو بڑے لشکر اور قوی مددگاروں کی حاجت ہے۔ اور نیز ایسے لوگوں کے مقرر کرنے کی بھی حاجت ہے جو ایسے کام کریں کہ اس شہر کو اُن سے نفع پہنچے اور ان کے خرچ اخراج کا کفیل بیت المال ہو تو اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں شہروں کے لیے علیحدہ علیحدہ طریقہ جاری فرمایا ہے اور مصارف کے لحاظ سے لگان مقرر فرمایا ہے اور دوسری قسم کے شہروں کا بیان باب الجہاد میں عنقریب انشاء اللہ تعالی آئیگا۔ اور جن شہروں میں فقط مسلمان ہی رہتے ہیں انہیں سے جو مال عمدہ حاصل ہوتا ہے وہ دو قسم پر ہے بمقابلہ مصرف کے ایک تو وہ مال ہے کہ جو مالک کی ملک سے خارج ہو گیا ہو جیسے میت کا ترکہ کہ اسکا وارث کوئی بھی نہ ہو اور وہ حیوان کہ مالک سے گم ہو گیا ہو اور اسکے مالک کا پتہ بالکل نہ لگتا ہو۔ اور کوئی لقطہ کہ بیت المال کے اہلکاروں کو ملا ہو اور اسکو مشہور بھی کیا گیا ہو مگر پھر بھی اسکے مالک کا کوئی پتہ نہ ملا ہو اور اور مال جو انکی مثل ہوں اور ایسے مالوں میں یہ مناسب ہے کہ انکو ایسی جگہ خرچ کیا جاوے کہ جن سے عام لوگ منافع حاصل کر سکتے ہیں اور کسی آدمی کی ملکیت میں بھی نہ ہو جیسے نہروں کے کھودنے

وبناء القناطر والمساجد وحفر الآبار والعيون وامثال ذلك ونوع هو صدقات المسلمين جمعت في بيت المال ومن حقه ان يصرف الى ما فيه تمليك لاحد وفي ذلك قوله تعالى انما الصدقات للفقراء والمساكين الآية والجملة في ذلك ان الحاجات من هذا النوع وان كانت كثيرة جدا لكن العمدة فيها ثلاثة المحتاجون وضبطهم الشارع بالفقراء والمساكين وابناء السبيل والغارمين في مصلحة انفسهم والحفظة وضبطهم بالغزاة والعاملين على الجبايات والثالث مال يصرف الى دفع الفتن الواقعة بين المسلمين او المتوقعة عليهم من غيرهم وذلك اما ان يكون بمواطأة ضعيف النية في الاسلام بالكفار او برد الكافر عما يريد من المكيدة بالمال ويجمع ذلك اسم المؤلفة قلوبهم او المشاجرات بين المسلمين وهو الغارم في حمالة تحملها وكيفية التقسيم عليهم وانه بمن يبدأ وكم يعطى مفوض الى راي الامام و عن ابن عباس يعتق من زكاة ماله ويعطي في الحج وعن الحسن مثله ثم تلا انما الصدقات للفقراء فى ايها اعطيت اجزأت وعن ابى لاس حملنا النبي صلى الله عليه وسلم على ابل الصدقة للحج وفي الصحيح واما خالد فانكم تظلمون خالدا وقد احتبس ادراعه واعتده في سبيل

[illegible]

اور پل اور مسجد کے بنانے اور کوئیں اور چشمے کے کھودنے پر خرچ کیا جائے۔ اور ان کے مثل اور کوئی مقام ہو۔ اور دوسرا قسم مال کا مسلمانوں کی زکوۃ کا مال ہے۔ جو کہ بیت المال میں جمع کیا جاتا ہے اور اس مال کا یہ حق ہے کہ ایسی جگہ خرچ کیا جائے کہ جس کا کوئی مالک بن سکے۔ اسکا ثبوت اللہ تعالی کے اس فرمان سے ہوتا ہے۔ اِنَّمَا الصدقات الخ مجمل اسکا ذکر یہ ہے۔ کہ اگرچہ اس قسم کی حاجات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ مگر ان حاجات سے تین ضروری حاجتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ محتاج لوگوں کا ہونا تو شارع نے انکو فقیروں اور مسکینوں اور مسافروں اور قرضداروں میں منحصر کر دیا ہے تاکہ ان کے نفسوں کی اصلاح ہو جائے۔ دوسری حاجت محافظین کی ہے۔ انکو شارع نے مجاہدین اور چندہ ولگان وصول کرنے والے گروہ میں منحصر کر دیا ہے اور تیسری یہ حاجت ہے کہ اس مال کو ان فتنوں کے دور کرنے میں خرچ کیا جائے جو کہ آپس میں مسلمانوں کے درمیان واقع ہیں یا اس فتنے کے دور کرنے میں خرچ کیا جائے جو دوسرے لوگوں سے مسلمانوں پر واقع ہونیکا گمان ہے اس جگہ مال کے خرچ کرنے کی یا یہ وجہ ہے کہ جو لوگ ضعیف الاسلام ہوتے ہیں وہ کفار کے ساتھ محبت پیدا کر لیتے ہیں یا کوئی کافر مسلمانوں کو فریب دینا چاہتا ہے تو ان باتوں سے روکنے کے لیے انکو مال دیا جاتا ہے اور مؤلفۃ القلوب کے لفظ میں یہ دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں۔ یا مسلمانوں کے آپس میں جھگڑے کے موقعہ پر خرچ کیا جاتا ہے وہ تاوان بردار ہوتا جو باہمی مصالحت کے لئے اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ اور انپر تقسیم کرنے کا طریقہ اور کسکو پہلے دیا جائے یا کس قدر دیا جائے امام کے رائے پر موقوف ہے اور ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ جسپر زکوۃ واجب ہے وہ اپنے زکوۃ کے مال سے غلام خرید کر کے آزاد کر سکتا ہے اور حج میں بھی دے سکتا ہے اور امام حسن رضہ سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔ پھر ان دونوں حضرات نے اس آیت کو پڑھا انما الصدقات الخ اور فرمایا ان اقسام میں سے جسکو زکوۃ کا مال دیا جائے کافی ہے اور ابو لاس رضہ سے مروی ہے کہ ہمکو نبی صلعم نے حج کے ادا کرنے کیلئے صدقہ کے اونٹ پر سوار فرمایا ہے اور صحیح حدیث میں وارد ہے واما خالد الخ یعنے خالد پر تم ظلم کرتے ہو کیونکہ خالد نے تو اپنی زرہ اور تمام اسباب گھوڑے وغیرہ خدا تعالی کی راہ میں وقف کر

اللہ وغیر شیان جواز ان یعطی مکان شیٔ شیئا اذا کان انفع للفقراء وان الحبس مجزیٔ عن الصدقۃ
قلت وعلی ھذا فالحصر فی قولہ تعالیٰ انما الصدقات اضافی بالنسبۃ الی ما طلبہ المنافقون
فی صرفھا فیما یشتھون علی ما یقتضیہ سیاق الآیۃ والسر فی ذلک ان الحاجات غیر محصورۃ
ولیس فی بیت المال فی البلاد والخاصۃ للمسلمین غیر الزکوٰۃ کثیر مال فلا بد من توسعۃ
لتکفی نوائب المدینۃ واللہ اعلم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ الصدقات انما ھی من اوساخ
الناس وانھا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد **اقول** انما کانت اوساخا لانھا تکفر الخطایا و
تدفع البلاء وتقع فداء عن العبد فی ذلک فیتمثل فی مدارک الملاء الاعلیٰ انھا ھی کما
یتمثل فی الصورۃ الذھنیۃ واللفظیۃ والخطیۃ انھا وجودات للشیٔ الخارجی الذی جعلت
بازائہ وھذا یسمی عندنا بالوجود التشبیھی فتدرک بعض النفوس العالیۃ ان فیھا ظلمۃ و
ینزل الامر الی بعض الاحیاز النازلۃ وقد یشاھدا اھل المکاشفۃ تلک الظلمۃ ایضا وکان
سیدی الوالد قدس سرہ یحکی ذلک من نفسہ کما قد یکرہ اھل الصلاح ذکر الزنا و ذکر
الاعضاء الخبیثۃ ویحبون ذکر الاشیاء الجمیلۃ ویعظمون اسم اللہ وایضا فان المال الذی یأخذ

ہیں۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ ایک چیز کے عوض میں دوسری ایسی چیز دینی جائز ہے
کہ جس میں فقراء کو زیادہ نفع حاصل ہوتا ہو۔ دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں وقف کر دینا صدقہ کی جگہ
قائم مقام ہو سکتا ہے میں کہتا ہوں۔ کہ ان معنوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے قول انما الصدقات الخ میں حصر
اضافی ہے۔ یعنے منافقین اپنی خواہش سے جن لوگوں کو زکوٰۃ کا مصارف بناتے تھے۔ ان کی نسبت کے لحاظ سے
حصر ہے جیسے کہ پہلی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ راز اس میں یہ ہے کہ ضروریات بے شمار ہیں۔ اور جو خالص
مسلمانوں کے شہر میں بیت المال ہوتا ہے اس میں فقط زکوٰۃ کا مال ہی ہوتا ہے اس کے علاوہ اور کثیر مال
نہیں ہوتا تو اس لیئے اس میں وسعت کرنی ضروری ہے تاکہ شہر کے ضروریات کے لیئے کافی ہو سکے واللہ
اعلم بالصواب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ان ھذہ الصدقات الخ یعنی یہ صدقات جو ہیں لوگوں کی
میل ہیں اور انکا کھانا محمد اور محمد کی اولاد پر ناجائز ہے اور میں کہتا ہوں کہ صدقات کا میل ہونیکا یہ مطلب ہے کہ صدقات
جو ہیں لوگوں کے گناہوں اور مصیبتوں کو دور کرتے ہیں تو انسان کے گناہوں اور مصیبت کے عوض میں واقع
ہو جاتے ہیں۔ اور فرشتوں کے ادراک میں ان صدقات کی صورت میل کی صورت بن جاتی ہے۔
جیسے کہ صورت ذہنیہ اور لفظیہ اور خطیہ ہیں۔ یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ یہ ان خارجی چیزوں کے وجود
ہیں۔ کہ جن کے مقابلہ میں واقع ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اسکا نام وجود تشبیہی ہے۔ تو اس لئے بعض
عالی نفسوں کو اس بات کا ادراک ہو جاتا ہے۔ کہ ان صدقات میں ایک قسم کی تاریکی ہے۔ اور کبھی
سفلی مکانوں کیطرف بھی اس قسم کے امر نازل ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اہل کشف بھی ان تاریکیوں کو دیکھتے ہیں۔
چنانچہ میرے والد صاحب قدس سرہ نے اپنے نفس کا ایک واقعہ بیان فرمایا تھا۔ جس طرح نیک لوگ
زنا کے ذکر اور برے اعضاء کے ذکر کو مکروہ سمجھتے ہیں اور عمدہ چیزوں کے ذکر کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور
اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور نیز یہ وجہ ہے۔ کہ جس مال کو

سلہ لے الصدقات ۱۲

الانسان من غیر مبادلۃ بعین او نفع ولا یراد بہ احترام وجہہ فیہ ذلۃ ومہانۃ ویکون لصاحب المال علیہ فضل ومنۃ وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الید العلیا خیر من الید السفلی فلا جرم ان التکسب بہذا النوع شر وجوہ المکاسب لا یلیق بالمطہرین والمنوہ بہم فی الملۃ وفی ہذا الحکم سر اٰخر وہو انہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخذہا لنفسہ وجوز اخذہا لخاصتہ والذین یکون نفعہم بمنزلۃ نفعہ کان مظنۃ ان یظن الظانون ویقول القائلون فی حقہ ما لیس بحق فاراد ان یسد ہذا الباب بالکلیۃ ویجہر بان منافعہا راجعۃ الیہم وانما تؤخذ من اغنیائہم وترد علی فقرائہم رحمۃ بہم وحدبا علیہم وتقریبا لہم من الخیر وانقاذا لہم من الشر ولما کانت المسألۃ تعرضا للذلۃ وخوضا فی الوقاحۃ وقدحا فی المروءۃ شدد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہا الا لضرورۃ لا یجد منہا بدا وایضا اذا جرت العادۃ بہا ولم یستنکف الناس عنہا وصاروا یستکثرون اموالہم بہا کان ذلک سببا لاہمال الاکساب التی لا بد منہا وتقلیلہا وتضییقہا علی اہل الاموال بغیر حق فاقتضت الحکمۃ ان یمثل الاستنکاف منہا بین اعینہم لئلا یقدم علیہا احد الا عند الاضطرار

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل الناس لتثرہ ماله اے یکثر والخمر اثر ما یظہر علی الجلد من ملاقات

ا ہ یجیم اگو ۲۶ ۱۲ ۱۲ ۴۵ ۲۵ ... [illegible]

انسان بغیر عوض کسی چیز یا کسی منافع کے لیتا ہے اور دینے والے کو اسکی عزت بھی مقصود نہ ہو تو اس صورت میں اس لینے والے کو ذلت اور اہانت حاصل ہوتی ہے اور اس مالدار کو اسپر ایک قسم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور احسان جتاتا ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الید العلیا خیر من الید السفلی یعنے اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے. بہرحال اس طریقے سے مال کا حاصل کرنا تمام کسبوں سے برا کسب ہے. جو کہ نیک لوگوں اور بزرگان دین کے شان کے لائق نہیں ہے اور اس حکم میں ایک اور بھی بھید ہے وہ یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود اطہر کے لئے صدقہ کو قبول فرماتے اور اپنے رشتہ داروں اور ان لوگوں کے لئے جن کا نفع اپنا ہی نفع ہے صدقہ کا لینا جائز فرماتے تو شبہات کا گمان پیدا ہو سکتا تھا کہ آپ کے متعلق طرح طرح کے گمان پیدا ہو جاتے اور آپ کے متعلق ایسی ایسی باتیں کہتے جو کہ کہنے کے بالکل لائق نہیں ہیں. تو اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دروازہ کو بالکل ہی بند فرما دیا. اور شبہات کو ظاہر کر دیا کہ مال صدقات کے منافع ان لوگوں کو ہی حاصل ہوتے ہیں کہ ان کے امیروں سے لیکر ان کے فقراء کو واپس دیئے جاتے ہیں اور اسوجہ سے ان کے حق میں بڑی رحمت اور مہربانی ہوتی ہے. اور بھلائی کے قریب کیا جاتا ہے اور برائی سے بچایا جاتا ہے. اور چونکہ سوال کرنے کی وجہ سے ذلت حاصل ہوتی ہے اور سائل بے حیا ہو جاتا ہے اور انسان میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے تو اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کرنے میں بڑی سخت ممانعت فرمائی ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال نہ کیا جائے اور نیز یہ وجہ ہے کہ جس وقت لوگوں میں زکوٰۃ لینے کی عادت جاری ہو جائے اور زکوٰۃ کے لینے سے لوگوں کو کچھ شرم نہ حاصل ہو اور اسوجہ سے اپنے مال کو بڑھاتے رہیں تو یہ مال تمام ضروری کسبوں کے چھوڑانے کے لئے سبب بنجائے گا یا کسبوں میں قلت لازم آجائیگی اور مالداروں پر ضرور و بلاوجہ تنگی آجائے گی. تو اس لئے حکمت شرعیہ کا یہ منشا ہوا کہ سوال سے جو بے حیائی حاصل ہوتی ہے اسکے نقشہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا جائے تاکہ بغیر ضرورت کے کوئی آدمی سوال نہ کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من سأل الناس الخ یعنے جو کوئی اپنا مال زیادہ کرنیکے لئے لوگوں سے سوال کرتا

کان خموشا فی وجھہ او رضفا یاکلہ من جھنم اقول السر فیہ انہ یتمثل تالمہ مما یاخذ من الناس بصورۃ ماجرت العادۃ بان یحصل الالم بہ یاخذہ کالجمر او یاکلہ کالرضف ویتمثل ذلتہ فی الناس وذھاب ماء وجھہ بصورۃ ھی اقرب شبیہ لہ من الخموش وجاء فی الرجل الذی اصابتہ جائحۃ اجتاحت مالہ انہ حلت لہ المسئلۃ حتی یجد قواما من عیش وجاء فی تقدیر الغنیۃ المانعۃ من السؤال انھا اوقیۃ او خمسون درھما وجاء ایضا انھا مایغدیہ او یعشیہ وھذہ الاحادیث لیست متخالفۃ عندنا لان الناس علی منازل شتی ولکل واحد کسب لایمکن ان یتحول عنہ اعنی الامکان الماخوذ فی العلوم الباحثۃ عن سیاسۃ المدن لا الماخوذ فی علم تھذیب النفس فمن کان کاسبا بالحرفۃ فھو معذور حتی یجد الات الحرفۃ ومن کان زارعا حتی یجد الات الزرع ومن کان تاجرا حتی یجد البضاعۃ ومن کان علی الجھاد مسترزقا بما یروح ویغدو من الغنائم کما کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالضابط فیہ اوقیۃ او خمسون درھما ومن کان کاسبا بحمل الاثقال فی الاسواق او احتطاب الحطب وبیعہ وامثال ذلک فالضابط فیہ مایغدیہ او یعشیہ:-

تو قیامت کے روز اسکا منہ چھیلا ہوا ہوگا۔ اور اسکا منہ دوزخ کی آگ سے جل کر کوئلہ ہو جائیگا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ جو سائل کو لوگوں سے سوال کرتے وقت تکلیف پہنچتی تھی اس صورت کو اس ظاہری صورت کے مثل بنا دیا جائیگا کہ جس میں یہ عادت جاری ہے کہ اسکے ہاتھ میں پکڑنے سے یا کھانے سے تکلیف پہنچتی ہے۔ جیسے آگ کی چنگاری اور پتھر آگ سے گرم کیا ہوا۔ اور جو سائل کو لوگوں میں ذلت اور بے عزتی حاصل ہوتی تھی اس صورت کو ایسی صورت میں ظاہر کیا جائیگا جسکو اسکے ساتھ زیادہ مشابہت ہے جیسے منہ کا چھیلا ہوا ہونا اور جس آدمی کا تمام مال کسی بڑی آفت کی وجہ سے ضایع ہوگیا ہو تو اس کے لیے اسقدر مال حاصل کرنے کے لیے سوال کرنے کی اجازت لی ہے کہ جس میں اپنا گذارہ کرسکے اور جس غنا کی وجہ سے سوال کرنا منع ہے اسکا اندازہ ایک حدیث میں ایک اوقیہ یا پچاس درہم کا آیا ہے اور ایک حدیث میں یہ آیا ہے۔ کہ جس کے پاس صبح اور شام کے لیے کھانا موجود ہو وہ غنی ہے۔ اور ہمارے نزدیک ان احادیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ کسب ہوتا ہے کہ اسکو اسکے چھوڑنے کا امکان نہیں ہے اور اسجگہ امکان سے وہ امکان مراد ہے جس کی علوم سیاسیہ مدنیہ میں بحث کی جاتی ہے۔ نہ وہ امکان مراد ہے جس کی بحث علوم تہذیب نفس میں ہوتی ہے۔ پس جو آدمی کہ ہاتھ سے کسب کرتا ہے جب تک اس کے پاس کام کرنے کے سامان موجود نہ ہوں تو وہ کسب کرنے سے لاچار ہے۔ اور جو شخص کھیتی باڑی کرتا ہے۔ جب تک اسکے پاس کھیتی کرنے کے سامان موجود نہ ہو تو وہ لاچار ہے۔ اور جو شخص تجارت کرتا ہے اسکے پاس جب تک مال نہ ہو تو وہ تجارت سے لاچار ہے اور جو شخص کہ جہاد میں مصروف ہو اور اسکا صبح و شام کا کھانا بیت المال میں ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضہ تھے۔ تو یہ اقسام مذکورہ تب غنی شمار ہوتے ہیں کہ جب ان کے پاس ایک اوقیہ یا پچاس درہم موجود ہوں۔ اور جو شخص کہ شہروں میں بوجھ اٹھانیکا کسب کرتا ہے یا باہر سے لکڑیاں لاکر فروخت کرنیکا کسب کرتا ہے یا انکی مثل اور کام کرتا ہے تو انکے لیے غنی ہونیکا یہ اندازہ ہے کہ ایک وقت کا کھانا موجود ہو۔

لہ لے آفۃ عظیمۃ داجاجت استاصلت ۱۲

قوله صلى الله عليه وآله وسلم لا تلحفوا في المسئلة فوالله لا يسألني احد منكم شيئاً فتخرج له مسئلته مني شيئاً وانا كاره فيبارك له فيما اعطيه **اقول** سره ان النفوس اللاحقة بالملاء الاعلى تكون الصورة الذهنية فيها من الكراهية والرضا بمنزلة الدعاء المستجاب ؛ **قوله** صلى الله عليه وسلم ان هذا المال خضر حلو فمن اخذه بسخاوة نفس بورك له فيه ومن اخذه باشراف نفس لم يبارك له فيه فكان كالذي يأكل ولا يشبع **اقول** البركة في الشئ على انواع ادناها طمانينة النفس وبرد وثلج الصدر كرجلين عند هما عشرون درهما احدهما يخشى الفقر والآخر مصروف لخاطر عن الخشية غلب عليه الرجاء ثم زيادة النفع كرجلين مقدار ماله ما واحد صرف احدهما الى ما يحبه وينفعه والهم التدبير الصالح في صرفه والآخر اضاعه ولم يقتصد في التدبير وهذه البركة تجلبها هيئة النفس بمنزلة جلب الدعاء ؛ قوله عم من يستعفف يعفه الله الحديث[۱] **اقول** هذا اشارة الى ان هذه الكيفيات النفسانية في تحصيلها اثر عظيم لجمع الهمة وتاكد العزيمة

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تلحفوا فی المسئلۃ الخ یعنے سوال کرنے میں مت اصرار کرو قسم ہے اللہ کی کہ اگر تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہارے سوال کو ایسی حالت میں پورا کروں۔ کہ میرا دل ناخوش ہے۔ تو اس میں برکت نہ ہوگی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ جو نفوس اوپر والی جماعت کے ساتھ ملحق ہوجاتے ہیں تو ان کے ذہن میں جو کراہیت اور ناراضگی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے وہ بمنزلہ دعا مستجاب کے ہوتی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ان ھذا المال الخ یعنے یہ مال بڑا سرسبز اور لذت دار ہے سو جس کسی نے اپنے دل کی خوشی سے لیا ہے تو اس مال میں برکت ہوجائیگی اور اگر دل کی حرص کیوجہ سے لیا ہے تو اس میں برکت نہ ہوگی تو اس آدمی کا حال اس آدمی کے مانند ہوجائیگا جو کہ طعام کھاتا ہے۔ مگر اسکا پیٹ نہیں بھرتا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ کسی چیز میں برکت کا پایا جانا کئی قسم پر ہے اور ادنے درجہ یہ ہے۔ کہ اس سے دل کو تسلی حاصل ہوجائے اور دل کو برقراری ہوجائے جیسے کہ دو آدمی ہیں۔ کہ ان کے پاس بیس درہم ہیں۔ ایک تو فقر سے خوف کرتا ہے۔ اور دوسرے کو تنگدستی کا بالکل خوف نہیں ہے۔ بلکہ اسکے دل میں امید غالب ہے۔ پھر برکت کی وہ قسم ہے کہ اس چیز سے زیادہ نفع حاصل ہو جیسے کہ دو انسان ہیں انکا مال برابر برابر ہے۔ ایک نے تو اپنی ضروریات کی جگہ اور منافع کی جگہ خرچ کیا اور اچھی جگہ خرچ کرنے کا اسکو الہام بھی ہوگیا۔ اور دوسرے نے اس مال کو ضائع کردیا اور اچھی تدبیر سوچنے میں اس نے خیال نہ کیا۔ اور اس برکت کو ہیئۃ نفس کی اس طرح کھینچتی ہے جیسے کہ دعا کھینچکرلے جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من یستعفف یعفہ اللہ الخ یعنے جو کوئی اپنے آپ کو سوال کرنے سے بچائے گا۔ تو اللہ تعالے بھی اسکو بچاوے گا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس حدیث سے یہ اشارہ نکلتا ہے۔ کہ ان کیفیات نفسانیہ کے حاصل کرنے کو بڑا اثر ہے واسطے مجتمع ہونے ارادہ اور پختہ ہونے ارادے کے۔

[۱] اى تصبر وا ۱۲ تمامه ومن يستغن يغنه الله ومن يتصبر يصبره الله وما اعطى احد عطاء هو خير واوسع من الصبر ۱۲

امور متعلق بالزکوٰۃ

ثم مست الحاجۃ الی وصیۃ الناس ان یؤدوا الصدقۃ الی المصدق بسخاوۃ نفس وفیہا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاکم المصدق فلیصدر عنکم وھو عنکم راض وذلک لتحقق المصلحۃ الراجعۃ الی النفس واراد ان یسد باب اعتذارھم فی المنع بالجور وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فان عدلوا فلانفسھم وان ظلموا فعلیھا ولا اختلاف بین ھذا الحدیث وبین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن سئل فوقھا فلا یعط اذ الجور نوعان نوع اظہر النص حکمہ وفیہ لا یعط ونوع فیہ للاجتہاد مساغ وللظنون تعارض وفیہ سد باب الاعتذار والی وصیۃ المصدق ان لا یعتدی فی اخذ الصدقۃ وان یتقی کرائم اموالھم وان لا یغل لیتحقق الانصاف وتتوفر المقاصد وھو قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوالذی نفسی بیدہ لا یأخذ منہ شیئا الا جاء بہ یوم القیمۃ یحملہ علی رقبتہ ان کان بعیرا لہ رغاء یتضح من مراجعۃ ما بینا فی مانع الزکوٰۃ

اس فصل میں اُن باتوں کا بیان ہے جو کہ زکوٰۃ دینے لینے کے متعلق ہیں :-

پھر اس بات کی حاجت پڑی کہ لوگوں کو اس بات کی وصیت کی جائے کہ صدقہ جمع کرنیوالوں کو خوشی سے صدقہ کا مال دیدیا کریں۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اذا اتاکم المصدق الخ یعنے جس وقت تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والے پہنچیں تو چاہیئے کہ تمہارے پاس سے راضی ہو کر واپس ہوویں۔ اس میں یہ وجہ تھی کہ اس مصلحت کا تحقق ہو جائے کہ جس کا رجوع نفس کی طرف ہے (یعنے نفس میں اصلاح پیدا ہو جائے) اور آپنے لوگوں کے اس عذر کے دروازہ کو بند کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جو کہ انپر ظلم کرنے کی وجہ سے زکوٰۃ نہ دینے سے عذر کر سکتے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فان عدلوا فلانفسھم الخ یعنے صدقہ وصول کرنے والے اگر انصاف کرینگے تو اسکا فائدہ انکو پہنچیگا۔ اور اگر ظلم کرینگے تو اسکا عذاب ان کے نفسوں کو ملے گا اور اس حدیث اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں فمن سئل الخ یعنے اگر کسی آدمی سے زکوٰۃ کی مقدار سے زیادہ لیا جائے تو مت دے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ظلم کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ مال ہے کہ جس کا حکم حدیث شریف نے ظاہر کر دیا ہے تو اس میں یہ حکم جاری ہے کہ زکوٰۃ کے مقدار سے زیادہ نہ دے۔ اگر زیادہ لیگا تو یہ ظلم ہوگا اور ایک وہ قسم ہے کہ جس جگہ جہاد کا دخل ہے اور خیال مختلف واقع ہو سکتے ہیں۔ تو اسمیں عذر کا دروازہ بند کرنے کے لیئے آپ نے ارشاد فرمایا ہے فان عدلوا الخ۔ اور صدقہ جمع کرنیوالے کیلئے اس بات کی حاجت پڑی کہ اسکو یہ وصیت کیجائے کہ صدقہ کے جمع کرنے میں ظلم نہ کرے اور لوگوں کے عمدہ مال نہ لے اور صدقہ کے مال میں خیانت نہ کرے تاکہ انصاف پایا جائے اور بہت سے مقصود حاصل ہو سکیں اور نبی ؐ کے اس فرمان فوالذی الخ یعنے مجھکو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ جس شخص نے صدقہ کے مال سے کسی چیز کو خود بخود لے لیا تو وہ آدمی قیامت کے روز اسی چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے حاضر ہوگا اگر اونٹ ہے تو وہ بھی اسکی گردن پر بلبلاتا ہوا ہوگا۔ یعنے اس کلام کیطرف رجوع کرنے سے جو ہمنے زکوٰۃ کے مانع کے

والى سد مكايد اهل الاموال وفيها لا يجمع بين متفرقة ولا يفرق بين مجتمع خشية الصدقة
قوله صلى الله عليه وسلم لان يتصدق المرء فى حياته بدرهم خير له من ان يتصدق بمائة
عند موته وقال صلى الله عليه وسلم مثله كمثل الذى يهدى اذا شبع اقول سره
ان انفاق مالا يحتاج اليه ولا يتوقع الحاجة اليه لنفسه ليس بمعتمد على سخاوة يعتد
بها ثم ان النبى صلى الله عليه وسلم عمد الى خصال مما يفيد ازالة البخل او تهذيب النفس
او تالف الجماعة فجعلها صدقات تنبيها على مشاركتها الصدقات فى الثمرات وهو قوله
صلى الله عليه وسلم يعدل بين اثنين صدقة ويعين الرجل على دابته صدقة والكلمة
الطيبة صدقة وكل خطوة يخطوها الى الصلوة صدقة وكل تهليلة وتكبيرة وتسبيحة
صدقة وامثال ذلك ؛ قوله صلى الله عليه وسلم ايما مسلم كسا مسلما ثوبا على عرى الحديث
اقول قد ذكرنا مرارا ان الطبيعة المثالية تقتضى ان لا يكون تجسد المعانى الا
بصورة هى اقرب شبه من الصور وان الاطعام مثلا فيه صورة الطعام ولك عبرة
بالمنامات والواقعات وتمثل المعانى بصور الاجسام ومن هنالك ينبغى ان تعرف

متعلق بیان کیا ہے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور نیز اسبات کی حاجت تھی کہ مال والوں کے فریب کے دروازہ بند کئے جائیں اور اسکے متعلق حکم صادر ہوا ہے کہ جو دل علیحدہ علیحدہ ہیں انکو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے۔ اور جو جمع ہیں انکو جدا نہ کیا جائے۔ صدقہ کے خوف کی وجہ سے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لان یتصدق المرء الخ یعنے جو شخص اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کر دے تو یہ موت کے وقت سو درہم کے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مثل الذی یتصدق الخ یعنے جو شخص موت کے وقت صدقہ کرتا ہے یا غلام کو آزاد کرتا ہے تو اسکی مثال اس شخص کے مانند ہے کہ جو آدمی کھانا کھا کر پیٹ بھر چکا ہے پھر کسی کو صدقہ دیتا ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے۔ کہ اس چیز کا خرچ کرنا کہ جس کی اسکو ضرورت نہیں رہی یا اپنے نفس کے لئے اس سے فائدہ اٹھانے کی امید ہی نہیں رہی۔ اور کامل سخاوت پر محمول نہیں ہو سکتا۔ پھر نبی علیہ السلام نے ایسے اخلاق کے بیان کرنے کا ارادہ فرمایا جو کہ بخل کے دور کرنے اور نفس کی تہذیب دینے اور باہم محبت کے پیدا کرنے کے لئے مفید ہوں اور انکا نام بھی صدقات رکھا۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ یہ بھی ثمرات کے لحاظ سے باقی صدقات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعدل الخ یعنے دو شخصوں کے درمیان انصاف کرنا یہ بھی ایک صدقہ ہے ویعین الرجل الخ یعنے کسی شخص کو اس کی سواری پر سوار کرنے میں مدد دینا یہ بھی صدقہ ہے والکلمۃ الطیبۃ الخ اور زبان سے عمدہ بات کا کہنا یہ بھی ایک صدقہ ہے وکل خطوۃ الخ۔ اور ہر قدم جو نماز کی طرف جانے کے لئے رکھتا ہے یہ بھی صدقہ ہے اور ہر مرتبہ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے اور ان کے مثل اور باتیں بھی حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے ایما مسلم الخ یعنے جس مسلمان نے ننگے بدن والے مسلمان کو کپڑا پہنایا تو اسکو جنت کا سبز لباس پہنایا جائیگا الخ میں کہتا ہوں کہ ہم بہت مرتبہ ذکر کر چکے ہیں کہ طبیعت مثالیہ اسبات کو چاہتی ہے کہ معانی کی صورت ظاہری صورت کے مشابہ ہو کر ظاہر ہو اور کھانا کھلانے میں مثلاً طعام کی صورت ظاہری ہوتی ہے اور خوابات کے دیکھنے اور واقعات کے پیش آنے اور معانی کی صورتوں کا اجسام کی صورت میں ظاہر ہونے میں تمکو بخوبی عبرت حاصل ہو سکتی ہے:

لہ اور مثل الذی یتصدق عند موتہ او یعتق کالذی الخ

سے ہذا التقدیر ان الحدیث تمامہ کساہ اللہ من خضر الجنۃ وایما مسلم اطعم الخ من ثمار الجنۃ وایما مسلم سقی مسلما علی ظماء سقاہ اللہ من الرحیق المختوم ۱۲

او رایٔ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وباء المدینۃ بصورۃ امرأۃ سوداء ثم کان من الناس من یترک اھلہ واقاربہ ویتصدق علی الاباعد وفیہ اھمال من رعایۃ اوجب وسوء التدبیر وترک تألف الجماعۃ القریبۃ منہ فمست الحاجۃ الی سد ھذا الباب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم دینار انفقتہ فی سبیل اللہ ودینار انفقتہ فی رقبۃ الحدیث ولا اختلاف بین قولہ خیر الصدقۃ ماکان عن ظھر غنی وابدأ بمن تعول وحدیث قیل ای الصدقۃ افضل قال جھد المقل وابدأ بمن تعول لتنزیل کل علی معنی اوجھۃ فالغنی لیس ھو المصطلح علیہ وانما ھو غنی النفس اوکفایۃ الاھل اونقول صدقۃ الغنی اعظم برکۃ فی مالہ وصدقۃ المقل اکثر ازالۃ لبخلہ وھو اقعد بقوانین الشرع قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الخازن المسلم الامین الحدیث **اقول** ربما یکون انفاذ ما وجب الیہ ولیس لہ ان یمتنع عنہ ایضا مع السخاوۃ النفس من جھۃ طیب الخاطر والتوفیۃ و ثلاج الصدر فلذلک کان متصدقا بعد المتصدق الحقیقی ولا اختلاف بین حدیث اذا انفقت المرأۃ من کسب زوجھا من غیر امرہ

اور جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وباء مدینہ کو ایک سیاہ عورت کی صورت میں دیکھا ہے۔ اس سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے پھر بعض لوگ ایسے تھے جو کہ اپنے خویش اور اقارب کو چھوڑ کر غیر لوگوں کو صدقہ دیتے تھے اور اس کے اندر لوگوں کی رعایت باقی نہیں رہتی تھی کہ جنکی رعایت کرنی انپر ضروری ہے اور تدبیر کے بھی خلاف ہے اور اس کے خویش اقارب کی محبت بھی اس سے دور ہو جاتی ہے تو اس دروازہ کے بند کرنے کی حاجت پڑی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دینار انفقتہ الخ یعنی ایک تو وہ دینار ہے کہ جسکو تم نے اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کیا ہے اور ایک وہ ہے کہ جسکو کسی غلام کے چھوڑانے میں خرچ کیا ہے اور ایک وہ ہے جو کہ کسی مسکین پر صدقہ کیا ہے اور ایک وہ دینار ہے کہ جسکو تم نے اپنے اہل عیال پر خرچ کیا ہے اور سب سے بڑھکر ثواب اس دینار میں ہے جو کہ تم نے اپنے اہل عیال پر خرچ کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان خیر الصدقۃ الخ یعنی وہ صدقہ بہتر ہے جو کہ غنا کے ساتھ ہو اور پہلے اپنے خویش اقارب سے دینا شروع کرے۔ اور اس حدیث میں کہ آپ سے کسی شخص نے سوال کیا ای الصدقۃ افضل الخ یعنے کونسا صدقہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا جھد المقل الخ یعنے وہ صدقہ افضل ہے جو کہ تنگی کی حالت میں دیا جائے اور اپنے اہل عیال سے دینا شروع کرے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک حدیث کی جدا جدا وجہ ہے اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ معنے ہیں۔ غنا سے اصطلاحی معنے مراد نہیں ہے بلکہ نفس کا غنا مراد ہے یا اپنے اہل عیال کے لیئے کافی ہونا مراد ہے یا ہم کہتے ہیں کہ غنی کا صدقہ اس لیئے افضل ہے کہ اسکی وجہ سے اس کے مال میں برکت ہو جاتی ہے اور تنگدست کا صدقہ اسواسطے افضل ہے کہ اسکی وجہ سے بخل اچھی طرح سے دور ہو جاتا ہے اور یہ شرع کے قانون کے زیادہ لائق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخازن المسلم الخ یعنے جو مسلمان امانتدار خزانچی لوگوں کو ایسی چیز جسکا مالک نے حکم کیا ہے کامل اور پورے طور پر اور دل کی خوشی سے دیتا ہے تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بسا اوقات اس حکم کا اجرا کرنا ہی اسپر واجب ہوتا ہے اور کوئی اس سے اسکو منع کرنیوالا بھی نہ ہو تو اس حکم کے جاری کرتے وقت اس کے دل میں خوشی اور تسلی اور سینہ کی کشادگی پیدا ہو تو اس سے اسکے دل کی سخاوت پہچانی جاتی ہے تو اسی واسطے حقیقی صدقہ دینے والے کے بعد اس شخص کو بھی صدقہ دینے والوں میں شمار کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں اذا انفقت المرأۃ الخ یعنے جو وقت عورت اپنے خاوند کی کمائی سے بغیر اسکی اجازت کے

سلہ ای فی کلیھما او فیھما ۱۲ سلہ تمامہ ودینار تصدقت بہ علی مسکین ودینار انفقتہ علی اہلک اعظمھا اجرا الذی انفقتہ علی اہلک ۱۲ سلہ تمامہ الذی ینفذ ما امر بہ فیعطیہ کاملا موفرا طیبا بہ نفسہ فیدفعہ الی الذی امر لہ بہ احد المتصدقین ۱۲

فلها نصف الاجر وبين قوله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع لا تنفق امرأة شيئاً من بيت زوجها الا باذنه قيل ولا الطعام قال ذلك افضل اموالنا وحديث قال امرأة انا نكل على ابنائنا وآبائنا وازواجنا فما يحل لنا من اموالهم قال الرطب تاكلنه وتهدينه لان الاول فيما امره عموما او دلالة ولم يأمر مخصوصا ولا صريحا ويكون الزوج لا يريد بالصدقة فلما بدأت المرأة سلم ذلك منها وانما يجوز التصرف في ماله بما هو معروف عندهم وفيه اصلاح ماله كالرطب لو لم يهده لفسد وضاع ولا يجوز في غير ذلك وان كان من الطعام؛ قوله صلى الله عليه وآله وسلم لا تعد في صدقتك فان العائد في صدقته كالعائد في قيئه اقول سبب ذلك ان المتصدق اذا اراد الاشتراء يسامح في حقه او يطلب هو المسامحة فيكون نقصاً للصدقة في ذلك القدر لان روح الصدقة نقض القلب تعلقه بالمال واذا كان في قلبه ميل الى الرجوع اليها بسامحة لم يتحقق كمال النقض وايضاً فتوفير صورة العمل مطلوب وفي الاسترداد نقص لها وهو سر كراهية الموت في ارض هاجر منها والله اعلم۔

صدقہ دے تو اس کو آدھا ثواب ملتا ہے اور اس فرمان میں جو آپ نے حجۃ الوداع میں فرمایا ہے لا تنفق امرأة شيئا الخ یعنے عورت اپنے خاوند کے گھر سے اسکی اجازت کے بغیر کوئی چیز بھی نہ خرچ کرے تو آپ سے دریافت کیا گیا ولا الطعام یعنے طعام بھی کسی کو نہ دے تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے مالوں میں سے افضل چیز ہے اور اس حدیث میں کہ قالت امرأة الخ یعنے کہ ایک عورت نے عرض کی کہ ہم تو اپنی اولاد اور والدین اور خاوند پر بوجھ ہوئے ہم کو ان کے مال سے کتنی چیز خرچ کرنی حلال ہے تو آپ نے فرمایا الرطب یعنے تر چیزیں کہ تم خود بھی کھا سکتی ہو اور کسی کو ہدیہ اور صدقہ بھی دے سکتی ہو۔ اسمیں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی حدیث میں یہ مراد ہے۔ کہ جس وقت مرد نے اپنی عورت کو عام چیز کی اجازت دی ہو یا دلالۃ اجازت دی ہو اور کسی خاص چیز کی اجازت نہ دی ہو اور نہ صراحتًا اجازت دی ہو۔ اور اسکا خاوند صدقہ نہ دیتا ہو پس جونکہ عورت نے صدقہ نکالا ہے تو اس لئے اسکی طرف سے تسلیم کیا جائے گا۔ اور جس قدر لوگوں میں تصرف کرنے کا طریقہ جاری ہے اسقدر عورت اپنے خاوند کے مال میں تصرف کر سکتی ہے اور جس چیز کے خرچ کرنے سے خاوند کے مال کی اصلاح ہوتی ہے جیسے تر چیزیں کہ اگر یہ کسی کو نہ دیجائیں تو خراب ہو جاتی ہیں اور بے کار ہو جاتی ہیں (ان میں بھی تصرف کر سکتی ہے) اسکے علاوہ اور کسی چیز کو خرچ کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ غلہ کی قسم سے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تعد في صدقتك الخ یعنے صدقہ دے کر پھر اسکو واپس نہ کر کیونکہ جو شخص صدقہ کو لوٹاتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو کہ قے کر کے پھر اسکو نگلتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ صدقہ کرنے والا اس چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے حق میں رعایت کی جاتی ہے یا خود وہ رعایت طلب کرتا ہے پس جس قدر رعایت کی گئی ہے تو اسی قدر صدقہ کے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔ کیونکہ صدقہ کی روح یہ ہے کہ دل کو مال کے تعلق سے علیحدہ کر لینا اور جس وقت اسکے دل میں رعایت سے واپس کرنے کا میلان باقی ہے تو کامل طریق سے اس کا اپنے سے علیحدہ ہونا نہ پایا گیا نیز شارع کا یہ مقصد ہے کہ صورت عمل کی کامل ہو جائے اور واپس کرنے سے اس صورت میں نقصان آجاتا ہے اور جو شخص کسی ملک سے ہجرت کر کے آجائے پھر اس کا اسجگہ جانا مکروہ ہے اس کے مکروہ ہونے کی یہی وجہ ہے۔

۱۲ ای تقبل وقوله لان الاول ای الحدیث الاول ۱۲

مِنْ اَبْوَابِ الصَّوْمِ

لما كانت البهيمية الشديدة مانعة عن ظهور احكام الملكية وجب الاعتناء بقهرها ولما كان سبب شدتها وتراكم طبقاتها وغزارتها هو الاكل والشرب والانهماك فى اللذات الشهوية فانه يفعل مالا يفعله الاكل الرغد وجب ان يكون طريق القهر تقليل هذه الاسباب ولذلك اتفق جميع من يريد ون ظهور احكام الملكية على تقليلها ونقصها مع اختلاف مذاهبهم وتباعد اقطارهم وايضا فالمقصود اذعان البهيمية للملكية بان تتصرف حسب وحيها وتنصبغ بصبغها وتمنع الملكية منها بان لاتقبل الوانها الدنية ولا تنطبع فيها نقوشها الخسيسة كما تنطبع نقوش الخاتم فى الشمعة ولا سبيل الى ذلك الا ان تقتضى الملكية شيئا من ذاتها وتوحيه الى البهيمية وتقترحه عليها فتنقاد لها ولا تبغى عليها ولا تتمنع منها ثم تقتضى ايضا وتنقاد هذه ايضا .... ثم وثم حتى تعتاد ذلك وتتمرن وهذه الاشياء التى تقتضيها هذه من ذاتها وتقسرتلك عليها على رغم انفها انما يكون من جنس مافيه انشراح لهذه وانقباض لتلك

لے الملکیۃ وقولہ تلک لے البھیمیۃ ۱۲

اُن احادیث کا بیان جو کہ روزوں کے متعلق وارد ہوئی ہیں

اور جب قوت بہیمیہ طاقتور تھی اور قوت ملکیہ کے احکام کو ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی۔ اس لئے ضرور ہوا۔ کہ اسکی قوت کو توڑ دیا جائے۔ اور جب کہ اس قوت کا قوی ہونا کھانے اور پینے اور لذات شہوانیہ میں داخل ہونے کے سبب تھا اور اس لذات شہوانیہ میں داخل ہونے کی وجہ سے اس انسان سے ایسے فعل صادر ہوتے ہیں جو کہ کھانے پینے کی فراغت سے حاصل ہونے کے وقت بھی نہیں صادر ہوتے تو اسکے مغلوب کرنے کے لئے اس طریقہ کا ہونا ضروری ہوا کہ ان اسباب میں کمی کی جائے۔ اور اسی وجہ سے تمام لوگوں نے جو کہ قوت ملکیہ کے احکام کے ظاہر ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ مذہبوں میں مختلف ہیں اور دُور دور ملکوں میں رہتے ہیں۔ ان اسباب کے توڑ دینے اور کم کرنے میں اتفاق کیا ہے اور نیز یہ مقصود ہے کہ قوۃ بہیمیہ قوۃ ملکیہ کے تابع ہو اسطرح پر کہ اسکے حکم کے موافق تصرف کرے اور اسکے رنگ میں رنگی جائے۔ اور قوۃ ملکیہ اسکے اخلاق دنیہ سے اپنے آپ کو بچالے اور اسکے نقوش رزیلہ کو اپنے میں منقش نہ ہونے دے۔ جیسے کہ مہر کے نقش موم میں منقش ہو جاتے ہیں۔ اور اسکا تابع کرنا بغیر اس طریقے کے نہیں ہو سکتا کہ قوۃ ملکیہ فی نفسہ ایک چیز کا ارادہ کرے اور پھر اس چیز کی وحی قوۃ بہیمیہ کی طرف کرے اور پھر اس کے سامنے پیش کرے پس وہ قوت بہیمیہ اس کا حکم مان لے اور اس کا مقابلہ نہ کرے اور اس کام کرنے سے رُکے پھر ارادہ کرے اور یہ قوت بہیمیہ پھر اس کی تابعداری کرے پھر اسطرح سلسلہ جاری رہے۔ یہاں تک کہ قوت بہیمیہ کو تابعداری کرنے کی عادت پڑ جائے۔ اور یہ چیزیں کہ جن کے ظاہر کرنے کا قوت ملکیہ ارادہ کرتی ہے۔ اور قوت بہیمیہ پر انکا کرنا دشوار ہے۔ اس قبیلے سے ہیں۔ کہ جن کے ظاہر ہونے سے قوۃ ملکیہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور قوت بہیمیہ کو تنگی لاحق ہوتی ہے۔

وذلك كالتشبه بالملكوت والتطلع للجبروت فانهما خاصية الملكية بعيدة عنهما البهيمية غاية البعد او ترك ما تقتضيه البهيمية وتستلذه وتشتاق اليه فى غلوائها وهذا هو الصوم ولما لم تكن المواظبة على هذه من جمهور الناس ممكنة مع ما هم فيه من الارتفاقات المهمة ومعافسة الاموال والازواج وجب ان يلتزم بعد كل طائفة من الزمان مقدارا يعرف حالة ظهور الملكية وابتهاجها بمقتضياتها ويكفر ما فرط منه قبلها ويكون مثله كمثل حصان طوله مربوط باخية يستن يمينا وشمالا ثم يرجع الى اخيته وهذه مداومة الحقيقية ثم وجب تعيين مقداره لئلا يفرط احد فيستعمل منه ما لا ينفعه وينجع فيه او يفرط مفرط فيستعمل منه ما يوهن اركانه ويذهب نشاطه وينقه نفسه ويزيره القبور وانما الصوم ترياق يستعمل لدفع السموم النفسانية مع ما فيه نكاية بمطية اللطيفة الانسانية ومنصتها فلا بد من ان يتقدر بقدر الضرورة ثم ان تقليل الاكل والشرب له طريقان احدهما ان لا يتناول منهما الا قدرا يسيرا والثانى ان تكون المدة المتخللة بين الاكلات زائدة على القدر المعتاد والمعتبر فى الشرائع هو الثانى لانه يخفف وينفس ويذيق بالفعل مذاق الجوع والعطش ويلحق البهيمية حيرة ودهشة

اسکی مثال یہ ہے جیسے فرشتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنی اور خدا تعالٰے کی کبریائی پر مطلع ہونا یہ دونوں باتیں قوۃ ملکیہ کے ساتھ خاص ہیں اور قوت بہیمیہ ان سے بہت دور فاصلے پر واقع ہے یا کسی ایسی چیز کا چھوڑ دینا کہ جس کا قوت بہیمیہ تقاضا کرتی ہے اور اس سے اس کو مزہ حاصل ہوتا ہے اور جس وقت اپنی حد سے تجاوز کر جائے تو اس وقت اس چیز کا شوق پیدا ہوتا ہے اور ان چیزوں میں سے کہ جن سے قوت ملکیہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے ایک روزہ ہے اور چونکہ ان امور کا ہمیشہ التزام کرنا تمام لوگوں سے ممکن نہ تھا کیونکہ لوگوں کو امور ضروریہ اور مال اور اہل کے ساتھ بھی مخالفت ضروری ہے اس واسطے یہ واجب ہوا کہ کچھ حصہ زمانہ کے گذرنے کے بعد ہر دفعہ اس بات کا التزام کرنا چاہئے کہ کچھ مدت مقرر کی جائے کہ جس میں قوت ملکیہ کے ظاہر ہونیکی حالت اور اس کی خواہش کے موافق اس کا سرور معلوم ہو سکے اور جو پہلے زمانہ میں نقصان ہوا ہے اس کا کفارہ ہو سکے اور اس کی مثال اس گھوڑے کی مثال ہے کہ جسکی دونوں پچھلی ٹانگوں میں لمبی رسی ڈال کر کھونٹے کے ساتھ باندھ دیا ہو دائیں بائیں کود کر پھر اپنی حالت پر آجاتا ہے اور اس مواظبت کا درجہ مواظبت حقیقی کے بعد ہے پھر اس مدت کا اندازہ مقرر کرنے کی حاجت پڑی تاکہ کوئی شخص اس میں اسقدر کمی نہ کرلے کہ جس کے عمل میں لانے سے اسکو پورے طریق سے نہ نفع حاصل ہو اور نہ اسکے لئے کافی ہو اور نہ اس قدر اس میں زیادتی اختیار کرلے کہ جس کی وجہ سے اسکے ارکان میں سستی پیدا ہو جائے اور اسکی خوشی چلی جائے اور اپنے نفس کو تکلیف میں ڈال کر قبر میں داخل ہو جائے اور روزہ ایک قسم کا تریاق ہے کہ نفس کے زہروں کے دفع کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مگر باوجود اس بات کے انسان کے مقام لطیفہ اور اس کے ظاہر ہونیکی جگہ کو بھی اس روزہ سے ایک قسم کی تکلیف ہوتی ہے تو اس لئے یہ لازم ہوا کہ بقدر ضرورت اس کا اندازہ مقرر کیا جائے پھر کھانے پینے کے کم کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ ہے کہ کھانا پینا کم کر دے دوسرا یہ ہے کہ جو عادت کے موافق کھانے پینے کے لئے مدت مقرر ہے اس میں دیری کر دے اور شریعت میں اس دوسری قسم کا اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ایک قسم کا ضعف اور تکلیف پیدا ہوتی ہے اور انسان اسوقت بھوک اور پیاس کی حالت کو معلوم کر لیتا ہے اور قوت بہیمی کو ایک قسم کی حیرت اور پریشانی لاحق ہو جاتی ہے

[illegible]

التنقيه بالفناء الاتعاب والاعياء وقوله نكاية اے جراحة وعقوبة ۱۲

ويأتي عليها اتيانا محسوسا والاول انما يضعف ضعفا يسيرا ولا يجد بالا حتى يدنفه وايضا فان الاول لا يأتي تحت التشريع العام الاجهد فان الناس على منازل مختلفة جدا ياكل الواحد منهم رطلا والآخر رطلين والذي يحصل به وفاء الاول هو اجحاف الثاني اما المدة المتخللة بين الاكلات فالعرب والعجم وسائر اهل الامزجة الصحيحة متفقون فيها وانما طعامهم غداء او عشاء او اكلة واحدة في اليوم والليلة ويحصل مذاق الجوع بالكف الى الليل ولا يمكن ان يفوض المقدار اليسير الى المبتلين المكلفين فيقال مثلا لياكل كل واحد منكم ما تتقهر به بهيمته لانه يخالف موضوع التشريع ومن المثل السائر من استرعى الذئب فقد ظلم وانما يسوغ مثل ذلك في الاحسانيات ثم يجب ان تكون تلك المدة المتخللة غير مجحفة ولا مستاصلة كثلاثة ايام بلياليها لان ذلك خلاف موضوع الشرع ولا يعمل به جمهور المكلفين ويجب ان يكون الامساك فيها متكررا ليحصل التمرن والانقياد والا فيوم واحد اي فائدة يفيد وان قوي واشتد ووجب ان يذهب في ضبط الانقهار الغير المجحف وضبط تكراره الى مقادير مستعملة عندهم لا تخفى على الخامل والنبيه والحاضر والبادي والتي يستعملها او يستعمل نظيرها طوائف عظيمة من الناس لتذهب شهرتها وتسليمها غاية المذهب منهم واوجبت هذه الملاحظات ان يضبط الصوم

اور یہ باتیں اسکو ظاہر معلوم ہونے لگتی ہیں اور پہلی قسم سے انسان کا ضعف بڑھتا رہتا ہے تو انسان کو اسکی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ اسکو ہلاک کر دیتا ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ پہلی قسم شریعت کے عام حکم کے ماتحت بغیر مشقت کے داخل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں کسی کی خوراک ایک رطل ہوتی ہے اور کسی کی دو رطلیں۔ اور جس مدت کا فصل کھانے کے اندر ہوتا ہے۔ سو تمام عرب اور عجم اور صحیح المزاج لوگوں کا اسبات پر اتفاق ہے۔ کہ دن رات میں دو دفعہ کھاتے ہیں (یعنی صبح کے وقت اور شام کے وقت) یا رات دن میں ایک مرتبہ کھاتے ہیں اور رات تک کھانا نہ کھانے سے بھوک کی کیفیت اچھی طرح حاصل ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ تھوڑے مقدار کو مکلفین کے سپرد کیا جاتا پس انکو مثلاً کہا جاتا کہ ہر ایک تم میں سے اسقدر کھانا کھایا کرے کہ جس سے قوت بہیمی کمزور رہے کیونکہ یہ بات شریعت کے قانون کے خلاف ہے کیونکہ یہ مثل مشہور ہے کہ جس شخص نے اپنی بکریوں کا چرواہا بھیڑیا بنایا تو اس نے ظلم کیا اور ایسی صورتوں کا اعمال حسنہ میں لحاظ کرنا ممکن ہے پھر یہ بات لازم ہے کہ اس مدت کا اتنا فصل نہ واقع ہو کہ جس سے جان ہلاک اور نابود ہو جائے جیسے تین دن اور تین رات کا فصل کیونکہ یہ بات بھی قانون شرعی کے خلاف ہے اور تمام مکلف لوگ اسپر عمل بھی نہیں کر سکتے اور نیز اسبات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ بار بار انکو بھوکا رہنے کا حکم کیا جائے تاکہ تابعداری و نافرمانی کا حال معلوم اور حاصل کر سکیں کیونکہ ایک مرتبہ بھوکے رہنے میں کوئی فائدہ عمدہ نہیں حاصل ہو سکتا اگرچہ بڑی سخت درجہ کی بھوک ہو نیز یہ بات بھی واجب تھی کہ نفس پر غیر متلف قہر کیا جائے اور ان کے پاس کی استعمال کردہ اندازوں پر اسکے تکرار کا ضبط ہو چنانچہ نادان دانا اور شہری و دیہاتی پر ظاہر ہے۔ کہ جسپر رواج ہو یا اسکی نظیر پر لوگوں کی جماعت بڑی کا تاکہ اسکی شہرت اور تسلیم نہایت تک پہنچ جائے اور یہ باتیں بھی واجب ہوئیں۔ کہ روزہ میں

لہ اے متلفہ ۱۲

بالامساك عن الطعام والشراب والجماع يوما كاملا الى شهر كامل فان ما دون اليوم هو من باب تاخير الغداء وامساك الليل معتاد لا يجدون له بالا والاسبوع والاسبوعان مدة يسيرة لا تؤثر و الشهران تغور فيهما الاعين وتنفه النفس وقد شاهدنا ذلك مرات لا تحصى ويضبط اليوم بطلوع الفجر الى غروب الشمس لانه هو حساب العرب ومقدار يومهم والمشهور عندهم في صوم يوم عاشوراء والشهر برؤية الهلال لانه هو شهر العرب وليس حسابهم على الشهور الشمسية واذا وقع التصدى التشريع عام واصلاح جماهير الناس وطوائف العرب والعجم وجب ان لا يخير في ذلك الشهر ليختار كل واحد شهرا يسهل عليه صومه لان في ذلك فتحا لباب الاعتذار والتسلل وسد لباب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر واخمالا لما هو من اعظم طاعات الاسلام وايضا فان اجتماع طوائف عظيمة من المسلمين على الشيء واحد في زمان واحد يرى بعضهم بعضا معونة لهم على الفعل ميسر عليهم ومشجع اياهم وايضا فان اجتماعهم هذا لنزول البركات الملكية على خاصتهم وعامتهم وادنى ان ينعكس انوار كملهم على من دونهم وتحيط دعوتهم من وراءهم واذا وجب تعيين ذلك الشهر فلا احق من شهر نزل فيه القران وارتسخت فيه الملة المصطفوية وهو مظنة ليلة القدر على ما سنذكره ثم لا بد

کھانے پینے اور جماع کی چیزوں سے بندش کیجائے پورا مہینہ تمام دن بھر چونکہ دن بھر سے کم روزہ یعنے صبح کی روٹی بارہ بجے یا اس سے اوپر کھانا یا رات کو نہ کھانا یہ تو مروج ہے جس میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور ہفتہ دو ہفتے کم مدت ہے جو مؤثر نہیں ہوتی اور دو ماہ زیادہ مدت ہے جس میں آنکھیں گڑھے میں پڑجاتی اور بدن پر تکان آجاتا جسکا کئی بار تجربہ کیا گیا ہے۔ اور دن کی تعیین صبح صادق سے غروب سورج تک مقرر کیگئی ہے۔ چونکہ یہ عرب کا حساب اور ان کے دن کی مقدار ہے اور ان سے عاشورا وغیرہ ماہ میں روزہ ہلال دیکھنے سے دوسرے ہلال دیکھنے تک کہ اسے ہی عرب ماہ کہتے ہیں۔ اور انکا حساب شمسیہ نہیں جبکہ شرعی کام عام لوگوں کی اصلاح عربی عجمی جماعتوں کے لئے تھا۔ تو لازم ہوا کہ یہ مہینہ غیر معین نہ ہو۔ کہ جو جسے آسان خیال کرے ماہ رمضان قرار دیدے جو سستی اور اتباع ہوائے نفسانی کا عبادت میں شمول ہو گیا ہو۔

نیز مسلمانوں کی بڑی جماعتوں کا کسی ایک چیز پر ایک ہی وقت زمانہ میں ایک دوسرے کے اس کام کے کرنے پر امداد دیتی اور مستعد اور آسان کر دیتی ہے۔

نیز انکا اجتماع ملکی برکتوں کے سب خاصوں عاموں پر نزول کا سبب جس سے ادنی درجہ یہ کہ ان کے کاملین کے نور کم درجہ پر چمکیں اور ان کی دعائیں سب کو محیط ہو جاتی ہیں۔ جب اس ماہ کا مقرر کرنا ضروری ہوا۔ تو پھر اس کام کیلئے سوائے اس ماہ کے جس میں قرآن نازل ہوا ہے کسی دوسرے کا مقرر کرنا ٹھیک نہیں۔

لہذا ماہ رمضان برملت مصطفی (صلے اللہ علیہ وسلم) مستحکم ہو گئی۔ جس میں لیلۃ القدر کے ہونے کا گمان بھی ہے جیسے آئندہ اس کا ہم ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ)

پھر اس مرتبہ کا بیان بھی ضرور ہوا۔

بیان المرتبة التی لابد منها لکل حامل ونبیہ وفارغ ومشغول والتی ان اخطأها اخطأ اصل المشروع والمرتبة المکملة التی هی مشروع المحسنین وموم السابقین فالاولی صوم رمضان والاکتفاء بالفرائض الخمس فور دمن صلی العشاء والصبح فی جماعة فکانما قام اللیل والثانیة زائدة علی الاولی کما وکیفا وهی قیام لیالیه وتنزیه اللسان والجوارح وستة من شوال وثلاثة من کل شهر وصوم یوم عاشوراء ویوم عرفة واعتکاف العشر الاواخر فهذه المقدمات تجری مجری الاصول فی باب الصوم فاذا تمهدت حان ان نشتغل بشرح احادیث الباب ؎

فضل الصوم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنة وفی روایة ابواب الرحمة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشیاطین اقول اعلم ان هذا الفضل انما هو بالنسبة الی جماعة المسلمین فان الکفار فی رمضان اشد عمها واکثر ضلالا منهم فی غیره لتمادیهم فی هتك شعائر اللہ ولکن المسلمین اذا صاموا وقاموا خاص کملهم فی لجة الانوار واحاطت دعوتهم من وراءهم وانعکست اضواؤهم علی من دونهم شملت برکاتهم جمیع فئتهم وتقرب کل حسب استعداده من المنجیات وتباعد من المهلکات صدقا

ہر ناداں و دانا، فارغ و مشغول سب کے لیے ضروری ہے۔ اور جس نے اس سے خطا کی اس نے اصل مشروع کی خطا کی اور مکمل مرتبہ جو نیکوں کا مشروع اور سابقین کا مورد ہے۔ پس بہتر روزے رمضان اور پانچ فرائض نماز پر اکتفا ہوا کہ حدیث میں ہے کہ جو عشا اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھے گویا اس نے رات بھر عبادت کی اور دوسرا پہلے سے زیادہ اندازہ و کیفیت کے لحاظ سے اور وہ راتوں کی عبادت اور زبان کی پاکی اور اعضا کی اور چھ روزے شوال کے اور تین ہر ماہ کے اور عاشورا و عرفہ کا روزہ اور آخری دس دن رمضان کا اعتکاف جو یہ مقدمات اصول کے قائم مقام ہیں روزے کے باب میں تو اس تمہید کے بعد اس باب کی احادیث کے بیان کرنے میں مشغول ہوتی

اس فصل میں وہ احادیث وارد ہیں جن میں روزوں کی فضیلت کا بیان ہے

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان الخ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں ابواب الرحمۃ الخ یعنے رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازہ بند کئے جاتے ہیں اور شیطان زنجیروں کے ساتھ جکڑے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ معلوم کرنا چاہیے۔ کہ رمضان کے مہینہ میں اس قسم کی فضیلت فقط مسلمانوں کے واسطے ہے کیونکہ کفار اس رمضان کے مہینے میں اسقدر اندھے اور گمراہ ہو جاتے ہیں کہ جس قدر اور مہینوں میں نہیں ہوتے کیونکہ شعائر خداوندی کی از حد درجہ کی ہتک کرتے ہیں مگر مسلمان جس وقت روزے رکھتے ہیں اور رات کو عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور کامل لوگ نور کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور ان کی دعا باقی لوگوں کو گھیر لیتی ہے اور انکی روشنی کی چمک انسے کم درجے کے لوگوں پر پڑ جاتی ہے اور انکی برکت تمام مسلمانوں کو شامل ہو جاتی ہر ایک آدمی اپنی طاقت کے موافق عبادت کرکے تقرب حاصل کرتا ہے اور اس چیز سے دور رہتا ہے جو سکو ہلاکت میں ڈالتی ہے تو یہ بات صادق آگئی

ان ابواب الجنۃ تفتح علیہم وان ابواب جہنم تغلق عنہم لان اصلہا الرحمۃ واللعنۃ ولان اتفاق اہل الارض فی صفۃ تجلب ما یناسبہا من جود اللہ کما ذکرنا فی الاستسقاء والحج وصدق ان الشیاطین تسلسل عنہم وان الملائکۃ تنتشر فیہم لان الشیطان لا یؤثر الا فیمن استعدت نفسہ لاثرہ وانما استعدادہا لہ لغلواء البہیمیۃ وقد انقہرت وان الملک لا یقرب الا ممن استعدت بظہور الملکیۃ وقد ظہرت وایضا فرمضان مظنۃ اللیلۃ التی یفرق فیہا کل امر حکیم فلا جرم ان الانوار المثالیۃ والملکیۃ تنتشر حینئذ وان اضدادہا تنقبض **قولہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صام شہر رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ **اقول** وذلک لانہ مظنۃ غلبۃ الملکیۃ ومغلوبیۃ البہیمیۃ ونصاب صالح من الخوض فی لجۃ الرضا والرحمۃ فلا جرم ان ذلک مغیر النفس من لون الی لون **قولہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ **اقول** وذلک لان الطاعۃ اذا وجدت فی وقت انتشار الروحانیۃ وظہور سلطنۃ المثال اثرت فی صمیم النفس

کہ ان کے لیئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں کیونکہ جنت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نام ہے اور دوزخ خدا تعالیٰ کے غضب کا نام ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ زمین کے لوگوں کا ایک صفت کے حاصل کرنے پر اتفاق کرنا خدا تعالیٰ کی بخشش کو کھینچ لاتا ہے جو اس کے مناسب ہے جیسے کہ ہم نے استسقاء اور حج میں ذکر کیا ہے اور یہ بات بھی صادق آگئی کہ شیطانوں کو زنجیر ڈال کر ان سے دور کیا گیا اور فرشتوں کو ان میں پھیلا دیا کیونکہ شیطان کا اثر اس آدمی کے بدن میں ہوتا ہے کہ جس کا نفس اس اثر کے قبول کرنے کے لیے مستعد ہو اور اس نفس میں اثر قبول کرنے کی قابلیت تب ہوتی ہے کہ جس وقت قوت بہیمی غالب ہو اور روزہ کی حالت میں تو وہ کمزور ہو جاتی ہے اور فرشتے اس شخص کے قریب ہوتے ہیں کہ جس میں ان کے اثر قبول کرنے کی قابلیت ہو اور قوت ملکیہ کے ظاہر ہونے کی سبب سے اس میں یہ لیاقت پیدا ہو جاتی ہے اور روزہ کی حالت میں یہ قوت ظاہر ہو چکی ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ رمضان میں اس رات کے ہونے کا بھی احتمال ہے کہ ہر بات جو ہونے والی ہے اسی رات میں فیصل کی جاتی ہے تو ضروری اس وقت میں انوار مثالیہ اور ملکیہ کا انتشار ہوتا ہے اور جو ان کے دشمن ہیں وہ روک دیئے جاتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صام رمضان الخ یعنے جس شخص نے بسبب ایمان کے طلب ثواب کے لئے رمضان کے روزے رکھے تو اسکے پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے قوت ملکیہ کے غالب ہونے کا اور قوت بہیمی کے کمزور ہونیکا گمان ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور رضامندی کے دریا میں داخل ہونے کے لئے یہ کافی مقدار ہے تو لامحالہ رمضان کے روزوں کیوجہ سے نفس ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف متغیر ہو جاتا، نبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے من قام لیلۃ القدر الخ یعنے جو شخص بوجہ ایمان کے ثواب کے ارادہ کے لیئے لیلۃ القدر کی رات میں عبادت کے ادا کرنے کے لیئے کھڑا ہوا ہے تو اس کے پہلے کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ عبادت کا ایسے وقت میں ادا کرنا کہ جو وقت روحانیت پھیل رہی ہو۔ اور عالم مثال کی سلطنت ظاہر ہو نفس میں اسقدر اثر پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت کے علاوہ اور اوقات میں

مالا یؤثر اعدادها فی غیره **قوله** صلی الله علیه وآله وسلم کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی سبعمائة ضعف قال الله تعالی الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته وطعامه من اجلی **اقول** سر مضاعفة الحسنات ان الانسان اذا مات وانقطع عنه مدد بهیمیته وادبر عن اللذات الملائمة لها ظهرت الملکیة ولمع انوارها بالطبیعة وهذا هو سر المجازاة فان کان العمل خیرا فقلیله کثیر حینئذ لظهور الملکیة ومناسبته بها وسر استثناء الصوم ان کتابة الاعمال فی صحائفها انما تکون بتصور صورة کل عمل فی موطن من المثال مختص بهذا الرجل بوجه یظهر منها صورة جزائه المترتب علیه عند تجرده عن غواشی الجسد وقد شاهدنا ذلک مرارا وشاهدنا ان الکتبة کثیرا ما تتوقف فی ابداء جزاء العمل الذی هو من قبیل مجاهدة شهوات النفس اذ فی ابدائه دخل لمعرفة مقدار خلق النفس الصادر هذا العمل منه وهم لم یؤتوا قوة ذوقها ولم یعلموه وجدانا وهو سر اختصامهم فی الکفارات والدرجات علی ما ورد فی الحدیث فیوحی الله الیهم حینئذ ان اکتبوا العمل کما هو وفوضوا جزاءه الی وقوله فانه یدع شهوته وطعامه من اجلی

کئی مرتبہ کی عبادت کرنے سے وہ اثر نہیں پیدا ہوتا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل عمل ابن آدم الخ یعنے آدمی جو ہر نیک عمل کرتا ہے اسکا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الا الصوم الخ یعنے بغیر روزہ کے وہ فقط میرے لئے خاص ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا کیونکہ اس نے اپنی خواہشات کو اور کھانے پینے کو میرے ہی لیے چھوڑا ہے میں کہتا ہوں کہ نیکیوں کے بڑھ جانے میں یہ راز ہے کہ جس وقت انسان مرجاتا ہے تو اس سے قوت بہیمی کی مدد دور ہوجاتی ہے اور جو لذات کہ اس کے مناسب تھیں انسے اپنے آپکو دور کرلیتا ہے تو اس وقت قوت ملکیہ ظاہر ہوجاتی ہے اور جو اس کے انوار طبعی ہیں وہ روشن ہوجاتے ہیں اور اعمال کی جزا وسزا دینے میں بھی یہی راز ہے سو ایسے وقت میں اگر نیک عمل تھوڑا بھی ہو تو وہ بہت شمار کیا جاتا ہے کیونکہ قوت ملکیہ کا ظہور ہو رہا ہے اور اس عمل کی اسکے ساتھ مناسبت بھی ہے روزے کے استثنا میں یہ راز ہے کہ عملوں کا صحیفوں پر لکھنا بوجہ تصور صورت ہر عمل پر مثال کی جگہ پر ہوتا ہے جو اس شخص سے ظاہری طور پر خاص ہے کہ جس سے اسکی جزا مترتب کی صورت ظاہر ہوتی ہے بدن کے پردوں سے مجرد ہوکر جس کا بارہا مشاہدہ کیا ہے۔ اور یہ بھی مشاہدہ ہم نے کیا ہے کہ کرام کاتبین عمل کی جزا ظاہر کرنے اور لکھنے میں بسا اوقات تاخیر و توقف کرتے ہیں جو نفسانی شہوات کے مجاہدہ کے قبیل سے ہے۔ چونکہ اس کے ظاہر کرنے میں مداخلت ہے شناخت مقدار پیدائش نفس کی جس سے یہ عمل صادر ہوتا ہے اور وہ اس کی ذوق کو نہیں پا سکتے اور نہیں جانتے ہیں۔ یہی وجہ و راز ان کے باہمی جھگڑے کا ہے۔ کفارات و درجوں بندگان میں جیسے کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ اس وقت اللہ تعالےٰ ان کو وحی کرتے ہیں کہ جیسے عمل ہیں لکھدو اور ان کی جزا میرے سپرد کردو۔

اور **قول** نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر حدیث قدسی میں اللہ پاک نے فرمایا۔ چنانچہ فانه یدع شهوته وطعامه من اجلی۔ یعنے میرا بندہ صائم اپنی خواہش اور کھانے کو میری خاطر ترک کرتا ہے اس میں اس بات کی طرف

اشارة الى انه من الكفارات التي لها نكاية في نفسه البهيمية وهذا الحديث بطن آخر قد اشرنا اليه في اسرار الصوم فراجعه قوله صلى الله عليه وسلم للصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه فالاولى طبيعية من قبل وجدان ما تطلبه نفسه والثانية الهية من قبل تهيئه لظهور اسرار التنزيه عند تجرده عن غواشي الجسد و ترشح اليقين عليه من فوقه كما ان الصلوة تورث ظهور اسرار التجلي الثبوتي وهو قوله صلى الله عليه وسلم فلا تغلبوا على صلاة قبل الطلوع و قبل الغروب **وههنا** اسرار يضيق هذا الكتاب عن كشفها قوله صلى الله عليه وسلم لخلوف[1] فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك **اقول**[2] ان اثر الطاعة محبوب لحب الطاعة متمثل في عالم المثال مقام الطاعة فجعل النبي صلى الله عليه وسلم انشراح الملائكة بسببه و رضا الله عنه في كفة وانشراح نفوس بني آدم عند استنشاق رائحة[3] المسك في كفة ليريهم السر الغيبي رأى عين قوله صلى الله عليه واله وسلم الصيام جنة[4] **اقول** ذلك لانه يقي شر الشيطان والنفس ويباعد الانسان من تاثيرهما ويخالفه عليهما فلذلك كان من حقه تكميل معنى الجنة بتنزيه لسانه عن الاقوال والافعال الشهوية واليه الاشارة في قوله

[1] لہ بو ۱۲ [2] لہ رائحۃ ۱۲ [3] لہ ۱۲ [4] لہ وقایۃ ۱۲

اشارہ ہے کہ روزہ ان کفارات میں سے ہے کہ جس کے ادا کرنے سے نفس بہیمی کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس حدیث کے اور مطالب بھی ہیں جن کا اشارہ ہم نے فصل اسرار الصوم میں کیا ہے اُسجگہ دیکھ لیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے للصائم الخ یعنے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت خوشی ہوتی ہے اور ایک اُس روز ہوگی کہ جس وقت خداتعالیٰ کے ساتھ ملاقات کریگا۔ پہلی تو طبعی خوشی ہے۔ کیونکہ روزہ کے افطار کرنے کی وجہ سے نفس کو جس چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ ملجاتی ہے۔ دوسری روحانی خوشی ہے۔ کہ جسوقت روزہ دار اپنے جسم کے حجابوں سے علیحدگی حاصل کرلیتا ہے اور اسپر عالم بالا سے علم یقین کا فیضان ہوتا ہے تو اسکے وجود میں یہ قابلیت پیدا ہوجاتی ہے کہ خداوندی اسرار اسپر ظاہر ہوں جیسے کہ نماز کی وجہ تجلی کے اسرار کا ظہور ہوتا ہے۔

اسکا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس قول سے ہوتا ہے فلا تغلبوا الخ یعنی طلوع اور غروب کے پہلے تم کسی نماز پر غلبہ نہ کرو اور اسجگہ میں اور بہت سے معانی ہیں جن کے ظاہر کرنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے لخلوف الخ یعنے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالےٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے میں کہتا ہوں اسکا یہ راز ہے کہ عبادت کی محبت کیوجہ سے اس کا اثر بھی محبوب ہوجاتا ہے اور عالم مثال میں اس طاعت کی جگہ پر اس کے اثر کو متمثل بنا دیا جاتا ہے تو اسواسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے سبب سے فرشتوں کی خوشی پیدا ہونیکو اور خداتعالیٰ کی رضامندی کو ایک پلے اور بنی آدم کے نفسوں کی خوشی کو جو ان کو کستوری کی خوشبو سونگھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے ایک پلڑے میں رکھا تاکہ وہ لوگ اس غیبی اسرار کو اپنے سامنے ظاہر دیکھ لیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الصیام جنۃ الخ یعنے روزے ڈھال ہیں میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ روزے انسان کو شیطان کی شر اور نفس کی شر سے بچالیتے ہیں اور انسان کو ان کے اثر سے دور کردیتے ہیں اور روزہ کیوجہ سے آدمی کو ان کے ساتھ مخالفت ہو جاتی ہے تو اس واسطے ضروری ہوا کہ اس میں ڈھال کے معنے پورے طریق سے پائے جائیں اسکا یہ طریقہ ہے کہ اپنی زبان کو برے اقوال اور افعال شہویہ کے کرنے پر ترغیب دینے سے نگاہ رکھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے

فلا یرفث والسبعیة والیه الاشارة فی قوله ولا یصخب والی الاقوال بقوله سابه الی الافعال بقوله قاتله قوله صلی الله علیه وسلم فلیقل انی صائم قیل بلسانه وقیل بقلبه وقیل بالفرق بین الفرض والنفل والکل واسع :

احکام الصوم

قال النبی صلی الله علیه وسلم لاتصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له وفی روایة فاکملوا العدة ثلاثین **اقول** لما کان وقت الصوم مضبوطا بالشهر القمری باعتبار رؤیة الهلال وهو تارة ثلاثون یوما وتارة تسعة وعشرون وجب فی صورة الاشتباه ان یرجع الی هذا الاصل **وایضا** مبنی الشرائع علی الامور الظاهرة عند الامیین دون التعمق والمحاسبات النجومیة بل الشریعة واردة باخمال ذکرها وهو قوله صلی الله علیه واله وسلم انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب قوله صلی الله علیه واله وسلم شهرا عید لا ینقصان رمضان وذوالحجة

۱۲ لہ شاتمہ ۱۲ قوله السابہ مقاتلہ ۱۲ صومہ بالزبان لسے لا یعرف ۱۲ مقد ۱۲ علماء التنجیم نجوم لہ

فلا یرفث الخ یعنے اپنی زبان سے بیہودہ باتیں نہ نکالے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور قوای سبعیہ کے افعال سے بھی محفوظ رکھے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے فلا یصخب یعنے روزہ دار کو چاہیئے کہ شور وغل نہ کرے اور اقوال کی طرف آپ نے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے سابہ یعنے اگر اسکو کوئی گالی گلوچ دے اور افعال کی طرف آپ نے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے قاتلہ یعنے اگر روزہ دار سے کوئی لڑائی وغیرہ کرے تو آپ نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کو چاہیئے کہ یہ بات کہے فلیقل انی امرء صائم (میں روزہ دار آدمی ہوں) بعض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ زبان سے کہے اور بعض نے کہا ہے کہ دل میں کہے اور بعض نے کہا ہے کہ نفلی روزوں اور فرضی روزوں میں فرق ہے اور ہر ایک میں وسعت ہے۔

اس فصل میں روزوں کے متعلق احکام وارد ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تصوموا الخ یعنی چاند دیکھنے کے بغیر روزہ مت رکھو اور بغیر دیکھنے کے افطار بھی مت کرو۔ اور اگر ابر میں پوشیدہ ہو جائے اور تم اسکو نہ دیکھ سکو تو اس مہینہ کا اندازہ کر لو اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں فاکملوا العدة شعبان ثلثین۔ یعنے شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزہ رکھو۔ اور اسی طرح اگر رمضان کا چاند ابر میں دکھائی نہ دے تو فاکملوا العدة ثلثین تو تیس روزے پورے کر لو۔ میں کہتا ہوں چونکہ روزے کے زمانہ کا تعلق مہینے قمری کے ساتھ ہے اور قمری مہینے کا اعتبار ہلال کے دیکھنے کیوجہ سے ہوتا ہے اور یہ ہلال کبھی تیس دن میں دکھائی دیتا ہے اور کبھی انتیس دن میں تو اسواسطے ضروری ہوا کہ شبہ کی حالت میں اس اصل کیطرف رجوع کیا جائے اور نیز یہ وجہ ہے کہ احکام شرعی کی بنا ان امور پر ہے کہ جو انپڑھوں پر بخوبی ظاہر ہوں اور ان کا دارومدار باریک بینی اور نجومیوں کے حساب پر نہیں ہے بلکہ شریعت تو ان کے ذکروں کے مٹانے کے لیئے آئی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا امۃ امیۃ یعنے ہم انپڑھ امت میں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا جانتے ہیں اور نبی صلی اللہ نے فرمایا ہے شہرا عید الخ یعنے رمضان شریف اور ذی الحجہ جو کہ عیدوں کے دو مہینے ہیں کم نہیں ہوتے

قیل لا ینقصان معاً وقیل لا یتفاوت اجر ثلاثین وتسعة وعشرین وهذا الاخیر اقعد بقواعد التشریع کانه سد ان یخطر فی قلب احد ذلک **واعلم** ان من المقاصد المهمة فی باب الصوم سد ذرائع التعمق ورد ما احدثه فیه المتعمقون فان هذه الطاعة کانت شائعة فی الیهود والنصاری ومتحنثی العرب **ولما** رأوا ان اصل الصوم هو قهر النفس تعمقوا وابتدعوا اشیاء فیها زیادة القهر وفی ذلک تحریف دین الله وهو اما بزیادة الکم او الکیف فمن الکم قوله صلی الله علیه وسلم لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین الا ان یکون رجل کان یصوم یوما فلیصم ذلک الیوم ونهیه عن صوم یوم الفطر ویوم الشک وذلک لانه لیس بین هذه وبین رمضان فصل فلعله ان اخذ ذلک المتعمقون سنة فیدرکه منهم الطبقة الاخری وهلم جرا یکون تحریفا. واصل التعمق ان یؤخذ موضع الاحتیاط لازما ومنه یوم الشک ومن الکیف النهی عن الوصال والترغیب فی السحور والامر بتاخیره وتعجیل الفطر فکل ذلک تشدد وتعمق من صنیع الجاهلیة ولا اختلاف بین قوله صلی الله علیه وآله وسلم اذا انتصف۔

بعض نے کہا ہے کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ ایک سال میں یہ دونوں مہینے انتیس انتیس کے نہیں ہوتے اور بعض نے کہا ہے کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ انکا اجر کم نہیں ہوتا اگرچہ ایک انتیس اور ایک تیس کا ہو بلکہ اجر انکا پورا پورا ہوتا ہے اور یہ اخیر والا معنی قواعد شریعت کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے گویا کہ آپ نے اس خیال کو جو کہ کسی کے دل میں گذرے پہلے سے ہی دور فرما دیا ہے اور جاننا چاہیئے کہ روزے کے باب میں لازمی مقصود یہ ہے کہ تعمق کے (یعنی باریک بینی) کے اسباب بند کئے جائیں اور جو باریک بین لوگوں نے اس میں نئے نئے ایجاد کر لئے ہیں انکو رد کیا جائے کیونکہ روزہ کا عبادت ہونا اہل کتاب یہود اور نصاریٰ اور عرب کے اُن لوگوں میں جنہوں نے اہل کتاب کا دین پسند کیا ہوا تھا جاری تھا اور شائع تھا۔ اور جس وقت انہوں نے معلوم کیا۔ کہ روزے کے اصلی معنے یہ ہیں کہ نفس کو مغلوب اور کمزور رکھنا تو انہوں نے اپنے باریک خیال دوڑا دوڑا کر اور نئی نئی باتیں اس روزے میں ایجاد کر لیں کہ جن سے نفس اور زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے خدا تعالیٰ کے دین میں تغیر تبدل لازم آتا تھا۔ اور وہ چیزیں یا باتیں کہ کسی لحاظ سے بڑھی ہوئی تھیں یا کیف کے لحاظ سے تو کمیت کی زیادتی کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے رد فرمایا ہے لا یتقدمن احدکم الخ یعنے رمضان سے پہلے ایک یا دو روزہ کوئی شخص نہ رکھے رمضان کی سلامی کے لئے مگر وہ شخص رکھ سکتا ہے جو کہ ہمیشہ سے کسی خاص دن کا روزہ رکھتا رہتا ہے اور نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور شک کے دن میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ ان روزوں اور رمضان کے درمیان کوئی چیز فصل نہیں ہے پس شاید کہ اگر متعمقون (یعنے وہمی لوگ) ان دنوں میں روزہ رکھنا اختیار کر لیتے تو جو طبقہ ان کے بعد آتا وہ انکو دیکھ کر وہی عمل کرنے لگتا اسی طرح سلسلہ جاری ہو جاتا تو دین خداوندی میں تحریف آجاتی ہے اور تعمق کے معنے اصلی یہ ہیں کہ کسی احتیاط کے مقام کو اپنے اوپر لازم کر لینا شک کا دن اسی قبیل سے ہے اور کیف کی زیادتی سے نبی صلے اللہ علیہ نے اس طرح منع فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ روزہ وصال کے مت رکھو اور سحری کے کھانے کی ترغیب دی ہے اور یہ حکم فرمایا ہے کہ سحری دیر سے کھانی چاہیئے اور افطار جلدی سے کرنا چاہیئے اور یہ تمام باتیں جاہلیت کے افعال سے ہیں کہ جن میں تشدد اور تعمق کرتے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان اذا انتصف

شعبان فلا تصوموا وحديث ام سلمة رضي الله عنها ما رايت النبي صلى الله عليه وسلم يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان لان النبي صلى الله عليه وسلم كان يفعل في نفسه ما لا يامر به القوم واكثر ذلك ما هو من باب سد الذرائع وضرب مظنات كلية فانه صلى الله عليه وسلم مامون من ان يستعمل الشئ في غير محله او يجاوز الحد الذي امر به لاضعاف المزاج وملال الخاطر وغيره ليس بمامون فيحتاجون الى ضرب تشريع وسد تعمق ولذلك كان صلى الله عليه وسلم نهاهم ان يجاوزوا اربع نسوة وكان احل له تسع فما فوقها لان علة المنع ان لا يفضي الى جور ثم الهلال يثبت بشهادة مسلم عدل او مستور انه راه وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم في كلتا الصورتين جاء اعرابي فقال اني رايت الهلال قال اتشهد الحديث واخبر ابن عمر انه راه فصام وكذلك الحكم في كل ما كان من امور الملة فانه يشبه الرواية وقال صلى الله عليه وآله وسلم تسحروا فان في السحور بركة اقول فيه بركتان احدهما راجعة الى اصلاح البدن ان لا ينشفه ولا يضعف الامساك يوما

شعبان آخر یعنی جس وقت نصف شعبان گذر جائے تو روزہ مت رکھو اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ما رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم الخ یعنے شعبان اور رمضان کے علاوہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی مہینے کے پے در پے روزے رکھے ہوں کوئی اختلاف نہیں ہے اس واسطے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایسے افعال کرتے تھے کہ جنکا اپنی امت کو حکم نہیں فرماتے تھے اور اکثر افعال اس قسم سے ہیں۔ کہ جن سے اسباب کے دروازوں کو بند کرنا اور احتمالات کو بالکل دور کرنا مقصود ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس بات سے مامون تھے کہ کسی چیز کو غیر محل میں استعمال فرما دیں گے یا اس حد سے آپ تجاوز کر جائیں گے کہ جس تک آپ کو حکم ہوا ہے کہ جسکی وجہ سے آپکو ضعف جسمانی اور ملال خاطر ہو اور آپ کے علاوہ اور کوئی شخص مامون نہیں ہو سکتا تو اس لئے لوگوں کو اسبات کی حاجت ہے کہ ان کے لیے قانون شرعی مقرر کیا جائے اور تعمق کا دروازہ بھی بند کیا جائے اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو چار عورتوں سے زیادہ رکھنا منع فرمایا ہے اور آپ کے لئے نو یا اس سے بھی زیادہ حلال تھیں کیونکہ منع کرنے کی علت یہ ہے تاکہ ایسے ظلم نہ لازم آجائے (اور آپ سے ظلم کا ہونا متصور ہی نہیں ہو سکتا تھا) چاند کے دیکھنے کے لئے ایک مسلمان عادل کی گواہی یا اس مستور الحال کی گواہی کہ اس طرح سے دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے کافی ہے اور ان دونوں صورتوں کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی (یعنے دیہات کا رہنے والا) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی میں نے پہلے روزہ کا چاند دیکھا ہے تو آپنے فرمایا کہ تو اسبات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالی کے بغیر اور کوئی معبود نہیں کہا اس نے ہاں پھر فرمایا کہ تو اسبات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد خدا کا رسول ہے اس نے کہا ہاں تو آپنے حضرت بلال رض کو فرمایا کہ شہر میں اعلان کر دے کہ صبح کو رمضان کا روزہ رکھیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رض نے آپکو چاند کے دیکھنے کی اطلاع دی تو آپنے روزہ رکھ لیا تمام دینیہ امور میں یہی حکم ہے انکا حال روایت حدیث کے مانند ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسحروا الخ یعنے سحری کے وقت کھانا کھایا کرو کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں دو برکتیں ہیں ایک تو بدن کی اصلاح کے لحاظ سے ہے وہ یہ کہ سحری کھانے کی وجہ سے انسان کے نفس کو سستی اور ضعف نہیں لاحق ہوگا کیونکہ روزہ کا پورہ وقت یہ ہے کہ تمام دن بدن کو

کاملا نصاب فلا یضا عفوا الثانیۃ راجعۃ الی تدبیر الملۃ ان لا یتعمق فیھا ولا یدخلھا تحریف او تغییر وقولہ علیہ السلام لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر وقولہ علیہ السلام فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحر وقال اللہ تعالی احب عبادی الی اعجلھم فطرا اقول ھذا اشارۃ الی ان ھذہ مسئلۃ دخل فیھا التحریف من اھل الکتاب فبمخالفتھم ورد تحریفھم قیام الملۃ ونھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الوصال فقیل انک تواصل قال وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی اقول النھی عن الوصال انما ھو لامرین احدھما ان لا یصل الی حد الاجحاف کما بینا والثانی ان لا تحرف الملۃ وقد اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی انہ لا یاتیہ الاجحاف لانہ مؤید بقوۃ ملکیۃ نوریۃ ھو مامون ولا اختلاف بین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یجمع الصوم قبل الفجر فلا صیام لہ وبین قولہ علیہ الصلوۃ والسلام حین لم یجد طعاما انی اذا صائم لان الاول فی الفرض والثانی فی النفل والمراد بالنفی نفی الکمال وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمع النداء احدکم الخ اقول المراد بالنداء ھو نداء خاص اعنی نداء بلال وھذا الحدیث مختصر حدیث ان بلالا ینادی بلیل

کھانے پینے کی اشیاء سے روکا جائے۔ بس اسیر اور زیادتی نہ کرنی چاہیئے۔ دوسری برکت دین کی تدبیر کے لئے ہے وہ یہ ہے کہ اس میں وہم نہ کرنے لگ جائیں اور اس میں تحریف تغیر نہ داخل کردیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یزال الناس الخ یعنے ہمیشہ لوگ بھلائی میں رہینگے جب تک کہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فصل ما بین صیامنا الخ یعنی ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فقط سحری کے کھانیکا فرق ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے احب عبادی الی اعجلھم فطرا یعنے مجھے وہ اپنا بندہ زیادہ محبوب ہے جو کہ افطار کرنے میں جلدی کرے میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اہل کتاب نے اس مسئلہ میں تحریف داخل کردی تھی اور ملت اسلامیہ تب ہی قائم ہوسکتی ہے کہ ان کی مخالفت کی جائے اور ان کی تحریف کو دور کیا جائے اور جسوقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روزہ وصال (یعنی روزہ پر روزہ رکھنا کہ ان کے درمیان رات کے وقت افطار نہ واقع ہو) سے منع فرمایا تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ تو روزے وصال کے رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا وایکم مثلی الخ یعنے تم میں سے کوئی میری مثل ہے مجھکو تو میرا پروردگار رات کے وقت کھلا تا پلاتا ہے میں کہتا ہوں کہ صوم وصال سے منع کرنیکے دو سبب ہیں ایک تو یہ ہے تاکہ یہ صوم وصال انسان کے بدن کے ہلاک کرنے کا سبب نہ بن جائے جیسے ہم بیان کرچکے ہیں۔ دوسرا یہ ہے تاکہ دین اسلام میں تحریف نہ واقع ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف آپ نے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے انہ لا یاتیہ الخ یعنے میرے لئے یہ صوم وصال ہلاکت کا سبب نہیں بن سکتے۔ کیونکہ مجھکو قوۃ ملکیہ نوریہ سے تائید ملتی رہتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام قباحتوں سے محفوظ ہیں) اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان من لم یجمع الصوم یعنی جس نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی تو اسکا روزہ نہیں ہے اور اس فرمان میں کہ جسوقت کھانے کی چیز نہ ملتی تو آپ فرماتے تھے انی صائم۔ کہ میں روزہ دار ہوں۔ کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ کا پہلا فرمان فرضی روزے کے متعلق ہے اور دوسرا نفلی روزہ کے متعلق ہے اور نفی سے مراد نفی کمال کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا سمع النداء الخ یعنی جسوقت تم بانگ کی آواز سنو اور تمہارے ہاتھ میں پانی کھانے کا برتن ہو تو اسکو بغیر اپنی حاجت پوری کرنے کے نہ رکھو میں کہتا ہوں کہ اس آذان سے وہ آذان خاص مراد ہے جو کہ بلال رضی اللہ تعالے دیتے تھے اور یہ حدیث اس حدیث کا کہ جس میں یہ الفاظ ہیں ان بلالا ینادی بلیل۔ ایک ٹکڑا ہے۔

لہ ہو تتابع الصوم من غیر افطار بالیل ۱۲ تمامہ والاناء فی یدہ فلا یضعہ حتی یقضی حاجتہ منہ ۱۲

وقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانہ طہور **اقول** الحلو یقبل علیہ الطبع لاسیما بعد الجوع ویحبہ الکبد والعرب یمیل طبعہم الی التمر وللمیل فی مثلہ اثر فلاجرم انہ یصرفہ فی المحل المناسب من البدن وھذا نوع من البرکۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من فطر صائما او جھز غازیا فلہ مثل اجرہ **اقول** من فطر صائما لانہ صائم یستحق التعظیم فان ذلک صدقۃ وتعظیم للصوم وصلۃ باھل الطاعات فاذا تمثلت صورتہ فی الصحف کان متضمنا لمعنی الصوم من وجوہ فجوزی بذلک ٭ ومن اذکار الافطار ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ وفیہ بیان الشکر علی الحالات التی یستطیبھا الانسان بطبیعتہ او عقلہ معا ومنھا اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت وفیہ تاکید الاخلاص فی العمل والشکر علی النعمۃ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصوم احدکم یوم الجمعۃ الا ان یصوم قبلہ او یصوم بعدہ وقولہ لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ الحدیث[لہ] **اقول** السر فیہ شیئان احدھما سد التعمق لان الشارع لما خصہ بطاعات وبین فضلہ

لہ تمامہ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا افطر احدکم الخ یعنے جس وقت تم میں سے کوئی شخص افطار کرنا چاہے تو کھجوروں سے روزہ کھولے کیونکہ اسمیں ایک قسم کی برکت ہے اور اگر چھوہارا نہ ہو تو پانی سے روزہ کھول لے کیونکہ یہ پاک چیز ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ میٹھی چیز کی طرف طبیعت زیادہ متوجہ ہوتی ہے خاص کر اسوقت میں جب کہ انسان کا بدن بھوکا ہو اور اسکو جگر بھی اچھا سمجھتا ہے اور عرب کے لوگوں کی طبیعت کھجوروں کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ اور طبیعت کے میلان کو اپنے مناسب چیز میں پورا اثر ہوتا ہے بس ضرور اسکو وہ ایسی جگہ پر خرچ کرتی ہے جو کہ بدن کے مناسب ہوں یہ ایک قسم کی برکت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من فطر صائما الخ یعنے جس شخص نے کسے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا۔ یا کسے مجاہد کے لیئے جہاد کا سامان تیار کیا تو اس شخص کو اس روزہ دار اور مجاہد کے برابر ثواب ملیگا میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ جس شخص نے اس غرض سے روزہ افطار کرایا کہ وہ روزہ دار تعظیم کے لائق ہے تو یہ روزہ افطار کرانا ایک قسم کا صدقہ ہے اور روزہ کی تعظیم اور اہل عبادات کے ساتھ ایک قسم کا سلوک کرنا ہے پس جسوقت اس عمل کی صورت اس کے اعمال نامہ میں متشکل ہو جاتی ہے تو وہ صورت کئی طرح سے روزہ کے معنی کو شامل ہو جاتی ہے تو اسواسطے اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جاتا ہے اور جن کلمات کا ذکر احادیث میں افطار کرنے کیوقت آیا ہے ایک تو یہ ہے ذھب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ ان کلمات میں ان حالات پر شکر کرنے کا بیان ہے کہ جنکو خود آدمی کی طبیعت پسند کرتی ہے یا طبیعت اور عقل دونوں اچھا سمجھتیں ہیں۔ اور ایک یہ ہے کہ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت ان کلمات میں اسبات کی تاکید ہے کہ عمل خالص للہ کیا جائے اور اللہ تعالے کی نعمت پر شکر کیا جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یصوم الخ یعنے تم میں سے کوئی شخص فقط جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کو خاص نہ کر لے مگر یہ کہ ایک روزہ اس سے پہلے رکھے یا اس کے بعد رکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تختصوا الخ یعنی تمام راتوں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لیے مت خاص کرو میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ راز ہے کہ اس کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ ہے کہ تعمق کے دروازہ کا بند کرنا مقصود ہے کیونکہ جب شارع نے جمعہ کے لیئے خاص خاص عبادات مقرر فرما دی ہیں اور اسکی فضیلت بیان فرما دی ہے

كان مظنة ان يعمق المتعمقون فيلحقون بها صوم ذلك اليوم وثانيهما تحقيق معنى العيد فان العيد يشعر بالفرح واستيفاء اللذة وفى جعله عيدا ان يتصور عندهم انهما من الاجتماعات التى يرغبون فيها من طبائعهم من غير قسر قوله صلى الله عليه وسلم لا صيام فى يومين الفطر والاضحى وقوله صلى الله عليه وسلم لا صوم فى يومين الفطر والاضحى وقوله صلى الله عليه وسلم ايام التشريق ايام اكل وشرب وذكر الله اقول فيه تحقيق معنى العيد وكبح عنانهم عن التنسك اليابس والتعمق فى الدين قوله صلى الله عليه وسلم لا يحل لمرأة ان تصوم وزوجها شاهد الا باذنه اقول وذلك لان صومها مفوت لبعض حقه ومنغص عليه بشاشتها وفكاهتها ولا اختلاف بين قوله عليه السلام الصائم المتطوع امير نفسه ان شاء صام وان شاء افطر وقوله عليه الصلوة والسلام لعائشة وحفصة رض اقضيا يوما اخر مكانه اذ يمكن ان يكون المعنى ان شاء افطر مع التزام القضاء وامرهما بالقضاء للاستحباب فان الوفاء بما التزم اثلج للصدر او كان امرا لهما خاصة حين رای فى صدرهما حرجا من ذلك كقول عائشة رض رجعوا بحج وعمرة ورجعت بحجة فاعمرها من التنعيم قوله

تو اسباب کا گمان تھا کہ شاید ہی لوگ جمعہ کے روزہ کو ان عبادات کے ساتھ ملحق کر دینگے دوسری یہ وجہ ہے کہ اس میں عید کے معنے ثابت کرنے مقصود ہیں کیونکہ عید میں یہ مقصود ہوتا ہے کہ خوشی حاصل ہو اور لذات حاصل ہوں اور اس کے عید بنانے کی یہ وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں اسباب کا خیال رہے کہ اس جمعہ میں ایسے عبادات مجتمع ہیں کہ جنکی طرف ان کی طبیعتیں خود بخود راغب ہو جاتی ہیں اور ان پر جبر نہیں کیا جاتا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صوم فی یومین الخ یعنے فطر اور اضحی کے دونوں دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور نیز فرمایا ہے ایام التشریق الخ یعنی جو تشریق کے دن ہیں وہ کھانے اور پینے اور خدا تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں (یعنی ان دنوں میں بھی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے) میں کہتا ہوں کہ ان احادیث سے یہ ثابت ہو کہ ان دنوں میں عید کے معنے ثابت کرنے مقصود ہیں اور ان کی طبیعتوں کو خشک عبادت کے کرنے سے اور دین کے اندر تعمق کرنے سے پھیرنا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یحل لامرأۃ الخ یعنی کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے خاوند کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت کے روزہ رکھے میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ اس عورت کے روزہ رکھنے کیوجہ سے اس کے خاوند کے بعض حق فوت ہو جاتے ہیں اور اس عورت کے ساتھ خوش طبعی اور دل لگی کرنی اس پر تنگ ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ جانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان الصائم المتطوع یعنی نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ رکھ لے اگر چاہے تو افطار کرلے اور اس فرمان میں جو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا ہے اقضیا یوما اخر الخ اس کی جگہ اور دن میں قضا کر لینا کوئی اختلاف نہیں ہے. اسواسطے کہ یہ ممکن ہے کہ پہلے قول کے یہ معنی ہوں کہ اگر روزہ دار روزہ توڑنا چاہے تو اپنے لئے قضا کو لازم کرلے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے ام المومنین کو روزے کے قضا کا استحبابا حکم فرمایا ہو کیونکہ جس چیز کو لازم کر لیا ہو اس کے پورے کرنے سے ہی دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے یا آپنے ان کے دل میں کسی قسم کی گھبراہٹ دیکھ کر ان دونوں کے لئے خاص کر کے یہ حکم فرمایا ہو جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھبراہٹ کے وقت یہ الفاظ فرمائے تھے رجعوا بحجۃ وعمرۃ الخ یعنے تمام لوگ حج اور عمرہ کر کے واپس ہوئے ہیں اور میں فقط حج ہی ادا کیا ہے تو آپنے پھر تنعیم سے عبدالرحمان کے ساتھ واپس کر کے انکو عمرہ کرایا۔

صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ اقول انما عذر بالنسیان فی الصوم دون غیرہ لان الصوم لیس لہ ھیئۃ مذکرۃ بخلاف الصلوۃ والاحرام فان لھما ھیئات من استقبال والتجرد عن المخیط فکان احق ان یعذر فیہ قولہ علیہ السلام لمن وقع علی امرأتہ فی نھار رمضان اعتق رقبۃ الحدیث اقول لما ھجم علی ھتک حرمۃ شعائر اللہ وکان مبدؤہ افراطا طبیعیا وجب ان یقابل بایجاب طاعۃ شاقۃ غایۃ المشقۃ لیکون بین یدیہ مثل تلک فیزجرہ عن غلواء نفسہ ولا اختلاف بین حدیث تسوکہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لخلوف فم الصائم اطیب الحدیث فان مثل ھذا الکلام انما یراد بہ المبالغۃ کانہ قال انہ محبوب بحیث لو کان لہ خلوف لکان محبوبا بحبہ ولا اختلاف بین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس من البر الصیام فی السفر ذھب المفطرون بالاجر وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من کانت لہ حمولۃ تأوی الی شبع فلیصم رمضان حیثما ادرکہ لان الاول فیما اذا کان شاقا علیہ مفضیا الی الضعف والغشی کما ھو مقتضی قول الراوی قد ظلل علیہ او کان بالمسلمین حاجۃ لا تنجبر الا بالافطار وھو قول الراوی فسقط الصوامون

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ، من نسی الخ یعنے جس شخص نے روزہ کی حالت میں بھول کر کھالیا تو اپنے روزہ کو پورا کرے کیونکہ اللہ تعالی نے خود اسکو کھلایا پلایا ہے بعض کہتا ہوں کہ فقط روزہ کی حالت میں بھول چوک کی وجہ سے تو می معذور سمجھا گیا ہے باقی کسی عبادت میں بھولنے کیوجہ سے معذور نہیں سمجھا جاتا اس کی یہ وجہ ہے کہ روزہ کے اندر کوئی ایسی صورت نہیں پائی جاتی کہ اسکو روزہ یاد دلائے بخلاف نماز اور احرام کے کیونکہ ان کے اندر ایسی صورتیں پائی جاتی ہیں کہ جن سے ان کی یاد داشت آجاتی ہے جیسے قبلہ رخ نماز میں کھڑا ہونا اور احرام کے اندر بلا سلا ہوا کپڑا پہننا ہے تو اسواسطے روزہ میں یہ مناسب ہے کہ اس شخص کو معذور سمجھا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں فرمایا تھا کہ جس نے رمضان شریف کے مہینے میں دن کے وقت اپنی عورت سے جماع کر لیا تھا اعتق رقبۃ الخ یعنی ایک غلام آزاد کر میں کہتا ہوں اس کی یہ وجہ ہے کہ جب اس شخص نے شعائر الہی کی عزت کو توڑ دیا اور عزت کے توڑنے کا سبب اس کی طبعی افراط ہوا اسواسطے یہ واجب ہوا کہ اس کے مقابلہ میں ایسی چیز مقرر کی جائے جو کہ اس کے نفس پر بہت شاق گذرے تاکہ اس کے سامنے وہ شکل موجود رہے اور نفس کے غالب ہونے پر اس شخص کو ایسا کام باز رکھے اور اس حدیث میں کہ جس میں نبی علیہ السلام کے مسواک کرنے کا ذکر ہے اور آپ کے اس فرمان میں لخلوف فم الصائم الخ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس قسم کی کلام سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے گویا کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ روزہ دار اللہ تعالی کو اسقدر محبوب ہے کہ اگر اس کے منہ سے بو بھی آئے تو وہ بو بھی اللہ تعالی کو پسند ہے اور نبی علیہ السلام کے اس فرمان میں لیس من البر الخ یعنے سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے جنہوں نے روزہ نہیں رکھا وہ ثواب لے گئے ہیں۔ اور اس فرمان میں من کانت لہ الخ یعنے جس آدمی کے پاس سواری ہو اور اسکو منزل مقصود تک بغیر مشقت اور تکلیف کے پہنچادے تو اسکو جس جگہ پر رمضان کا مہینہ واقع ہو جائے روزہ رکھ لے کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث سے یہ مراد ہے کہ جس وقت روزہ رکھنا اسپر مشکل ہو کہ جس کی وجہ سے اسپر ضعف و غشی کی حالت طاری ہو جائے جیسے کہ راوی کے اس قول سے کہ ظلل علیہ (یعنی اسکے سر پر سایہ کیا گیا) معلوم ہوتا ہے یا یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کو ایسی حاجت پیش آئی جو کہ بغیر افطار کرنیکے وہ حاجت پوری نہیں ہو سکتی جیسے کہ راوی کے قول سے فسقط الصوامون الخ یعنے روزہ دار گر پڑے۔

لے جمل ھذا ورا ۱۲ سے ھو روایتہ والمحفوظ منہ فی الصحیحین بالفاظ آخر عن ابی ھریرۃ رض ۱۲ سے ای داخل علیہ بمعنی المرأۃ [illegible]

وقام المطر فی وکان یری فی نفسہ کراھیۃ للترخص فی مظانہ مثلاً ذلک من الاسباب والثانی فیما اذا کان السفر خالیا عن المشقۃ التی یعتد بھا والاسباب التی ذکرناھا ولا اختلاف بین قولہ علیہ السلام من مات وعلیہ صوم صام عنہ ولیہ وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فیہ ایضا فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا اذ یجوز ان یکون کل من الامرین مجزئا والسر فی ذلک شیأن احدھما راجع الی المیت فان کثیرا من النفوس المفارقۃ اجسادھا تدرک ان وظیفۃ من الوظائف التی یجب علیھا وتؤاخذ بترکھا فاتت منھا فتتالم ویفتح ذلک باباً من الوحشۃ فکان الحدب[1] علی مثلہ ان یقوم اقرب الناس منہ واولاھم بہ فیعمل عملہ علی قصد ان یقع عنہ فان ھمتہ ذلک تفید کما فی القرابین او یفعل فعلاً اٰخر مثلہ وکذلک حال من مات قد اجمع علی صدقۃ تصدق عنہ ولیہ وقد ذکرنا فی الصلوۃ علی المیت ما اذا عطف علی صدقۃ الاحیاء للاموات انعطف والثانی راجع الی الملۃ وھو التاکید البالغ لیعلموا ان الصوم لا یسقط بحال حتی الموت ؎

[1] لہ ای الشفقۃ ۱۲

اور بے روز کھڑے رہے۔ معلوم ہوتا ہے یا اس شخص کے لئے ہے جو کہ اپنے دل میں اس رخصت کو مکروہ خیال کرتا ہے اور اس قسم کے اور اسباب بھی ہیں اور دوسری حدیث سے یہ مراد ہے کہ اس سفر میں کوئی قابل اعتبار تکلیف نہ ہو اور اسباب مذکورہ سے بھی خالی ہو اور اس حدیث میں ومن مات وعلیہ صوم الخ یعنے اگر ایسا آدمی مرجائے۔ کہ جس کے ذمہ روزے باقی تھے تو اسکی طرف سے اسکا وارث روزہ رکھے۔ اور اس حدیث میں جو آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمائی ہے فلیطعم عنہ الخ یعنے اسکے وارث کو چاہیئے۔ کہ ہر دن کے عوض میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسواسطے کہ یہ جائز ہے۔ کہ ان دونوں باتوں میں سے ہر ایک بھی کافی ہو۔ اسمیں دو راز ہیں۔ ایک تو میت کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اکثر ارواح کو۔ کہ جس وقت اپنے جسموں میں سے جدا ہوتے ہیں اسبات کا ادراک رہتا ہے۔ کہ جو عبادات ہم پر واجب تھیں اور جن کی ترک سے ہمپر مواخذہ کیا جائے گا۔ وہ ہم سے فوت ہوگئی ہیں۔ سو وہ ارواح تکلیف میں رہتے ہیں۔ اور اس رنج کی وجہ سے انپر گھبراہٹ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ پس ایسے وقت میں ان کے حق میں یہ شفقت ہے۔ کہ لوگوں میں سے جو زیادہ اس میت کا قریبی ہے وہ اس میت کی مانند عمل کرے اور ارادہ یہ کرے کہ یہ عمل اس کی طرف سے کرتا ہوں۔ تو اس ارادے سے وہ عمل کرنا اس میت کیلئے فائدہ پہنچاتا ہے۔ جیسے کہ دنیا میں ایک کا کام دوسرے قریبی کو فائدہ پہنچاتا ہے یا اس کی مثل اور کوئی کام کرتا ہے۔ اور ایسا ہی حال اُس شخص کا ہے جو کہ صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا تھا مگر پھر وہ فوت ہوگیا اور صدقہ نہ ادا کرسکا۔ تو اسکے وارث کو یہ چاہیئے۔ کہ اسکی طرف سے صدقہ ادا کردے۔

اور جس بات کو ہم نے نماز جنازہ میں بیان کیا ہے اگر اسبات کو اسجگہ محمول کیا جائے کہ زندہ لوگ مردوں کی طرف سے صدقہ دیں تو ہو سکتا ہے۔

دوسرا راز دین کے لحاظ سے ہے وہ یہ ہے کہ اس سے بڑی تاکید ثابت ہوتی ہے تاکہ لوگ معلوم کرلیں روزہ کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد بھی ساقط نہیں ہوتا۔

امور تتعلق بالصوم

اعلم ان کمال الصوم انما هو تنزیهه عن الافعال والاقوال الشهویة والسبعیة والشیطانیة فانها تذکر النفس الاخلاق الخسیسة وتهیجها هیأت فاسدة والاحتراز عما یفضی الی الفطر ویدعوا الیه فمن الاول قوله صلی اللہ علیه وسلم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد او قاتله فلیقل انی صائم وقوله صلی اللہ علیه وسلم من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه المراد بالنفی نفی الکمال ومن الثانی افطر الحاجم والمحجوم فان المحجوم تعرض للافطار من الضعف والحاجم لانه لایأمن من ان یصل شیئ الی جوفه بمص الملازم والتقبیل والمباشرة وکان الناس قد افرطوا وتعمقوا وکادوا ان یجعلوه من مرتبة الرکن فبین النبی صلی اللہ علیه واله وسلم قولا وفعلا انه لیس مفطرا ولا منقصا للصوم واشعر بانه ترک الاولی فی حق غیره بلفظ الرخصة، واما هو فکان مامورا ببیان الشریعة فکان هو الاولی فی حقه

اس فصل میں ان امور کا بیان ہے جو کہ روزے کے متعلق ہیں

جاننا چاہیئے۔ کہ روزہ کامل اسوقت ہی ہوتا ہے۔ کہ جس وقت انسان اپنے آپ کو شہوات نفسانی و درندگی اور شیطانی سے محفوظ رکھے کیونکہ ان امور کی وجہ سے نفس کو برے اخلاق یاد آتے رہتے ہیں اور یہ امور نفس کو برے اوصاف کی طرف ابھارتے ہیں۔ اور نیز روزہ کامل تب ہوتا ہے جب کہ اسکو ان باتوں سے بچایا جائے جو کہ روزہ توڑنے کے لئے سبب اور واسطہ ہوتے ہیں۔ ان باتوں کے متعلق آپ نے فرمایا ہے فلا یرفث فلا یصخب الخ یعنے جس روز کہ تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو اسکو چاہیئے کہ زبان سے فحش کلام نہ نکالے۔ اور شور وغل نہ کرے پس اگر کوئی آدمی اسکو گالی دے یا اسکے ساتھ لڑنے کا ارادہ کرے تو روزہ دار کو چاہیئے کہ اسکو یہ کہے کہ میں روزے دار ہوں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لم یدع الخ یعنے جو آدمی جھوٹ بولنے اور اسپر عمل کرنے کو نہ چھوڑے۔ تو اللہ تعالیٰ کو اسکے کھانے پینے کو چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اسجگہ نفی سے مراد نفی کمال کی گئی تھی اور دوسرے امر کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے افطر الحاجم والمحجوم الخ یعنے پچھنے لگانے والا ضعف کی وجہ سے افطار کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور لگانے والے کا اسواسطے کہ سینگی کے چوسنے کی وجہ سے اسکے پیٹ میں کسی چیز کے داخل ہونے کا گمان ہے۔ اور بوسہ اور مباشرت کرنی بھی اسی طرح سے ہے۔ اور لوگوں نے اسکے اندر زیادہ تجاوز کر لیا تھا اور قریب تھا۔ کہ اسکو رکن کے مرتبہ میں داخل کر دیتے۔ تو اسواسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسبات سے اپنے قول اور فعل سے اسبات کا بیان فرما دیا۔ کہ بوسہ لینے سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ روزے میں کسی قسم کا نقصان آتا ہے اور آپکے رخصت کے لفظ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے علاوہ اور لوگوں کے لئے ان افعال مذکورہ کا ارتکاب کرنا مکروہ ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شریعت کے بیان کرنے کا حکم تھا تو اسواسطے آپکے لئے ان افعال کا کرنا اولی تھا۔

وكذا سائر ما تنزل فيه عن درجة المحسنين الى درجة عامة المؤمنين والله اعلم۔
واختلف سنن الانبياء عليهم السلام في الصوم فكان نوح عليه السلام يصوم الدهر وكان داؤد عليه السلام يصوم يومًا ويفطر يومًا وكان عيسى عليه السلام يصوم يومًا ويفطر يومين او اياما وكان النبي صلى الله عليه السلام في خاصة نفسه يصوم حتى يقال لا يفطر ويفطر حتى يقال لا يصوم ولم يكن يستكمل صيام شهر الا رمضان وذلك ان الصيام ترياق والترياق لا يستعمل الا بقدر المرض وكان قوم نوح عليه السلام شديدي الامزجة حتى روى عنهم ما روى وكان داؤد عليه السلام ذا قوة ورزانة وهو قوله صلى الله عليه وسلم وكان لا يفر اذا لاقى وكان عيسى عليه السلام ضعيفا في بدنه فارغا لا اهل له ولا مال فاختار كل واحد ما يناسب الاحوال وكان نبينا صلى الله عليه وسلم عارفا بفوائد الصوم والافطار مطلعا على مزاجه وما يناسبه فاختار بحسب على مزاجه وما يناسبه فاختار بحسب مصلحة الوقت ما شاء واختار لامته صياما منها يوم عاشوراء وسر مشروعيته انه وقت نصر الله تعالى موسى عليه السلام على فرعون وقومه وشكر موسى بصوم ذلك اليوم وصار سنة بين اهل الكتاب والعرب فاقره رسول الله صلى الله عليه وسلم و منها صوم عرفة والسر فيه انه تشبه بالحاج وتشوق اليهم وتعرض للرحمة التي

اور ایسے ہی تمام ان چیزوں کا حال ہے جن میں محسنین کے درجے سے عامہ مومنین کے درجے کی طرف تنزل فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔
روزہ کے اندر انبیاء علیہ السلام کے طریقے مختلف رہے ہیں۔ نوح علیہ السلام تو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور داؤد ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے اور عیسیٰ ایک دن روزہ رکھتے اور دو روز یا کئی روز نہ رکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود کبھی اسقدر رکھتے تھے۔ کہ دیکھنے والا کہتا کہ آپ کبھی نہ چھوڑینگے اور کبھی اسقدر چھوڑتے تھے کہ دیکھنے والا کہتا۔ کہ آپ روزہ نہ رکھینگے مگر بجز ماہ رمضان کے پورے کسی مہینہ کے نہ رکھتے تھے۔ اور اسکا سبب یہ ہے کہ روزہ فی الواقعہ ایک تریاق ہے۔ اور تریاق کا استعمال مرض کی مقدار کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے لوگ نہایت مضبوط ہوتے تھے چنانچہ انکے بڑے بڑے حالات مروی ہیں۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی نہایت قوی اور مضبوط آدمی تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وکان لا یفر الخ یعنے جب کسی سے بھڑ جاتے تھے تو بھاگتے نہ تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضعیف البدن اور فارغ البال تھے اور نہ انکا گھر تھا اور نہ انکے پاس کچھ مال تھا ائیں سے ہر ایک نے جو صورت حال کے مناسب دیکھی اسکو پسند کرلیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے فوائد سے خوب واقف تھے اور اپنے حال اور اسکے مناسب افعال سے خوب واقف تھے لہذا مصلحت کیوقت اعتبار سے جو آپنے مناسب سمجھا اسکو اختیار کیا اور اپنی امت کیلئے بھی درمیان کے چند روزے پسند کئے از انجملہ عاشورہ کا روزہ اور اسکے مشروعیت میں یہ رمز ہے کہ خداتعالیٰ نے فرعون اور اسکی قوم کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کی ہے اور اس روز موسےٰ علیہ السلام نے اسکے شکر میں روزہ رکھا ہے اور اس روز کا اہل کتاب اور عرب میں دستور تھا۔
لہذا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکو برقرار رکھا اور ایک عرفہ کا روزہ ہے اسمیں یہ رمز ہے کہ اس روزے سے حاجیوں کے ساتھ مشابہت اور ان کی طرف شوق پیدا ہوتا ہے جس رحمت کا

تنزل اليهم وسر فضله على صوم يوم عاشوراء انه خوض في لجة الرحمة النازلة في ذلك اليوم والثاني
تعرض للرحمة التي مضت وانقضت فعمد النبي صلى الله عليه وسلم الى ثمرة الخوض في لجة
الرحمة وهي كفارة الذنوب السابقة والنبو عن الذنوب اللاحقة بان لا يقبلها صميم قلبه فجعلها
لصوم عرفة ولم يصم رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجته لما ذكرنا في التضحية وصلوة
العيد من ان مبناها كلها على التشبه بالحاج وانما المتشبهون غيرهم **ومنها** ستة الشوال قال
صلى الله عليه وسلم من صام رمضان فاتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر كله والسر
في مشروعيتها انها بمنزلة السنن الرواتب في الصلوة تكمل فائدتها بالنسبة الى امزجة
لم تتأثر فائدتها بهم وانما خص في بيان فضله التشبه بصوم الدهر لان من القواعد
المقررة ان الحسنة بعشر امثالها وبهذه الستة يتم الحساب **ومنها** ثلاثة من كل شهر لانها
بحساب كل حسنة بعشر امثالها تضاهي صيام الدهر ولان الثلاثة اقل حد الكثرة وقد
اختلفت الرواية في اختيار تلك الايام فورد يا اباذر اذا صمت من الشهر الثلاثة فصم ثلاث
عشرة واربع عشرة وخمس عشرة **وورد**

نزول اثر ہوتا ہے اور بھی اس کی توجہ ہو جاتی ہے اور عاشورہ کے روز پر اس روزہ کو فضیلت حاصل ہونے کا یہ
سبب ہے کہ عرفہ کا روزہ رکھنا فی الحقیقت اُس رحمت الٰہی کے دریا میں غرق ہو جاتا ہے جو اُس روز بندوں
پر نازل ہو رہی ہے اور عاشورہ کے روزے سے اُس رحمت کا اپنی طرف متوجہ کرنا منظور ہے جو گذر چکی لہذا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جب رحمت الٰہی کے دریا میں غرق ہونے کے ثمرہ کی طرف ملاحظہ کیا جس کی وجہ سے گناہ
سابق محو ہو جاتے ہیں اور گناہ لاحق سے بُعد ہو جاتا ہے بایں معنی کہ آدمی کا دل انکو قبول نہیں کرتا تو یہ ثمرہ آپ نے عرفہ
کے روزے میں مقرر کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں عرفہ کا روزہ نہیں رکھا اسکی وجہ وہی ہے
جو قربانی اور عید کی نماز میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ ان سب کا حجاج کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے پر ہے اور
مشابہت انھیں لوگوں کو پیدا کرنی چاہیئے جو حجاج نہیں ہیں ؛ اور ایک شوال کے چھ روزے ہیں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صام صیام الخ جو شخص رمضان کے روزے رکھکر اُسکے بعد شوال کے
چھ روزے اور رکھ لیا کرے تو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور ان روزوں کی مشروعیت میں بھید یہ ہے
کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے نماز پنجگانہ کے ساتھ سُنتیں مقرر کیگئی ہیں جنکی وجہ سے اُن ذہنوں کے فائدہ کی تکمیل
ہو جاتی ہے جو اصل نماز سے پورا فائدہ نہیں حاصل کرتے اور ان روزوں کی فضیلت میں یہ بات کہ انکی
وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے اسواسطے مخصوص کیے گئے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی
کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہو سکتا ہے یعنی تیس اور چھ چھتیس ہوئے
اور چھتیس دہائی تین سو ساٹھ ہوتے ہیں جو ایک سال کے دن ہیں اور ایک ہر ماہ میں تین روزوں کا رکھنا کیونکہ
وہ بھی اسی حساب سے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں اور تین کی مقدار کثرت کا ادنیٰ درجہ ہے اب اس بات میں
روایت مختلف ہے کہ کون سے تین روزے رکھنا چاہئیں ایک روایت میں تو آیا ہے۔ کہ اے ابوذر اگر مہینے میں تو
تین روزے رکھے تو مہینے کی تیرہویں اور چودھویں اور پندرھویں کو رکھا کر اور ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ

كان يصوم من الشهر السبت والاحد والاثنين ومن الشهر الآخر الثلاثاء والاربعاء والخميس وورد انه امر ام سلمة رض بثلاثة اولها الاثنين والخميس ولكل وجه واعلم ان ليلة القدر ليلتان احدهما ليلة فيها يفرق كل امر حكيم وفيها نزل القرآن جملة واحدة ثم نزل بعد ذلك نجما نجما وهي ليلة في السنة ولا يجب ان تكون في رمضان نعم رمضان مظنة غالبة لها واتفق انها كانت في رمضان عند نزول القرآن والثانية يكون فيها نوع من انتشار الروحانية ومجيء الملائكة الى الارض فيتفق المسلمون فيها على الطاعات فتتعاكس انوارهم فيما بينهم وتتقرب منهم الملائكة ويتباعد منهم الشياطين ويستجاب منهم ادعيتهم وطاعاتهم وهي ليلة في كل رمضان في اوتار العشر الاواخر تتقدم وتتأخر فيها ولا تخرج منها فمن قصد الاولى قال هي في كل السنة ومن قصد الثانية قال هي في العشر الاواخر من رمضان وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارى رؤياكم قد تواطأت[1] في السبع الاواخر فمن كان متحريها فليتحرها في السبع الاواخر وقال اريت هذه الليلة ثم انسيتها وقد رايتني اسجد في ماء وطين فكان ذلك في ليلة احدى وعشرين و

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مہینے میں ہفتہ اور اتوار اور پیر کے دن اور دوسرے میں منگل بدھ جمعرات کے دن روزے رکھا کرتے تھے اور ہر مہینے کی پہلی تاریخ سے بھی تین دن روزے رکھنا ایک روایت میں آیا ہے اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمۃ کو تین دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا جنکا پہلا دن پیر یا جمعرات ہے اور ہر ایک کے لیے کچھ نہ کچھ سبب ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ شب قدر کی دو راتیں ہیں۔ ایک تو وہ رات جس میں تمام امور حکمیہ کی تقسیم ہوتی ہے۔ اور اسی رات میں پورا قرآن شریف پہلے آسمان پر اترا ہے۔ بعد ازاں تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا تھا یہ شب سال بھر میں ایک رات ہوتی ہے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ ماہ رمضان المبارک ہی میں ہو البتہ رمضان کے مہینے میں اس کے پائے جانے کا احتمال قوی ہے۔ اور جس سال قرآن اترا ہے۔ تو اس سال یہ رات رمضان کے مہینہ میں ہوئی تھی اور دوسری شب قدر وہ ہے جس میں روحانیت کا عالم کے اندر پھیلاؤ ہوتا ہے اور اس شب میں ملائکہ مقربین زمین کی طرف نزول ہوتا ہے اور مسلمان لوگ اتفاق سے اس شب میں عبادتوں میں مشغول ہوتے ہیں اور باہم ان کے انوار کا عکس ایک دوسرے پر پڑتا ہے تو ملائکہ سے ان کو قرب ہو جاتا ہے اور شیاطین ان سے دور ہو جاتے ہیں اور انکی دعائیں اور عبادتیں مقبول ہوتی ہیں اور یہ شب رمضان کے اخیر عشرہ میں طاق تاریخوں میں مقدم و موخر ہوتی رہتی ہے۔ لیکن عشرہ اخیرہ سے باہر نہیں ہوتی تو جو شخص شب قدر سے پہلی شب مراد لیتا ہے اس کا یہ قول ہے کہ شب قدر سال بھر کبھی نہ کبھی ہوتی ہے اور جو شخص شب قدر سے دوسری شب قدر مراد لیتا ہے اس کا یہ قول ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ میں ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں تمہاری خواب کو ستائیسویں شب میں متفق پاتا ہوں اور جس شخص کو اس شب کی تلاش ہو تو وہ ستائیسویں رات میں تلاش کرے اور آپ نے فرمایا مجھکو یہ رات دکھائی گئی پھر مجھے بھلا دی گئی اور میں نے اسکی صبح کو اپنے آپ کو پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا اور یہ بات اکیسویں شب میں دیکھی گئی یعنے اکیسویں شب کی صبح کو لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پانی اور مٹی کا اثر دیکھا اور

[1] ان رجالا من اصحاب النبي عليه السلام اروا ليلة القدر في المنام في السبع الاواخر ۱۲ [2] اے توافقت ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

[3] اے اثر الماء والطين على جبهته صلى الله عليه وسلم رؤی في صبحة احدى وعشرين ۱۲

اختلاف الصحابۃ فیہا مبنی علی اختلافہم فی وجدانہا ۔ ومن ادعیۃ من وجدہا اللہم انک عفو تحب العفو فاعف عنی ولما کان الاعتکاف فی المسجد سببا لجمع الخاطر وصفاء القلب والتفرغ للطاعۃ والتشبہ بالملائکۃ والتعرض لوجدان لیلۃ القدر اختارہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العشر الاواخر وسنہ للمحسنین من امتہ قالت عائشۃ رضی السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشہد جنازۃ ولا یمس المرأۃ ولا یباشرہا ولا یخرج الا لحاجۃ الا لما لابد منہ ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع اقول وذلک تحقیقا لمعنی الاعتکاف ولیکون الطاعۃ لہا بال ومشقۃ علی النفس ومخالفۃ للعادۃ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ؛

من ابواب الحج

المصالح المرعیۃ فی الحج امور منہا تعظیم البیت فانہ من شعائر اللہ وتعظیمہ ہو تعظیم اللہ تعالی ومنہا تحقیق معنی العرضۃ فان لکل دولۃ او ملۃ اجتماعا یتوارده الاقاصی والادانی لیعرف فیہ بعضہم بعضا ویستفید واحکام الملۃ ویعظموا شعائرہا والحج عرضۃ المسلمین وظہور شوکتہم واجتماع جنودہم وتنویر ملتہم ہو قولہ تعالی واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس

صحابہؓ کے درمیان شب قدر میں خلاف ہے اس کا منشا شب قدر کے دیکھنے پر ہے جو شخص شب قدر کو دیکھے اسکو یہ دعا پڑھنی چاہیئے اللہم انک عفو تحب العفو فاعف عنی اور مسجد کے اعتکاف کرنا دلجمعی اور قلب کی صفائی اور عبادت کے لیئے فراغت اور ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے اور شب قدر کے یہ متلاشی ہونے کا سبب ہے اسیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اخیر عشرہ میں پسند کیا اور اپنی امت کے محسنین کے لئے اس کو مقرر فرمایا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں معتکف کی سنت ہو کو کسی بیمار کی عیادت کو نجاوے اور کسی جنازے میں وہ شریک ہو اور عورت کو نہ ہاتھ لگائے نہ صحبت کرے اور بغیر حاجت کے مسجد سے باہر نہ آئے مگر مجبوری کی بات جدی ہے اور بغیر روزے کے اعتکاف نہیں ہوتا اور نہ سوائے جامع مسجد کے کہیں ہوتا ہے اس کا سبب میرے نزدیک اعتکاف کے معنی کا ثابت کرنا ہے تاکہ عبادت کی قدر اور نفس پر مشقت معلوم ہو اور عبادت کی مخالفت پائی جائے ۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ؛

یہاں سے ان احادیث کا بیان شروع ہے جو کہ حج کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئی ہیں ؛

حج کے اندر جن مصالح کا لحاظ کیا گیا ہے چند امور ہیں از انجملہ بیت اللہ کی تعظیم ہے کیونکہ شعار الہی میں سے ہے اور اس کی تعظیم خدا تعالی کی تعظیم ہے اور از انجملہ اجتماع کے معنی کا ثابت کرنا ہے کیونکہ ہر دولت اور ہر ملت کے لئے اجتماع کا ایک دن ہوتا ہے جسمیں اوپی اور ادنی موجود ہوتے ہیں تاکہ باہم ایک دوسرے سے معرفت حاصل کریں اور ملت کے احکام سیکھیں اور اس کے شعائر کی تعظیم کریں اسی طرح مسلمانوں کے جمع ہونے اور انکی شوکت کے ظاہر ہونے اور ان کے لشکروں کے جمع ہونے اور دین کی عزت کا دن ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس الخ اور جبکہ اس گھر کو ہم نے لوگوں کا مرجع

وامنا ومنها موافقتهما توارث الناس عن سيدنا ابراهيم واسمعيل عليهما السلام فانهما اماما الملة الحنيفية ومشرعاها للعرب والنبي صلی الله عليه وسلم بعث لتظهر به الملة الحنيفية وتعلو به كلمتها وهو قوله تعالیٰ ملة ابيكم ابراهيم فمن الواجب المحافظة على ما استفاض عن اماميها كخصال الفطرة ومناسك الحج وهو قوله صلی الله عليه وسلم قفوا على مشاعركم فانكم على ارث من ارث ابيكم ابراهيم ومنها الاصطلاح على حال يتحقق بها الرفق لعامتهم وخاصتهم كالنزول بمنى والمبيت بمزدلفة فانه لو لم يصطلح على مثل هذا الشق عليهم ولو لم يسجل عليه لم تجتمع كلمتهم عليه مع كثرتهم وانتشارهم ومنها الاعمال التي تعلن بان صاحبها موحد تابع للحق متدين بالملة الحنيفية شاكر لله على ما انعم على اوائل هذه الملة كالسعي بين الصفا والمروة ومنها ان اهل الجاهلية كانوا يحجون وكان الحج اصل دينهم ولكنهم خلطوا اعمالا ما هي ماثورة عن ابراهيم م وانما هي اختلاف منهم وفيها اشراك لغير الله كتعظيم اساف[1] ونائلة وكالاهلال لمناة الطاغية وكقولهم في التلبية لا شريك لك الا شريكا هو لك ومن حق هذه الاعمال ان ينهى عنها ويؤكد في ذلك واعمالا انتحلوها فخرا وعجبا كقول حمس[2] نحن قطان الله فلا نخرج من حرم

اور ان کے لئے امن کی جگہ اور از انجملہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے لوگوں میں جو دستور چلا آتا ہے اس کے ساتھ موافقت کرتا ہے کیونکہ وہ دونوں ملت حنفی کے امام اور عرب کے لئے اسکے احکام مقرر کرنے والے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اسی ملت کا ظاہر کرنا اور سب ملتوں پر اس کا غالب کرنا مقصود ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ملت ابیکم ابراہیم تمہارے باپ ابراہیم کی ملت لہذا اس ملت کے اماموں سے جو طریقہ جاری رہا ہے اس کی محافظت ضروری ہوئی خلا فطرت کے خصائل اور حج کے مناسک چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قفوا علے مشاعرکم فانکم علے ارث من ارث ابیکم ابراہیم اور اپنے مشاعر پر وقوف کرو کیونکہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ورثہ میں سے تمکو ورثہ پہونچا ہے اور از انجملہ ایک ایسی بات پر اتفاق کا پایا جانا ہے جس میں ہر خاص و عام کے لئے آسانی ہے جیسے منیٰ میں اترنا اور مزدلفہ میں شب کو قیام کرنا کیونکہ اگر ایسی بات پر ان کا اتفاق نہوتا تو انکے لئے سخت دشواری ہوتی اور اگر اسکا حکم قطعی نہ دیا جاتا تو باوجود اس کثرت اور انتشار کے سب لوگ ایک بات پر متفق نہوتے اور از انجملہ ایسے اعمال کا پایا جانا جنسے ان کے کرنیوالے کا موحد و حق کا تابع ہونا اور ملت حنفی میں داخل ہونا اور اس ملت کے گذشتہ لوگوں پر جو انعامات ہوئے ہیں انپر شکر کرنا معلوم ہوتا ہے جیسے صفا مروہ میں سعی کرنی اور از انجملہ یہ ہے کہ اہل جاہلیت بھی حج کیا کرتے تھے اور حج ان کے دین کے اصول میں سے تھا لیکن انہوں نے اسکے اندر اور بہت سی باتیں جنکا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پتہ نہ لگتا تھا اور صرف انھیں کی ایجاد شدہ تھیں شامل کری تھیں اور ان باتوں شرک پایا جاتا تھا جیسے اساف و نائلہ اور منات و الطاغیہ کے لئے احرام باندھنا اور ان کا تلبیہ میں یہ کہنا لا شریک لک الا شریکا ہو لک اور یہ باتیں ایسی تھیں جنسے نہایت تاکید سے منع کرنا ضروری تھا اور بہت سی باتیں بطریق فخر اور خود پسندی کے اپنی طرف سے پیدا کیا کرتے تھے جیسے حمس کا یہ کہنا کہ ہم خدا کے جوار میں رہتے ہیں اس لئے حرم سے ہم نہ نکلیں گے

[1] لے في البحر ۱۲ [2] ۔ اساف بکسر همزه و نائلة صنمان زعموا انهما زنيا في الكعبة فمسخا ۱۲ [2] قوله حمس جمع احمس وهي اسم لقريش واولادهم وسموا بها لتحمسهم اى تشددهم في دينهم وشجاعتهم ۱۲

اللہ فنزل ثم افیضوا من حیث افاض الناس وکذکرھم اٰباءھم ایام منی فنزل فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا ولما استشعر الانصار ھذا الاصل تحرجوا فی السعی بین الصفا و المروۃ حتی نزل ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ومنہا انہم کانوا ابتدعوا قیاسات فاسدۃ ھی من باب التعمق فی الدین وفیہا حرج للناس ومن حقہا ان تنسخ وتہجر کقولہم یجتنب المحرم دخول البیوت من ابوابہا وکانوا یتسورون من ظہورہا ظنا منہم ان الدخول من الباب لا تتفاق ینافی ھیئۃ الاحرام فنزل ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظہورہا و کراھیتہم فی التجارۃ موسم الحج ظنا منہم انہا تخل باخلاص العمل للہ فنزل ولا جناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم وکاستحبابہم ان یحجوا بلا زاد ویقولوا نحن المتوکلون وکانوا یضیقون علی الناس ویعتدون فنزل وتزودوا فان خیر الزاد التقوی وکقولہم من افجر الفجور العمرۃ فی ایام الحج وقولہم اذا انسلخ صفر وبرأ الدبر وعفا الاثر حلت العمرۃ لمن اعتمر ففی ذلک حرج للآفاقی حیث یحتاجون الی تجدید السفر لعمرۃ فامرھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع ان یخرجوا من الاحرام بعمرۃ ویحجوا بعد ذلک وشدد الامر فی ذلک لیکلعہم عن عاداتہم وما رکز فی قلوبہم

اس لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ پھر تم پھرو جہاں سے لوگ پھرتے ہیں اور منیٰ کے دنوں میں وہ لوگ اپنے باپ داداؤں کی بڑائیاں بیان کیا کرتے تھے اور خدا یہ آیت نازل ہوئی۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا۔ یاد خدا کی ایسی کیا کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ۔ اور چونکہ انصار نے اسکی حقیقت کو معلوم کر لیا اس لئے صفا مروہ میں بھی سعی کرنے سے انکو پرہیز ہوا حتےٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اور انہیں جملہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے قیاسات فاسدہ ایجاد کر لئے تھے جنکا مدار دین میں رائے زنی کرنے پر تھا۔ اور ان باتوں میں لوگوں کو دقت تھی اور دور ہونے اور متروک ہونے کے قابل تھیں جیسا کہ انکا یہ کہنا۔ کہ محرم گھروں کے دروازوں سے داخل نہ ہوں اور چھتوں پر سے یعنی پشت کی طرف سے چڑھ کر گھروں میں آیا کرتے تھے۔ انکو یہ خیال تھا کہ دروازہ سے مکان کے اندر آنا ایک معمولی بات ہے جو احرام کی ہیئت کے منافی ہے اسلئے یہ آیت نازل ہوئی ولیس البر یعنی پشت کی طرف سے تمہارا گھروں میں آنا کچھ بھلائی کی بات نہیں ہے۔ اور ایام حج میں وہ لوگ خرید و فروخت کو مکروہ جانتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ ان ایام میں تجارت کرنے سے عمل میں خلوص نہیں رہتا پس یہ آیت نازل ہوئی ولا جناح الخ یعنی اپنے پروردگار سے فضل کی تلاش میں تم پر کچھ مضائقہ نہیں اور اس بات کو اچھا جانتے تھے کہ بغیر سفر خرچ کے حج کریں اور اپنے آپ کو متوکل کہتے تھے اور لوگوں کو تنگ کیا کرتے تھے اور ان پر ظلم کیا کرتے تھے اسلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ فتزودوا الخ اور زاد راہ لیلو البتہ بہتر زاد راہ پرہیزگاری ہے اور انکا قول تھا کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ اور کہا کرتے تھے۔ جب صفر کا مہینہ گزر گیا اور اونٹوں کی پشت کے زخم اچھے ہو گئے اور سفر کے آثار جاتے رہے تو عمرہ کرنے والے کے لئے عمرہ درست ہو گیا اور آفاقیوں کے لئے اسمیں نہایت دقت تھی کیونکہ عمرہ کیلئے انکو دوسری دفعہ سفر کرنیکی حاجت پڑتی تھی اسلئے آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع میں اس بات کا حکم دیا کہ عمرہ کر کے احرام سے باہر آویں اور اسکے بعد حج کریں اور اس امر میں آپ نے بہت تشدد سے فرمایا کیونکہ یہ باتیں انکی عادات میں داخل ہو کر ان کے دلوں میں جم گئی تھیں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ایها الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل عام
یا رسول الله فسکت حتی قالها ثلاثا فقال لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم۔
اقول سره ان الامر الذی یعد لنزول وحی الله بتوقیت خاص هو اقبال القوم علی
ذلک وتلقی علومهم وهممهم له بالقبول وکون ذلک القدر هو الذی اشتهر بینهم وتداولوها
ثم عزیمة النبی صلی الله علیه وسلم وطلبه من الله فاذا اجتمع الامران ینزل الوحی علی
حسبه ولک عبرة بان الله ما انزل کتابا الا بلسان قومه وبما یفهمونه ولا القی علیهم حکما
ولا دلیلا الا ما هو قریب من فهمهم کیف ومبنی الوحی اللطف وانما اللطف اختیار الاقرب
مما یمکن هنالک للاجابة وقیل ای الاعمال افضل قال الایمان بالله ورسوله قیل ثم
ماذا قال الجهاد فی سبیل الله قیل ثم ماذا قال حج مبرور ولا اختلاف بینه وبین
قوله صلی الله علیه وسلم فی فضل الذکر الا انبئکم بافضل اعمالکم لان الفضل یختلف
بالاعتبار والمقصود ههنا بیان الفضل باعتبار تنویه دین الله وظهور شعائر الله ولیس
بهذا الاعتبار بعد الایمان کالجهاد والحج قال النبی صلی الله علیه وسلم من حج لله فلم
یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه وقال النبی صلی الله علیه وسلم

تھیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ایہا الناس الخ یعنے لوگو! اوپر تمہارے حج فرض کیا گیا لہٰذا
حج کرو۔ اس اثنا میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال۔ آپ یہ سنکر خاموش ہو رہے۔ حتے کہ
اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اگر کہہ دوں میں (ہاں) تو البتہ ہر سال واجب ہو جاتا اور تم
نہ کر سکتے میرے نزدیک اس میں یہ راز ہے کہ کسی خاص وقت پہ وحی الٰہی نازل ہونے کا سبب لوگوں کا ایک امر پر متوجہ
ہونا اور ان کے علوم اور ان کی ہمتوں کا اس امر کو قبول کر لینا اور اس مقدار کا لوگوں میں مشہور اور متداول ہو
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالے سے اس کا طلب کرنا ہوتا ہے پس جب یہ دونوں امر جمع ہو جاتے ہیں تو اس
کے موافق وحی کا نازل ہو جانا ضروری ہو جاتا ہے اور یہ امر تم یہاں سے معلوم کر سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی
کتاب کسی زبان میں بجز اُن لوگوں کی زبان کے اور بجز ایسے الفاظ کے جنکو وہ سمجھ سکیں نہیں نازل فرمائی اور نہ کوئی
ایسا حکم یا دلیل ان کے لئے بیان کی کہ جو وہ آسانی سے نہ سمجھ سکیں اور یہ ہو بھی نہیں سکتا۔ اسلئے کہ وحی کا دار
خدا تعالیٰ کی عنایت پر ہے اور عنایت اس میں پائی جاتی ہے کہ جس امر کو وہ آسانی سے قبول کر سکیں وہی بات ان کیلئے
تجویز کی جائے اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا سب اعمال میں سے کون سے عمل کو فضیلت ہے
آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنا پھر عرض کیا اسکے بعد سب اعمال میں کون سا عمل بہتر ہے
فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا اس نے کہا اس کے بعد کون سا عمل افضل ترین اعمال کا ہے آپ نے فرمایا حج مبرور
اس حدیث میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی فضیلت میں یہ فرمانے سے الا انبئکم الخ کیا میں تمہارے
اعمال میں سے افضل ترین عمل نہ بتلاؤں۔ اسلئے کہ فضیلت اعتبار کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتی ہے اور یہاں پر فضیلت
کا دین الٰہی کی تعظیم اور شعائر الٰہی کے ظہور کے لحاظ سے بیان کرنا مقصود ہے اور اس اعتبار سے ایمان کے بعد جہاد اور
حج کے برابر کوئی عمل نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من حج للّٰہ الخ جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے حج کرے
اور اس میں لغو باتیں اور فسق کے کام نہ کرے تو اس روز کا سا ہو جاتا ہے جیسے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة وقال عليه السلام تابعوا بين الحج والعمرة اقول تعظيم شعائر الله والخوض في لجة رحمة الله يكفر الذنوب ويدخل الجنة ولما كان الحج المبرور والمتابعة بين الحج والعمرة والاكثار منهما نصابا صالحا لتعرض رحمته اثبت لهما ذلك وانما شرط ترك الرفث والفسق ليتحقق ذلك الخوض فان من فعلهما اعرضت عنه الرحمة ولم تكمل في حقه. وقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم ان عمرة في رمضان تعدل حجة اقول سره ان الحج انما يفضل العمرة بامر جامع بين تعظيم شعائر الله واجتماع الناس على استنزال رحمة الله دونها والعمرة في رمضان تفعل فعله فان رمضان وقت تعاكس اضواء المحسنين ونزول الروحانية وقال صلى الله عليه وسلم من ملك زادا وراحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانيا اقول ترك ركن من اركان الاسلام يشبه بالخروج عن الملة وانما شبه تارك الحج باليهودي والنصراني وتارك الصلوة بالمشرك لان اليهود والنصارى يصلون ولا يحجون ومشركو العرب يحجون ولا يصلون قيل ما الحاج قال الشعث التفل قيل اي الحج افضل قال العج والثج قيل ما السبيل قال الزاد والراحلة اقول الحاج من شانه ان يذل نفسه

فرمایا ہے۔ کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور پاکیزہ حج کی جزا صرف جنت ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ حج و عمرہ کو پیدرپے بجالاؤ میں کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالے کے شعائر کی تعظیم اور رحمت الہی کے دریا میں غوطہ زنی گناہوں کی بخشش اور دونوں جنت کا باعث ہے جبکہ پاکیزہ حج اور پے درپے حج و عمرہ کی ادائیگی اور عمرہ کی بہتات رحمت الہی کے ورود کی صالح نصاب واقع ہوئی۔ لہذا ان دونوں کے لئے اسے ثابت کیا۔

اور حج میں بیہودہ افعال وغیرہ اور فسق کی ممانعت اس لئے ہے تاکہ پوری طرح افعال حج میں یکسوئی وغور پایا جائے چونکہ بیہودہ افعال و فسق سے الہی رحمت دور ہو جاتی ہے لہذا اسکے حق میں افعال حج کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماہ رمضان میں ایک عمرہ ایک حج کے برابر ہے۔ میرے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ حج کو عمرہ پر فضیلت حاصل ہونیکا یہی سبب ہے کہ حج کے اندر شعائر الہی کی تعظیم اور رحمت الہی کے طلب کرنے پر لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور عمرہ میں یہ بات نہیں ہوتی رمضان کے مہینہ میں جو عمرہ پایا جاتا ہے وہ حج کا کام دیتا ہے اسلئے کہ رمضان کے مہینہ میں محسنین کے ضیا کا پرتو پڑتا رہتا ہے اور عالم میں روحانیت کا نزول ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ملک زادا الخ جس شخص کے پاس زادراہ اور ایسی سواری ہو جو بیت اللہ تک پہنچا سکے اور اس نے حج نہیں کیا پھر نہیں پرواہ اس کو کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ میں کہتا ہوں اسلام کے ارکان میں سے کسی رکن کا ترک کرنا ایسا ہے جیسے اسلام سے باہر ہو جانا۔ اور حج کے ترک کرنے والے کو یہودی اور نصرانی کے ساتھ اور تارک صلوٰۃ کو مشرک کے ساتھ اسلئے تشبیہ دیگئی کہ یہود و نصاری نماز پڑھتے ہیں لیکن حج نہیں کرتے اور مشرکین عرب حج کرتے تھے لیکن نماز نہیں پڑھتے تھے۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج کرنے والا کیسا ہوتا ہے آپ نے فرمایا سر میں خاک بدن میں بدبو۔ پھر عرض کیا گیا کون سا حج بہتر ہے آپ نے فرمایا جس میں باآواز بلند تکبیر کہے اور قربانی کرے پھر عرض کیا گیا راستہ سے کیا مراد ہے یعنی من استطاع الخ آپ نے فرمایا زاد راہ اور سواری۔ میں کہتا ہوں حاجی کی شان سے ہے خدا تعالیٰ کیلئے تیار کرے

لہ بر الذی لا یخالطہ اثم ولا ارتکاب معصیۃ ولا سمعۃ ولا ریاء ۱۲

والمصلحة المرعية فی الحج اعلاء کلمة الله وموافقة سنة ابراهیم علیه السلام وتذکر نعمة الله علیه ووقت السبیل بالزاد والراحلة اذ بهما تتحقق التیسیر الواجب رعایته فی امثال الحج من الطاعات الشاقة وقد ذکرنا فی صلوة الجنازة والصوم عن المیت ما اذا عطف على الحج عن الغیر انعطف۔

صفة المناسك

اعلم ان المناسك على ما استفاض من الصحابة والتابعین وسائر المسلمین اربعة حج مفرد وعمرة مفردة وتمتع وقران فالحج لحاضر مکة ان یحرم منها ویجتنب فی الاحرام الجماع ودواعیه والحلق وتقلیم الاظفار ولبس المخیط وتغطیة الراس والتطیب والصید ویجتنب النکاح على قول ثم یخرج الى عرفات ویکون فیها عشیة عرفة ثم یرجع منها بعد غروب الشمس ویبیت بمزدلفة ویدفع منها قبل شروق الشمس فیأتی منى ویرمی العقبة الکبرى ویهدی ان کان معه ویحلق او یقصر ثم یطوف للافاضة فی ایام منى ویسعى بین الصفا والمروة وللآفاقی ان یحرم من المیقات فان دخل مکة قبل الوقوف طاف القدوم ورمل فیه وسعى بین الصفا والمروة ثم بقی على احرامه حتى یقوم بعرفة ویرمی ویحلق ویطوف ولا رمل ولا سعی حینئذ **والعمرة** ان یحرم من الحل فان کان آفاقیا فمن المیقات فیطوف ویسعى ویحلق او یقصر **والتمتع** ان یحرم الآفاقی للعمرة فی اشهر الحج

ہے اور حج کے اندر جس مصلحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی موافقت اور خدا تعالیٰ کی جو انپر انعامات ہوئے ہیں انکا یاد کرنا ہے اور زاد راہ اور سواری سے راستہ کی تعیین اس لئے کی گئی کہ یہ دونوں چیزیں آسانی کا سبب ہیں جس کی رعایت حج جیسی عبادت شاقہ میں ضروری ہیں اور جنازہ کی نماز اور میت کی طرف سے روزہ رکھنے کا بیان کیا ہے۔ اگر وہی بیان دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے کے متعلق کیا جائے تو ہو سکتا ہے۔

مناسک کا بیان

معلوم کرنا چاہیے کہ صحابہ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور تمام مومنین سے جو مناسک منقول ہیں وہ چار ہیں۔ حج مفرد۔ عمرہ مفرد حج تمتع حج قرآن۔ مکہ کے باشندوں کو حج مفرد کرنے کی یہ صورت ہے کہ وہیں احرام باندھے اور احرام کی حالت میں جماع اور اسکے دواعی اور سر منڈوانے اور ناخون ترشوانے اور سلا ہوا کپڑا پہننے اور سر ڈھکنے اور خوشبو لگانے اور شکار کرنے سے اجتناب کرے اور ایک قول کے موافق نکاح سے بھی اجتناب کرے۔ پھر عرفات کو جائے اور عرفہ کی شام وہاں موجود ہو جاوے پھر بعد غروب آفتاب کے وہاں سے واپس ہو کر مزدلفہ میں شب باشی کرے اور قبل طلوع آفتاب کے منا میں آکر عقبہ کبریٰ رمی جمار کرے اب اگر اس کے ساتھ ہدی ہو تو وہیں اس کی قربانی کرے اور سر منڈوائے یا بال اپنے ترشوائے پھر ایام منا میں طواف الافاضہ کرے اور صفا مروہ میں سعی کرے اور آفاقی کے لئے یوں کرنا چاہیے کہ ہر ایک اپنی میقات سے احرام باندھے اور عرفات میں ٹھہرنے سے پہلے اگر وہ مکہ میں آگیا تو وہ طواف قدوم کرے اور اس میں اکڑ کر چلے اور صفا مروہ میں سعی کرے پھر اپنے احرام پر بدستور قائم رہے حتی کہ عرفات پر مقیم ہو اور رمی جمار کرے اور سر منڈوائے اور طواف کرے اور اب اکڑانے اور دوڑانے کا حکم نہیں ہے اور عمرہ کی ترکیب مکے والوں کے لئے یہ ہے کہ حل سے احرام باندھے اور آفاقی کو اپنے اپنے میقات سے احرام باندھنا چاہیے۔ بعد ازاں طواف و سعی کرے اور بالوں کو منڈوائے یا ترشوائے۔ اور تمتع کی صورت آفاقی کیلئے یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں

فيدخل مكة ويتم عمرته ويخرج من احرامه ثم يبقى حلالا حتى يحج وعليه ان يذبح ما استيسر من الهدى والقران ان يحرم الآفاقي بالحج والعمرة معا ثم يدخل مكة ويبقى على احرامه حتى يفرغ من افعال الحج وعليه ان يطوف طوافا واحدا ويسعى سعيا واحدا[1] فى قول وطوافين وسعيين[2] ثم يذبح ما استيسر من الهدى فاذا اراد ان ينفر من مكة طاف للوداع **اقول** اعلم ان الاحرام فى الحج والعمرة بمنزلة التكبير فى الصلوة فيه تصوير الاخلاص والتعظيم وضبط عزيمة الحج بفعل ظاهر وفيه جعل النفس متذللة خاشعة لله بترك الملاذ والعادات المألوفة وانواع التجمل وفيه تحقيق معاناة التعب والتشعث والتغبر لله وانما شرع ان يجتنب المحرم هذه الاشياء تحقيقا للتذلل وترك الزينة والتشعث وتنويها لاستشعار خوف الله وتعظيمه ومواخذة نفسه ان لا تسترسل فى هواها وانما الصيد تلهٍ وتوسع ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم من اتبع الصيد لها ولم يثبت فعله عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا كبار اصحابه وان سوغه فى الجملة والجماع انهماك فى الشهوة البهيمية واذا لم يجز سد هذا الباب بالكلية لانه يخالف قانون الشرع فلا اقل من ان ينهى فى بعض الاحوال كالاحرام والاعتكاف والصوم وبعض المواضع كالمساجد **سئل** ما يلبس المحرم من الثياب فقال لا تلبسوا

عمرہ کے لیے احرام باندھے پھر مکہ میں آوے اور اپنا عمرہ پورا کرکے احرام سے باہر آوے اور حج کے ایام تک بغیر احرام کے رہے اور جو اس کو گائے بکری میسر ہو اس کی قربانی کرے۔ قران کی یہ صورت ہے کہ باہر کا آدمی حج و عمرہ کے لیے احرام باندھے پھر مکہ میں آوے اور اپنے احرام پر قائم رہے جب تک افعال حج سے فارغ ہو اور اس کو ایک طواف اور ایک مرتبہ سعی کرنا چاہیے اور ایک قول کے موافق دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنا چاہیے بعد ازاں جو گائے بکری اس کو بہم پہنچے پھر جب مکہ سے آنے کا قصد کرے طواف وداع کرے۔ معلوم کرو کہ حج و عمرہ کیلئے احرام ایسا ہے جیسے نماز کے لیے تکبیر احرام کے اندر اخلاص تعظیم اور ایک ظاہری فعل سے حج کے مصمم ارادہ کی صورت معلوم ہوتی ہے اور اسمیں آدمی کے نفس میں کو ذلت اور خشوع کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں کیونکہ اس میں تمام لذائذ اور عادات مالوفہ اور ہر قسم کی زینت کی باتوں کا چھوڑنا ہوتا ہے اور اس میں تعب اور خستگی اور خدا تعالیٰ کیلئے اپنی حالت کا بدلنا پایا جاتا ہے اور محرم کو ان اشیا سے اجتناب کرنے کا اسلئے حکم دیا گیا ہے تاکہ ذلت اور ترک زینت اور خراب خستہ ہونے کے معانی پائے جاویں اور خوف الہی اور اسکی تعظیم کا اثر ظاہر ہو اور نفس کو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں مطلق العنانی نہ ہونے پائے۔ بلکہ اسپر غلبہ رہے اور شکار کرنا ایک قسم کے لہو میں داخل ہے اور وسعت کے قبیلہ سے ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اتبع الصید لھا جس نے شکار کا پیچھا کیا اس نے لہو کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے شکار کرنا ثابت نہیں ہے اگرچہ آپ نے فی الجملہ اس کی اجازت دی اور جماع کرنا فی الحقیقت شہوت بہیمیہ میں منہمک ہونا ہے اسلئے اس سے ممانعت کی گئی ہے اور چونکہ مطلقاً اس باب کا بند کرنا روا نہ تھا کیونکہ وہ قانون شرعی کے خلاف تھا لہذا کم از کم بعض حالات میں اس سے ممانعت کرنا ضروری ہوا مثلاً احرام اور اعتکاف اور روزہ کی حالت اور نیز بعض مقامات میں اس سے ممانعت کی گئی۔ مثلاً مساجد کے اندر کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا محرم کو کس قسم کے کپڑے پہننے چاہئیں آپ نے فرمایا

[1] هي عند اهل المدينة والشافعي ۱۲ [2] عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى ۱۲

القمص ولا العمائم ولا السراويلات ولا البرانس[1] ولا الخفاف وقال للاعرابي اما الطيب الذي بك فاغسله ثلاث مرات واما الجبة فانزعها الفرق بين المخيط وما في معناه وبين غير ذلك ان الاول ارتفاق وتجمل وزينة والثاني ستر عورة وترك الاول تواضع لله وترك الثاني سوء ادب قال النبي صلى الله عليه وسلم لا ينكح المحرم ولا ينكح ولا يخطب **وروى** انه تزوج ميمونة محرما **اقول** اختار اهل الحجاز من الصحابة والتابعين والفقهاء ان السنة للمحرم ان لا ينكح واختار اهل العراق انه يجوز له ذلك ولا يخفى عليك ان الاخذ بالاحتياط افضل وعلى الاول السر فيه ان النكاح من الارتفاقات المطلوبة اكثر من الصيد ولا يقاس الانشاء على الابقاء لان الفرح والطرب انما يكون في الابتداء ولذلك يضرب بالعروس المثل في هذا الباب دون البقاء ثم لا بد من ضبط الصيد فان الانسان قد يقتل ما يريد اكله وقد يقتل ما لا يريد اكله وانما يريد التمرن بالاصطياد وقد يقتل يريد ان يدفع شره عنه او عن ابناء نوعه وقد يذبح بهيمة الانعام فليس بالصيد فقال النبي صلى الله عليه وسلم خمس لا جناح على من قتلهن في الحرم والاحرام الفارة والغراب والحدأة والعقرب والكلب العقور[2] والجامع المؤذي الصائل على الانسان

کرتے مت پہنو اور نہ عمامے اور نہ پائجامہ اور نہ برنس[1] پہنو اور نہ موزے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا خوشبو جو تیرے لگی ہوئی ہے اس کو تین مرتبہ دھو ڈال اور جبہ کو اتار ڈال سلے ہوئے کپڑے اور اس کے مثل اور اس کپڑے میں جو نہ سلا ہوا ہے اور نہ وہ جو اس کے مثل ہے یہ فرق ہو کہ پہلے کا پہننا ارتفاقات میں سے ہے اور تجمل اور زینت کے لئے پہنا جاتا ہے اور دوسرے صرف بدن کا ستر ہے اور پہلے کے ترک کرنے میں خدا تعالیٰ کے ساتھ نیازمندی کی شان پائی جاتی ہے اور دوسرے کا ترک کرنا بے ادبی میں داخل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینکح المحرم ولا ینکح ولا یخطب محرم نکاح کرے اور نہ نکاح کرا دے اور نہ نکاح کی بات چیت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے میں کہتا ہوں اہل حجاز کے تمام صحابہؓ اور تابعین اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک محرم کے لئے نکاح کرنا خلاف سنت ہے اور اہل اعراق کے نزدیک محرم کا نکاح کرنا جائز ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ احتیاط پر عمل کرنا بہتر ہے اور قول اول کے موافق اس کا یہ سبب ہے کہ نکاح ارتفاقات مطلوبہ میں داخل ہے اور بہ نسبت شکار کے زیادہ مطلوب چیز ہے اور نکاح کرنے کو نکاح کے باقی رکھنے پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ خوشی اور سرور ابتدا میں ہوتا ہے لہذا نکاح کے باب میں عروس ضرب المثل کہی جاتی ہے اور اس کا باقی رکھنا ضرب المثل نہیں ہے اب شکار کے معنی معین کرنا ضروری تھا کیونکہ انسان کبھی کسی چیز کو کھانے کے لئے مارتا ہے اور کبھی اس کو کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف شکار کی مشق منظور ہوتی ہے اور کبھی کسی چیز کے ضرر سے خود بچنے کے لئے یا لوگوں کو اس سے بچانے کی غرض سے مار دیتا ہے اور کبھی کسی گائے بکری کو ذبح کرتا ہے اسلئے اس بات کی تعیین ضرور ہوئی کہ ان میں سے شکار کس کو کہنا چاہیے لہذا آپ نے فرمایا خمس لا جناح علی من قتلھن پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جنکے حرم اور حرام میں مار ڈالنے پر کچھ گناہ نہیں ہے چوہا چیل کوا بچھو اور وہ کتا جو لوگوں کو کاٹتا ہو اور ان سب میں بات جامع یہ ہے کہ سب جانور موذی اور انسان

[1] برنس جبہ برنس بضم الباء والنون وسکون الراء جبہ تقیل ہو تلنسوہ

[2] تو جبہ دقیل ہو تب مشہور تھا جس میں ... التر کا ازمرب بارزنی ہو لک اللہ یجا وقولد وقت ہی وصل صقا تا ۱۲

او علی ما تعرف فانه اذا رجع الی استقراء العرف لا یقال له صید وکذلك بهیمة الانعام والدجاج وامثالهما مما جرت العادة باقتنائه فی البیوت لا تسمی صیدا واما الاقسام الاخر فالظاهر انها صید ووقت لاهل المدینة ذا الحلیفة ولاهل الشام الجحفة ولاهل نجد قرن المنازل ولاهل الیمن یلملم فهن لهن ولمن اتی علیهن من غیر اهلهن لمن کان یرید الحج والعمرة فمن کان دونهن فمهله من اهله حتی اهل مکة یهلون منها **اقول** الاصل فی المواقیت انه لما کان الاتیان الی مکة شعثا تفلا مستار کالغلواء نفسه مطلوبا وکان فی تکلیف الانسان ان یحرم من بلدة حرج ظاهر فان منهم من یکون قطره علی مسیرة شهر وشهرین واکثر وجب ان یخص امکنة معلومة حول مکة یحرمون منها ولا یؤخرون الاحرام بعدها ولا بد ان تکون تلك المواضع ظاهرة مشهورة ولا تخفی علی احد وعلیها یمر اهل الآفاق فاستقرأ ذلك وحکم بهذه المواضع واختار لاهل المدینة ابعد المواقیت لانها مهبط الوحی ومأرز الایمان ودار الهجرة واول قریة آمنت بالله ورسوله فاهلها احق بان یبالغوا فی اعلاء کلمة الله وان یختصوا بزیادة طاعة الله وایضا فهی اقرب الاقطار التی آمنت فی زمان رسول الله صلی الله علیه وسلم واخلصت ایمانها بخلاف جواثی والطائف ویمامة وغیرها ولا حرج علیها

اور اسکے سوا جو ایذا پہونچانے والے جانور ہیں اگر عرف سے بھی تلاش کیجائے تو ان چیزوں کے مارنے کو عرف میں شکار نہیں کہتے۔ اور اسیطرح گائے بکری اور مرغی وغیرہ اور جو جانور اسکے مثل ہیں جن کے پالنے کا گھروں میں دستور ہے ان کے ذبح کرنے کو شکار نہیں کہتے مگر دوسری قسموں میں بظاہر شکار کا اطلاق پایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات کی تعیین اسطرح فرمائی ہے کہ اہل مدینہ کے لئے ذو الحلیفہ اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم جو لوگ ان مواقیت میں رہتے ہیں یا باہر کے لوگ انہیں آجاتے ہیں ان کے لئے بھی یہی مقامات میں اگر وہ لوگ حج اور عمرہ کا قصد کریں ان کے یہ مواقیت ہیں اور جو لوگ ان میقاتوں سے ورے کے ہیں ان کو اپنی جائے سکونت سے احرام باندھنا چاہیے جیسا کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔ میں کہتا ہوں مواقیت کے اندر اصل یہ ہے کہ مکہ کو ایسی حالت میں آنا چاہیے کہ سر پر خاک بھری ہو اور بدن میں بدبو آنے لگی ہو اور نفس ذلت کی حالت میں ہو شارع کو یہی مطلوب ہے اور اگر تمام لوگوں کو اس بات کا حکم دیا جاتا کہ اپنے اپنے شہروں سے احرام باندھکر آیا کریں تو ظاہر ہے کہ اسمیں کسقدر دقت تھی کیونکہ بعض بعض شہر مکہ سے ایک مہینے کی مسافت پر اور بعض بعض دو مہینے کی مسافت پر واقع ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ ہیں۔ لہذا ضروری ہوا کہ احرام باندھنے کے لئے مکہ کے گرد چند مقامات معینہ مخصوص کئے جائیں جن مقامات سے احرام باندھا کریں اور ان مقامات کے بعد تاخیر نہ کرسکیں اور ضرور ہے کہ یہ مقامات ظاہر اور مشہور ہوں اور کوئی شخص ان مقامات سے ناواقف نہو اور جن ملکوں کے لئے یہ مقامات مواقیت مقرر کئے گئے ہیں ان کے راستہ میں پڑتے ہوں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تحقیق فرماکر ان مقامات کو میقات مقرر فرمایا اور اہل مدینہ کے لئے وہ میقات مقرر فرمایا جو سب سے دور ہے کیونکہ مدینہ منورہ وحی کا جائے نزول اور ایمان کا مرکز اور دار الہجرت اور تمام دنیا میں مدینہ وہ اول بستی ہے کہ خدا و رسول پر ایمان لائی ہے اسلئے اسکے رہنے والے اس قابل ہیں کہ اعلاء کلمۃ اللہ میں نہایت درجہ کوشش کریں اور زیادہ عبادت کے ساتھ مخصوص کئے جائیں نیز مدینہ تمام ان اطراف سے جو آپ کے زمانہ میں ایمان لائے تھے اور مخلص تھے سب سے زیادہ قریب ہے بخلاف جواثی اور طائف اور یمامہ وغیرہ کے لہذا مدینہ والوں کو اس میں کچھ وقت نہیں

[illegible]

ف [illegible] جواثی [illegible] بالبحرین [illegible] والطائف [illegible] قریتین

والسر فی الوقوف بعرفۃ ان اجتماع المسلمین فی زمان واحد ومکان واحد راغبین فی رحمۃ اللہ تعالیٰ داعین له متضرعین الیه له تاثیر عظیم فی نزول البرکات وانتشار الروحانیۃ ولذلك کان الشیطان یومئذ ادحر واحقر مایکون وایضًا فاجتماعهم ذلك تحقیق لمعنی العرضۃ وخصوص هذا الیوم وهذا المکان متوارث عن الانبیاء علیهم السلام علی مایذکر فی الاخبار عن آدم فمن بعده والاخذ بما جرت به سنۃ السلف الصالح اصل اصیل فی باب التوقیت والسر فی نزول منی انها کانت سوقا عظیما من اسواق الجاهلیۃ مثل عکاظ والمجنۃ وذی المجاز وغیرها وانما اصطلحوا علیه لان الحج یجمع اقواما کثیرۃ من اقطار متباعدۃ ولا احسن للتجارۃ ولا ارفق بها من ان یکون موسمها عند هذا الاجتماع ولان مکۃ تضیق عن تلك الجنود المجندۃ فلو لم یصطلح حاضرهم وبادیهم وخاملهم ونبیههم علی النزول فی فضاء مثل منی لحرجوا او ان اختص بعضهم بالنزول لوجدوا فی انفسهم ولما جرت العادۃ بنزولها اقتضی دین العرب وحمیتهم انه یجتهد کل حی فی التفاخر والتکاثر وذکر مآثر الآباء واراءۃ جلدهم وکثرۃ اعوانهم لیری ذلك الاقاصی والادانی ویبعد به الذکر فی الاقطار وکان للاسلام حاجۃ الی اجتماع مثله لیظهر

عرفات کے وقوف کرنے میں یہ راز ہے کہ ایک زمانہ اور ایک مکان میں مسلمانوں کا اجتماع اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی طرف اُن کا راغب ہونا اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس سے دعا کرنا برکات الٰہی کے نازل ہونے اور روحانیت کے انتشار میں اثر عظیم رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ شیطان اس روز تمام روزوں سے زیادہ ذلت اور خواری کی حالت میں ہوتا ہے اور نیز اس اجتماع میں مسلمانوں کی شوکت وشان معلوم ہوتی ہے اور اس دن اور اس مقام کی خصوصیت تمام انبیاء علیہ السلام سے بدستور ثابت ہوتی چلی آتی ہے چنانچہ حضرت آدمؑ اور ان کے مابعد انبیاء سے اس کی نسبت روایات بیان کی گئی ہیں اور سلف صالح سے جو طریقہ منقول چلا آتا ہے توقیت اور تعیین باب میں اس کا قبول کرنا بڑا اصل الاصول ہے۔ منا میں اترنے کے اندر یہ راز ہے کہ ایام جاہلیت کے بازاروں میں سے منا عکاظ اور مجنہ ذی المجاز وغیرہ کے مانند ایک عظیم الشان بازار تھا اور یہ بازار انہوں نے اسواسطے مقرر کیا تھا کہ حج کے اندر کثرت سے دور دراز ملکوں کی خلقت اکٹھی ہوتی تھی۔ اور تجارت کے حق میں اس سے زیادہ مناسب اور بہتر کوئی صورت نہیں ہے کہ اس میلے کے ساتھ اس کا وقت مقرر کیا جائے۔ اور دوسری یہ بات ہے کہ مکہ کے اس انبوہ کثیر کے رہنے کی گنجائش نہیں ہے لہذا۔ اگر ہر قسم کے تمام لوگ منا کے مانند کسی فضا میں اترنے پر متفق نہوں تو بڑی دقت پڑے اور اگر بعض بعض ادنی لوگ منتخب کر کے منا میں اُتارے جائیں تو ان کو ملال گذرے اور جب وہاں اترنے کا دستور عام ہو گیا تو عرب کی اور ان کی حمیت کا مقتضی یہ ہوا کہ ہر قبیلہ کے لوگ اپنا تفاخر اور اپنے گروہ کی کثرت ثابت کرنے اور اپنے باپ دادا کے سوانح بیان کرنے اور ان کی دلاوری اور ان کے اعوان اور انصار کی کثرت لوگوں پر ظاہر کرنے میں کوشش کریں تاکہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ اس بات کو معلوم کرے اور دور دراز ملکوں میں ان کی شہرت ہو اور اسلام کو بھی ایسے اجتماع کی ضرورت تھی تاکہ مسلمانوں کی شوکت اور ان کا سامان اور ان کی کثرت لوگوں پر ظاہر ہو۔

قولہ جلدہم - لے توہم ۱۲

شوكة المسلمين وعدتهم وعدتهم ليظهر دين الله ويبعد صيته ويغلب على كل قطر من الاقطار فابقاه النبي صلى الله عليه وسلم وحث عليه وندب اليه ونسخ التفاخر وذكر الآباء وابدل له بذكر الله بمنزلة ما ابقى من ضيافاتهم ولائمهم وليمة النكاح وعقيقة المولود لما رأى فيها من فوائد جليلة في تدبير المنازل والسر في المبيت بمزدلفة انه كان سنة قديمة فيهم ولعلهم اصطلحوا عليها لما رأوا من ان للناس اجتماعا لم يعهد مثله في غير هذا الموطن ومثل هذا مظنة ان يزاحم بعضهم بعضا ويحطم بعضهم بعضا وانما براحهم[1] بعد المغرب وكانوا طول النهار في تعب يأتون من كل فج عميق فلو تجشموا ان يأتوا منى والحال هذه لتعبوا وكان اهل الجاهلية يدفعون من عرفات قبل الغروب ولما كان ذلك قدرا غير ظاهر ولا يتعين بالقطع ولا بد في مثل هذا الاجتماع من تعيين لا يحتمل الابهام وجب ان يعين بالغروب وانما شرع الوقوف بالمشعر الحرام لانه كان اهل الجاهلية يتفاخرون ويتراءون فابدل من ذلك اكثار ذكر الله ليكون كابحا عن عادتهم ويكون التنويه بالتوحيد في ذلك الموطن كالمنافسة كانه قيل هل يكون ذكركم الله اكثر او ذكر اهل الجاهلية مفاخرهم اكثر والسر في رمي الجمار ما ورد في نفس الحديث من انه انما جعل لاقامة ذكر الله عز وجل وتفصيله ان احسن انواع توقيت الذكر واكملها واجمعها لوجوه التوقيت

اور اس کی وجہ سے دین اسلام کا ظہور ہو کر دور و نزدیک اس کا آوازہ پہونچے اور تمام اطراف زمین میں اس کا دبدبہ ظاہر ہو جائے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماع کو بدستور رکھا اور انپر لوگوں کو شوق اور حرص دلائی مگر تفاخر اور آبا و اجداد کے حالات بیان کرنے سے منع فرمایا کہ اس کی جگہ ذکر الہی کو مقرر فرمایا جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تمام ضیافات اور ولیمہ میں سے سب کو دور کر کے نکاح کے ولیمہ اور اولاد کے عقیقہ کو باقی رکھا۔ کیونکہ تدبیر منزل کے متعلق انکے اندر آپ نے بہت سے فوائد کا ملاحظہ فرمایا اور مزدلفہ میں رات بسر کرنے کے لئے یہ راز ہے کہ ان کا یہ قدیمی دستور تھا اور یہ دستور انہوں نے شاید اسلئے مقرر کر رکھا تھا کہ لوگوں کا یہاں پر اس قدر اجتماع ہوتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ بعد المغرب لوگ عرفات سے لوٹتے ہیں اور تمام دن کا تکان ہوتا ہے کیونکہ دور دراز سے وہ وہاں آ کر جمع ہوتے ہیں پھر اگر انکو اسی وقت میں فوراً منا میں جانے کی تکلیف دیجائے تو ان کو بہت پریشانی ہو اور اہل جاہلیت غروب سے پہلے عرفات سے اتر آتے تھے اور چونکہ اس بات میں ایک قسم کا ابہام تھا۔ اور قطعی طور پر کسی خاص وقت کا تعین نہ تھا اور ایسے انبوہ کثیر میں وقت کی ایسی تعیین ضروری تھی جسمیں ابہام کا احتمال نہ رہے اس لئے غروب آفتاب سے اسکی تعیین کی گئی اور مشعر الحرام میں ٹھہرنے کا اس لیے حکم دیا گیا کہ اہل جاہلیت باہم تفاخر بڑائی کے لئے قیام کرتے تھے اس کے بدلے میں کثرت سے ذکر الہی کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ ان کی یہ عادت دور ہو اور ایسی جگہ کے توحید بیان کرنے میں ان کو حرص پیدا ہو اور یہ ایسا ہوا جیسے ان سے کہا جاتا دیکھنا ہے کہ تم خدا تعالیٰ کی یاد زیادہ کرتے ہو یا اہل جاہلیت اپنے مفاخر کا زیادہ ذکر کرتے تھے اور رمی الجمار کرنے میں وہی راز ہے جو خاص حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رمی الجمار خدائے تعالیٰ کا ذکر قایم کرنے کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ اُسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ توقیت ذکر کی تمام اقسام میں سے بہتر اور کامل اور وجوہ توقیت کیلئے زیادہ تر جامع یہ قسم ہے۔

[1] ای رجوعهم من عرفات ۱۲

ان یوقت بزمان ومکان ویقام معہ ما یکون حافظا لعددہ محققا لوجودہ علی رؤس الاشہاد حیث لا یخفی شیء. وذکر اللہ نوعان نوع یقصد بہ الاعلان بانقیادہ لدین اللہ والاصل فیہ اختیار مجامع الناس دون الاکثار ومنہ الرمی ولذلک لم یؤمر بالاکثار ھناک ونوع یقصد بہ اصطباغ النفس بالتطلع للجبروت وفیہ الاکثار وایضا ورد فی الاخبار ما یقتضی انہ سنۃ سنہا ابراھیم علیہ السلام حین طرد الشیطان ففی حکایۃ مثل ھذا الفعل تنبیہ للنفس ای تنبیہ والسر فی الھدی التشبہ بفعل سیدنا ابراھیم علیہ السلام فیما قصد من ذبح ولدہ فی ذلک المکان طاعۃ لربہ وتوجہا الیہ والتذکر لنعمۃ اللہ بہ وبابیہم اسمعیل علیہ السلام وفعل مثل ھذا الفعل فی ھذا الوقت والزمان ینبہ النفس ای تنبیہ وانما وجب علی المتمتع والقارن شکرا لنعمۃ اللہ حیث وضع عنہم اصر الجاھلیۃ فی تلک المسئلۃ. والسر فی الحلق انہ تعیین طریق للخروج من الاحرام بفعل لا ینافی الوقار فلو ترکہم وانفسہم لذھب کل مذھبا وایضا ففیہ تحقیق انقضاء التشعث والتغبر بالوجہ الاتم ومثلہ کمثل السلام من الصلوۃ وانما قدم علی طواف الافاضۃ لیکون شبیہا بحال الداخل علی الملوک فی مواخذۃ نفسہ بازالۃ تشعثہ وغبارہ: **وصفۃ الطواف** ان یاتی الحجر فیستلمہ ثم یمشی علی یمینہ سبعۃ اطوفۃ یقبل فیہا الحجر الاسود او یشیر الیہ بشیء

کہ ایک زمانہ اور ایک مقام کے ساتھ ذکر کی تعیین کیجائے۔ اور اس کے ساتھ ایک ایسی قسم بھی مقرر کیجائے جس سے ذکر کے شمار محفوظ رہ سکے اور سب کے سامنے ذکر کا پایا جانا ثابت ہو کچھ مخفی نہ رہے۔ اور ذکر الٰہی کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو یہ ہے کہ جس سے خدا تعالیٰ کی دین کی تابعداری منظور ہو اور اس قسم کے ذکر میں لوگوں کی کثرت زیادہ ضروری ہے نفس ذکر کی کثرت ضروری نہیں رمی جمار بھی اسی قبیلہ سے ہے اسی لئے اس میں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم نہیں کیا اور ایک قسم وہ ہے جس سے نفس کو خدا تعالیٰ کی کبریائی پر مطلع کرنا منظور ہوتا ہے اس ذکر میں کثرت کی حاجت ہے اور نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمی جمار کرنا حضرت ابراہیم کی سنت ہے انہوں نے شیطان کو اس سے دفع کیا تھا۔ لہٰذا اس فعل کی حکایت کرنے میں نفس کو نہایت تنبیہ ہوتی ہے ہدی میں یہ راز ہے کہ اس میں سید حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل کے ساتھ کہ انہوں نے اپنے پیارے بیٹے کو اس جگہ خدا تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور اسکی طرف توجہ کے قصد سے ذبح کرنا چاہا تھا مشابہت ہے اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو انعامات کیے ہیں انکی یاد دہانی ہوتی ہے اور اسوقت اور اسی زمانہ میں اس فعل کے کرنے میں نفس کو تنبیہ عظیم ہوتی ہے اور حج تمتع اور قران کرنے والے پر بھی خدا تعالیٰ کی نعمت کے شکر میں کہ اسنے جاہلیت کے وبال کو ان سے دور کر دیا ہدی واجب ہے اور سر منڈانے میں یہ راز ہے کہ سر منڈانا فی الحقیقت احرام سے نکلنے کا ایک فعل و طریقہ معین کرنا ہے اور وہ فعل وقار کی حالت سے منافی نہیں ہے اور اگر ان لوگوں کو اختیار دیدیا جاتا تو ہر کوئی اپنی چال چلتا۔ اور نیز اس میں تغیر کے زمانہ کا گذرنا بوجہ اتم پایا جاتا ہے اور سر منڈانے کا حال نماز میں سلام کا سا ہے۔ اور طوف الافاضہ سے قبل سر منڈانے کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ اس شخص کو اس شخص کے ساتھ مشابہت حاصل ہو کہ گرد و غبار سے صاف ہو کر سلاطین کے حضور میں داخل ہوتا ہے۔ اور **طواف کرنے کا یہ طریقہ ہے** کہ حجر اسود کے پاس آکر اس کو بوسہ دے اور اس کے داہنی طرف سے چل کر سات مرتبہ طواف کرے اور ہر مرتبہ حجر اسود کو بوسا دیتا جاوے یا اس کی طرف اشارہ کرے

لہ سلہ ۱ے الحلق ۱۲

فی یدہ کالمحجن[1] ویکبر ویستلم الرکن الیمانی ویکن فی ذلک علی طہارۃ وستر عورۃ ولا یتکلم الا بخیر ثم یأتی مقام ابراھیم فیصلی رکعتین اما الابتداء بالحجر فلانہ وجب عند التشریع ان یعین محل البداءۃ وجہۃ المشی والحجر احسن مواضع البیت لانہ نازل من الجنۃ والیمین ایمن الجہتین وطواف القدوم بمنزلۃ تحیۃ المسجد انما شرع تعظیما للبیت ولان الابطاء بالطواف فی مکانہ وزمانہ عند تہیؤ اسبابہ سوء ادب واول[2] طواف بالبیت فیہ رمل واضطباع وبعدہ سعی بین الصفا والمروۃ وذلک لمعان منہا ما ذکرہ ابن عباس رض من اخافۃ قلوب المشرکین واظہار صولۃ المسلمین وکان اھل مکہ یقولون وھنتہم حمی یثرب فھو فعل من افعال الجہاد وھذا السبب قد انقضی ومضی ومنہا تصویر الرغبۃ فی طاعۃ اللہ وانہ لم یزدہ السفر الشاسع والتعب العظیم الا شوقا ورغبۃ ۔ کما قال الشاعر

اذا اشتکت من کلال البین[3] اعدھا ؛ روح الوصال فتحیا عند میعاد[4]

وکان عمر رض اراد ان یترک الرمل والاضطباع لانقضاء سببہما ثم تفطن اجمالا ان لہما سببا اخر غیر منقض فلم یترکہما وانما لم یشرع الوقوف بعرفۃ فی العمرۃ لانہا لیس لہا وقت معین لیتحقق معنی الاجتماع فلا فائدۃ للوقوف بہا ولو شرع لہا وقت معین کانت حجا ۔

جو اس کے ہاتھ میں لکڑی وغیرہ سے ہے اور تکبیر کہے اور رکن یمانی کو بوسہ دے اور اس حالت میں وہ شخص طہارت قائم ہو اور کہیں سے اس کا ستر نہ کھلا ہو اور وہ بجز عمدہ بات کے کوئی بات زبان سے نہ نکالے ۔ پھر مقام ابراہیم میں آکر دو رکعت نماز پڑھے حجر اسود سے شروع کرنے کی یہ وجہ ہے کہ تشریع کے وقت محل بدایت اور چلنے کی جانب کا معین کرنا ضروری ہوا اور حجر اسود بیت اللہ کی تمام چیزوں میں نہایت متبرک چیز ہے کیونکہ یہ جنت سے اترا ہے اور دونوں طرفوں میں جانب یمین متبرک ہوتی ہے ۔ اور طواف القدوم بمنزلہ تحیۃ المسجد کے ہے ۔ بیت اللہ کی تعظیم کے لئے اس کو مقرر کیا ہے دوسرے یہ کہ جب طواف کی جگہ اور زمانہ موجود ہے اور اس کے تمام اسباب مہیا ہیں پھر اس میں دیر کرنا ایک قسم کی بے ادبی ہے بیت اللہ کے اول طواف میں اکڑنے اور سینہ نکال کر چلنے اور بعد ازاں صفا مروہ میں سعی کرنے میں چند راز ہیں ۔ ایک تو وہ حضرت ابن عباس رض نے ذکر کیا ہے یعنی مشرکین کے دلوں میں ہیبت ڈالنا اور مسلمانوں کے غلبہ کا اظہار کیونکہ اہل مکہ کہا کرتے تھے کہ یثرب کی تپ نے ان کو ضعیف کر دیا لہذا یہ اکڑنا جہاد کے افعال میں داخل ہے اگرچہ یہ سبب تو باقی نہیں رہا اور از انجملہ یہ راز ہے کہ خدا تعالی کی اطاعت کرنے سے رغبت کا اظہار ہو جاتا ہے اور یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اس دور دراز کے سفر اور اس قدر زحمت نے بجائے بے رغبتی پیدا کرنے کے ان کے شوق و رغبت کو زیادہ کر دیا جس طرح کسی کا شعر ہے ۔ اذا اشتکت من کلال البین اعدھا ؛ روح الوصال فتحیا عند میعاد یعنی اونٹنی چلتے چلتے جبکہ تکان کی شکایت کرتی ہے تو اس کا سوار وصال کی راحت کا وعدہ کرتا ہے تو اس وعدہ کے سننے سے اس میں جان سی پڑ جاتی ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف کے اندر اکڑنے کے موقوف کرنے کا قصد کیا تھا ۔ کیونکہ ان دونوں کا سبب باقی نہیں رہا پھر اجمالاً یہ بات ان کے فہم مبارک میں پیدا ہوئی کہ ان دونوں کا ایک اور سبب بھی ہے جو ہنوز موجود ہے لہذا ان کو ترک نہیں کیا عمرہ کے اندر عرفات میں ٹھہرنے کا حکم اسلئے نہیں دیا گیا کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے لہذا اسمیں قیام کا کچھ فائدہ نہیں اور اگر اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہوتا تو وہ حج ہوتا

[1] ہو العصا المعوجۃ [2] خبر آخر لقولہ وطواف القدوم وتواتر الشامح البعید ۱۲ [4] والمعنی ان الناقۃ اذا اشتکت من التعب

وفی الاجتماع مرتین فی السنۃ ما لا یخفی وانما العمدۃ فی العمرۃ تعظیم بیت اللہ وشکر نعمۃ اللہ والسر فی السعی بین الصفا والمروۃ علی ما ورد فی الحدیث ان ھاجر ام اسمعیل علیہ السلام لما اشتد بہا الحال سعت بینہما سعی الانسان المجھود فکشف اللہ عنہا الجھد بابداء زمزم والھام الرغبۃ فی الناس ان یعمروا تلک البقعۃ فوجب شکر تلک النعمۃ علی ولدہ ومن تبعہم وتذکر تلک الآیۃ الخارقۃ لتبھت بہیمیتہم وتدلہم علی اللہ ولا شئ فی ھذا مثل ان یعضد عقد القلب بہا بفعل ظاھر منضبط مخالف لما توقہ القوم فیہ تذلل عند اول دخولہم مکۃ وھو محاکاۃ ما کانت فیہ من العناء والجھد وحکایۃ الحال فی مثل ھذا ابلغ بکثیر من لسان المقال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ینفرن احد کم حتی یکون اٰخر عھدہ بالبیت وخفف عن الحائض **اقول** السر فیہ تعظیم البیت بان یکون ھو الاول وھو الآخر تصویرا لکونہ ھو المقصود من السفر وموافقۃ لعادتہم فی تودیع الوفود ملوکہا عند النفر واللہ اعلم۔

قصۃ حجۃ الوداع { الاصل فیہا حدیث جابر رض وعائشہ رض وابن عمر رض وغیرھم اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکث بالمدینۃ تسع سنین لم یحج ثم اذن فی الناس فی العاشر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاج فقدم المدینۃ بشر کثیر فخرج حتی اتی ذا الحلیفۃ

اور ظاہر ہے کہ سال میں دو مرتبہ لوگوں کے اجتماع میں کسقدر رونق ہے۔ اور عمرہ کے اندر مقصود و بالذات صرف نعمت الہی کا شکر اور بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اور صفا اور مروہ میں سعی کرنے کے اندر چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے یہ راز ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت حاجرہ کو جب سخت پریشانی ہوئی تو صفا و مروہ میں انہوں نے تیز رفتاری سے ٹہلنا شروع کیا جسطرح کوئی متفکر آدمی جلد جلد قدم ڈالتا ہے اور خدا تعالی نے ان کی فکر کو دو طریقوں سے دفع کر دیا ایک تو آب زمزم برآمد ہو گیا دوسرے لوگوں کے دل میں اس جنگل میں آباد ہونیکا الہام ڈالا گیا۔ اسلئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد اور ان کے فرمانبرداروں پر ضروری ہوا کہ اس نعمت کا شکر اور ان کی کرامت کو یاد کریں۔ تاکہ انکی قوت بہیمی مبہوت ہو کر خدا تعالی کی طرف انکو رہنمائی کرے اور اسکے اندر کوئی بات اس سے زیادہ بہتر نہیں ہے کہ اس دلی اعتقاد کو کسی خاص ظاہری فعل سے جو انکے خلاف عادت ہے اور مکہ کے اندر داخل ہوتے ہی ایک قسم کی ان کے لئے ذلت ہے ان کے اعتقاد کی مضبوطی کیجائے اور وہ فعل حضرت حاجرہ کی اس تکلیف اور مشقت کا نقل کرنا ہے اور ایسے موقع پر ایک حالت کی نقل کرنا بدرجہا زبانی باتوں سے مفید ہوتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینفرن احد کم حتی یکون اٰخر الخ یعنی تم میں سے کوئی شخص اخیر وقت بیت اللہ میں جائے بغیر وہاں سے نہ نکلے اور حائض کو آپ نے معاف کیا ہے میرے نزدیک اخیر وقت بیت اللہ کے جانے میں بیت اللہ کی تعظیم ہے اسلئے کہ بدایت بھی اسی سے ہوئی تھی اور تمامی بھی اسی پر ہوئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ مقصود بالذات سفر سے بیت اللہ ہے اور نیز دستور ہے کہ قاصد لوگ رخصت ہوتے وقت اپنے سلاطین سے ملکر جاتے ہیں واللہ اعلم

حجۃ الوداع کا ذکر حجۃ الوداع کے باب میں حضرت جابر رض اور حضرت عائشہ رض اور حضرت عمر رض وغیرہم کی حدیث اصل ہے۔ معلوم کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نو برس تک مدینہ کے اندر تشریف فرما رہے اور اس عرصہ میں آپ نے حج نہیں کیا پھر دسویں سال اس بات کا اعلان کیا گیا کہ حج کرنا چاہتے ہیں یہ سن کر بہت خلقت مدینہ میں آگئی اور آپ ... مدینہ سے رخصت ہو کر ذوالحلیفہ میں تشریف لے

فاغتسل وتطيب وصلّى ركعتين فى المسجد ولبس ازارا ورداء واحرم ولبى لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك **اقول** اختلف ههنا فى موضعين احدهما ان نسكه ذلك كان حجا مفردا او متعة بان حل من العمرة واستانف الحج او انه احرم بالحج ثم اشار له جبريل عليه السلام ان يدخل العمرة عليه فبقى على احرامه حتى فرغ من الحج ولم يحل لانه كان ساق الهدى وثانيهما انه اهل حين صلى او حين ركب ناقته او حين اشرف على البيداء وبين ابن عباس رضى الله عنهما ان الناس كانوا ياتونه ارسالا فاخبر كل واحد بما راٰه وقد كان اول اهلاله حين صلى ركعتين وانما اغتسل وصلى ركعتين لان ذلك اقرب لتعظيم شعائر الله ولانه ضبط للنية بفعل ظاهر منضبط يدل على الاخلاص لله والاهتمام بطاعة الله ولان تغيير اللباس بهذا النحو ينبه النفس ويوقظها للتواضع لله تم وانما تطيب لان الاحرام حال الشعث والتفل فلابد من تداركه له قبل ذلك وانما اختار هذه الصيغة فى التلبية لانها تعبير عن قيام بطاعة مولاه وتذكر لذلك وكان اهل الجاهلية يعظمون شركاءهم فادخل النبى صلى الله عليه وسلم لا شريك لك ردا على هؤلاء وتميز المسلمين منهم

اور وہاں غسل کرکے خوشبو لگائی اور مسجد میں دو رکعت پڑھیں اور ایک تہبند اور ایک چادر پہنی اور وہیں سے احرام باندھا اور اسطرح پر تلبیہ پڑھا۔ لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك - میں کہتا ہوں یہاں پر دو باتوں میں اختلاف ہے ایک تو یہ کہ آپ نے یہ حج مفرد کیا تھا یا حج تمتع بایں طور کہ عمرہ سے باہر آکر از سر نو حج کیا ہو یا یہ کہ آپ نے حج کا احرام باندھا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے اندر عمرہ کے داخل کرنے کا اشارہ کیا اور اسی احرام پر قائم رہے حتی کہ حج سے فارغ ہوئے اور احرام سے باہر نہیں آئے کیونکہ آپ (ہدی) روانہ کر چکے تھے دوسرے یہ کہ آپ نے تلبیہ کسوقت پڑھا نماز کے وقت یا جسوقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے یا جبکہ بیت اللہ کا جنگل قریب آگیا تھا۔ اور ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد لوگ آتے اور جیسے آپکو کرتے دیکھتے ویسی خبر دیتے اور شروع احرام آپ کا اسوقت تھا جبکہ دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کا غسل کرنا اور دو رکعت نماز کا پڑھنا اسلئے تھا کہ اسمیں شعائر الہی کی تعظیم تھی اور نیز اسمیں ایک ظاہری فعل خاص سے جو خدا تعالی کے ساتھ اخلاص اور اس کی بندگی کے اہتمام پر دلالت کرتا ہے نیت کا منضبط ہوتا ہے اور نیز اسطور سے لباس کے بدلنے میں نفس کو خدا تعالی کی فرمانبرداری پر تنبیہ اور بیداری ہوتی ہے اور آپ کے خوشبو لگانے کی یہ وجہ ہے کہ احرام کا زمانہ گرد و غبار میں آلودہ رہنے کا وقت ہے لہذا احرام سے پہلے کسیقدر اسکا تدارک ضروری ہے اور تلبیہ میں آپ نے اسلئے ان کلمات کو اختیار کیا کہ ان کلمات میں خدا تعالی کی بندگی پر قائم رہنے کا بیان ہے اور خدا تعالی کی فرمانبرداری پر ان کلمات میں یاد دہانی ہے اور اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا وہ اپنے بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے لہذا آپ نے مسلمانوں اور مشرکین کے اندر تمیز اور ان کے رد کرنے کے قصد سے یہ کلمہ لا شریک لک بھی اسمیں داخل کیا

ويستحب زيادة سوال الله رضوانه والجنة واستعفائه برحمته من النار وأشار جبريل عليه السلام برفع اصواتهم بالاحرام والتلبية وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مسلم يلبي الا لبى ما عن يمينه وشماله من حجر او شجر او مدر حتى تنقطع الارض من ههنا وههنا۔ **اقول** سره انه من شعائر الله وفيه تنويه ذكر الله وكل ما كان من هذا الباب فانه يستحب الجهر به وجعله بحيث يكون على رؤوس الخامل والنبيه وبحيث تصير الدار دار الاسلام فاذا كان كذلك كتب في صحيفة عمله صورة تلبية تلك المواضع: واشعر رسول الله صلى الله عليه وسلم ناقته في صفحة سنامها الايمن وسلت الدم عنها وقلدها نعلين **اقول** السر في الاشعار التنويه بشعائر الله واحكام الملة الحنيفية يرى ذلك منه الاقاصي والاداني وان يكون فعل القلب منضبطا بفعل ظاهر: وولدت اسماء بنت عميس بذي الحليفة فقال لها اغتسلي واستثفري بثوب واحرمي **اقول** ذلك لتأتي بقدر الميسور من سنة الاحرام وقال النبي صلى الله عليه وسلم حين حاضت عائشة رض بسرف ان ذلك شيء كتبه الله على بنات آدم فافعلي ما يفعل الحاج غير ان لا تطوفي بالبيت حتى تطهري **اقول** معنى الكلام ان شيئا يكثر وقوعه فمثل هذا الشيء يجب في حكمة الشرائع ان يدفع عنه الحرج وان يسن له سنة ظاهرة فلذلك سقط عنها طواف القدوم۔

حج کرنیوالے کو خداتعالے سے اس کی رضامندی اور جنت کا کثرت سے سوال کرنا اور اس کی رحمت سے دوزخ سے پناہ مانگنا بہتر ہے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے احرام اور تلبیہ کے اندر آوازوں کے بلند کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم یلبی الا لبی ما عن یمینہ وشمالہ من حجر او شجر او مدر حتی تنقطع الارض من ھھنا وھھنا کوئی مسلمان تلبیہ کرنے والا نہیں مگر جو چیز داہنے اور بائیں ہے پتھر یا درخت یا ڈھیلا سب تلبیہ کہتے ہیں یہاں تک کہ زمین ادھر اور ادھر یعنی مشرق و مغرب سے ختم ہو چکتی ہے) میرے نزدیک اس میں یہ راز ہے کہ تلبیہ شعائر الٰہی میں سے ہے اور اسمیں ذکر الٰہی کی تعظیم ہے اور اس قسم کے اذکار بالجہر اور اسطرح پڑھنا کہ ہر غافل اور خبردار کو اسکی خبر ہو اور وہ جگہ دارالاسلام معلوم ہو اور جب ایسا ہوتا ہے تو اس شخص کے نامۂ اعمال میں ان مقامات کے اندر تلبیہ کرنے کی صورت مرقوم ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کے کوہان میں داہنی جانب نشان کیا اور خون ہاتھ سے پونچھ دیا اور نعلین اسکی گردن میں لٹکا دیں۔ میرے نزدیک اس نشان کرنے میں شعائر الٰہی کی عظمت اور ملت ابراہیمی کا استحکام ہے تاکہ سب ادنی و اعلی اسکا معائنہ کریں کہ قلب کا فعل ظاہری فعل سے منضبط ہو جاوے ایک مرتبہ اسماء بنت عمیس کا ذوالحلیفہ میں وضع حمل ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ غسل کر کے اپنی پیشاب گاہ کپڑے سے باندھ اور احرام باندھ۔ میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ حتی الامکان احرام کی سنت ادا ہو سکے۔ اور ایک مرتبہ سرف (ایک جگہ کا نام ہے) کے مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ کو حیض لاحق ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ پاک نے عورتوں کی تقدیر میں لکھ رکھا ہے پس جو باتیں حج کرنیوالے کو چاہئیں وہ تو کر مگر جب تک پاک نہ ہو جا بیت اللہ کا طواف نہ کرنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں آپ نے اس کا یہ سبب بیان فرمایا کہ حیض کا آنا کثیر الوقوع شے ہے۔ ایسی چیز میں حکمت شرعی کا یہ مقتضی ہے کہ اس امر سے دقت دفع کر دی جاوے۔ اور ایک ظاہری طریقہ اسکے لئے مقرر کر دیا جاوے اسی لئے طواف القدوم

---

۱ اشارة الى المشرق والمغرب والغاية محذوفة اى الى منتهى الارض ۱۲

۲ ای مسیر ۱۲ ۳ الاستثفار ان تشد المرأة فرجها بخرقة عظيمة عريضة محشوة بالقطن تشد طرفيها على وسطها ۴ سرف موضع على عشرة اميال من مكة ۱۲

وطواف الوداع فلما دنا من مكة نزل بذي طوى ودخل مكة من اعلاها نهارا وخرج من اسفلها وذلك
كون دخول مكة في حال اطمئنان القلب دون التعب ليتمكن من استشعار جلال الله وعظمته و
ايضا ليكون طوافه بالبيت على اعين الناس فانه نوه بطاعة الله وايضا فكان النبي صلى الله عليه وسلم
يريد ان يعلمهم سنة المناسك فامهلهم حتى يجتمع الرجال معينين متهيئين وانما خالف في
الطريق ليظهر شوكة المسلمين في كلتا الطريقين ونظيره العيد فلما اتى البيت استلم الركن وطاف
سبعا رمل ثلاثا ومشى اربعا وخص الركنين اليمانيين بالاستلام وقال فيما بينهما ربنا آتنا في الدنيا
حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ثم تقدم الى مقام ابراهيم فقرأ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى فصلى ركعتين وجعل المقام
بينه وبين البيت وقرأ فيهما قل هو الله احد وقل يا ايها الكافرون ثم رجع الى الركن فاستلمه اقول اما سر الرمل والاضطباع
فقد ذكرنا وانما خص الركنين اليمانيين بالاستلام لما ذكره ابن عمر من انهما باقيان على بناء ابراهيم دون الركنين الآخرين
فانهما من تغيير الجاهلية وانما اشترط له شروط الصلوة لما ذكره ابن عباس من ان الطواف يشبه الصلوة
في تعظيم الحق وشعائره فحمل عليها وانما سن ركعتين بعده اتماما لتعظيم البيت فان تمامه ان يستقبل
في صلواتهم وانما خص بهما مقام ابراهيم لانه اشرف مواضع المسجد وهو آية من آيات الله ظهرت على
سيدنا ابراهيم وتذكره هذه الامور هي العمدة في الحج وانما استحب ان يقول بين الركنين

ایسی چیزیں حکمت شرعی کا یہ مقتضیٰ ہے کہ اس امر کو دفع کر دیا جائے اور ایک ظاہری طریقہ اسکے لئے مقرر کر دیا جائے اسلئے طواف لقدوم اور
طواف الوداع حضرت عائشہ صدیقہ سے ساقط کر دیا گیا پھر جب آپ نے ذی طویٰ میں نزول فرمایا تو دن کے وقت بالائے مکہ سے
داخل ہو کر اسافل کیطرف تشریف لائے۔ یہ آپ نے اسلئے کیا تاکہ بلا دقت اطمینان قلبی کے ساتھ مکہ میں داخل ہو سکیں اور خدا تعالیٰ کے
جلال اور اسکی عظمت پر اطمینان سے آگاہی ہو سکے اور نیز تاکہ سب لوگ بیت اللہ کا طواف کرتا ہوا آپ کو دیکھیں کیونکہ اسمیں عبادت
الٰہی کی عظمت ہے اور نیز آپ کو مناسک کے مسائل لوگوں کو تعلیم کرنے منظور تھے اسلئے آپنے انکو اتنی مہلت دی کہ کثرت سے سیکھنے کا
قصد کر کے آپ کے پاس فراہم ہو جائیں اور آمد و رفت کا راستہ اس لئے بدلا تاکہ دونوں رستوں میں مسلمانوں کی شوکت کا
اظہار ہو جائے جسطرح عید کے اندر۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے قریب تشریف لائے تو رکن یمانی کو ہاتھ مبارک
لگا کر کھڑے ہو گئے اور بعد ازان سات طواف کئے جن میں سے تین طواف میں سینہ نکالکر اور چار میں معمولی رفتار سے چلے اور صرف
دونوں رکن یمانی کو ہاتھ لگایا اور انکے درمیان میں یہ دعا پڑھی ربنا آتنا فی الدنیا الخ پھر مقام ابراہیم کیطرف آیت کریمہ پڑھی واتخذ
من مقام الخ اور دو رکعت نماز پڑھی اور مقام ابراہیم کو مابین اپنے اور بیت اللہ کے کر لیا اور آپنے اُن دو رکعتوں میں قل ہو اللہ احد اور
قل یا ایہا الکفرون پڑھیں پھر رکن یمانی کیطرف واپس تشریف لائے اور اسکو ہاتھ سے چھوا۔ میں کہتا ہوں سینہ نکال کر چلنے اور داہنی بغل
سے بائیں کاندھے پر چادر ڈالنے کا سبب ہم بیان کر چکے۔ خاصکر دونوں رکن یمانی کو ہاتھ سے چھونے کا سبب یہی ہے جو حضرت ابن
عمر رضی نے بیان کیا ہے کہ وہ دونوں اسی حالت پر ہیں جس طرح حضرت ابراہیم ؑ نے بنائے تھے اور دوسرے دو رکن ایسے نہیں ہیں کیونکہ اہل جاہلیت
نے اُن کے اندر تغیر کر لیا ہے۔ اور طواف کے اندر نماز کی شرطیں لگانے کا یہ سبب ہے کہ حضرت ابن عباس رضی نے ذکر کیا ہے کہ خدا تعالیٰ اور
اسکے شعائر کی تعظیم میں طواف کا حال نماز کا سا ہے۔ لہذا طواف نماز پر قیاس کیا گیا اور اسکے بعد دو رکعت اسلئے مسنون کی گئیں کہ بیت اللہ
کی تعظیم کا تتمہ ہو جائے کیونکہ اسکی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ نماز میں اُسکی طرف منہ کیا جائے اور خاصکر مقام ابراہیم میں۔ ان رکعتوں کے
پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ مسجد کی تمام جگہ میں اسجگہ کو شرف حاصل ہے۔ اور آیات الٰہی میں سے یہ ایک نشانی ہے
جس کا حضرت ابراہیم ؑ پر ظہور ہوا ہے۔ اور مقصود بالذات حج سے انہیں امور کی یاد دہانی ہے اور مابین رکنین کے یہ دعا مانگنا

لے اے ملکہ تمکین ۱۲

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ الخ لانہ دعاء جامع نزل بہ القراٰن وھو قصیر اللفظ یناسب تلک الفرصۃ القلیلۃ ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنا من الصفا قرأ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ ابدأ بما بدأ اللّٰہ بہ فبدأ بالصفا ورقی علیہ حتی رای البیت فاستقبل القبلۃ فوحد اللّٰہ وکبرہ وقال لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ ثم دعا بین ذلک قال مثل ھذا ثلاث مرات ثم نزل ومشی الی المروۃ حتی اذا انصبت قدماہ فی بطن الوادی سعی حتی اذا صعدتا مشی حتی اتی المروۃ ففعل علی المروۃ کما فعل علی الصفا **اقول** فھم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ھٰذہ الاٰیۃ تقدیم الصفا علی المروۃ انما ھو لتوفیق المذکور بالمشروع وانما خص من الاذکار ما فیہ توحید وبیان لانجاز الوعد ونصرہ علی اعدائہ تذکیر النعمۃ واظہارا لبعض معجزاتہ وقطعا لدابر الشرک وبیانا ان کل ذلک موضوع تحت قدمیہ واعلاءً لکلمۃ اللّٰہ ودینہ فی مثل ھذا الموضع ثم قال لو انی استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الھدے وجعلتھا عمرۃ فمن کان منکم لیس معہ ھدے فلیحل ولیجعلھا عمرۃ قبل العامنا ھذا ام للابد قال لا بل لابد الابد

ربنا اٰتنا الخ کا اس لئے مستحب ہوا۔ کہ یہ ایک جامع دعا ہے۔ جو قرآن پاک میں نازل ہوئی ہے۔ کلمات کے لحاظ سے بہت مختصر ہے جسکا پڑھنا اس تھوڑی سی فرصت میں نہایت مناسب ہے۔ پھر دروازہ سے نکل کر صفا کی طرف تشریف لائے۔ جب صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا الخ اور جس چیز کا کہ خدائے تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا ہے اسی سے آپ نے بھی بدایت فرمائی یعنے صفا سے آپ نے شروع کیا اور اسپر آپ چڑھے یہانتک کہ آپنے بیت اللہ کو اسپر سے دیکھا۔ اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر خدائیتعالیٰ کی وحدانیت اور اسکی بڑائی بیان کی اور کہا لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ الخ۔ اسکے درمیان میں دعا کرکے تین مرتبہ یہی پڑھا۔ پھر آپ وہاں سے اتر کر مروہ کی طرف چلے یہانتک۔ کہ آپ کے قدم مبارک جنگل میں پڑنے لگے۔ تو آپ تیز رفتاری کے ساتھ چلنے لگے۔ حتے کہ وہ مسافت طے ہو چکی۔ اور مروہ کی بلندی شروع ہو گئی۔ تو آپ معمولی رفتار سے چلنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ مروہ پر چڑھ گئے۔ اور جیسے آپ نے صفا پر خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی کبریائی بیان کی تھی ویسا ہی یہاں بھی کیا۔

میں کہتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فہم مبارک میں اس آیت سے یہ بات پیدا ہوئی۔ کہ خدائے تعالیٰ نے جو مروہ پر صفا کے ذکر کو مقدم کیا ہے۔ اس سے مشروع کے ساتھ مذکور کا مطابق کرنا منظور ہے۔ اور تمام وظائف میں سے ان وظائف کا مخصوص کرنے کا سبب جس میں خدائیتعالیٰ کی وحدانیت اور اسکے ایفاء وعدہ اور دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کرنے کا بیان ہے یہ ہے کہ اسمیں خدائیتعم کی نعمت کی یاد دہانی اور بعض معجزات کا اظہار اور شرک کی بیخ کنی اور اس بات کا بیان کہ یہ سب آپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور اس موقع خاص پر اللہ کے اور اسکے دین کا اعلان پایا جاتا ہے اسکے بیان میں آپ نے فرمایا۔ لو انی استقبلت الخ جو حال بعد کو معلوم ہوا ہے۔ اگر پہلے معلوم ہوتا تو ہدی روانہ نکرتا۔ اور حج کو عمرہ کر لیتا۔ اب تم میں سے جسکے پاس ہدی نہیں ہے اسکو احرام سے باہر آ جانا۔ اور حج کو عمرہ کر دینا چاہیے کسی نے عرض کیا۔ کہ اسی سال کے لئے یا ہمیشہ کے لئے۔ آپ نے فرمایا۔ بلکہ ابد الابد کے لئے یہ حکم ہے

فحل الناس كلهم وقصروا الا النبي صلى الله عليه وسلم ومن كان معه هدى اقول الذي بدا لرسول الله صلى الله عليه وسلم امور منها ان الناس كانوا قبل النبي صلى الله عليه وسلم يرون العمرة في ايام الحج من افجر الفجور فاراد النبي صلى الله عليه وسلم ان يبطل تحريفهم ذلك باتم وجه ومنها انهم كانوا يجدون في صدورهم حرجا من قرب عهدهم بالجماع عند انشاء الحج حتى قالوا انأتي عرفة ومذاكيرنا تقطر منيا وهذا من التعمق فاراد النبي صلى الله عليه وسلم ان يسد هذا الباب ومنها ان انشاء الاحرام عند الحج اتم لتعظيمهم البيت وانما كان سوق الهدي مانعا من الاحلال لان سوق الهدي بمنزلة النذر ان يبقى على هيئته تلك حتى يذبح الهدي والذي يلتزمه الانسان اذا كان حديث نفس او نية غير مضبوطة بالفعل لا عبرة واذا اقترن بها فعل وصارت مضبوطة وجبت رعايتها والضبط مختلف فادناه باللسان واقواه ان يكون مع القول فعل ظاهر علانية يختص بالحالة التي اراده كالسوق فلما كان يوم التروية توجهوا الى منى فاهلوا بالحج وركب النبي صلى الله عليه وسلم فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ثم مكث قليلا حتى طلعت الشمس فسار حتى نزل بنمرة[1] اقول انما توجه يوم التروية ليكون ارفق به وبمن معه فان الناس مجتمعون في ذلك اليوم اجتماعا عظيما

پس جتنے لوگ تھے احرام سے باہر آگئے اور اپنے بال ترشوالئے بجز آپ کے اور ان لوگوں کے جن کے ہدی تھی میرے نزدیک آپ کو چند امور کا انکشاف ہوا۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبل ایام حج میں عمرہ کو سخت گناہ جانتے تھے۔ لہذا آپنے کامل طور پر اُن کی اس تحریف کا باطل کرنا چاہا۔ اور ایک یہ کہ اس بات سے اُن کے دل میں کھٹکا پیدا ہوتا تھا کہ ابھی جماع کرتے ہوں اور ابھی حج شروع کردیں۔ حتی کہ انہوں نے یہ بات کہی کیا ہم عرفہ کو ایسی حالت میں چلے آئیں کہ ہمارے اعضاء سے منی ٹپکتی ہو اور اُن کی یہ بات تعمق اور اپنے زنی کے قبیلہ سے تھی۔ لہذا آپنے اس دروازے کا بند کرنے کا قصد فرمایا۔ اور ایک یہ کہ حج کے قریب قریب احرام کے باندھنے میں بیت اللہ کی پوری پوری تعظیم پائی جاتی ہے اور ہدی کے روانہ کرنے سے احرام سے باہر آجانا اس لیئے منع ہوتا ہے کہ ہدی کا روانہ کرنا ایسا ہے جیسے اس بات کا نذر کرلینا کہ جب تک ہدی ذبح کی جاوے گی میں اسی ہیئت پر قائم رہونگا۔ اور جس چیز کو انسان اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے تو اسکی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ یا تو صرف خیال ہی خیال ہوتا ہے یا ارادہ ہوتا ہے مگر کسی فعل کے ساتھ منضبط نہیں ہوتا تو ایسی بات کا اعتبار نہیں ہے اور جب اُس ارادے کے ساتھ فعل کا بھی اقتران ہوجاتا ہے پھر وہ ارادہ منضبط ہوجاتا ہے۔ تو اس ارادہ کی رعایت ضروریات سے ہوجاتی ہے اور انضباط کی صور مختلفہ میں ادنی درجہ کا انضباط زبان سے کہدینے میں ہوتا ہے اور انضباط قوی جب ہوتا ہے جب زبان کے ساتھ ایک ظاہری فعل جو اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے جس حالت کا اُس شخص نے ارادہ کیا ہے علانیہ طور پر پایا جاوے مثلاً ہدی کا روانہ کرنا۔ پھر جب ترویہ کا دن ہوا تو لوگ منا کی طرف متوجہ ہوئے اور حج کا احرام باندھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور منا میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا و فجر کی نماز پڑھی پھر تھوڑی سی دیر ٹھہرے رہے حتی کہ آفتاب برآمد ہوا۔ بعدازاں وہاں سے چل کر نمرہ[1] میں نزول فرمایا۔ میں کہتا ہوں ترویہ کے دن منا کو جانیکا آپنے اسلیئے ارادہ کیا تاکہ آپکو اور نیز اپنے ساتھیوں کو آسانی رہے کیونکہ اُسدن خلقت کا انبوہ کثیر ہوتا ہے۔

[1] قولہ نمرہ نمرہ ایک جگہ کا نام ہے ۱۲ [1] وادی تتصل احد جانبیہ بعرفات والآخر بمزدلفة ۱۲

وفيهم الضعيف والسقيم فاستحب الرفق بهم ولم يدخل عرفة قبل وقتها لئلا يتخذها الناس سنة ويعتقدوا ان دخولها فی غیر وقتها قربة فلما زاغت الشمس بنمرة امر بالقصواء[1] فرحلت له فاتى بطن الوادی فخطب الناس وحفظ من خطبته يومئذ ان دماءكم حرام الخ[2] ثم اذن بلال ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا **اقول** انما خطب يومئذ بالاحكام التی يحتاج الناس اليها ولا يسعهم جهلها لان اليوم يوم اجتماع وانما تنتهز مثل هذه الفرصة لمثل هذه الاحكام التی يراد تبليغها الى جمهور الناس وانما جمع بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء لان للناس يومئذ اجتماعا لم يعهد فی غير هذا الموطن والجماعة الواحدة مطلوبة ولابد من اقامتها فی مثل هذا الجمع ليراه جميع من هنالك ولا يتيسر اجتماعهم فی وقتين وايضا فلان للناس اشتغالا بالذكر والدعاء وهما وظيفة هذا اليوم ورعاية الاوقات وظيفة جميع السنة وانما يرجع فی مثل هذا الشیء البديع النادر ثم ركب حتى اتى الموقف واستقبل القبلة فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلا ثم دفع **اقول** انما دفع بعد الغروب رد التحريف الجاهلية فانهم كانوا لا يدفعون الا قبل الغروب

اور ضعیف و مریض ہر قسم کے لوگ اسمیں ہوتے ہیں لہذا اُن کے لئے آسانی کرنا مناسب ہے مگر عرفہ میں وقت سے پہلے آپ تشریف نہیں لائے اس خیال سے کہ لوگ اسکو سنت نہ سمجھنے لگیں اور اس بات کا اعتقاد نہ کرنے لگیں کہ قبل از وقت عرفہ میں آجانا موجب قرب کا ہے۔ پھر نمرہ میں پہونچکر جب آفتاب خوب روشن و بلند ہوگیا تو آپ نے اپنی سواری شریف کیلئے جسکا نام قصوہ تھا حکم دیا چنانچہ سواری کسی گئی۔ اور آپ سوار ہوکر میدان میں تشریف لے آئے اور وہاں آپنے خطبہ پڑھا۔ اس دن کے خطبہ میں سے اسقدر لوگوں کو یاد رہگیا ہے ان دماءکم حرام الخ یعنے تمہارے خون تمہارے اوپر حرام ہیں۔ بعد ازاں بلال رضؓ نے اذان پڑھی اسکے بعد اقامت کہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر ادا کی۔ پھر بلال نے تکبیر کہی اور آپ نے صلوۃ عصر پڑھی اور ان کے درمیان میں کچھ اور نماز نہ پڑھی۔ میں کہتا ہوں اُس روز آپنے خطبہ کے اندر ایسے احکام بیان فرمائے جنکی لوگوں کو حاجت ہے اور اُن کے معلوم کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دن اجتماع خلایق کا ہوتا ہے اور ایسی فرصت اسی قسم کے احکام کے لئے مغتنم ہوتی ہے۔ جن کی تکلیف تمام خلقت کیلئے مقصود ہوتی ہے۔ اور ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو آپ نے اسلیئے اکٹھا پڑھا۔ کہ اس روز لوگوں کا ایسا اجتماع ہوتا ہے۔ کہ بجز اس مقام کے نظر نہیں پڑتا۔ اور شارع کو ایک جماعت کا ہونا مقصود ہے۔ اور خاصکر ایسے انبوہ کثیر میں ایک جماعت کا قائم کرنا ضرور ہے تاکہ تمام حاضرین اُسکا معائنہ کریں۔ اور دو وقتوں کے اندر لوگوں کا اجتماع سہل نہیں ہے۔ اور نیز یہاں پر لوگ ذکر و دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ اور یہ امور اسی روز کا وظیفہ ہیں۔ اور اوقات کی پابندی تمام سال کا وظیفہ ہے اور ایسی صورت میں اُس چیز کو ترجیح ہوتی ہے جو ایک نادر اور عجیب امر ہے۔ پھر آپ وہاں سے سوار ہوکر موقف میں تشریف لائے اور روبقبلہ کھڑے رہے حتے کہ آفتاب غروب ہوا۔ اور زردی کم ہوگئی۔ بعد ازاں وہاں سے علٰحدہ ہوئے غروب کے بعد آپ وہاں سے اسلیئے علٰحدہ ہوئے تاکہ جاہلیت کی تحریف باطل ہو جائے کیونکہ اہل جاہلیت غروب سے پہلے وہاں سے ہٹ جاتے تھے۔

[1] اسم ناقتہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ [2] الخطبۃ بتمامہ مذکورۃ فی مسلم عن جابر ابن عبد اللہ فی قصۃ حجۃ الوداع من شاء فلیراجع ۱۲

ولان قبل الغروب غیر مضبوط وبعد الغروب امر مضبوط وانما یومر فی مثل ذلک الیوم بالامر المضبوط ثم دفع حتی اتی المزدلفۃ فصلی بھا المغرب والعشاء باذان واقامتین ولم یسبح بینھما ثم اضطجع حتی طلع الفجر فصلی الفجر حین تبین لہ الصبح باذان واقامۃ ثم رکب القصواء حتی اتی المشعر الحرام فاستقبل القبلۃ فدعا اللہ وکبرہ وھللہ ووحدہ فلم یزل واقفا حتی اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس حتی اتی بطن محسر[1] فحرک قلیلا **اقول** انما لم یتھجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ مزدلفۃ لانہ کان لا یفعل کثیرا من الاشیاء المستحبۃ فی المجامع لئلا یتخذھا الناس سنۃ وقد ذکرنا سر الوقوف بالمشعر الحرام وانما اوضع[2] بمحسر لانہ محل ھلاک اصحاب الفیل فمن شان من خاف اللہ وسطوتہ ان یستشعر الخوف فی ذلک الموطن ویھرب من الغضب ولما کان استشعارہ امرا خفیا ضبط بفعل ظاھر مذکر لہ منبہ للنفس علیہ ثم اتی جمرۃ العقبۃ فرماہ بسبع حصیات یکبر مع کل حصاۃ منھا مثل حصی الخذف[3] رمی من بطن الوادی **اقول** انما کان رمی الجمار فی الیوم الاول غدوۃ وفی سائر الایام عشیۃ لان من وظیفۃ الاول النحر والحلق والافاضۃ وھی کلھا بعد الرمی ففی کونہ غدوۃ توسعۃ

دوسرے یہ کہ غروب سے پہلے کا وقت کوئی معین وقت نہیں ہے۔ اور بعد الغروب ایک معین چیز ہے اور ایسے وقت میں ایسی چیز کا حکم دینا چاہیے جسمیں کسی قسم کا ایہام نہ ہو پھر وہاں سے چلکر مزدلفہ میں تشریف لائے اور وہاں پر مغرب اور عشا کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی اور کوئی نفل نماز ان کے درمیان میں نہیں پڑھی بعد ازاں ٹھیرے حتیٰ کہ فجر ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز جب صبح روشن ہوئی ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کی۔ پھر قصویٰ پر سوار ہو کر مشعر حرام میں تشریف لائے اور روبقبلہ ہو کر خدائے تعالیٰ سے دعا کی اور تکبیر پڑھی اور لا الہ الا اللہ کہا اور اسکی توحید بیان کی اور برابر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ روشنی ہوگئی پھر آفتاب برآمد ہونے سے پیشتر وہاں سے چل کر بطن محسر میں تشریف لائے اور سواری کو کچھ کچھ تیز کر دیا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی شب میں تہجد کی نماز اس لیے نہیں پڑھی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جم غفیر کے اندر بہت سے مستحبات ترک کر دیا کرتے تھے تاکہ لوگ اسکو سنت نہ سمجھنے لگیں۔ اور مشعر حرام کے قیام کا راز ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور بطن محسر میں سواری کے تیز کرنے کا یہ سبب ہے کہ وہ جگہہ اصحاب فیل ہلاک ہونے کا مقام ہے۔ لہذا جس شخص کو خدا تعالیٰ اور اسکی عظمت کا خوف ہو اسکو اس مقام میں خوف معلوم ہوتا ہے اور غضب الٰہی سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ اور چونکہ اس خوف کا معلوم کرنا ایک باطنی امر تھا اسلیے آپ نے ایک ظاہری فعل سے جو نفس کو خوف یاد دلاتا ہے اور اسکو متنبہ کرتا ہے منضبط فرمایا۔ پھر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جمرۃ العقبہ میں تشریف لائے اور سات سنگریزے اسکی طرف پھینکے اور ہر ٹھیکری کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے تھے۔ بطن وادی سے کھڑے ہو کر انکو پھینکا۔ میں کہتا ہوں۔ اول دن رمی الجمار صبح کے وقت اور اور دونوں میں شام کے وقت ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ اول روز قربانی اور حلق اور رخصت ہونے کا دن ہوتا ہے اور یہ سب کام بعد رمی الجمار کے ہوتے ہیں۔ لہذا صبح کے وقت رمی الجمار ہونے میں ان کاموں کی بخوبی گنجائش پائی جاتی ہے

[1] واد بین منی والمزدلفۃ وقولہ بالمشعر الحرام ھو جبل قزح ۱۲ [2] من الایضاع وھو فی الدابۃ نحو سیلک بسرعۃ ۱۲ [3] الرمی بالاصابع

واما سائر الایام فایام تجارۃ وقیام اسواق فلا سهل ان یجعل ذلک بعد ما یفرغ من حوائجہ واکثر ما کان الفراغ فی اٰخر النہار وانما کان رمی الجمار وترا والسعی بین الصفا والمروۃ وترا لما ذکرنا من ان الوتر عدد محبوب وان خلیفۃ الواحد الحقیقی ہو الثلاثۃ او السبعۃ فبالحری ان لا یتعدی من السبعۃ ان کان فیہا کفایۃ وانما رمی بمثل حصی الخذف لان دونہا غیر محسوس وفوقہا ربما یؤذی فی مثل هذا الموضع ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلاثا وستین بدنۃ بیدہ ثم اعطی علیا رضی اللہ عنہ لینحر ما غبر واشرکہ فی ہدیہ ثم امر من کل بدنۃ ببضعۃ فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمہا وشربا من مرقہا **اقول** انما نحر بیدہ هذا العدد لیشکر ما اولاہ اللہ فی کل سنۃ من عمرہ بدنۃ وانما اکل منہا وشرب اعتناء بالہدی وتبرکا بما کان للہ تعالی قال صلی اللہ علیہ وسلم نحرت ههنا ومنی کلہا منحر فانحروا فی رحالکم ووقفت ههنا وعرفۃ کلہا موقف ووقفت ههنا وجمع کلہا موقف وزاد فی روایۃ وکل فجاج مکۃ طریق ومنحر **اقول** فرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین ما فعلہ تشریعا لہم وبین ما فعلہ بحسب الاتفاق او لمصلحۃ خاصۃ بذلک الیوم او اختیارا لمحاسن الامر ثم رکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فافاض الی البیت فصلی بمکۃ الظہر وطاف وشرب من زمزم **اقول** انما بادر الی البیت لتکون الطاعۃ فی اول وقتہا

اور باقی ایام تجارت اور بازاروں کی خرید وفروخت کے ہوتے ہیں۔ اسلئے حوائج سے فراغت ہونے کے بعد رمی الجمار کرنے میں آسانی ہے اور آخر دن میں حوائج ضروریہ سے اکثر فراغت ہوتی ہے۔ اور رمی الجمار اور صفا اور مروہ کے مابین سعی کی اعداد طاق مقرر کرنے کا وہی سبب ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ عدد طاق خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور واحد حقیقی کا قائم مقام عدد تین بھی ہو سکتا ہے اور سات بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا سات سے اگر کفایت ہو سکے تو زیادہ اس سے مناسب نہیں ہے اور سنگریزوں کی مقدار اتنی اس لئے مقرر کیگئی کہ اس سے چھوٹے محسوس نہیں ہوتے اور ان سے بڑے میں ایسے مقام پر ایذا پہونچنے کا احتمال ہے۔

پھر آنحضرت صلعم منحر کیطرف تشریف لائے اور وہاں پر تریسٹھ بدنے اپنے ہاتھ سے ذبح کئے۔ پھر حضرت علی رض کو باقی بدنے ذبح کرنے کیلئے چھری عطا فرمائی اور اپنی ہدی میں ان کو شریک کیا۔ اور ہر بدنہ میں سے ایک ایک بوٹی لینے کا حکم دیا اور سب بوٹیاں ایک ہانڈی میں پکائی گئیں حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسمیں سے کچھ بوٹیاں نوش فرمائیں۔ اور کچھ شوربا پیا۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلعم نے جو اپنے دست مبارک سے تریسٹھ بدنے ذبح کئے اس میں نعمت کا شکر ادا کرنا مقصود تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی عمر کے ہر سال کے مقابل ایک اونٹ عطا فرمایا۔ اور انکا گوشت کھانے اور شوربا پینے میں ہدی کی تعظیم اور اس سے برکت حاصل کرنا مقصود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح کیگئی ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے نحرت الخ۔ میں نے اسجگہ قربانی کی ہے اور منیٰ سب کی سب قربانی کی جگہ ہے پس تم تو اپنے اپنے مقام پر قربانی کرو اور میں نے یہاں پر وقوف کیا ہے اور عرفہ سب کا سب موقف ہے اور میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور جمع یعنی مزدلفہ وہ سب ٹہرنے کی جگہ ہے۔ اور ایک روایت میں اسکے بعد یہ بھی آیا ہے کہ مکہ کا ہر ایک کوچہ طریق ومنحر یعنی قربانی کی جگہ ہے میں کہتا ہوں آنحضرت صلعم نے ان افعال میں جنکو آپ تشریع احکام کے طور پر عمل میں لائے اور انمیں جو آپ سے بحسب اتفاق یا کسی مصلحت کے اعتبار سے جو اس روز کیساتھ مخصوص تھی یا عمدہ ترین امور کے اختیار کرنے کے طور پر عمل میں آئے فرق کر دیا۔ پھر پیغمبر صلعم سوار ہو کر بیت اللہ کیطرف چلے اور مکہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر طواف کیا اور آب زمزم نوش فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ بیت اللہ کیطرف جلدی کرنیکا یہ سبب ہے تاکہ عبادت اول وقت عمل میں آوے۔

لے قطعۃ و ثوا اراداہ ۱۲ ے انعم علیہ ۱۲ ۵ے اسم للمزدلفۃ ۱۲

ولانہ لایأمن الانسان ان یکون لہ مانع وانما شرب من زمزم تعظیما لشعائر اللہ وتبرکا بما اظہرہ اللہ رحمۃ فلما انقضت ایام منی نزل بالابطح وطاف للوداع ونفر اقول اختلف فی نزولہ الابطح هل هو علی وجہ العبادۃ فقالت عائشۃ نزول الابطح لیس بسنۃ انما نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ کان اسمح لخروجہ واستنبط من قولہ حیث تقاسموا علی الکفر[1] انہ قصد بذالک تنویہا بالدین والاول اصح ٭ واللہ اعلم۔

امور تتعلق بالحج

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل الحجر الاسود من الجنۃ وهو اشد بیاضا من اللبن فسودتہ خطایا بنی آدم وقال فیہ واللہ لیبعثنہ اللہ یوم القیامۃ لہ عینان یبصر بهما ولسان ینطق بہ یشهد علی من استلمہ بحق وقال ان الرکن والمقام یاقوتتان اقول یحتمل ان یکونا من الجنۃ فی الاصل فلما جعلا فی الارض اقتضت الحکمۃ ان یراعی فیهما حکم نشأۃ الارض فطمس نورهما ویحتمل ان یراد انہ خالطهما قوۃ مثالیۃ بسبب توجہ الملائکۃ الی تنویہ امرهما وتعلق همم الملأ الاعلی والصالحین من بنی آدم حتی صارت فیهما قوۃ ملکیۃ وهذا وجہ التوفیق بین قول ابن عباس رضی اللہ عنهما کلما هذا وقول محمد بن الحنفیۃ رضی اللہ عنہ حجر من احجار الارض وقد شاهدنا عیانا

دوسرے یہ کہ ہروقت انسان کو کسی مانع کے پیش آنے کا احتمال ہے اور آب زمزم آپ کے نوش فرمانے میں شعائر الہی کی تعظیم اور خدا تعالی نے اپنی رحمت سے جوایک چیز ظاہر کی ہے اُس سے برکت حاصل کرنا ہے۔ پھر جب منا کے دن گذر گئے تو آپ نے ابطح میں نزول فرمایا اور طواف الوداع کرکے تشریف لیگئے۔ میں کہتا ہوں ابطح میں نزول فرمانے کے اندر اختلاف ہے۔ آپ کا یہ نزول فرمانا عبادت تھا یا عادت۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابطح کے اندر اُترنا سنت نہیں ہے ٭ واللہ اعلم۔

اُن اُمورات کا بیان جو حج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ حجر اسود جنت سے اُتارا گیا ہے۔ اور وہ دودھ سے بدرجہا زیادہ سپید تھا۔ پھر بنی آدم کے گناہوں نے اُسے سیاہ کردیا ہے۔ اور آپ نے اُسکے باب میں فرمایا ہے۔ کہ قسم اللہ کی خدا تعالی اسکو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھاویگا کہ اُسکی دو آنکھیں ہونگی جسے دیکھیگا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا۔ اور جس نے اُسکو اللہ بوسہ دیا ہے اُسکی شہادت بیان کریگا اور آپ نے فرمایا ہے۔ کہ رکن یمانی اور مقام دو یاقوت ہیں۔ میرے نزدیک یہ احتمال ہے کہ واقعہ میں یہ جنت سے لائے گئے تھے لیکن جب زمین پر نصب کئے گئے تو حکمت کا مقتضے یہ ہوا کہ جب مزاج زمین کے انمیں رعایت کیجاوے اسلیے اُنکا نور سلب کردیا گیا۔ اور یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ ان دونوں کی عظمت کیطرف ملائکہ کی توجہ اور ملاء اعلی اور صالحین کی ہمتوں کے متعلق ہونے کے سبب انکے ساتھ ایک قوت مثالیہ کا اختلاط ہوا ہے حتی کہ وہ قوت مثالیہ اُنکے اندر قوت ملکیہ ہوگئی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول میں۔ اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے اس قول میں کہ زمین کے پتھروں میں سے وہ ایک پتھر ہے۔ توفیق کی یہی صورت ہے۔ اور ہم نے آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔ کہ

[1] الحجرات

[1] اول الحدیث ما روی عن ابی هریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم حین اراد حنینا منزلنا غدا ان شاء اللہ بخیف بنی کنانۃ

ان البیت کالمحشو بقوۃ ملکیۃ ولذلک وجب ان یعطی[1] فی المثال ما ھو خاصیۃ الاحیاء من العینین واللسان ولما کان معرفا الایمان المؤمنین وتعظیم المعظمین للہ وجب ان یظھر فی اللسان بصورۃ الشھادۃ لہ او علیہ کما ذکرنا من سر نطق الارجل والایدی قال صلی اللہ علیہ وسلم من طاف بھذا البیت اسبوعا یحصیہ وصلی رکعتین کان کعتق رقبۃ وما وضع رجل قدما ولا رفعھا الا کتب اللہ لہ بھا حسنۃ ومحا بھا سیئۃ ورفع لہ بھا درجۃ **اقول** السر فی ھذا الفضل شیان احدھما انہ لما کان شبحا للخوض فی رحمۃ اللہ وعطف دعوات الملأ الاعلی الیہ ومظنۃ لذلک ذکر لہ اقرب خاصیۃ لذلک وثانیھما انہ اذا فعلہ الانسان ایمانا بامر اللہ وتصدیقا لموعودہ کان تبیانا لایمانہ وشرحا لہ قال صلی اللہ علیہ وسلم ما من یوم اکثر من ان یعتق اللہ فیہ عبدا من النار من یوم عرفۃ وانہ لیدنو ثم یباھی بھم الملائکۃ **اقول** ذلک لان الناس اذا تضرعوا الی اللہ باجمعھم لم یتراخ نزول الرحمۃ علیھم وانتشار الروحانیۃ فیھم وقال صلی اللہ علیہ وسلم خیر الدعاء دعاء یوم عرفۃ وخیر ما قلت انا والنبیون من قبلی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ وذلک لانہ جامع لاکثر انواع الذکر ولذلک رغب فیہ وفی سبحان اللہ والحمد للہ الخ فی مواطن کثیرۃ واوقات کثیرۃ کما یاتی فی الدعوات

کہ بیت اللہ قوت ملکیہ سے بھرا سا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے ضروری ہوا کہ عالم مثال میں حجر اسود کو آنکھیں اور زبان جو جاندار چیزوں کے لوازم میں سے ہیں عطا کی جائیں اور چونکہ حجر اسود سے مومنین کا ایمان اور خدائیتعالیٰ کی تعظیم کرنے والوں کی تعظیم معلوم ہوتی ہے لہذا ضرور ہوا کہ اسکی زبان سے شہادت کی صورت کے ساتھ اسکا ظہور ہو۔ جیساکہ پیر و ہاتھ کے گویا ہونے کا راز ہم نے بیان کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من طاف الخ جس شخص نے اس گھر کا سات مرتبہ شمار کرکے طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوا۔ اور کوئی آدمی اپنا قدم نہیں رکھتا اور نہ اسکو اٹھاتا ہے۔ مگر خدائیتعالیٰ اسکے مقابل میں ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ دور کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ میرے نزدیک اس فضیلت کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ طواف کرنا چونکہ رحمت الٰہی اور ملائکہ کی دعاؤں کے اندر داخل ہونے کا شبہ اور اسکا مظنہ ہے۔ لہذا اس کی خاصیت قریبہ کو ذکر فرمایا اور دوسرے یہ کہ جب خدائیتعالیٰ پر یقین رکھکر اور اسکے وعدے کو سچا سمجھکر ان افعال کو عمل میں لاتا ہے تو اس سے اسکا ایمان ظاہر اور عیاں ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من یوم اکثر الخ عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ خدائیتعالیٰ کسی بندہ کو دوزخ سے آزاد کرے اور اس دن خدائیتعالیٰ قریب ہو جاتا ہے۔ پھر اپنے بندوں سے فرشتوں پر فخر بیان کرتا ہے۔

میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے۔ کہ جب تمام لوگ خدائیتعالیٰ کی طرف تضرع و نیازمندی کرتے ہیں تو رحمت کے نازل ہونے اور روحانیت کے ان کے اندر پھیل جانے میں کچھ توقف نہیں ہوتا۔ اور نیز آپ نے فرمایا ہے خیر الدعاء الخ بہتر دعا عرفہ کی دعا ہے اور بہتر بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی ہے لا الہ الا اللہ الخ ہے اسکا سبب یہ ہے کہ یہ کلمہ ذکر کے بہت سے اقسام کا جامع ہے۔ لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مقامات اور بہت سے اوقات میں اسکی اور سبحان اللہ والحمد للہ الخ کی لوگوں کو رغبت دلائی ہے۔ چنانچہ دعاؤں کے بیان میں اسکا ذکر آتا ہے۔

[1] ای الحجر وقولہ ان یظھر ای التعریف وقولہ ای المؤمن او علیہ ای الکافر ۱۲

ومن السنة ان يهدى وان لم يأت الحج اقامة لاعلاء كلمة الله بقدر الامكان وانما دعا للمحلقين ثلاثا وللمقصرين مرة ابانة لفضل الحلق وذلك لانه اقرب لزوال الشعث المناسب لهيئة الداخلين على الملوك وادنى ان يبقى اثر الطاعة ويرى منه ذلك ليكون انوه بطاعة الله ونهى ان تحلق المرأة رأسها لانها مثلة وتشبه بالرجال وافتى فيمن حلق قبل ان يذبح او نحر قبل ان يرمى او رمى بعد ما امسى او افاض قبل الحلق انه لا حرج ولم يامر بكفارة والسكوت عند الحاجة بيان وليت شعرى هل فى بيان الاستحباب صيغة اصرح من لا حرج ولا يتم التشريع الا ببيان الرخص فى وقت الشدائد فمنها اذى لا يستطيع معه الاجتناب عما حرم عليه فى الاحرام وفيه **قوله تعالى** فمن كان منكم مريضا او به اذى من رأسه ففدية من صيام او صدقة او نسك و **قوله** صلى الله عليه وآله وسلم لكعب بن عجرة فاحلق راسك واطعم فرقا[1] الخ وقد بينا ان احسن انواع الرخص ما يجعل معه شئ يذكر له الاصل ويثلج صدر المجمع على عزيمة الاصل عند تركه وحمل الافراط فى وجوب الكفارة

اگر کوئی شخص حج کو نہ جائے تب اسکو ہدی بھیجنا سنت ہے تاکہ حتی المقدور اعلاء کلمتہ اللہ کی اقامت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والے کے لیے تین مرتبہ اور ترشوانے والے کے لیئے ایک مرتبہ دعا کی تاکہ سر منڈانے کی فضیلت ظاہر ہو جاوے اور اسکا سبب یہ ہے کہ سر کا منڈانا گرد وغبار کے دور کرنے کے قریب ہے جو بادشاہوں کے حضور میں جانے والوں کی حالت کے مناسب ہے اور عبادت کا اثر بھی ابھی کچھ دیر تک باقی رہ سکتا ہے اور کچھ زمانے لوگوں کو اسکا اثر معلوم ہوتا ہے اور اس میں خدا تعالی کی عبادت پر خبردار کرنا ہے اور آپ نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ عورت کے حق میں سر کا منڈانا مثلہ ہے جیسے ناک کان کٹ جاویں اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے جس شخص نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا یا قبل از رمی انجمار کے قربانی کی یا شام ہونے کے بعد رمی الجمار کی یا سر منڈانے سے پہلے طواف الافاضہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیئے یہ فتوی دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اور کفارہ کا اسکو حکم نہیں دیا اور حاجت کے وقت سکوت کرنے کو بیان کرنے کا حکم ہوتا ہے اور کاش مجھ کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ استحباب بیان میں (لا حرج) کے لفظ سے کوئی اور لفظ صریح الدلالتہ ہے اگر شدائد کے وقت رخصتوں کا بیان نہ کیا جائے تو تشریع کامل نہیں ہوتی منجملہ شدائد کے وہ تکلیف ہے کہ احرام کے اندر جو چیزیں حرام کی گئی ہیں تو اس تکلیف کے سبب سے اسکو ان چیزوں سے بچنا دشوار ہو اسکے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے **فمن کان منکم مریضا او بہ الخ** یعنی تم میں سے جو آدمی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ دکھ ہو تو روزوں سے یا صدقے سے یا قربانیوں سے اسکا فدیہ دے اور نیز آپ نے کعب بن عجرہ سے فرمایا فاحلق واسک الخ اپنے سر کو منڈا لے اور ایک فرق (ایک وزن کا نام ہے) مساکین کو کھلا دے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں رخصت کے اقسام میں سے وہ قسم بہتر ہے کہ جس کے ساتھ کوئی ایسی چیز مقرر کر دی جائے جو اصل عبادت کی یاد دہانی کرتی رہے اور جس شخص نے اصل عبادت کی عظمت کا التزام کر رکھا تھا اس عبادت کے چھوڑتے وقت اس کو اضطرابی نہ ہو اور وجوب کفارہ میں جو زیادتی کی گئی ہے۔

[1] ہو بفتح الفاء والراء وسکون الراء کیال یسع ثلاثۃ آصع ۱۲

على ذلك بالطريق الاولى ومنها الاحصار وقد سنّ فيه حين حال كفار قريش دون البيت فنحر هدايا ه وحلق وخرج من الاحرام والسر في حرم مكة والمدينة ان لكل شئ تعظيما وتعظيم البقاع ان لا يتعرض لما فيها بسوء واصله ماخوذ من حمى الملوك وحلة بلادهم فانه كان انقياد القوم لهم وتعظيمهم اياهم مسا وقا لمؤاخذة انفسهم ان لا يتعرضوا لما فيهما من الشجر والدواب وفي الحديث ان لكل ملك حمى وان حمى الله محارمه فاشتهر ذلك بينهم وركز في صميم قلوبهم وسويدا افئدتهم ومن ادب الحرم ان يتأكد وجوب ما يجب في غيره من اقامة العدل وتحريم ما يحرم فيه وهو قوله صلى الله عليه وسلم احتكار الطعام في الحرم الحاد فيه، قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا لا تقتلوا الصيد وانتم حرم الآية اقول لما كان الصيد في الحرم والاحرام والجماع في الاحرام افراطا ناشئا من توغل النفس في شهوتها وجب ان يزجر عن ذلك بكفارة واختلفوا في جزاء الصيد هل تعتبر المثلية في الخلق او القيمة والحق انه ينبغي ان يسأل ذوي عدل فان رايا راي السلف في تلك الصورة فذاك وان رايا القيمة فذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم لا يصبر على لأواء[1] المدينة احد من امتي الا كنت له شفيعا يوم القيمة اقول سر هذا الفضل ان عمارة المدينة اعلاء لشعائر الدين فهذه فائدة ترجع الى الملة

وہ بطریق اولیٰ اسپر محمول ہے منجملہ ان شدائد کے ایک احصار ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ مقرر کیا کہ جب بیت اللہ کے جانے سے کفار قریش نے آپ کو روکا تو آپ نے اپنی ہدایا کی قربانی کی اور سر مبارک منڈوایا اور احرام سے باہر تشریف لائے۔ مکہ اور مدینہ کے حرم میں یہ راز ہے کہ ہر چیز کے لیئے ایک خاص تعظیم ہوتی ہے۔ کسی زمین کی تعظیم یہ ہے کہ اسمیں کسی چیز سے تعرض نہ کیا جائے اور اصل یہ تعظیم بادشاہوں کی حد اور ان کی شہر پناہوں سے ماخوذ ہے جب کوئی قوم ان کی فرمانبردار ہوتی ہے اور ان کی اطاعت و تعظیم کرتی ہے تو ان کے مطیع ہونے میں یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر اس بات کو مقرر کر لیتی ہے کہ ان حدود کے اندر جو درخت و چارپائے وغیرہ ہیں انسے ہم کچھ تعرض نہ کریں گے اور حدیث شریف میں آیا ہے ان لکل ملک الخ یعنے ہر ایک بادشاہ کے لیئے باڑ ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی باڑ اس کے محارم ہیں اس بات کو سب لوگ جانتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہوتی ہے اور حرم کا ادب ایک یہ بھی ہے کہ جو چیز غیر حرم میں واجب ہے مثلاً عدل کا قائم کرنا یا جو چیز حرام ہے حرم کے اندر اسکے اور تحریم کی نہایت تاکید کیجائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احتکا والطعام فی الحرم الخ یعنی حرم کے اندر غلہ کا بند کرنا اسمیں الحاد کرنا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا الخ اے ایمان والو احرام کی حالت میں شکار مت مارو میں کہتا ہوں چونکہ حرم و احرام کے اندر شکار اور احرام کے اندر جماع کرنا ایک قسم کی افراط ہے جسکا راز خواہش نفسانی کے اندر رہے۔ توغل پر ہے لہذا کفارہ مقرر کرکے اس سے روکنا ضروری ہوا شکار کی جزا میں اختلاف ہے کہ خود شکار کے لحاظ سے مثلیت کا اعتبار کرنا چاہیے یا قیمت کے لحاظ سے اور حق یہ ہے کہ دو عادل شخصوں سے یہ بات دریافت کیجائے ایسی صورتوں میں جو سلف رائے دیا کرتے تھے اگر وہ رائے دیں تو اسپر عمل کرنا چاہیئے اور اگر قیمت تجویز کریں تو قیمت دینی چاہیئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا یصبر علی لاواء المدینۃ احد الخ میری امت میں سے مدینہ کی تکلیف پر کوئی شخص صبر نہ کریگا۔ مگر میں بروز قیامت اسکا شفیع ہونگا۔ میرے نزدیک اس فضیلت میں یہ راز ہے کہ مدینہ کا آباد کرنا شعائر دین کا بلند کرنا ہے اور یہ ایسا فائدہ ہے جسکا نتیجہ دین کیطرف راجع ہوتا ہے۔

[1] اللاواء الشدۃ وضیق المعیشۃ ۱۲

وان حضور تلك المواضع والحلول فی ذلك المسجد مذكرله ما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فيه وهذه فائدة ترجع الى نفس هذا المكلف قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابراهيم حرم مكة فجعلها حراما وانی حرمت المدينة **اقول** فيه اشارة الى ان دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجهد همته و تاكد عزيمته له دخل عظيم فی نزول التوقيتات والله اعلم۔

من ابواب الاحسان

اعلم ان ما كلف به الشارع تكليفا اولیا ايجابا او تحريما هو الاعمال من جهة انها تنبعث من الهيئات[1] النفسانية التی هی المعاد للنفوس اوعليها وانها تمد فيها وتشرحها وهی اشباحها وتماثيلها و البحث عن تلك الاعمال من جهتين احداهما جهة الزامها جمهور الناس والعمدة فی ذلك اختيار مظان تلك الهيئات من الاعمال والطريقة الظاهرة التی يليها نهارها يؤاخذون بها على اعين الناس فلا يتمكنون من التسلل والاعتذار ولابد ان يكون بناؤها على الاقتصاد والامور المضبوطة والثانية جهة تهذيب نفوسهم بها وايصالها الى الهيئات المطلوبة منها والعمدة فی ذات معرفة تلك الهيئات ومعرفة الاعمال من جهة ايصالها اليها وبناؤها على الوجدان وتفويض الامر الى صاحب الامر فالباحث عنها من الجهة الاولى هو علم الشرائع

اور ان مواضع میں حاضر ہونے اور مسجد نبوی میں داخل ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات یاد آتے ہیں جسکا فائدہ اس مکلف کی ذات کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان ابراهيم حرم مكة فجعلها حراما الخ یعنی ابراہیم نے تو مکہ کو حرمت دی اور اسکو حرم بنا دیا اور میں نے مدینہ کو حرم بنا دیا۔ میں کہتا ہوں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کوشش ہمت پکی عزیمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا مانگنے کو توقیتات کے مقرر ہونے میں بڑا دخل ہے ؞

اُن احادیث کا بیان جو احسان کے متعلق وارد ہوئی ہیں

معلوم کرو کہ شارع نے بندوں کو بالذات جن امور کے ساتھ خواہ بطور ایجاب خواہ بطور تحریم کے مکلف کیا ہے وہ اعمال ہیں اسلئے کہ اعمال ان حالات نفسانیہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ جنکا نفع ونقصان آخرت میں نفوس کی جانب عائد ہوتا ہے اور یہ اعمال ان کیفیات نفسانیہ کو بڑھاتے ہیں اور ان کیفیات نفسانیہ کا بیان اور ان کے بیلئے صور ہوتے ہیں ان اعمال سے دو طرح پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک تو اس اعتبار سے کہ تمام لوگوں پر اُن کا عمل میں لانا لازم ہوتا ہے اور اس اعتبار سے اُن اعمال اور ظاہری طریقوں کا اختیار کرنا مقصود ہوتا ہے جنکا ظاہر و باطن متمیز نہیں ہوتا اور اُن کیفیات پر یہ اعمال بمنزلہ قران کے ہوتے ہیں اور ان اعمال کا لوگوں سے سب کے روبرو مطالبہ کیا جاتا ہے اور اُن سو اس اعمال سے بچنے اور عذر کرنے کا موقعہ نہیں ہوتا ایسے اعمال کی بناء درمیانی حالت اور امور منضبطہ پر ہوتی ہے۔ اور دوسری قسم ان اعمال سے لوگوں کے نفس مہذب کرنا ہے اور جو کیفیت ان اعمال سے مطلوب ہوتی ہے اُس تک نفس کا پہونچانا اس اعتبار سے ان کیفیات کا معلوم کرنا۔ اور ان اعمال کا اسطرح پر معلوم کرنا کہ وہ ان کیفیات کی طرف پہنچاتی میں مقصود ہوتا ہے اور ان کا مبنا وجدان اور مکلفین کے اختیار میں دے دینے پر ہوتا ہے۔ پہلے اعتبار سے جس علم میں ان اعمال سے بحث کی جاتی ہے۔ وہ علم شرائع ہے۔

[1] مثل الاخبات وغيره ۱۲

وعن الثانية هو علم الاحسان فالناظر في مباحث احسان يحتاج الى شيئين النظر الى الاعمال من حيث ايصالها الى هيئات نفسانية لان العمل ربما يؤدي على وجه الرياء والسمعة او العادة او يقارنه العجب والمن والاذى فلا يكون موصلا الى ما لا بد منه وربما يؤدي على وجه لا تتنبه هذه النفس لامر واحد تنبها يليق بالمحسنين وان كان من النفوس من يتنبه بمثله كالمكتفي باصل الفرض لا يزيد عليه كما ولا كيفا وهو ليس بزكي والنظر الى تلك الهيئات النفسانية ليعرف حاق معرفتها فيباشر الاعمال على بصيرة مما اريد منها فيكون طبيب نفسه يسوس نفسه كما يسوس الطبيب الطبيعة فان من لا يعرف المقصود من الآلات كان اذا استعملها ان يخبط خبط عشواء او يكون كحاطب ليل واصول الاخلاق المبحوث عنها في هذا الفن اربعة كما نبهنا على ذلك فيما سبق الطهارة الكاسبة للتشبه بالملكوت والاخبات الجالب للتطلع الى الجبروت وشرع للاول الوضوء والغسل وللثاني الصلوة والاذكار والتلاوة واذا اجتمعنا سميناه سكينة ووسيلة وهو قول حذيفة في عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنهما لقد علم المحفوظون من اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم انه اقربهم الى الله وسيلة وقد سماها الشارع ايمانا في قوله الطهور شطر الايمان وتدبير النبي صلى الله عليه وسلم حال الاول حيث قال ان الله نظيف يحب النظافة واشار الى الثاني

اور جس علم میں دوسرے اعتبار سے بحث کیجاتی ہے وہ علم علم الاحسان ہے مباحث احسان میں نظر کرنے والے کو دو چیزوں کی حاجت ہوتی ہے ایک تو اعمال کو اسطرح پر معلوم کرنا جسطرح کیفیات نفسانیہ انسے پیدا ہوتی ہیں کیونکہ بسا اوقات ریاء اور سمعہ یا عادت کے طور پر کوئی عمل ادا کیا جاتا ہے یا اسکے ساتھ خود پسندی اور منت اور ایذا رسانی پائی جاتی ہے ایسے وقت میں اس عمل سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی جو اس عمل سے منظور ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات کوئی عمل اسطرح پر ادا کیا جاتا ہے کہ نفس کو اس عمل کی وجہ سے وہ تنبہ حاصل نہیں ہوتا جو محسنین کو حاصل ہونا چاہیے اگرچہ بعض نفس اسکے مثل پر متنبہ ہوجاتے ہیں مثلاً وہ شخص کہ جو اصل فرائض پر اکتفا کرتا ہے اور کماً یا کیفاً اسپر زیادہ نہیں کرتا وہ شخص زکی نہیں ہے اور دوسرے ان ہیات نفسانیہ کا کامل طور پر معلوم کرنا تاکہ بصیرت کے ساتھ ان اعمال کو عمل میں لاسکے وہ شخص اپنے نفس کا طبیب ہوتا ہے جسطرح طبیب کی طبیعت پر حکومت ہوتی ہے ایسے ہی اس شخص کو اپنے پر حکومت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص اسباب کو نہیں جانتا کہ آلات سے کیا مقصود ہے تو وہ شخص جب آلات کو برتتا ہے اندھی اونٹنی کی طرح بدحواس ہوجاتا ہے یا اسکا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جو رات کے وقت لکڑیاں چنتا پھرتا ہے جن اخلاق سے اس فن میں گفتگو کیجاتی ہے ان کے چار اصول ہیں چنانچہ سابقاً اس سے آگاہ کرچکے ہیں ایک تو طہارت جسکے سبب سے تشبیہ بالملکوت حاصل ہوتی ہے اور ایک فرمانبرداری جو جبروت پر اطلاع پانے کا سبب ہوتی ہے پہلے امر کیلئے وضو اور غسل اور دوسرے کے لیئے نماز اور اذکار اور تلاوت مقرر کی گئی اور جب دونوں باتیں جمع ہوجاتے ہیں تو ہم اسکو سکینہ اور وسیلہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں چنانچہ حذیفہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے حق میں ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے محفوظ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ یعنے عبد اللہ بن مسعودؓ سب سے زیادہ وسیلہ کے اعتبار سے خدائیتعالی کے مقرب ہیں اور شارع نے طہارت کو ایمان سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے الطهارة الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کا حال اسطرح بیان فرمایا ہے ان الله نظيف الخ خدائے تعالی پاک ہے۔ اور پاکی پسند کرتا ہے۔ اور دوسرے کیطرف اس قول سے اشارہ فرمایا ہے۔

حيث قال الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك والعمدة فى تحصيل غايتها بالنواميس المأثورة عن الانبياء مع ملاحظة ارواحها وانوارها والاكثار منها امع رعاية هيئاتها و اذكارها فروح الطهارة هى نور الباطن وحالة الانس والانشراح وخمود الافكار الجريئة وركود التشويشات والقلق وتشتت الفكر والضجر والجزع وروح الصلوٰة هى الحضور مع الله والتوجه الى الجبروت وتذكر جلال الله مع تعظيم ممزوج بمحبة وطمانينة واليه الاشارة فى قوله صلى الله عليه وسلم الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك واشار الى كيفية تمرين النفس عليها بقوله قال الله تعالى قسمت الصلوٰة[1] بينى وبين عبدى نصفين ولعبدى ما سأل فاذا قال العبد الحمد لله رب العٰلمين قال الله حمدنى عبدى واذا قال الرحمن الرحيم قال الله اثنى على عبدى واذا قال مالك يوم الدين قال مجدنى عبدى واذا قال اياك نعبد واياك نستعين قال هذا بينى وبين عبدى ولعبدى ما سأل واذا قال اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال هذا لعبدى ولعبدى ما سأل فذلك اشارة الى الامر بملاحظة الجواب فى كل كلمة فانه منبه للحضور تنبيها بليغا وبادعية سنها النبى صلى الله عليه وسلم فى الصلوٰة وهى مذكورة فى حديث على رضى الله عنه وغيره

الاحسان الخ۔ احسان اسکا نام ہے کہ تو اللہ کی بندگی کرے گویا کہ تو اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو وہ تجھکو دیکھتا ہے طہارت کے حاصل کرنے میں ان عبادات کا جو انبیاء علیہ السلام سے ماثور ہیں اختیار کرنا اور ان کی ارواح اور انوار کا لحاظ کرنا اور کثرت سے انکا عمل میں لانا اور انکی ہیئات واذکار کا خیال رکھنا ضروری ہے پس طہارت کی روح باطن کا منور ہونا اور انس وسرور کی حالت کا پیدا ہونا اور افکار ردیہ کا دور ہونا اور تشویشات وپراگندگی وپریشانی وافکار کا رک جانا ہے اور نماز کی روح خداتعالیٰ کے ساتھ حضور اور جبروت پر اطلاع پانی اور خداتعالیٰ کی کبریائی کی یادداشت اور اسکے ساتھ تعظیم اور تعظیم کے ساتھ محبت واطمینان ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں الاحسان الخ اسکی طرف اشارہ ہے اور آپ نے نفس کو نماز کے عادی ہونے کی کیفیت پر اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ نماز کو اپنے اور بندہ کے مابین نصف نصف تقسیم کر لیا ہے۔ و لعبدی ماسأل اور میرے بندہ کے لیئے وہ چیز ہے جو مانگے۔ پس جب بندہ الحمد لله رب العٰلمين کہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے۔ میرے بندے نے بڑائی و بزرگی بیان کی۔ اور جب کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو فرماتا ہے۔ یہ میرے اور میرے بندہ کے مابین مشترک ہے۔ اور جو میرا بندہ مانگے اسکے لیئے موجود ہے۔ اور جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ الخ تو فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کیلئے ہے اور میرا بندہ جو مانگے موجود ہے اس حدیث میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر کلمہ پر جواب کا لحاظ رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے حضور قلبی پر نفس کو تنبیہ بلیغ ہوتی ہے اور وہ دعائیں جو آپ نے نماز کے اندر مقرر فرمائی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ وغیرہ کی حدیث میں مذکور ہیں:

[1] قوله قسمت الصلوٰة ای الفاتحة و قوله مجدنى اى نسبنى الى المجد ۱۲

وروح تلاوة القرآن ان يتوجه الى الله بشوق وتعظيم ويتدبر في مواعظه ويستشعر الانقياد في احكامه ويعتبر بامثاله وقصصه ولا يمر بآيات صفات الله وآياته الا قال سبحان الله ولا بآية الجنة والرحمة الا سأل الله من فضله ولا بآية النار والغضب الا تعوذ بالله فهذا ما سن رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمرين النفس بالاتعاظ وروح الذكر الحضور والاستغراق في الالتفات الى الجبروت وتمرينه ان يقول لا اله الا الله والله اكبر ثم يسمع من الله انه قال لا اله الا انا وانا اكبر ثم يقول لا اله الا الله وحده لا شريك له ثم يسمع من الله لا اله الا انا وحدي لا شريك لي وهكذا حتى يرتفع الحجاب ويتحقق الاستغراق وقد اشار النبي صلى الله عليه وسلم الى ذلك[له] وروح الدعاء ان يرى كل حول وقوة من الله ويصير كالميت في يد الغسال وكالتمثال في يد محرك التماثيل ويجد لذة المناجاة وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يدعو بعد صلوة التهجد في اثنا اشفاعه[له] دعاء طويلا يقنع[له] فيها يديه يقول يا رب يا رب يسأل الله خير الدنيا والآخرة ويتعوذ به من البلايا ويتضرع ويلح ويشترط في ذلك ان يكون بقلب فارغ غير لاه ولا يكون حاقنا ولا جائعا ولا غضبان فاذا عرف الانسان حالة المحاضرة ثم فقدها فليفحص عن سبب الفقد

ان میں بھی اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے تلاوت قرآن کی روح یہ ہے کہ شوق و تعظیم کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو اور قرآن کی نصیحتوں میں فکر و غور کرتا جائے اور قرآن کی امثال و قصص سے عبرت حاصل کرتا جائے اور جب خدا تعالےٰ کی کسی صفت اور اسکی نشانی پر گذرے سبحان اللہ کہے اور جب جنت و رحمت کی آیت پڑھے خدا تعالیٰ سے فضل کا خواستگار ہو اور جب جہنم اور غضب کی آیت پر گذرے پناہ کا طلب گار ہو۔ یہ وہ امور ہیں جنکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نفس کو نصائح کے خوگیر ہونے کے لیے مقرر فرمایا ہے اور ذکر کی روح حضور اور خدا تعالیٰ کی جبروتیت میں مستغرق ہو جانا ہے اور یہ بات اس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ کہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر خدا تعالیٰ سے اسکا جواب سنے اسکے جواب میں فرماتا ہے لا الہ الا اللہ انا و انا اکبر پھر کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پھر یہ بات کا خیال کرے۔ کہ اللہ پاک اسکے جواب میں فرماتا ہے لا الہ الا انا وحدہ لا شریک لی اور اسیطرح کیا کرے حتیٰ کہ حجاب رفع ہو اور استغراق حاصل ہو جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور دعا کی روح یہ ہے کہ اسباب کا خیال کرے کہ ہر چیز سے روکنا اور ہر چیز کی قدرت دینا خدا تعالےٰ کے قبضہ میں ہے اور اپنے آپ کو ایسا سمجھے جیسے نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے یا جسطرح کسی کے ہاتھ میں مورت ہوتی ہے اسکو جیسے چاہتا ہے حرکت دیتا ہے اور مناجات کی لذت اس کو حاصل ہوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز کے بعد اسکے شفعوں کے مابین ایک بہت بڑی دعا بیان کی ہے کہ بندہ دونوں ہاتھ اٹھا کر خدا تعالیٰ سے دعا کرے اے پروردگار اے پروردگار کہتا جائے اور دنیا و آخرت کی بھلائی کا سوال کرے اور مصائب سے پناہ مانگے اور نہایت تضرع و نیازمندی سے دعا مانگے مگر اسمیں یہ شرط ہے کہ اسکا دل امور دنیوی سے فارغ ہو اور بول و براز کی حاجت اور اشتہا طعام سے فراغت ہو اور نہ غصہ کی حالت ہو پس جب انسان حضور قلبی کی کیفیت معلوم کرلے اور پھر وہ حضور اسکو حاصل نہو تو اس حضور کے جاتے رہنے کا سبب اسکو سوچنا چاہیے

له من الاقناع وهو رفع الايدي عند الدعاء ١٢

له كما رواه الترمذي عن ابي سعيد وابي هريرة قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صوه، قال لا اله الا الله والله اكبر صدقه ربه وقال لا اله الا انا وانا اكبر الحديث ١٢ له جمع شفع وهو ركعتان من الصلوة ١٢

فان کان غزارۃ الطبیعۃ فعلیہ بالصوم فان لہ وجاء واکثر ما یکون فی الصوم ان یصوم شہرین متتابعین وان احتاج الی استفراغ المنی والتفرغ من اصلاح المطعم والمشرب او کان ذہب نشاطہ واراد اعادتہ بعد ذلک فرجا یدفع بہ سوء صنیعہ من غیر انہماک فی المفاکہۃ والاختلاط ولیجعلہ کالدواء یحصل نفعہ ویحترز من فسادہ وان کان الاشتغال بالارتفاقات وصحبۃ الناس فلیعالج بضم العبادات معہا وان کان امتلاء اوعیۃ الفکر بخیالات مشوشۃ وافکار جریرۃ فلیعتزل الناس ویلتزم البیت او المسجد ویمنع لسانہ الا من ذکر اللہ وقلبہ الا من الفکر فیما یہمہ ویتعاہد نفسہ عند ما یتیقظ لیکون اول ما یدخل فی قلبہ ذکر اللہ وعند ما یرید ان ینام لیتخلی قلبہ عن تلک الاشغال والثالث سماحۃ النفس وہی ان لا انقیاد الملکیۃ لدواعی البہیمیۃ من طلب اللذۃ وحب الانتقام والغضب والبخل والحرص علی المال والجاہ فان ہذہ الامور اذا باشر الانسان اعمالہا المناسبۃ لہا تتشبح الوانہا فی جوہر النفس ساعۃ ما فان کانت النفس سمحۃ یسہل علیہا رفض الہیئات الخسیسۃ فصارت کانہ لم یمکن فیہا شیء من ذلک الباب قط وخلصت الی رحمۃ اللہ واستغرقت فی لجۃ الانوار التی تقتضیہا جبلۃ النفوس لولا الموانع وان لم تکن سمحۃ تتشبح الوانہا فی النفس کما تتشبح نقوش الخاتم فی الشمعۃ ولصق بہا وضر الحیاۃ الدنیا

اگر قوت جسمانی اسکا باعث ہے تو اسکو روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ روزے سے قوائے جسمانی ضعیف ہوجاتے ہیں بسا اوقات دو مہینہ کے پیاپے روزے رکھنے سے یہ بات حاصل ہوسکتی ہے اور اگر جماع کی خواہش ہے یا کھانے پکانے سے فارغ ہونے کی حاجت ہے اور اسکو عبادت کا سرور جاتا رہا ہے اور اسکا اعادہ چاہتا ہے تو اسکو نکاح کرنا چاہیے تاکہ جماع کی حاجت دفع ہوسکے مگر لذائذ اور اختلاط میں منہمک ہونے سے باز رہے اور اسکو بمنزلہ دوا کے سمجھے جسکے نقصان سے محفوظ رہنا اور نفع سے تمتع حاصل کرنا چاہیے اور اگر تدابیر ضروریہ اور لوگوں کی مصاحبت میں مشغول رہنا ہے تو ان کے ساتھ عبادت کا بھی شامل کرنا ضروری خیال کرے اور اسکے دماغ میں خیالات مشوشہ اور افکار ناقصہ بھرے ہوئے ہیں تو اسکو لوگوں کی ملاقات ترک کرکے گھر یا مسجد میں خلوت نشینی اور اپنی زبان کو بجز ذکر الہی کے اور اپنی قلب کو بجز اس فکر کے کہ جسکے وہ درپے ہے روکنا چاہیے اور نیند سے بیدار ہوتے وقت ذکر الہی کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے خدا تعالی کا ذکر اسکے قلب میں داخل ہو اور سوتے وقت بھی ایسا ہی چاہیے تاکہ تمام اشغال سے دل کو فراغت ہوجاوے۔ اور ان چار اصول میں سے تیسرا اول کی سماحت ہے سماحت کے یہ معنی ہیں کہ قوت انسانی قوت بہیمی کے دواعی کے تابع نہ ہو مثلاً لذت کا طلب کرنا اور انتقام لینے کی خواہش اور غضب اور بخل کی خواہش اور مال وجاہ کی حرص یہ ایسے امور ہیں کہ جب انسان ان کے موافق کام کرتا ہے تو ان اعمال کی کیفیت کسی وقت قلب میں ظاہر ہوتی ہے۔ پھر اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے تو ان صفات رزیلہ کا ترک کرنا آسان ہوتا ہے اور یہ صفات ایسی ہوجاتی ہیں کہ گویا کبھی انکا نام بھی نہ تھا اور نفس خالص ہوکر خدا تعالی کی رحمت میں داخل ہوجاتا ہے اور ان انوار کے دریا میں مستغرق ہوجاتا ہے جنکو بذا تہا سرشت کے اعتبار سے نفوس مقتضی ہوتے ہیں اور اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت نہیں ہوتی تو ان اعمال کی کیفیت نفس کے اندر اسطرح پر ظاہر ہوجاتی ہے جسطرح موم میں مہر کے نقوش منقش ہوجاتے ہیں اور دنیاوی زندگی کا میل نفس کے اندر جم جاتا ہے

ے قوت ۱۲ ے او جار رض انثی لتحمل رضا شدیدا یذہب شہوۃ ۱۲ م الجماع والمراد ان الصوم قاطع شہواتہ کالاخصاء ۱۲ ے من اصول الاخلاق ۱۲ ے اوضر محرکۃ اثر الدسم والطیب وغیرہما وسدل

ولم يسهل عليها رفضها فاذا فارقت جسدها احاطت بها الخطيئات من بين يديها ومن خلفها وعن يمينها وعن شمائلها وسدل بينها وبين الانوار التى تقتضيها جبلة النفوس حجب كثيرة غليظة فكان ذلك سبب تاذيها وتالمها والسماحة اذا اعتبرت بداعية الشهوتين شهوة البطن وشهوة الفرج سميت عفة او بداعية الدعة والرفاهية سميت اجتهادا او بداعية الضجر والجزع سميت صبرا او بداعية حب الانتقام سميت عفوا او بداعية حب المال سميت سخاوة وقناعة او بداعية مخالفة الشرع سميت تقوى ويجمعها كلها شئ واحد وهو ان اصلها عدم انقياد النفس للهواجس البهيمية والصوفية يسمونها بقطع التعلقات[عہ] الدنيوية او بالفناء عن الخسائس البشرية او بالحرية فيعبرون عن تلك الخصلة باسماء مختلفة والعمدة فى تحصيلها قلة الوقوع فى مظان هذه الاشياء وايثار القلب ذكر الله تعالى وميل النفس الى عالم التجرد وهو قول زيد بن حارثة استوى عندى حجرها ومدرها الى ان اخبر عن المكاشفة والرابع العدالة وهى ملكة يصدر منها اقامة النظام العادل المصلح فى تدبير المنزل وسياسة المدينة ونحو ذلك بسهولة واصلها جبلة نفسانية تنبعث منها الافكار الكلية والسياسات المناسبة بما عند الله وعند ملائكته وذلك ان الله تعالى اراد فى العالم انتظام امرهم

اور ان کیفیات کا متروک ہو جانا نفس پر دشوار ہو جاتا ہے پھر جب نفس کو بدن سے مفارقت ہوتی ہے تو وہ بداعمالیاں ہر چہار طرف سے اسکا احاطہ کرتی ہیں اور نفس اور اُن انوار کے مابین جو سرشت کے اعتبار سے نفس کے مقتضی ہوتے ہیں بہت سے غلیظ غلیظ پردے پڑ جاتے ہیں جسکے سبب سے نفس کو ایذا و تکلیف پہونچتی رہتی ہے۔ اس سماحت کو جب خواہش شکم اور شہوت فرج کے داعیہ کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا نام عفت ہوتا ہے۔ اور جب بیقراری اور اضطراب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اُس سماحت کا نام صبر ہوتا ہے اور جب انتقام کے سبب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا نام عفو ہوتا ہے۔ اور جب مال کے سبب کے ساتھ ہو تو اسکا نام سخاوت اور قناعت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان سب کے اصل نفس کا خواہش بہیمی کے تابع نہ ہونا ہے اور صوفیہ کرام اسکو تعلقات دنیوی کے قطع کرنے یا خسائس بشریہ کے فنا ہونے اور اسی قسم کے مختلف ناموں سے تعبیر کرتے ہیں اور اس صفت کے حاصل کرنے میں زیادہ ضروری ان اشیا کے مواقع میں واقع ہونے سے احتیاط رکھنا اور دل سے ذکر الٰہی کا اختیار کرنا عالم تجرد کی طرف نفس کا میلان ہے چنانچہ زید بن حارثہ کا قول ہے میرے نزدیک دنیا کا پتھر و ڈھیلا سب برابر ہے حتیٰ کہ ان کی نسبت مکاشفہ کی خبر دیگئی ہے۔ چوتھی صفت عدالت ہے عدالت ایک ایسی کیفیت کا نام ہے کہ تدبیر منزل اور سیاست مدینہ وغیرہ کی اصلاح کے متعلق ایک نظام عادل بسہولت قائم ہو سکتا ہے اور اصل میں وہ جبلت نفسانی ہے جو افکار کلیہ اور ان سیاستوں کے پیدا ہونے کا باعث ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کے موافق ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو منظور ہے کہ جہان میں انتظام قائم رہے۔

عہ تعلقات دنیا سے دنیاوی چیزوں سے محبت کرنا ہے۔ جو محبت خدا کی محبت سے غافل کرے اُسکو چھوڑ دی ۱۲

وان يعاون بعضهم بعضا وان لا يظلم بعضهم بعضا وان يتالف بعضهم ببعض ويصير كالجسد رجل واحد واذا تالم عضو منه تداعى له سائر الاعضاء بالحمى والسهر وان يكثر نسلهم وان يزجر فاسقهم وينوه بعادلهم ويخمل فيهم الرسوم الفاسدة ويشهر فيهم الخير والنواميس الحقة فلله سبحانه في خلقه قضاء اجمالي كل ذلك شرح له وتفصيل وملائكته المقربون تلقوا ذلك وصاروا يدعون لمن سعى في اصلاح الناس ويلعنون على من سعى في فسادهم وهو قوله تعالى وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدونني لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون قوله تعالى الذين يوفون بعهد الله ولا ينقضون الميثاق والذين يصلون ما امر الله به ان يوصل الاٰية وقوله تعالى والذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه ويقطعون ما امر الله به ان يوصل الاٰية فمن باشر هذه الاعمال المصلحة شملته رحمة الله وصلوات الملائكة من حيث يحتسب ولا يحتسب وكان هنالك رقائق تحيط به كاشعة النيرين تحيط بالانسان فتورث الالهام في قلوب الناس والملائكة ان يحسنوا اليه ويوضع له القبول في السماء والارض واذا انتقل الى عالم التجرد احس بتلك الرقائق المتصلة به بروالتذ بها ووجد سعة وقبولا وفتح بينه وبين الملائكة باب ومن باشر الاعمال المفسدة

شملته اور بعض بعض کی اعانت کریں — اور کوئی کسی کو نہ ستائے اور باہم الفت و محبت سے رہیں — اس طرح کہ ایک بدن کے اعضا ہوتے ہیں۔ کہ جب کسی عضو کو صدمہ پہنچتا ہے تو تمام اعضا پر اسکا اثر ہو کر بخار آجاتا ہے اور سب کی نیند جاتی رہتی ہے۔ اور نیز اُن کی نسل کا بڑھانا منظور ہے کہ ان میں سے جو نافرمان ہیں۔ انکی توبیخ کی جائے۔ اور جو عادل ہیں اُن کی تعظیم کی جائے اور رسوم فاسدہ دور ہوں اور بھلائی کی باتیں اور شرائع حقہ کا انکے دستور ہو اور اُسکے پیدا کرنے میں اللہ سبحانہ کیلئے قضاء اجمالی ہے اور یہ اسکی شرح و تفصیل ہے اور ملائکہ مقربین نے اسکو معلوم کرلیا ہے اور جو لوگ ان امور کی اصلاح میں سعی کرتے ہیں اُن کے لئے ملائکہ دعا دیتے ہیں۔ اور جو انکے فساد میں سعی کرتے ہیں اُن پر لعنت کرتے ہیں چنانچہ اللہ پاک جل شانہ فرماتا ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا الخ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں خدا تعالیٰ نے اُنسے اس بات کا وعدہ کرلیا ہے کہ انکو زمین میں خلیفہ بنائیگا جس طرح اُن لوگوں کو اُس نے خلیفہ بنایا ہے جو ان سے پہلے تھے اور جس دین کو اُن کے لئے پسند کیا ہے۔ اُسپر انکو قدرت دیگا اور ان کے خوف کے بعد انکو امن بدلہ میں دیگا مجکو پوجتے رہیں کسی کو میرا شریک نہیں کرتے اور جنھوں نے اس کے بعد کفر کیا وہی لوگ نافرمان ہیں۔ اور فرماتا ہے الذین یوفون بعہد اللہ الخ جو لوگ خدا تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ اور عہد کو نہیں توڑتے اور جس چیز کے جوڑنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے اُسکو جوڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین ینقضون الخ اور جو لوگ خدا تعم کے عہد کو بعد پختہ کرنے کے توڑتے ہیں اور خدا تعم نے جس چیز کے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسکو قطع کرتے ہیں جو شخص ان اصلاح کے کاموں کو عمل میں لاتا ہے خدا تعم کی رحمت اور ملائکہ مقربین کی دعا اُس کے شامل حال ہوتی ہے خواہ اس شخص کو اسکا گمان ہو یا نہ ہو اور ہر طرف سے نورانی شعاعیں اسکو گھیر لیتی ہیں جس طرح شمس و قمر کی شعاعیں انسان کو محیط ہو جاتی ہیں انکے سبب سے بنی آدم اور ملائکہ کے قلوب میں اُس آدمی کے ساتھ محبت کا القا ہوتا ہے تمام زمین و آسمان میں وہ آدمی مقبول ہو جاتا ہے اور جب عالم تجرد کیطرف اسکا انتقال ہوتا ہے تو یہ شعاعیں جو اُسکے ساتھ متصل تھیں اسکو محسوس ہوتی ہیں اور اُس آدمی کو انکی لذت معلوم ہوتی ہے اور ایک قسم کی کشادگی اور قبولیت اُسکو نظر آتی ہے اور اُسکے اور ملائکہ کے مابین ایک دروازہ کھلجاتا ہے اور جو شخص فساد کے عمل کام میں لاتا

غضب اللہ ولعنۃ الملائكۃ وكانت هنالك رقائق مظلمۃ ناشئۃ من الغضب تحيط به فتورث الالهام في قلوب الملائكۃ والناس ان يسيئوا اليه ويوضع له البغضاء في السموات والارض واذا انتقل الى عالم التجرد احس بتلك الرقائق الظلمانيۃ عاصنۃ عليه وتألمت نفسه بها ووجد ضيقا ونفرۃ واحيط به من جميع جوانبه فضاقت عليه الارض بما رحبت والعدالۃ اذا اعتبرت باوضاع الانسان في قيامه وقعوده ونومه ويقظته ومشيه وكلامه وزيه ولباسه وشعره سميت ادبا واذا اعتبرت بالاموال وجمعها وصرفها سميت كفايۃ واذا اعتبرت بتدبير المنزل سميت حريۃ واذا اعتبرت بتدبير المدينۃ سميت سياسۃ واذا اعتبرت بتألف الاخوان سميت حسن المحاضرۃ او حسن المعاشرۃ والعمدۃ في تحصيلها الرحمۃ والمودۃ ورقۃ القلب وعدم قسوته مع الانقياد للافكار الكليۃ والنظر في عواقب الامور وبين هاتين الخلتين تنافر ومناقضۃ من وجه وذلك لان ميل القلب الى التجرد والانقياد للرحمۃ والمودۃ يتخالفان في حق اكثر الناس لاسيما اهل التجاذب ولذلك ترى كثيرا من اهل اللہ تبتلوا وانقطعوا من الناس وباينوا الاهل والولد وكانوا من الناس على شق بعيد وترى العامۃ قد احاطت بهم معافسۃ[له] الازواج والاولاد حتى انساهم ذكر اللہ والانبياء عليهم السلام لا يامرون الا برعايۃ المصلحتين ولذلك

تو خدا تعالیٰ کا غضب اور ملائکہ کی لعنت اس کو گھیر لیتی ہے اور اس غضب سے تاریک تاریک شعاعیں پیدا ہو کر اس شخص کے محیط ہو جاتی ہیں جس کے سبب سے ملائکہ اور مخلوق کے دلوں میں اس کے ساتھ برا برتاؤ کرنے کا الہام ہوتا ہے اور تمام آسمان و زمین میں وہ شخص مبغوض ٹھہرتا ہے پھر جب عالم تجرد کی طرف اس کا عروج ہوتا ہے تو ان ظلمانی شعاعوں کو معلوم کرتا ہے اور وہ شعاعیں اسکو کاٹتی نظر آتی ہیں اور اس کی جان کو انسے الم اور ضیق ونفرت پیدا ہوتی ہے اور تمام جوانب سے وہ شخص گھر جاتا ہے اور باوجود فراخی کے زمین اسپر تنگ معلوم ہوتی ہے۔ عدالت کی صفت کا جب نشست و برخاست اور خواب و بیداری اور چلنے و پھرنے اور بولنے و چالنے اور لباس و شعار کی اوضاع کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اس کا نام ادب ہوتا ہے اور جب مال اور اسکے جمع کرنے اور صرف کرنے کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا نام کفایت ہوتا ہے اور تدبیر منزل کے ساتھ اعتبار کرنے سے حریت اور تدبیر مدینہ کے ساتھ سیاست اور عزیزوں کی الفت رکھنے کے ساتھ حسن محاضرت یا حسن معاشرت اس کا نام ہوتا ہے عدالت کے حاصل کرنے میں زیادہ ضروری رحمت اور محبت اور نرم دلی اور اس کے ساتھ افکار کلیہ کے تابع ہونا اور انجام کار پر نظر رکھنا اور ان دونوں صفت یعنی سماحت و عدالت میں ایک قسم کا تنافر اور مخالفت ہے اسلئے کہ تجرد کیطرف قلب کا میلان اور اسکے اندر رحمت ومحبت کا ہونا اکثر لوگوں کے اعتبار سے یہ دونوں وصف جمع نہیں ہوتے خصوصًا ان لوگوں کے اندر جنکی قوت بہیمی دلکی میں کشاکشی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ تم بہت سے اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ انہوں نے لوگوں سے قطع تعلق کر دیا ہے حتیٰ کہ اہل وعیال کو بھی چھوڑ دیا ہے اور لوگوں سے بالکل برطرف ہو گئے ہیں۔ اور عوام لوگ شب و روز اہل وعیال کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان چیزوں نے ان سے خدائے تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے۔

اور انبیاء علیہ السلام دونوں مصلحتوں کی رعایت کا حکم دیتے ہیں۔ اور اسی لئے

[له] اے مخالطۃ ١٢

الكثرو الضبط وتميز المشكل في هاتين الخلتين فهذه هي الاخلاق المعتبرة في الشرائع وهنالك افعال وهيأت تفعل فعل تلك الاخلاق واضدادها من جهة انها تعطيها مزاج الملائكة و الشياطين او تنبعث من ميل النفس الى احد القبيلتين فيؤمر بذلك الباب وقد ذكرنا بعض ذلك ومن هذا الباب قوله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان يأكل بشماله ويشرب بشماله وقوله عليه السلام الاجذع[ع] شيطان وقوله عليه الصلوة والسلام الا تصفون كما تصف الملائكة **وقد امر** النبي صلى الله عليه وسلم بمظان تلك الاخلاق فامر باذكار تفيد دوام الاخبات والتضرع وامر بالصبر والانفاق ورغب في ذكر هادم اللذات وذكر الاخرة وهون امر الدنيا في اعينهم وحضهم على التفكر في جلال الله وعظم قدرته ليحصل لهم السماحة وامر بعيادة المريض والبر والصلة وافشاء السلام واقامة الحدود والامر بالمعروف والنهي عن المنكر ليحصل لهم العدالة وبين تلك الافعال والهيأت اتم بيان جزى الله تعالى هذا النبي الكريم كما هو اهله عنا وعن سائر المسلمين اجمعين **اذا علمت** هذه الاصول حان ان نشتغل ببعض التفصيل والله اعلم

الاذكار وما يتعلق بها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقعد قوم يذكرون الله الا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة **اقول** لا شك ان اجتماع المسلمين

ان دونوں صفتوں کے اندر ضبط مبہم اور تمیز مشکل کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے شرائع کے اندر جن اخلاق کا لحاظ ہے وہ یہی اخلاق ہیں اور بعض افعال اور کیفیات اور ہیئات ایسی بھی ہیں جو ان اخلاق اور ان اخلاق کے اضداد کا کام دیتی ہیں اس جہت سے کہ یہ افعال وغیرہ ملکی اور شیطانی ...... مزاج پیدا کردیتی ہیں ملائکہ اور شیاطین کے دونوں قبیلوں میں سے ایک کی طرف نفس کے میلان سے یہ افعال وغیرہ پیدا ہوتے ہیں لہذا انکے متعلق حکم دیا جاتا ہے اور ہم نے کچھ انکا ذکر پہلے کیا ہے اور اسی قبیلہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے ان الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب بشمالہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ ہی سے پیتا ہے اور فرمایا ہے الاجذع شیطان یعنی مقطوع العجز اور فرمایا ہے الا تصفون الخ جس طرح فرشتے صف باندھکر کھڑے ہوتے ہیں تم اسطرح صف بندی کیوں نہیں کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اعمال کا حکم دیا ہے جو ان اخلاق کی علامات ہیں چنانچہ ایسے اذکار کا آپ نے حکم دیا ہے جنسے ہر وقت انتباہ اور فرمانبرداری اور تضرع کی کیفیت حاصل ہوتی ہے اور صبر کرنے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور موت اور آخرت کی یاد کرنے کی رغبت دلائی اور انکی آنکھوں کے سامنے دنیا کی ناپائداری ثابت کی اور خدا تعالی کے جلال اور اسکی عظیم الشان قدرت میں فکر کرنے کا انکو شوق دلایا تاکہ سماحت کی صفت ان کے اندر پیدا ہو اور مریض کی عیادت اور باہم سلوک اور صلہ کرنے اور سلام کا رواج ڈالنے اور حدود کے قائم کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا انکو حکم دیا تاکہ عدالت کی صفت انکے اندر پیدا ہو جاوے اور ان افعال اور ہیئات کو پورے طور پر بیان کیا خدا تعالی اس نبی کریم کو ہماری اور تمام مسلمانوں کیطرف سے ایسا بدلہ دے جس کے وہ لائق ہے جب یہ اصول تم کو معلوم ہو گئے تو ہم اب کسی قدر تفصیل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

اذکار اور اسکے متعلقات کا بیان رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یقعد قوم الخ کوئی قوم خدا تعالی کے یاد کرنے کے لئے نہیں بیٹھتی مگر ملائکہ انکو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھک جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ یہ بات یقینی ہے کہ خدا تعالی کیطرف رغبت اور اسکے ذکر کے ساتھ مسلمانوں کا اجتماع

[ع] الملائكة والشياطين ١٢ [ع] الاجذع مقطوع الاعضاء والمراد به مقطوع العجز مجازا وايراده في الشمائل على ان هذا الفعل من افعال الشياطين ١٢

راغبین ذاکرین یجلب الرحمۃ والسکینۃ ویقرب من الملائکۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم سبق
المفردون[1] **اقول** ھم قوم من السابقین سموا بالمفردین لان الذکر خفف عنھم اوزارھم
قال صلی اللہ علیہ وسلم قال تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی
نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہ **اقول** جبلۃ العبد الناشئ
منھا اخلاقھا وعلومھا والھیئات التی اکتسبتھا نفسہ ھی المخصصۃ لتنزل رحمۃ خاصۃ بہ
فرب عبد سمح الخلق یظن بربہ ان یتجاوز عن ذنوبہ ولا یؤخذ بکل نقیر وقطمیر ویعامل معہ
معاملۃ السماحۃ فیکون رجاؤہ ذلک سببا لنفض خطیاتہ عن نفسہ ورب عبد شحیح
الخلق یظن بربہ انہ یؤاخذہ بکل نقیر وقطمیر ویعامل معہ معاملۃ المتعمقین ولا یتجاوز
عن ذنوبہ فھذا اشد المنزلۃ بالنسبۃ الی ھیئات دنیویۃ تحیط بہ بعد موتہ وھذا
الفرق انما محلہ الامور التی لم یتاکد فی حظیرۃ القدس حکمھا واما الکبائر وما یشابھھا
فلا یظھر فیہ الا بالاجمال وقولہ **انا معہ** اشارۃ الی معیۃ القبول وکونہ فی حظیرۃ
القدس بیال فان ذکر اللہ فی نفسہ وسلک طریق التفکر فی الائہ فجزاؤہ ان اللہ یرفع
الحجب فی مسیرہ ذلک حتی یصل الی التجلی القائم فی حظیرۃ القدس وان ذکر اللہ فی
ملأ وکان ھمہ اشاعۃ دین اللہ واعلاء کلمۃ اللہ

رحمت اور سکینہ بلا لیتا ہے اور ملائکہ سے قریب کردیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سبق المفردون مفرد لوگ آگے ہو گئے۔ میں کہتا ہوں سابقین میں سے
ایک گروہ کا نام مفردین ہے کیونکہ یاد الٰہی نے انپر سے بار ہٹا کر انکو ہلکا کر دیا ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
قال تعالیٰ انا عند ظن عبدی الخ اللہ پاک فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو اسکو میرے ساتھ
اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔ پھر اگر (بندہ) اپنے جی میں مجھے یاد کرتا ہے
تو میں اپنے جی میں اسکو یاد کرتا ہوں اور اگر جلسہ میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جلسہ میں اسکو یاد کرتا ہوں۔ میں
کہتا ہوں کہ بندے کی سرشت جو اخلاق اور علوم کا منشا ہوتی ہے اور وہ کیفیات جسکو نفس حاصل کرتا ہے اس رحمت
کی مخصص ہوتی ہے جو اس بندے کے لئے خاص ہے۔ پس بہت سے لوگ جنکے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے
اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمارے گناہ دور کردے گا اور ذرا ذرا سی بات پر ہم پر مواخذہ نہ کرے
اور سماحت کا برتاؤ ہمارے ساتھ کرے گا ایسے شخص کی یہ امید اسکے گناہوں کے دور ہو جانے اور نفس کے صاف
ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہے اور بہت سے بخل اور حریص مزاج آدمی اپنے پروردگار سے اس بات کا گمان رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم سے
ذرا ذرا سی بات کا مواخذہ اور رجز رس لوگوں سا معاملہ کریگا اور گناہوں سے درگذر نہ کریگا اور یہ بات دنیاوی ہیئات کے اعتبار سے
ولیں زیادہ تر بیٹھ جاتی اور بعد از مرگ یہ کیفیت چاروں طرف سے اسکو گھیر لیتی ہے مگر یہ فرق صرف ان امور کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے
کہ حظیرۃ القدس میں جنکی نسبت کوئی تاکیدی حکم نہیں ہوتا اور کبائر اور انکے قریب قریب گناہوں کے اعتبار سے صرف بالاجمال اسکا اثر کچھ ظاہر ہوتا
اللہ پاک جو یہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں معیت قبول اور حظیرۃ القدس میں ایک شان کے ساتھ ہونے کی طرف
اشارہ ہے جب بندہ اپنے دل میں خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اس کے انعامات میں غور کرنا شروع کرتا ہے تو اس کے بدلے میں
اس راستہ سے خدا تعالیٰ اس کے لیے حجابات دور کر دیتا ہے اور چلتے چلتے اس تجلی تک جا پہونچتا ہے جو حظیرۃ القدس کے اندر قائم
ہوتی ہے اور جب کسی جلسہ میں خدا تعالیٰ کی یاد کرتا ہے اور اسکی غرض دین اسلام کی اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوتی ہے۔

[1] ای المفردون انفسھم عن اقرانھم والمیزون احوالھم عن اصحابھم وھو علی وزن اسم الفاعل من التفعیل دالانفعال معاً۔ ۵ای جماعۃ المؤمنین ۱۲

فجزاؤه ان الله يرهم محبته فى قلوب الملاء الاعلى يدعون له ويبركون عليه ثم ينزل له القبول فى الارض وكم من عارف بالله وصل الى المعرفة وليس له قبول فى الارض ولا ذكر فى الملاء الاعلى وكم من ناصر دين الله له قبول عظيم وبركة جسيمة ولم ترفع له الحجب قال صلى الله عليه وسلم قال تعالى من جاء بالحسنة فله عشر امثالها واز يد ومن جاء بالسيئة فجزاء سيئة مثلها او اغفر ومن تقرب منى شبرا تقربت منه ذراعا ومن تقرب منى ذراعا تقربت منه باعا ومن اتانى يمشى اتيته هرولة ومن لقينى بقراب الارض خطيئة لا يشرك بى شيئا لقيته بمثلها مغفرة **اقول** الانسان اذا مات وادبر عن الدنيا وضعفت سورة بهيمية وتلعلعت انوار ملكيته فقليل خيره كثير وما بالعرض ضعيف بالنسبة الى ما هو بالذات والتدبير الالهى مبناه على فاضة الخير فالخير اقرب الى الوجود والشر ابعد منه وهو حديث ان لله مائة رحمة انزل منها واحدة الى الارض فبين النبى صلى الله عليه وسلم ذلك بمثل الشبر والذراع والباع والمشى والهرولة وليس شئ انفع فى المعاد من التطلع الى الجبروت والالتفات تلقاءها وهو قوله من لقينى بقراب الارض خطيئة لا يشرك بى شيئا لقيته بمثلها مغفرة وقوله تعالى اعلم عبدى ان له ربا يغفر الذنب ويؤاخذبه وقال صلى الله عليه وسلم قال تعالى

تو اسکی جزا میں خدا تعالیٰ ملاءِ اعلیٰ کے قلوب میں اس کی محبت کا القا فرماتا ہے اور وہ اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور برکت کے طالب ہوتے ہیں بعد ازاں زمین پر بھی وہ بندہ مقبول ٹھہرایا جاتا ہے۔ مگر بہت سے عارف باللہ ایسے ہیں کہ معرفت کے درجہ تک انکو وصول ہوگیا ہے لیکن نہ تو زمین پر انکو لوگ مانتے ہیں اور نہ ملاءِ اعلیٰ میں انکا کچھ تذکرہ ہوتا ہے اور بہت سے لوگ دین کے حامی اور مددگار اور بڑے مقبول اور متبرک بندے ہوتے ہیں مگر ان کے حجابات رفع نہیں ہوتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قال اللہ من جاء الخ اللہ پاک فرماتا ہے جو بھلائی لیکر آئیگا تو اسکی جزا [illegible] گنی ہے اور میں زیادہ بھی کردونگا اور جو برائی لائیگا تو برائی کا بدلہ اس کے برابر ہے یا میں معاف کردونگا اور جو شخص بالشت بھر میرے پاس آتا ہے میں ایک ذراع اسکے پاس آتا ہوں اور جو ایک ذراع میرے قریب ہوتا ہے تو ایک باع یعنی دونوں ہاتھ کے پھیلاؤ کے برابر اسکے قریب ہوں اور جو میرے پاس چلکر آتا ہے میں اسکے پاس دوڑکر آتا ہوں اور جو مجھ سے زمین کے برابر گناہ لاکر ملتا ہے اور دنیا سے پیٹھ پھیر لیتا ہے اور اسکے بہیمی قوی کمزور ہو جاتے ہیں اور ملکیت کے انوار چمکنے لگتے ہیں تو اسکے حسنات بھی بہت ہو جاتے ہیں اور عارضی چیز ہمیشہ ذاتی چیز سے ضعیف رہتی ہے اور تدبیر الٰہی کا منبع خیر کے فیضان پر ہے اور خیر وجود کے ساتھ بہت قریب اور شر اس سے بہت بعید ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں جنمیں سے ایک حصہ زمین کی طرف اتار رکھا ہے۔ اسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالشت اور ذراع اور باع اور چلنے اور دوڑنے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور آخرت کے اعتبار سے کوئی چیز جبروت پر اطلاع پانی اور اسکی طرف التفات کرنے سے زیادہ نافع نہیں ہے من لقینی بقراب الارض خطیئۃ لا یشرک بی شیئا الخ کے یہی معنے ہیں اور اللہ پاک فرماتا ہے اعلم عبدی الخ (ترجمہ) کیا میرا بندہ اسبات کو جانتا ہے کہ اسکا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ فرماتا ہے۔

لہ اے قد رسد الیدین الخ ۱۲ ۵۲ لے بین العدو والمشی وقراب ملی ۱۲

۵۳ لے برقت ۱۲

من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الىّ عبدى بشئ احبّ الىّ مما افترضت عليه وما يزل عبدى يتقرب الىّ بالنوافل حتى احبه فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده التى يبطش بها ورجله التى يمشى بها وان سألنى لاعطينه وان استعاذنى لاعيذنه وما ترددت فى شئ انا فاعله ترددى عن نفس المؤمن يكره الموت وانا اكره مساءته[1] **اقول** اذا احب الله عبدا ونزلت محبته فى الملاء الاعلى ثم نزل له القبول فى الارض فخالف هذا النظام احد وعاداه وسعى فى رد امره وكبت حاله انقلبت رحمة الله بهذا المحبوب لعنة فى حق عدوه ورضاه به سخطا فى حقه واذا ندب الحق الى عبادة باظهار شريعة واقامة دين وكتب فى حظيرة القدس تلك السنن والشرائع كانت هذه السنن والقربات اجلب شئ لرحمة الله واوفقه برضا الله وقليل هذه كثير ولا يزال العبد يتقرب الى الله بالنوافل زيادة على الفرائض حتى يحبه الله وتغشاه رحمته وحينئذ يؤيد جوارحه بنور الهى ويبارك فيه وفى اهله وولده وماله ويستجاب دعاؤه ويحفظ من الشر وينصر وهذا القرب عندنا يسمى بقرب الاعمال والتردد ههنا كناية عن تعارض العنايات فان الحق له عناية بكل نظام نوعى وشخصى وعناية بالجسد الانسانى تقتضى القضاء بموته ومرضه وتضييق الحال عليه وعناية بنفسه المحبوبة تقتضى افاضة الرفاهية من كل جهة عليه وحفظه من كل سوء قال صلى الله عليه وسلم

جو شخص کسی میرے دوست سے عداوت کرتا ہے میں اسکو اعلان جنگ دیتا ہوں میرا بندہ کسی چیز سے جو مجھ کو زیادہ تر محبوب ہو فرائض سے زیادہ مجھ سے نزدیک نہیں ہوتا اور میرا بندہ برابر نوافل سے قربت حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ مجھے پیارا ہو جاتا ہے اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اسکا کان ہو جاتا ہوں جس سے سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور جو مانگتا ہے ضرور اسکو دیتا ہوں اور اگر میری پناہ مانگتا ہے تو ضرور پناہ میں لے لیتا ہوں اور میں نے کسی چیز میں جسکے کرنے کا ارادہ کیا ہے ایسا تردد نہیں کیا جیسے مومن کے نفس سے مجھے تردد ہوا اسکو موت گوارا نہیں ہوتی اور مجکو اسکی تکلیف گوارا نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو ملاءِ اعلیٰ میں اسکی محبت نازل ہو کر زمین میں بھی مقبول ہو جاتا ہے پھر کوئی شخص اس نظام الہی کی مخالفت کرتا اور اس بندہ سے عداوت کرتا ہے اور اسکے حال کے بگڑنے میں کوشش کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی رحمت جو اس محبوب کے متعلق ہوتی ہے اسکے دشمن کے حق میں لعنت بنجاتی ہے اور اسکی رضامندی دشمن کے حق میں غضب الہی بنجاتی ہے اور جب خدا تعالیٰ کسی شریعت کے ظاہر کرنے اور کسی دین کے قائم کرنے سے بندوں کے نزدیک ہوتا ہے اور حظیرۃ القدس میں ان طریقوں اور شریعتوں کو مرقوم فرماتا ہے تو یہ طریقہ اور عبادات سب چیزوں سے رحمت الہی کے جالب اور اسکی رضامندی کے موافق ہوتی ہیں اور یہ تھوڑی سی چیزیں بہت ہوتی ہیں اور بندہ نوافل کے ذریعہ سے فرائض ادا کرنے کے بعد خدا تعالیٰ سے برابر قربت حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ خدا تعالیٰ کا محبوب بنجاتا ہے اور رحمت الہی اسکو محیط ہو جاتی ہے اسوقت میں اس کے اعضا کو نور الہی سے مدد دیجاتی ہے اور اسکی ذات اہل و عیال و مال میں برکت دیجاتی ہے اور اسکی دعا قبول ہوتی ہے اور شر سے محفوظ رہتا ہے اور اسکی اعانت کیجاتی ہے اس قرب کا نام ہمارے ہاں قربت اعمال ہے اور حدیث میں جو تردد کا لفظ آیا ہے اس سے عنایات الہی کا تعارض مراد ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کو ہر نظام نوعی و شخصی کے ساتھ ایک توجہ خاص ہے بدن انسانی کے ساتھ اسکی توجہ کا مقتضے ہے کہ اسکی موت و بیماری اور تکلیف کا حکم دیا جائے اور اسکے نفس کے ساتھ جو خدا تعالیٰ کا محبوب ہے توجہ الہی کا یہ مقتضے ہوتا ہے کہ ہر طرف سے اسکے لیے راحت و آرام پہنچایا جائے اور تکلیف سے محفوظ رکھا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[1] له ای بغیر ارادة ۱۲ [illegible] ۱۲

الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذھب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم قالوا بلی قال ذکر اللہ **اقول** الافضلیۃ تختلف بالاعتبار وانہ افضل من الذکر باعتبار تطلع النفس الی الجبروت ولا سیما فی نفوس زکیۃ لا تحتاج الی الریاضات وانما تحتاج الی مدد ومنہ التوجہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من قعد مقعدا لم یذکر اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترۃ ومن اضطجع مضطجعا لا یذکر اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترۃ وقال ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون اللہ فیہ الا قاموا عن مثل جیفۃ حمار وکان علیھم حسرۃ وقال لا تکثر الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ للقلب وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی **اقول** من وجد حلاوۃ الذکر وعرف کیف یحصل لہ الاطمئنان بذکر اللہ وکیف تنقشع الحجب عن قلبہ عند ذلک حتی یصیر کانہ یری اللہ عیانا لا شک انہ اذا توجہ الی الدنیا وعافس الازواج والضیعات ینسی کثیرا ویبقی کانہ فقد ما کان وجد ویسدل حجاب بینہ وبین ما کان بمرای منہ وھذہ الخصلۃ تدعو الی النار والی کل شر وفی کل من ذلک ترۃ واذا اجتمعت الترات لم یکن سبیل الی النجاۃ وقد عالج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الترات بانواع علاج

الا انبئکم الخ کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتادوں جو تمہارے سب اعمال میں بہتر ہے اور تمہارے بادشاہ کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور سب اعمال سے زیادہ تمہارے درجات بلند کرنیوالا ہے اور تمہارے حق میں سونا وچاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمہارے حق میں اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے سامنا کرو اور تم انکی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں صحابہؓ نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کا ذکر ہے میں کہتا ہوں افضلیت کے طریقے مختلف ہوتے ہیں اور جبروت پر نفس کی اطلاع پانے کے اعتبار سے ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی چیز افضل نہیں ہے خاصکر ان نفوس زکیہ میں جنکو ریاضات کی حاجت نہیں ہوتی صرف نگہداشت کی حاجت ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قعد مقعدا لم یذکر اللہ الخ یعنے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھکر خدا تعالےٰ کی یاد نہ کرے تو وہ مجلس اسکے حق میں منجانب اللہ حسرت ہے اور جو شخص لیٹے اور لیٹ کر خدا تعالےٰ کی یاد نہ کرے تو وہ لیٹنا خدا تعالےٰ کی طرف سے اسپر حسرت ہے اور فرمایا ہے ما من قوم الخ کوئی قوم کسی مجلس سے جس میں ذکر و یاد الٰہی نہ کیا ہو نہیں کھڑی ہوتی مگر جسطرح مردار گدھے کو کھا کر اٹھتے ہیں اور وہ مجلس ان پر حسرت ہوگی اور فرمایا ہے لا تکثر والکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ بالقلب وان ابعد الناس عند اللہ القلب القاسی. بجز ذکر الٰہی کے کثرت سے کوئی کلام مت کرو اسلئے کہ بغیر ذکر خدا تعالےٰ کے کثرت سے کلام کرنا قلب میں قساوت پیدا کردیتا ہے اور خدا تعالےٰ کے نزدیک سب لوگوں سے دور قاسی القلب ہے۔ میں کہتا ہوں جب ایک شخص نے ذکر الٰہی کی حلاوت معلوم کرلی اور ذکر الٰہی سے اطمینان حاصل ہونے کی کیفیت اور نیز یہ بات معلوم کرلے کہ ذکر الٰہی   کرنے سے اس کے قلب سے حجابات کسطرح دور ہوتے ہیں اور وہ شخص ایسا ہوجاتا ہے جیسے خدا تعالےٰ کو آنکھوں سے دیکھتا ہے تو بلاشک جب وہ شخص دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اہل وعیال اور دنیا کے سامان میں متوجہ ہوتا ہے تو ان کیفیات میں سے بہت کچھ بھول جاتا ہے اور ایسا رہ جاتا ہے کہ جو بات اسکو حاصل ہوئی تھی وہ اس سے گم ہوگئی اور اس شخص کے اور اس چیز کے مابین جو اسکے آنکھوں کے سامنے تھی ایک پردہ پڑ جاتا ہے اور یہ خصلت دوزخ اور ہر برائی کی طرف انسان کو بلاتی ہے

ئه الفقر المدقع ١٢ ئه ضرر نقصان ١٢ ئه سختی قسوة

وذلك ان شرع فی کل حالة ذکرا مناسبا له یکون تریاقا دافعا لسم الغفلة فنبه النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی فائدة هذه الاذکار وعلی عروض الحسرات بدونها واعلم انه مست الحاجة الی ضبط الفاظ الذکر صونا له من ان یتصرف فیه متصرف بعقله الابتر فیلحد فی اسماء اللہ او لا یعطی المقام حقه وعمدة ما سن فی هذا الباب عشرة اذکار فی کل واحد سر لیس فی غیره ولذلك سن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل موطن ان یجمع بین الوان منها وایضا فالوقوف علی ذکر واحد یجعله لقلقة اللسان فی حق عامة المکلفین والانتقال من بعضها الی بعض ینبه النفس ویوقظ الوسنان منها سبحان اللہ وحقیقته تنزیهه عن الادناس والعیوب والنقائص ومنها الحمد للہ وحقیقته اثبات الکمالات والاوصاف التامة له فاذا اجتمعتا فی کلمة واحدة کانت افصح تعبیر عن معرفة الانسان بربه لانه لا یستطیع ان یعرفه الا من جهة اثبات ذات یسلب عنها ما نشاهده فینا من النقائص ویثبت لها ما نشاهده فینا من جهات الکمال من جهة کونه کمالا فان استقرت صورة هذا الذکر فی الصحیفة ظهرت هناك هذه المعرفة تامة کاملة عند ما یقضی بسبوغها فیفتح بابا عظیما من القرب والی هذا المعنی اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قوله التسبیح نصف المیزان والحمد للہ یملؤه ولهذا کانت کلمة سبحان اللہ وبحمده کلمة خفیفة علی اللسان ثقیلة فی المیزان حبیبة الی الرحمن

اور یہ ہر ایک حسرت کا سبب ہے اور جب بہت سی حسرتیں جمع ہوجاتی ہیں تو نجات کی کوئی سبیل نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن حسرتوں کا پورا پورا علاج بتایا ہے اسطرح کہ ہر وقت کیلئے اسوقت کے مناسب ایک ذکر مقرر فرمایا ہے۔ تاکہ غفلت کے سم کا دور کرنے والا اور اسکے لئے تریاق ہو اور اُن اذکار کے فوائد اور بغیر اُن اذکار کے حسرات کے عارض ہونے پر متنبہ کیا ہے اور معلوم کرو کہ ذکر کے الفاظ منضبط کرنے کی ضرورت تھی تاکہ کوئی تصرف کرنے والا اپنی ناقص عقل سے اُسمیں تصرف کرکے خدائے تعالیٰ کے اسماء میں الحاد نہ کرے یا جو مقام جس ذکر کے مناسب ہے اُسکو استعمال میں نہ لائے اذکار کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسنون کیا ہے اُن سب سے زیادہ عمدہ وبہتر دس ذکر ہیں جن میں سے ہر ایک میں وہ راز ہے جو دوسرے میں نہیں ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقعہ پر اُنمیں سے کئی کئی ذکر کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ برابر ایک ہی قسم کا ذکر کرنے سے وہ ذکر عامہ مکلفین کے اعتبار سے صرف زبانی حرکت ہوجاتا ہے اور اذکار کے بدلنے سے نفس کو تنبیہ اور غافل کو بیداری ہوتی ہے۔ اُسمیں سے ایک ذکر (سبحان اللہ) ہے اسکی حقیقت خدائے تعالیٰ کا تمام ادناس اور عیوب اور نقائص سے پاک کرنا ہے۔ اور ایک (الحمد للہ) ہے اور اُسکی حقیقت خدائے تعالیٰ کے لئے کمالات اور اوصاف کاملہ کا ثابت کرنا ہے جب یہ دونوں باتیں ایک کلمہ میں جمع ہوگئیں تو انسان کو اپنے پروردگار کی جو معرفت حاصل ہوسکتی ہے اس کلمہ میں اُس معرفت کا پورا پورا بیان ہے کیونکہ بندہ خدائے تعالیٰ کو صرف اسی قدر پہچان سکتا ہے کہ اسکے لئے ایک ذات ثابت کرکر جو تمام اُن نقائص سے جن کا ہم اپنے اندر مشاہدہ کرتے ہیں پاک ہو اور جسقدر کمالات کمال ہونے کی جہت سے ہم اپنے اندر دیکھتے ہیں وہ سب اُس ذات کو ثابت ہوں پس جب اس ذکر کی صورت نامہ اعمال میں مندرج ہوتی ہے تو یہ معرفت پوری اور کامل جن کے کامل ہونیکا حکم دیا جاتا ہے ظاہر ہوتی ہے اور قرب الٰہی کا باب عظیم اسکے سبب سے مفتوح ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اسی کے معنے کیطرف اشارہ کیا ہے التسبیح الخ سبحان اللہ نصف میزان ہے اور الحمد للہ اسکو پُر کردیتا ہے اسلئے سبحان اللہ وبحمدہ کا کلمہ زبان پر آسان اور وزن میں بہت ہے اور خدائے تعالیٰ کو پیارا ہوتا ہے۔

ومن يقولها غرست له نخلة وورد فيمن قالها مائة حطت عنه خطاياه وان كانت مثل زبد البحر ولم يأت احد يوم القيمة بافضل مما جاء به الا احد قال مثل ذلك او زاد عليه وهي افضل الكلام اصطفاه الله لملائكته واما سر قوله عليه السلام اول من يدعى الى الجنة الذين يحمدون الله في السراء والضراء فهو ان علمهم ثبوتي منبعث من القوى الثبوتية واهلها احظى الناس بنعيم الجنان وسر قوله عليه السلام افضل الدعاء الحمد لله ان الدعاء على قسمين كما سنذكر والحمد لله يفيدهما جميعا فان الشكر يزيد النعمة ولانها معرفة ثبوتية وسر قوله عليه السلام الحمد لله رأس الشكر ان الشكر يتاتى باللسان والجنان والاركان واللسان افصح من ذينك ومنها لا اله الا الله وله بطون كثيرة فالبطن الاول طرد الشرك الجلي والثاني طرد الشرك الخفي والثالث طرد الحجب المانعة عن الوصول الى معرفة الله واليه الاشارة في قوله صلى الله عليه وسلم لا اله الا الله ليس لها حجاب دون الله حتى تخلص اليه وكان موسى عليه السلام يعرف من بطونها البطنين الاولين فاستبعد ان يكون الذكر الذي يخصه الله به ذلك فاوحى الله اليه جلية الحال وكشف عليه انطراد كل ما سوى الله تعالى عن مستن الانشاد وعن التمثل بين عينيه وانه لو وضع جميع ما سواه في كفة وهذه في كفة لمالت بهن فانه يطردهن ويحقرهن والتهليلة مع تفصيل ما للنفي والاثبات وهي لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير

اور اسکے پڑھنے والے کیلئے ایک درخت بویا جاتا ہے جو آدمی اسکو سو مرتبہ پڑھے اسکے حق میں وارد ہوا ہے کہ تمام اسکے گناہ دور ہو جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اور قیامت کے دن کوئی شخص ان کلمات کے پڑھنے والے سے فضل نہ آویگا مگر جس نے اسکو پڑھا یا اسپر زیادہ کیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے جو اذکار پسند فرمائے ہیں اُن سب میں یہ بہتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے اول من یدعی الی الجنۃ الخ سب سے پہلے جنت میں وہ لوگ بلائے جائینگے جو مصیبت و آرام کے وقت اللہ کی حمد کرتے ہیں اسمیں یہ راز ہے کہ اُن لوگوں کا عمل ثبوتی ہے تو اے ثبوتیہ اوسپر باعث ہوتے ہیں۔ اور قوائے ثبوتیہ والے لوگ جنت کے انعامات سے نہایت شرباب ہوتے ہیں اور یہ جو فرمایا ہے کہ افضل الدعا الحمد للہ بہترین دعا الحمد للہ ہے اس میں یہ راز ہے کہ دعا کی دو قسمیں ہیں چنانچہ ہم ذکر کرینگے اور الحمد للہ میں دونوں قسم موجود ہیں کیونکہ شکر زیادتی نعمت کا موجب ہے اور اسکے اندر معرفت کی ثبوتی پائی جاتی ہے اور جو یہ فرمایا ہے کہ الحمد للہ راس الشکر الحمد للہ شکر کی اصل ہے اس میں یہ راز ہے کہ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلب سے بھی اور اعضاء سے بھی اور زبان بہ نسبت ان دونوں (قلب و اعضاء) کے زیادہ ظاہر دلالت کرتی ہے اور ایک ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور اسکے کئی بطون ہیں بطن اول شرک جلی کا دور کرنا ہے اور بطن دوم شرک خفی کا دور کرنا ہے اور بطن سوم اُن حجابات کا دور کرنا جو معرفت الٰہی تک پہونچنے کے مانع ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے لا الہ الا اللہ لیس لہا الخ لا الہ الا اللہ کیلئے خدا تعالیٰ سے روکنے والا کوئی پردہ نہیں جسکی وجہ سے خدا تعالیٰ تک وہ پہونچ جاتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو اسکے بطون میں سے پہلے دو بطن کا علم تھا اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بعید سمجھا کہ آپ کیلئے جو ذکر خاص کیا گیا ہے وہ یہی ہو پس خدا تعالیٰ نے اصل حال ظاہر کر دیا اور آپ پر یہ بات روشن کر دی کہ یہ کلمہ خدا تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے اختیار کرنے اور تصور کے سامنے متمثل ہونے سے دور کرنیوالا ہے اور اس درجہ کا ہے کہ اگر تمام دنیا کے کلمے ایک پلہ میں رکھے جاویں اور یہ کلمہ دوسرے پلے میں تو ان سب کو جھکا دے کیونکہ اس کلمہ کے سامنے سب کلمے حقیر ہیں یعنی کم رتبہ کے اور لا الہ الا اللہ کے ساتھ جب کسیقدر تفصیل اور شامل ہو جاتی ہے کہ یہ کلمہ نفی اور اثبات کیلئے ہو جاتا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ الی آخرہ

وورد فی فضل من قالها مائة کانت له عدل عشر رقاب الخ وذلک لانها جامعة بین المعرفة الثبوتیة والسلبیة والسلبیة اقرب لمحو الذنوب والثبوتیة افید لوجود الحسنات وتمثل لاجزیة ومنها الله اکبر وفیه ملاحظة عظمته وقدرته وسلطانه وهو اشارة الی معرفة ثبوتیة ولذلک ورد فی فضله انه یملأ ما بین السماء والارض وهذه الکلمات الاربع افضل الکلام واحبه الی الله وهی غراس الجنة وسر حدیث جویریة لقد قلت بعدک اربع کلمات ثلاث مرة لو وزنت بما قلت منذ الیوم لوزنتهن سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضاء نفسه وزنة عرشه ومداد کلماته ان صورة العمل اذا استقرت فی الصحیفة کان انفساحها وانشراحها عند الجزاء حسب معنی تلک الکلمة فان کانت فیه کلمة مثل عدد خلقه کان انفساحها مثل ذلک واعلم انه من کان اکثر میله الی تلون النفس بلون معنی الذکر فالمناسب فی حقه اکثار الذکر ومن کان اکثر میله الی محافظة صورة العمل فی الصحیفة وظهورها یوم الجزاء فالانفع فی حقه اختیار ذکر اربیٰ علی الاذکار بالکیفیة ولیس لاحد ان یقول اذا کانت هذه الکلمات ثلاث مرات افضل من سائر الاذکار یکون الاعتناء بکثرة الاذکار واستیعاب الاوقات فیها ضائعاً لان الفضل انما هو باعتبار دون اعتبار وکان النبی صلی الله علیه وسلم ارشد

اس کلمہ کے سو مرتبہ کہنے والے کی فضیلت میں وارد ہوا ہے کانت لہ عدل عشر الخ کہ اس کے لئے اس کلمہ کا سو مرتبہ کہنا دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے اخیر حدیث تک۔ کیونکہ یہ کلمہ معرفت سلبیہ و ثبوتیہ کا جامع ہے اور سلبیہ کو گناہوں کے دور ہونے اور ثبوتیہ کو حسنات کے پائے جانے اور جزا کے متمثل ہونے میں بہت دخل ہے۔ اور ایک ذکر کلمہ اللہ اکبر ہے اس کلمہ کے اندر خدا تعالےٰ کی عظمت اور اسکی قدرت اور اسکی سطوت کا ملاحظہ ہے اور معرفت ثبوتیہ کیطرف اسمیں اشارہ ہے اس لئے اس کلمہ کی فضیلت میں آیا ہے کہ یہ کلمہ زمین و آسمان کی فضا کو بھر دیتا ہے یہ چاروں کلمے سب میں افضل اور خدا تعالےٰ کے پسندیدہ ہیں۔ اور جنت میں یہ کلمات بوئے جاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہے کہ میں نے تیرے بعد چار کلمے تین مرتبہ ایسے پڑھے ہیں کہ اگر ان کلمات کے ساتھ جو تو نے آج شروع دن سے پڑھے ہیں وزن کئے جائیں تو وزن میں ان سے زیادہ نکلے سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضاء نفسہ وزنۃ عرشہ والخ اسمیں یہ راز ہے کہ عمل کی صورت جب نامۂ اعمال میں ثابت ہوتی ہے تو جزا کے وقت اس صورت کا پھیلاؤ اور اس کی وسعت اس کلمہ کے معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے اگر اس میں ایسا کلمہ ہے جیسے عدد خلقہ تو اس کا پھیلاؤ اسی قدر ہوتا ہے۔ معلوم کرنا چاہیئے کہ جس شخص کا میلان ذکر کی کیفیت سے نفس میں اثر پیدا کرنے کی طرف ہوتا ہے اُس آدمی کے لئے ذکر کا کثرت سے کرنا مناسب ہوتا ہے اور جس شخص کا میلان اسطرف زیادہ ہوتا ہے کہ عمل کی صورت نامۂ اعمال میں محفوظ رہے اور جزا کے دن اُسکا ظہور ہو تو اُسکے حق میں ایسے ذکر کا اختیار کرنا مناسب ہوتا ہے جو بالکیفیہ اور اذکار پر فوقیت رکھتا ہو کسی کو اس بوقعہ پر یہ کہنے کی مجال نہیں ہے کہ جب تین مرتبہ ان کلمات کا کہنا تمام اذکار سے افضل ہوا اذکار کی کثرت اور تمام اوقات کا انہیں صرف کرنا ضائع ہوا اس لیے کہ فضیلت ایک اعتبار سے ہے نہ دوسرے اعتبار سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

سلہ ای مثل ۱۲ ـــہ تمامہ وکتبت لہ مائة حسنة ومحیت عنہ مائة سیئة وکانت لہ حرزا من الشیطان یومہ ذلک حتی یمسی ولم یات احد بافضل مما جاء بہ الا رجل عمل اکثر منہ ۱۲ ـــہ ای زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ـــہ ای رجحتہن ـــہ مداد کلماتہ ای مثل عددھا ۱۲ ـــہ لے فائق ۱۲

جویریۃ رضی اللہ عنہا الی اقرب الاعمال ورغب فی ذلک ترغیبا بلیغا والسر فی ما سنہ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی الذکر من ضم اللہ اکبر وسائر الالفاظ مع التہلیل ان ینبہ النفس للذکر ولا یکون
لقلقۃ لسانٍ[1] ومنہا سؤال ما ینفعہ فی بدنہ او نفسہ باعتبار خلقہ او باعتبار حصول السکینۃ
او تدبیر منزلہ ومالہ وجاھہ وتعوذہ عما یضرہ کذلک والسر فیہ مشاھدۃ تاثیر الحق
فی العالم ونفی الحول والقوۃ عن غیرہ ؞ ومن اجمع ما سنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی الباب اللھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمۃ امری واصلح لی دنیای التی فیہا معاشی و
اصلح لی اٰخرتی التی فیہا معادی واجعل الحیاۃ زیادۃ لی فی کل خیر واجعل الموت راحۃ
لی من کل شر اللھم انی اسألک الھدی والتقی والعفاف والغنی[2] اللھم اھدنی وسددنی و
قال[3] اذکر بالھدی ھدایتک الطریق وبالسداد سداد السہم اللھم اغفر لی وارحمنی و
اھدنی وعافنی وارزقنی اللھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار رب[4]
اعنی ولا تعن علی وانصرنی ولا تنصر علی وامکر لی[5] ولا تمکر علی واھدنی ویسر الھدی[6] لی وانصرنی
علی من بغی علی رب[7] اجعلنی لک شاکرا لک ذاکرا لک راھبا لک مطواعا[8] لک مخبتا الیک اواھا
منیبا رب تقبل توبتی واغسل حوبتی[9] واجب دعوتی وثبت حجتی وسدد لسانی واھد قلبی و

جویریہ کو اقرب اعمال کیطرف رہبری اور اس کی طرف تبلیغ بلیغ فرمائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ذکر کے اندر
تہلیل (لا الہ الا اللہ) کے ساتھ اللہ اکبر اور باقی کلمات کا ملانا مسنون فرمایا ہے اس میں یہ راز ہے کہ نفس کو ذکر پر تنبیہ
ہوتی رہے اور صرف زبانی حرکت نہو۔ اور ایک ان اذکار میں سے ایسے امور کا سوال کرنا ہے جو اسکے بدن یا اسکی ذات
کے لیے پیدائش کے اعتبار سے نافع ہیں یا حصول اطمینان یا تدبیر منزل یا مال وجاہ کے اعتبار سے اور نیز انہیں اعتبارات
سے جو چیزیں مضر ہیں اُنسے پناہ مانگنا۔ اور اسکے اندر بھید خدا تعالیٰ کی تاثیر کا عالم میں مشاہدہ کرنا اور بجز خدا تعالےٰ
کے سب سے روکنے اور قوت دینے کے نفی کرنا ہے اس باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں مقرر
فرمائی ہیں اُن میں سے یہ دعائیں زیادہ ترجامع ہیں اللھم اصلح لی الخ الٰہی میرے دین کی اصلاح فرما جو میرے امور
کی پاکبازی کا باعث ہے۔ اور یا الٰہی میری دنیا کی حالات کی بھی اصلاح فرما جس میں میرا گذرا وقات ہے، اور نیز میری
آخرت کی اصلاح فرما جس میں میری واپسی ہے۔ اور میری زندگی ہر بھلائی کے لئے زیادہ کر اور میری موت کو شر کے دفعیہ
کی راحت بنا۔ یا الٰہی میں تجھ سے ہدایت و تقویٰ اور پاکبازی اور غیر اللہ سے بے پرواہی کا خواستگار ہوں یا الٰہی
مجھے ہدایت دے اور مجھے عافیت بخش اور مجھے رزق عطا فرما یا الٰہی مجھے دنیا میں بھلائی عنایت فرما اور قیامت میں
بھی۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یا الٰہی میری امداد فرما اور غیر کی امداد مجھ پر نہ کر کہ مجھکو تکلیف دے۔
یا الٰہی میرے دشمنوں پر مصیبت ڈال اور مجھے محفوظ رکھ۔ اور مجھے ہدایت دے۔ اور ہدایت مجھپر آسان
کر دے۔ اور باغیوں پر مجھے امداد دے۔ یا الٰہی مجھے اپنی نعمتوں کا شاکر بنا یا الٰہی مجھے اپنا یاد کرنے والا اپنے
سے ڈرنے والا۔ اور اپنا تابعدار بنا اور اپنی طرف جھکنے والا۔ اور عاجزی کرنے والا بنا۔ الٰہی میری توبہ
قبول فرما کر میرے گناہ دھو ڈال اور میری دعا قبول فرما کر میری حجت ثابت کر اور میری زبان راستی
پر چلا۔ اور میرے دل کو ہدایت دے۔

[1] لقلقۃ الکف عما لا یکل ۱۲ [2] اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زاد فی ہذا و اذکر الخ
[3] ای المرا التقاع البلاء علی الاعداء تو تمیں ہو استدراج بالنعمۃ والنقمۃ والحاصل الحق بمکر کی باعدائی لا بی ۱۲ اللھم انصر علی اعدائی۔

[illegible]

دعائے تعوذ

اسئلک سخیمۃ صدری اللھم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی حبہ عندک اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب اللھم ما زویت عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب اللھم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ بیننا وبین معاصیک ومن طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک ومن الیقین ما تھون بہ علینا مصیبات الدنیا ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احییتنا واجعلہ الوارث منا واجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من عادانا ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا ؛

ومن اجمع ما سنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الاستعاذۃ اعوذ باللہ من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء ، اللھم انی اعوذ بک من الھم والحزن والعجز والکسل والجبن والبخل وضلع الدین وغلبۃ الرجال اللھم انی اعوذ بک من الکسل والھرم والمغرم والماثم اللھم انی اعوذ بک من عذاب النار وفتنۃ النار وفتنۃ القبر وعذاب القبر ومن شر فتنۃ الغنی ومن شر فتنۃ الفقر ومن شر فتنۃ المسیح الدجال اللھم اغسل خطایای بماء الثلج والبرد ونق قلبی کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وباعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم آت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکاھا انت ولیھا ومولاھا اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لا یستجاب لھا اللھم انی

یا الٰہی میرے دل کا کینہ باہر نکال دے یا الٰہی اپنی محبت نصیب فرما اور اسکی محبت عنایت فرما جس کی محبت تیرے نزدیک میری منفعت کا باعث ہو یا الٰہی جو مجھے میری پیاری چیز تونے عنایت فرمائی ہو تو تو اسے میرے لئے اپنی محبوب اشیاء میں قوت دینے کا سبب بنا یا الٰہی جو میری محبوب اشیاء تونے مجھسے ہٹالی ہیں ان سے میرے دل کو فراغت دیکر اپنی محبوب اشیاء میں دل لگادے۔ یا الٰہی میرے دل میں اپنا ایسا ڈر پیدا کر جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان مانع بنے اور ایسی عبادات کی توفیق عطا فرما جس کی وجہ سے تو اپنی جنت میں پہنچادے اور ایسا یقین مرحمت فرما جس سے دنیا کی مصیبتیں ہمپر آسان ہوجائیں اور ہمیں کانوں اور آنکھوں سے نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں زندگی بھر قوت عنایت فرما اور اسکو جیسے ہم سے وارث دائمی بنادے۔ اور ہمارا کینہ ہمارے ظالموں پر ڈال اور دشمنوں پر مدد دے اور ہمارے دین میں کوئی مصیبت نہ واقع کر اور دنیا کو ہمارے علم ومطلب دنیویہ کا مقصد نہ بنا اور ہم پر بے رحم حکام مسلط نہ کیجیو۔ اور حضور علیہ السلام کی مجموعہ پناہ مانگنے کی دعائیں یہ ہیں۔ الٰہی میں تیری سخت امتحان اور بدبختی کے پیش آنے اور بری تقدیر اور دشمنوں کی ہنسی سے پناہ مانگتا ہوں۔ یا الٰہی میں پناہ چاہتا ہوں ہر فکر وغم اور عاجزی اور سستی اور بزدلی اور بخیلی اور قرضہ کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے الٰہی میں تجھسے پناہ طلب کرتا ہوں سستی اور بہت بڑھاپے اور تاوان اور ہر گناہ سے۔ الٰہی میں پناہ چاہتا ہوں آگ کے عذاب و فتنہ اور قبر کے عذاب سے اور تونگری اور فقر کے فتنہ اور دجال کے فتنہ کی شر سے الٰہی میرے گناہ برف اور ژالہ کے پانی سے دھوڈال اور میرے دل کو ایسا صاف کردے جیسے کپڑا اسفید میل سے دھوکر صاف کیا جاتا ہے اور میرے گناہ مجھ سے اتنی مقدار دور کردے جس قدر کہ مشرق ومغرب میں دوری ہے الٰہی مجھے تقویٰ نصیب فرما اور اسے پاک کر چونکہ تو سب سے عمدہ پاک کرنیوالا ہے اور تو ہی میرا والی ومولی ہے۔ الٰہی میں بے نفع علم اور غیر خاشع دل اور نہ سیر ہونے والے نفس سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیرے غیر مستجاب دعا سے پناہ مانگتا ہوں۔ یا الٰہی۔ میں

۵۱ ای انزع وسخیمۃ حقدا ۱۲ ۵۲ ای من المال والنعم وزویت ای صرفت ۱۲ ۵۳ ای سبب الفراغ فی طاعتک وقولہ الوارث ای ابقہ والقوتہ ضابرۃ الجہاۃ ۱۲ ۵۴ الثار الحقد ای اجعل ثارنا مقصورا علی من ظلمنا لا یقع علی غیر الظالم کما کان فی الجاہلیۃ ۱۲ ۵۵ الجہد بالفتح المشقۃ بالبلاء التی یمتحن بہا الانسان المراد الحالۃ الشاقۃ ودرک الشقاء تحمل الشقاوۃ وسوء القضاء ما یسیء الانسان وضلع ثقل ۱۲

اعوذ بك من زوال نعمتك وتحول عافيتك وفجاءة نقمتك وجميع سخطك اللهم انى اعوذ بك من الفقر والقلة والذلة واعوذ بك من ان اظلم او اظلم **ومنها** التعبير عن الخضوع والاخبات كقوله صلى الله عليه وسلم سجد وجهى للذى خلقه الخ واعلم ان الدعوات التى امرنا بها النبى صلى الله عليه وسلم على قسمين **احدهما** ما يكون المقصود منه ان تملأ القوى الفكرية بملاحظة جلال الله وعظمته او يحصل حالة الخضوع والاخبات فان التعبير باللسان عما يناسب هذه الحالة اثرا عظيما فى تنبه النفس لها واقبالها عليها **والثانى** ما يكون فيه الرغبة فى خير الدنيا والآخرة والتعوذ من شرهما لان همة النفس وتأكد عزيمتها فى طلب شئ يقرع باب الجود بمنزلة اعداد مقدمات الدليل لفيضان النتيجة وايضا فان الحاجة اللذاعة لقلبه توجهه الى المناجاة وتجعل جلال الله حاضرا بين عينيه وتصرف همته اليه فتلك الحالة غنيمة للمحسنين قوله صلى الله عليه وسلم الدعاء هو العبادة **اقول** ذلك لان اصل العبادة هو الاستغراق فى الحضور بوصف التعظيم والدعاء بقسميه نصاب تام منه قوله صلى الله عليه وسلم افضل العبادة انتظار الفرج **اقول** وذلك لان الهمة الحثيثة فى استنزال الرحمة تؤثر اشد مما تؤثر العبادة قوله صلى الله عليه وسلم ما من احد يدعو بدعاء الا آتاه الله تعالى ما سأل او كف عنه من السوء مثله **اقول** ظهور الشئ من عالم المثال الى الارض له سنن طبيعى

تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری نعمت کے زوال اور عافیت کی روگردانی سے اور تیرے دفعۃً غضب کے واقع ہونے سے اور تیرے تمام غضب سے الٰہی میں احتیاج اور قلت اور ذلت سے پناہ چاہتا ہوں اور ظالم ومظلوم بننے سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور ان مقامات سے خشوع وخضوع کی تعبیر ہے جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا۔ سجد وجھی الخ۔ کہ میرے چہرہ نے اپنے خالق کے آگے سجدہ کیا ہے ۔ ::

اور معلوم کرنا چاہئیے جن دعاؤں کا آپ نے حکم دیا ہے وہ دو طرح کے ہیں ایک تو وہ دعائیں ہیں جن سے قوائے فکریہ کا خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے ملاحظہ سے پُر ہونا یا خضوع اور فرمانبرداری کی حالت کا حاصل ہونا مقصود ہے کیونکہ اس حالت کے مناسب زبان کی تعبیر کرنے کے لیے نفس کی اس حالت پر متنبہ ہونے اور متوجہ ہونے میں اثر عظیم ہے اور دوسرے قسم کی وہ دعائیں جن میں دنیا وآخرت کی بھلائی کی طرف رغبت اور اُن دونوں کے شر سے پناہ مانگنا مقصود ہے کیونکہ نفس کا ارادہ اور ہمت کوشش سے اسکا کسی چیز کو طلب کرنا جناب باری کے جود کے دروازے کو کھٹکھٹانا ہے جسطرح دلیل کے مقدمات نتیجے کے فیضان کا سبب ہوتے ہیں اور نیز جب کسی چیز کی حاجت قلب کو تکلیف دیتی ہے تو اسکے سبب سے مناجات کیطرف قلب متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ پاک کی عظمت اسکے سامنے موجود ہو جاتی ہے اور ایسے وقت میں آدمی کی ہمت خدا تعالیٰ کیطرف مائل ہو جاتی ہے لہذا یہ حالت محسنین کے لیے بہت مغتنم ہوتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے الدعاء هو العبادة عبادت تو دعا ہی کا نام ہے۔ میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ فی الحقیقت عبادت تعظیم کی صفت کے ساتھ حضور کے اندر مستغرق ہو جانا ہے اور دعا اپنی دو قسموں کے اعتبار سے اس کے لیے کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے افضل العبادة انتظار الفرج بہترین عبادت انتظار کشادگی کا ہے میں کہتا ہوں اس کی یہ وجہ ہے کہ رغبت کے ساتھ رغبت الٰہی کی خواستگاری کو اس قدر اثر ہوتا ہے کہ عبادت کو بھی اتنا اثر نہیں ہوتا اور آپ نے فرمایا ہے ما من احد الخ۔ کوئی دعا کرنیوالا کوئی دعا نہیں کرتا مگر خدا تعالیٰ نے موافق اس کے سوال کے اسکو عطا فرماتا ہے یا اسکے برابر مصیبت کی برائی آدمی سے روک لیتا ہے۔ میں کہتا ہوں عالم مثال سے کسی چیز کا ظہور جب زمین پر ہوتا ہے تو اس ظہور کیلئے ایک طبعی طریقہ ہے

لہ اے فی السجود ١٢ عہ اے المعرفۃ ١٢ سہ اے مع الصبر وترک الشکایۃ علی البلاء ١٢

يجري ذلك المجرى ان لم يكن مانع من خارج وله سنن غير طبيعي ان وجد مزاحمة في الاسباب فمن غير الطبيعي ان تنصرف الرحمة الى كف السوء او الى ايناس وحشته والهام بهجة قلبه او ميل الحادثة من بدنه الى ماله وامثال ذلك قوله صلى الله عليه وسلم اذا دعا احدكم فلا يقل اللهم اغفر لي ان شئت ارحمني ان شئت ارزقني ان شئت وليعزم المسئلة انه يفعل ما يشاء ولا مكره له **اقول** روح الدعاء وسرها رغبة النفس في الشئ مع تلبسها بتشبه الملائكة وتطلع الجبروت والطلب بالشك يشتت العزيمة ويفتر الهمة اما الموافقة بالمصلحة الكلية فحاصل لان سببا من الاسباب لا يصد الله عن رعايتها وهو قوله صلى الله عليه وسلم انه يفعل ما يشاء ولا مكره له

قوله صلى الله عليه وسلم لا يرد القضاء الا الدعاء **اقول** القضاء ههنا الصورة المخلوقة في عالم المثال التي هي سبب وجود الحادثة في الكون وهو بمنزلة سائر المخلوقات يقبل المحو والاثبات قال عليه الصلوة والسلام ان الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل **اقول** الدعاء اذا عالج ما لم ينزل اضمحل ولم ينعقد سببا لوجود الحادثة في الارض وان عالج النازل ظهرت رحمة الله هنالك في صورة تخفيف موجدته وايناس وحشته قال صلى الله عليه وسلم من سره ان يستجيب الله له عند الشدائد فليكثر الدعاء في الرخاء **اقول** وذلك ان الدعاء لا يستجاب الا ممن قويت رغبته وتلكدت عزيمته وتمرن بذلك قبل ان يحيط به ما احاط

کہ اگر کوئی خارجی مانع نہیں ہوتا تو اس طریقے کے موافق اس ظہور کا اجرا ہوتا ہے اور ایک غیر طبعی طریقہ ہے یہ جب ہوتا ہے جب اس باب میں باہم مزاحمت ہو جاتی ہے اور غیر طبعی کی ایک یہ صورت بھی ہے کہ کسی مصیبت کے دفعہ کرنے یا اسکی وحشت کے دلجمعی کرنے اور قلب کے اندر خوشی کا القاریا کسی حادثہ کے جان سے یا اسکے مال کی طرف مائل کرنے کیلئے رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے اور اسی قسم کی اور صورتیں بھی ہیں اور آپ نے فرمایا ہے تم میں سے جب کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ خدایا اگر تو چاہے تو مجھکو بخش دے اور تو اگر چاہے تو مجھ پر رحم کر دے اگر چاہے تو مجھکو رزق دے بلکہ کوشش کے ساتھ خدا تعالے سے سوال کیا کرے کیونکہ خدا تعالیٰ جو چاہتا کرتا ہے اسپر کسی کا دباؤ نہیں ہے میں کہتا ہوں دعا کی روح اور اسکی حقیقت نفس کا کسی چیز کیطرف رغبت کرنا ہے جسکے ساتھ تشبہ بالملائکہ اور جبروت پر اطلاع یابی کی صفت بھی پائی جاتی ہو اور شک کیساتھ طلب کرنے میں ارادہ کے اندر پراگندگی اور ہمت میں سستی پائی جاتی ہے اور مصلحت کلیہ کے ساتھ موافقت موجود ہوتی ہے کیونکہ کوئی سبب مصلحت کلیہ کی رعایت کرنے سے خدا تعالیٰ کو نہیں روکتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسپر کسی کا دباؤ نہیں ہے لا یرد القضاء الخ بجز دعا کے کوئی چیز قضاء الٰہی کو نہیں روکتی میں کہتا ہوں قضاء سے یہاں پر وہ صورت مراد ہے جو عالم مثال میں پیدا کیجاتی ہے اور عالم کون میں اس حادثہ کے وجود کا سبب ہوتی ہے اور وہ صورت تمام مخلوقات کی طرح محو واثبات کو قبول کرتی ہے اور آپنے فرمایا ہے ان الدعاء الخ البتہ دعا جو چیز اتاری گئی ہے اور جو چیز نہیں اتاری گئی سبکو نافع ہوتی ہے میں کہتا ہوں جو حادثہ نازل نہیں ہوا ہے دعا کرنے سے وہ مضمحل ہو جاتا ہے اور زمین پر اس حادثہ کے موجود ہونے کا سبب نہیں ہو سکتا اور جب کوئی بلا نازل ہو جاتی ہے تو دعا کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہاں پر رحمت الٰہی سے اس شخص کو اس مصیبت سے جو رنج پہونچا اسمیں تخفیف ہو جاتی ہے اور اسکی وحشت اس کے ساتھ مبدل ہو جاتی ہے اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے من سرہ الخ جس شخص کو یہ بات منظور ہو کہ شدائد کے وقت خدا تعالیٰ اسکی دعا قبول کرے آرام کی حالت میں اسکو کثرت سے دعا کرنی چاہئے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ دعا اسی شخص کی قبول ہوتی ہے جسکی نہایت رغبت ہو اور نہایت مستحکم ارادہ سے دعا کرے اور مصیبت کے آنے سے پہلے وہ شخص دعا کرنے کا عادی ہو

ك۱ اسے لیطلبہا جازما غیر متردد والجھد المخزان ۱۲

واما رفع الیدین ومسح الوجہ بھما فتصویر للرغبۃ ومظاھرۃ بین الھیئۃ النفسانیۃ وما یناسبھا
من الھیئۃ البدنیۃ وتنبیہ للنفس علی تلک الحالۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم من فتح لہ باب من الدعاء
فتحت لہ ابواب الرحمۃ **اقول** من علم کیف یدعو برغبۃ ناشئۃ من صمیم قلبہ وعلم فی ای الصورۃ
تظھر الاجابۃ وتمرن بصفۃ الحضور فتح لہ باب الرحمۃ فی الدنیا ونصر فی کل داھیۃ واذا مات واحاطت
بہ خطیئتہ وغشیتہ غاشیۃ من الھیأت الدنیویۃ توجہ الی اللہ توجھا حثیثا کما کان تمرن بہ
فیستجاب لہ ویخرج نقیا منھا کما تسل الشعرۃ من العجین واعلم ان اقرب الدعوات من الاستجابۃ
ما اقترن بحالۃ ھی مظنۃ نزول الرحمۃ اما لکونھا کمالا للنفس الانسانیۃ کدعاء عقیب الصلوات
ودعوۃ الصائم حین یفطر ومعدۃ لاستنزال الجود اللہ کدعاء یوم عرفۃ او لکونھا سببا
لموافقۃ عنایۃ اللہ فی نظام العالم کدعوۃ المظلوم فان للہ عنایۃ بانتقام الظالم وھذہ موافقۃ
منہ لتلک العنایۃ وفیہ فانہ لیس بینھا وبین اللہ حجاب او سببا لازدراء راحۃ الدنیا عنہ
فتنصب رحمۃ اللہ فی حقہ متوجھۃ فی صورۃ اخری کدعاء المریض والمبتلی او سببا لاخلاص
الدعاء مثل دعاء الغائب لاخیہ ودعاء الوالد للولد او کانت فی ساعۃ تنتشر فیھا الروحانیۃ
وتدلی فیہ الرحمۃ کلیلۃ القدر والساعۃ المرجوۃ یوم الجمعۃ او کانت فی مکان تحضرہ الملائکۃ
کمواضع بمکۃ او تشبہ النفس عند الحلول بھا لحالۃ الحضور

اور ہاتھوں کا اٹھانا اور منہ پر ہاتھ پھیرنا
اس رغبت کی ظاہری صورت اور ہیئت نفسانیہ اور اس کے مناسب ہیئت بدنیہ میں مطابقت اور نفس کو اس حالت
پر متنبہ کرنا ہے اور آپ نے فرمایا ہے من فتح لہ باب الخ جس شخص کے لیے دعا کا ایک دروازہ کھولا گیا اس کیلئے
رحمت کے سب دروازے کھول دیئے گئے۔ میں کہتا ہوں جو شخص دلی رغبت سے دعا کرنے کی کیفیت جانتا ہے اور یہ
بھی جانتا ہے کہ کون کون سی صورتوں میں قبولیت کا ظہور ہوتا ہے اور وہ شخص حضور کی صفت کے ساتھ مشاق ہو
رہا ہے تو دنیا میں اس کے لیے رحمت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر مصیبت کے وقت اسکی اعانت کیجاتی ہے
اور مرنے کے بعد اس کے گناہ جب احاطہ کر لیتے ہیں اور ہیئت دنیاوی اسکو ڈھکیتی ہے تو وہ شخص جسطرح عادی
ہو رہا تھا اسی طرح رغبت کے ساتھ خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی دعا وہاں بھی مقبول ہوتی ہے اور
پھر گناہوں سے ایسا صاف نکل جاتا ہے جسطرح آٹے میں سے بال صفائی کے ساتھ نکل جاتا ہے اور معلوم کرنا چاہیئے کہ
سب دعاؤں میں سے قریب بقبولیت وہ دعا ہوتی ہے جو ایسی حالت کے ساتھ پائی جائے جسمیں رحمت الٰہی کے
نازل ہونے کا موقع ہوتا ہے یا تو اسلیئے کہ نفس انسانی کو اس حالت میں کمال کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے جیسے نمازوں کے
بعد دعا کرنا یا روزہ دار کی دعا وقت افطار روزہ کے یا اسلیئے کہ وہ حالت جود الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہوتی ہے جیسے
مظلوم کی دعا کیونکہ خدا تعالیٰ کو ظالم سے بدلہ لینے کی طرف توجہ ہوتی ہے اور یہ دعا مانگنا اس توجہ کے ساتھ موافقت کرتا ہے
اور مظلوم کے باب میں آیا ہے کہ اسکی دعا اور خدا تعالیٰ کے مابین میں حجاب نہیں ہے یا دنیاوی راحت کے منقلب ہونیکا سبب
ہوتی ہے ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کی رحمت جو اسکے حق میں متوجہ ہوتی ہے وہ دوسری صورت میں منقلب ہو جاتی ہے جیسے مریض یا
مصیبت زدہ کی دعا یا وہ حالت دعا کے اخلاص کا سبب ہوتی ہے جیسے کسی غائب شخص کے لیے بھائی مسلمان کیلئے دعا یا باپ کی اپنی
اولاد کیلئے یا وہ دعا اسوقت پائی جاتی ہے جب روحانیت منتشر ہوتی ہو اور رحمت الٰہی جہان پر جھک جاتی ہے جیسے شب قدر یا جمعہ کے
روز اس ساعت مرجوہ میں دعا کرنا یا ایسے مکان میں دعا کرنا جہاں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جیسے مکہ کے مقامات یا ان مقامات میں جانے سے نفس کو حضور

لہ ای انقلاب ۱۲

والخضوع كما اثر الانبياء عليهم السلام ويعلم من مقايسته ما قلنا سر قوله صلى الله عليه وسلم يستجاب للعبد ما لم يدع باثم او قطيعة رحم ما لم يستعجل قوله صلى الله عليه وسلم لكل نبى دعوة مستجابة فتعجل كل نبى دعوته وانى اختبأت دعوتى شفاعة لامتى الى يوم القيامة فهى نائلة ان شاء الله من مات من امتى لا يشرك بالله شيئا **اقول** للانبياء عليهم السلام دعوات كثيرة مستجابة وكذا استجيب لنبينا صلى الله عليه وسلم فى مواطن كثيرة لكن لكل نبى دعوة واحدة منبجسة من الرحمة التى هى مبدأ نبوته فانها ان امنوا كانت بركات عليهم وانبجس فى قلب النبى ان يدعو لهم وان اعرضوا صارت نقمات عليهم وانبجس فى قلبه ان يدعو عليهم واستشعر نبينا صلى الله عليه وسلم ان اعظم مقاصد بعثته ان يكون شفيعا للناس وواسطة لنزول رحمة خاصة يوم الحشر فاختبأ دعوته العظمى المنبجسة من اصل نبوته لذلك اليوم قوله صلى الله عليه وسلم اللهم انى اتخذت عندك عهدا الخ **اقول** اقتضت رحمته عليه الصلوٰة والسلام بامته وحدبه عليهم ان يقدم عند الله عهدا ويمثل فى حظيرة القدس همته لا يزال يصدر منها احكامها وذلك ان يعتبر فى قومه همته الضمنية المكنونة لا العمة البارزة وذلك لان قصده فى تعزير المسلمين قولا وفعلا اقامة الدين الذى ارتضى الله لهم وان يستقيموا ويذهب عنهم اعوجاجهم وقصده فى التغليظ على المقضى عليهم بالكفر موافقة الحق فى غضبه على هؤلاء واختلف

الشرح اور خضوع کی حالت پر مترتب ہوتا ہے جیسے انبیا علیہم السلام کے ماثر ہیں جو بیان کیا ہے اسپر قیاس کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا راز معلوم ہو سکتا ہے یستجاب للعبد الخ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جبتک گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے بشرطیکہ جلدی نہ کرے۔ اور آپنے فرمایا ہے لکل نبی دعاء الخ ہر ایک نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے سو ہر نبی نے اپنی دعا دنیا میں مانگ لی ہے اور میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لیئے قیامت کے دن کو پوشیدہ کر رکھی ہے پس جو شخص میری امت سے مریگا اور کسی کو وہ خدا کا شریک نکرتا ہوگا وہ دعا انشاء اللہ اسکو پہونچیگی میں کہتا ہوں۔ انبیا علیہم السلام کی کثرت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دعائیں بہت مقامات میں مستجاب ہوئی ہیں لیکن ہر نبی کے لیئے ایک ایسی دعا ہوتی ہے جسکا منبع وہ رحمت ہوتی ہے جو اسکی نبوت کا مبدا ہوتی ہے پھر اگر اس نبی کی امت اسپر ایمان لاتی ہے تو وہ دعا انکے حق میں برکات کا سبب ہوجاتی ہے اور اس نبی کے دل میں ان کیلئے دعا کرنیکی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اگر وہ لوگ اس نبی کی اطاعت سے اعراض کرتے ہیں اور اسپر ایمان نہیں لاتے تو وہ دعا ان لوگوں کے حق میں عذاب الٰہی کے نازل ہونیکا سبب ہوجاتی ہے اور نبی کے دل میں بددعا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپکی بعثت سے مقصود اعظم قیامت کے روز لوگوں کا شفیع اور رحمت خاصہ کے نزول کا واسطہ ہونا ہے لہذا آپ نے اس دعاء برگزیدہ کو جو اصل نبوت سے پیدا ہوتی ہے اس دن کے لیئے پوشیدہ کر رکھا اور آپنے فرمایا ہے انی اتخذت الخ البتہ میں نے تجھسے عہد لے لیا ہے میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے حال پر جو رحم و کرم ہے اسکا مقتضی یہ ہوا کہ پیشتر سے خدا تعالی سے آپ وعدہ کرالیں اور خطیرۃ القدس میں آپکی ہمت متشکل ہوجائے جس سے اسکے احکام برابر صادر ہوتے رہتے ہیں اسکی یہ صورت ہے کہ خدا تعالی آپ کی امت کے حق میں آپکے اس ارادہ کا اعتبار فرمائے جو باطنی اور پوشیدہ ہے نہ ظاہری ارادہ کا اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قول یا فعل کے ساتھ مسلمانوں کی تعزیر فرمائی ہے اس سے آپکا مقصود اس دین کا قائم کرنا ہے جسکو خدا تعالی نے انکے لیئے پسند فرمایا ہے اور انکا سیدھی راہ پر لانا اور کجی سے بچانا مقصود ہے اور جن لوگوں پر کفر کا حکم لگا دیا ہے قضاء الٰہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انسے سختی کے ساتھ برتاؤ کیا ہے اسمیں بھی آپکا مقصود اس غضب الٰہی کیساتھ موافقت کرنا جو ان لوگوں سے متعلق ہے اور مقصود ہر ایک کا متحد ہے لیکن طریقے مختلف ہیں اور

سلہ آخرت واختصصت وما ملتہ واصلتہ ... فانما انا بشر فای المؤمنین آذیتہ شتمتہ لعنتہ جلدتہ فاجعلہا لہ صلاۃ وزکاۃ وقربۃ تقربہ بہا الیک

ان اتحدت الصورة ومنها التوكل وروحه توجه النفس الى الله بوجه الاعتماد عليه ورؤية التدبير منه ومشاهدة الناس مقهورين فى تدبيره وهو مشهد[1] قوله تعالى وهو القاهر فوق عباده ويرسل عليكم حفظة وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه اذكارا منها لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم وفيه انه كنز من كنوز الجنة وذلك لانه يعد النفس لمعرفة جليلة ومنه قوله صلى الله عليه وسلم بك اصول وبك احول وما ورد على هذا الاسلوب ومنه قوله عليه الصلوة والسلام توكلت على الله وقوله عليه الصلوة والسلام اعلم ان الله على كل شئ قدير وان الله قد احاط بكل شئ علما ونحو ذلك ومنها الاستغفار وروحه ملاحظة ذنوبه التى احاطت بنفسه ونفضها[2] بجهد روحانى وفيض ملكى ولها اسباب منها شمول رحمة الله اياه بعمل يصرف اليه دعوات الملأ الاعلى او يكون هو فيه جارحة من جوارح التدبير الالهى فى اظهار نافعة للجمهور او سد خلة المحتاج او ما يضاهى ذلك ومنها التشبه بالملائكة فى هيأتهم ولمعان انوار الملكية وخمود شهرد البهيمية باضمحلال اجزائها وكسر سورتها ومنها التطلع الى الجبروت ومعرفة الحق واليقين به وهو قوله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى اعلم عبدى ان له ربا يغفر الذنب ويأخذ به غفرت لعبدى فاذا استعمل العبد هذه الامداد الروحانية فى تفضض ذنوبه عن نفسه اضمحلت عنها

ایک توکل ہے جسکی روح خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے اس اعتقاد سے کہ وہی خدا تعالیٰ اعتماد کے قابل ہے۔ اور تمام تدبیریں اسی کی طرف سے ہیں اور تمام لوگ اسکی تدبیر کے نیچے پست ہیں۔ خدا تعالیٰ کے اس قول کا مصداق یہی ہے وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ۔ یعنی وہی خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تمپر محافظین کو بھیجتا ہے۔ توکل کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے ذکر مقرر فرمائے ہیں از انجملہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ الخ اسکی فضیلت میں آیا ہے کہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ یہ کلمات نفس کو ایک عظیم الشان معرفت کے قابل بنا دیتے ہیں اور از انجملہ آپ کا یہ قول ہے بک اصول وبک احول اور جو اذکار اس اسلوب پر وارد ہیں اور آپ کا ایک یہ قول توکلت علی اللہ اور یہ قول اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط وعلی ہذا القیاس۔ اور ایک استغفار کی روح اپنے ان گناہوں کا جو نفس کو گھیرے ہوئے ہیں ملاحظ کرنا اور نفس سے بمدد روحانی اور فیض ملکی انکا دور کرنا ہے اور اسکے کئی سبب ہیں اور از انجملہ رحمت الٰہی کا کسی ایسے عمل سے اسکو شامل ہو جانا جسکے سبب سے ملاء اعلیٰ کی دعائیں اسکی طرف متوجہ ہو جاویں یا وہ عمل اس شخص میں کسی ایسی صفت کے ظاہر کرنے میں جو عامہ مخلوق کے لیئے نافع ہے تدبیر الٰہی کے جوارح میں سے ہوتا ہے یا کسی محتاج کی حاجت پورا کرنے یا اس کے مشابہ ہوتا ہے اور از انجملہ ملائکہ کی ہیئت کی مشابہت پیدا کرنا اور انوار ملکیہ کا روشن ہونا اور بہیمیہ کے سرور کلانس کے اجزاء کے ضعیف ہو جانے اور اسکے ہیجان کے فرو ہو جانے سے جاتا رہتا ہے اور از انجملہ جبروت پر اطلاع پانی اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور اسکے ساتھ یقین ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کیا میرا بندہ اسبات کو جانتا ہے کہ اسکا کوئی پروردگار ہے جو اُسکے گناہ معاف کرتا ہے اور اس سے مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندہ کو بخشدیا پس جب کوئی بندہ ان روحانی اعانتوں کا اپنے نفس سے گناہ دور ہونے میں استعمال کرتا ہے تو وہ گناہ مضمحل ہو جاتے ہیں۔

[1] المشهد فى اصطلاح الصوفية ما يفيض عند التأمل والتفكر فى معانى الاية ١٢

[2] ازالتها وقوله نافعة صفة مفيدة والخلة الحاجة ١٢

ومن اجمع صیغ **الاستغفار** اللھم[1] اغفر لی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ منی اللھم اغفر لی جدی وھزلی وخطئی وعمدی وکل ذلک عندی[2] اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیٔ قدیر وسید **الاستغفار** اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء[2] لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت **قال** صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ[3] فی الیوم مائۃ مرۃ **اقول** حقیقۃ ھذا الغین انہ صلی اللہ علیہ وسلم مامور ان یصبر نفسہ مع عامۃ المؤمنین فی ھیئۃ امتزاجیۃ بین الملکیۃ والبھیمیۃ لیکون قدوۃ للناس فیما سن لھم علی وجہ الذوق والوجدان دون القیاس والتخمین وکان من لوازمھا الغین واللہ اعلم **ومنھا** التبرک باسم اللہ تعالی وسرہ ان الحق لہ تدل فی کل نشأۃ ومن تدلیہ فی النشأۃ الحرفیۃ الاسماء الالھیۃ النازلۃ علی السنۃ التراجمۃ والمتمثلۃ فی الملأ الاعلی فاذا توجہ العبد الیہ وجد رحمۃ اللہ قریبۃ **قال** صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ تسعۃ وتسعین اسما مائۃ الا واحدا من احصاھا دخل الجنۃ **اقول** من اسباب ھذا الفضل انھا انصاب صالحۃ لمعرفۃ ما یثبت للحق ویسلب عنہ وان لھا برکۃ وتمکنا فی حظیرۃ القدس وان صورتھا[4] اذا استقرت فی صحیفۃ عملہ وجب ان یکون انفساحھا الی رحمۃ عظیمۃ

استغفار کے اذکار میں سے جامع تر یہ استغفار ہے اللھم اغفر لی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری الخ اور سید الاستغفار یہ ہے اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انہ لیغان علی قلبی وانی الخ یعنی میرے قلب پر بھی پردہ آجاتا ہے۔ ہر روز اللہ پاک سے میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اس پردہ کی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت کو عامہ مومنین کے ساتھ ایسی ہیئت میں رہنے کا حکم ہے کہ جو ملکی اور بہیمی سے مرکب ہو تاکہ جو طریقہ آپ اُن کے لیے مسنون فرمادیں اسکو ذوق اور وجدان کے طور پر قبول کرکے پیروی کریں نہ صرف قیاس وتخمین کے طور پر اور اس ہیئت میں رہنے کو دل پر غین یعنی پردہ اور کدورت کا عارض ہونا لازم ہے اور ازانجملہ خدا تعالی کے نام سے برکت حاصل کرنا ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالی کو ہر عالم کے اعتبار سے ایک قرب ہے حروف کے عالم میں خدا تعالی کا قرب اُن اسماء کے ساتھ ہوتا ہے جو اہل لسان کی زبانوں پر جاری ہوتے ہیں اور ملاء اعلی میں جلوہ گر ہوتا ہے اُن اسماء میں سے جب کوئی بندہ کسی نام کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا تعالی کی رحمت اسکے قریب ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان للہ تسعۃ وتسعین اسما خدا کے لیے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جو شخص اُن کو یاد کریگا تو جنت میں داخل ہوگا۔ میں کہتا ہوں اس فضیلت کا سبب ایک یہ ہے کہ یہ اسماء خدا تعالی کی صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کی معرفت کے لیئے کافی مقدار ہیں اور حظیرۃ القدس میں اُن اسماء کے لیئے نہایت برکت اور کامل درجہ پایا جاتا ہے اور نامہ اعمال میں اُن اسماء کی صورت جب مندرج ہوتی ہے تو بالضرور اُس صورت کی وسعت ایک عظیم الشان رحمت کی طرف ہوتی ہے

---

[1] ای اقسام الذنوب الخ ۱۲

[2] قولہ ابوء لک اعترف ۱۲

[3] لیحبس وقولہ الغین ای الستر والغطاء وقولہ نشأۃ ای عالم ۱۲

[4] قولہ صورتھا ای صورۃ الاسماء ۱۲

واعلم انّ الاسم الاعظم الذی اذا سئل بہ اعطی واذا دعی بہ اجاب ھو الاسم الذی یدل علی اجمع تدل من تدلیات الحق والذی تداولہ الملاء الاعلی اکثر تداول ونطقت بہ التراجمة فی کل عصر **وقد ذکرنا** انّ زیدا الشاعر الکاتب لہ صورة انہ شاعر وصورة انہ کاتب وکذٰلک للحق تدلیات فی موطن من المثال وھذا المعنی یصدق علی انت اللہ لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وعلی لک الحمد لا الٰہ الا انت الحنان المنان بدیع السمٰوٰت والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حی یا قیوم ویصدق علی اسماء تضاھی ذٰلک **ومنھا** الصلوٰة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ **قال** صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی صلوٰة صلی اللہ علیہ عشرا **وقال** علیہ السلام انّ اولی الناس بی یوم القیمة اکثرھم علی صلوٰة **اقول** السر فی ھذا انّ النفوس البشریة لابد لھا من التعرض لنفحات اللہ ولا شیئ فی التعرض لھا کالتوجہ الی انوار التدلیات والی شعائر اللہ فی ارضہ والتکفف لدیھا والامعان فیھا والوقوف علیھا الاسیما ارواح المقربین الذین ھم افاضل الملاء الاعلی ووسائط جود اللہ علی اھل الارض بالوجہ الذی سبق ذکرہ وذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتعظیم وطلب الخیر من اللہ تعالٰی فی حقہ التضامن للتوجہ الیہ مع ما فیہ من سد مدخل التحریف حیث لم یذکرہ الا بطلب الرحمة لہ من اللہ تعالٰی وارواح الکمل اذا فارقت اجسادھا صارت کالموج المکفوف

اور معلوم کرنا چاہیے کہ خدائے تعالیٰ جل شانہ کا اسم اعظم جسکے ساتھ دعا کرنے سے دعا مستجاب ہوتی ہے اور جو سوال کیا جاتا ہے دیتا ہے وہ نام ہے جو تقربات ایزدی میں سے نہایت جامع تقرب پر دلالت کرتا ہے اور ملاء اعلیٰ میں وہ نام کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور ہر زمانہ میں اہل لسان اس نام پاک کے ساتھ ناطق ہوتے ہیں اور ہم اسبات کا ذکر کر چکے ہیں کہ زید جو شاعر بھی ہے اور کاتب بھی ہے اسکے لیے ایک صورت شاعر ہونے کی ہے اور ایک کاتب ہونے کی اسیطرح حقتعالیٰ کو عالم مثال کے بیچ کسی مقام کے ساتھ تقربات ہوتے ہیں اور یہ معنی اسپر صادق آتے ہیں انت اللہ لا الٰہ الا انت الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد اور نیز اسپر صادق آتے ہیں لک الحمد لا الٰہ الا انت الحنان المنان بدیع السمٰوٰت والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حی یا قیوم۔ اور اسی قسم کے اسماء پر یہ معنی صادق آتے ہیں اور از انجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے آپنے فرمایا ہے من صلی علی صلوٰة الخ جو شخص مجھپر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے خدائتعالیٰ اسپر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے ان اولی الناس الخ یعنے قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ قریب میرے وہ شخص ہوگا جو ان میں کثرت سے مجھپر درود بھیجتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسمیں یہ بھید ہے کہ نفوس بشریہ کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ نفحات الٰہی کے سامنے رہیں اور پیش رہنے کے لیے اسکے برابر کوئی چیز نہیں ہے کہ تقربات انوار اور علامات الٰہی جو زمین پر پائے جاتے ہیں انکی طرف نفس کی توجہ اور انکے سامنے رک جانا اور انکے اندر غور کرنا اور انپر ٹھہر جانا ہو خاصکر ان مقربین کی ارواح جو ملاء اعلیٰ کے بزرگ ترین لوگوں میں ہیں اور زمین والوں پر جو خدائیتعالیٰ کی بخشش ہوتی ہے اسکے وسائط ہیں جیساکہ سابقا بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعظیم سے ذکر کرنا اور خدائیتعالیٰ سے آپکے حق میں بہتری کی خواہش کرنا آپ کی طرف توجہ کرنے کا بہترین سبب ہے اور اسکے ساتھ یہی ہے کہ تحریف کا راستہ اُس سے مفتوح نہیں ہوتا کیونکہ اس شخص نے صرف آپکے لیے خدائیتعالیٰ سے رحمت کی خواستگاری کے قصد سے آپکو ذکر کیا ہے اور کاملین کی ارواح کو جب انکے ابدان سے مفارقت ہوتی ہے تو انکا حال اس موج کا سا ہوتا ہے جو رکی ہوئی ہوتی

لا یهزها[1] ارادة منبجسة وداعیة سانحة ولکن النفوس التی هی دونها تلتصق بها بالهمة فیجلب منها نورا
وهیئة مناسبة بالارواح وهی المکنی عنه بقوله علیه السلام ما من احد یسلم علیّ الا رد الله علیّ
روحی حتی ارد علیه السلام[2] وقد شاهدت ذلك مالا احصی فی مجاورتی المدینة سنة الف
ومائة واربع واربعین قال صلی الله علیه وسلم لا تجعلوا زیارة قبری عیدا اقول هذا اشارة الی سد
مدخل التحریف کما فعل الیهود والنصاری بقبور انبیائهم وجعلوها عیدا وموسما بمنزلة الحج واعلم انه
مست الحاجة الی توقیت الاذکار ولو بوجه اسمح من توقیت النوامیس اذ لو لم توقت لتساهل
المتساهل وذلك اما باوقات او اسباب وقد ذکرنا تصریحا او تلویحا ان المخصص لبعض الاوقات
دون بعض اما ظهور الروحانیة فیه کالصبح والمساء او خلو النفس عن الهیئات الرذیلة کحالة
التیقظ من النوم او فراغها من الارتفاقات واحادیث الدنیا لیکون کالمصقلة کحالة ارادة النوم
وان المخصص للسببیة ان یکون سبب النسیان ذکر الله وذهول النفس عن الالتفات تلقاء
جناب الله فیجب فی مثل ذلك ان یعالج بالذکر لیکون تریاقا لسمها وجابر
الخللها او طاعة لا یتم نفعها او لا تکمل فائدتها الا بمزج ذکر معها
کالاذکار المسنونة فی الصلوات او حالة

کہ کوئی نیا ارادہ یا کوئی عارضی سبب اُنکو حرکت نہیں دے سکتا مگر جو کم درجہ کے نفوس ہوتے ہیں وہ اُن ارواح کے ساتھ بالقصد متصل ہو کر ایک نور اور ایک ہیئت جو اُن ارواح کے مناسب ہوتی ہے وہ اُن ارواح سے حاصل کر لیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں یہی مراد ہے ما من احد یسلم الخ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھپر سلام کرتا ہو مگر خدا تعالیٰ میری روح کا مجھپر اعادہ کر دیتا ہے حتی کہ میں اُسکو سلام کا رد یعنی جواب دیتا ہوں۔ سنہ گیارہ سو چوالیس ہجری میں مدینہ کے ساتھ مجکو مجاورت نصیب ہوئی تو میں نے بیشمار مرتبہ اس بات کا مشاہدہ کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تجعلوا الخ یعنی میری قبر کی زیارت کو عید نہ بنانا۔ میں کہتا ہوں انمیں تحریف کے راستہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے اور مثل حج کے اُنکو عید و میلہ بنایا تھا معلوم کرو کہ اذکار کے اوقات معین کرنے کی حاجت ہے اگرچہ شرائع کی توقیت سے وہ توقیت کم درجہ کی ہے اسلئے کہ اگر اذکار کی توقیت نہ کیجائے تو تساہل کرنے والا کاہلی کر سکتا ہے اور یہ توقیت یا اسباب کیساتھ ہونی چاہیے یا اوقات کے ساتھ اور ہمنے صراحتًا یا اشارتًا اسباب کا ذکر کر دیا ہے کہ بعض اوقات کو بعض اوقات پر ترجیح کا سبب یا نور وحانیت کا ان اوقات میں ظاہر ہونا ہے مثلاً صبح و شام کے اوقات یا نفس کا اُن اوقات کیفیات رذیلہ سے خالی ہونا جیسے خواب سے بیدار ہوتے وقت یا نفس کا اسوقت میں انتظامات اور دنیا کے قصوں سے فارغ ہونا کہ اسوقت میں ذکر کرنا نفس کیلیے بمنزلہ صیقل کے ہو جاتا ہے جیسے سونے کا ارادہ کرتے وقت۔ اور سببیت کے لیئے وہ چیز مخصص ہو سکتی ہے جو ذکر الٰہی کے بھلانے اور بارگاہ الٰہی کی طرف توجہ سے غافل کرنے کا سبب ہو ایسے وقت میں ذکر الٰہی سے اُس کا علاج ضرور ہوتا ہے تاکہ اُس غفلت کے سم کے لیئے بمنزلہ تریاق کے ہو کر اُسکے نقصان کا تدارک کرے۔ یا وہ مخصص کوئی عبادت ہوتی ہے جسکا نفع بغیر ذکر کے ملائے کامل نہیں ہوتا مثل اُن اذکار کے جو نمازوں کے اندر مسنون ہیں۔ یا مخصص کوئی ایسی حالت ہوتی ہے جو

[1] قوله لا یهزها۔ ای لا یحرکها ارادة حادثة الخ وعلی البساطة المطلقة واستغراقها فی بحر الرحمة ومشاهدة رب العزة وقوله سانحة ای عارضة ۱۲

[2] یعنی لیس المراد من رد الروح العود بعد المفارقة عن البدن بل المراد تصدق النفوس التی دونها بها بالهمة وجلب نورا وهیئة مناسبة لها ۱۲

تنبه النفس على ملاحظة خوف الله وعظيم سلطانه فان هذه الحالة سائقة لها الى الخير من حيث يدرى ومن حيث لا يدرى كاذكار الآيات من الريح والظلمة والكسوف او حالة يخشى فيها الضرر فيجب ان يسأل الله من فضله ويتعوذ منه فى اولها كالسفر والركوب او حالة كان اهل الجاهلية يسترقون فيها لاعتقادات تميل الى الاشراك بالله او طيرة او نحو ذلك كما كانوا يعوذون بالجن وعند رؤية الهلال وقد بين النبى صلى الله عليه وسلم فضائل بعض هذه الاذكار وآثارها فى الدنيا والآخرة اتماما للفائدة واكمالا للترغيب والعمدة فى ذلك امور منها كون الذكر مظنة لتهذيب النفس فأدار عليه ما يترتب على التهذيب كقوله صلى الله عليه وسلم من قالهن ثم مات مات على الفطرة او دخل الجنة او غفر له ونحو ذلك ومنها بيان ان صاحب الذكر لا يضره شىء وحفظ من كل سوء وذلك لشمول الرحمة الالهية واحاطة دعوة الملائكة به ومنها بيان محو الذنوب كتابة الحسنات وذلك لما ذكرنا ان التوجه الى الله والتلقى بغاشية الرحمة يزيل الذنوب ويمد الملكية ومنها بعد الشياطين منه لهذا السر بعينه وسن رسول الله صلى الله عليه وسلم الذكر فى ثلاثة اوقات عند الصباح والمساء والمنام فى ايام يوم اليقظة فى اكثر الاذكار لانه هو وقت طلوع الصبح واسفاره غالبا فمن اذكار الصباح والمساء اللهم عالم الغيب والشهادة فاطر السموات والارض رب كل شىء ومليكه اشهد ان لا اله الا انت اعوذ بك من شر نفسى ومن شر الشيطان وشركه[1]

انجو نفس کو خوف الہی اور اس کی عظیم الشان سلطنت کے ملاحظہ کرنے پر متنبہ کرتی ہے۔ کیونکہ یہ حالت اس شخص کو خواہ مخواہ اعمال حسنہ کیطرف رہبری کرتی ہے خواہ اسکو علم ہو یا نہ ہو جیسے آیات الہی مثل آندھی اور تاریکی اور کسوف وغیرہ کے وقت اذکار مقرر فرمائے گئے ہیں یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے جسمیں ضرر کے پہونچنے کا خوف ہوا کرتا ہے لہذا اس حالت کے شروع میں خدا تعالیٰ کے فضل کی خواستگاری کیجائے اور اسکی پناہ مانگی جاوے جیسے سفر کرتے اور سوار ہوتے وقت یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ اہل جاہلیت اس حالت کے ساتھ وہ ایسے اعتقاد رکھتے تھے جنکا انجام شرک یا بدشگونی یا اسکے مثل ہوتا تھا جسطرح جنوں کی پناہ مانگتے تھے اور رویت ہلال کا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سے بعض اذکار کے فضائل اور دنیا و آخرت میں ان کے آثار بیان کیئے ہیں تاکہ لوگوں کو پورا فائدہ پہونچے اور انکو کامل رغبت پیدا ہو اور اس باب میں زیادہ تر مقصود بالذات چند امور ہیں۔ ایک تو یہ کہ ذکر تہذیب نفسانی کا مظنہ اور اسکی علامت ہے لہذا جو امر تہذیب پر مترتب ہوتا ہے ذکر پر آپنے اسکو دائر کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے مَن قالهن ثم مات یعنی جو شخص انکو پڑھکر مر گیا تو فطرت اسلامی پر مرا داخل ہوا جنت میں یا یہ فرمایا کہ بخشا گیا۔ اور اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں۔ اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ ذکر کرنیوالے کو کوئی ضرر نہیں پہونچاتی یا ہر ایک بات سے محفوظ رہتا ہے اسکا یہ سبب ہوتا ہے کہ رحمت الہی اس شخص کے شامل حال ہو جاتی ہے اور ملائکہ کی دعا اسکو محیط ہو جاتی ہے اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ اسکے گناہ دور ہو جاتے اور حسنات اس کیلئے لکھے جاتے ہیں اور اسکا سبب ہم بیان کر چکے کہ خدا تعالیٰ کیطرف توجہ اور رحمت کا اسپر محیط ہو جانا گناہوں کو دور کرتا ہے اور قوت ملکی کو زیادہ کرتا ہے اور از انجملہ شیاطین کا اس شخص سے دور ہو جانا اسکا راز بھی بعینہ یہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات میں ذکر مقرر فرمایا ہے صبح و شام و خواب کیوقت اور اکثر اذکار میں جاگنے کا وقت مقرر نہیں فرمایا کیونکہ غالبا وہی وقت صبح کے طلوع کرنے یا اسکے روشن ہونیکا ہوتا ہے صبح و شام کے اذکار میں سے بعض اذکار یہ ہیں۔ اللهم عالم الغيب الخ یعنے اے اللہ۔ جاننے والے غیب اور ظاہر کے۔ پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے پروردگار ہر ایک چیز اور مالک اسکے گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ نہیں کوئی لائق بندگی کی مگر تو میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیری برائی اپنے نفس اور شیطان اور

[1] لے التبس ۱۲ کے بیعنی بالکسر اسے ما یدعو الیہ من الاشراک ویروی بفتحتین کے ما یفتن بہ الناس من حبائلہ ۱۲

امسینا وامسی الملک للہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر اللھم انی اسألک من خیر ھذہ اللیلۃ وخیر ما فیھا واعوذ بک من شرھا وشر ما فیھا اللھم انی اعوذ بک من الکسل والھرم وسوء الکبر وفتنۃ الدنیا وعذاب القبر وفی الصباح یبدل امسینا باصبحنا وامسی باصبح وھذہ اللیلۃ بھذا الیوم بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیا وبک نموت والیک المصیر وفی المساء بک امسینا وبک اصبحنا وبک نحیا وبک نموت والیک النشور باسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ثلاث مرات سبحان اللہ وبحمدہ ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر و ان اللہ قد احاط بکل شئ علما فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموٰت والارض وعشیا وحین تظھرون الی تخرجون[1] اللھم انی اسألک العافیۃ فی الدنیا والاخرۃ اللھم انی اسألک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واھلی ومالی اللھم استر عوراتی وامن روعاتی[2] اللھم احفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بعظمتک ان اغتال من تحتی[3]

ہم سنے اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے شام کی اور اُسی کی تعریف ہے جو یگانہ غیر شریک ہے جس کا ملک اور حمد ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ الٰہی میں تم سے اس رات کی خیر چاہتا ہوں۔ اور جو اس میں ہے اس کی خیر۔ اور اس کی شر اور اس میں کی شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

الٰہی تیرے ذریعہ سستی اور بڑھاپے اور تکبر اور دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر پناہ چاہتا ہوں۔ اور صبح کے وقت امسینا کی بجائے اصبحنا اور امسی کی بجائے اصبح کہے۔ اور ھذہ اللیلۃ کی بجائے ھذا الیوم کہے۔ کہ تیری ہی قدرت سے ہم نے صبح کی اور شام کی اور تیرے ہی حکم سے ہم زندہ ہوتے اور مرتے اور تیری طرف واپسی ہے اس اللہ تعالیٰ کے اسم کی برکت سے جس کے باعث کوئی زمین و آسمان کی چیز ضرر نہیں دے سکتی۔ اور وہ سننے جاننے والا ہے تین بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی تعریف کے ساتھ ہے۔ اور ہم کو سوائے اللہ کی ہمت کے طاقت نہیں۔ جو چاہتا ہے ہوتا ہے۔ جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ تو جان کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ شام و صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں اُسی کی حمد ہے۔ زمین و آسمان میں اور عشاء و ظہر کے وقت تسبیح ہی تخرجون تک۔ (پڑھے)

الٰہی میں تم سے دنیا و آخرت کی عافیت چاہتا ہوں۔ الٰہی میں تم سے اپنے دین دنیا اہل مال کی عافیت و معافی چاہتا ہوں۔

الٰہی میرا پردہ رکھ اور غموں سے امن دے۔

الٰہی مجھے آگے پیچھے داہنے بائیں اور اوپر سے محفوظ رکھ اور زمین میں دھنسنے سے پناہ چاہتا ہوں۔

[1] یعنی منقلبین بنعمتک وقولہ المصیر ای الرجوع ۱۲ [2] سے یعنی یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحیی الارض بعد موتھا وکذالک تخرجون ۱۲

[3] عوراتی ای سوآتی وروعاتی ای فزعاتی وقولہ اغتال بلفظ المجہول ای اذہب من حیث لااشعر ۱۲

رضيت بالله ربًا وبالاسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا ثلاث مرات اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق اللهم ما اصبح بى من نعمة او باحد من خلقك فمنك وحدك لا شريك لك فلك الحمد ولك الشكر وسيد الاستغفار ومن اذكار وقت النوم اذا اوى الى فراشه باسمك ربى وضعت جنبى وبك ارفعه ان امسكت نفسى[1] فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين واللهم اسلمت نفسى اليك ووجهت وجهى اليك وفوضت امرى اليك والجأت ظهرى اليك رغبة ورهبة اليك لا ملجأ ولا منجا منك الا اليك امنت بكتابك الذى انزلت ونبيك الذى ارسلت الحمد لله الذى اطعمنا وسقانا وكفانا وآوانا فكم ممن لا كافى له ولا مؤوى له ويسبح الله ثلاثا وثلاثين ويحمد الله ثلاثا وثلاثين ويكبر الله اربعا وثلاثين اللهم قنى عذابك يوم تبعث عبادك ثلاثا اعوذ بوجهك الكريم وكلماتك التامات من شر ما انت آخذ بناصيته اللهم انت تكشف المغرم والمأثم اللهم لا يهزم جندك ولا يخلف وعدك ولا ينفع ذا الجد منك الجد سبحانك وبحمدك اللهم رب السموات والارض ورب كل شئ فالق الحب والنوى منزل التوراة والانجيل والقرآن اعوذ بك من شر كل ذى شر انت آخذ بناصيته انت الاول فليس قبلك شئ وانت الآخر فليس

اللہ تعالےٰ کے رب اور اسلام کے دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر دل وجان سے راضی ہوں۔ تین بار پڑھے الٰہی، میں تیرے پورے کلمات سے تیری مخلوق سے پناہ مانگتا ہوں الٰہی۔ جس نعمت نے میرے یا مخلوق کے ساتھ صبح کی وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ تو واحد لاشریک ہے اور تیری حمد وشکر ہے۔

اور استغفار کا سردار اور سوتے وقت کے یہ ذکر ہیں جب وقت بستر پر جائے

الٰہی۔ بحرمت تیرے نام کے پہلو بستر پر رکھا اور تیرے حکم سے اُٹھاؤں گا۔ اگر موت دیدی تو مجھ پر رحم فرما اگر روح واپس کر دیا تو اسکو اپنے نیک بندوں کی طرح محفوظ رکھ۔ الٰہی میں نے اپنا نفس تیرے سپرد کیا اور تیری طرف توجہ کی اور اپنے کام تیرے سپرد کئے۔ اپنی پیٹھ کو خوشی ناخوشی سے تیرے سپرد کیا۔ کہ تیرے بغیر کوئی جا پناہ وجا نجات نہیں۔ تیری نازل کردہ کتاب اور رسول پر ایمان لایا۔ اُس ذات کی حمد ہے جس نے ہمیں کھانا دیا اور پانی اور کفائت کیا اور ٹھکانا دیا کئی کا ٹھکانا اور کفایت کنندہ نہیں۔ اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمدللہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار۔ الٰہی قیامت کے عذاب سے بچا تین بار۔ تیری ذات بزرگ اور پورے کلمات کے باعث الٰہی تو ہی تاوانوں وگناہوں سے نجات دینے والا ہے۔ الٰہی تیرا لشکر نہیں بھاگتا تیرا وعدہ خلاف نہیں کسی کی بڑائی فائدہ نہیں دیتی۔ تو پاک تعریف والا ہے۔ اے آسمانوں اور زمین اور ہر چیز کے پروردگار تو ہی دانہ گٹھلی کو اُگانے والا اور توراۃ اور انجیل اور قرآن کا نازل کرنے والا۔ ہر شریر کی شریر جو سب تیرے قبضہ میں ہے تیری جلالیت کے باعث پناہ چاہتا ہوں۔ تو ہی اول ہے جس سے پہلے کچھ نہیں۔ تو ہی آخر ہے جس کے بعد کچھ نہیں۔

---

[1] اے قبضت روحی وقولہ ارسلتہا اے رددت روحی الی وقولہ الجأت اے اسندت وقولہ وکفانا ای فی دفع الشر ۱۲ ملا اے بل ترکھم السیع معشرھم وقولہ لا مؤوی لہ اے ترکھم یھیمون فی البوادی ۱۲ سمعات اے قابض ومتصرف فیہ وقولہ المغرم ای الدین والماثم الاثم وقولہ الجد ای

بعدك شئ وانت الظاهر فليس فوقك شئ وانت الباطن فليس دونك شئ[1] اقض عني الدين واغنني من الفقر باسم الله وضعت جنبي اللّٰهم اغفرلي ذنبي واخسأ شيطاني وفك رهاني واجعلني في الندى الاعلى الحمد لله الذي كفاني وآواني واطعمني وسقاني والذي من علي فأفضل والذي اعطاني فأجزل الحمد لله على كل حال اللّٰهم رب كل شئ ومليكه واله كل شئ اعوذ بك من النار وجمع كفيه فقرأ فيهما قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم مسح بهما ما استطاع من جسده وقرأ اية الكرسي وسنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم لمن تزوج امرأة او اشترى خادماً[2] اللّٰهم اني اسألك خيرها وخير ما جبلتها عليه واعوذ بك من شرها وشر ما جبلتها عليه واذا رفأ انساناً[3] بارك الله لك وبارك عليكما وجمع بينكما في خير واذا اراد ان يأتي اهله باسم الله اللّٰهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا[4] ولمن اراد ان يدخل الخلاء اعوذ بالله من الخبث والخبائث وللخارج منه غفرانك وعند الكرب لا اله الا الله الحليم العظيم لا اله الا الله رب العرش العظيم لا اله الا الله رب السموات ورب الارض ورب العرش الكريم وعند الغضب اعوذ بالله من الشيطان الرجيم

اور تو غالب وظاہر ہے۔ کہ تجھ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اور توہی باطن ہے کہ تیرے ورے کوئی چیز نہیں (یعنے سب اشیاء کا احاطہ کرنے والا توئی ہے) میرا قرض ادا کر کے محتاجی سے بچا۔ میں نے اللہ تعالےٰ کے نام اپنا پہلو رکھا۔ الٰہی میرے گناہ بخش اور میرا شیطان ذلیل کر کے میری جان چھڑا کر مجھ کو مجلس اعلےٰ پر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جو مجھے کافی ہے اور مجھے ٹھکانا دیا اور کھانا دیا اور پانی دیا۔ اور مجھ پر بڑا احسان کیا اور بہت عطا فرمائی۔ ہر حال حمد الٰہی ہے یا الٰہی ہر چیز کے رب اور اسکے مالک اور ہر شے کے معبود تیرے ذریعہ دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے اُن پر قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس دم کر کے اپنے بدن پر پھیرے۔ اور آیۃ الکرسی پڑھے۔ جو شخص شادی کرے یا غلام خادم خریدے تو اسوقت حضور علیہ السلام نے یہ پڑھنا فرمایا ہے۔ الٰہی میں تجھ سے اسکی خیر اور جس خصلت پر پیدا کیگئی ہے اسکی خیر تجھ سے طلب کرتا ہوں اور اسکی سب برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور اسکی ترقی کیلئے یہ دعا کرے۔ کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ برکت دی اور تم دونوں کو اتفاق اور برکت دی۔ بیوی کے پاس جاتے وقت یہ پڑھے بسم اللہ۔ الٰہی ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور ہماری اولاد کو اور جو آدمی پاخانہ جانا چاہے تو پڑھے۔ کہ میں بذریعہ اللہ تعالیٰ کے پلیدی ناپاکیوں سے پناہ چاہتا ہوں اور نکلتے وقت کہے۔ الٰہی تیری مغفرت کا طالب ہوں اور تکالیف کے وقت یہ پڑھے ایک ہی معبود اللہ تعالےٰ ہے جو حلیم و عظیم ہے وہی اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا مالک ہے اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور عرش کریم کا رب اور غصہ کیوقت یہ پڑھے اعوذ باللہ۔ کہ رحمت الٰہی سے ہانکے ہوئے شیطان سے بذریعہ خدا تعالیٰ پناہ طلب کرتا ہوں۔

[1] ای انت محیط بالاشیاء فلا شئ یائک فی هذه الصفات وقوله واخسأ شیطانی ای اطرده وابعده وفک رهانی ای خلص نفسی والندی الاعلی المجلس من الملائکة

وقوله فاجزل ای اکثر ۱۲

[2] عبداً او امة ۱۲

[3] الرفاء الالتیام والاتفاق التام والبرکة من قوت التوب یفار ورفؤا منه الترفیة ای الدعاء بالبرکة والالتیام ۱۲

[4] ای من الولد ۱۲

وعند صیاح الدیکۃ السؤال من فضل اللہ وعند نھیق الحمار التعوذ واذا رکب کبر ثلاثا ثم قال سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین[1] وانا الی ربنا لمنقلبون الحمد للہ ثلاثا اللہ اکبر ثلاثا سبحانک اللھم ظلمت نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الا انت واذا انشا سفرا اللھم انا نسئالک فی سفرنا ھذا البر والتقوی ومن العمل ما ترضی اللھم ھون علینا سفرنا ھذا واطولنا بعدہ[2] اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل اللھم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکآبۃ المنقلب وسوء المنظر من المال والاھل واذا انزل منزلا اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک ومن شر ما فیک ومن شر ما خلق فیک ومن شر ما یدب علیک واعوذ باللہ من اسد واسود ومن الحیۃ والعقرب ومن شر ساکن البلد ومن والد وما ولد واذا اسحر فی سفر سمع سامع[3] بحمد اللہ وحسن بلائہ علینا ربنا صاحبنا وافضل علینا عائذا باللہ من النار واذا اقفل یکبر علی کل شرف من الارض ثلاث تکبیرات ثم یقول لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر آیبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم وحدہ۔

اور مرغ کے اذان دیتے وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کی دعا کرے اور گدھا بولتے وقت اعوذ پڑھے۔ اور سوار ہوتے وقت ۳ بار تکبیر کہکر یہ پڑھے سبحان الذی سخر لنا الخ وہ ذات پاک ہے جس نے اس جانور کو ہمارا تابع بنایا جسے ہم قابو نہ کر سکتے تھے اور ہم اسی کی طرف جانیوالے ہیں الحمد للہ ۳ بار کہے اور اللہ اکبر ۳ بار کہے۔ یا پاک اللہ تعالیٰ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے جسے تو بخش دے کہ تیرے بغیر بخشنہار کوئی نہیں اور سفر کا ارادہ کرتے وقت کہے الٰہی میں اس اپنے سفر میں نیکی وبھلائی تقوے کا طالب ہوں۔ اور ایسے اعمال کا جو تجھے پسند ہوں۔ الٰہی ہم پر یہ سفر آسان کر دے۔ الٰہی تو ہی سفر میں میرا ساتھی ہے اور میرے اہل وعیال کا محافظ ہے الٰہی سفر کی تکالیف اور واپسی کی برائی اور مال واہل وعیال کی برائی دیکھنے سے پناہ چاہتا ہوں اور جب کسی جگہ اترے تو پڑھے اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے باعث اس کی مخلوقات کی شرارت سے پناہ چاہتا ہوں۔ اے زمین تیرا اور میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ تیری اور تجھ میں کی سب شر سے بذریعہ خدائے تعالیٰ کے پناہ چاہتا ہوں۔ اور جو چیز تجھ پر چلتی ہے اس کی شر سے بھی اور اللہ تعالیٰ کے ذریعہ شیر اور سانپ بچھو وغیرہ موذیات سے پناہ چاہتا ہوں اور سفر میں سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے۔ کہ سفر کی تکالیف آسان کر کے ہمارا ساتھی ہو کر فضل کرا اور دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں اور چڑھائی چڑھتے تین بار تکبیر کہے پھر کہے ایک ہی معبود اللہ تعالیٰ ہے۔ جسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ اور اسی کی تعریف ہے۔ اور وہ ہر شے پہ قادر ہے۔ ہم اسی کی طرف رجوع کن تائب اور اسکے عابد وساجد ہیں۔ اپنے رب کے حمد گویاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر کے اپنے بندہ کو فتح دے کر دشمن کو تنہا شکست دی۔

[1] ای مطیقین ۱۲ [2] ای یسرہ لنا بالطی الفرقۃ لنا وطرکوبنا وقولہ والخلیفۃ الخ ای انت المعتمد علیہ فی سفری وفی نیابتی عن اہلی وقولہ وعثاء ای مشقۃ والکآبۃ الانکسار من شدۃ الغم والمنقلب الرجوع وقولہ من شرک ای الخسف ومن شر ما فیک ای الحشرات ومن شر ما خلق فیک ای یعیش فی مخبات الارض ومن شر ما یدب علیک ای الحیوان والاسود والحیۃ العظیمۃ ومن شر ساکن البلد ای الجن والانس ومن والد وما ولد ای ابلیس ونسلہ ۱۲ [3] ای جربھنے الامر ای لیسمع السامع ویشہد نا علی انا نحمد اللہ تعالی وقولہ حسن بلائہ البلاء الاختبار ای حسن اختبارہ ایانا بالمضار او بالمسار فان کلیہما نعمۃ باعتبار حصول الاجر ۱۲

واذا دعا على الكافرين اللهم منزل الكتاب سريع الحساب اللهم اهزم الاحزاب اللهم اهزمهم وزلزلهم[1] اللهم انا نجعلك فى نحورهم ونعوذ بك من شرورهم اللهم انت عضدى[1] ونصيرى بك اصول وبك احول وبك اقاتل واذا اضاف قوما اللهم بارك لهم فيما رزقتهم واغفر لهم وارحمهم واذا رأى الهلال اللهم اهله علينا بالامن والايمان والسلامة والاسلام ربى وربك الله واذا رأى مبتلى الحمد لله الذى عافانى مما ابتلاك به وفضلنى على كثير ممن خلق تفضيلا واذا دخل فى سوق جامع لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو حى لا يموت بيده الخير وهو على كل شئ قدير واذا اراد ان يقوم من مجلس كثر فيه لغطه[2] سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك واذا ودع رجلا استودع الله دينك وامانتك واخر عملك وزودك الله التقوى وغفر ذنبك ويسر لك الخير حيثما كنت اللهم اطولہ البعد وهون عليه السفر واذا خرج من بيته باسم الله توكلت على الله اللهم انا نعوذ بك من ان نزل[3] او نضل او نظلم او نظلم او نجهل او يجهل علينا باسم الله توكلت على الله لا حول ولا قوة الا بالله

کافروں پر بددعا کے وقت کہے اے کتاب کے نازل کرنے والے جلدی حساب لینے والے کفار کو شکست دے۔ الٰہی ان کے مقابلہ میں ہم تجھے کھڑا کرتے ہیں اور ان کی شر سے تیرے ذریعہ پناہ چاہتے ہیں۔ الٰہی تو ہی میرا مددگار ہے۔ تیرے باعث میں حملہ کرتا ہوں اور لڑائی۔ جب کسی قوم کے لئے دعا خیر کرے تو اس طرح کہے الٰہی۔ ان کے رزق میں برکت دے اور انہیں بخش۔ اور انپر رحم کر۔ اور ہلال دیکھتے وقت یہ دعا پڑھے الٰہی اس ہلال کو ہم پر سلامتی و امن و ایمان و اسلام کے ساتھ رکھ میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے جب کسی بلا رسیدہ کو دیکھے تو کہے۔ اس ذات کی تعریف ہے جس نے مجھے تیری بیماری سے بچایا ہوا ہے اور بہت سی مخلوقات پر مجھے فضیلت دے رکھی ہے اور بازار میں داخل ہوتے وقت یہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں تنہا ہے لاشریک ہے اسی کی بادشاہی اور تعریف ہے۔ زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ خود دائمی حی ہے۔ اسکے قبضہ میں بھلائی ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور بیہودہ مجلس سے اٹھتے وقت یہ پڑھے الٰہی تو پاک ہے اور تیری حمد کے ہمراہ اسکی شہادت دیتا ہوں۔ کہ تو ہی ہی ہے۔ تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ اور کسی شخص کے وداع کرتے وقت یہ کہے۔ کہ میں نے تیرا دین اور امانت اور آخر عمل تیری اللہ تعالیٰ کے سپرد کیے اور تجھے اللہ تعالیٰ تقویٰ نصیب کرے اور تیرے گناہ بخشے اور بھلائی آسان کردے جہاں کہیں ہو یا الٰہی اسکے سفر کی دوری کم کردے اور اسکا سفر اسپر آسان کردے۔ اور گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے بسم اللہ۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔ الٰہی میں ذلیل ہونے اور گمراہی اور مظلوم و ظالم بننے اور جہالت کی ہر قسم سے پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے کہتا ہوں۔ کہ

لا حول ولا قوة الا بالله الخ

---

[1] اے طوائف الکفار وقولہ وزلزلہم ای اجعل امرہم مضطربا غیر ثابت وقولہ عضدی اے معتمدی وقولہ اصول اے احمل علی العدو او احول اے احتال لدفع مکر العدو وقولہ واذا اضاف قوما اے صار ضیفا لہم ۱۲ [2] اللغط الصوت والاصوات المبہمۃ والمراد منہا الکلام الذی لا طائل تحتہ ۱۲ [3] اے فی السفر او مطلقا [3] من زلۃ الاقدام کنایۃ عن الوقوع فی الذنب من غیر قصد وقولہ نجہل اے نفعل فعل الجہال من الاضرار فی الدنیا وقولہ او یجہل علینا اے یفعل الناس بنا ذالک ۱۲

واذا ولج بیتہ اللّٰھم انی اسألک خیر المولج وخیر المخرج باسم اللہ ولجنا وباسم اللہ خرجنا وعلی اللہ ربنا توکلنا واذا لزمتہ دیون وھموم قال اذا اصبح واذا امسی اللّٰھم انی اعوذ بک من الھم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من البخل والجبن واعوذ بک من غلبۃ الدین وقھر الرجال واللّٰھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک واذا استجد ثوبا اللّٰھم لک الحمد انت کسوتنی ھذا ویسمیہ باسمہ اسألک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی واذا اکل او شرب الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا الطعام من غیر حول منی ولا قوۃ الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوغہ وجعل لہ مخرجا واذا رفع مائدتہ الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا واذا مشی الی المسجد اللّٰھم اجعل فی قلبی نورا الخ واذا اراد ان یدخل المسجد اعوذ باللہ العظیم وبوجھہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک واذا خرج منہ اللّٰھم انی اسألک من فضلک واذا سمع صوت الرعد والصواعق

گھر داخل ہوتے وقت کہے الٰھی میں تم سے گھر میں داخل وخارج ہونے کی بھلائی چاہتا ہوں. بنام خدائے تعالیٰ داخل ہوئے ہم اور خارج ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل کی۔ اور جس پر قرض بہت ہو اور بہت پریشانی ہو تو صبح وشام کے وقت یہ پڑھے الٰھی میں فکر وغم اور عاجزی اور سستی اور بخیلی اور بزدلی سے اور قرضہ کے غلبہ اور لوگوں کے قہر سے پناہ چاہتا ہوں. الٰھی اپنے حلال ہی سے مجھے کفایت کر اور اپنے غیر سے مجھے بے پرواہ کردے اور نیا کپڑا پہنتے وقت یہ کہے۔ اس ذات کی تعریف ہے جس نے مجھے نیا کپڑا دیا۔ اور اس کپڑے کا نام لے اور اس کپڑے کی خیر چاہتا ہوں اور جس غرض کے لئے بنایا گیا ہے اسکی بھی بھلائی چاہتا ہوں۔ اور اس کی سب برائیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس نے میرے پردہ کو ڈھانکا۔ اور کپڑے سے میرے بدن کو مزین کیا اور کھاتے پیتے وقت یہ کہے۔ وہ ذات قابل تعریف ہے جس نے ہم کو کھانا دیا۔ اور پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔ اس ذات کی تعریف ہے جس نے مجھے یہ طعام میری طاقت بغیر دی اور طعام کو خوش ہضم بنایا۔ اور اسکے نکلنے کی صورت بھی بنائی۔ دسترخوان اُٹھاتے وقت یہ دعا کہے۔ اللہ تعالیٰ کی بہت پاکیزہ برکت والی تعریف ہے۔ اور تیری انعام چھوڑنے اور بے پرواہی کے قابل نہیں۔ مسجد کو جاتے وقت یہ کہے۔ الٰھی میرے دل میں نور پیدا کر۔ اور جب مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو کہے اللہ عظیم اور اُسکی ذات و بادشاہی قدیم کے باعث شیطان سے پناہ چاہتا ہوں. الٰھی میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے

اور مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔ الٰھی میں تیرے فضل کا خواہاں ہوں۔

اور جب بجلی وگرج بادل کی آواز سُنے تو کہے

لہ اے دخل وقولہ استجد ای لبس الجدید وقولہ اواری اے استر ۲۵ اے غیر محتاج الی الطعام فیکفی بل ھو یکفی ویطعم وقولہ ولا مودع اے متروک الطلب والرغبۃ فیما عندہ او ندہ الا لفاظ صفۃ الحمد فالمعنی ان الحمد غیر مکفی ای غیر موم عتلای لا نترکہ ولا نودعہ ولا نستغنی عنہ ۱۲

صو بل فلازمہ ۱۲ ۲ مر من قبل وقولہ ربنا با نحو والنصب ۱۲

اللّٰھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک اللّٰھم انی اعوذ بک من شرھا واذا عصفت الریح اللّٰھم انی اسألک خیرھا وخیر ما فیھا وخیر ما ارسلت بہ واعوذ بک من شرھا وشر ما فیھا وشر ما ارسلت بہ واذا عطس الحمد للّٰہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا ولیقل صاحبہ یرحمک اللّٰہ ولیقل ھو یھدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم واذا نام اللّٰھم باسمک اموت واحیا واذا استیقظ الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور وشرع عند الاذان خمسۃ اشیاء ان یقول مثل ما یقول المؤذن غیر حی علی الصلاح وحی علی الفلاح فانہ یقول مکانہ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ ویقول رضیت باللّٰہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا ویصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویقول اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ اٰت محمد الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد ویسأل اللّٰہ لآخرتہ ودنیاہ وأمر فی عشر ذی الحجۃ باکثار الذکر وقد استفاض من الصحابۃ والتابعین وائمۃ المجتھدین تکبیر یوم عرفۃ وایام التشریق علی وجوہ اقربھا ان یکبر دبر کل صلوۃ من فجر عرفۃ الی عصر اخر ایام التشریق اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد وقد مر ادعیۃ الصلوۃ وغیرھا فیما سبق فراجع وبالجملۃ فمن صبر نفسہ علی ھذہ الاذکار وداوم علیھا فی

الٰہی ہمیں اپنے عذاب وغضب سے نہ ہلاک کر اور ہمیں عافیت دے الٰہی میں اس کی شر سے پناہ چاہتا ہوں اور آندھی کے وقت یہ پڑھے یا الٰہی میں اس کی خیر اور اس میں کی خیر کا خواہاں۔ اور جس غرض کے لئے آئی ہے اسکی خیر چاہتا ہوں اور اسکی اور اس میں کی برائی اور جس شر غرض کیلئے بھیجی گئی ہے اس سے پناہ طلب کرتا ہوں چھینک کے وقت کہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت طیب مبارک تعریف ہے اور سننے والا کہے اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اور چھینکنے والا جواب میں کہے اللہ تعالیٰ تمکو ہدایت کرے اور تیری حالت اچھی کرے اور سوتے وقت کہے الٰہی تیرے نام کی برکت سے سوتا اور جاگتا ہوں اور بیدار ہوتے وقت کہے اس ذات کی تعریف ہے جس نے نیند کے بعد مجھے پھر زندہ کیا یعنے جگا دیا اور اسیکی طرف جانا ہے۔ اور اذان کے وقت پانچ باتیں مشروع ہیں۔ ایک تو یہ کہ سامع موذن کیطرح الفاظ کا جواب دے مگر حی علی الصلاح والفلاح میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے اور رضیت باللہ ربا وبالاسلام الخ کہ میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور اسلام کے دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے سے راضی ہوں اور حضور پر درود پڑھے پھر یہ کہے اللّٰھم رب ھذہ الخ یا رب اس پوری مکمل دعا اور صلاۃ قائم کے حرمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ وفضیلت اور بلند درجہ مرحمت فرما کر انہیں مقام محمود میں بھیج جس کا تونے وعدہ کیا ہے۔ کہ تو وعدہ کا سچا ہے۔ اور آخرت ودنیا کی بھلائی کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور ماہ ذی الحجہ کے اول عشرہ میں بہت ذکر اللہ کا کرے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سے یوم عرفہ اور ایام تشریق کی تکبیرین بہت طرح ثابت ہیں مگر سب سے قریب تر یہ صورت ہے کہ عرفہ کی فجر سے عصر آخیر ایام تشریق تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیر کہے اللہ اکبر اللہ اکبر الخ کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہے بڑا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہی اللہ بڑا ہے اور اسی کی تعریف ہے اور نماز وغیرہ کی دعائیں پہلے گذر چکی ہیں انہیں اٹھا دیکھو۔ حاصل کلام یہی کہ جس نے ان اذکار پر اپنی نفس کو لگائے رکھا اور ان اوقات میں اسپر مداومت کی اور انمیں فکر کیا تو وہ انہی ذاکر کیطرح ہو کر یہ قول باری تعالیٰ لسے بھی شامل ہوگا۔ والذٰکرین الخ کہ یہ مرد وعورتیں اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنیوالے ہیں۔

هٰذه الحالات فی تدبر فیها كانت له بمنزلة الذكر الدائم وتشمله قوله تعالى والذاكرين الله كثيرا والذاكرات والله اعلم

بقية مباحث الاحسان

اعلم ان هٰذه الاخلاق الاربعة اسبابا تكتسب بها وموانع تمنع عنها و علامات يعرف تحققها بها فالاخبات لله تعالى والاستشراف تلقاء صقع الكبرياء والانصباغ بصبغ الملأ الاعلى والتجرد عن الرذائل البشرية وعدم قبول النفس نقوش الحياة الدنيا وعدم اطمئنانها بها لا شئ فی ذٰلك كله كالتفكر وهو قوله صلى الله عليه وسلم فكر ساعة خير من عبادة ستين سنة وهو على انواع منها التفكر فی ذات الله تعالى وقد نهى الانبياء صلوات الله عليهم عنه فان العامة لا يطيقونه وهو قوله صلى الله عليه وسلم تفكروا فی آلاء الله ولا تفكروا فی الله ويروى تفكروا فی كل شئ ولا تفكروا فی ذات الله ومنها التفكر فی صفات الله تعالى كالعلم والقدرة والرحمة والاحاطة وهو المعبر عنه عند اهل السلوك بالمراقبة والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك وقوله صلى الله عليه وسلم احفظ الله تجده تجاهك و صفته لمن اطاق ذٰلك ان يقرأ وهو معكم اينما كنتم اوقوله تعالى وما تكون فی شأن وما تتلوا منه من قرآن ولا تعملون من عمل الا كنا عليكم شهودا اذ تفيضون فيه وما يعزب عن ربك

یہ اذکار ہر وقت ذکر کرنے کے برابر ہیں۔ اور وہ شخص اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات۔ واللہ اعلم۔

بقیہ مباحث احسان کا بیان

معلوم کرو کہ ان چار اخلاق کے بہت سے اسباب ہیں جنسے یہ اخلاق حاصل ہو سکتے ہیں اور بہت سے موانع ہیں جو ان اخلاق سے روکتے ہیں او علامات ہیں جنسے یہ اخلاق معلوم ہو سکتے ہیں اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے روبرو پست ہو جانا اور اُسکی کبریائی کا معلوم کرنا اور ملاء اعلیٰ کے رنگ میں رنگا جانا اور رذائل بشریہ سے پاک ہونا اور دنیاوی زندگی کے نقوش کا نفس کے اندر منتقش نہونا اور دنیاوی زندگی میں جی کا نہ لگنا ان سب امور کے پیدا کرنے کیلئے فکر کرنے کی برابر کوئی چیز نہیں ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فکر ساعۃ خیر من عبادۃ الخ ایک گھڑی کا فکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور فکر کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں از انجملہ خدا تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا اور انبیاء صلوات اللہ علیہم نے اُس سے منع فرمایا ہے کیونکہ عوام الناس اس فکر کی طاقت نہیں رکھتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفکروا فی آلاء اللہ الخ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرو اللہ کی ذات میں مت فکر کیا کرو۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے تفکروا فی کل شئ الخ اور ایک قسم خدا کی صفات علم اور قدرت اور رحمت میں فکر کرنا ہے اہل سلوک کے ہاں اس فکر کرنے کا نام مراقبہ ہے اور اصل اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے الاحسان ان تعبد اللہ الخ احسان اسکا نام ہے کہ خدا تعالیٰ کی اسطرح عبادت کر گویا کہ اسکو دیکھ رہا ہے اور نیز فرمایا ہے احفظ اللہ الخ خدا تعالیٰ کا دھیان رکھ تو اسکو اپنے سامنے پائیگا۔ اور فکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس سے ہو سکے یہ آیت پڑھے ھو معکم این الخ جہاں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے وما تکون فی الخ اور تو کسی حال میں نہیں ہوتا اور نہ قرآن میں سے کچھ تلاوت کرتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو۔ مگر ہم تیرے موجود ہوتے ہیں۔ جب اُس کام میں گھستے ہو۔ اور تیرے رب سے

لہ یعنی التفکر ۱۲

من مثقال ذرة فى الارض ولا فى السماء ولا اصغر من ذلك ولا اكبر الا فى كتاب مبين او قوله تعالى
الم تر ان الله يعلم ما فى السموات وما فى الارض ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم ولا خمسة
الا هو سادسهم ولا ادنى من ذلك ولا اكثر الا هو معهم اينما كانوا او قوله تعالى ونحن اقرب اليه
من حبل الوريد او قوله تعالى وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو ويعلم ما فى البر والبحر
وما تسقط من ورقة الا يعلمها ولا حبة فى ظلمات الارض ولا رطب ولا يابس الا فى كتب
مبين او قوله تعالى والله بكل شئ محيط او قوله تعالى وهو القاهر فوق عباده او قوله تعالى
وهو على كل شئ قديرا او قوله صلى الله عليه وسلم اعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك
بشئ لم ينفعوك الا بشئ قد كتبه الله لك ولو اجتمعوا على ان يضروك بشئ لم يضروك الا بشئ
قد كتبه الله عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف او قوله صلى الله عليه وسلم ان لله
مائة رحمة انزل منها واحدة فى الارض الحديث[1] ثم يتصور معنى هذه الآيات من غير تشبيه
ولا جهة بل يستحضر اتصافه تعالى بتلك الاوصاف فقط فاذا ضعف عن تصورها
اعاد الآية وتصورها ايضا وليختر لذلك وقتا لا يكون فيه حاقبا ولا حاقنا ولا جائعا
ولا غضبان ولا وسنان وبالجملة فارغ القلب عن التشويش **ومنها التفكر فى افعال**
الله تعالى الباهرة والاصل فيه قوله تعالى الذين يتفكرون فى خلق

ذرہ برابر زمین میں اور آسمان میں چھپا ہوا نہیں ہے اور نہ اُس سے چھوٹا اور نہ بڑا مگر ظاہر کرنیوالی کتاب میں موجود ہے یا
یہ آیت الم تر ان الله يعلم ما فى السموٰت الخ یعنے بلاشبہ خدا تعالیٰ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے جانتا ہے کہیں تین
شخصوں کا مشورہ نہیں مگر وہ انکا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مشورہ ہوتا ہے مگر وہ انکا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم
اور نہ زیادہ مگر وہ انکے ساتھ ہوتا ہے جہاں وہ ہوں یا یہ آیۃ نحن اقرب الخ یعنے رگ گردن سے زیادہ ہم اس سے
قریب ہیں یا یہ آیت وعنده الخ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنکو بجز اُسکے کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ جنگل اور
دریا میں ہے اسکو اسکا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا جسکو وہ نہ جانتا ہو اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ وغیرہ ہرا اور
سوکھا ایسا نہیں ہے جو ظاہر کرنیوالی کتاب میں موجود نہ ہو یا یہ آیت والله بكل الخ اور خدا تعالیٰ ہر چیز کو گھیر رہا ہے یا یہ
آیت وهو القاهر الخ وہی غالب ہے اپنے بندوں پر یا یہ آیت وهو الخ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی حدیث پڑھے اعلم ان الامة لو اجتمعت على ان الخ جان لے کہ اگر تمام لوگ تجھے کچھ نفع پہونچانے
پر جمع ہوں تو اسی چیز کا نفع پہونچا سکتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے تیرے لیے لکھی ہے اور اگر تجھے کچھ ضرر پہونچانے پر جمع ہوں تو
اُسیقدر ضرر پہونچا سکینگے جتنا خدا تعالیٰ نے تیرے اوپر لکھا ہے اٹھ گئے قلم اور خشک ہو گئیں کتابیں یا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا اس قول کو پڑھے ان لله مائة الخ خدا تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں جنمیں سے اس نے زمین پر ایک نازل فرمائی ہے پھر
بلا تشبیہ اور بلا توجیہ ان آیات کے معنی کا تصور کرے بلکہ ان اوصاف کے ساتھ خدا تعالیٰ کے صرف اتصاف کو اپنے پیش نظر
رکھے پھر جب اس تصور میں ضعف عارض ہو تو پھر اس آیت کو پڑھے اور دوبارہ تصور کرے اور اس عمل کے لیے اسکو
ایک وقت مقرر کر لینا چاہیے جسمیں پیشاب جائے ضرور کی حاجت اور بھوک و غصہ اور نیند سے پاک ہو حاصل یہ
ہے کہ دنیا کی تمام تشویشوں سے اُسکا دل صاف ہو اور از انجملہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان افعال میں فکر کرنا ہے اسکی دلیل یہ ہے الذين الخ جو لوگ

---

[1] الحدیث بطولہ مذکور فی الصحیحین عن ابی ہریرۃ وفی آخرہ واخر الله تسعا وتسعين رحمة يرحم بها عباده يوم القيامة ۱۲ ۵۲ ای ہجوم الخواطر ۱۲

السموٰت والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا وصفته ان يلاحظ انزال المطر وانبات العشب ونحو ذلك ويستغرق في منن الله تعالى ومنها التفكر في ايام الله تعالى وهو تذكر رفعه قوما وخفضه آخرين والاصل فيه قوله تعالى لموسى عليه السلام فذكرهم بايام الله فان ذلك يجعل النفس مجردة عن الدنيا ومنها التفكر في الموت وما بعده والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم اذكروا هاذم اللذات وصفته ان يتصوّر انقطاع النفس عن الدنيا وانفرادها بما اكتسبت من خير وشر وما يرد عليها من المجازاة وهذان القسمان افيد الاشياء لعدم قبول النفس نقوش الدنيا فالانسان اذا تفرغ من اشغال الدنيا للفكر الممعن في هذه الاشياء واحضرها بين عينيه انقهرت بهيميته وغلبت ملكيته ولما لم يكن سهلا على العامة ان يتفرغوا للفكر الممعن واحضارها بين اعينهم وجب ان يجعل اشباح يبنى فيها انواع الفكر وهيا كل ينفخ فيها روحها ليقصدها العامة ويتلى عليهم ويستفيدوا حسبما قدرهم وقد اوتي النبي صلى الله عليه وسلم القرآن جامعا لهذه الانواع ومثله معه واري انه جمع له صلى الله عليه وسلم في هذين جميع ما كان في الامم السابقة والله اعلم فاقتضت الحكمة ان يرغب في تلاوة القرآن ويبين فضلها وفضل سور وآيات منه فشبه النبي صلى الله عليه وسلم الفائدة المعنوية الحاصلة من الآية بفائدة محسوسة لا انفع منها عند العرب

آسمانوں وزمین کے پیدا کرنے میں فکر کرتے ہیں اے پروردگار ہمارے تو نے اسکو بیکار نہیں پیدا کیا اور اسکی یہ صورت ہے کہ مینہ کے برسانے اور نباتات کے اگنے میں اور اسی قسم کی چیزوں میں فکر کیا کرے اور خدا تعالیٰ کے احسان میں مستغرق ہو جاوے اور از انجملہ ان دنوں میں فکر کرنا ہے جنمیں خدا تعالیٰ نے کسی قوم کو بلند کیا ہے اور کسی کو پست کیا ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ پاک حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے فذکرھم بایام اللہ۔ پس یاد دلا انکو خدا تعالیٰ کے دن۔ اس بات کی فکر کرنے سے بھی نفس کو دنیا سے تجرد ہوتا ہے اور از انجملہ موت اور اس کے بعد جو حالات ہونیوالے ہیں ان میں فکر کرنا اس کی دلیل آپ کا یہ قول ہے اذکروا ھاذم اللذات لذتوں کی منقطع کرنیوالی کو یاد کرو اسکا یہ طریقہ ہے کہ نفس کے دنیا سے منقطع ہونے اور نیکی وبدی جو اسکی ہے اسکے ساتھ ہونے اور اسکو جو جزا و سزا ملنی والی ہے اس کا تصور کرے تفکر کی یہ دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ تمام چیزوں سے زیادہ نفس کے نقوش دنیا کے قبول نکرنے میں مفید ہیں کیونکہ انسان دنیاوی اشغال سے فارغ ہو کر جب ان اشیا میں غور و فکر کرتا ہے اور ان چیزوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو اسکی قوت بہیمی مغلوب اور قوت ملکی غالب ہو جاتی ہے اور چونکہ تمام لوگوں کو یہ بات دشوار تھی کہ سب اشغال سے فارغ ہو کر ان چیزوں میں غور و فکر کیا کریں اور انکو پیش نظر رکھا کریں لہذا ضروری ہوا کہ اس ذکر و فکر کے واسطے اشباہ و صور مقرر کیے جائیں اور انہیں فکر کے اقسام مرتب کیے جاویں اور فکر کی روح انہیں پھونکی جاوے تاکہ سب لوگ اسکا قصد کرسکیں اور انکو سن سکیں اور اپنی قسمت کیموافق اس سے فائدہ اٹھا سکیں اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن عطا کیا گیا کہ تمام ان اقسام کیلئے جامع ہو اور اسکے ساتھ اسکی مثل یعنی حدیث بھی دیگئی اور میرے نزدیک قرآن و حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تمام وہ چیزیں جمع کر دیگئیں جو امم سابقہ کو عطا کیگئی ہیں واللہ علیم بیں حکمت کا مقتضا ہوا کہ قرآن کی تلاوت کی اندر رغبت دلائی جائے اور قرآن کی فضیلت اور سور و آیات کی عظمت بیان کی جائے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سے جو معنوی فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کو ایک ایسے ظاہری فائدہ کے ساتھ مشابہ کیا کہ عرب کے نزدیک

لہ ای قاطع ومفرق النفس عن الدنیا ان من التفکر یبنی یرتب وقولہ ومثلہ ای مثل القرآن الحدیث وقسم الاشارة فی ہذین القرآن والحدیث ۱۲

وهی ناقۃ کوماء وخلفۃ سمینۃ تصویرًا للمعنی وتمثیلا له وشبه صاحبها بالملائکة واخبر باجرها بکل حرف وبین درجات الناس بما ضرب من مثل الاترجۃ والتمرۃ والحنظلة والریحانۃ وبین ان سور القراٰن تتمثل یوم القیامۃ اجسادا تری وتلمس فتحاج عن اصحابها وذلك انکشاف لتعارض اسباب عذابه ونجاته ورجحان تلاوة القراٰن علی الاسباب الاخری وبین ان السور فیما بینها تتفاصل **اقول** وانما تتفاضل لمعان منها افادتها التفکر فی صفات اللہ وکونها اجمع شئ فیه کاٰیة الکرسی واٰخر الحشر وقل هو اللہ احد فانها بمنزلة الاسم الاعظم من بین الاسماء **ومنها** ان یکون نزولها علی السنة العباد لیعلموا کیف یتقربوا الی ربهم کالفاتحة ونسبته من السور کنسبة الفرائض من العبادات **ومنها** انها اجمع السور کالزهراوین وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی یٰس انه قلب القراٰن لان القلب یؤمی الی التوسط وهذه من المثانی دون المئین فما فوقها وفوق المفصل وفیها اٰیات التوکل والتفویض والتوحید علی لسان محدث انطاکیة وما لی لا اعبد الذی فطرنی

اس سے بڑھکر کوئی چیز نہیں ہے یعنی بڑی کوہان والی اونٹنی اور تیار اور حاملہ اونٹنی تاکہ وہ فائدہ معنوی متمثل اور متصور ہو جائے اور تلاوت کرنے والے کو ملائکہ کے ساتھ آپ نے تشبیہ دی اور قرآن کے ہر حرف کا اجر بیان کیا اور لوگوں کے درجات ترنج اور خرما اور اندراین کے پھل اور ریحانہ کے ساتھ تشبیہ دیکر بیان کیے اور بیان کیا کہ قیامت کے روز قرآن کی صورتیں اجسام کی صورت میں متمثل ہو جائینگی جنکو ہاتھ اور آنکھوں سے دیکھ سکینگے اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرینگی اور اسمیں عذاب اور نجات کے اسباب کا تعارض اور تلاوت قرآن کا دوسرے اسباب پر رجحان ظاہر کرنا ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسبات کا بیان فرمایا ہے کہ بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت ہے میں کہتا ہوں بعض سورتوں کو اپنے ماسوا پر فضیلت ہوتی ہے اسکی کئی وجہ ہیں ایک تو فضیلت کا یہ سبب ہوتا ہے کہ وہ سورت صفات الہی میں تفکر کرنے کے مفید ہوتی ہے اور اسمیں صفات کی جامعیت پائی جاتی ہے مثلاً آیت الکرسی اور سورہ حشر کے اخیر کی آیات اور قل ہو اللہ احد یہ چیزیں قرآن کے اندر اس درجہ کی ہیں جسطرح تمام اسمائے الہی میں اسم اعظم کا درجہ ہے ایک فضیلت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انکا نزول بندوں کی زبانوں کے موافق ہوتا ہے گویا بندوں کی طرف سے خدا تعالی انکو نازل فرماتا ہے تاکہ انکو خدا تعالی سے تقرب حاصل کرنیکا طریقہ معلوم ہو جائے جیسے سورہ فاتحہ اسکا درجہ سورتوں میں ایسا ہے جسطرح تمام عبادات میں فرائض کا درجہ ہے ازانجملہ فضیلت کی وجہ کہ وہ سورت جامع ترین سورتوں کی ہو جیسے سورہ بقرہ اور آل عمران ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یٰس کی فضیلت میں بیان کیا ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اسکا سبب یہ ہے کہ دل میں ایک چیز کے درمیان میں ہونے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور سورہ یٰس ان سورتوں سے جو دو سو آیت یا اُنسے زیادہ کی ہیں کم ہے اور سورہ مفصلات سے زیادہ ہے اور نیز اس کے اندر توکل اور تفویض اور توحید کا انطاکیہ کے نو مسلم کی زبان پر بیان ہے یعنی اس آیت میں ومالی لا اعبد الذی

الاٰیۃ اور مجھے کیا ہوا ہے جو اپنے پیدا کرنیوالے کی پرستش کروں۔ لہ کما روی فی حدیث مسلم عن عقبۃ بن عامر ایکم یحب ان یغدو کل یوم الی بطحان او العقیق فیاتی بناقتین کوماوین الحدیث وفیه عن ابی هریرۃ رض ایحب احدکم اذا رجع الی اهله ان یجد فیه ثلاث خلفات عظام سمان قلنا نعم قال فثلاث اٰیات ۔۔۔ وهن احد کم فی صلاته خیر له من ثلاث خلفات عظام سمان وقوله کوماء ای عظیمة السنام وقوله خلفة ای ناقة حاملة ۱۲ ۔ لے ای التلاوۃ و ضرب النبی صلی اللہ علیه وسلم اربعة امثلة اولها الاترجة للمؤمن القاری والثانی للمؤمن الغیر القاری والثالث للمنافق الذی لا یقرء القراٰن والرابع للمنافق الذی یقرؤه کما روی فی الصحیحین عن ابی موسی والاترجة الطرنجة ۱۲

وفيها الفنون المذكورة تامة كاملة وفي تبارك الذي شفعت لرجل حتى غفر له وهذه قصة رجل رآه النبي صلى الله عليه وسلم في بعض مكاشفاته وان يرغب في تعاهده واستذكاره ويضرب له مثل تفصي الابل[1] في الترتيل به وتلاوته عند ائتلاف القلوب وجمع الخاطر ووفور النشاط ليكون اقرب الى التدبر وحسن الصوت به والبكاء والتباكي عنده تقريبا من المراد وهو التفكر ويحرم نسيانه وينهى عن ختمه في اقل من ثلاث لانه لا يفقه معناه حينئذ وجاءت الرخصة في قراءته على لغات العرب تسهيلا عليهم لان فيهم الامي والشيخ الكبير والصبي ومما اوتي صلى الله عليه وسلم في غير القرآن عنه عز وجل يا عبادي اني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرما فلا تظالموا يا عبادي كلكم ضال الا من هديته الحديث[2] كان في بني اسرائيل رجل قتل تسعا وتسعين انسانا الحديث[3] لله اشد فرحا بتوبة عبده الحديث ان عبدا اذنب ذنبا الحديث ان لله مائة رحمة انزل منها واحدة الحديث اذا اسلم العبد فحسن اسلامه الحديث[4] واحاديث تشبيه الدنيا بما يلحق بالاصبع من اليم وبجدي اسك ميت. واعلم ان النية روح والعبادة جسد ولا حياة للجسد بدون الروح

اور انکے اندر مقاصد مذکورہ کامل طور سے پائے جاتے ہیں اور تبارک الذی کی فضیلت میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی شفاعت کی حتی کہ خدا تعالیٰ نے اسکو بخشدیا اور یہ اس شخص کا قصہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مکاشفات میں اسکا معاینہ کیا ہے اور نیز حالت شرعی کا یہ مقتضی ہوا کہ قرآن کے یاد کرنے اور اسمیں مشغول رہنے کیطرف رغبت دلائی جائے اور اونٹ کے ساتھ اس کے بھول جانے کو تشبیہ دیجائے اور نیز قرآن کو ترتیل کیساتھ پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنیکا حکم دیا جائے جہاں لوگوں کو اسکی طرف رغبت پائی جاتی ہو اور دلجمعی و شوق زیادہ ہو تاکہ قرآن کے اندر تدبر کا موقع مل سکے اور نیز خوش الحانی سے پڑھنے اور پڑھتے وقت گریہ کرنے کا حکم کرنا چاہیے تاکہ تفکر کے قریب ہو اور اسکا بھلانا حرام کیا جائے اور تین روز سے کم میں قرآن ختم کرنے سے ممانعت کیجائے کیونکہ اسوقت میں قرآن کے معنی مفہوم نہیں ہو سکتے اور عرب کی لغت کے موافق قرآن کے پڑھنے کی اجازت دیگئی تاکہ اسمیں انکو آسانی ہو کیونکہ امت میں ہر قسم کے لوگ ان پڑھ بوڑھے و بچے ہوتے ہیں قرآن کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو احادیث عطا ہوئی ہیں ازانجملہ یہ ہیں یا عبادی انی حرمت الخ اے میرے بندو ظلم کو میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمہارے اندر بھی اسکو حرام کیا ہے اسلئے تم باہم ظلم مت کرو اے میرے بندو تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے مگر جسکو میں ہدایت دوں۔ اور یہ حدیث کان فی بنی اسرائیل الخ قوم بنی اسرائیل میں سے ایک ایسا شخص تھا جسنے ننانوے آدمیوں کا خون کیا تھا الخ اور بلله اشد فرحا الخ الحدیث اور ان عبدا ذنب الخ الحدیث اور ان للہ مائة الخ الحدیث اور اذا اسلم الخ الحدیث اور وہ احادیث جنمیں دنیا کو اس پانی کے ساتھ مشابہت دی ہے جو دریا میں سے انگلی کو لگ جاتا ہے اور بھیڑ کے بچے کے ساتھ جو گوش بریدہ اور مرا پڑا تھا تشبیہ دی ہے۔

[1] قوله ويضرب له مثل تفصي الخ كما وقع في الصحيحين عن ابي موسى هو اشد تفصيا من الابل في عقلها ۱۲ [2] رواه مسلم عن ابي ذر بطوله ۱۲ [3] هو مروي في الصحيحين عن ابي سعيد الخدري ۱۲ [4] اخرجه مسلم عن انس ۱۲ [5] رواه النسائي عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه ۱۲ [6] اي مما اوتيه صلى الله عليه وسلم في غير القرآن ۱۲ [7] كما رواه مسلم عن المستورد بن شداد والله ما الدنيا في الآخرة الا مثل ما يجعل احدكم اصبعه في اليم فلينظر بم يرجع وعن جابر رضي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بجدي اسك ميت وقال ان الدنيا اهون عند الله من هذا عليكم والاسك مقطوع الاذن ۱۲

اللهم ارزقنا حقيقة معرفتك

والروح لها حياة بعد مفارقة البدن ولكن لا يظهر آثار الحياة كاملة بدونه ولذلك قال الله تعالى
لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال
بالنيات وشبه النبي صلى الله عليه وسلم في كثير من المواضع من صدقت نيته ولم يتمكن من العمل
لمانع يمنع من عمل ذلك العمل كالمسافر والمريض لا يستطيعان وردا واظبا عليه فيكتب لهما و
كصادق العزم في الانفاق وهو مملق يكتب كانه انفق واعني بالنية المعنى الباعث على العمل
من التصديق بما اخبر به الله على السنة الرسل من ثواب المطيع وعقاب العاصي او حب امتثال
حكم الله فيما امر ونهى ولذلك وجب ان ينهى الشارع عن الرياء والسمعة ويبين مساويهما اصرح
ما يكون فمن ذلك قوله صلى الله عليه وسلم ان اول الناس يقضى عليهم يوم القيمة ثلاثة رجل
قتل في الجهاد ليقال هو رجل جريء ورجل تعلم العلم وعلمه ليقال هو عالم ورجل انفق
في وجوه الخير ليقال هو جواد فيؤمر بهم فيسحبون على وجوههم الى النار وقوله صلى الله عليه وسلم
عن الله تعالى انا اغنى الشركاء عن الشرك من عمل عملا اشرك فيه غيري تركته وشركه
اما حديث ابي ذر رضي الله عنه قيل يا رسول الله ارأيت الرجل يعمل العمل من الخير
ويحمده الناس عليه قال تلك عاجل بشرى المؤمن فمعناه ان يعمل العمل لا يقصد به
الا وجه الله فينزل القبول الى الارض فيحبه الناس وحديث ابي هريرة رضي الله تعالى عنه

اور معلوم کرو کہ عمل کی روح نیت ہے اور عبادت اس کا بدن ہے اور بغیر روح کے بدن کی حیات نہیں ہوتی اور بعد مفارقت بدن کے بھی روح کو ایک قسم کی حیات رہتی ہے مگر بغیر بدن کے حیات کے آثار پورے طور پر ظاہر نہیں ہوتے اسلئے اللہ پاک فرماتا ہے لن ينال الله لحومها ولا دماؤها نہیں پہونچیگی خدا تعالی کو ان کے گوشت اور نہ ان کے خون مگر تمہاری پرہیزگاری اسکے پاس پہونچتی ہے اور آپنے فرمایا ہے انما الاعمال بالنيات البتہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع میں اس شخص کو جسکی نیت صادق ہو لیکن اسکو عمل کرنے سے کوئی چیز مانع ہو اُس عمل کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے جیسے مسافر و مریض اگر انکو صحت و اقامت کی حالت میں کسی وظیفہ کا التزام تھا اور اب انسے نہیں ہو سکتا تو بدستور ان کے نامۂ اعمال میں وہ وظیفہ لکھا جاتا ہے یا خدا تعالی کی راہ میں خرچ کرنے کا کسی شخص کا مستحکم ارادہ ہے مگر وہ تنگدستی کے سبب سے نہیں کر سکتا وہ شخص خرچ کرنے کے برابر لکھا جاویگا اور نیت سے ہماری مراد وہ معنی ہیں جو عمل کا باعث ہوتے ہیں یعنی خدا تعالی کے رسولوں کی زبان پر اطاعت کرنیوالے کو ثواب اور نافرمان کا عذاب بیان فرماتا ہے اس کا سچ سمجھنا یا خدا تعالی کے امر و نہی کی بطیب خاطر بجا آوری کرنے سے خوش ہونا اسی لیئے شارع کو ریاء و سمعہ سے نہی کرنا اور انکی برائیوں کا صاف طور پر بیان کرنا ضروری ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اول الناس الخ لوگوں میں سے اول جن پر قیامت کے دن حکم کیا جائے گا وہ تین شخص ہیں ایک تو وہ شخص جو جہاد میں اسلیئے شہید ہوا تاکہ لوگ اسکو دلیر بتائیں اور دوسرا وہ شخص جسنے پڑھکر علم سکھایا تاکہ لوگ اسکو عالم بتائیں تیسرا وہ جو طریقوں خیر میں خرچ کرتا ہے تاکہ لوگ اسکو سخی بتاویں بس ایسے لوگوں کو حکم کیا جاویگا اور منہ کے بل جہنم کیطرف گھسیٹے جاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکایۃ عن اللہ تعالی فرمایا ہے انا اغنى الشركاء الخ میں سب شریکوں سے زیادہ بے پرواہ ہوں جس آدمی نے میرے لئے کسی کو شریک کرکے کوئی کام کیا تو میں نے اسکو معہ اسکے شریک کے چھوڑ دیا اور حضرت ابوذر نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ اس آدمی کے باب میں کیا فرماتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اسکی تعریف کرتے ہیں آپنے فرمایا تلک عاجل الخ ایمان والے کی یہ بھی بشارت ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص صرف بوجہ اللہ کام کرتا ہے اسلئے زمین پر اسکی قبولیت نازل ہوجاتی ہے اور لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں۔

قلت یا رسول اللہ بینا انا فی بیتی فی مصلای اذ دخل علی رجل فاعجبتنی الحال التی رآنی علیها فقال
رحمک اللہ یا ابا هریرة لک اجران اجر السر واجر العلانیة فمعناه ان یکون الاعجاب مغلوبا
لا یبعث بمجرده علی العمل واجر السر اجر الاخلاص الذی یتحقق فی السر واجر العلانیة اجر اعلاء
دین اللہ واشاعة السنة الراشدة قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خیارکم احاسنکم
اخلاقا اقول لما کان بین السماحة والعدالة نوع من التعارض کما نبهنا علیه وکان بناء
علوم الانبیاء علیهم السلام علی رعایة المصلحتین واقامة نظام الدارین وان یجمع بین المصالح
ما امکن وجب ان لا یعین فی النوامیس للسماحة الا اشیاء تتشبث مع العدالة وتؤیدها وتنبه
علیها فنزل الامر الی حسن الخلق وهو عبارة عن مجموعة امور من باب السماحة والعدالة فانه
یتناول الجود والعفو عمن ظلم والتواضع وترک الحسد والحقد والغضب وکل ذلک من السماحة
ویتناول التودد الی الناس وصلة الرحم وحسن الصحبة مع الناس ومواساة المحاویج وهی
من باب العدالة والفصل الاول یعتمد علی الثانی والثانی لا یتم الا بالاول وذلک من الرحمة
المرعیة فی النوامیس الالهیة ولما کان اللسان اسبق الجوارح الی الخیر والشر هو قوله صلی اللہ
علیه وسلم وهل یکب الناس علی مناخرهم الا حصائد السنتهم وایضا فان آفته تخل الاخبات والعدالة
والسماحة جمیعا لان اکثار الکلام ینسی ذکر اللہ والغیبة والبذاء ونحوها تفسد ذات
البین

کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ اپنے مکان میں مصلے پر بیٹھا تھا کہ اس اثنا میں ایک شخص میرے پاس
آیا تو مجھکو جو اس نے اس حال میں دیکھا تو میری طبیعت خوش ہوئی آپ نے فرمایا رحمک اللہ یا ابا ہریرہ
اجران اجر الخ اللہ تعالی تجھپر رحم کرے تیرے لیئے دو اجر ہیں ایک اجر پوشیدہ کا اور ایک اجر ظاہر کا۔ اس کے یہ
معنی ہیں کہ عجب نفسانی مغلوب ہو اور صرف عجب نفسانی عمل پر باعث نہو اور اجر ستر سے اخلاص کا اجر مراد ہے جو ایک
پوشیدہ چیز ہے اور اجر علانیہ سے دین الہی کے بلند کرنے اور سنت راشدہ کے شائع کرنے کا اجر مراد ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیارکم الخ بہترین تم میں کے وہ لوگ ہیں جنکی عادات عمدہ ہیں۔ میں کہتا ہوں چونکہ
سماحت وعدالت میں ایک قسم کا تعارض ہے جس پر ہم متنبہ کر چکے ہیں اور انبیاء علیہ السلام کے علوم کی بنا دونوں مصلحتوں
کی رعایت کرنے اور نظام دارین کو قائم کرنے اور حتی الامکان مصالح کے جمع کرنے پر ہے لہذا شرائع کے اندر ضروری ہوا
کہ سماحت کے علامات اور اشباح جنکو عدالت کے ساتھ التزام ہو اور اس کے موید اور اسپر متنبہ کرنیوالے ہوں مقرر کیے
جائیں اسواسطے حسن اخلاق کا حکم دیا گیا اور وہ سماحت اور عدالت کے باب سے بہت سے امور کے مجموعہ کا نام ہے
کیونکہ حسن اخلاق جود اور ظلم کرنیوالے سے عفو اور تواضع اور ترک حسد اور کینہ اور غضب کو شامل ہے اور یہ سب امور
سماحت کے قبیلہ سے ہیں اور نیز لوگوں سے محبت اور صلہ رحم اور حسن صحبت مع الناس اور حاجتمندوں کی غمخواری کو
شامل ہے اور یہ سب باتیں عدالت کے باب سے ہیں اور پہلی قسم کے امور کا مدار دوسری قسم کے امور پر ہے اور دوسری
قسم پہلی قسم کے بغیر ناتمام ہے اور یہ ایک بڑی مہربانی ہے جسکا شرائع الہیہ میں اعتبار کیا گیا ہے اور چونکہ بہ نسبت سب
اعضاء کے زبان کو خیر و شر کیجانب جلد سبقت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وھل الخ اور لوگوں کو
کوئی چیز منھ کے بل اوندھا نہ گرائیگی مگر جو انکی زبانوں نے کمایا ہے اور نیز زبان کی آفات اخبات اور سماحت اور عدالت میں خلل انداز ہیں
کیونکہ کثرت سے کلام کرنا ذکر الہی سے غافل کرتا ہے اور غیبت اور بیہودہ باتیں اور انکے مثل باہم فساد ڈالتی ہیں۔

والقلب ينصبغ بصبغ ما يتكلم به فاذا ذكر كلمة الغضب لابد ان ينصبغ القلب بالغضب وعلى هذا القياس والانصباغ يفضي الى التشبح يجب ان يبحث الشرع عن آفات اللسان اكثر من آفات غيره وآفات اللسان على انواع منها ان يخوض في كل واد فتجتمع في الحس المشترك صور تلك الاشياء فاذا توجه الى الله لم يجد حلاوة الذكر ولم يستطع تدبر الاذكار ولهذا المعنى نهى عما لا يعني[۱] ومنها ان يثير فتنة بين الناس كالغيبة والجدال والمراء ومنها ان يكون مقتضى تغشي النفس بغاشية عظيمة من السبعية والشهوية كالشتم وذكر محاسن النساء ومنها ان يكون سبب مد وتر نسيان جلال الله والغفلة عما عند الله كقوله للملك ملك الملوك[۲] ومنها ان يكون مناقضا لمصالح الملة بان يكون مرغبا لما امرت الملة بهجره كمدح الخمر وتسمية العنب كرما او يجمع كتاب الله[۳] كتسمية المغرب عشاء والعشاء عتمة ومنها ان يكون كلاما شنيعا مثلا كسائر الافعال الشنيعة المنسوبة الى الشياطين كالفحش وذكر الجماع والاعضاء المستورة بصريح ما وضع لها وكذكر ما يتطير به كقوله ليس في الدار نجاح ولا يسار ثم لا بد من بيان ماكثر وقوعه من مظان السماحة وتمييز ما اعتبره الشرع بما لم يعتبره فمنها الزهد فان النفس ربما تميل الى شره الطعام واللباس والنساء حتى تكتسب من ذلك لونا فاسدا يدخل في جوهرها فاذا انفضه الانسان عن نفسه فذلك الزهد في الدنيا وليس ترك

اور (اس میں شک نہیں) کہ آدمی کی زبان سے جو کلام نکلتا ہے دل اسکی کیفیت سے متکیف ہو جاتا ہے مثلاً جب غصہ کا کلمہ اسکی زبان سے نکلتا ہے دل کے اندر اسکا جوش پیدا ہو جاتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس اور دل کے اندر اس کیفیت کا پیدا ہونا اس کیفیت کے متمثل ہونے اور اُسکے تشبح کا سبب ہوتا ہے لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ شرع میں بہ نسبت اور اعضا کے آفات کے زبان کی آفات سے زیادہ تر بحث کیجائے اور آفات لسانی کے بہت سے اقسام ہیں از انجملہ یہ ہے کہ ہر ایک وادی میں خوض کرے اس کے سبب سے اُن چیزوں کی صورتیں آدمی کی حس مشترک میں جمع ہو جاتی ہیں اور جب خدا تعالےٰ کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو ذکر الٰہی میں اسکو کچھ حلاوت نہیں معلوم ہوتی اور اذکار میں کچھ تدبیر نہیں کر سکتا یہی سبب ہے کہ بیفائدہ باتوں سے ممانعت کی گئی ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ لوگوں میں فتنہ کا پیدا کرنا جیسے غیبت اور مجادلہ اور لوگوں کا بہکانا اور از انجملہ ہے کہ وہ کلام اس قسم کا ہو جس سے قوت سبعیہ یا شہویہ کے اثر عظیم سے نفس متاثر ہوتا ہے جیسے گالیاں بکنا اور عورتوں کے محاسن کا ذکر کرنا۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے جلال اور اسکی عظمت سے غافل ہونا اس کلام کا سبب بنجا ہو جیسے کسی بادشاہ کو شاہنشاہ کہنا اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مصالح دینی میں خلاف ہو بایں طور کہ دین میں جس چیز کے ترک کرنے کا حکم ہے اس کلام سے اُس چیز منہی عنہ کی رغبت پیدا ہو جیسے شراب کی تعریف کرنا یا انگور کا نام کرم رکھنا یا کتاب الٰہی میں اُس سے تغیر لازم آتا ہو جیسے مغرب کا نام عشاء اور عشاء کا نام عتمہ رکھنا اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مثلاً بیہودہ ہو جیسے افعال جو شیاطین کیطرف منسوب ہوتے ہیں جیسے فحش باتیں بکنا ہے اور جماع اور اعضاء مستورہ کا صاف صاف الفاظ میں ذکر کرنا یا جیسے اس چیز کا ذکر کرنا جس سے بدشگونی لیجاتی ہے مثلاً یہ کہنا کہ گھر میں نجاح (کامیابی) نہیں ہے اور نہ برکت پھر اُن چیزوں کا بیان کرنا بھی ضروری ہے جو سماحت کے دلائل ہیں اور بکثرت اُن کا وقوع ہوتا ہے اور نیز اُن اخلاق کا جنکا شارع نے اعتبار کیا ہے اُنسے متمیز کرنا اول شارع نے اعتبار نہیں کیا ضروری ہے از انجملہ زہد ہے کیونکہ نفس بسا اوقات کھانے پینے کی حرص اور عورتوں کیطرف رغبت کرتا ہے حتی کہ ان باتوں سے اُسکے جوہر میں ایک خراب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب انسان اپنے نفس سے اس بات کو دور کر دیتا ہے تو دنیا کے اعتبار سے وہ زاہد ہو جاتا ہے اور مقصود بالذات خرد ان چیزوں کا چھوڑنا نہیں

[۱] کما قال صلی اللہ علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ ۱۲ [۲] دے الکلام ۱۲ [۳] ای بجعل کتاب اللہ محسبا غیر عربی ۱۲ ای حرص ۱۲

هذه الاشياء مطلوبا بعينه بل انما يطلب تحقيقا لهذه الخصلة ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم الزهادة في الدنيا ليست بتحريم الحلال ولا اضاعة المال ولكن الزهادة في الدنيا ان لا تكون بما في يديك اوثق مما في يدى الله وان تكون في ثواب المصيبة اذا انت اصبت بها ارغب فيها لو انها ابقيت لك وقال ليس لابن ادم حق في سوى هذه الخصال بيت يسكنه وثوب يوارى عورته وجلف[1] الخبز والماء وقال بحسب ابن ادم لقيمات يقمن صلبه وقال طعام الاثنين كافي الثلاثة وطعام الثلاثة كافي الاربعة يعني ان الطعام الذي يشبع الاثنين كل الاشباع اذا اكله الثلاثة كفاهم على التوسط يريد الترغيب في المواساة وكراهية غرة الشبع ومنها القناعة وذلك ان الحرص على المال ربما يغلب على النفس حتى يدخل في جوهرها فاذا انقضى من قلبه وسهل عليه تركه فذلك القناعة وليست القناعة ترك ما رزقه الله تعالى من غير اشراف[2] النفس قال النبي صلى الله عليه وسلم ليس الغنى عن كثرة العرض ولكن الغنى غنى النفس وقال يا حكيم ان هذا المال خضر حلو فمن اخذه بسخاوة نفس بورك له فيه ومن اخذه باشراف نفس لم يبارك له فيه وكان كالذي ياكل ولا يشبع واليد العليا[3] خير من اليد السفلى وقال عليه السلام

بلکہ اس خصلت کے حاصل کرنے کے لئے ان چیزوں کا ترک مطلوب ہوتا ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الزہادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا اضاعۃ الخ دنیا کی زاہدی نہ حلال کے حرام کر لینے سے ہے اور نہ مال کے ضائع کرنے سے بلکہ دنیا کا زاہد یہ ہے کہ جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اس چیز سے زیادہ تجھکو اُسپر اعتماد نہ ہو جو خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور جب تجھکو کوئی مصیبت پہونچے تو اس مصیبت کے ثواب کی رغبت میں اُس مصیبت کا باقی رہنا تجھکو پسند ہو اور فرمایا ہے لیس لابن آدم حق فی سوی ہذہ الخ بنی آدم کے لئے سوائے ان چیزوں کے اور ضروری نہیں ہے گھر رہنے کے لیے کپڑا ستر ڈھانکنے کے لیے اور روٹی اور پانی کے لیے کوئی برتن اور نیز فرمایا ہے بحسب ابن آدم الخ آدمی کیلئے چند چھوٹے چھوٹے لقمے کافی ہیں جس سے پیٹ کو سیدھا کر سکے اور فرمایا ہے طعام الاثنین کافی الثلاثۃ الخ دو کا کھانا تین کو اور تین شخصوں کا چار کو کافی ہے یعنی جسقدر کھانے سے دو شخصوں کا خوب شکم پر ہو سکتا ہے اگر اسکو تین بھی کھالیں تو اوسط درجہ انکو کافی ہو سکتا ہے اس سے آپکا مقصود غمخواری میں رغبت دلانا اور شکم پری کی حرص کو مکروہ سمجھنا ہے اور از انجملہ قناعت ہے اسکا بیان یہ ہے کہ مال کی حرص بسا اوقات آدمی کے نفس پر غالب ہوتی ہے حتی کہ اسکے جوہر میں داخل ہو جاتی ہے پس جب اس حرص کو اپنے قلب سے دور کر دیتا ہے اور مال کا چھوڑنا اُسپر آسان ہوتا ہے تو اس صفت کا نام قناعت ہوتا ہے اور قناعت اسکا نام نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو انسان کو عطا فرمایا ہے بے رغبتی کے ساتھ اسکا ترک کر دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا حکیم ان ہذا المال خضر حلو فمن اخذہ بسخاوۃ نفس بورک لہ فیہ ومن اخذہ باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ وکان کالذی الخ اے حکیم یہ مال ہرا اور شیریں ہوتا ہے پس جو نفس کی سخاوت کے ساتھ اسکو لے لیتا ہے تو اس میں برکت دیجاتی ہے اور جو شخص حرص نفسانی کے ساتھ لیتا ہے تو اس میں برکت نہیں دیجاتی اور وہ اُس شخص کی مانند ہوتا ہے جو کھائے جاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

[1] بکسر الجیم وسکون اللام الظرف ای لا بد لہ من ظرف یجعل فیہ الخبز والماء وقیل الجلف الخبز الذی لا ادام معہ وہو الغلیظ الیابس منہ ۱۲

[2] ای طمع ۱۲ [3] ای الناع والعلیا المعطیۃ والسفلی المعطاۃ ۱۲

اذا جاءك من هذا المال شئ وانت غير مشرف ولا سائل فخذه فتموله وما لا فلا تتبعه نفسك ومنها الجود وذلك لان حب المال وحب امساكه ربما يملك القلب ويحيط به جوانبه فاذا قدر على انفاقه ولم يجد له بالا فهو الجود وليس الجود اضاعة المال وليس المال مبغضا لعينه فانه نعمة كبيرة قال صلى الله عليه وسلم اتقوا الشح فان الشح اهلك من قبلكم حملهم على ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم وقال عليه الصلوة والسلام لا حسد الا في اثنين الحديث وقيل او يأتي الخير بالشر فقال انه لا يأتي الخير بالشر وان مما ينبت الربيع ما يقتل حبطا او يلم وقال صلى الله عليه وسلم من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له ومن كان له فضل زاد فليعد به على من لا زاد له فذكر من اصناف المال حتى رأينا انه لا حق لاحد منا في فضل وانما رغب في ذلك اشد الترغيب لانهم كانوا في الجهاد وكانت بالمسلمين حاجة واجتمع فيه السماحة واقامة نظام الملة وابقاء مهج المسلمين ومنها قصر الامل وذلك لان الانسان يغلب عليه حب الحياة حتى يكره ذكر الموت وحتى يرجو من طول الحياة شيئا لا يبلغه فان مات في هذه الحالة عذب بنزوعه الى ما اشتاق اليه ولا يجده وليس العمر في نفسه مبغضا بل هو نعمة عظيمة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اذا جاءك من هذا المال شئ وانت غير مشرف الخ اس مال میں سے جب تیرے پاس کچھ آوے اور تو نہ حریص ہو اور نہ سائل تب تو اسکو لے لے اور آسودہ ہو ورنہ اسکے پیچھے مت لگ اور از انجملہ جود ہے اس کا بیان یہ ہے کہ مال کی محبت اور اس کے جمع کرنے کی محبت بسا اوقات قلب پر غالب آکر اس کو محیط ہو جاتی ہے اور جب آدمی اسکے خرچ کرنے پر قادر ہوتا ہے اور کچھ پرواہ نہیں کرتا اسکا نام جود ہوتا ہے اور مال کے ضائع کرنے کا نام جود نہیں ہے اور نہ خود مال کوئی مبغوض چیز ہے بلکہ ایک بڑی نعمت ہے آپ نے فرمایا ہے اتقوا الشح فان الشح اهلك من الخ بخل سے بچتے رہو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگون کو ہلاک کر دیا اسی نے انکو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ باہم خون ریزی کرین اور حرام چیزون کو حلال سمجھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا حسد الا في اثنين یعنی دو شخصوں کے سوا کسی سے حسد نہیں ہے الخ اور کسی نے آپ سے عرض کیا کیا خیر سے شر پیدا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا انه لا يأتي الخ البتہ خیر سے شر نہیں پیدا ہوتا اور ربیع میں بعض چیزیں ایسی پیدا ہوتی ہیں جو تخمہ پیدا کرکے ہلاک کر دیتی ہیں۔ یا قریب ہلاکت کر دیتی ہیں اور نیز آپ نے فرمایا ہے من كان الخ جس شخص کے پاس حاجت سے زیادہ سواری ہو تو جس کے پاس سواری نہیں ہے اسکو وہ سواری دیدے اور جس کے پاس حاجت سے زیادہ توشہ ہو اس کو چاہیے کہ جس کے پاس توشہ نہیں ہے اس کو دیدے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے اس قدر اقسام ذکر کیے جس سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم میں سے کسی کو اس مال میں جو حاجت سے زیادہ ہو کچھ حق نہیں ہے اور اسقدر رغبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسواسطے دلائی کہ جہاد کی حالت میں تھے اور مسلمانوں کو احتیاج لاحق ہو رہی تھی اور اس میں سماحت بھی پائی جاتی ہے اور نظام ملت کا بھی قائم کرنا ہے اور مسلمانون کی جان کا بھی باقی رکھنا ہے اور از انجملہ قصر امل۔ یعنی آرزو کا کوتاہ کرنا ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ انسان پر زندگی کی محبت غالب ہوتی ہے حتی کہ موت کا ذکر اسکو ناگوار ہوتا ہے اور اسقدر زندہ رہنے کی امید رکھتا ہے کہ اس حد تک وہ زندہ نہیں رہ سکتا ایسی حالت میں جب آدمی مر جاتا ہے تو جس چیز کی اسکو تمنا تھی اس کے پورا ہونے سے اسکو تکلیف و عذاب ہوتا رہتا ہے اور فی نفسہ زندگی کوئی مبغوض اور ایسی چیز نہیں ہے جو خدا تعالی کو ناپسند ہو بلکہ وہ ایک نعمت عظمی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

[illegible]

سلہ تمامہ رجل آتاہ اللہ القرآن فہو یقوم بہ آناء اللیل وآناء النہار ورجل آتاہ اللہ مالا فہو ینفق منہ آناء اللیل وآناء النہار ١٢ سلہ الحبط بفتحتین انتفاخ البطن ... [illegible]

کن فی الدنیا کانک غریب[1] او عابر سبیل وخط خطا مربعا وخط خطا فی الوسط خارجا منہ وخط خططا[2] صغارا الی ھذا الذی فی الوسط من جانبہ الذی فی الوسط من جانبہ الذی فی الوسط فقال ھذا الانسان[3] وھذا اجلہ محیط بہ وھذا الذی ھو خارج املہ وھذہ الخطط الصغار الاعراض[4] فان اخطاہ ھذا نہسہ ھذا وان اخطاہ ھذا نہسہ ھذا وقد عالج النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ذلک بذکر ھاذم اللذات وزیارۃ القبور والاعتبار بموت الاقران وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت ولا یدع بہ من قبل ان یاتیہ انہ اذا مات انقطع عملہ ومنہا التواضع وھو ان لا تتبع النفس داعیۃ الکبر والاعجاب حتی یزدری[5] بالناس فان ذلک یفسد نفسہ ویثیر علی ظلم الناس والازدراء قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر فقال الرجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبہ حسنا ونعلہ حسنۃ فقال ان اللہ جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق[6] وغمط الناس وقال علیہ السلام الا اخبرکم باھل النار کل عتل مستکبر وقال علیہ السلام بینما رجل یمشی فی حلۃ تعجبہ نفسہ مرجل راسہ یختال فی مشیہ اذ خسف

کن فی الدنیا الخ دنیا میں ایسا رہ جیسے پردیسی بلکہ راہ کا چلنے والا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک مربع خط کھینچا اور پھر اسکے وسط میں ایک خط کھینچا ۔ اور باہر تک اسکو نکالا ۔ اور پھر اس بیچ والے خط کے ساتھ اور چھوٹے چھوٹے خط ملائے مگر اسی قدر کے ساتھ جتنا وہ مربع کے اندر اندر تھا اسکی شکل یہ ہے ۔ اور بیچ کے خط کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ انسان ہے ۔ اور اس مربع کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ۔ یہ اسکی اجل ہے جو اسکو گھیر رہی ہے ۔ اور یہ جو باہر کو نکلا ہوا ہے یہ اسکی آرزو ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط عوارض ہیں ۔ اگر یہ حادثہ اس سے بچ جاتا ہے تو یہ پہونچ جاتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طول امل کی بیماری کا علاج موت کے ذکر اور قبور کی زیارت اور ساتھیوں کی موت سے عبرت حاصل کرنے کے ساتھ بیان فرمایا ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے لا یتمنین احدکم الموت الخ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ جب آدمی مرگیا اسکا عمل منقطع ہوگیا اور از انجملہ تواضع ہے تواضع کے یہ معنی ہیں کہ نفس کو تکبر اور خود پسندی کی طرف نہ لے جائے ۔ جس سے آدمی لوگوں کو اپنے اعتبار سے حقیر اور ذلیل جانتا ہے اور اسکے باعث سے اسکا نفس خراب ہو جاتا ہے اور لوگوں پر ظلم کرنے اور انکو ذلیل سمجھنے پر برانگیختہ کرتا ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الکبر الخ جس کے قلب میں ذرہ کے برابر تکبر ہے جنت میں نہ جائے گا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کا دل چاہتا ہے اچھا جوتہ ہو تو آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے تکبر تو حق کے نہ ماننے اور لوگوں کے ذلیل سمجھنے کا نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا اخبرکم الخ اہل دوزخ کی کیا نہ خبر دوں تم کو وہ سب لوگ ہیں کہ سخت ظالم و نہایت تکبر کرنیوالا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ بینما رجل الخ یعنے ایک شخص حلہ سر تک پہنے ہوئے خود پسندی کے ساتھ اتراتا ہوا جارہا تھا ۔

[1] او بمعنی بل ۱۲ [2] جمع خط علی خلاف المشہور وقولہ الی ہذا ای مائلا ۱۲ [3] ای الخط الوسط ۱۲ [4] ای المربع ۱۲ [5] ای الآفات والبلیات والامراض ۱۲ [6] بالمہملۃ تحقیرہ الناس یحتقر ۱۲ [7] البطر شدۃ الفرح والمراد ہنا الطغیان عند النعمۃ ای الکبر ان یجعل الطاعات التی جعلہا اللہ حقا من التوحید والعبادات باطلا وغمط استحقار والعتل الشدید الجافی والجواظ الجموع المنوع والجعل المختال ویرو وی تیکبر ۱۲ اللھم ارنا الحق حقا ۔

اللہ بہ فهو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامۃ ومنها الحلم والاناۃ والرفق وحاصلها ان لا یتبع داعیۃ الغضب حتی یروّی ویری فیه مصلحۃ ولیس الغضب مذموماً فی جمیع الاحوال قال صلی اللہ علیه وسلم من یحرم الرفق یحرم الخیر کله وقال رجل للنبی صلی اللہ علیه وسلم اوصنی قال لا تغضب فردد مراراً فقال لا تغضب وقال صلی اللہ علیه وسلم الا اخبرکم بمن یحرم علی النار کل قریب هین لین سهل وقال علیه السلام لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب **ومنها** الصبر وهو عدم انقیاد النفس لداعیۃ الدعۃ والهلع والشهوۃ والبطر واظهار السر وصرم المودۃ وغیر ذلک فیسمی باسام حسب تلک الداعیۃ قال اللہ تعالی انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب وقال صلی اللہ علیه وسلم ما اوتی احد عطاء افضل واوسع من الصبر **وقد** اصر النبی صلی اللہ علیه وسلم بمظان العدالۃ ونبه علی معظم ابوابها وبین محاسن الرحمۃ بخلق اللہ ورغب فیها وذکر اقسامها من تألف اهل المنزل ومعاشرۃ اهل الحی واهل المدینۃ وتوقیر عظماء الملۃ وتنزیل کل واحد منزله ونذکر من ذلک احادیث تکون انموذجاً لهذا الباب **قال** صلی اللہ علیه وسلم اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامۃ وقال علیه السلام ان اللہ حرم علیکم دماءکم واموالکم کحرمۃ یومکم هذا فی

[illegible]

کہ خدا تعالیٰ نے اسکو دھسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھستا چلا جاویگا۔ اور از انجملہ علم ہے اور سہولیت اور نرم دلی ہے اور حاصل اُن کا یہ ہے کہ آدمی کو غصہ کے اسباب کیطرف توجہ نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس میں فکر نہ کرے اور مصلحت نہ دیکھ لے اور تمام اوقات میں غضب کی صفت مذموم نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من یحرم الرفق یحرم الخ جو شخص نرمی سے محروم ہے سب نیکیوں سے محروم ہے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کچھ وصیت کیجئے آپ نے اس سے فرمایا غصہ مت کر پھر چند مرتبہ اسنے وہی کہا اور یہی فرمایا غصہ مت کر اور نیز آپ نے فرمایا ہے الا اخبرکم بمن یحرم علی النار کل قریب ہین لین سہل۔ کیا میں تمکو وہ شخص نہ بتادوں جو آگ پر حرام کیے جاویں وہ قریب بردبار نرم مزاج اور سہولیت والا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الخ سخت آدمی وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ کرے سخت تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور از انجملہ صبر ہے اور وہ آرام اور پریشانی اور خواہش نفسانی اور تکبر اور اظہار راز اور قطع محبت وغیرہ کے اسباب کا تابع نہونا ہے ان اسباب کے لحاظ سے اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں اللہ پاک فرماتا ہے انما یوفی الصابرون الخ صابر لوگ تو بیحساب ہی اپنا اجر دیئے جاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما اوتی احد الخ کوئی شخص کوئی عطا زیادہ افضل وزیادہ فراخ صبر سے زیادہ نہیں دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدالت کے علامات کے ساتھ حکم دیا ہے اور اس کے ابواب میں سے عظیم الشان باب پر آگاہ فرمایا اور خلق الہی پر رحمت کرنے کی خوبیاں بیان فرمائیں اور لوگوں کو اسکی رغبت دلائی اور اسکے اقسام یعنی گھر والوں کا الفت سے رہنا اور بستی کے لوگوں کے باہم معاشرت اور شہر والوں کی معاشرت اور بزرگان دین کی توقیر اور ہر ایک کو مرتبہ سمجھنے کا بیان فرمایا اسکے متعلق ہم چند احادیث ذکر کرتے ہیں جو اس باب کے لئے بطور نمونہ کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقوا الظلم الخ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے روز تاریکیاں بنجائیگا اور فرمایا ہے ان اللہ حرم الخ خدا تعالیٰ نے تمہارے اوپر تمہارے خون اور تمہارے مالوں کو حرام کیا ہے جسطرح تمہارے اس دن کی تمہارے

سلہ ہو ابن عمر وقیل ابو الدرداء وقیل غیرہما ۱۲

بلادکم ھذا المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ واللہ لا یاخذ احدکم شیئا بغیر حقہ الا لقی اللہ یحملہ یوم القیمۃ فلاعرفن احدًا منکم لقی اللہ یحمل بعیرا لہ رغاء او بقرۃ لھا خوار او شاۃ تیعر وقال من ظلم قید شبر من الارض طوقہ من سبع ارضین **وقد** ذکرسرہ فی الزکوۃ والمؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا مثل المؤمنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی من لا یرحم الناس لا یرحمہ اللہ المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ بھا کربۃ من کرب یوم القیمۃ ومن ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیمۃ. اشفعوا توجروا ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ما احب وقال تعدل بین اثنین صدقۃ وتعین الرجل فی دابتہ فتحملہ او ترفع لہ متاعہ صدقۃ والکلمۃ الطیبۃ صدقۃ **وقال** فی ضعفاء المھاجرین ان کنت اغضبتھم فقد اغضبت ربک وقال انا وکافل الیتیم فی الجنۃ ھکذا

قولہ رغاء ... صوت وثغاء ... وتیعر ... قولہ ولا یسلمہ ... فلان اذا القاہ الی الھلکۃ ودم المجرمین عزوہ ۱۲ ای وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ای قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

اس شہر میں حرمت. اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المسلم من الخ یعنے مسلمان وہ شخص ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان امن میں رہیں خدا کی قسم تم میں سے کوئی شخص بغیر حق کے کسی چیز کو نہ لیگا مگر قیامت کے روز جب خدا سے ملیگا وہ چیز اسپر سوار ہوگی بس البتہ تم میں سے میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو اونٹ کو اپنے اوپر سوار کئے ہوئے خدا سے ملیگا اور وہ اونٹ بلبلاتا ہوگا. یا گائے کو سوار کئے ہوگا اور وہ ڈکراتی ہوگی. یا بکری کو سوار کئے ہوگا اور وہ ممیاتی ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ظلم قید الخ جو کوئی بالشت بھر زمین ظلم سے لیلیگا. ساتوں زمینیں طوق کرکے اسکی گردن میں ڈالی جائینگی. باب الزکوۃ میں اس کی حقیقت ہم بیان کرچکے ہیں. والمؤمن للمؤمن الخ اور ایمان والا ایمان والے کے لیئے بنیاد کی طرح ہے. کہ اسکے اجزا ایک دوسرے کے لئے مضبوطی کا سبب ہوتے ہیں. مثل المؤمنین الخ یعنے مومنین کی مثال باہم کی محبت اور ہمدردی اور مہربانی میں ایسی ہے جیسے بدن کہ جب اس میں سے کوئی عضو مریض ہوجاتا ہے تو تمام بدن پر تپ لاحق ہوجاتی ہے اور نیند جاتی رہتی ہے من لا یرحم الناس الخ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا. خدا تعالی اسپر رحم نہیں کرتا المسلم اخو الخ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اسپر زیادتی کرتا ہے نہ اس کو ہلاکت میں ڈالتا ہے من کان فی الخ جو کوئی اپنے بھائی کے کام میں ہے خدا تعالے اسکے کام میں ہے ومن فرج الخ جو کوئی شخص مسلمان کی کوئی مصیبت دور کردے خدا تعالے قیامت کے دن کے مصائب میں سے اسکی کوئی مصیبت اسکے سبب سے دور فرمائیگا اور جو کوئی شخص کسی کی پردہ پوشی کرے خدا تعالی قیامت کے دن اسکی پردہ پوشی کریگا اشفعوا توجروا الخ سفارش کیا کرو ماجور ہوگے اور خدا تعالی جو چاہتا ہے اپنے نبی کی زبان پر جاری کرتا ہے اور فرمایا ہے. تعدل بین الخ دو شخصوں میں تو جو انصاف کرے تو یہ صدقہ ہے اور ضعفاء مہاجرین کے باب میں آپ نے فرمایا ہے لئن کنت الخ اگر تونے انکو ناخوش کیا تو خدا تعالی کو تونے ناخوش کیا اور فرمایا انا وکافل الخ اور وہ شخص جو یتیم کا بوجھ اٹھاتا ہو جنت میں ہم اور وہ اس طرح ہونگے

واشار بالسبابة والوسطى الساعي على الارملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله من ابتلى من هذه البنات
بشيء فاحسن اليهن كن له سترا من النار استوصوا بالنساء فان المرأة خلقت من ضلع وان اعوج شيء في
الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وقال في حق الزوجة ان تطعمها اذا طعمت وتكسوها اذا اكتسيت
ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا في البيت اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فلم تأته فبات غضبان
عليها لعنتها الملائكة حتى تصبح لا يحل لامرأة ان تصوم وزوجها شاهد الا باذنه ولا تأذن في
بيته الا باذنه ولو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها ايما امرأة
ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة دينار انفقته في سبيل الله ودينار انفقته في رقبة ودينار انفقته على
مسكين ودينار انفقته على اهلك الذي اعظمها اجرا انفقته على اهلك اذا انفق الرجل على اهله نفقة يحتسبها
فهو له صدقة ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه يا ابا ذر اذا طبخت مرقا فاكثر ماءها
وتعاهد جيرانك من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره والله لا يؤمن الذي لا يأمن جاره
بوائقه قال الله تعالى للرحم الا ترضين ان اصل من وصلك واقطع من قطعك

ای شروره والرحم القرابة وينسأ يؤخر والاثر الاجل لانه يتبع العمر واصله من اثر مشيه على الارض فمن مات لا يبقى له اثره ۱۲

اور یہ فرماکر انگشت شہادت اور درمیان کی انگشت سے اشارہ فرمایا کہ جو شخص بیوگان اور مساکین محتاج لوگوں کے کام و کاج اور
امداد کی کوشش کرے گا تو وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنیوالے کے برابر ہے من ابتلی الخ جو شخص اُن لڑکیوں کی طرف
سے کچھ مشقت میں مبتلا ہو اور انکے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اُس کے لیے آگ کی روک ہوجائینگی استوصوا بالنساء فان الخ
عورتوں کے باب میں وصیت قبول کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی اور پسلی میں زیادہ ترچھی اوپر کے حصہ میں ہے پس اگر تو اسکا سیدھا
کرنا چاہیگا تو اسکو توڑ ڈالے گا۔ اور بیوی کے حق میں آپ نے فرمایا ہے ان تطعمہا الخ کہ تو کھانا کھائے تو اس کو بھی کھلا اور تو کپڑا
پہنے تو اسکو بھی پہنا اور منہ پر مت مار اور اسکی صورت بگڑنے کی دعا مت کر اور بجز خوابگاہ کے اس سے علیحدہ مت ہو اذا دعی الرجل الخ
اگر خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلاوے اور وہ اسکے پاس نہ آوے اور خاوند اسپر غصہ کی حالت میں سوئے
تو صبح تک فرشتے اسپر لعنت کرتے رہتے ہیں لا یحل لامرأۃ الخ خاوند کی موجودگی میں کسی عورت کو روزہ رکھنا
درست نہیں جبتک وہ اجازت نہ دے اور خاوند کی بلا اجازت کسی کو اسکے گھر میں نہ آنے دے ولو کنت الخ
اور اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے خاوند کے سجدہ کرنے کے لئے حکم دیتا ایما امرأۃ الخ جو عورت
مرجائے اور اسکا خاوند اس سے خوش ہو جنت میں داخل ہوگی۔ دینار انفقتہ الخ ایک تو وہ دینار ہے جس کو تو نے
خدا کی راہ میں صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی جان کے چھڑانے میں صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی مسکین
پر صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو اپنی بیوی پر صرف کیا۔ اُن سب کے اندر ثواب میں زیادہ وہ ہے جو اپنی بیوی پر تو نے
صرف کیا اذا انفق الرجل الخ جو آدمی طلب ثواب کے قصد سے اپنی بیوی کو نفقہ دے تو وہ اس آدمی کیلئے صدقہ ہے
ما زال جبرئیل الخ پڑوسی کے باب میں جبرائیل مجھکو ہمیشہ وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ عنقریب اسکو
وارث بنادینگے یا ابا ذر الخ اے ابوذر جب تو شوربا پکاوے تو اسکا پانی بڑھا دیا کر اور پڑوسیوں کو مت بھولا کر من کان الخ جو شخص خدا تعالی اور قیامت
کے دن پر یقین رکھتا ہے اسکو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستاوے واللہ لا یومن الخ خدا کی قسم جس کسی کا پڑوسی اسکے ایذاؤں سے امن میں نہیں ہے
وہ مومن نہیں ہے اور اللہ پاک نے رحم سے فرمایا ہے الا ترضین الخ کیا تو اس بات سے خوش نہیں ہے جو تجھ کو جوڑے میں بھی اس سے جوڑوں اور جو تجھکو قطع کرے

۵ الاستیصاء قبول الوصیۃ ای وصیکم بہن خیرا فاقبلوا الوصیۃ فیہن ۱۲ ۵ ای لا تقل لہا قبح اللہ وجہک ولا تہجر ای لا تتفرق منہا الا فی المضجع ۱۲

من احب ان یبسط له فی رزقه وینسأ له فی اثره فلیصل رحمه من الکبائر عقوق الوالدین من الکبائر شتم الرجل والدیه یسب ابا الرجل فیسب اباه ویسب امه فیسب امه سئل هل بقی من بر ابوی شیٔ ابرهما به بعد موتهما فقال نعم الصلاة علیهما والاستغفار لهما وانفاذ عهدهما من بعدهما وصلة الرحم التی لاتوصل الا بهما واکرام صدیقهما وان من اجلال الله اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه والجافی عنه واکرام ذی السلطان المقسط لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف شرف کبیرنا انزلوا الناس منازلهم من عاد مریضا او زار اخاله فی الله ناداه مناد بان طبت وطاب ممشاک وبوئت من الجنة منزلا وهذه الاحادیث وامثالها کلها تنبه علی خلق العدالة وحسن المشارکة ؛

المقامات والاحوال

اعلم ان للاحسان ثمرات تحصل بعد حصوله وهی المقامات والاحوال وشرح الاحادیث المتعلقة بهذا الباب یتوقف علی تمهید مقدمتین الاولی فی اثبات العقل والقلب والنفس وبیان حقائقها والثانیة فی بیان کیفیة تولد المقامات والاحوال منها ؛

میں بھی اُس سے قطع کروں۔ من احب ان یبسط الخ یعنے جو اپنے لئے رزق کی فراخی اور عمر کی درازی چاہے تو اُسکو صلہ رحم کرنا چاہیئے من الکبائر الخ ماں باپ کی نافرمانی کبائر میں سے ہے من الکبائر شتم الرجل الخ آدمی کو اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبائر میں سے ہے۔ کسی شخص کے باپ کو کوئی گالی دیتا ہے تو وہ اُسکے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اور جب کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اُس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ سئل هل الخ کسی شخص کے ماں باپ مر گئے تھے۔ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ کے سلوک میں اب بھی کچھ باقی ہے جو اُن کے مرنے کے بعد اُن کے ساتھ میں کروں۔ تو آپنے فرمایا ہاں اُنپر رحمت کی خواستگاری اور اُن کے لیئے مغفرت طلب کرنا اور اُن کے بعد اُن کے عہد کو پورا کرنا اور اُس قرابت کا جو ماں باپ ہی کے رشتہ سے ہے جوڑنا اور اُن کے دوست کی توقیر کرنا۔ وان من اجلال الخ خدا تعالیٰ کی تعظیم میں بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کے جو قرآن کی قرأت کے اندر مبالغہ نہیں کرتا اور نہ نافرمانی کرتا ہے تعظیم اور صاحب سلطنت کی تعظیم ہے جو عادل ہو۔ لیس منا الخ جو شخص ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی بزرگی نہ جانے ہم میں سے نہیں ہے۔ انزلوا الخ لوگوں کو اُنکے درجے پر رکھو من عاد الخ جو کوئی مریض کی عیادت کرے یا فی سبیل اللہ اپنے کسی برادر کی ملاقات کو جائے تو خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک ندا کرنے والا اُسکے لیئے یہ ندا کرتا ہے تو بھی اچھا ہے اور تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تو نے اپنے لیئے جنت میں جگہ بنالی پس یہ احادیث اور جو اُنکی مثل ہیں سب عدالت اور حسن مشارکت پر متنبہ کرتی ہیں۔

مقامات اور احوال کا بیان

معلوم کرو کہ احسان کے لیئے بہتسے ثمرات ہیں جو اُسکے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتے ہیں اور انکو مقامات اور احوال کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسباب کے ساتھ جو احادیث متعلق ہیں انکی شرح دو مقدموں کی تمہید پر موقوف ہی پہلا مقدمہ عقل اور قلب اور نفس کے اثبات اور اُن کے حقائق کے بیان میں دوسرا مقدمہ مقامات اور احوال کے پیدا ہونیکی کیفیت کے بیان میں ۔

ل الغالی فی القرآن من یبذل جهده فی تجوید الفاظه من غیر فکر والجافی من ترک قرأته والعمل به والمقسط العادل ۱۲

المقدمة الاولیٰ اعلم ان فی الانسان ثلاث لطائف تسمی بالعقل والقلب والنفس دل علی ذلک النقل والعقل والتجربۃ واتفاق العقلاء اَمّا النقل فقد ورد فی القرآن العظیم اِنّ فی ذلک لاٰیات لقوم یعقلون وورد حکایۃ عن اھل النار لوکنا نسمع او نعقل ماکنا فی اصحٰب السعیر وورد فی الحدیث اوّل ما خلق اللہ تعالیٰ العقل فقال لہ اقبل فاقبل وقال لہ ادبر فادبر فقال بک اٰخذ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین المرء عقلہ ومن لا عقل لہ لا دین لہ وقال افلح من رزق لبا وھذہ الاحادیث وان کان لاھل الحدیث فی ثبوتھا مقال فانّ لھا اسانید یقوی بعضھا بعضا وورد فی القرآن العظیم واعلموا انّ اللہ یحول بین المرء وقلبہ وورد ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید وفی الحدیث الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد واذا فسدت فسد الجسد الا وھی القلب وورد مثل القلب کریشۃ فی فلاۃ تقلبھا الریاح ظھرا لبطن وورد فی الحدیث النفس تتمنی وتشتھی والفرج یصدق ذلک ویکذبہ ویعلم من تتبع مواضع الاستعمال انّ العقل ھو الشیء الذی یدرک بہ الانسان ما لا یدرک بالحواس وانّ القلب ھو الشیء الذی بہ یحب الانسان ویبغض ویختار ویبرم وان النفس ھو الشیء الذی بہ یشتھی الانسان ما یستلذہ من المطاعم والمشارب و

مقدمہ اولیٰ معلوم کرو کہ انسان کے اندر تین لطائف ہیں جنکا نام قلب نفس عقل ہے اور نقل و عقل اور تجربہ اور علماء کے اتفاق سے یہ تینوں چیزیں ثابت ہوتی ہیں نقل کا تو بیان یہ ہے کہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے انّ فی ذلک لاٰیٰت الخ عقلمندوں کے لیئے اس میں بلاشبہ نشانیاں ہیں اور اللہ پاک نے اہل نار سے حکایۃ فرمایا ہے لوکنا نسمع الخ اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے ہوتے تو اصحاب جہنم میں سے نہوتے اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اول ما خلق اللہ تعالیٰ الخ سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے جو پیدا کیا عقل کو پھر اس سے فرمایا سامنے آ وہ سامنے آگئی پھر فرمایا پیچھے لوٹ جا پیچھے ہٹ گئی پھر فرمایا تیرے ہی سبب سے مواخذہ کرونگا اور آپنے فرمایا ہے دین المرء عقلہ الخ۔ آدمی کا دین اسکی عقل ہے جسکی عقل نہیں اسکا دین ہی نہیں ہے اور فرمایا ہے افلح الخ جسکو عقل دیگئی ہے اسکو کامیابی ہوئی۔ اگرچہ ان احادیث کے ثبوت میں محدثین کو کلام ہے مگر تاہم ان احادیث کے لیئے اسانید ہیں جو بعض بعض کی تائید کرتی ہیں اور قرآن پاک میں وارد ہے واعلموا انّ اللہ یحول الخ اور جان لو کہ خدا تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے مابین حائل ہو جاتا ہے اور وارد ہوا ہے انّ فی ذلک الخ اس قرآن میں بلا شبہ نصیحت ہے اس شخص کے لیئے جسکا قلب ہو یا کان ڈالے اور وہ حاضر القلب ہو اور حدیث شریف میں وارد ہے الا انّ فی الجسد الخ خبردار ہو جاؤ کہ بدن کے اندر ایک گوشت کی بوٹی ہے جب وہ درست ہوتی ہے بدن درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑجاتی ہے بدن بگڑ جاتا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ وہ قلب ہے اور وارد ہوا ہے مثل القلب الخ دل کی مثال ایک پر کی سی ہے جو میدان میں پڑا ہوا ہے اور ہوائیں اس میدان میں اسکو منقلب یعنے لوٹ پوٹ کرتی رہتی ہیں۔ اور وارد ہوا ہے النفس تتمنی الخ کہ نفس آرزو و خواہش کرتا ہے اور پیشاب گاہ اسکی تصدیق یا تکذیب کردیتی ہے اور مواضع استعمال میں تتبع و تلاش کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عقل اس چیز کا نام ہے جس سے ان چیزوں کا ادراک کرتے ہیں جو غیر محسوس ہوتی ہیں اور قلب اس چیز کا نام ہے جس سے انسان لذائذ یعنی کھانے اور پینے اور

المناكح. وأما العقل فقد ثبت في موضعه أن في بدن الإنسان ثلاثة أعضاء رئيسة بها تتم القوى والأفاعيل التي تقتضيها صورة نوع الإنسان فالقوى الإدراكية من التخيل والتوهم والتصرف في المتخيلات والمتوهمات والحكاية للمجردات بوجه من الوجوه محلها الدماغ والغضب والجرأة والجود والشح والرضا والسخط وما يشبهها محلها القلب وطلب ما لا يقوم البدن إلا به أو بجنسه محله الكبد وقد يدل فتور بعض القوى إذا حدثت آفة في بعض هذه الأعضاء على اختصاصه بها وأن فعل كل واحد من هذه الثلاثة لا يتم إلا بمعونة من الآخرين فلولا إدراك ما في الشتم والكلام الحسن من القبح والحسن وتوهم النفع والضر ما هاج غضب ولا حب ولولا متانة القلب لم يصر المتصور مقصودا قابه ولولا معرفة المطاعم والمناكح وتوهم المنافع فيها لم يمل إليها الطبع ولولا تنفيذ القلب حكمه في أعماق البدن لم يسع الإنسان في تحصيل مستلذاته ولولا خدمة الحواس للعقل ما أدركنا شيئا فإن المكتسبات فرع البديهيات والبديهيات فرع المحسوسات ولولا صحة كل عضو من الأعضاء التي يتوقف عليها صحة القلب والدماغ لما كان لهما صحة ولا تم لهما فعل ولكن كل واحد منهما بمنزلة ملك اهتم بأمر عظيم من فتح قلعة صعبة أو نحوه فاستمد من أعوانه بجيوش ودروع ومدافع وهو المدبر في فتح القلعة وإليه الحكم ومنه الرأي وإنما هم خدم يمشون على رأيه فجاءت صور الحوادث على حسب الصفات الغالبة في الملك من جرأته وجبنه و سخائه وبخله وعدالته وظلمه

جماع کرنے کی خواہش کرتا ہے اور اس بات کا بیان کہ عقل سے بھی ان تین چیز کا وجود ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اپنے موقع پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کے بدن میں تین عضو رئیس ہیں جن سے وہ قوتیں اور افعال جو انسان کی صورت نوعیہ کے مقتضی ہیں تمام ہوتے ہیں پس قوائے ادراکیہ یعنی تخیل اور توہم اور پھر ان متخیلات اور متوہمات کے اندر تصرف اور بوجہ من الوجوہ مجردات سے حکایت کرنے کا محل دماغ ہے اور غضب اور جرأت اور جود اور بخل اور خوشی اور ناخوشی اور اس قسم کی چیزوں کا محل قلب ہے اور اس چیز کے طلب کرنے کا محل جس کے اوپر یا اس کی جنس کے اوپر بدن کا قوام موقوف ہے جگر ہے اور اس بات پر دلیل یہ ہے کہ ان تین اعضاء میں سے کسی خاص عضو میں کوئی نقصان آجاتا ہے تو ایک خاص قوت میں فتور پیدا ہو جاتا ہے جس سے اس قوت کا اختصاص اس عضو کے ساتھ ثابت ہوتا ہے پھر ان تینوں میں سے ہر ایک کا فعل دو باقی کی معونت کے بغیر تمام نہیں ہوتا۔ دیکھو کہ اگر مثلاً بری بات کی برائی اور اچھی بات کی بھلائی کا ادراک اور نفع وضرر کا توہم نہ ہو تو غصہ کا ہیجان نہیں ہوتا اور نہ کسی چیز کی محبت پیدا ہوتی ہے اور جب تک قلب کے اندر متانت نہ ہو کسی متصور چیز کی تصدیق نہیں ہوتی اور اگر کھانے یا جماع کرنے کی معرفت نہ ہو اور اس کے منافع متوہم نہ ہوں تو طبیعت کو ان چیزوں کی طرف میلان نہیں ہوتا اگر اطراف بدن میں قلب کا حکم نافذ نہ ہوا کرے تو انسان کو اپنے لذائذ حاصل کرنے کا موقع نہیں مل سکتا اور اگر حواس عقل کی خدمتگزاری نہ کریں تو انسان کو کسی چیز کا ادراک نہیں ہو سکتا کیونکہ نظریات بدیہیات کے اور بدیہیات محسوسات کے فرع ہوتے ہیں اور جن اعضاء پر قلب اور دماغ کی صحت موقوف ہے اگر ان میں سے ہر ہر عضو کی صحت نہ پائی جائے تو قلب و دماغ کی نہ صحت باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہر ایک کا فعل پورے طور پر صادر ہو سکتا ہے مگر ان اعضاء میں سے ہر ایک بمنزلہ ایک بادشاہ کے ہے جو کسی عظیم الشان کام کو مثلاً کسی مستحکم قلعہ کا فتح کرنا چاہتا ہے تو وہ بادشاہ اپنے دوستوں سے لشکروں اور زرہوں اور ڈھالوں کی مدد مانگتا ہے مگر قلعہ فتح کرنے میں وہ خود ہی مدبر ہوتا ہے اور اسی کے حکم کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہے اور اسی کی رائے پر مدار ہوتا ہے اور وہ سب تو خدمتگار ہوتے ہیں جو اس کی رائے پر چلتے ہیں پھر اب جو حوادث پیدا ہوتے ہیں ان کی صورت ان صفات کے مطابق ظاہر ہوتی ہے جو اس بادشاہ میں غالب ہوتے ہیں یعنی اس کی دلیری اور بزدلی اور سخاوت اور بخل اور عدالت اور ظلم کے اعتبار سے ان کا ظہور ہوتا ہے۔

فكما يختلف الحال باختلاف الملوك وآرائهم وصفاتهم وان كانت الجيوش والآلات متشابهة فكذلك يختلف حكم كل رئيس من الرؤساء الثلاثة فى مملكة بدن الانسان وبالجملة الافاعيل المنبجسة من كل واحد من هذه الثلاثة تكون متقاربة فيما بينها اما مائلة الى الافراط والتفريط او قارة فيما بين هذا وذاك فاذا اعتبرنا هذه الهيئات كل الثلاثة مع افاعيلها المتقاربة وامزجتها التى تقتضى تلك الافاعيل المتقاربة دائما فهى اللطائف الثلاث التى يبحث عنها لا تلك القوى بذواتها من غير اعتبار شئ معها فالقلب من صفاته وافعاله الغضب والجراءة والحب والجبن والرضا والسخط والوفاء بالمحبة القديمة والتلون فى الحب والبغض وحب الجاه والجود والبخل والرجاء والخوف والعقل من صفاته وافعاله اليقين والشك والتوهم وطلب الاسباب لكل حادث والتفكر فى حيل جلب المنافع ودفع المضار والنفس منتهى صفاتها الشره فى المطاعم والمشارب اللذيذة وعشق النساء ونحو ذلك واما التجربة فكل من استقراء افراد الانسان علم لا محالة انهم مختلفون بحسب جبلتهم فى هذه الامور منهم من يكون قلبه هو الحاكم على النفس ومنهم من يكون نفسه هى القاهرة على القلب اما الاول[1] فاذا اصابه غضب او هاج فى قلبه طلب منصب عظيم يستهين فى جنبه اللذات العظيمة ويصبر على تركها ويجاهد نفسه مجاهدة عظيمة فى تركها

جسطرح سلاطین اوران کی رائے اور صفات کے اختلاف سے حالات مختلف ہوتے ہیں اگرچہ لشکر اور ہتھیار ایک ہی سے ہوں اسیطرح ان روساء ثلثہ میں سے ہر رئیس کا حکم بدن انسان کی مملکت میں مختلف ہوتا ہے الحاصل جو افعال ان تینوں میں سے ہر ایک سے صادر ہوتے ہیں وہ افعال باہم یا تو قریب قریب یا افراط یا تفریط کیطرف مائل یا ان دونوں کے مابین ہوتے ہیں پس جب ہم ان تینوں صورتوں کو معہ انکے افعال متقاربہ اور انکے امزجہ کے جو ان افعال کے ہمیشہ خواستگار ہوتے ہیں اعتبار کریں تو انکا نام لطائف ثلثہ ہے جنسے بحث کیجاتی ہے خود ان قویٰ کا نام بغیر انکے ساتھ کسی چیز کے اعتبار کیے لطائف نہیں ہے ۔ قلب کے صفات اور اسکے افعال یہ ہیں غصہ دلیری محبت بزدلی خوشی ناخوشی قدیمی دوستی کی وفاداری کبھی ایک شخص سے محبت اور کبھی عداوت حب جاہ جود بخل رجا وخوف وغیرہ عقل کے صفات وافعال یہ ہیں یقین شک توہم ہر حادثہ کے لیے اسباب کی تلاش منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع کرنے کے طریقوں میں فکر کرنا وغیر ذلک اور نفس کے صفات کا منتہی لذیذ لذیذ کھانے وپینے کی چیزوں کی حرص اور عورتوں کی محبت وغیر ذلک ۔ تجربہ سے ان قوائے ثلثہ کا ثبوت یہ ہے کہ جو شخص افراد انسانی کے استقراء و تلاش کرے تو لامحالہ اسکو یہ بات معلوم ہوگی کہ لوگ اپنی سرشت کے اعتبار سے ان امور میں مختلف ہوتے ہیں ۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جنکا قلب نفس کے اوپر حاکم ہوتا ہے اور بعض کے نفوس کو قلب پر غلبہ ہوتا ہے پہلی قسم کے انسان کو جب غصہ آتا ہے یا اس کے قلب میں کسی بلند درجہ کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو اسکے مقابلہ میں بڑی بڑی لذتوں کو حقیر سمجھتا ہے اور ان کے چھوڑنے پر صبر کرتا ہے انکے چھوڑنے میں وہ شخص اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ عظیم کرتا ہے

[1] قوله اما الاول اى من كان قلبه حاكما والآخر هو صاحب النفس القاهرة والغيور الاول والانفقة الغيرة والحريص الثانى وبرعوى يمتنع من الشر والورطة المهلكة والنزوع الميل والمسكة العقل وقوله له محد اى كل من استقرأ وعرض الناس نواحيهم ۱۲

واما الآخر فانه اذا عرضت له شهوة اقتحم فيها وان كان هنالك الف عار ولا يلتفت الى ما يرغب فيه من المناصب العالية او يرهب منه من الذل والهوان وربما يبدو للرجل الغيور منكح شهي وتدعو اليه نفسه اشد دعوة فلا يركن اليها لخاطر هجس من قلبه من قبيل الغيرة وربما يصبر على الجوع والعري ولا يسأل احدا شيئا لما جبل فيه من الانفة وربما يبدو للرجل الحريص منكح شهي او مطعم هني ويعلم فيهما ضررا عظيما اما من جهة الطب او من جهة الحكمة العملية او من جهة سطوة بعض بني آدم فيخاف ويرتعش ويرعوي ثم يعميه الهوى فيقتحم في الورطة على علم وربما يبدو للانسان من نفسه نزوعا الى جهتين متخالفتين ثم يغلب داعية على داعية ويتكرر منه افعال متشابهة على هذا النسق حتى يضرب به المثل اما في اتباع الهوى وقلة التحفظ واما في ضبط الهوى وقوة المسكة ورجل ثالث يغلب عقله على القلب والنفس كالرجل المؤمن حق الايمان انقلب حبه وبغضه وشهوته الى ما يأمر به الشرع والى ما عرف من الشرع جوازه بل استحبابه فلا يبتغي ابدا عن حكم الشرع حولا ورجل رابع يغلب عليه الرسم وطلب الجاه ونفي العار عن نفسه فهو يكظم الغيظ ويصبر على مرارة الشتم مع قوة غضبه وشدة جراءته

اور دوسری قسم کے انسان کو جب کسی لذت کی خواہش ہوتی ہے اسمیں وہ گھس پڑتا ہے اگرچہ اُس جگہ ہزار طرح سے عار ہو۔ اور مناصب عالیہ کیطرف اسکو رغبت دلائی جائے یا ذلت وخواری کا اسکو خوف دلایا جائے تو اسکی طرف پر وہ نہیں کرتا اور بسا اوقات غیرت دار آدمی کو اسکی خواہش کے موافق نکاح کرنیکا موقع پیش آتا اور اس کا نفس اسکو سخت رغبت دلاتا ہے مگر اُس کے قلب میں غیرت کے سبب سے ایک خیال پیدا ہوتا ہے جسکے سبب سے خواہش نفسانی کیطرف اسکو توجہ نہیں ہوتی اور چونکہ اسکی سرشت میں داخل ہے بسا اوقات بھوکا ننگا رہنے پر صبر کرتا ہے لیکن کسی سے سوال نہیں کرتا اور جب کسی حریص آدمی کو خواہش کے موافق جماع کرنے یا کھانے کا موقع ہوتا ہے اور وہ شخص اُسمیں اپنا ضرر عظیم جانتا ہے خواہ طب کے اعتبار سے یا حکمت عملیہ کے لحاظ سے یا بعض لوگوں کی خوف کی وجہ سے تو وہ شخص ڈر جاتا ہے اور کانپنے لگتا ہے اور اس برائی سے بچ جاتا ہے پھر اسکی خواہش اسکو اندھا کرکے دیدہ و دانستہ ورطہ ہلاکت میں ڈالدیتی ہے اور بسا اوقات اسی انسان کو دونوں جہت مخالف کیطرف اپنے نفس کا میلان معلوم ہوتا ہے پھر اُن دونوں میں سے ایک داعیہ کو دوسری میں غلبہ ہوجاتا ہے اور اس طور پر اس شخص سے ایک قسم کے افعال بار بار صادر ہوتے ہیں یہانتک کہ وہ شخص خواہش کی تابعداری اور بے احتیاطی یا خواہش کے روکنے اور نفس کو قابو میں رکھنے کے ساتھ ضرب المثل ہوجاتا ہے اور تیسرا شخص ایسا ہوتا ہے جسکی عقل اُس نفس پر غالب ہوتی ہے مثلاً وہ آدمی جو پورا ایماندار ہے کہ اسکی محبت اور بغض اور شہوت اوامر شرعی اور اُن چیزوں کیطرف کہ شرع سے انکا جواز بلکہ استحباب معلوم ہوا ہے منقلب ہوجاتی ہے ایسا شخص حکم شرعی سے کبھی روگردانی نہیں چاہتا۔ چوتھا شخص ایسا ہوتا ہے جسپر رسم اور طلب جاہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اپنی ذات سے عار کا دور کرنا چاہتا ہے ایسا شخص باوجود غضبناک ہونے اور نہایت دلیر ہونیکے اپنے غصہ کو پچاتا ہے اور اگر اسکو کوئی بُرا کہے تو اُس کی تلخی پر صبر کرلیتا ہے اور باوجود قوت جسمانی کے

ويترك شهواته مع قوة طبيعته لئلا يقال فيه ما لا يحبه ولئلا ينسب الى الشئ القبيح او ليجد ما يطلبه من رفعة الجاه وغيره فالرجل الاول يشبه بالسباع والثانى بالبهائم والثالث بالملائكة والرابع يقال له صاحب المروٓاة وصاحب معالى الهمم ثم نجد من عرض الناس افرادا يغلب فيهما قوتان معا على الثلاثة ويكون امرهما فيما بينهما متشابها ينال هذا من ذلك تارة وذلك من هذا اخرى فاذا اراد المستبصر ضبط احوالهم والتعبير عما هم فيه اضطر الى اثبات اللطائف الثلاث واما اتفاق العقلاء فاعلم ان جميع من اعتنى بتهذيب النفس الناطقة من اهل الملل والنحل اتفقوا على اثبات هذه الثلاث او على بيان مقامات واحوال تتعلق بالثلاث فالفيلسوف فى حكمته العملية يسميها نفسا ملكية ونفسا سبعية ونفسا بهيمية وفى هذه التسمية نوع من التسامح فسمى العقل بالنفس الملكية[له] تسمية بافضل افرادها وسمى القلب بالنفس السبعية تسمية له باشهر اوصافه وطوائف الصوفية ذكروا هذه اللطائف واعتنوا بتهذيب كل واحدة الا انهم اثبتوا لطيفتين اخريين ايضا واهتموا بهما اهتماما عظيما وهما الروح والسر وتحقيقهما ان القلب له وجهان وجه يميل الى البدن والجوارح ووجه يميل الى التجرد والصرافة وكذلك العقل له وجهان وجه يميل الى البدن والحواس يميل الى

اپنے لذائذ کو ترک کر دیتا ہے تاکہ اس کے حق میں لوگ ایسی باتیں نہ کہنے لگیں جو اسکو ناپسند ہیں یا اسلیئے کہ رفعت جاہ وغیرہ جو اسکو مطلوب ہے اسکو ملجائے پہلا شخص درندوں کی مانند ہے اور دوسرا بہائم کے مانند اور تیسرا ملائکہ کے اور چوتھے شخص کو صاحب مروت و بلند حوصلہ کہتے ہیں پھر استقرا کرنے سے بعض افراد انسان کے ایسے ملتے ہیں کہ انکی دو قوتیں معًا غالب ہوتی ہیں اور ان دونوں کا حال باہم متشابہ رہتا ہے کہ کبھی اسکو اسپر غلبہ ہوتا ہے اور کبھی اسپر پس اگر صاحب بصیرت ان کے حال کا انضباط چاہے اور جس حال پر وہ ہیں اسکو بیان کرنا چاہیں تو لامحالہ لطائف ثلثہ کے ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی اور عقلاء کے اتفاق سے ان تینوں کا وجود اس طرح پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام اہل ملت اور اہل ادیان تہذیب نفس ناطقہ کا جنھوں نے اہتمام کیا ہے ان تین چیزوں کے ثابت کرنے یا ان مقامات اور احوال کے بیان کرنے پر متفق ہیں جو ان تینوں سے متعلق ہے فلاسفہ اپنی حکمت عملیہ میں ان تینوں کا نام نفس ملکی اور نفس سبعی اور نفس بہیمی رکھتے ہیں اور اس نام رکھنے میں ایک طرح کا تسامح ہے کہ عقل کا نام انھوں نے نفس ملکی رکھا ہے کہ اُس کے افراد میں سے افضل ترین فرد کا یہ نام ہے اور قلب کا نام نفس سبعی باینطور رکھا ہے کہ اس کے اوصاف میں سے یہ وصف مشہور ہے اور صوفیائے کرام نے ان لطائف کا بیان اور ہر ایک کی تہذیب کا بیان کیا ہے مگر انھوں نے ان تینوں کے سوا دو لطیفہ اور بھی ثابت کیے ہیں اور ان دونوں کا نہایت اہتمام کیا ہے اور وہ دونوں روح اور سر ہیں انکی حقیقت یہ ہے کہ دل کے دو رخ ہیں ایک رخ کا میلان بدن اور حواس کی طرف ہے۔

[له] قوله فسمى العقل بالنفس الملكية الخ اى ولم يكن له ان يسميها بهذا الاسم لانها تكون بعد التهذيب بل كان له ان يسمى العقل بالنفس الانسانية ١٢

التجرد والصرافة فسموا ما يلى جانب السفل قلباً وعقلاً وما يلى جانب الفوق روحاً وسراً فصفة القلب الشوق المزعج والوجد وصفة الروح الانس والانجذاب وصفة العقل اليقين بما يقرب مأخذه من مأخذ العلوم العادية كالايمان بالغيب والتوحيد الافعالى وصفة السر شهود ما يجل عن العلوم العادية وانما هو حكاية ما عن المجرد الصرف الذى ليس فى زمان ولا مكان ولا يوصف بوصف ولا يشار اليه باشارة والشرع لما كان نازلاً على ميزان الصورة الانسانية دون الخصوصيات الفردية لم يبحث عن هذا التفصيل كثير بحث وترك مباحثها فى مخدع الاجمال وسائر الملل والنحل ايضاً عندهم علم من ذلك يعرف بالاستقراء مع نوع من التفطن :-

المقدمة الثانية } اعلم ان الرجل العتيك الذى مكنت مادته لظهور احكام النوع فيها كاملاً وافراً وهو رئيس افراد الانسان بالطبع والدستور الذى يعرف جميع الافراد قرباً من الحد الاعلى وبعداً منه بالنظر اليه هو الذى غلب عقله على قلبه مع قوة قلبه وسبوغ قواه وقهر قلبه على نفسه مع شدة نفسه ووفور مقتضياتها فهذا هو الذى تمت اخلاقه وقويت فطرته ودونه اصناف كثيرة متفاوتة يظهرها التأمل الصحيح واما الحيوان الاعجم ففيه القوى الثلاث ايضاً الا ان عقله مغلوب قلبه ونفسه فى الغاية فلم يستحق التكليف ولا لحق بالملاء

اور دوسرے کا تجرد محض کیطرف پس جسکا میلان اسفل کیجانب ہے اسکو قلب و عقل کہتے ہیں اور جسکو جانب فوق سے اتصال ہے اسکو روح و سر کہتے ہیں قلب کی صفت شوق اور وجد ہے جس سے آدمی بیتاب ہو جاتا ہے اور روح کی صفت اُنس اور انجذاب ہے اور عقل کی صفت اُن چیزوں کے ساتھ یقین کرنا ہے جو معمولی علوم سے قریب المأخذ ہیں جیسے ایمان بالغیب اور توحید افعالی اور سر کی صفت اُن چیزوں کا مشاہدہ کرنا ہے جو علوم معمولی سے برتر اور مجرد صرف ہیں جس کے لیئے نہ زمانہ ہے نہ مکان کوئی وصف اور نہ اشارہ حکایت کے طور پر ہے اور چونکہ شرع کا نزول صورت انسان کی میزان پر ہوا ہے خصوصیات فردیہ کے اعتبار سے نہیں ہوا لہذا شرع نے اس تفصیل سے زیادہ بحث نہیں کی اور اس کے مباحث کو اجمال کے خزانہ میں چھوڑ دیا ہے اور تمام اہل ملل و نحل کے نزدیک بھی اُس کے متعلق کچھ کچھ بیان ہے استقراء و تتبع سے متین اور فہیم آدمی اسکو معلوم کر سکتا ہے :-

مقدمۂ ثانیہ } معلوم کرو کہ قوی العقل اور قوی الجسم آدمی جس کے مادہ میں اسکے انواع کے احکام ظاہر ہونے کی پوری اور کامل قابلیت ہوتی ہے وہ شخص افراد انسانی کا طبیعت کے لحاظ سے رئیس اور ان کیلئے بطور دستور العمل کے ہوتا ہے جس سے تمام افراد کا اعلیٰ درجے کے حد سے قرب و بعد اس شخص کے اعتبار سے معلوم ہو سکتا ہے شخص وہ ہو سکتا ہے جسکی عقل قلب پر غالب ہو اور اسکا قلب قوی اور اسکے قوائے پورے پورے ہوں اور اسکا قلب نفس پر غالب ہو اور باینہمہ نفس بھی اسکا شدید ہو اور اسکی خواہشیں بکثرت ہوں ایسے شخص کے اخلاق تامہ ہوتے ہیں اور فطرت قوی ہوتی ہے اور اس سے نیچے بہت سی مختلف قسمیں ہیں تامل صحیح سے جسکا ظہور ہو سکتا ہے اور جانوروں میں بھی یہ قوائے ثلثہ پائے جاتے ہیں مگر انکی عقل قلب اور نفس کے نیچے نہایت درجہ مغلوب ہوتی ہے اس لیئے وہ مکلف ہونے کی قابلیت نہیں رکھتی اور نہ ملحق بہ ملاء

ف۱ ای خزانۃ ۱۲ ف۲ ہو القوی العقل والجسم ۱۲

الاعلی وهو قوله تبارك وتعالى. ولقد كرمنا بني آدم وحملناهم في البر والبحر ورزقناهم من الطيبات وفضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا. وهذا الرجل العتيك ان كان عقله منقاد العقائد الحقة الماخوذة من الصادقين الآخذين عن الملاء الاعلى صلوات الله عليهم فهو المؤمن حقا وان كان له مع ذلك سبيل الى الملاء الاعلى يأخذ عنهم بغير واسطة ففيه شعبة النبوة وميراث منها وهو قوله صلى الله عليه وسلم الرؤيا الصالحة جزء من ستة واربعين جزءا من النبوة وان كان عقله منقاد العقائد زائغة ماخوذة من المضلين المبطلين فهو الملحد الضال وان كان عمله منقاد الرسوم قومه ولما ادركه بالتجربة والحكمة العملية فهو الجاهل لدين الله ولما كان الامر على ذلك وجب في حكمة الله تعالى ان ينزل كتابا على ازكى خلق الله واعتكهم واشبههم بالملاء الاعلى ثم يجمع اليه الآراء حتى تصير احكامه من المشهورات الذائعة ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة وان يبين لهم هذا النبي صلوات الله وسلامه عليه طرق الاحسان والمقامات التي هي ثمراته اتم بيان. وبالجملة اذا آمن الرجل بكتاب الله تعالى او بما جاء به نبيه صلوات الله وسلامه عليه من بيانه ايمانا يستتبع جميع قواه القلبية والنفسية ثم اشتغل بالعبودية حق الاشتغال ذكرا باللسان وتفكرا بالجنان وادابا بالجوارح وداوم على ذلك مدة مديدة شرب كل واحد من هذه اللطائف الثلاث حظه من العبودية وكان لام

اعلیٰ ہوسکتے ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ ولقد كرمنا بني آدم وحملناهم الخ۔ البتہ ہم نے آدمیوں کو بزرگی دی اور جنگل و دریا میں انکو سوار کیا ہمنے اور پاک چیزیں ہمنے انکو دیں رزق اور اکثر اپنی مخلوق پر ہمنے انکو فضیلت دی فضیلت دینا اور یہ قوی العقل و قوی الجسم آدمی اگر اسکی عقل اُن عقائد حقہ کے تابع ہے جو خدا تعالیٰ کے صادق بندوں سے ماخوذ ہیں جنھوں نے اُن عقائد کو ملاء اعلیٰ سے ماخوذ کیا ہے صلوات اللہ علیہم تو وہ فی الحقیقت مومن صادق ہے اور اگر ہیں کے ساتھ ملاء اعلیٰ سے بھی تعلق ہے اسکے سبب بلا واسطہ ملاء اعلیٰ سے فیضان ہوتا ہے تو اس شخص میں نبوت کا ایک شعبہ اور اسکی میراث ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الرؤیا الصالحۃ جزء الخ۔ اچھی خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور اگر اسکی عقل عقائد باطلہ کے جو مضلین و مبطلین سے ماخوذ ہیں تابع ہے تو وہ شخص ملحد و گمراہ ہے اور اگر اسکی عقل اپنی قوم کے رسوم اور اُن چیزوں کے تابع ہے جو انکو تجربہ اور حکمت عملیہ سے معلوم ہوئے ہیں تو وہ شخص دین کا جاہل ہے اور جب انسان کے افراد مختلف تھے تو حکمت الٰہی میں ضروری ہوا کہ تمام مخلوق میں سے جو شخص زیادہ ترذکی اور قوی العقل و الجسم اور ملاء اعلیٰ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اُسپر کوئی کتاب نازل کیجائے اور پھر لوگوں کی سمجھیں اسکی طرف مائل کیجائیں تاکہ اس کے احکام مشہور ہو جائیں تاکہ جو ہلاک ہو تو حجت سے ہلاک ہو اور یہ بات ضروری ہوئی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن لوگوں کے لیئے احسان کے طرق و مقامات جو اس کے لیئے بمنزلہ ثمرات کے ہیں پورے طور پر بیان کرے الحاصل جب آدمی خدا تعالیٰ کی کتاب اور ما جاء بہ النبی پر ایسا ایمان لاتا ہے جس سے اُس کے تمام قوئے قلبیہ و نفسیہ خدا و رسول کے تابع ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ آدمی پورے طور پر عبادت میں مشغول ہوتا ہے۔ اور زبان سے ذکر اور دل سے فکر کرتا ہے۔ اور اعضا کو ادب دیتا رہتا ہے اور ایک مدت دراز تک اسکی مداومت کرتا ہے تو ان لطائف ثلثہ میں سے ہر ایک اس عبادت سے حصہ لیتا ہے۔ اور اس شخص کا

۱ لما ے علے ان للانسان افراد امختلفۃ ۱۲

شبيهها بالبلد وحجر اليابسة تسقى الماء الغزير فيدخل الري كل غصن من اغصانها وكل ورق من اوراقها ثم ينبت منها الازهار والثمار فكذلك تدخل العبودية في هذه اللطائف الثلاث وتغير صفاتها الطبيعية الخسيسة الى الصفات الملكية الفاضلة فتلك الصفات ان كانت ملكات راسخة تستمر افاعيلها على نهج واحد وانهاج متقاربة فهي المقامات وان كانت بوارق تبدو تارة وتندرج اخرى ولما تستقر بعد وهي امور ليس من شانها الاستقرار كالرؤيا والهواتف والغلبة تسمى احوالا واوقاتا ولما كان مقتضى العقل في غلواء الطبيعة البشرية التصديق بامور ترد عليه مناسبا تمامها صار من مقتضاه بعد تهذيبه اليقين بما جاء به الشرع كانه يشاهد ذلك عيانا كما اخبر زيد بن حارثة حين قال صلى الله عليه وسلم لكل حق حقيقة فما حقيقة ايمانك فقال كاني انظر الى عرش الرحمن بارزا ولما كان من مقتضاه ايضا معرفة الاسباب لما يحدث من نعمة ونقمة صار من مقتضاه بعد تهذيبه التوكل والشكر والرضا والتوحيد ولما كان من مقتضى القلب في اصل الطبيعة محبة المنعم المربي وبغض المنافر الشانئ والخوف عما يؤذيه والرجاء لما ينفعه كان مقتضاه بعد التهذيب محبة الله تعالى والخوف من عذابه ورجاء ثوابه ولما كان من مقتضى النفس في غلواء طبيعتها الانهماك في الشهوات والدعة كان صفتها عند تهذيبها التوبة والزهد والاجتهاد وهذا الكلام انما اردنا به ضرب المثال والمقامات ليست

حال ایک خشک و سخت کا سا ہوتا ہے جسکو بکثرت پانی دیا جائے اور اسکی شاخ شاخ و تنہ تنہ میں تازگی و تری پہونچ جائے اور انمیں پھل پھول آنے لگیں اسیطرح عبودیت کا اثر ان لطائف ثلثہ میں پہونچکر صفات سبعیہ رذیلہ کو دور کر کے صفات ملکیہ فاضلہ پیدا کرتا ہے پھر یہ صفات اگر ملکات راسخہ ہوں جنسے ایک طور یا اطوار متقاربہ سے دوامی طور پر افعال کا صدور ہو تب تو وہ مقامات ہیں اور اگر وہ صفات ایسے ہیں کہ مثل بجلی کے کبھی ظاہر ہو جاتے ہیں کبھی پوشیدہ ہو جاتے ہیں یعنے دور ہو جاتے ہیں اور ہنوز انکو قرار نہیں ہے یا وہ صفات اس قسم کے امور ہیں جنکی شان سے قرار نہیں ہے جیسے رویا اور ہواتف مغلوب الحال ہونا تو ان کو احوال و اوقات کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ اور چونکہ طبیعت بشری کے ہیجان کی حالت میں عقل کا مقتضی ان امور کی تصدیق کرنا ہے جو طبیعت بشریہ کے مناسب عقل کو پیش آتے ہیں لہذا عقل کا مقتضی تہذیب کے بعد ان چیزوں کا یقین کرنا ہے جو شرع کے اندر وارد ہیں گویا کہ انکا معائنہ کرتا ہے جیسے کہ زید بن حارثہ نے بیان کیا ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ہر حق کی حقیقت ہے پس تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا گویا کہ میں خدائے تعالے کے عرش کو سامنے دیکھتا ہوں۔ اور چونکہ عقل کا مقتضی نعمت اور عذاب کے اسباب کا معلوم کرنا ہے۔ لہذا اسکا مقتضی تہذیب کے بعد توکل اور شکر اور رضامندی اور توحید ہے اور چونکہ قلب کا مقتضی اصل طبیعت کے اعتبار سے اپنے منعم اور مربی کے ساتھ محبت اور اپنے دشمن کے ساتھ بغض اور ایذا پہونچانیوالی چیزوں سے خوف اور نفع پہونچانے والی چیزوں کی امید رکھنا ہے لہذا بعد تہذیب کے اسکا مقتضی خدائے تعالی سے محبت اور اسکے عذاب سے خوف اور ثواب کی امید ہے اور چونکہ نفس کا مقتضی ہیجان طبیعت کے بعد لذائذ اور آرام میں مستغرق ہو جانا ہے لہذا تہذیب کے بعد اسکی صفت توبہ اور زہد اور مجاہدہ ہے اور یہ کلام ہم نے بطور مثال کے بیان کیا ہے اور مقامات اس کے اندر

ف لہ العقل ۱۲ ت لہ العبد ۱۲ سہ لہ الاعراض ۱۲

اصل مقصود

محصورۃ فیما ذکرنا فقس غیر المذکور علی المذکور والاحوال کالسکر والغلبۃ والعزوف عن الطعام والشراب مدۃ مدیدۃ وکالرؤیا والهاتف علی المقامات ؛ **واذ قد فرغنا** مما یتوقف علیه شرح احادیث الباب حان ان نشرع فی المقصود فنقول اصل المقامات والاحوال المتعلقۃ بالعقل هو الیقین ویتشعب من الیقین. التوحید والاخلاص والتوکل والشکر والانس والهیبۃ والتفرید والصدیقیۃ والمحدثیۃ وغیر ذلك مما یطول عدہ قال عبد اللّٰه بن مسعود الیقین الایمان کله ویروی رفعه وقال صلی اللّٰه علیه وسلم واقسم لنا من الیقین ما تهون به علینا مصائب الدنیا **اقول** معنی الیقین ان یؤمن المؤمن بما جاء به الشرع من مسئلۃ القدر ومسئلۃ المعاد ویغلب الایمان علی عقله حتی یمتلئ عقله ویترشح من عقله رشحات علی قلبه ونفسه حتی یصیر المتیقن به کالمعاین المحسوس وانما کان الیقین هو الایمان کله لانه العمدۃ فی تهذیب العقل وتهذیب العقل هو السبب فی تهذیب القلب والنفس وذلك لان الیقین اذا غلب علی القلب انشعب منه شعب کثیرۃ فلا یخاف مما یخاف منه الناس فی العادۃ علمًا منه بان ما اصابه لم یکن لیخطئه وما اخطأه لم یکن لیصیبه ویهون علیه مصائب الدنیا اطمئنانا بما وعد فی الآخرۃ وتزدری نفسه بالاسباب المنکثرۃ علمًا منه بان القدرۃ الوجوبیۃ هی المؤثرۃ فی العالم بالاختیار والارادۃ وبان الاسباب عادیۃ فیفتر سعیه فیما یسعی الناس فیه ویکدون ویکدحون فیستوی عندہ ذهب الدنیا وحجرها وبالجملۃ فاذا تم الیقین وقوی و

اصل مقصود

منحصر نہیں لہذا غیر مذکور کو مذکور پر اور احوال کو مثل سکر اور غلبہ اور بمدت مدیدۃ تک خورونوش سے اعراض رکھنا اور خواب اور ہاتف کو مقامات پر قیاس کر لینا چاہیے اور جب ہم اُن امور سے فارغ ہو گئے جن پر اس باب کے احادیث کا شرح کرنا موقوف ہے تو اب ہم یہاں سے اصل مقصود شروع کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ جسقدر مقامات اور احوال عقل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں ان سب کا اصل یقین ہے اور یقین سے توحید اور اخلاص اور توکل اور شکر اور اُنس اور ہیبت اور تفرید اور صدیقیت اور محدثیت وغیر ذلک پیدا ہوتے ہیں جنکا شمار کرنا طول ہے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں الیقین الایمان کله - یقین بالکل ایمان ہے اور ایک روایت میں یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف مرفوع کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا واقسم لنا من الیقین الخ اور ہمکو وہ یقین نصیب کر جسکے سبب سے تو دنیا کے مصائب ہمپر آسان کر دے میں کہتا ہوں یقین کے معنے یہ ہیں کہ جو امور شرع کے اندر وارد ہوئے ہیں جیسے قدر و معاد کا مسئلہ وغیرہ اُس کے ساتھ مومن کو ایمان ہو اور اسکا ایمان اسکی عقل پر غالب ہو جائے حتی کہ اسکی عقل ایمان سے لبریز ہو جائے اور پھر عقل سے اسکے قلب اور نفس پر اس یقین کا ترشح ہو جسکے سبب سے وہ یقینی چیز معاین اور محسوس کے برابر معلوم ہونےلگے اور یقین کے ایمان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عقل کے مہذب کرنے میں یقین کو پورا پورا دخل ہے اور قلب اور نفس کی تہذیب کا سبب عقل کی تہذیب ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب قلب پر یقین کا غلبہ ہوتا ہے تو اس سے بہت سے شعبے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ شخص ان چیزوں سے خوف نہیں کرتا جن چیزوں سے عادت کے طور پر لوگ ڈرتے ہیں کیونکہ وہ شخص اس بات کو جان لیتا ہے کہ جو مصیبت اسکو پہونچتی ہے وہ اس سے بچنے والی نہ تھی اور جو چیز اس سے دور ہو جاتی ہے وہ پہونچنے والی نہ تھی اور اُس شخص کو ان چیزوں کے ملنے کا اطمینان ہو جاتا ہے جنکا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اسلئے دنیا کے مصائب اُسپر آسان ہو جاتے ہیں اور اسباب متکثرہ کو وہ شخص حقیر جانتا ہے اسلئے کہ اسکو قدرت وجوبی کے عالم میں باختیار وارادہ موثر ہونے اور اسبات کا کہ یہ اسباب عادیہ ہیں یقین ہوتا ہے اس سبب سے اس شخص کی کوشش ان امور کے حاصل کرنے میں ضعیف ہو جاتی ہے جنکے حاصل کرنے میں لوگ بے انتہا کوشش کرتے ہیں اور اپنی جان لڑا دیتے ہیں ہیلئے اس شخص کی نظر میں سونا و پتھر برابر معلوم ہوتا ہے الغرض جبکہ یقین کامل اور قوی اور پایدار ہو جاتا ہے -

اسمہ حتی لا یغیرہ فقر ولا غنی ولا عز ولا ذل انشعب منہ شعب کثیرۃ منہا الشکر وھو ان یرٰی جمیع ماعندہ من النعم الظاھرۃ والباطنۃ فائضۃ من بارئہ جل مجدہ فیرتفع بعد کل نعمۃ محبۃ منہ الی بارئہ ویری عجزہ عن القیام بشکرہ فیضمحل ویتلاشی فی ذلک قال صلی اللہ علیہ وسلم اول من یدعی الی الجنۃ الحمادون الذین یحمدون اللہ تعالی فی السراء والضراء اقول وذلک لان ایتہ انقیاد عقلہ وقلبہ للیقین بباریہ ولان معرفۃ النعم ورؤیۃ فیضانھا من بارئھا اورثت فیہم قوۃ فعالۃ فی عالم المثال تنفعل منہا القوی المثالیۃ والھیاکل الاخرویۃ فلا یزال معرفۃ تفاصیل النعم ورؤیۃ فیضانھا من المنعم جل مجدہ من الدعاء المستجاب فی قرع باب الجود ولا یتم الشکر حتی یتنبہ بعجیب صنع اللہ بہ فیما مضی من عمرہ کما روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال فی انصرافہ من حجتہ التی لم یحج بعدھا الحمد للہ ولا الہ الا اللہ یعطی من شاء مایشاء لقد کنت بھذا الوادی یعنی ضجنان ارعی ابلا للخطاب وکان فظا غلیظا یتعبنی اذا عملت ویضربنی اذا قصرت وقد اصبحت وامسیت ولیس بینی وبین اللہ احد اخشاہ ومنہا التوکل وھو ان یغلب علیہ الیقین حتی یعتزسعیہ فی جلب المنافع ودفع المضار من قبل الاسباب ولکن یمشی علی ماسنہ اللہ تعالی فی عبادہ من الاکساب من غیر اعتماد علیہا قال صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب ھم الذین لا یسترقون

حتی کہ کوئی چیز اسکو نہیں بدل سکتی نہ فقر و غنا عزت نہ ذلت تو اُس سے بہت سے شعبے پیدا ہو جاتے ہیں جنمیں سے ایک شکر ہے شکر کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کے اوپر جسقدر ظاہری و باطنی انعامات ہیں سب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے فائز سمجھے پس ہر نعمت کے مقابل میں ایک محبت خداگانہ اپنے پیدا کرنیوالے کے ساتھ اُسکو پیدا ہوتی ہے اور جب وہ اُسکا شکر ادا کرنے سے اپنے آپکو عاجز دیکھتا ہے تو اُسکا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ بھٹکتا پھرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اول من یدعی الی الخ سب سے پہلے جنت میں حمد کرنیوالے بلائے جائینگے جو خدا تعالیٰ کی خوشی و تکلیف میں حمد کرتے ہیں میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی حمد کرنا عقل و قلب کی خدا تعالیٰ کے یقین کے ساتھ نیازمندی و فرمانبرداری کی دلیل ہے اور اسلیئے کہ نعمتوں کے معلوم کرنے اور خدا تعالیٰ کیطرف سے اُن کا فیضان معلوم کرنے سے عالم مثال میں اُنکے اندر ایک قوت موثرہ پیدا ہو جاتی ہے جسکا اثر قوائے مثالیہ اور اشکال اخروی پر پڑتا رہتا ہے اور ان نعمتوں کی تفصیل اور اُن کا فیضان منعم حقیقی جل مجدہ سے معلوم کرنا جود الٰہی کے دروازہ کو حرکت دینے میں دعائے مستجاب سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ اور کامل شکر جب ہوتا ہے کہ جب آدمی کو خدا تعالیٰ کے اس عجیب برتاؤ پر تنبہ ہوتا ہے جو اسکے ساتھ گذشتہ عمر میں کیا گیا ہے جیساکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ اپنے اخیر حج سے واپس ہوئے تو انھوں نے یہ پڑھا الحمد للہ الخ اور فرمایا میں اس جنگل یعنے ضجنان میں خطاب کا اونٹ چرایا کرتا تھا اور وہ بڑا سنگدل اور سخت آدمی تھا اگر میں کام کرتا تو مجھکو تھکا کر شست کر دیتا تھا اور اگر میں کام میں کوتاہی کرتا تو مجھے مارتا تھا اب میں صبح و شام ایسی حالت میں رہتا ہوں کہ میرے اور خدا تعالیٰ کے مابین کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جسکا مجھے خوف ہو۔ اور از انجملہ توکل ہے توکل کے معنی یہ ہیں اس شخص پر یقین کا غلبہ ہو جسکے سبب سے اسباب کیطرف سے منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دور کرنے میں اسکی کوشش سست ہو جائے مگر وہ شخص کسب کے ان طریقوں پر چلتا ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے مقرر کیئے ہیں لیکن وہ اُنپر اعتماد نہیں رکھتا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے یدخل الجنۃ الخ میری امت سے ستر ہزار بلا حساب جنت میں داخل ہونگے یہ وہ لوگ ہونگے جو منتر نہیں کرتے ہیں۔

۱ے یعرضون عن الرقیۃ والطیرۃ والکی ۱۲ ۱ے فی الاستیعاب ۱۲ [illegible]

ولا يتطيرون ولا يكتوون وعلى ربهم يتوكلون أقول انما وصفهم النبي صلى الله عليه وسلم بهذا اعلاما
بان اثر التوكل ترك الاسباب التي نهى الشرع عنها لا ترك الاسباب التي سنها الله تعالى لعباده وانما دخلوا الجنة من غير
حساب لانه لما استقر في نفوسهم يعني التوكل اورثت ذلك معنى ينقبض عنها بقية
الاعمال العاصة عليها من حيث انهم ايقنوا بان لا مؤثر في الوجود الا القدرة الوجوبية
ومنها الهيبة وهي ان يستيقن بعظم جلال الله حتى يتلاشى في جنبه كما قال الصديق
اذ راى طيرا واقعا على شجرة فقال طوبى لك يا طير والله لوددت اني كنت مثلك تقع
على الشجر وتاكل من الثمر ثم تطير وليس عليك حساب ولا عذاب والله لوددت اني كنت
شجرة الى جانب الطريق مر علي جمل فاخذني فادخلني فاه فلاكني[1] ثم ازدردني ثم
اخرجني بعرا ولم اكن بشرا[2] ومنها حسن الظن وهو معبر عنه في لسان الصوفية بالانس
وينشأ من ملاحظة نعم الحق والطافه كما ان الهيبة تنشأ من ملاحظة نقم الحق و
سطواته والمؤمن وان كان بنظره الاعتقادي يجمع الخوف والرجاء لكن بحاله ومقامه
ربما يغلب عليه الهيبة وربما يغلب عليه حسن الظن كمثل رجل قائم على شفا البئر العميقة ترتعد فرائصه وان كان
عقله لا يوجب خوفا وكما ان حديث النفس بالنعم الهنيئة يفرح الانسان وان كان عقله
لا يوجب فرحا ولكن تنشرب الوهم في هاتين الحالتين خوفا وفرحا قال النبي صلى الله عليه وسلم

اور نہ بدفالی نکلواتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں اور پروردگار پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے یہ اوصاف اسلئے بیان فرمائے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ توکل کا اثر اُن اسباب کا
چھوڑنا ہوتا ہے جنسے شارع نے نہی فرمائی ہے نہ اُن اسباب کا چھوڑنا جنکو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے مقرر فرمایا
ہے۔ اور یہ لوگ بلا حساب جنت میں اسلئے داخل ہونگے کہ جب انکے دلوں میں توکل کے معنی ثابت ہو گئے تو انکے سبب سے
انکے دلوں میں ایسے معنی پیدا ہوئے جنکے باعث سے ان اعمال کی سببیت جو انکے نفوس کو ایذا رسانی کرتے رہتے ہیں اُنسے
دور ہو جاتی ہے کیونکہ انکو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ بجز قدرت واجبی کے تمام جہان میں کوئی موثر نہیں ہے۔ اور ازانجملہ
ہیبت ہے اور اسکے یہ معنی ہیں کہ آدمی کو خدا تعالیٰ کے جلال اور اسکی عظمت کا یقین ہو جسکے سبب سے خدا تعالیٰ کے سامنے
وہ شخص گھبراتا رہے جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک درخت پر ایک پرند جانور کو دیکھا تو فرمانے لگے
خوشنودی ہو تیرے لئے خدا کی قسم میں اسبات کو پسند کرتا ہوں کہ میں تجھسا ہوتا تو درخت پر بیٹھتا اور اسکا پھل کھا کر اڑ جاتا
اور پھر نہ مجھے حساب ہوتا اور نہ مجھکو عذاب ہے۔ خدا کی قسم میں اسبات سے خوش ہوں کہ میں کسی سڑک پر ایک درخت ہوتا اور
کسی اونٹ کا مجھپر گذر ہوتا اور وہ مجھکو اپنے منہ میں رکھ لیتا اور چبا کر نگل جاتا پھر مینگنی کر کے پیٹ کے راستہ سے نکال دیتا اور
اور میں بشر نہ ہوتا۔ اور ازانجملہ حسن ظن ہے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو اُنس کیساتھ تعبیر کرتے ہیں یہ اُنس خدا تعالیٰ کے انعامات
والطاف میں غور کرنے سے پیدا ہوتا ہے جسطرح ہیبت خدا تعالیٰ کے انتقامات اور حکومت میں غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور مومن
اپنی نظر اعتقادی کے اعتبار سے خوف و امید کا جامع ہوتا ہے لیکن اسکے حال اور مقام کے اعتبار سے بسا اوقات اسپر ہیبت
کا غلبہ ہوتا ہے اور بسا اوقات حسن ظن کا اسپر غلبہ ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کسی عمیق کنوئیں کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے
تو اسکا بدن تھرانے لگتا ہے اگرچہ اسکی عقل خوف کی مقتضی نہیں ہے جیسا کہ خوشگوار نعمتوں کو نفس کا یاد کرنا ان
کو خوش کرتا ہے گوکہ اسکی عقل اسکے مقتضی نہیں

---

[1] مضغني ازدردني ابتلعني ۱۲ [2] رواه ابن ابي شيبة في مصنفه ۱۲

حسن الظن بالله من حسن العبادة وقال عن ربه تبارك وتعالى انا عند ظن عبدي بي اقول وذلك لان حسن الظن يهيئ نفسه لفيضان اللطف من بارئه ومنها التقريب وهو ان يستولي الذكر على قواه الادراكية حتى يصير كانه يرى الله تعالى عيانا فتضمحل احاديث نفسه وينطفئ كثير من لهبها قال صلى الله عليه وسلم سيروا سبق المفردون هم الذين وضع عنهم الذكر اثقالهم اقول اذا خلص نور الذكر الى عقولهم ونتج التطلع الى الجبروت في نفوسهم انزجرت البهيمية وانطفأ لهبها وذهبت اثقالها ومنها الاخلاص وهو ان يتمثل في عقله نفع العبادة لله تعالى من جهة قرب نفسه من الحق كما قال تبارك وتعالى ان رحمة الله قريب من المحسنين او من جهة تصديق ما وعد الله تعالى على السنة رسله من ثواب الآخرة فينشأ ثم الاعمال بداعية عظيمة لا يشوبها رياء ولا سمعة ولا موافقة عادة وينسحب هذه الحال على جميع اعماله حتى الاعمال المباحة العادية قال الله تعالى وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين وقال صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات ومنها التوحيد وله ثلاث مراتب احداها توحيد العبادة فلا يعبد الطواغيت ويكره عبادتها كما يكره ان يقذف في النار والثانية ان لا يرى الحول والقوة الا لله

لیکن ان دونوں حالتوں میں نفس کے اندر خوف و فرح سرایت کرجاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حسن الظن الخ خدا تعالی کے ساتھ حسن ظن حسن عبادت سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار تبارک وتعالی سے حکایۃً فرماتے ہیں انا عند ظن عبدی بی الخ میں بندے کو جیسا میرے ساتھ گمان ہے میں اسکے گمان کے ساتھ ہوں میرے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ حسن ظن اسکے نفس کو اسبات کا مستعد کردیتا ہے کہ اسکے پیدا کرنیوالے کیطرف سے الطاف کا فیضان ہو۔ اور از انجملہ ایک تقریب ہے تقریب کے معنی یہ ہیں کہ اسکے قوائے ادراکیہ پر ذکر کا ایسا غلبہ ہو کہ گویا خدا تعالی کو ظاہر طور دیکھتا ہے پھر اس سبب سے نفس کی تمام باتیں مضمحل ہوجاتی ہیں اور انکی بھڑک بجھ جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واسبق المفردون هم الذین الخ چلو تم سبقت کر گئے مفرد لوگ وہ وہ ہیں جن سے ذکر نے ان کے بوجھوں کو اٹھا دیا:۔

میں کہتا ہوں جبکہ انکے عقول ذکر کے نور سے منور ہوجاتی ہیں اور انکے نفوس میں اطلاع الی الجبروت کی صورت منتقش ہوجاتی تو قوت بہیمی ذرہ ہوجاتی ہے اور اسکا جوش گل ہوجاتا ہے اور اسکا ثقل جاتا رہتا ہے اور از انجملہ اخلاص ہے اور وہ یہ بات ہے عبادت ہے کہ بسبب قربت ہونے اس کے نفس کے حق تعالی کے ساتھ اسکی عقل میں خدا تعالی کی عبادت کا نفع متمثل ہوجاتا ہے چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ان رحمۃ الخ کہ بلاشک خدا تعالی کی رحمت محسنین کے قریب ہے یا بسبب تصدیق کے کہ خدا تعالی نے اپنے رسولوں کی زبان پر آخرت کے ثواب کا وعدہ کیا ہے پس بواسطہ ایک امر عظیم کے اس سے اعمال پیدا ہوتے ہیں کہ اسمیں ریا و سمعہ کو دخل نہیں ہوتا اور نہ موافقت عادت کو اور یہ حال تمام اعمال میں سرایت کرجاتا حتی کہ اعمال مباح عادیہ بھی بغیر اس حال کے نہیں صادر ہوتے ہیں خدا تعالی فرماتا ہے وما امروا الخ اور وہ اسی بات کیلئے مامور ہیں کہ دین میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالی کی عبادت کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما الاعمال الخ کہ اعمال نیتوں کیساتھ ہیں اور از انجملہ توحید ہے اور اسکے تین درجے ہیں پہلا ان میں کا توحید عبادت ہے اسکا نتیجہ یہ ہے کہ شیاطین کی پرستش نہ کرو اور انکی عبادت کرنے سے وہ اتنا بیزار ہو جیسا کہ وہ آگ میں جانے سے بیزار ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ نہ قوت

دیکھے اور نہ طاقت کسی کی مگر خدا تعالے کی طرف سے

سلہ بنجر ۱۲ –

ويرى ان لا مؤثر في العالم الا القدرة الوجوبية بلا واسطة ويرى الاسباب عادية انما تنسب المسببات اليها مجازا ويرى القدر غالبا على ارادة الخلق والثالثة ان يعتقد تنزيه الحق عن مشاكلة المحدثين ويرى اوصافه لا تماثل اوصاف الخلق ويصير الخبر في ذلك كالعيان ويطمئن قلبه بان ليس كمثله شئ من جذر نفسه ويتلقى اخبار الشرع بذلك على بينة من ربه ناشئة من ذاته على ذاته ومنها الصديقية والمحدثية و حقيقتهما ان من الامة من يكون في اصل فطرته شبيها بالانبياء بمنزلة التلميذ الفطن للشيخ المحقق فتشبهه ان كان بحسب القوى العقلية فهو الصديق او المحدث وان كان تشبهه بحسب القوى العملية فهو الشهيد والحواري والى هاتين القبيلتين وقعت الاشارة في قوله تعالى والذين آمنوا بالله ورسله اولئك هم الصديقون والشهداء والفرق بين الصديق والمحدث ان الصديق نفسه قريبة المأخذ من نفس النبي كالكبريت بالنسبة الى النار فكلما سمع من النبي صلى الله عليه وسلم خبرا وقع في نفسه بموقع عظيم ويتلقاه بشهادة نفسه حتى صار كانه علم هاج في نفسه من غير تقليد والى هذا المعنى الاشارة فيما ورد من ان ابا بكر الصديق كان يسمع دوي صوت جبريل حين كان ينزل بالوحي على النبي صلى الله عليه وسلم والصديق تنبعث من نفسه لا محالة محبة الرسول صلى الله عليه وسلم

اور یقین کرے اس بات کو کہ بلا واسطہ کائنات میں بجز قدرت وجوبیہ کے کوئی مؤثر نہیں اور جانے اس بات کو کہ نسبت ان مسببات کے اسباب عادیہ کیطرف مجازا ہے اور اس بات کا یقین کرے کہ مخلوق کے ارادہ پر اس کا حکم غالب ہے اور تیسرے توحید اس بات کی کہ خدا تعالی مخلوقات میں سے کسی کے ہمشکل نہیں ہے اور نہ انکے اوصاف مثل اوصاف مخلوق کے جانے اور ان باتوں کا سننا اس کے لیئے بمنزلہ مشاہدہ کے ہوجاوے اور اس کا قلب خود مطمئن ہو جاوے کہ اسکا مثل نہیں اور اس کے متعلق شرع کے اخبار کو خدا تعالی کیطرف سے بطور سند کے معلوم کرے جو اسی کے ذات سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کی ذات سے ان کا قیام ہے اور از انجملہ صدیقیت و محدثیت ہے اور انکی حقیقت یوں ہے کہ امت میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ شاگرد فطین کو شیخ محقق کے ساتھ نسبت ہوتی ہے پھر اگر اس شخص کو قوائے عقلیہ کے اعتبار سے تشبیہ ہو تو وہ صدیق یا محدث ہے اور اگر اسکو مشابہت قوائے عملیہ کے اعتبار سے ہے تو وہ شہید اور حواری ہے اور قرآن مجید میں انہیں دونوں گروہوں کیطرف اشارہ ہے والذین آمنوا باللہ الخ اور جو لوگ خدا تعالی اور انکے رسولوں پر ایمان لائے وہی تو صدیقین اور شہداء ہیں اور صدیق و محدث میں یہ فرق ہے کہ صدیق کا نفس نبی کے نفس سے قریبۃ الاخذ ہوتا ہے جیسے گندھک کو آگ کے ساتھ نسبت قریبہ ہے پھر جب وہ شخص آپ سے کوئی خبر سنتا ہے تو اس کے نفس میں اس بات کی بے انتہا وقعت ہوتی ہے اور اس کو دلی شہادت سے قبول کر لیتا ہے یہاں تک کہ گویا اس کا علم اسکے نفس میں بغیر تقلید کے حاصل ہوا ہے اور اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اس میں جو وارد ہوا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ پر وحی لاتے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ اس کی آواز کی بھن بھناہٹ سنتے تھے اور صدیق کے دل میں لامحالہ رسول کی محبت

اشد ما یمکن من الحب فیندفع الی المواساۃ معہ بنفسہ ومالہ والموافقۃ لہ فی کل حال حتی یخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حالہ انہ امن الناس علیہ فی مالہ وصحبتہ وحتی یشہد لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بانہ لو امکن ان یتخذ خلیلا من الناس لکان ہو ذلک الخلیل وذلک لتعاقب ورود انوار الوحی من نفس النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی نفس الصدیق فکلما تکرر التأثیر والتأثر والفعل والانفعال حصل الفناء والفلاح ولما کان کمالہ الذی ہو غایۃ مقصودہ بصحبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وباستماع کلامہ لاجرم کان اکثرہم لہ صحبۃ ومن علامۃ الصدیق ان یکون اعبر الناس للرؤیا وذلک لما جبل علیہ من تلقی الامور الغیبیۃ بادنی سبب ولذلک کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یطلب التعبیر من الصدیق فی واقعات کثیرۃ ومن علامۃ الصدیق ان یکون اول الناس ایمانا وان یؤمن بغیر معجزۃ والمحدث تبادر نفسہ الی بعض معادن العلم فی الملکوت فتأخذ منہ علوما ماہیأہ الحق ہنالک لیکون شریعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیکون اصلاحا لنظام بنی آدم وان لم ینزل الوحی بعد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کمثل رجل یری فی منامہ کثیرا من حوادث القی اجمع فی الملکوت علی ایجادہا ومن خاصۃ المحدث ان ینزل القرآن علی وفق رأیہ فی کثیر من الحوادث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی منامہ انہ اعطاہ اللبن بعد ریہ والصدیق اولی الناس من نفس الصدیق تصیر کوۃ لعنایۃ اللہ بالنبی ونصرتہ لہ وتاییدہ ایاہ

اس درجہ پیدا ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ درجہ ہے پس وہ شخص اپنے جان و مال کے غمخواری کرنے اور ہر حال میں اس کے ساتھ موافقت کرنے میں رہتا ہے۔

جہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے حال سے خبر دیتے تھے بایں عبارت کی کہ اپنے مال اور صحبت میں وہ شخص سب سے زیادہ احسان کرنیوالا ہے اور حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے گواہی دی تھی کہ اگر آدمیوں میں میں کسی کو خلیل پکڑتا تو صدیق اسکا اہل تھا اور اسکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کیطرف سے صدیق کے نفس کیطرف تو اور وحی کا درد در پے ہوتا تھا پھر جبکہ تاثیر و تاثر اور فعل اور انفعال مقرر ہوتا ہے اسلیے اسکو فنا اور فدا کا رتبہ حاصل ہوتا ہے اور جبکہ اسکا کمال جو اسکا غایت مقصود ہے آپکی صحبت میں رہنے اور آپکے کلام کے سننے سے حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ شخص بہ نسبت اور صحابہ کے آپکی خدمت بابرکت میں زیادہ رہتا ہو اور صدیق کی یہ علامت ہے کہ بہ نسبت اور وں کے خواب کی تعبیر میں اسکو زیادہ مہارت ہو اسکی سرشت میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ ادنی سبب سے امور غیبیہ کا اسپر القا ہوتا ہے اور اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر واقعات میں حضرت صدیق سے تعبیر دریافت فرماتے تھے اور منجملہ علامات صدیق کے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والا وہی ہو اور بغیر معجزہ دیکھے ایمان لاوے اور محدث کے نفس کو علم کی بعض معادن پر جو ملکوت کے اندر پائے جاتے ہیں بہت جلد رسائی ہو جاتی ہے اور وہاں سے وہ شخص ان چیزوں کے علوم کو اخذ کر لیتا ہے جنکو خدا تعالی نے وہاں نبی صلعم کی شریعت مقرر کرنے اور نظام بنی آدم کیلئے مقرر کیا ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہنوز ان علوم کے متعلق وحی نہیں نازل ہوتی جیسے کوئی شخص اپنی خواب میں بہت سے ان حوادثات کا معائنہ کرے جنکے ملکوت میں پیدا کرنے کا ارادہ کر لیا گیا ہو اور محدث کا خاصہ یہ ہے کہ بہت حوادث میں قرآن اسکی رائے کے مطابق نازل ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواب میں اس قسم کا معائنہ کرتے ہیں کہ اپنی سیر ہونے کے بعد آپنے اسے دودھ دیا ہے اور صدیق سب لوگوں سے زیادہ خلافت کی قابلیت رکھتا ہے کیونکہ صدیق کا نفس اس عنایت الٰہی کا جو نبی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور اسکی نصرت اور تائید کا آشیانہ ہوتا ہے۔

ط لے اتنا عما ۱۲

حتی یصیر کان روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینطق بلسان الصدیق وھو قول عمر حین دعا الناس الی بیعۃ الصدیق فان یک محمد صلی اللہ علیہ وسلم قد مات فان اللہ قد جعل بین اظھرکم نوراً تھتدون بہ ھدی اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وان ابا بکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثانی اثنین وانہ اولی الناس بامورکم فقوموا فبایعوہ ثم المحدث بعد ذلک اولی الناس بالخلافۃ وذلک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر وقولہ تعالیٰ والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولٓئک ھم المتقون وقال صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیمن قبلکم محدثون فان یکن فی امتی احد فعمر ومن الاحوال المتعلقۃ بالعقل التجلی قال سھل التجلی علی ثلاثۃ احوال تجلی ذات وھی المکاشفۃ وتجلی صفات الذات وھی مواضع النور وتجلی حکم الذات وھی الاٰخرۃ وما فیھا فمعنی المکاشفۃ غلبۃ الیقین حتی یصیر کانہ یراہ ویبصرہ ویبقی ذاھلاً عما عداہ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم فی الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ اما مشاھدۃ العیان وھو فی الاٰخرۃ لا فی الدنیا وقولہ تجلی صفات الذات یحتمل وجھین احدھما ان یراقب افعالہ فی الخلق ویستحضر صفاتہ فیغلب یقین قدرۃ اللہ علیہ فیغیب عن الاسباب ویسقط عنہ الخوف والتسبب ویغلب علیہ علمہ تعالیٰ بہ فیبقی خاضعاً مرعوباً مدھوشاً کما قال صلی اللہ علیہ وسلم فان لم تکن تراہ فانہ یراک

حتی کہ وہ شخص اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ نبی کی روح گویا اس شخص کی زبان سے ناطق ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کے لیے بلایا تو یہ کہا کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے تم لوگوں میں ایسا نور موجود کر دیا ہے جس سے تم رہبری حاصل کر سکتے ہو خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی اور ابوبکر آپ کے صاحب اور ثانی اثنین ہیں اور سب لوگوں سے زیادہ اس بات کے قابل ہیں کہ تمہارے امور کے مالک ہوں انسے بیعت کرو صدیق کے بعد سب لوگوں سے زیادہ محدث خلافت کے قابل ہوتا ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقتدوا بالذین دو شخص کی جو میرے بعد ہیں پیروی کرو ابوبکرؓ وعمرؓ کی اور اللہ پاک فرماتا ہے والذی جاء الخ اور جو شخص کہ سچ کو لایا اور اسکی تصدیق کی یہی لوگ متقی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد کان فیمن قبلکم الخ تم میں سے محدث لوگ ہوا کرتے تھے پس میری امت میں اگر کوئی ہے تو عمرؓ ہے عقل کے ساتھ جو حالات متعلق ہیں انہیں سے ایک تجلی ہے۔ سہل فرماتے ہیں تجلی تین قسم کی ہوتی ہے تجلی ذات اور وہ مکاشفہ ہے۔ اور تجلی صفات الذات اور وہ نور کے مواضع ہیں۔ اور تجلی حکم الذات اور وہ آخرت اور اسکی چیزیں ہیں مکاشفہ کے معنی غلبۂ یقین کے ہیں جسکی وجہ سے اسکی یہ حالت ہو جائے کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہی ماسوا سے اسکو غفلت ہو جا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے الاحسان الخ آنکھوں سے مشاہدہ آخرت ہی میں ہوگا دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جو انہوں نے فرمایا ہے کہ صفات الذات کی تجلی اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ بندہ خدا تعالیٰ کے اُن افعال میں فکر کرے جو مخلوقات میں پائے جاتے ہوں اور اس کے صفات کو پیش نظر کرے اسکی وجہ سے قدرت الٰہی کا یقین اُس پر غالب ہو جاتا ہے اور اسباب سے اسکو غیبت ہو جاتی ہے اور خوف اور تسبب کی صفت اُس سے ساقط ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا علم جو اس کے ساتھ محیط ہے اس کا یقین اس شخص پر غالب ہو جاتا ہے جسکے سبب سے یہ شخص نہایت خضوع کی حالت میں مدہوش اور مرعوب رہتا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک

وهي مواضع للنور بمعنى ان النفس تتنور بانوار متعددة تتقلب من نور الى نور ومن مراقبة الى مراقبة بخلاف تجلى الذات اذ لا تعدد هنالك ولا تحول وثانيهما ان يرى صفة الذات بمعنى فعلها وخلقها بامر كن من غير توسط الاسباب الخارجية ومواضع للنور هو الاشباح المثالية النورية التى تتراءى للعارف عند غيبة حواسه عن الدنيا ومعنى تجلى الاخرة ان يعاين المجازات ببصيرته فى الدنيا والاخرة ويجد ذلك من نفسه كما يجد الجائع الم الجوع والظمآن الم العطش فمثال الاول قول عبد الله بن عمر حين سلم عليه انسان وهو فى الطواف فلم يرد عليه السلام فشكا الى بعض اصحابه فقال ابن عمر كنا نترائى بالله فى ذلك المكان وهذه الحالة نوع من الغيبة ونوع من الفناء وذلك لان كل لطيفة من اللطائف الثلاث لها غيبة وفناء فغيبة العقل وفناؤه سقوط معرفة الاشياء شغلا بربه وغيبة القلب وفناؤه سقوط محبة الغير والخوف منه وغيبة النفس وفناؤها سقوط شهوات النفس وانحجامها عن الالتذاذ بالشهوات ومثال الثانى ما قال الصديق وغيره من اجلاء الصحابة الطبيب امرضنى ومثال الثالث رؤية الانصارى ظلة فيها امثال المصابيح وما روى انه خرج رجلان من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فى ليلة مظلمة ومعهما مثل المصباحين بين ايديهم فلما افترقا صار مع كل واحد منهما واحد حتى اتى اهله وما ورد فى الحديث ان النجاشى

اور یہ انوار کے مواضع ہیں بایں معنی کہ نفس اس حال میں انوار متعددہ کے ساتھ منور ہوتا ہے اور ایک مراقبہ سے دوسرے مراقبہ کیطرف اسکو انقلاب ہوتا ہے بخلاف تجلی ذات کے کہ وہاں پر نہ تعدد ہے نہ تغیر۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ صفت ذات کا اسطرح معائنہ کرے کہ بلا وساطت اسباب خارجیہ کے صرف امر کن سے ذات واجبی سے تمام چیزیں اور تمام افعال اور تمام مخلوقات پیدا ہوتی ہیں اور مواضع نور ان اشباہ مثالیہ نوریہ کا نام ہے جو عارف کو دنیا سے وقت غیبت حواس کے ظاہر ہوتی ہیں اور تجلی آخرت کے یہ معنی ہیں کہ دنیا و آخرت میں جزا و سزا کا بصیرت قلبی سے معائنہ کرے اور ان چیزوں کا ادراک اس کے نفس کے اندر اسطرح پیدا ہو کہ جسطرح بھوکے کو بھوک کی اور پیاسے کو پیاس کی تکلیف کا ادراک ہوتا ہے اول کی مثال یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کر رہے تھے اس حالت میں ایک شخص نے انسے سلام علیک کی تو آپ نے اسکے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس شخص نے انکے بعض احباب سے شکایت کی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم اس جگہ خدا تعالیٰ کا معائنہ کر رہے تھے۔ اور یہ حالت ایک قسم کی غیبت اور ایک قسم کی فناء ہے کیونکہ لطائف ثلثہ میں سے ہر لطیفہ کے لیئے ایک غیبت و فناء ہوتی ہے عقل کی غیبت اور اسکی فناء خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونے کے سبب تمام چیزوں کی معرفت کا ساقط ہو جانا ہے۔ اور قلب کی غیبت اور فناء غیر کی محبت اور غیر سے خوف کا ساقط ہو جانا ہے اور نفس کی غیبت اور فناء شہوات نفسانیہ کا ساقط ہو جانا اور لذات کے حاصل کرنے سے اسکا باز رہنا۔ اور دوسرے کے مثال وہ ہے جو حضرت صدیق اور جلیل القدر صحابہؓ نے فرمایا ہے الطبیب امرضنی یعنی طبیب ہی نے تو مجکو بیمار کیا ہے اور تیسرے کی مثال یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی نے ایک سائبان کا معائنہ کیا جسمیں مشعلوں کی سی روشنی دکھائی دیتی تھی۔ اور ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخص آپ کی خدمت میں سے اٹھ کر شب تاریک میں چلے اور انکے آگے آگے دو مشعلوں کے مثل روشنی معلوم ہوتی تھیں پھر جب وہ علیحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک مشعل ہو گئی حتی کہ انکے ساتھ ہر ایک اپنے گھر آ گیا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نجاشی کی

سلہ اسے انطا ۱/۱

كان يجد عند قبره نوراً ومثال الرابع قول حنظلة الاسيدي لرسول الله صلى الله عليه وسلم تذكرنا بالنار والجنة عن حنظلة الربيع الاسيدي قال لقيني ابو بكر فقال كيف انت يا حنظلة قلت نافق حنظلة قال سبحان الله ما تقول قلت نكون عند رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكرنا بالجنة والنار وكانا رأي عين فاذا خرجنا من عند رسول الله صلى الله عليه وسلم عافسنا الازواج والاولاد والضيعات نسينا كثيرا قال ابو بكر فوالله انا لنلقى مثل هذا فانطلقت انا وابو بكر حتى دخلنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت نافق حنظلة يا رسول الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وما ذاك قلت يا رسول الله نكون عندك تذكرنا بالنار والجنة كانا رأي عين فاذا خرجنا من عندك عافسنا الازواج والاولاد والضيعات نسينا كثيرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده لو تدومون على ما تكونون عندي وفي الذكر لصافحتكم الملائكة على فرشكم وفي طرقكم ولكن يا حنظلة ساعة وساعة ثلاث مرات فاشار صلى الله عليه وسلم الى ان الاحوال لا تدوم ومثاله ايضا ما رأى عبد الله بن عمر في رؤياه من الجنة والنار

قبر کے پاس روشنی معلوم ہوا کرتی تھی۔ اور چوتھے کی مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ حنظلہ اسیدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تذکرنا النار والجنۃ حنظلہ اسیدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ مجکو ملے انہوں نے فرمایا اے حنظلہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا انہوں نے فرمایا۔ سبحان اللہ تم کیا کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہم جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو بہشت و دوزخ کا حال آپ ہم سے بیان کرتے ہیں تو گویا ہم اُن کو آنکھوں سے دیکھنے لگتے ہیں اور جب ہم آپ کی خدمت میں سے چلے آتے ہیں تو اہل و عیال اور دنیا کے سامان میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ حال تو ہمارا بھی ہوتا ہے پھر میں اور حضرت ابو بکرؓ وہاں سے چلکر آپکی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے سو میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حنظلہ تو منافق ہوگیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم آپکی خدمت میں ہوتے ہیں تو آپ ہم سے جنت و نار کا ذکر کرتے ہیں تو گویا ہم انکو آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جب آپ سے علیحدہ ہوجاتے ہیں تو اہل و عیال و سامان دنیا میں مشغول ہوکر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم کہ جان میری جسکے ہاتھ میں ہے اگر ہمیشہ تم اس حال پر جو میرے پاس رہتا ہے اور ذکر الٰہی میں رہو۔ تو تمہارے بستروں پر اور تمہارے رستوں میں ملائکہ تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن حنظلہ کبھی کوئی وقت ہے کبھی کوئی وقت آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بات کیطرف اشارہ فرمایا کہ احوال قائم دائم نہیں رہتے اور ایک مثال اسکی یہ بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنی خواب میں جنت و نار کا معائنہ کیا۔ اور از انجملہ فراست صادقہ اور خاطر مطابق واقع ہے۔

۱۔ سے صار منافقا وقولہ عافسنا ای خالطنا والضیعات الاراضی والبساتین ۱۲ لمعات ای ساعۃ تکونون فی الذکر وساعۃ فی متاع الازواج وغیرھا ولیس ھذا من النفاق وقولہ ثلاث مرات ای اکدھا تاکیدا لتاثیر القول حتی یزول عن حنظلۃ ما اھمہ بہ نفسہ ۱۲ منہ روی الشیخان عنہ رضی اللہ عنہ انہ قال رأیت فی المنام کان ملکین اخذانی فاتیا بی الی النار فاذا ھی مطویۃ کطی البئر واذا لھا قرنان کقرنی البئر واذا فیہا اناس قد عرفتہم فجعلت اقول اعوذ باللہ من النار قال فلقیہما ملک آخر فقال لی لم ترع فقصصتہا علی حفصۃ فقصتہا حفصۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل عبد اللہ لو کان یصلی من اللیل فکان بعد ذلک لا ینام من اللیل الا قلیلا وفی روایۃ رأیت کان فی کفی سرقۃ من حریر لا ارید بہا مکانا فی الجنۃ الا طارت بی الیہ فقصصتہا علی حفصۃ فقصتہا علی

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اخاک رجل صالح ۱۲

ومنها الفراسة الصادقة والخاطر المطابق للواقع قال ابن عمر ما سمعت عمر يقول لشيء قط انى لاظنه كذا الا كان كما يظن ومنها الرؤيا الصالحة وكان صلى الله عليه وسلم يعتنى بتعبير رؤيا السالكين حتى روى انه كان يجلس بعد صلوة الصبح ويقول من رای منكم رؤيا فان قصها احد عبرها ما شاء الله واعنى بالرؤيا الصالحة رؤية النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام او رؤية الجنة والنار او رؤية الصالحين والانبياء عليهم السلام او رؤية المشاهد المتبركة كبيت الله او رؤية الوقائع الاتية فتقع كما يرى او الماضية على ما هى عليه او رؤية ما ينبهه على تقصيره بان يرى غضبه فى صورة كلب يعضه او رؤية الانوار والطيبات من الرزق كشرب اللبن والعسل والسمن او رؤية الملائكة والله اعلم ومنها وجدان حلاوة المناجاة وانقطاع حديث النفس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى ركعتين لا يحدث فيهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه ومنها المحاسبة وهى تتولد من بين العقل المنور بنور الايمان والجمع[1] الذى هو اول مقامات القلب قال صلى الله عليه وسلم الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت وقال عمر رضى الله عنه فى خطبته حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا وزنوها قبل ان توزنوا وتزينوا للعرض الاكبر على الله تعالى يومئذ تعرضون لا يخفى منكم خافية

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو کسی چیز کی نسبت یہ کہتے ہوئے نہ سنا ہوگا کہ میرا گمان اسکی نسبت یہ ہے مگر وہ چیز ان کے گمان کے مطابق ہوتی تھی۔ اور ازانجملہ رویا صالحہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سالکین کے خواب کی تعبیر بیان کرنیکا اہتمام رہتا تھا یہانتک روایت ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ بیٹھ جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کسی نے تم میں سے کوئی خواب دیکھی ہے پس اگر کوئی بیان کرتا تو جو خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا ہو آپ اسکی تعبیر بیان فرماتے۔ رویا صالحہ سے ہماری مراد خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا جنت و نار یا صلحاء اور انبیاء علیہم السلام یا مشاہد متبرکہ مثل بیت اللہ کے یا اگلے واقعات کا دیکھنا ہے۔ اور جسطرح وہ شخص دیکھتا ہے ویسا ہی اُسکا وقوع ہوتا ہے یا وقائع ماضیہ کا جسطرح نفس الامر میں اُنکا وقوع ہوا ہے دیکھنا ہے یا اُس چیز کا دیکھنا جو اُس کے قصور پر تنبیہ کرنیوالی ہو مثلاً اپنے غصہ کو مثلاً کتے کی صورت میں دیکھنا جو اُسکو کاٹ رہا ہے یا انوار کا دیکھنا یا کھانے پاکیزہ کا دیکھنا مثلاً دودھ کا پینا اور شہد اور گھی کا کھانا۔ یا ملائکہ کا دیکھنا واللہ اعلم۔ اور ازانجملہ نماز وغیرہ میں لذت حلاوت کا حاصل ہونا اور وساوس نفسانی کا منقطع ہونا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من صلی رکعتین لا یحدث فیہما نفسہ غفر لہ ما تقدم الخ جو کوئی نماز دو رکعت اس طرح پڑھے۔ کہ اسکے نفس میں وسوسہ نہ پیدا ہو تو اسکے سب پہلے گناہ بخشے گئے۔ اور ازانجملہ محاسبہ ہے اور وہ اُس عقل کے جو نور ایمانی سے منور ہے اور اُس ارادہ کے مابین پیدا ہوتا ہے جو قلب کا پہلا مقام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الکیس من دان الخ ہوشیار وہ شخص ہے۔ کہ جس کا نفس اُس کے تابع ہو گیا۔ اور بعد موت کے لئے بھی عمل کیا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ پڑھنے میں لوگوں سے فرمایا۔ حاسبوا انفسکم الخ (ترجمہ) اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اپنے نفسوں سے حساب لے رکھو اور پہلے اس سے کہ وزن کیا جائے تم انکو وزن کر رکھو اور خدا تعالیٰ کے سامنے جو بڑی پیشی ہونیوالی ہے اُس کے لیے آراستہ ہو کر بیٹھ جاؤ جس روز تم پیش کیے جاؤ گے تو کوئی بات تمہاری پوشیدہ نہ رہے گی

[1] ای الارادة وقوله دان ای انقاد ۱۲

ومنها الحياء وهو غير الحياء الذى هو من مقامات النفس يتولد من رؤية عزة الله تعالى وجلاله مع ملاحظة عجزه عن القيام بحقه وتلبسه بالادناس البشرية قال عثمان رضى الله عنه انى لاغتسل فى البيت المظلم فانطوى حياء من الله تعالى **واما** المقامات المتعلقة بالقلب فاولها الجمع وهو ان يكون امر الاخرة هو المقصود الذى يهتم به ويكون امر الدنيا هينا عنده لا يقصد ولا يلتفت اليه الا بالعرض من جهة ان يكون بلغة له الى ما هو بسبيله والجمع هو الذى يسميه الصوفية بالارادة قال صلى الله عليه وسلم من جعل همه هما واحدا هم الاخرة كفاه الله همه ومن تشعبت به الهموم لم يبال الله فى اى اودية هلك **اقول** همة الانسان لها خاصية مثل خاصية الدعاء فى قرع باب الجود بل هى مخ الدعاء وخلاصته فاذا تجردت همته لمرضيات الحق كفاه الله تعالى فاذا حصل جمع الهمة والاخبات على العبودية ظاهرا وباطنا انتج ذلك فى قلبه محبة الله ومحبة رسوله ولا يريد بالمحبة الايمان بان الله تعالى مالك الملك وان الرسول صادق مبعوث من قبله الى الخلق فقط بل هى حالة شبيهة بحالة بالنسبة الى الطعام وتنشأ المحبة من امتلاء العقل بذكر الله تعالى والتفكر فى جلاله وترشح نور الايمان من العقل الى القلب وتلقى القلب ذلك النور بقوة مجبولة فيه **قال** رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان من كان الله ورسوله

اور ازانجملہ حیا ہے یہ حیا اُس حیا کے غیر ہے جو نفس کے مقامات سے ہے اور خدا تعالیٰ کی عزت وجلال اپنے ادائے شکر کے عاجز ہونے اور ملابس بشریت کے ساتھ ملتبس ہونیکے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہے کہ میں تاریک مکان میں غسل کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے حیا کے سبب سکڑ جاتا ہوں اور جو مقامات قلب کے متعلق ہیں انمیں کا پہلا مقام جمع ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ آخرت کا امر آدمی کو مقصود بالذات ومہتم بالشان ہو اور دنیا کے معاملات اُسکے روبرو ذلیل وخوار معلوم ہوں اور اُنکی طرف صرف اس سبب سے قصد والتفات ہو کہ وہ جسکے درپے ہے اُس چیز تک انکو وہ معاملات پہونچا سکتے ہوں اور جمع اُسی مقام کا نام ہے جسکو صوفیہ ارادہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من جعل همه هما الخ جو شخص اپنی فکر کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر کرے خدا تعالیٰ اُسکی فکر کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور جسکو طرح طرح کے افکار رہتے ہیں خدائے تعالیٰ اُس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کسی جنگل میں ہلاک ہو میں کہتا ہوں انسان کے ارادہ وہمت کو جو الٰہی کے دروازہ کو حرکت دیتی ہیں دعا کی سی خاصیت ہے بلکہ وہ دعا کا مغز اور اسکا خلاصہ ہے پس جب انسان کی ہمت مرضیات الٰہی کیطرف خالص ہوکر متوجہ ہوتی ہے خدا تعالیٰ اُس کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔ اور جب انکی ہمت پختہ ہوجاتی ہے اور ظاہر وباطن میں عبودیت پر مداومت کرتا ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسکے قلب میں خدا تعالیٰ اور اُسکے رسول کی محبت پیدا ہوجاتی ہے اور اُس محبت سے صرف اسبات کے یقین ہی میں ترقی نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ مالک الملک ہے اور اُسکا رسول سچا اور خدا تعالیٰ نے کیطرف سے اُنکی خلق کیطرف مبعوث ہے بلکہ وہ محبت ایسی حالت کا نام ہے کہ جیسے پیاسے کو پانی کے ساتھ اور بھوکے کو کھانے کے ساتھ ایک نسبت ہوتی ہے یہ محبت ذکر الٰہی اور اسکے جلال میں فکر کرنے سے عقل کے لبریز ہو جانے اور پھر عقل سے قلب کیطرف نور ایمانی کے مترشح ہونے اور قلب کے اس نور کو بذریعہ اُس قوت کے جو قلب کے اندر پیدا کی گئی ہے قبول کرنے سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ثلث من کن الخ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوتی ہیں اُسکو ایمان کی لذت وحلاوت معلوم ہوتی ہے وہ شخص جسکو خدا اور اسکا رسول

احب الیہ مما سواھما الحدیث وقال صلی اللہ علیہ وسلم فی دعائہ اللھم اجعل حبک احب الی من نفسی وسمعی وبصری واھلی ومالی ومن الماء البارد وقال لعمر لا تکون مومنا حتی اکون احب الیک من نفسک فقال عمر والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الی من نفسی التی بین جنبی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآن یا عمر تم ایمانک وعن انس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین اقول اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان حقیقۃ الحب غلبۃ لذۃ الیقین علی العقل ثم علی القلب والنفس حتی یقوم مقام مشتہی القلب فی مجری العادۃ من حب الولد والاھل والمال وحتی یقوم مقام مشتہی النفس من الماء البارد بالنسبۃ الی العطشان فاذا کان کذلک فھو الحب الخاص الذی یعد من مقامات القلب قال صلی اللہ علیہ وسلم من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ اقول جعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم میل المؤمن الی جناب الحق وتعطشہ الی مقام التجرد من جلباب البدن وطلبہ التخلص من مضایق الطبیعۃ الی فضاء القدس حیث یتصل الی ما لا یوصف بالوصف علامۃ لصدق محبتہ لربہ قال الصدیق رضی اللہ عنہ من ذاق

ان دونوں کے سواسب سے محبوب ہوا لخ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی ہے اللھم اجعل حبک احب الخ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جبتک میں تیری ذات سے زیادہ تجھکو محبوب نہو ویا اُس وقت تک تو مومن نہیں ہے حضرت عمرؓ نے عرض کیا اُس ذات کی قسم جسنے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے بلا شبہہ آپ مجھکو اپنی جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے زیادہ تر محبوب ہیں سو آپ نے فرمایا اے عمرؓ اب تیرا ایمان کامل ہوگیا اور انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے لا یؤمن احدکم الخ تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جبتک میں اُسکو اسکی اولاد اور باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہوں۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ محبت فی الحقیقت لذت یقین کی عقل پر اور پھر قلب ونفس پر غالب ہونیکا نام ہے حتی کہ وہ قلب کی اُن خواہشوں کے قائم مقام ہوجاتی ہے جنکی نفس کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے جیسے پیاسے کو پانی کی خواہش پھر جب یہ حال ہوجاتا ہے تو وہ محبت خالص ہوجاتی ہے جو مقامات قلب سے شمار کیجاتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے تو خدا تعالیٰ جل شانہٗ اس سے ملنا چاہتا ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے اُس میلان کو جو بارگاہ الٰہی کیطرف اُسکو ہوتا ہے اور حجاب بدنی سے تجرد کے مقام کیطرف اُس کے اشتیاق اور طبیعت کی قید سے فضائل قدس کیطرف رہائی کے طالب ہونے کو جہاں وہ ایسی چیزوں سے متصل ہوتا ہے جو بیان میں نہیں آتیں اپنے پروردگار کے ساتھ صدق ومحبت کی علامت گردانا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں جو شخص خدا تعالے کے ساتھ

لہ تمامہ ومن احب عبدا لا یحبہ الا للہ ومن یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یلقی فی النار ۱۲

خالص محبة الله تعالى شغله ذلك عن طلب الدنيا واوحشه عن جميع البشر **اقول** قوله هذا
غاية في الكشف عن آثار المحبة فاذا تمت محبة المؤمن لربه ادى ذلك الى محبة الله له وليس
حقيقة محبة الله لعبده انفعاله من العبد تعالى عن ذلك علوا كبيرا ولكن حقيقتها المعاملة
معه بما استعد له فكما ان الشمس تسخن الجسم الصقيل اكثر من تسخينها لغيره وفعل
الشمس واحد في الحقيقة ولكنه يتعدد بتعدد استعداد القوابل كذلك لله تعالى عناية
بنفوس عباده من جهة صفاتهم وافعالهم فمن اتصف منهم بالصفات الخسيسة التي يدخل
بها في اعداد البهائم فعل ضوء شمس الاحدية فيه ما يناسب استعداده ومن اتصف بالصفات
الفاضلة التي يدخل بسببها في اعداد الملأ الاعلى فعل ضوء شمس الاحدية فيه نورا وضياء
حتى يصير جوهرا من جواهر حظيرة القدس وانسحب عليه احكام الملأ الاعلى فعند ذلك يقال
احبه الله لان الله تعالى فعل معه فعل المحب بحبيبه ويسمى العبد حينئذ وليا ثم محبة
الله لهذا العبد تحدث فيه احوالا بينها النبي صلى الله عليه وسلم اتم بيان **فمنها** نزول القبول
له في الملأ الاعلى ثم في الارض قال صلى الله عليه وسلم اذا احب الله تعالى عبدا نادى جبرئيل اني
احب فلانا فاحبه فيحبه جبرئيل ثم ينادي جبرئيل في السموات ان الله تعالى احب فلانا

خالص محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے تو وہ محبت طلب دنیا سے اسکو مانع ہو جاتی ہے اور تمام لوگوں سے اس شخص کو وحشت و نفرت
ہوتی ہے میں کہتا ہوں حضرت ابوبکر صدیق کا یہ فرمانا آثار محبت کا پورا پورا بیان ہے پس جب ایماندار کو خدا تعالی سے
پوری و کامل محبت ہو جاتی ہے تو اسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ خدا تعالی کو اس سے محبت ہو جاتی ہے خدا تعالی کو اس بندہ کے
ساتھ محبت کرنے کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ خدا تعالی اس بندہ سے متاثر ہوتا ہے لیکن اس محبت کی حقیقت خدا تعالی کا
اس بندہ کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا ہے کہ جسکی وہ بندہ قابلیت رکھتا ہے پس جسطرح آفتاب سخت جسم کو بہ نسبت اور اجسام
کے زیادہ ترگرم کردیتا ہے اور آفتاب کا فعل واقع میں ایک ہی ہوتا ہے مگر چونکہ اس فعل کے قبول کرنیوالوں کی استعدادیں
مختلف ہوتی ہیں اسلیے اُس کا فعل بھی مختلف اور متعدد ہو جاتا ہے اسیطرح خدا تعالی کو اپنے بندوں کے نفوس کیطرف
باعتبار اُن کے افعال وصفات کے عنایت و توجہ ہے پس جو شخص انہیں سے صفات رذیلہ کے ساتھ متصف ہو کر اپنے
آپکو بہائم کے شمار میں داخل کرلیتا ہے تو آفتاب احدیت کی روشنی اس میں وہ کام کرتی ہے جو اسکی استعداد کے مناسب
ہوتا ہے اور جو شخص اخلاق و صفات فاضلہ کے ساتھ اپنی ذات کو متصف کرکے ملاء اعلی کے شمار میں داخل ہو جاتا ہے
تو آفتاب احدیت کی روشنی اسکو منور و روشن کر دیتی ہے حتی کہ وہ شخص حظیرۃ القدس کے جواہر میں سے ایک جوہر ہو جاتا ہے
اور ملاء اعلی کے احکام اسپر جاری ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں وہ شخص محبوب الہی شمار کیا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالی نے
اُس سے وہ معاملہ کیا ہے جو محب اپنے حبیب سے کرتا ہے اُسوقت میں اس بندہ کا نام ولی ہو جاتا ہے پھر خدا تعالی کی
جو اس بندہ کے ساتھ محبت ہوتی ہے اسکے سبب بندہ پر بہت سے حالات جاری ہوتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنکو پورے طور
سے بیان فرمایا ہے ازانجملہ یہ ہے کہ وہ شخص ملاء اعلی میں اور پھر زمین پر بھی مقبول ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا احب اللہ
جب خدا تعالی کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو ندا فرماتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو
دوست رکھ پھر جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر تمام آسمانوں پر جبرائیل ندا کر دیتے ہیں کہ خدا تعالی نے فلاں
شخص کو دوست رکھتا ہے

فاحبوه فيحبه اهل السموٰت ثم يوضع له القبول فی الارض **اقول** اذا توجهت العناية الالٰهية الى محبة هذا العبد انعكست محبته الى الملاء الاعلىٰ بمنزلة انعكاس ضوء الشمس فی المرايا الصقيلة ثم الهم الملاء السافل محبته ثم من استعد لذلك من اهل الارض كما تتشرب الارض الرخوة الندى من بركة الماء **ومنها** خذلان اعدائه قال صلى الله عليه وسلم عن ربه تبارك وتعالى من عادى لى وليا فقد اٰذنته بالحرب **اقول** اذا انعكست محبته فی مرايا نفوس الملاء الاعلىٰ ثم خالفها مخالف من اهل الارض احست الملاء الاعلىٰ بتلك المخالفة كما يحس احد بحرارة الجمرة اذا وقعت قدمه عليها فخرجت من نفوسهم اشعة تحيط بهذا المخالف من قبيل النفرة والشنان فعند ذلك يخذل ويضيق عليه ويلهم الملاء السافل واهل الارض ان يسيئوا اليه وذلك حرب الله تعالىٰ اياه **ومنها** اجابة سؤاله واعاذته مما استعاذ منه **قال** صلى الله عليه وسلم عن ربه تبارك وتعالى وان سألنى لاعطينه وان استعاذنى لاعيذنه **اقول** وذلك لدخوله فی حظيرة القدس حيث يقضى بالحوادث فدعاؤه واستعاذته يتوجهان الى ويكون سببا لنزول القضاء وفی اٰثار الصحابة شیٔ كثير من باب استجابة الدعاء من جملته ما وقع لسعد حين دعا على ابى سعدة اللهم ان كان عبدك هذا كاذبا قام رياء وسمعة

تم بھی اسکو دوست رکھو پس تمام اہل السموات اسکو دوست رکھتے ہیں پھر اسکی قبولیت زمین پر ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں جب عنایت الٰہی اس بندہ کیطرف متوجہ ہوتی ہے تو ملاء اعلیٰ میں اس محبت کا عکس پڑتا ہے جسطرح آفتاب کی روشنی کا عکس صیقل آئینہ میں پڑتا ہے پھر ملاء سافل کے دلوں میں اسکی محبت کا القاء ہوتا ہے پھر اہل ارض میں سے جس میں استعداد کی قابلیت ہوتی ہے اسکے دل میں اسکی محبت کا القا ہوتا ہے جسطرح نرم زمین پانی کے حوض سے تری کو اخذ کرلیتی ہے۔ ازانجملہ اسکے دشمنوں کا رسوا ہونا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایۃ عن ربہ تعالیٰ فرمایا ہے من عادیٰ لی ولیا الخ جو شخص میرے دلی سے عداوت کرتا ہے پس میں اسکو اعلان جنگ دیتا ہوں۔ میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ کی محبت کا عکس ملاء اعلیٰ کے نفوس پر جو بمنزلہ آئینوں کے ہیں پڑتا ہے پھر اہل ارض میں سے کوئی شخص اسکی مخالفت کرتا ہے تو ملاء اعلیٰ کو وہ مخالفت محسوس ہوتی ہے جسطرح ہم میں سے کسی کا قدم آگ کی چنگاری پر پڑ جائے تو اسکی حرارت ہمکو محسوس ہوجاتی ہے اس مخالفت کے معلوم کرنیکے بعد ملاء اعلیٰ کے نفوس سے شعاعیں نکلکر نفرت وعداوت کے طور پر اس مخالفت کرنیوالے کو محیط ہو جاتی ہیں اس وقت میں وہ شخص خوار ذلیل ہو جاتا ہے اور زندگی اسپر تنگ ہو جاتی اور ملاء سافل اور اہل زمین کے دلوں میں اسبات کا القا ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ بری طرح پیش آویں خدا تعالیٰ کی لڑائی کے یہی معنی ہیں اور ازانجملہ یہ ہے کہ اس شخص کی دعا قبول ہوتی ہے اور جس چیز سے وہ پناہ مانگتا ہے تو وہ پناہ دیجاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایۃ عن اللہ تعالیٰ فرمایا ہے وان سألنی لاعطیتہ الخ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اسکو بلاشبہ دیتا ہوں اور اگر پناہ مانگتا ہے تو بلاشبہ پناہ دیتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ شخص حظیرۃ القدس میں داخل ہو جاتا ہے جہاں سے حوادث کا حکم دیا جاتا ہے اور اس شخص کی دعا اور پناہ کی خواستگاری کرنا حظیرۃ القدس کیطرف چڑھکر حکم الٰہی کے نازل ہونیکا سبب ہوتا ہے صحابہ کے آثار میں استجابت دعا کے باب میں بہت کچھ مروی ہے ازانجملہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعدؓ نے ابوسعدہ پر بددعا کی کہ بار خدایا اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور ریا و سمعہ کے طور پر کھڑا ہوا ہے تو۔

فاطل عمرہ واطل فقرہ وعرضہ للفتن فکان کما قال وما وقع لسعید حین دعا علی اروی بنت اوس اللّٰھم ان کانت کاذبۃ فاعم بصرھا واقتلھا فی ارضھا فکان کما قال ومنھا فناؤہ عن نفسہ وبقاؤہ بالحق وھو المعبر عنہ عند الصوفیۃ بغلبۃ کون الحق علی کون العبد قال صلی اللہ علیہ وسلم عن ربہ تبارک وتعالیٰ وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا اقول اذا غشی نور اللہ نفس ھذا العبد من جھۃ قوتہ العملیۃ المنبثۃ فی بدنہ دخلت شعبۃ من ھذا النور فی جمیع قواہ فحدثت ھنالک برکات لم تکن تعھد فی مجری العادۃ فعند ذلک ینسب الفعل الی الحق بمعنی من معانی النسبۃ کما قال تعالیٰ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ومنھا تنبیہ اللہ تعالیٰ ایاہ بالمؤاخذۃ علی ترک بعض الآداب وتقبل الرجوع منہ الی الادب کما وقع للصدیق حین غاضب اضیافہ ثم علم ان ذلک من الشیطان فراجع الامر المعروف فبورک فی طعامہ ومن مقامات القلب مقامان یختصان بالنفوس المتشبھۃ بالانبیاء علیھم الصلوات والتسلیمات ینعکسان علیھا کما ینعکس ضوء القمر علی مرآۃ موضوعۃ بازاء کوۃ مفتوحۃ ثم ینعکس ضوءھا علی الجدران والسقف والارض وھما بمنزلۃ الصدیقیۃ والمحدثیۃ الا ان ذینک تستقران فی القوۃ العقلیۃ من نفوسھم وھذا فی القوۃ

انکی عمر بڑھا دے اور اُس کی محتاجی زیادہ کر اور فتنوں کا اُس کو سامنا کر پس جیسا انھوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور ایک مرتبہ حضرت سعیدؓ نے اروی بنت اوس پر یہ بد دعا کی بار خدایا اگر یہ جھوٹی ہے تو اسکی آنکھیں اندھی کر دے اور انکی جگہ اُس کو موت دے پس جیسا انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اور ازانجملہ نفس سے فانی ہونا اور حق کے ساتھ باقی رہنا ہے صوفیہ اسکو غلبہ کون الحق علی کون العبد کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایۃ عن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمایا ہے وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبتہ الخ میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ کا نور اُس بندہ کے نفس کو باعتبار اُسکی قوت عملیہ کے جو بدن کے اندر منتشر ہوا ہے ڈھک لیتا ہے تو اُس نور کا ایک شعبہ اُسکے تمام قویٰ میں پہونچ جاتا ہے جس کے سبب سے اِن قوائے میں ایسی برکات پیدا ہو جاتی ہیں جو مجرائے عادت کے بالکل خلاف ہوتی ہیں ایسے وقت میں وہ فعل ایک خاص نسبت کے ساتھ خدا تعالیٰ کیطرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم الخ پس تم نے انکو نہیں قتل کیا لیکن خدا تعالیٰ نے انکو قتل کیا اور تو نے جب پھینکا تو وہ تو نے نہیں پھینکا لیکن خدا تعالیٰ نے پھینکا اور ازانجملہ یہ ہے کہ بعض آداب کے ترک کرنے سے مواخذہ کر کے اور اپنی طرف بندہ کے رجوع کو قبول فرما کے اسکو متنبہ کر دیتا ہے جس طرح ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مہمانوں کو ناخوش کر دیا پھر انکو معلوم ہوا کہ یہ فعل شیطان کیطرف سے ہے پھر امر بالمعروف کیطرف انہوں نے رجوع کیا تو اُن کے کھانے میں برکت ہوئی اور منجملہ مقامات قلب کے دو مقام اور ہیں یہ مقام اُن نفوس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں اُن مقامات کا عکس اُن نفوس پر ایسا پڑتا ہے جسطرح چاند کی روشنی کا اُس آئینہ میں عکس پڑتا ہے جو ایک کھلے ہوئے سوراخ کے مقابل رکھا ہوا ہے پھر اُس آئینہ کی روشنی کا عکس دیواروں اور چھت اور زمین پر پڑتا ہے یہ دو مقام بھی بمنزلہ صدیقیت اور محدثیت کے ہیں پھر اتنا ضرور فرق ہے کہ صدیقیت و محدثیت کا محل انکے نفوس کی قوت عقلیہ ہوتی ہے اور انکا محل قوت عملیہ ہوتی ہے جو قلب پیدا ہوتی ہے اور وہ دونوں شہید و حواری کے مقام ہیں

الصلابة المنبجسة من القلب وهما مقاما الشهيد والحواري والفرق بينهما ان الشهيد تقبل نفسه
غضبا وشدة على الكفار ونصرة للدين من موطن من مواطن الملكوت هيا الحق فيه ارادة
الانتقام من العصاة ينزل من هنالك على الرسول ليكون الرسول جارحة من جوارح الحق
في ذلك فتقبل نفوسهم من هنالك كما ذكرنا في المحدثية والحواري من خلصت محبته للرسول
وطالت صحبته معه او اتصلت قرابته به فاوجب ذلك انعكاس نصرة دين الله من قلب النبي
على قلبه قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا كونوا انصار الله كما قال عيسى بن مريم للحواريين
من انصاري الى الله قال الحواريون نحن انصار الله فامنت طائفة الآية وقد بشر النبي
صلى الله عليه وسلم الزبير بانه حواري والشهيد والحواري انواع وشعب منهم الامين ومنهم الرفيق
ومنهم النجيب او النقباء وقد نوه النبي صلى الله عليه وسلم في فضائل الصحابة بشيء كثير من هذه المعاني
عن علي رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لكل نبي سبعة نجباء رقباء واعطيت
انا اربعة عشر قلنا من هم قال انا وابناي وجعفر وحمزة وابو بكر وعمر ومصعب بن عمير وبلال وسلمان و
عمار وعبد الله بن مسعود وابو ذر والمقداد وقال الله ليكون الرسول عليكم شهيدا وتكونوا شهداء
على الناس وقال صلى الله عليه وسلم اثبت احد فانما عليك نبي او صديق او شهيد ومن احوال
القلب السكر وهو ان يتشبح نور الايمان في العقل ثم في القلب حتى تفوته مصالح الدنيا وحتى يحب ما
لا يحبه الانسان في مجرى طبيعته فيكون شبيها بالسكران المتغير عن سنن عقله وعادته كما قال ابو الدرداء

اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ شہید کا نفس غصہ اور کفار پر شدت اور دین الٰہی کی مدد ملکوت کے مقامات میں سے کسی مقام سے
قبول کرلیتا ہے جسمیں خدا تعالیٰ نے نافرمانوں سے انتقام لینے کا ارادہ کر رکھا ہے اور وہاں سے رسول پر اس ارادہ کا
نزول ہوتا ہے تاکہ وہ رسول اس انتقام میں خدا تعالیٰ کے اسباب میں سے ایک سبب ہو پس ان لوگوں کے نفوس اسی مقام
سے اس ارادہ کو قبول کرلیتے ہیں جیسا کہ محدثیت میں ہمنے ذکر کیا ہے۔ اور حواری وہ شخص ہوتا ہے جسکو رسول سے خالص محبت
ہوتی ہے اور مدت دراز تک صحبت میں رہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ الخ
اے ایمان والو ہوجاؤ خدا کے مددگار جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کون ہیں میرے مددگار خدا کیطرف بولے
حواری ہم خدا کے مددگار ہیں الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ کو حواری ہونے کی بشارت دی ہے۔ اور شہید
اور حواری کی کئی قسمیں اور شعبے ہیں ایک ان میں سے امین ہے اور ایک رفیق اور ایک نجیب ہے اور ایک نقیب ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے فضائل میں ان امور میں سے بہت کچھ بیان کرکے مطلع فرمایا ہے اور حضرت علیؓ سے مروی
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر نبی کے لیے سات نجیب و رقیب ہوئے ہیں اور مجکو چودہ دیئے گئے
ہیں ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں تو حضرت نے کہا میں اور میرے دونوں بیٹے حسن حسین اور جعفر اور حمزہ اور ابوبکر اور عمر اور مصعب
بن عمیر اور بلال اور سلمان اور عمار اور عبداللہ بن مسعود اور ابو ذر اور مقداد اور اللہ پاک فرماتا ہے لیکون الرسول الخ تاکہ رسول
تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اثبت احد الخ اے اور ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر نبی ہے
یا صدیق یا شہید اور منجملہ احوال قلب کے سکر ہے اور اسکے یہ معنی ہیں کہ نور ایمان اولاً عقل میں اور پھر قلب میں متمثل ہوکر دنیاوی
معاملات کو دور کردے اور اسکے سبب انسان ان چیزوں کو پسند کرنے لگے جنکو انسان بمجرائے طبیعت اعتبار سے ناپسند کرتا ہے پس وہ شخص اس شخص
کے مشابہ ہوتا ہے جو نشہ کی حالت میں اور عقل و عادت کے طریقہ سے اسکا حال بدلا ہوا ہو جیسا کہ ابو الدرداء نے فرمایا ہے۔

احب الموت اشتیاقا الی ربی واحب المرض مكفر لخطيئتی واحب الفقر تواضعا لربی وكما يؤثر عن ابی ذر من كراهيته للمال بطبعه وشنأنه الغنى والثروة مثل كراهية الامور المستقذرة وليس فی مجری العادة البشرية حب هذا القبيل وكراهية ذلك القبيل ولكنهما غلب عليهما اليقين حتى خرجا من مجری العادة ومن احوال القلب الغلبة والغلبة غلبتان غلبة داعية منبجسة من قلب المؤمن حين خالطه نور الايمان فطفح طفاحة متولدة من ذلك النور ومن جبلة القلب فصارت داعية وخاطرا لا يستطيع الامساك عن موجبها وافقت مقصود الشرع اولا وذلك لان الشرع يحيط بمقاصد كثيرة لا يحيط بها قلب هذا المؤمن فربما ينقاد قلبه للرحمة مثلا وقد نهى الشرع عنها فی بعض المواضع قال تعالى ولا تاخذكم بهما رأفة فی دين الله وربما ينقاد قلبه للبغض وقد قصد الشرع اللطف مثل اهل الذمة ومثال هذه الغلبة ما جاء فی الحديث عن ابی لبابة بن المنذر حين استشاره بنو قريظة ان ينزلوا على حكم النبی صلى الله عليه وسلم على حكم سعد بن معاذ فاشار بيده الى حلقه انه الذبح ثم ندم على ذلك وعلم انه قد خان الله ورسوله فانطلق على وجهه حتى ربط نفسه فی المسجد على عمود من عمده وقال لا ابرح مكانی هذا حتى يتوب الله تعالى علی مما صنعت وعن عمر انه غلبت عليه حمية الاسلام حين اعترض على رسول الله صلى الله عليه وسلم

چونکہ مجکو اپنے رب کا اشتیاق ہے اسلیے موت مجکو بہتر معلوم ہوتی ہے اور چونکہ مرض کے سبب سے میرے گناہ دور ہو جاتے ہیں اسلیے مرض مجکو اچھا معلوم ہوتا ہے اور چونکہ محتاجگی میں خدا تعالے کے ساتھ تواضع ہوتی ہے اسلیے محتاجگی مجھکو بھی معلوم ہوتی ہے اور حضرت ابو ذر کے حالات میں مروی ہے کہ وہ بطبعہ مال کو بُرا جانتے تھے اور غنا و ثروت سے اُن کو ایسی نفرت ہوتی تھی جسطرح کسی کو ناپاک چیزوں سے نفرت ہوتی ہے اور بجر عادت بشریہ کا نہیں ہے کہ ایسی چیزوں سے محبت اور ایسی چیزوں سے نفرت ہو مگر اُنپر یقین کا ایسا غلبہ تھا کہ مجرائے عادت سے باہر ہو گئے تھے اور منجملہ احوال قلب کے ایک غلبہ ہے اور غلبہ کی دو قسمیں ہیں ایک اُس خواہش کا غلبہ ہے جو نور ایمانی کے قلب میں داخل ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے اُس نور اور جبلت قلبی کے ملنے سے جھاگ کے طور پر خواہش بن جاتی ہے جسکے مقتضے سے رُکنا اُس شخص کے اختیار میں نہیں ہوتا خواہ وہ خواہش مقصود شرعی کے موافق ہو یا نہ ہو کیونکہ شرع بہت سے مقاصد پر مشتمل ہے جنکو اس مومن کا قلب احاطہ نہیں کرسکتا بسا اوقات اُس شخص کے قلب پر مثلاً رحمت کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع نے بعض مواضع میں اُس سے نہی فرمائی ہے اللہ پاک فرماتا ہے ولا تاخذکم الخ اور نہ پکڑے کا تم کو ان دونوں کے ساتھ خدا کے دین میں نرمی اور بسا اوقات اُس کے قلب پر بغض کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع کو بعض مواضع میں مہربانی کرنی مقصود ہوتی ہے مثلاً اہل ذمہ میں اس غلبہ کی مثال وہ ہے جو حدیث شریف میں ابو لبابہ بن منذر سے مروی ہے کہ جب سعد بن معاذ کے حکم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کو اُتارنا چاہا تو بنی قریظہ نے ابی لبابہ سے مشورہ کیا ابو لبابہ نے اپنے ہاتھ سے حلقوم پر اشارہ کیا جس سے ذبح ہونیکی طرف اشارہ ہے پھر وہ اس بات سے نادم ہوگئے اور اُن کو یقین ہوگیا کہ میں نے خدا تعالی اور اُنکے رسول کی خیانت کی ہے پھر وہ اُسی حال میں چلے اور مسجد میں پہنچ گئے اور اپنے آپکو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا اور کہا کہ جبتک خدا تعالی میرے اس عمل کی توبہ نہ قبول کریگا یہاں سے نہ ہٹونگا اور حضرت عمر سے مروی ہے کہ ایکمرتبہ حمیت اسلام اُنپر اتنی غالب ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کر بیٹھے

لما ان اراد ان يصالح المشركين عام الحديبية فوثب حتى اتى ابا بكر رضي الله تعالىٰ عنه فقال اليس برسول الله صلى الله عليه وسلم قال بلى قال السنا بالمسلمين قال بلى قال اليسوا بالمشركين قال بلى قال فعلام نعطي الدنية في ديننا فقال ابو بكر يا عمر الزم غرزه فاني اشهد انه رسول الله ثم غلب عليه ما يجد حتى اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له مثل ما قال لابي بكر واجابه النبي صلى الله عليه وسلم كما اجابه ابو بكر رضي الله عنه حتى قال انا عبد الله ورسوله لن اخالف امره ولن يضيعني قال وكان عمر يقول فما زلت اصوم واتصدق واعتق واصلي من الذي صنعت يومئذ مخافة كلامي الذي تكلمت به حتى رجوت ان يكون خيرا وعن ابي طيبة الحجام حين حجم النبي صلى الله عليه وسلم فشرب دمه وذلك محظور في ولكنه فعله في حال الغلبة فعذره النبي صلى الله عليه وسلم وقال له قد احتظرت بحظار[1] من النار وغلبة اخرى اجل من هذه واتم وهي غلبة داعية الهية تنزل على قلبه فلا يستطيع الامساك عن مقتضيها وحقيقة هذه الغلبة فيضان علم الهي من بعض المعادن القدسية على قوته العملية دون القوة العقلية تفصيل ذلك ان النفس المتشبهة بنفوس الانبياء عليهم الصلوة والسلام اذا استعدت لفيضان علم الهي ان سبقت القوة العقلية منها على القوة العملية كان ذلك العلم المفاض عن ما

یعنے جب آپ نے حدیبیہ کے سال مشرکین سے مصالحت چاہی تو حضرت عمرؓ بگھر پڑے حتی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آکر کہنے لگے کیا خدا کے رسول نہیں ہیں صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے فرمایا ہاں ہیں پھر حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں انہوں نے فرمایا ہاں ہیں پھر انہوں نے کہا کیا وہ مشرک نہیں ہیں انہوں نے فرمایا ہاں ہیں انہوں نے کہا پھر ہم اپنے دین میں ذلت کو کیونکر گوارہ کر سکتے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اے عمر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اپنے اوپر لازم پکڑ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا تعالی کے رسول ہیں پھر اُنپر اُس حالت کا غلبہ ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور آپ سے بھی وہی عرض کیا جو حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا تھا اور آپ نے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپ نے فرمایا کہ میں خدا تعالےٰ کا بندہ اور اُسکا رسول ہوں ہرگز اُسکے حکم کی مخالفت نہ کرونگا اور وہ ہرگز مجھکو ضائع نہ کرے گا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے اُس دن سے میں نے اپنے اُس کلام کے خوف کے سبب سے برابر روزہ رکھنا اور صدقہ دینا اور آزاد کرنا اور نماز پڑھنا شروع کیا حتی کہ مجھے خیریت کی امید ہوئی۔ اور ابو طیبہ حجام سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے پچھنے لگائے تو آپکا خون مبارک پیگئے حالانکہ شریعت میں یہ امر ممنوع ہے لیکن اُنسے غلبہ کی حالت میں ایسا ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو معذور رکھا کہ تو نے آگ سے بہت روک کرلی۔ اور ایک غلبہ اور ہے جو اُس غلبہ سے زیادہ جلیل القدر اور زیادہ تر کامل ہے اور وہ خواہش الٰہی کا غلبہ ہے جو اُس کے قلب پر نازل ہوتی ہے اور اُسکے مقتضی کے پورا کرنے سے اپنے آپ کو نہیں روک سکتا اور اِس غلبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بعض مقامات قدسیہ سے اُسکی قوت عملیہ پر علم الٰہی کا فیضان ہوتا ہے نہ قوت عقلیہ پر اُسکی تفصیل یہ ہے کہ جو نفس انبیاء علیہم السلام کے نفس سے مشابہت رکھتا ہے جب اسمیں علم الٰہی کے فیضان کی استعداد ہوتی ہے تو اگر اُسکی قوت عقلیہ کو قوت عملیہ پر سبقت ہوتی ہے تب وہ علم فراست والہام ہوتا ہے

[1] یعنی الاحتظار من الحظار ای المنع والحظائر جمع حظیرۃ وہے موضع یحاط علیہا ای قد احتمیت بحمی عظیم من النار ۱۲

واقبالا او نفرة وانحجاما مثاله ما روي في قصة بدر من ان النبي صلى الله عليه وسلم الح في الدعاء حتى قال اني انشدك عهدك ووعدك اللهم ان شئت لم تعبد فاخذ ابو بكر بيده فقال حسبك فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقول سيهزم الجمع ويولون الدبر معناه ان الصديق القى في قلبه داعية الهية تزهده في الالحاح وترغبه في الكف عنه فعرف النبي صلى الله عليه وسلم بفراسته انها داعية حق فخرج مستظهرا بنصرة الله تاليا هذه الاية ومثاله ايضا ما روي في قصة موت عبد الله بن ابي حين اراد النبي صلى الله عليه وسلم ان يصلي على جنازته قال عمر فتحولت حتى قمت في صدره وقلت يا رسول الله اتصلي على هذا وقد قال يوم كذا وكذا كذا وكذا يعدد ايامه حتى قال تأخر عني يا عمر اني خيرت فاخترت وصلى عليه ثم نزلت هذه الاية ولا تصل على احد منهم مات ابدا قال عمر فعجبت لي وجرأتي على رسول الله صلى الله عليه وسلم ورسول الله صلى الله عليه وسلم اعلم وقد بين عمر الفرق بين الغلبتين افصح بيان فقال في الغلبة الاولى فما زلت اصوم واتصدق واعتق الخ وقال في الثانية فعجبت لي وجرأتي فانظر الفرق بين هاتين الكلمتين ومنها ايثار طاعة الله تعالى على ما سواها وطرد موانعها والنفرة عما يشغله عنها كما فعل ابو طلحة الانصاري كان يصلي في حائط فطار دبسي[1] وطفق يتردد ولا يجد مخرجا

اور اگر قوت عملیہ کو قوت عقلیہ پر سبقت ہوتی ہے تو وہ علم ارادہ یا نفرت ہوتا ہے اسکی مثال وہ ہے جو بدر کے قصہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں مبالغہ کیا حتی کہ آپ نے دعا میں کہا میں تیرے عہد اور وعدہ کا تجھ سے سوال کرتا ہوں بار خدایا اگر تجھکو اپنی پرستش کروانا منظور نہیں اتنا کہنے پائے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آپکا ہاتھ پکڑ کر کہا بس ہے اپنے دیکھیے پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہ فرماتے چلے سیہزم الجمع یعنے کفار کی جماعت بھگا دی جائیگی اور پیٹھ پھیر دینگے اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کے دل میں خدا کیطرف سے خواہش پیدا ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بد دعا میں مبالغہ کرنے سے روکیں اور اُس سے باز رہنے کی رغبت دلائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی فراست سے اس بات کو معلوم کر لیا کہ یہ خواہش خدا کی ہے اور خدا تعالی کی مدد سے فتح کے طالب ہو کر اس آیت کو پڑھتے ہوئے وہاں سے چلے آئے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی کی موت کے بیان میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُسکے جنازہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں لوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسکی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اسدن ایسا کہا تھا اور اُسدن ایسا کہا تھا حتی کہ آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ مجھکو چونکہ اختیار دیا گیا ہے تو میں نے اختیار کر لیا اور آپنے اسکی نماز پڑھی تو یہ آیت نازل ہوئی ولا تصل الخ انمیں سے کوئی مر جاوے تو کبھی تو اسکی نماز نہ پڑھ۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مجھے اپنے اوپر اور خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جرات کرنے سے حالانکہ رسول خدا سب سے زیادہ واقف تھے تعجب آتا ہے اور حضرت عمرؓ نے ان دونوں قسم کے غلبوں کا فرق خوب انکشاف کے ساتھ بیان کر دیا ہے یعنی غلبہ اولی میں اپنے برابر روزہ رکھنے اور صدقہ کرنے اور آزاد کرنے اور نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور غلبہ ثانیہ میں یہ فرمایا کہ مجھے اپنی حال اور اپنی جرات پر تعجب ہوا ان دونوں کلمات میں جو کچھ فرق ہے دیکھنا چاہیے اور از انجملہ خدا تعالی کی طاعت کا ما سوا پر اختیار کرنا اور اسکے موانع کا دور کرنا اور جو چیزیں اسکو اطاعت الہی سے روکتی ہیں اُنسے بیزار ہونا جیسا کہ ابو طلحہ انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ناگاہ ایک کبوتر جنگلی اڑا اور ادھر ادھر اڑنے لگا اور نکلنے کا راستہ نہ پایا کیونکہ درختوں کی ٹہنیاں اور پتے اسقدر گنجان تھے کہ اسکو باہر جانیکا

[1] ای اسلک ۱۲ اسله هو طائر صغير وقيل هو الحمام الوحشي منسوب الى الدبس وهو اللون بين السواد والحمرة ۱۲

من كثرة الاغصان والاوراق فاعجبه ذلك فصار لا يدري كم صلى فتصدق بحائطه **ومنها** غلبة الخوف حتى يظهر البكاء ولم تعاد الفرائص وكان له صلى الله عليه وسلم اذا صلى بالليل ازيز[1] كازيز المرجل وقال صلى الله عليه وسلم في سبعة يظلهم الله تعالى في ظله يوم لا ظل الا ظله رجل ذكر الله تعالى خاليا ففاضت عيناه وقال لا يلج النار رجل بكى من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع وكان ابو بكر رجلا بكاء لا يملك عينيه حين يقرأ القرآن وقال جبير بن مطعم سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ ام خلقوا من غير شيء ام هم الخالقون فكانما طار قلبي **واما المقامات** الحاصلة للنفس من جهة تسلط نور الايمان عليها وقهره اياها وتغيير صفاتها الخسيسة الى الصفات الفاضلة فاولها ان ينزل نور الايمان من العقل المتنور بالعقائد الحقة الى القلب فيزدوج بجبلة القلب فيتولد بينهما زاجر يقهر النفس ويزجرها عن المخالفات ثم يتولد بينهما ندم يقهر النفس ويأتي عليها ويأخذ بتلابيبها ثم يتولد بينهما العزم على ترك المعاصي في المستقبل من الزمان فيقهر النفس ويجعلها مطمئنة باوامر الشرع ونواهيه قال الله تبارك وتعالى واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى **اقول** اما قوله من خاف

راستہ نہ ملتا تھا یہ بات انکو بہت اچھی معلوم ہوئی اور اس خیال میں انکو رکعات کی تعداد یاد نہ رہی تو انہوں نے اس باغ کا صدقہ کر دیا اور از انجملہ خوف کا غلبہ ہے جس کے سبب سے آدمی کو رونا آجائے اور اس کا بدن تھرانے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شب کو نماز پڑھتے تھے تو ہانڈی کے جوش کیطرح آپ سے آواز محسوس ہوتی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات شخصوں کے بیان میں جنکو خدا تعالی اپنے سایہ کے نیچے اس دن کہ بجز اسکے سایہ کے کوئی سایہ نہوگا داخل کریگا فرمایا ہے و رجل الخ اور وہ شخص جسنے خدا تعالی کو خلوت میں یاد کیا اور اسکی آنکھیں بھر آئیں اور جو شخص خدا تعالی کے خوف سے رویا ہے آگ میں نہ جائیگا جبتک کہ دودھ پستان میں لوٹ کر نہ آئے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق بڑے رونے والے شخص تھے جب قرآن پڑھتے تھے انکی آنکھیں انکے اختیار میں نہ رہتی تھیں جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ آیت پڑھتے سنا ام خلقوا من غیر شیء الخ تو گویا میرا دل اڑ گیا۔ اور وہ مقامات جو نفس کو نور ایمان کے اس پر غالب ہونے اور اسکی صفات خسیسہ کو صفات فاضلہ سے بدلنے کے اعتبار سے حاصل ہوتے ہیں ان میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ نور ایمانی اس عقل سے کہ منور بعقائد حقہ ہو رہا ہے نازل ہو کر قلب کیطرف آتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ ازدواج اور اتصال پیدا کر کے ان سے ایک منقبہ پیدا ہوتا ہے جو نفس پر غالب ہو جاتا ہے اور اسپر سوار ہو کر اسکی باگیں پکڑ لیتی ہے پھر ان دونوں سے آیندہ زمانہ میں معاصی چھوڑنے کا عزم پیدا ہوتا ہے اور وہ عزم نفس پر غالب ہو کر شرع کے اوامر و نواہی سے اس کو مطمئن کر دیتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے و اما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى اور لیکن جس شخص نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کو خواہش کرنے سے روکا اس کا جنت میں ہی ٹھکانا ہو گیا میں کہتا ہوں اللہ پاک کا یہ قول من خاف

[1] اے صوت البکاء وقیل غلیان القلب واحتیاجہ ۱۲

تبیان لاستنارة العقل بنور الایمان ونزول النور منه الی القلب ذلك لان الخوف له مبتداء ومنتهی فمبتدؤه معرفة الخوف منه وسطوته وهذا محله العقل ومنتهاه فزع وقلق ودهش وهذا محله القلب واما قوله وهو النفس فبیان لنزول النور المخالط لوكاعة[1] القلب الی النفس وقهره ایاها وزجره لها ثم انقهارها[2] وانزجارها تحت حكمه ثم ینزل من العقل نور الایمان مرة اخری ویزدوج بجبلة القلب فیتولد بینهما اللجأ الی الله ویفضی ذلك الی الاستغفار والانابة والاستغفار یفضی الی الصقالة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان المؤمن اذا اذنب كانت نكتة سوداء فی قلبه فان تاب واستغفر صقل قلبه فان زاد زادت حتی یعلو قلبه فذلكم[3] الران الذی ذكر الله تعالی كلا بل ران علی قلوبهم ما كانوا یكسبون **اقول** اما النكتة السوداء فظهور ظلمة ظلمة من الظلمات البهیمیة واستنارة نور من الانوار الملكیة واما الصقالة فضوء یفاض علی النفس من نور الایمان واما الران فغلبة البهیمیة وكمون الملكیة راسا ثم یتكرر نزول نور الایمان ودفعه الهاجس النفسانی فكلما هجس خاطر المعصیة من النفس نزل بازائه نور فدمغ الباطل ومحاه قال صلی الله علیه وسلم ضرب الله مثلا صراطا مستقیما وعن جنبی الصراط سوران فیهما

عقل کے نور ایمانی کے ساتھ منور ہونے اور پھر اس نور کے قلب کیطرف نازل ہونے کا بیان ہے اسلئے کہ خوف کے لیے ایک ابتداء اور انتہاء ہے ابتداء تو خدا تعالی سے خوف اور اُس کے غلبہ کا معلوم کرنا اور اُسکا محل عقل ہے اور اُسکا منتہی پریشانی اضطراب اور دہشت اور اُس کا محل قلب ہے اور (وہی النفس) سے اِس نور سے جو قوت قلبی کے ساتھ مخلوط ہو رہا ہے نفس کیطرف نازل ہونے اور اُسپر غالب ہونے اور اُسکو روکنے اور پھر اُسکے ماتحت نفس کے مغلوب اور مقہور ہو جانیکا بیان ہے پھر عقل سے دوسری مرتبہ نور ایمانی کا نزول قلب کیطرف ہوتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ ازدواج و اتصال پیدا کرکے ان دونوں سے خدا تعالی کیطرف التجا پیدا ہوتی ہے اور وہ استغفار اور توجہ کا باعث ہوتی ہے اور استغفار کے سبب سے دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المومن اذا المومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے دلمیں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ استغفار کرلیتا ہے تب تو اُسکا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ اور گناہ کرتا ہے تو نقطہ پھیل کر قلب پر چھا جاتا ہے خدا تعالے نے جو ران کا اُس آیت میں ذکر فرمایا ہے یہی مراد ہے کلا بل ران الخ میں کہتا ہوں وہ نقطہ سیاہ ... کی ظلمتوں میں سے ایک ظلمت کا ظاہر ہونا اور انوار ملکیہ میں سے ایک نور کا روشن ہونا ہے اور اُس نقطہ کا صاف ہونا ایک روشنی ہے کہ نور ایمانی سے اُسکے نفس پر فائز ہوتی ہے اور ران بہیمیت کے غالب ہونے اور ملکیت کے بالکل پوشیدہ ہو جانیکا نام ہے پھر بار بار نور ایمانی کا نزول ہوتا رہتا ہے اور بار بار نفسانی وساوس دور ہوتے رہتے ہیں یعنی جب نفس کے اندر کسی گناہ کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کے مقابل میں ایک نور بھی نازل ہوتا ہے جو اُس باطل کو محو کرتا رہتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ضرب اللہ مثلا صراطا مستقیما وعن جنبی الصراط سوران الخ خدا تعالی نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک سیدھا راستہ ہے اور اس راستہ کے یمین و یسار دو دیواریں ہیں اور اُن دونوں دیواروں میں ::

[1] لوكاعة: قوة ۱۲ [2] انقهارها: ... [3] الران: ستر تك الفعلة نور القلب والران هو الطبع ۱۲

بالتخریج علی ہذہ الاصول قیل انا بارض قوم اہل کتاب افنا کل فی اٰنیتہم وبارض صید
صید بقوسی وبکلبی الذی لیس بمعلم وبکلبی المعلم فما یصلح لی قال صلی اللہ علیہ وسلم
اما ما ذکرت من اٰنیۃ اہل الکتاب فان وجد تم غیرہا فلا تاکلوا فیہا وان لم تجدوا
فاغسلوہا وکلوا فیہا وما صدت بقوسک فذکرت اسم اللہ فکل وما صدت بکلبک المعلم
فذکرت اسم اللہ فکل وما صدت بکلبک غیر المعلم وادرکت ذکاتہ فکل قولہ صلی اللہ
علیہ وسلم فان وجدتم غیرہا فلا تاکلوا فیہا اقول ذلک تحریا للمختار وراحۃ للقلب من
الوساوس وقیل یارسول اللہ انا نرسل الکلاب المعلمۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم
اذا ارسلت کلبک فاذکر اسم اللہ فان امسک علیک فادرکتہ حیا فاذبحہ وان ادرکتہ
قد قتل ولم یاکل منہ فکلہ فان اکل فلا تاکل فانما امسک علی نفسہ وان وجدت مع
کلبک کلبا غیرہ وقد قتل فلا تاکل فانک لا تدری ایہما قتلہ قیل یارسول اللہ
ارمی الصید فاجد فیہ من الغد سہمی قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا علمت ان سہمک قتلہ
ولم تر فیہ اثر سبع فکل وفی روایۃ واذا رمیت سہمک فاذکر اسم اللہ فان غاب
عنک یوما فلم تجد فیہ الا اثر سہمک فکل ان شئت وان وجدتہ غریقا فی الماء فلا تاکل
قیل انا نرمی بالمعراض[1] قال صلی اللہ علیہ وسلم

انہیں اصول کیموافق جواب ارشاد فرمائے کسی نے عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے ملک کے باشندے ہیں کیا ہم انکے برتنوں میں کھا لیا کریں۔ اور ہم شکار کے ملک میں رہتے ہیں اپنی کمان اور اپنے معلم وغیر معلم سے شکار کرتے ہیں تو ہم کو کیا بات مناسب ہے۔ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کے برتنوں کا جو تو نے حال بیان کیا پس اگر تمکو اور برتن میسر ہوں تب تو ان برتنوں میں مت کھاؤ اور اگر میسر نہوں تو انہیں کو دھو کر کھا لیا کرو اور خدا تعالی کا نام لیکر اپنی کمان سے جو تو شکار کرے اسے کھا لیا کر اور خدا کا نام لیکر اپنے سدھائے ہوئے کتے سے جو تو شکار کرے اسکو کھا لیا کر اور جو بغیر سدھائے کتے سے شکار کرے اور اس شکار کو زندہ پائے اسکو ذبح کرکے کھالے۔ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ اگر تم کو اور برتن بہم پہونچیں تو ان میں مت کھایا کرو۔ میں کہتا ہوں اس میں بہتر بات کا قصد کرنا۔ اور وساوس سے دل کا مطمئن کرنا ہے اور کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو خدا کا نام لیلیا کر پس اگر وہ کتا شکار کو تیرے لئے پکڑ رکھے اور تو پہونچکر اس شکار کو زندہ پائے تب تو اسکو ذبح کرلے اور اگر تو اسکو جاکر مرا ہوا پائے اور کتے نے اسکو نہ کھایا ہو۔ تو پھر اسکو کھالے اور اگر کتے نے اسکو کھا لیا ہو تو تو مت کھا کیونکہ کتے نے وہ شکار اپنے لئے پکڑ رکھا اور اگر تو اپنے کتے کے پاس جاکر اور کوئی کتا دیکھے اور شکار مر گیا ہو تو اسکو مت کھا کیونکہ تجکو اس بات کی خبر نہیں کہ ان دونوں میں سے کس نے اسکو مارا ہے۔ اور کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں شکار کیطرف تیر پھینکتا ہوں اور پھر کل کو وہ تیر اس شکار میں گھسا ہوا مجھ کو ملتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تجکو یقین ہو کہ تیرے تیر سے مرا ہے اور کسی درندہ کا اثر تجھے اسمیں نہ معلوم ہو تو اسکو کھالے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جب تو اپنے تیر کو پھینکے تو خدا کا نام لیلیا کر پھر اگر ایک دن تک وہ شکار تجھ کو نہ ملے اور پھر اسکے بعد ملے اور صرف تو اپنے ہی تیر کا اثر دیکھے تو اگر تو چاہے تو اسکو کھالے۔ اور اگر شکار کو پانی میں ڈوبا ہوا دیکھے تو اسکو مت کھا۔ اور کسی نے عرض کیا کہ ہم معراض (وہ تیر ہے جس میں بھال اور پر نہوں) مارتے ہیں۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[1] المعراض بالکسر سہم بلا ریش ولا نصل یصیب بعرضہ دون حدہ ۱۲

كل ما خزق[1] وما اصاب بعرضه فقتل فانه وقيذ[2] فلا تاكل قيل يا رسول الله ان هنا اقواما حديث عهد هم بشرك ياتوننا بلحمان لاندرى يذكرون اسم الله عليها ام لا قال صلى الله عليه وسلم اذكروا انتم اسم الله وكلوا **اقول** اصله ان الحكم على الظاهر **قيل** انا لاقوا العدو غدا وليست معنا مدى[3] افنذبح بالقصب **قال** صلى الله عليه وسلم ما انهر[4] الدم وذكر اسم الله فكل ليس السن والظفر وساحدثك عنه اما السن فعظم واما الظفر فمدى الحبش وندّ[5] بعير فرماه رجل بسهم فحبسه فقال صلى الله عليه وسلم ان[6] لهذه الابل اوابد[7] كاوابد الوحش فاذا غلبكم منها شئ فافعلوا به هكذا **اقول** لانه صار وحشيا فكان حكمه حكم الصيد **وسئل** صلى الله عليه وسلم عن شاة ابصرت جارية بها موتا فكسرت حجرا فذبحتها فامر باكلها قيل ان من الطعام طعاما اتحرج[8] منه قال لا يختلجن[9] فى صدرك شئ ضارعت فيه النصرانية قيل يا رسول الله ننحر الناقة ونذبح البقرة والشاة فنجد فى بطنها الجنين انلقيه ام ناكله قال صلى الله عليه وسلم كلوه ان شئتم فان ذكاته ذكاة امه:

کہ جو جانور زخمی ہو جاۓ اُسکو کھالے اور جو جانور تیر کی چوڑائی سے چوٹ لگ کر مرجاۓ تو وہ جانور موقوذہ ہے اُس کومت کھا۔ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہاں چند قومیں نو مسلم ہیں اور وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں اور ہمکو نہیں معلوم کہ آیا اُسپر وہ خدا کا نام لیتے ہیں یا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم خود خدا کا نام لیکر کھالیا کرو۔ میں کہتا ہوں۔ اسکی اصل یہ ہے کہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے۔ اور پھر کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ہم کل دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہیں۔ اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے۔ کیا ہم بانس سے ذبح کرلیا کریں۔ فرمایا۔ جو چیز خون کو بہاوے اور اُسپر خدا کا نام لیا جاۓ اُسکو کھالے بجز دانت و ناخون کے۔ اور انکا حال میں ابھی تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ دانت تو ایک ہڈی ہے۔ اور ناخون حبشہ کی ایک چھری ہے۔ اور ایک مرتبہ ایک اونٹ بھاگ گیا اور ایک شخص نے تیر مار کر اُسکو روک لیا تو آپ نے فرمایا اس اونٹ کو وحشی جانوروں کیطرح آدمیوں سے نفرت ہوتی ہے پس اگر انکی کوئی بات تمکو مجبور کرے تو اُسکے ساتھ ایسا ہی کرو۔ میں کہتا ہوں چونکہ وہ وحشی ہوگیا تو اُسکا حکم مثل حکم شکار کے ہوگیا اور ایک اُس بکری کے باب میں آپ سے سوال کیا گیا کہ جسکو ایک چھوکری نے دیکھا کہ اسپر آثار موت کے جاری ہو رہے ہیں تو اُسنے ایک پتھر کو توڑ کر اُسکو ذبح کیا۔ آپ نے اسکے کھانے کا حکم فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ کھانوں میں سے بعض ایسے کھانے ہوتے ہیں کہ جس سے ہم حرج سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنے دل میں کسی بات کا اختلاج نہ کر اس میں نصرانیت کی مشابہت کی تو نے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کو نحر اور گا۔ بکری کو ذبح کرتے ہیں ہم۔ اور انکے پیٹوں میں ہم بچہ پاتے ہیں۔ اسکو پھینک دیں یا کھالیں۔ آپ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو اُسکو کھالو۔ اُسکا ذبح وہی ہے جو اُسکی ماں کا ذبح ہے:

[1] خزق بالمعجمة اى نفذ جارحا ۱۲ [2] قوله وقيذ۔ اى موقوذ يعنى الذى يقتل بغير المحدد كالعصا ۱۲ [3] جمع مدية اى سكين ۱۲ [4] اى اراق ۱۲ [5] اى فر ۱۲ [6] اللام بمعنى من ۱۲ [7] جمع ابدة بمعنى نافرة ۱۲ [8] اى لا اكله خوف وجاءنى الحرج وهو الاثم اواجد فى نفسى ضيقا من اكله ۱۲ [9] قوله لا يختلجن اى لا يتحرك فى قلبك الشك وضارعت شابهت ۱۲

آداب الطعام

واعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علم آدابا یتأدبون فیہا فی الطعام قال صلی اللہ علیہ وسلم برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کیلوا طعامکم یبارک لکم وقال علیہ السلام اذا اکل احدکم طعاما فلا یاکل من اعلی الصحفۃ ولکن لیاکل من اسفلہا فان البرکۃ تنزل من اعلاہا اقول من البرکۃ ان تشبع النفس وتقر العین ویجمع الخاطر ولا یکون ھاعا لاعا کالذی یاکل ولا یشبع تفصیل ذلک انہ ربما یکون رجلان عند کل منہما مائۃ درہم احدھما یخشی العیلۃ ویطمع فی اموال الناس ولا یہتدی لصرف مالہ فیما ینفعہ فی دینہ ودنیاہ والاخر متعفف یحسبہ الجاہل غنیا مقتصد فی معیشتہ مطمئن فی نفسہ فالثانی بورک لہ فی مالہ والاول لم یبارک لہ ومن البرکۃ ان یصرف الشیء فی الحاجۃ ویکفی عن امثالہ تفصیلہ انہ ربما یکون رجلان یاکل کل واحد رطلا یصرف طبیعۃ احدھما الی تغذیۃ البدن ویحدث فی معدۃ الاخر آفۃ

کھانے کے آداب کا بیان

معلوم کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے اندر آداب سکھائے ہیں جنکو امت کے لوگ عمل میں لایا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے برکۃ الطعام الخ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے کلی کرنی اور اس کے بعد کلی کرنے میں ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیلوا طعامکم الخ اپنے غلہ کو ناپ لیا کرو تمہارے لیے برکت دی جائے گی۔ اور فرمایا ہے اذا اکل احدکم الخ تم میں سے جب کوئی کھانا کھانے تو رکابی کے اوپر سے نہ کھائے بلکہ اس کے نیچے سے کھائے کیونکہ برکت اس کے اوپر سے نازل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں برکت کے یہ معنی ہیں کہ نفس سیر ہو جائے اور آنکھوں کو سرور ہو اور دل کو تسلی ہو اور زیادہ حریص نہ ہو جیسے کوئی کھاتا ہے۔ اور سیر نہیں ہوتا ہے اس کا مفصل بیان یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس سو درہم ہیں مگر انمیں سے ایک کو تو اپنے تنگدست ہو جانیکا اندیشہ لگا رہتا ہے اور لوگوں کے مال میں اس کو طمع رہتی ہے اور اپنے مال کے خرچ کرنے میں موقع محل نہیں دیکھتا تاکہ اس کو دین یا دنیا کا کچھ نفع ہو اور دوسرا ایک محتاط آدمی ہے اور جاہل لوگ جانتے ہیں یہ دولتمند آدمی ہے اور میانہ روی سے زندگی بسر کرتا ہے اور اس کا دل مطمئن رہتا ہے۔ پس دوسرے شخص کے مال میں برکت دی گئی اور پہلے کے مال میں برکت نہ دی گئی اور برکت کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی چیز کو اپنی ضرورت میں صرف کرے تو وہ شئے اس کے لیے بہ نسبت اپنے مثل کے زیادہ تر کافی ہوگی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ہر ایک ان میں سے ایک رطل کھانا کھاتا ہے مگر ایک کی طبیعت غذا کو جزو بدن کر لیتی اور دوسری کے معدہ میں کچھ آفت ہوتی ہے۔

٥ شدید الحرص ١٢ ٥٣ اے الفقراء ١٢

فلا ینفعہ ما اکل بل ربما صار ضارا و ربما یکون لکل منہما مال فیصرف احدھما فی مثل ضیعۃ کثیرۃ الریف ویھتدی لتدبیر المعاش والثانی یبذر تبذیرا فلا یقع من حاجتہ فی شیء وان لھیئات النفس وعقائدھا مدخلا فی ظھور البرکۃ وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن اخذہ باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ وکان کالذی یاکل ولا یشبع ولذلک تزلق رجل الماشی علی الجذع فی الجو دون الارض فاذا اقبل علی شیء بالھمۃ واراد بران یقع کفایۃ عن حاجتہ وجمع نفسہ فی ذلک کان سبب قرۃ عینہ واجماع خاطرہ وتعفف نفسہ وربما یسری ذلک الی الطبیعۃ فصرفت فیما لا بد منہ فاذا غسل یدیہ قبل الطعام ونزع النعلین واطمأن فی مجلسہ واخذہ اعتدادا بہ وذکر اسم اللہ افیضت علیہ البرکۃ واذا اکل الطعام وعرف مقدارہ واقتصد فی صرفہ وصرفہ علی عینہ کان ادنی ان یکفیہ اقل مما لا یکفی الاخرین واذا جعل الطعام بھیئۃ منکرۃ تعافھا الانفس ولا تعتد بہ لاجلھا کان ادنی ان لا یکفی اکثر مما یکفی الاخرین کیف ولا اظن ان احدا یخفی علیہ ان الانسان ربما یاکل الرغیف کھیئۃ المتفکہ او یاکلہ وھو یمشی ویحدث فلا یجد لہ بالا ولا یری نفسہ قد اعتدت ولا تشبع بہ نفسہ

اور اُس کا کھانا اُس کے لیے مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا ہے اور لبا اوقات دو شخصوں کے پاس مال ہوتا ہے مگر ایک شخص اُس مال کو ایسے اسباب کے خریدنے میں صرف کرتا ہے جسمیں اُس کا زیادہ تر نفع ہے اور تدبیر زندگانی میں موقع محل کا لحاظ رکھتا ہے اور دوسرا شخص اپنے مال کو فضول صرف کرتا ہے اور اُس کی ضرورت میں وہ مال کچھ کام نہیں آتا اور ہیات نفسانیہ اور عقائد نفسانیہ کو برکت کے ظاہر ہونے میں ایک قسم کا اثر ہوتا ہے چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فمن اخذہ باشراف الخ یس جس شخص نے اُس کو حرص نفسانی کے ساتھ لیا اُس میں اُس کو برکت نہ دی جاوےگی اور وہ ایسا ہوگا کہ جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگر ہوا میں کسی لکڑی کو ٹیک لگا کر رکھدیا جاوے تو اُس پر چلنے والے کا پیر پھسلجاتا ہے اور اگر اُسی لکڑی کو زمین پر رکھدیا جاوے تو نہیں پھسلتا - پس جب ایک شخص کسی چیز کی طرف قصد کرتا ہے اور اُس کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ چیز اُس کے لیے کافی ہوجائے اور اسباب پر اپنے نفس کو مطمئن کردیتا ہے تو یہ اُس کی خوشی اور اطمینان خاطر اور قناعت کا سبب ہوجاتا ہے اور لبا اوقات یہ امر طبیعت کے اندر سرایت کرتا ہے اور وہ طبیعت ضروریات میں اُس کو صرف کرتی ہے - پس جب ایک شخص نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے اور جوتا پیروں سے اتار کر علیحدہ کردیا اور باطمینان خاطر بیٹھ گیا تو اُن باتوں کا اُس نے خوب لحاظ کیا اور خدا کا زبان سے نام لیا تو اُس پر برکت کا فیضان ہوجاتا ہے اور جب کوئی شخص غلہ ماپ کر اُس کی مقدار اُس کو معلوم ہوتی ہے اور میانہ روی کے ساتھ اُس کو اپنی ذات پر صرف کرتا ہے تو کم از کم اُس کو اُسقدر غلہ کافی ہوسکتا ہے جو دوسروں کے لیے کافی نہیں ہوسکتا - اور جب غلہ کو بے احتیاطی کے ساتھ ڈالدیتا ہے اُس سے دل میں اُس کی بیقدری ہوجاتی ہے اور اُس کے سبب سے وہ ایک بیقدر چیز ہوجاتا ہے اور کم از کم غلہ جو اُس کے لیے کافی ہوسکتا ہے وہ اُس غلہ سے جو اوروں کے لیے کافی ہوسکتا ہے زیادہ ہونا چاہیئے اور میرے گمان میں یہ بات ضروری ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان لبا اوقات ایک روٹی حاجت سے زیادہ کھاجاتا ہے یا چلتے پھرتے اور باتیں کرتے اُس کو کھالیتا ہے اور اُس کے کھانے کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ اُس کے بدن میں جزو بدن ہوتا معلوم ہوتا ہے اور نہ اُس سے اُس کی نیت سیر ہوتی ہے

وان امتلات المعدۃ وربما یاخذ مقدار الرطل جزافا فیکون الزائد یستوی وجودہ وعدمہ ولا یقع من الحاجۃ فی شئ ویجد الطعام بعد حین وقد ظہر فیہ النقصان، وبالجملۃ لوجود البرکۃ وعدمہا اسباب طبیعیۃ یمد فی ضمنہا ملک کریم او شیطان رجیم وینفخ فی ہیکلہا روح ملکی او شیطانی واللہ اعلم۔ **اما** غسل الید قبل الطعام ففیہ ازالۃ الوسخ واما غسلہا بعدہ ففیہ ازالۃ الغمر[1] وکراہیۃ ان یفسد علیہ ثیابہ او یخدشہ سبع او تلدغہ ہامۃ وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من بات وفی یدہ غمر لم یغسلہ فاصابہ شئ فلا یلومن الا نفسہ۔ **قال** صلی اللہ علیہ وسلم اذا اکل احدکم فلیاکل بیمینہ واذا شرب فلیشرب بیمینہ **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم لا یاکل احدکم بشمالہ ولا یشرب بشمالہ فان الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب بشمالہ **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان یستحل الطعام ان لا یذکر[2] اسم اللہ علیہ وقال فیمن معہ[3] لم یزل الشیطان یاکل معہ فلما ذکر اسم اللہ استقاء ما فی بطنہ **وقال** علیہ السلام ان الشیطان یحضر احدکم عند کل شئ من شانہ حتی یحضرہ عند طعامہ فاذا سقطت من احدکم اللقمۃ فلیمط ما کان بہا من اذی ثم لیاکلہا ولا یدعہا للشیطان **اقول** من العلم الذی اعطاہ نبیہ حال الملائکۃ والشیاطین وانتشارہم فی الارض یتلقی ہولاء من الملاء الاعلی الہامات خیر فیوحونہ الی بنی آدم وینبجس[4] من مزاج الشیاطین آراء فاسدۃ تمیل الی

اگرچہ معدہ بھر جائے اور بسا اوقات ایک رطل کے قدر اندازہ سے لیا جاتا ہے پس حقیقت میں جو ایک رطل سے زیادہ ہے اُسکا وجود و عدم یکساں ہوا اور وہ کسی کام میں نہ آیا مگر کچھ مدت کے بعد جب اُس غلہ کو دیکھا تو اُس کو معلوم ہوئی۔ الحاصل برکت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کے اندر اسباب طبعی ہیں جن کے ضمن میں کوئی فرشتہ بزرگ یا شیطان مردود مدد کرتا رہتا ہے اور ان اسباب کی صورت میں روح ملکی یا شیطانی پھونک دی جاتی ہے واللہ اعلم۔ اور کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی وجہ یہ ہے کہ اُس میں میل دور ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے کھانے کی بو اور دسومت زائل ہو جاتی ہے اور اسبات کا اندیشہ جاتا رہتا ہے کہ ہاتھوں سے اُس کے کپڑے خراب ہوں یا کوئی درندہ اُس کے ہاتھ کو چاٹ ڈالے یا سانپ بچھو وغیرہ کاٹ لے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من بات وفی یدہ الخ جس شخص کا ہاتھ کھانے میں سنا ہوا ہو اور اُس کو بغیر دھوئی ہوئے سو جائے اور پھر اُسکو کچھ تکلیف پہونچے تو اُس کو چاہیئے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے اور حدیث شریف میں آیا ہے اذا اکل احدکم الخ تم میں سے جب کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو داہنے ہاتھ سے پیئے اور حدیث شریف میں آیا ہے لا یاکل احدکم الخ تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور بائیں ہاتھ سے نہ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ اور پیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے ان الشیطان یستحل الخ کھانے پر خدا کا نام لینے سے شیطان اُس کو حلال کر لیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جب کوئی کھانے پر خدا کا نام لینا بھول جائے اور کھالے تو اُس کو یہ کہنا چاہیئے بسم اللہ اولہ و آخرہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لیئے فرمایا ہے کہ شیطان برابر اُس کے ساتھ کھاتا رہتا ہے اور جب یہ خدا کا نام لیتا ہے جو کچھ اُس کے پیٹ میں ہوتا ہے قے کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کیساتھ اُسکے تمام حالات میں شیطان ساتھ رہتا ہے حتی کہ کھانے وقت بھی اُسکے پاس آکر موجود ہوتا ہے پس جب تم میں سے کسی کے پاس لقمہ گر پڑے تو شیطان کے لیئے اُس کو نہ چھوڑے اور اُس لقمہ کو خاک مٹی سے صاف کر کے کھالے میں کہتا ہوں منجملہ ان علوم کے جو خدا تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ملائکہ اور شیاطین اور اُنکے زمین پر منتشر رہنے کا علم بھی انھیں سے ہے اُنکا کام یہ کہ ملاء اعلی سے عمدہ باتوں کا فیضان الہام کے طور پر حاصل کر لیتے ہیں اور پھر بنی آدم سے اُن الہامات کو بیان کر دیتے ہیں اور شیاطین کے مزاج میں آراء فاسدہ پیدا ہوتے رہتے ہیں

[1] الغمر محرکۃ ریح اللحم ودسمہ ۱۲ مجمع [2] ای بان لا یذکر ۱۲ [3] المراد بہ برد البرکۃ التی اذہبت بترک التسمیۃ کما کانت فی جوف الشیطان ۱۲ [4] ای ینفجر ۱۲

افساد الانتظامات الفاضلة ومعصية حكم الوقار وما تقتضيه الطبيعة السليمة فيفعلون ذلك ويوحونه الى اوليائهم من الانس فمن حال الشياطين انهم اذا تمثلوا فى المنام او اليقظة تمثلوا بهيئات منكرة تتنفر منها الطبائع السليمة كالاكل بالشمال وكصورة الاجدع[1] ونحو ذلك ومنها انه قد تنطبع فى نفوسهم هيأت دنية تنبجس فى بنى آدم من بهيمية كالجوع والشبق فاذا حدثت فيهم انتدفعوا الى اختلاط بتلك الحاجات وتلبس[2] بها ومحاكاة ما يفعله الانس عندها ويتخيلون فى ذلك قضاء تلك الشهوة يقضون بذلك اوطارهم فيصير الولد الذى حصل من جماع اشترك فيه الشياطين وقضوا عنده وطرهم قليل البركة مائلا الى الشيطنة والطعام الذى باشروه وقضوا به وطرهم قليل البركة لا ينفع الناس بل ربما يضرهم وذكر اسم الله والتعوذ بالله مضاد بالطبع لهم ولذلك يخنسون[3] عمن ذكر الله وتعوذ به وقد اتفق لنا انه زارنا ذات يوم رجل من اصحابنا فقربنا اليه شيئاً فبينا ياكل اذ سقطت كسرة من يده وتدهدهت[4] فى الارض فجعل يتبعها وجعلت تتباعد منه حتى تعجب الحاضرون بعض العجب وكابد هو فى تتبعها بعض الجهد ثم انه اخذها فاكلها فلما كان بعد ايام تخبط الشيطان انسانا وتكلم على لسانه

جن کا میلان انتظامات فاضلہ کے بگاڑنے اور حکم وقار اور طبیعت حلیمہ کے مقتضی کی مخالفت کرنے پر ہوتا ہے وہ ان الہامات کو حاصل کرکے بنی آدم کیطرف جو ان کے پیرو ہیں بیان کردیتے ہیں۔ منجملہ شیاطین کے حالات کے یہ بھی ہے کہ خواب یا بیداری میں جب وہ کسی کو متمثل ہوتے ہیں تو ایسی ہیئت میں اُن کا ظہور ہوتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے مثلاً بائیں ہاتھ سے کھانے یا نکٹے وغیرہ کی صورت میں۔ اور منجملہ اُن احوال کے یہ ہے کہ کبھی شیاطین کے نفس میں اُن صفات دینہ کا انتقاش ہوتا ہے جو بنی آدم کے اندر قوت بہیمیہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً بھوک اور شہوت جماع وغیرہ جب یہ صفات اُن کے اندر پیدا ہوتے ہیں پھر ان صفات کے پیدا ہونے کے بعد اُن کو ان حوائج کے ساتھ اختلاط اور تلبس اور انسان کو ان حوائج کے وقت جو کام کرنا پڑتا ہے اُسی کام کے نقل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اپنے خیال میں ان افعال کے ساتھ وہ شیاطین اپنی تقضائے حاجت کرتے ہیں اس اعتبار سے جو اولاد ایسے جماع سے پیدا ہوتی ہے جسمیں شیاطین کی شرکت ہوتی ہے اور اُس میں وہ شیاطین اپنی بھی تقضائے شہوت کرتے ہیں قلیل البرکت ہوتی ہے اور شیطنت کی طرف اُس کو میلان ہوتا ہے اور اسی طرح جس کھانے میں شیاطین کا اشتراک اور اُن کی ضرورت کا پورا کرنا ہوتا ہے اُس کھانے میں بھی برکت کم ہوتی ہے اُس کھانے سے لوگوں کو نفع نہیں حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات وہ مضر ہوجاتا ہے اور خدا کا نام لینا اور پناہ مانگنا بالطبع اُن کی مخالفت کرتا ہے یہی سبب ہے کہ جو شخص خدا کو یاد کرے اور اُس کی پناہ مانگے شیاطین اُس سے ہٹ جاتے ہیں اور ہم کو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارا ایک دوست ملاقات کے لیے آیا اور کچھ کھانا اُس کے سامنے پیش کیا اُس کے کھانے کا ایک ٹکڑا اُس کے ہاتھ میں سے گر پڑا اور زمین میں لڑھک گیا وہ شخص اٹھ کر اُس کے اُٹھانے کو چلا جتنا وہ چلتا تھا اُتنا ہی وہ اُس سے دور ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ حاضرین کو کسیقدر تعجب ہوا اور اُس کو بھی اُس کے پکڑنے میں کسیقدر محنت کرنی پڑی مگر وہ اُس کو اٹھا کر کھا گیا پھر وہ چند روز کے بعد ایک شخص پر شیطان یعنے جن آگیا اور وہ جن اُس شخص کی زبان سے کلام کرنے لگا۔

[1] مقطوع الانف ۱۲ [2] تلبس ۱۲ [3] ای ینقبضون ویتأخرون من الخنس هو الرجوع والتاخر ۱۲ [4] ای تدحرجت ۱۲

فکان فیما تکلم انی مررت بفلان وھو یأکل فاعجبنی ذلک الطعام فلم یطعمنی منہ شیئًا فخطفتہ من یدہ فنازعنی حتی اخذہ منی وبینا یاکل اھل بیتنا اصول الجزر اذ تدھدہ بعضھا فوثب علیہ انسان فاخذہ واکلہ فاصابہ وجع فی صدرہ ومعدتہ ثم تخبطہ الشیطان فاخبر علی لسانہ انہ کان اخذ ذلک المتدھدہ وقد قرع اسماعنا شیٔ کثیر من ھذا النوع حتی علمنا ان ھذہ الاحادیث لیست من باب ارادۃ المجاز وانما ارید بھا حقیقتھا واللہ اعلم۔ **قال** صلی اللہ علیہ وسلم اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسہ کلہ ثم لیطرحہ فان فی احد جناحیہ شفاء وفی الاخر داء وفی روایۃ وانہ یتقی بجناحہ الذی فیہ الداء **اعلم** ان اللہ تعالیٰ خلق الطبیعۃ فی الحیوان مدبرۃ لبدنہ فربما دفعت المواد المؤذیۃ التی لا تصلح ان تصیر جزء البدن من اعماق البدن الی اطرافہ ولذلک نھی الاطباء عن اکل اذناب الدواب فالذباب کثیرا ما یتناول اغذیۃ فاسدۃ لا تصلح جزء البدن فتدفعھا الطبیعۃ الی اخس عضو منہ کالجناح ثم ان ذلک العضو لما فیہ من المادۃ السمیۃ یندفع الی الحک ویکون اقدم اعضائہ عند الھجوم فی المضایق ومن حکمۃ اللہ تعالیٰ انہ لم یجعل فی شیٔ سما الا جعل فیہ مادۃ تریاقیۃ لتحفظ بھا بنیۃ الحیوان

اثناء کلام میں اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ فلاں شخص پر میرا گذر ہوا وہ کھا رہا تھا تو مجھ کو وہ کھانا اچھا معلوم ہوا اور اُس نے مجھکو کچھ نہیں کھلایا تو اُس کے ہاتھ میں سے میں نے اُس کو اُچک لیا تو اُس نے مجھسے اسقدر جھگڑا کیا کہ آخیر کو وہ مجھ سے چھین لے گیا اور ایکمرتبہ ہمارے گھر کے آدمی گاجریں کھا رہے تھے ناگاہ کوئی گاجر اُس میں سے گر کر لڑھک گئی جھٹ پٹ ایک شخص اُس کو اُٹھا کر کھا گیا پھر اُس کے سینہ وپیٹ میں درد شروع ہوا اور اُسپر جن آ کر بولنے لگا اور اُس نے بیان کیا کہ میں نے وہ گری ہوئی گاجر لی تھی اور اس قسم کی باتیں بہت سی ہمارے کان میں پڑی ہیں جسے ہمکو یقین ہو گیا ہے کہ یہ احادیث اپنے معنی حقیقی پر محمول ہیں اُن احادیث کے قبیلہ سے نہیں جن میں معنی مجازی مراد ہیں واللہ اعلم۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسہ کلہ ثم لیطرحہ فان فی احد جناحیہ شفاء وفی الاخر داء وفی روایۃ الخ جب کہ تمہارے کسی کے برتن میں مکھی گر پڑے تو سب مکھی کو ڈبا کر پھر اُس کو پھینکدے کیونکہ اُس کے ایک پر میں شفا اور دوسری میں بیماری ہے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ مکھی اُس پر سے بچتی ہے جس میں بیماری ہے۔ معلوم کرو کہ خدا تعالےٰ نے حیوان کے اندر اُس کی طبیعت کو تدبیر بدن کے لیئے پیدا کیا ہے وہ طبیعت بسا اوقات مواد موذیہ کو جو جزو بدن ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے اعماق بدن سے اطراف بدن کی طرف دور کر دیتے ہیں یہی سبب ہے کہ اطباء جانوروں کی دُم کھانے سے منع کرتے ہیں اور مکھی بسا اوقات خراب غذا جو جزو بدن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی کھاتی رہتی ہے اور اُس کی طبیعت اُس مادہ فاسدہ کو اُس کے عضو خسیس کے یعنے پر کی طرف پھینکتی ہے پھر وہ عضو جس میں یہ مادہ سمیہ ہوتا ہے تالو کی طرف دفع ہوتا ہے اور یہی عضو وقت ہجوم تنگیوں کے مقدم ترین اعضاء کا ہوتا ہے اور خدا کی یہ حکمت ہے کہ جس چیز میں زہر رکھا ہے تو اُس میں مادہ تریاقیہ بھی رکھا ہے تاکہ اُس کے سبب سے وجود اُن کا ہلاکت سے محفوظ رہے اور اگر ہم

ولو ذكرنا هذا المبحث من الطب لطال الكلام وبالجملة فسم لسع الذباب في بعض الازمنة وعند تناول بعض الاغذية محسوس معلوم وتحرك العضو الذي تندفع اليه المادة اللذاعة معلوم وان الطبيعة يختفي فيها ما يقاوم مثل هذه المواد المؤذية معلوم فما الذي يستبعد من هذا المبحث وما اكل رسول الله صلى الله عليه وسلم على خوان[1] ولا في سكرجة ولا خبز له مرقق ولا راى شاة سميطا بعينه قط ولا اكل متكئا وما راى منخلا كانوا ياكلون الشعير غير منخول * اعلم ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث في العرب عاداتهم وسط العادات ولم يكونوا يتكلفون تكلف العجم والاخذ بها احسن وادنى ان لا يتعمقوا في الدنيا ولا يعرضوا عن ذكر الله وايضا فلا احسن لاصحاب الملة من ان يتبعوا سيرة امامها في كل نقير وقطمير قال صلى الله عليه وسلم ان المؤمن ياكل في معى واحد والكافر ياكل في سبعة امعاء[2] اقول معناه ان الكافر همه بطنه والمؤمن همه آخرته وان الحرى بالمؤمن ان يقلل الطعام وان تقليله خصلة من خصال الايمان وان شره الاكل[3] خصلة من خصال الكفر ونهى صلى الله عليه وسلم ان يقرن الرجل بين تمرتين اقول النهي عن القران يحتمل وجوها منها انه لا يحسن المضغ عند جمع تمرتين وانه ادنى ان تؤذيه احدى النواتين

اس بحث طبی کو بیان کریں تو کلام دراز ہو جائے گا اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ مکھی کے کاٹنے کا زہر بعض زمانوں اور بعض غذاؤں کے کھانے وقت محسوس اور معلوم ہوتا ہے اور جس عضو کی طرف یہ مادہ لذاعہ دفع ہوتا ہے اُس کا حرکت کرنا معلوم ہوتا ہے اور طبیعت جن کے اندر وہ چیز جو ان مواد موذیہ کی مقاومت و مقابلہ کرے پوشیدہ ہوتی ہے معلوم ہوتی ہے پس کون سی چیز ہے جو اس بحث سے مستبعد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خوان پر تناول فرمایا اور نہ پیالے کے اندر اور نہ کبھی باریک و پتلی چپاتی آپ کے لیئے پکائی گئی اور نہ کبھی سالم بکری بھنی ہوئی کو دیکھا اور نہ کبھی تکیہ لگا کر کھایا اور نہ کبھی چھلنی دیکھی بلا بھوسی اور بغیر چھنے ہوے جو نوش فرماتے تھے۔ معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث کیئے گئے اور اُن عادات درمیانی عادات تھی اور عجمیوں کے سے تکلفات نہیں کرتے تھے اور اُن کا اختیار کرنا عمدہ بات ہے اور ادنی اُس کا یہ ہے کہ دنیا میں تعمق نہ کریں اور خدا تعالے کی یاد سے نہ اعراض کریں اور نیز صاحبان ملت کے لیئے یہ بات پسندیدہ نہیں کہ امام اپنے کے کم اور زیادہ میں پیروی کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المؤمن یاکل فی معی واحد الخ بلا شک مومن آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ کافر کا قصد تو پیٹ کا بھر لینا ہے اور مومن کا قصد اپنی آخرت ہے تو مومن کو یہی سزاوار ہے کہ کھانے میں کمی کرے اور اُس کا کھانے میں کمی کرنا منجملہ خصال ایمان کے ایک خصلت ہے اور کھانے میں شدید الحرص ہونا منجملہ خصال کفر کے ایک خصلت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ہے کہ ایک شخص دو چھواروں کو کھانے میں جمع نہ کرے۔ میں کہتا ہوں نہی دو چھواروں کو جمع کرنے کی کئی معنے کی محتمل ہے از انجملہ یہ ہے کہ دو چھواروں کے جمع کرنے میں مضغ یعنے چابنا اچھی طرح سے نہ ہوگا اور یہ صورت سب سے کم ہے کہ خوب ضبط نہ ہونے کی وجہ سے وہ گٹھلیاں اُس کو تکلیف دیگی بخلاف اُس کے جب ایک ہی گٹھلی ہو۔

[1] الخوان بالكسر ما يؤكل عليه الطعام مرتفعا عن الارض وكان الاكل عليه من عادة المتكبرين والسكرجة بضمتين تشديد الراء القصعة الصغيرة والمرقق المدقق الوسيع او الملين والسميط المشوي مع الجلد مع ازالة الشعر بالماء الحار ١٢

[2] جمع امعاء وهي بالفارسية روده وهو مثل لزهد المؤمن في الدنيا ولحرص الكافر ولا يعني كثرة الاكل وقيل المؤمن يسمي عند الاكل فيكفيه الادنى من الطعام والكافر بخلافه فر ١٢ [3] شدة الحرص وقوله يقرن اي يجمع بين تمرتين في الاكل فخر ١٢

العقود المرضية ولا الاسباب الصالحة وانما هو باطل وسحت باصل الحكمة المدنية قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احيا ارضا ميتة فهي له اقول الاصل فيه ما اومأنا ان الكل مال الله ليس فيه حق لاحد في الحقيقة لكن الله تعالى لما اباح لهم الانتفاع بالارض وما فيها وقعت المشاحة فكان الحكم حينئذ ان لا يهيج احد مما سبق اليه من غير مضادة فالارض الميتة التي ليست في البلاد ولا في فنائها اذا عمرها رجل فقد سبقت يده اليها من غير مضارة فمن حكمه ان لا يهيج عنها والارض كلها في الحقيقة بمنزلة مسجد او رباط جعل وقفا على ابناء السبيل وهم شركاء فيه فيقدم الاسبق فالاسبق ومعنى الملك في حق الآدمي كونه احق بالانتفاع من غيره قال صلى الله عليه وسلم عادي الارض لله ورسوله ثم هي لكم مني اعلم ان عادي الارض هي التي باد عنها اهلها ولم يبق من يدعيها ويخاصم فيها ويحتج بسبق يد مورثه عليها فاذا كانت الارض على هذه الصفة انقطع عنها ملك الآدميين وخلصت لملك الله وحكمها حكم مالم يحي قط لما ذكرنا من معنى الملك قال صلى الله عليه وسلم لا حمى الا لله ورسوله

عقود و اسباب صالحہ اور پسندیدہ عقود کے قبیلہ سے نہیں ہیں بلکہ اصل حکمت مدنیہ کے اعتبار سے یہ عقود باطل اور حرام ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احیا ارضا الخ جو شخص کسی بنجر زمین کو بناوے پس وہ اسی کی ملک ہے میں کہتا ہوں اسکی اصل وہ ہے جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے کہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور فی الحقیقت اس میں کسی کا حق نہیں ہے مگر چونکہ خدا تعالیٰ نے زمین اور زمین کی چیزوں سے نفع حاصل کرنے کو مباح کیا ہے لہذا لوگوں میں حرص پیدا ہوگئی اور اسوقت میں یہ حکم دینا مناسب ہوا کہ کوئی شخص جسنے بلا کسی کے ضرر پہنچائے ایک چیز پر قبضہ کر لیا ہے اس سے وہ چیز نہ چھینی جائے اور جب ایک شخص بنجر زمین کو جو شہروں اور نہ شہروں کے گرد ہے آباد کرے تو وہ شخص سب سے پیشتر اُس کا قابض ہوا اور کسی کی ضرر رسانی بھی اُس نے نہیں کی پس اُس شخص سے اُس زمین کو نکال لینا نامناسب ہے اور تمام زمین فی الحقیقت بمنزلہ مسجد یا رباط کے ہے جو مسافروں کے لیئے وقف کیجاتی ہے اور سب مسافر لوگ رباط میں شریک ہیں اور ہر مقدم کو اپنے موخر پر تقدم ہے اور آدمی کے حق میں ملک کے معنی یہ ہیں کہ بہ نسبت دوسرے کے انتفاع کے ساتھ وہ شخص سزاوار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عادی الارض للہ ورسولہ[1] عادی زمین خدا اور اُس کے رسول کے لیئے ہے پھر وہ میری طرف سے تمہارے لیئے ہے معلوم کرو کہ عادی زمین اُس زمین کو کہتے ہیں کہ جسکے باشندے ہلاک ہوجاویں اور کوئی شخص دعوی اور مخاصمت اور اپنے مورث کے سبب سے پیشتر قبضہ کے ساتھ حجت کرنیوالا باقی نہ رہا ہو پس ایسی حالت میں اُس زمین سے بنی آدم کی ملکیت قطع ہوگئی اور وہ زمین خالص خدا تعالیٰ کی ملک ہوگئی اور اُس کا حکم اس زمین کا سا ہوگیا جو کبھی آباد نہیں ہوئی۔ اسلئے کہ ملک کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا حمی الخ کہ چراگاہ بجز خدا تعالےٰ اور اُس کے رسول کے کسی کی نہیں۔

[1] منسوب الی عاد قوم هود علیه السلام لانهم لما هلکوا ارجع حکم املاکهم الی الله ثم استعمل في مطلق الارض التي باد عنها اهلها ۱۲ [2] ای هلك ۱۲

[3] الحمی موضع یحمیه الناس لمواشیهم وکان رؤساء الجاهلیة یحمون المکان الخصیب لمواشیهم فابطله رسول الله صلی الله علیه وسلم ۱۲

اقول لما كان الحمى تضييقا على الناس وظلما عليهم واضرارا نهي عنه وانما استثنى الرسول لانه اعطاه الله الميزان وعصمه من ان يفرط منه ما لا يجوز وقد ذكرنا ان الامور التي مبناها على المظان الغالبة يستثنى منها النبي صلى الله عليه وسلم وان الامور التي مبناها على تهذيب النفس وما يشبه ذلك فالامر لازم فيها للنبي وغيره سواء وقضى صلى الله عليه وسلم في سيل المهزور[1] ان يمسك حتى يبلغ الكعبين ثم يرسل الاعلى على الاسفل وفي قصة مخاصمة الزبير رضي الله عنه[2] اسق يا زبير ثم احبس حتى يرجع الى الجدر ثم ارسل الماء الى جارك **اقول** الاصل فيه انه لما توجه للناس في شئ مباح حقوق مترتبة وجب ان يراعى الترتيب في قدر ما يحصل لكل واحد فائدة هي ادنى ما يعتد بها فانه لو لم يقدم الاقرب كان فيه التحكم والمضارة ولو لم يستوف الاول ثم الاول الفائدة لم يحصل الحق فعلى هذا الاصل قضى ان يمسك حتى يبلغ الكعبين وهو قريب من قوله الى الجدر لانه اول حد بلوغ الجدر وانما يكون قبله امتصاص الارض من غير ان يصادم الجدار واقطع[3] صلى الله عليه وسلم لابيض بن حمال لما ولي الملح الذي بمأرب فقيل انما قطعت

میں کہتا ہوں چونکہ گھاس کے بند کرنے میں لوگوں پر تنگی اور ظلم اور ضرر رسانی ہے لہذا اُس سے نہی کی گئی اور آپ اس سے اسلیے مستثنیٰ کیے گئے کہ خداتعالیٰ نے آپ کو میزان عدل عطا فرمائی تھی اور اسبات سے خداتعالیٰ نے آپکو محفوظ کیا ہے کہ کوئی ناجائز بات آپ سے صادر ہو اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جن امور کا مبنی احتمالات غالبہ ہوتا ہے اُنسے آپکی ذات مبارک مستثنیٰ ہوتی ہے اور جن امور کا مبنی تہذیب نفس وغیرہ پر ہوتا ہے وہ امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت پر برابر لازم ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیل مہزور میں یہ حکم دیا کہ جبتک ٹخنوں تک پانی پہونچے روک لیا جائے پھر اوپر والا نیچے والے کو چھوڑ دے اور زبیر رضی اللہ عنہ کے مخاصمت کے قصہ میں یہ فیصلہ کہ اے زبیر پہلے تو اپنی زمین کو پانی دے لے پھر اُسکو یہانتک روک لے کہ دیواروں کی جڑ تک آجائے پھر اپنے ہمسایہ کے لیے چھوڑ دے (میں کہتا ہوں کہ اصل اس میں یہ ہے جب ایک مباح چیز میں لوگوں کے حقوق بہ ترتیب متعلق ہوتے ہیں لہذا واجب ہے کہ ہر شخص کے لیے جو کم ازکم معتدبہ فائدہ حاصل ہوسکے اُسکی مقدار میں بھی ترتیب کی رعایت کیجائے کیونکہ اگر قریب کو مقدم نہ کیا جائے تو اُسپر تحکم و ضرر رسانی ہے اور اگر درجہ بدرجہ ہر شخص کامل طور سے فائدہ نہ حاصل کرے تو حق نہیں حاصل ہوتا اس اصل کے موافق اس حد تک پانی کے روکنے کا حکم دیا کہ ٹخنوں تک آجائے اور ٹخنوں تک اور جڑ دیوار تک قریب قریب ہے کیونکہ وہ دیوار تک پہونچنے کی شروع حد ہے اور جبتک پانی ٹخنوں سے نیچے ہے اُسکو زمین جذب کر سکتی ہے اور دیواروں تک نہیں پہونچ سکتا اور ایک مرتبہ آپ نے ابیض بن حمال ماربی کو نمک جو مارب میں تھا عطا فرمایا پھر کسی نے آپ سے عرض کیا آپ نے تو اُسکو بے انتہا

---

[1] اسم واد بني قريظة وقوله يبلغ اي الماء وقوله الكعبين اي من القدم وهذا الحديث رواه ابو داود ١٢

[2] عن عروة قال خاصم الزبير رجلا من الانصار في الشراج اي سيل من الحرة فقال النبي صلى الله عليه وسلم اسق يا زبير ثم ارسل الماء الى جارك فقال الانصاري ان كان ابن عمتك فتلون وجهه ثم قال اسق يا زبير ثم احبس الخ وقوله الى الجدر اي اصل الجدار ١٢

[3] اي اعطى وقوله بمأرب هي مدينة ملحية باليمن ١٢

له الماء العد[1] قال فرجع منه اقول لاشك ان المعدن الظاهر الذی لا یحتاج الی کثیر عمل اقطاع لواحد من المسلمین اضرار بهم وتضییق علیهم وسئل صلی اللہ علیه وسلم عن اللقطة فقال اعرف عفاصها[2] ووکاءها ثم عرفها سنة فان جاء صاحبها والا فشانك بها قال فضالة الغنم قال هی لك او لاخیك او للذئب قال فضالة الابل قال مالك ولها معها سقاؤها وحذاؤها ترد الماء وتاکل الشجر حتی یلقاها ربها وقال جابر رضی اللہ عنه رخص لنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی العصا والسوط والحبل واشباهه یلتقطه الرجل ینتفع به اقول اعلم ان حکم اللقطة مستنبط من تلك الکلیة التی ذکرناها فما استغنی عنه صاحبه ولا یرجع الیه بعد ما فارقه وهو التافه[3] یجوز تملکه اذا ظن ان المالك غاب ولم یرجع وامتنع عوده الیه لانه رجع الی مال اللہ وصار مباحا واما ما کان له بال یطلب ویرجع له الغائب فیجب تعریفه علی ما جرت العادة بتعریف مثله حتی یظن ان مالکه لم یرجع ویستحب التقاط مثل الغنم لانه یضیع ان لم یلتقط ویکره التقاط مثل الابل

مال عطا فرمادیا راوی کہتا ہے کہ آپ نے پھر اس سے واپس لے لیا میں کہتا ہوں بلاشک جو ایک کھلی ہوئی کان ہے اور اسمیں بہت محنت کی حاجت نہیں ہے مسلمانوں میں سے ایک شخص کے لیئے اس کے عطا کرنے میں اُن کو ضرر رسانی اور تنگ کرنا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے لقطہ کی نسبت دریافت کیا آپ نے فرمایا اُس کی ظرف اور دہانہ بند کو شناخت کرکر ایک برس تک اُس کی اعلان کراؤ۔ اپس اگر اُس کا مالک آجاوے تب تو بہتر ہے ورنہ تجھے اُسکا اختیار ہے پھر اُسنے عرض کیا کہ پھر گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ تیری ہے یا تیرے بھائی مسلمان کی ہے یا بھیڑیے کی ہے پھر اس نے عرض کیا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا اُس سے تجھکو کیا مطلب ہے اُسکے ساتھ اسکی مشک یعنی پیٹ اور اُسکے قدم ہیں پانی پیئے گا اور درختوں کو کھائیگا یہاں تک کہ اُسکو اُسکا مالک ملجائے اور جابرؓ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی لکڑی اور کوڑے اور رسی وغیرہ کی اجازت دی ہے کہ کوئی اُس کو اُٹھا کر نفع حاصل کرسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ معلوم کرو لقطہ کا حکم اسی کلیہ مذکورہ سے ماخوذ ہے پس جن چیزوں سے اُن کا مالک مستغنی ہو اور اُن کے کھو جانے کے بعد وہ لوٹ کر نہ آوے یعنی حقیر چیز ہو تو اُسکا ملک میں داخل کرلینا جائز ہے بشرطیکہ اس بات کا گمان غالب ہو کہ اُس کا مالک وہاں موجود نہیں ہے اور لوٹ کر وہاں واپس آسکتا ہے۔ کیونکہ وہ چیز خدا تعالی کے ملک میں داخل ہوکر مباح ہوگئی۔ اور اگر کسیقدر قیمتی چیز ہے جسکی انسان جستجو کرتا ہے اور اُسکی تلاش کرنے کو واپس آجاتا ہی تو ایسی چیز کا اعلان کرنا ضروری ہے چنانچہ ایسی چیز کی شناخت کرائے اور اعلان کرنیکا دستور جاری ہے اسوقت تک کہ اُسکے مالک کے واپس نہ آنے کا گمان غالب ہوجائے اور گم شدہ بکری وغیرہ کا پکڑ لینا مستحب ہے کیونکہ اُسے اگر اُسکو نہ پکڑا تو اُسکے ضایع ہونیکا احتمال ہے اور اونٹ وغیرہ کا پکڑنا مکروہ ہے۔

[1] ہو الہ مادۃ لا تنقطع کالعین والمراد ههنا الکثیر الغیر المنقطع وقوله فرجعه ای استردہ

[2] العفاص بالکسر الظرف الذی فیه اللقطة من جلد او خرقة والوکاء بالکسر خیط یشد به راس الصرة والکیس وغیرهما وقوله فان جاء صاحبها ای فهی له وقوله فشانك ای تصرف بها ما شئت وقوله سقاؤها ای بطنها وقوله وحذاؤها ای خفها ۱۲

[3] الشئ الحقیر وقوله بال ای قدر ۱۲

واعلم انه يجب في كل مبادلة من اشياء عاقدين وعوضين والشئ الذي يكون مظنة ظاهرة لرضا العاقدين بالمبادلة وشئ يكون قاطعا لمنازعتهما موجبا للعقد عليهما ويشترط في العاقدين كونهما حرين عاقلين يعرفان النفع والضرر ويباشران العقد على بصيرة وتثبت وفي العوضين كونهما مالا ينتفع به ويرغب فيه ويشح به غير مباح ولا مالا فائدة معتدا بها فيه والا لم يكن مما شرع الله لخلقه وكان[1] عبثا او مرعيا فيه فائدة ضمنية لا يذكرها في الظاهر وهذا احدى المفاسد لان صاحبها على شرف ان لا يجد ما يريده فيسكت على خيبة او يخاصم بغير حق توجه له عند الناس وفيما يعرف به رضا العاقدين ان يكون امرا واضحا يؤاخذ به على عيون الناس ولا يستطيع ان يحيف الا بحجة عليه واوضح الاشياء في مثل ذلك العبارة باللسان ثم التعاطي بوجه لا يبقى فيه ريب قال صلى الله عليه وسلم المتبايعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه ما لم يتفرقا الا بيع الخيار **اقول** اعلم انه لابد من قاطع يميز حق كل واحد من صاحبه ويرفع خيارهما في رد البيع ولولا ذلك لاضر احدهما بصاحبه ولتوقف كل عن التصرف فيما بيده خوفا ان يستقبله الآخر وههنا شئ آخر وهو اللفظ المعبر عن رضا العاقدين بالعقد وعزمهما عليه ولا جائز ان يجعل القاطع ذلك لان مثل هذه الالفاظ يستعمل عند التراوض[2] والمساومة اذ لا يمكن ان

اور معلوم کرو کہ ہر مبادلہ میں چند باتیں ضرور ہوتی ہیں ایک عاقدین اور ایک تو عوضین اور ایک وہ چیز جو عاقدین کے اس مبادلہ سے راضی ہونے پر ظاہری دلیل ہوتی ہے جو اُن کے منازعت کو قطع کرنیوالی اور عاقدین پر عقد کو لازم کرنیوالی ہوتی ہے عاقدین میں یہ شرط ہے کہ وہ دونوں آزاد و عاقل و نفع و نقصان پہچاننے والے اور اُس عقد کو بصیرت اور ثبات کے ساتھ کرنیوالے ہوں اور عوضین میں شرط ہے کہ وہ دونوں قابل انتفاع اور قابل رغبت ہوں اور لوگ اس قسم کے مال کیطرف حرص کرتے ہوں اور وہ مال ان چیزوں سے نہو جو ہر شخص کے لیئے مباح ہے اور نہ اُس قسم کا مال ہو کہ لوگوں کا اسمیں قابل اعتبار فائدہ نہوتا ہو ورنہ وہ عقد اس قبیلہ سے نہوگا جسکو خدا تعالی نے اپنی مخلوق کے لیئے مقرر فرمایا ہے یا وہ عقد بیکار ہوگا یا اُس میں کوئی ضمنی فائدہ کی رعایت ہوگی جسکا ظاہر میں ذکر نہیں پایا جاتا اور منجملہ مفاسد کے یہ ایک فساد ہے کیونکہ اس عقد کا کرنیوالا اسبات کا امیدوار ہوتا ہے کہ جس چیز کا اُس نے ارادہ کیا ہے وہ اُسکو نہ ملیگی پس وہ شخص ناامیدی کے ساتھ سکوت کرتا ہے یا بلا کسی حق کے جو لوگوں کے ساتھ متعلق ہوا ہو وہ شخص جھگڑا کرتا ہے اور جس چیز سے عاقدین کی رضامندی معلوم ہوتی ہے اسمیں یہ شرط ہے کہ وہ ظاہری امر ہو جس سے لوگوں کے سامنے مواخذہ کر سکیں اور اُس شخص کو بلا حجت قائم کیے زیادتی کرنیکا موقع نہ ہو اور اس بات میں زیادہ ظاہر زبان سے تعبیر کرنا ہے اور پھر اسوجہ سے لین دین کرنا جسمیں شک باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المتبایعان کل واحد الخ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے جب تک وہ دونوں جدا نہ ہوں بجز بیع الخیار کے۔ میں کہتا ہوں معلوم کرو کہ ایک ایسے امر کا ہونا ضروری ہے جو ہر ایک کے حق کو دوسرے کے حق سے جدا کر سکے اور بیع کے رد کرنے میں اُن دونوں کے اختیار کو دور کر سکے اور اگر ایسا امر قاطع نہ پایا جائے تو ہر شخص دوسرے کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نیز وہ شے جسکے قبضہ میں ہے اُس میں خوف سے وہ تصرف نہیں کرتا کہ دوسرا اُسکا واپس نہ کرے اور اسجگہ ایک دوسرا امر ہے یعنی وہ لفظ جس سے عاقدین کی اس عقد سے رضامندی اور انکا عزم معلوم ہو اور وہ قاطع یہ لفظ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کے الفاظ تلطف اور قیمت کرتے وقت مستعمل ہوتے ہیں اسلیئے کہ جبتک ایک مقدار کیساتھ تعیین نہ ظاہر کیا جائے

[1] اے العقد وقولہ ضمنیۃ کالربا والرشوۃ ۱۲ [2] یقال فلان یراوضہ علیہ ای یتلطف بہ لیصل لہ ذلک ۱۲

یتراوضا الا باظہار الجزم بھذا العقد وایضا فلسان العامۃ فی مثل ھذا تمثال الرغبۃ من قلوبھم والفرق بین لفظ دون لفظ حرج عظیم وکذلک التعاطی فانہ لابد لکل واحد ان یاخذ ما یطلبہ علی انہ یشتریہ لینظر فیہ ویتاملہ والفرق بین اخذ واخذ غیر یسیر ولا جائز ان یکون القاطع شیئا غیر ظاھر ولا اجلا بعیدا یوما فما فوقہ اذ کثیر من السلع انما یطلب لینتفع بہ فی یومہ فوجب ان یجعل ذلک التفرق من مجلس العقد لان العادۃ جاریۃ بان العاقدین یجتمعان للعقد ویتفرقان بعد تمامہ ولو تفحصت طبقات الناس من العرب والعجم رایت اکثرھم یرون رد البیع بعد التفرق جورا وظلما لا قبلہ اللھم الا من غیر فطرتہ وکذلک الشرائع الالٰھیۃ لا تنزل الا بما تقبل نفوس العامۃ قبولا اولیا ولما کان من الناس من یتسلل بعد العقد یری انہ قد ربح ویکرہ ان یستقیلہ صاحبہ وفی ذلک قلب لموضوع نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم النھی عن ذلک فقال ولا یحل لہ ان یفارق صاحبہ خشیۃ ان یستقیلہ فوظیفتھما ان یکونا علی رسلھما ویتفرق کل واحد علی عین صاحبہ **واعلم** انہ اذا اجتمع عشرۃ الاف انسان مثلا فی بلدۃ فالسیاسۃ المدنیۃ تبحث عن مکاسبھم فانھم ان کان اکثرھم مکتسبین بالصناعات وسیاسۃ البلدۃ والقلیل منھم مکتسبین بالرعی والزراعۃ فسد حالھم فی الدنیا وان تکسبوا بعصارۃ الخمر وصناعۃ الاصنام کان ترغیبا

ان دونوں کا راضی ہونا ناممکن ہے اور نیز لوگوں کی زبان ایسے وقت میں رغبت دلی کی صورت ہوتی ہے اور الفاظ میں باہم فرق کرنے سے ہرج عظیم لازم آتا ہے اور ایسے ہی جانبین سے لین دین کرنا ہے کیونکہ ہر شخص کو اپنے مطلوب کے لینے کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے کہ اُس چیز کو دیکھنے اور اسمیں تامل کرنے کے لیئے خریدتا ہے اور ایک کے لینے کو دوسرے کے لینے سے جدا فرق ہے[1] اور یہ بھی جائز نہیں کہ وہ قاطع پوشیدہ شے ہو اور نہ یہ ممکن ہے کہ زیادہ مدت مثلاً ایک روز یا اس سے زیادہ قاطع مقرر کیجائے کیونکہ بہت سی چیزوں سے دن کے دن نفع لینا مطلوب ہوتا ہے لہذا ضروری ہوا کہ قاطع تفرق مجلس گردانا جائے کیونکہ یہ بات کا دستور جاری ہے کہ عقد کے وقت عاقدین جمع ہوجاتے ہیں اور اسکی تمامی کے بعد جدا جدا ہوجاتے ہیں اور اگر تمام عرب وعجم کے ہر قسم کے لوگوں کا تفحص کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوجائیگی کہ اُنمیں اکثر تفرق کے بعد بیع کے رد کرنے کو جور وظلم خیال کرتے اور تفرق سے قبل یہ خیال نہیں کرتے بار خدایا مگر جو شخص اپنی فطرت کو بدل ڈالے اور شرائع الٰہیہ کا نزول انھیں احکام کے ساتھ ہوتا ہے جن کو نفوس عامہ دفعۃً قبول کرلیتے ہیں۔ اور چونکہ بعض لوگ عقد کے بعد اس خیال سے کہ اُن کو اس عقد میں نفع ہوا ہے پوشیدہ طور پر چلدیتے ہیں اور دوسرے عاقد کے اقالہ کرنے کو ناگوار سمجھتے ہیں اسمیں چونکہ قلب موضوع لازم آتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے نہی فرمائی ہے ولا یحل لہ ان یفارق الخ اسکو روا نہیں ہے کہ اقالہ کے خوف سے اپنے ساتھی کو چھوڑ کر چلا جائے پس اُن دونوں کو لازم ہے کہ وہ دونوں اپنے حال پر قائم رہیں اور ہر شخص دوسرے کے سامنے جدا ہو اور معلوم کرو مثلاً اگر دس ہزار انسان ایک شہر میں جمع ہوں تو سیاست مدینہ کو انکے پیشوں سے بحث ہوتی ہے پھر اگر وہ لوگ کثرت سے صنائع اور ریاست بلدہ میں مشغول ہوں اور انمیں سے تھوڑے لوگ مویشیوں کے چرانے اور زراعت کے پیشہ میں مشغول ہوں تو دنیا کے اعتبار سے انکی حالت خراب ہوجائیگی اور اگر شراب اور بت بنانے کا پیشہ اختیار کریں تو اسمیں ؛؛؛

[1] اے القاطع ۱۲

للناس في استعمالها على الوجه الذي شاع بينهم فكان سببا لهلاكهم في الدين فان وزعت المكاسب
واصحابها على الوجه المعروف الذي تعطيه الحكمة وقبض على ايدي المكتسبين بالاكساب
القبيحة صلح حالهم وكذلك من مفاسد المدن ان ترغب عظماؤهم في دقائق الحلي واللباس
والبناء والمطاعم وغيد النساء ونحو ذلك زيادة على ما تعطيه الارتفاقات الضرورية التي لا بد
للناس منها واجتمع عليها عرب الناس وعجمهم فيكتسب الناس بالتصرف في الامور الطبيعية
لتتأتى منها شهواتهم فينتصب قوم الى تعليم الجواري للغناء والرقص والحركات المتناسبة
اللذيذة وآخرون الى الالوان المطربة في الثياب وتصوير صور الحيوانات والاشجار
العجيبة والتخاطيط الغريبة فيها وآخرون الى الصناعات البديعة في الذهب والجواهر الرفيعة وآخرون الى الابنية
الشامخة وتخطيطها وتصويرها فاذا اقبل جم غفير منهم الى هذه الاكساب اهما امثالها من الزراعات والتجارات
واذا انفق عظماء المدينة فيها الاموال اهما امثالها من مصالح المدينة وجر ذلك الى التضييق على القائمين بالاكساب
الضرورية كالزراع والتجار والصناع وتضاعف الضرائب عليهم وذلك مضرة بالمدينة يتعدى من عضو منها الى عضو
حتى يعم الكل ويتجارى فيها كما يتجارى الكلب في بدن الكلوب وهذا شرح تضررهم في الدنيا واما تضررهم بحجبهم عن التوجه الى
الكمال الاخروي فغني عن البيان وكان هذا المرض قد استولى على مدن العجم فنفث الله في قلب نبيه صلى الله عليه وسلم

لوگوں کو ان چیزوں کے اس طور پر استعمال کرنے کی رغبت ہوگی جو انکے استعمال کا دستور ہے اور ان میں دین کے اعتبار
سے اُن لوگوں کی ہلاکت ہے اور اگر پیشوں کے پیشہ وروں پر اُس دستور کے موافق تقسیم کیجائے جو حکمت کا مقتضی ہے
اور جو لوگ بُرے پیشے کرتے ہیں اُن کو اُس سے روکا جائے تو لوگوں کی حالت درست ہو سکتی ہے اور اسیطرح شہروں کے
خراب ہونیکی یہ صورت ہے کہ رؤسا کو عمدہ زیور اور لباس و مکانات و کھانے حسین و جمیل عورتوں کیطرف رغبت دلائی
جاوے اور علی ہذا القیاس جتنی چیزیں اُن تدابیر ضروریہ کے مقتضی ہیں جنکے بغیر آدمی کو چارہ نہیں ہے اور تمام عرب و عجم
کا اُن پر اتفاق ہے ضروری ہیں پھر امور طبیعیہ میں تصرف کرکے لوگ ایسے پیشے اختیار کریں جن سے رؤسا کی خواہشیں پوری
ہوں مثلاً ایک قوم لڑکیوں کو ناچنا گانا اور حرکات متناسبہ لذیذہ کے سکھانے کیطرف متوجہ ہو اور کچھ لوگ کپڑوں کے اندر
قسم قسم کے خوشرنگ اور طرح طرح کے حیوانات اور درختوں کی صورتیں اور عجیب عجیب نقش بنانے کیطرف متوجہ ہوں
اور کچھ لوگ سونے اور قیمتی جواہرات میں عجیب و غریب صنعتیں نکالنے کیطرف متوجہ ہوں اور کچھ لوگ بلند بلند مکان بنانے
اور اُن کے نقش و نگار کرنیکا پیشہ اختیار کریں پس جب لوگوں کی ایک جماعت کثیر ان پیشوں کیطرف متوجہ ہوگی تو ضرور
ہے کہ اسیقدر زراعت و تجارت لوگوں سے متروک ہو جائیگی اور جب شہر کے لوگ اُن باتوں میں وقت صرف کرینگے
تو اسیقدر شہر کی مصلحتوں میں کوتاہی ہوگی اُس کا انجام یہ ہوگا کہ جو لوگ ضروری پیشے کرتے ہیں اُنکو اس میں دقت ہوگی
بسبب ٹیکس مقرر ہونیکے یعنی کاشتکار و تجار و اہل صنعت لوگوں کو اور اسمیں شہر کے لیئے ضرر ہے جو اُسکے ایک جزو سے
دوسرے جزو تک متعدی ہوکر تمام شہر کو وہ ضرر ہو جائیگا جسطرح کتے کا ضرر اُس شخص کے بدن میں اثر کر جاتا ہے جسکو کتا کاٹتا
ہے یہ جسقدر ہمنے بیان کیا ہے دنیا کے اعتبار سے اُنکو ضرر پہونچنے کا بیان ہے اور کمال اخروی کیطرف متوجہ ہونے میں
جو اُن کو ضرر پہونچتا ہے وہ مستغنی عن البیان ہے اور یہ مرض عجم کے ملک میں بکثرت پھیلا ہوا تھا لیکن خدا تعالے
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالا اس ؞ ؞ ؞ ؞ ؞ ؞ ؞ ؞ ؞

لہ نسخہ الحسن والنسوۃ ۱۲

ان یداوی ھذا المرض بقطع مادتہ فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مظان غالبیۃ لھذہ الاشیاء کالقینات والحریر والقسی وبیع الذھب بالذھب متفاضلاً لاجل الصناعات او طبقات اصنافہ ونحو ذلک فنھی عنھا :

البُیُوْع المَنْہِیْ عَنْہَا

اعلم ان المیسر سحت باطل لانہ اختطاف لاموال الناس عنھم معتمد علی اتباع جھل وحرص وامنیۃ باطلۃ ورکوب غرر تبعثہ ھذہ علی الشرط ولیس لہ دخل فی التمدن والتعاون فان سکت المغبون سکت علی غیظ وخیبۃ وان خاصم خاصم فیما التزم بنفسہ واقتحم فیہ بقصدہ والغابن یستلذہ ویدعوہ قلیلہ الی کثیرہ ولا یدعہ حرصہ ان یقلع عنہ وعما قلیل تکون الترۃ علیہ وفی الاعتیاد بذلک افساد للاموال ومناقشات طویلۃ واھمال للارتفاقات المطلوبۃ واعراض عن التعاون المبنی علیہ التمدن والمعاینۃ تغنیک عن الخبر ھل رایت من اھل القمار الا ما ذکرناہ وکذلک الربا وھو القرض علی ان یؤدی الیہ[۱] اکثر وافضل مما اخذ سحت باطل فان عامۃ المقترضین بھذا النوع ھم المفالیس المضطرون وکثیرا ما لا یجدون الوفاء عند الاجل فیصیر اضعافا مضاعفۃ لا یمکن التخلص منہ ابدا وھو مظنۃ لمناقشات عظیمۃ وخصومات مستطیرۃ واذا جری الرسم باستنماء المال بھذا الوجہ افضی الی ترک الزراعات والصناعات التی ھی اصول المکاسب

بات کا القا فرمایا کہ اس مرض کا مادہ بالکل قطع کرکے اُس کا علاج کیا جائے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن چیزوں کے غالب منشا کیطرف بلاحظہ فرمایا تفاضل کی بیع باندی غلام وریشم میں اور قیمتی کپڑے اور سونے چاندی میں منع فرمادی۔

بیع کے اُن اقسام کا بیان جن سے شرع میں ممانعت کی گئی ہے

معلوم کرو کہ جوا شرع میں حرام اور باطل ہے اسلیے کہ وہ فی الحقیقت لوگوں سے مال چھین لینا ہے اور اسکا مبنیٰ اتباع جہل وحرص اور آرزوے باطل اور فریب پر ہے یہ باتیں اس شخص کو شرطوں پر آمادہ کرتی ہیں اور اسکو تمدن وتعاون میں کچھ دخل نہیں ہے اور جس شخص کو نقصان پہونچا ہے اس شخص کا سکوت غصہ وناامیدی کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر وہ شخص مخاصمت کرے تو اسکی مخاصمت ایسی چیز میں پائی جاتی ہے جو اُس نے خود اپنی ذات پر لازم کی ہے اور قصداً اسمیں پڑا ہے اور دوسرے شخص کو اس کا مزہ پڑجاتا ہے اور تھوڑے سے بہت کیطرف اُسکی خواہش پیدا ہوتی ہے اور بوجہ حرص کے وہ عیب اُس سے نہیں ترک ہوتا اور تھوڑی سی دیر میں اسکو بھی ضرر پہونچ جاتا ہے اور جوے کی عادت ڈالنے میں مال کا خراب کرنا اور جھگڑوں کا پیدا کرنا اور تدابیر مطلوبہ کا ترک کرنا اور معاونت سے جو تمدن کا دارمدار ہے اعراض کرنا ہے اور معائنہ کرنیکے بعد ہمارے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے تمنے جواریوں کو ان باتوں سے خالی نہ دیکھا ہوگا اور اسیطرح سود ہے اور وہ اُس سے عبارت ہے کہ مقروض نے جتنا قرضہ لیا ہے اُس سے زیادہ یا بہتر کو ادا کرے یہ حرام باطل ہے اسلیے کہ تمام مقروضوں کا یہ قاعدہ ہے کہ اس قسم کا قرضہ اپنی حاجت اور پریشانی کیوجہ سے لیتے ہیں لیکن حسب وعدہ اُسکا ایفا نہ کرنے سے دوچند سہ چند ہوتا چلا جاتا ہے کہ اُس سے خلاصی کبھی ممکن ہی نہیں اور اُس میں مناقشات عظیمہ اور خصومات عامہ کا مظنہ ہے اور جبکہ مال کے بڑھانیکا اسطرح طریقہ ورسم ہوجائیگا تو اسکی وجہ سے کھیتیاں اور تمام صنعتیں متروک ہوجاوینگی جو تمام پیشوں کی جڑہ ہیں اور سود سے :

[۱] ای المؤدی الیہ ای المقرض ۱۲

ولا شیٔ فی العقود اشد تدقیقا واعتناء بالقلیل وخصومۃ من الربا وھذان الکسبان بمنزلۃ السکر مناقضان لاصل ما شرع اللہ لعبادہ من المکاسب وفیہما قبح ومناقشۃ والامر فی مثل ذلک الی الشارع اما ان یضرب لہ حدا یرخص فیما دونہ ویغلظ النہی عما فوقہ او یصد عنہ راسا وکان المیسر والربا شائعین فی العرب وکان قد حدث بسببہما مناقشات عظیمۃ لا انتہاء لہا ومحاربات وکان قلیلہما یدعو الی کثیرہما فلم یکن اصوب ولا احق من ان یراعی حکم القبح والفساد موفرا فینہی عنہما بالکلیۃ **واعلم** ان الربا علی وجہین حقیقی ومحمول علیہ اما الحقیقی فہو فی الدیون وقد ذکرنا ان فیہ قلبا لموضوع المعاملات وان الناس کانوا منہمکین فیہ فی الجاہلیۃ اشد انہماک وکان حدث لاجلہ محاربات مستطیرۃ وکان قلیلہ یدعو الی کثیرہ فوجب ان یسد بابہ بالکلیۃ ولذلک نزل فی القراٰن فی شانہ ما نزل والثانی ربا الفضل والاصل فیہ الحدیث المستفیض الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء یدا بید فاذا اختلفت ہذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید وہو مسمی بربا تغلیظا وتشبیہا لہ بالربا الحقیقی علی حد قولہ علیہ السلام المنجم کاہن وبہ یفہم معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم

زیادہ تمام عقود میں کوئی ایسا عقد نہیں ہے جو خصومت اور دقت میں اس سے زیادہ ہو اور یہ دونوں پیشے بمنزلہ سکر کے ہیں کہ جو کمانے کے طریقے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع فرمائے ہیں اُنکے بیچ کو یہ قطع کرتے ہیں اور ان دونوں میں بُرائی اور نزاع ہوتا ہے اور ایسے امور میں شارع کو اختیار ہوتا ہے یا تو اُنکے لیے کوئی حد مقرر فرماوے اور اس حد سے کم مقدار میں رخصت عطا فرماوے اور اس حد سے زیادہ میں نہی کی تغلیظ یا بالکل اُس سے منع فرمائے اور جوئے و سود کی عرب میں عادت تھی اور اُن کے سبب سے بے انتہا قصے جھگڑے پیدا ہوتے تھے اور اُن دونوں میں تھوڑے سے بہت ہو جاتا تھا پس اس سے زیادہ مناسب اور سزاوار کوئی صورت نہ تھی کہ اُن میں برائی اور فساد کے حکم کی پورے طور پر رعایت کیجائے اور اُسکو برقرار رکھا جاوے لہذا ان دونوں سے بالکل نہی فرمائی جاوے اور معلوم کرنا چاہیے کہ سود کی دو قسمیں ہیں ایک تو سود حقیقی دوسری وہ جو حقیقی پر محمول ہے سود حقیقی تو قرض میں ہوتا ہے اور ہم اسبات کو بیان کر چکے ہیں کہ اسمیں معاملات کے موضوع کا بدلنا ہے اور ایام جاہلیت میں لوگ اس کے اندر نہایت منہمک ہو رہے تھے اور اُسکے سبب سے بڑی بڑی لڑائیاں پھیل گئی تھیں اور جہاں کسی نے تھوڑا سود لیا پھر اُسکو بہت کی خواہش ہوتی تھی لہذا اُس دروازہ کا بالکل بند کرنا واجبات سے ہوا اسلیئے قرآن میں اُس کے باب میں جو کچھ نازل ہوا اور دوسری قسم کا سود یہ ہے کہ خرید و فروخت میں زیادتی کے ساتھ میں لین دین ہو اور اُسکی حجت یہ حدیث ہے الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ الخ خرید و تم سونے کو ساتھ سونے کے اور چاندی کو چاندی کے ساتھ اور گیہوں کو گیہوں سے اور جو کو جو کے ساتھ اور چھوارے کو چھوارے سے اور نمک کو نمک سے مثل کو مثل کے ساتھ برابر برابر دست بدست اور جب یہ جنسیں مختلف ہوں تو جیسے چاہو فروخت کرو بشرطیکہ دست بدست ہو۔ اُسکا نام تاکید و تغلیظا اور سود حقیقی کے مشابہت کے سبب سے ربوا رکھا ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے المنجم الخ نجومی کاہن ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث کے معنی بھی مفہوم ہو سکتے ہیں

لہ لان من شان المعاملات ان یکون نافعۃ بالمدن ولا تقع الخصومات فیہا بین المتعاملین فاذا ادخل الربا فیہا وقعت المناقشات البتۃ فصار قلبا للموضوع وقولہ ما نزل وہو قولہ وحرم الربا وقولہ والثانی ای المحمول علی الحقیقی ١٢ سلہ ای ربا الفضل ١٢

لا ربا الا فی النسیئة ثم کثر فی الشرع استعمال الربا فی هذا المعنی حتی صار حقیقة شرعیة فیه ایضا والله اعلم وسر التحریم ان الله تعالی یکره الرفاهیة البالغة کالحریر والارتفاقات المحوجة الی الامعان فی طلب الدنیا کآنیة الذهب والفضة وحلی غیر مقطع من الذهب کالسوار والخلخال والطوق والتدقیق فی المعیشة والتعمق فیها لان ذلك مردهم فی اسفل لسافلین صارف لافکارهم الی الوان مظلمة وحقیقة الرفاهیة طلب الجید من کل ارتفاق والاعراض عن ردیئه و الرفاهیة البالغة اعتبار الجودة والرداءة فی الجنس الواحد وتفصیل ذلك انه لا بد من التعیش بقوت ما من الاقوات والتمسك بنقد ما من النقود والحاجة الی الاقوات جمیعها واحدة والحاجة الی النقود جمیعها واحدة ومبادلة احدی القبیلتین بالاخری من اصول الارتفاقات التی لا بد للناس منها ولا ضرورة فی مبادلة شیء بشیء یکفی کفایته ومع ذلك فاوجب اختلاف امزجتهم وعاداتهم ان تتفاوت مراتبهم فی التعیش وهو قوله تعالی نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیاة الدنیا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضا سخریا فیکون منهم من یأکل الارز والحنطة ومنهم من یأکل الشعیر والذرة ویکون منهم من یتحلی بالفضة واما تمیز الناس فیما بینهم باقسام الارز والحنطة مثلا واعتبار فضل بعضها علی بعض وتلك اعتبار

لا ربوٰا نہیں ہو تو مگر قرض میں پھر شرع کے اندر کثرت سے سود کا استعمال اس معنی میں آیا ہے حتی کہ ربا کا لفظ اس معنی میں بھی حقیقت شرعیہ کے اعتبار سے مستعمل ہوتا ہے واللہ اعلم۔ اور حرام ہونیکے اندر حکمت یہ ہے کہ خدا کو نہایت عیش پسندی مثلاً حریر کا لباس پہننا ناپسند ہے اور علی ہذ القیاس وہ ارتفاقات جن میں طلب دنیا کے اندر منہمک ہونے کی حاجت پڑتی ہے جیسے سونا چاندی کے برتنوں کا استعمال کرنا اُن زیورات کا پہننا جو بڑے بڑے زیور ہیں جیسے کنگن اور گوجری اور ہنسلی وغیرہ اور کھانے پینے میں زیادہ تکلیف کرنا کیونکہ یہ امور لوگوں کو اسفل السافلین میں گرا دیتے ہیں اور اُن کی فکروں کو تاریک رنگوں کیطرف پھیر دیتے ہیں۔ اور رفاہیت فی الحقیقت ہر ارتفاق میں عمدہ چیز کی آرزو کرنے اور ناقص چیز سے اعراض کرنیکا نام ہے اور نہایت کامل درجہ کی رفاہیت یہ ہے کہ ایک ہی جنس میں جید وردی کا لحاظ کیا جاوے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی زندگی کے لیے کسی نہ کسی قسم کی روزی اور کوئی نہ کوئی نقد ہونا ضروری ہے اور تمام اقسام کی قوت اور تمام اقسام کے نقود کے ساتھ ایک ہی طرح کی احتیاج ہے اور دونوں میں سے ایک کا دوسرے سے مبادلہ کرنا ان ارتفاقات کے اصول میں سے ہے کہ جن کے بغیر چارہ نہیں ہے اور کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ جو اسکی جگہ کافی ہو سکے مبادلہ کی حاجت نہیں ہے مگر باینہمہ لوگوں کے مزاج اور انکی عادات کا اختلاف اسبات کا موجب ہے کہ تعیش میں اُن کے درجے مختلف و متفاوت ہوں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیوٰة الدنیا الخ ہمنے انکی زندگی میں انکی روزی بانٹ دی ہے اور بعض کے بعض پر درجے بلند کیے ہیں تاکہ اُن میں بعض بعض پر تسخر کریں پس اُن میں سے بعض لوگ چانول و گیہوں کھاتے ہیں اور بعض جو اور جوار اور بعض چاندی کا زیور پہنتے ہیں۔ اور لوگوں کا باہم مثلاً چانول و گیہوں کی قسموں میں تمیز ہونا اور بعض کی بعض پر فضیلت اور اسیطرح

لہ ۔ ای القرض ۱۲

الصناعات الدقيقة في الذهب طبقات عبارة عن عادة المسرفين والاعاجم والامعان في ذلك تعمق في الدنيا فالمصلحة حاكمة بسد هذا الباب وتفطن الفقهاء ان الربا المحرم يجري في غير الاشياء الستة المنصوص عليها وان الحكم يجري منها الى كل ما يلحق بشيئ منها ثم اختلفوا في العلة والاوفق بقوانين الشرع ان تكون في النقدين الثمنية وتختص بهما وفي الاربعة المقتات المدخر وان الملح لا يها عليه الدواء والتوابل لان للطعام اليه حاجة ليست الى غيره ولا غنى تلك الحاجة فهو جزء القوت ومنزلة نفسه دون سائر الاشياء، وانما ذهبنا الى ذلك لان الشرع اعتبر الثمنية في كثير من الاحكام كوجوب التقابض في المجلس ولان الحديث ورد بلفظ الطعام والطعام يطلق في العرف على معنيين احدهما البر وليس بمراد والثاني المقتات المدخر ولذلك يجعل قسيما للفاكهة والتوابل وانما اوجب التقابض في المجلس لمعنيين احدهما ان الطعام والنقد الحاجة اليهما اشد الحاجات واكثرها وقوعا والانتفاع بهما لا يتحقق الا بالافناء والاخراج من الملك وربما ظهرت خصومة عند القبض ويكون البدل قد فنى وذلك اقبح المناقشة فوجب ان يسد هذا الباب بان لا يتفرقا الا عن قبض ولا يبقى بينهما شيئ وقد اعتبر الشرع هذه العلة في النهي عن بيع الطعام قبل ان يستوفى وحيث قال في اقتضاء الذهب من الورق ما لم تتفرقا وبينكما شيئ والثاني انه اذا كان النقد في جانب والطعام

سونے اور اسکے دستور کے اقسام میں باریک صنعتوں کا لحاظ کرنا اہل اسراف و عجمی لوگوں کا دستور ہے اور ان باتوں کا اہتمام کرنا فی الحقیقت دنیا میں غرق ہو جاتا ہے پس مصلحت شرعی کا یہی مقتضی ہوا کہ اس دروازے کو بند کیا جاوے اب فقہاء کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ چھ چیزوں کے سوا جنکی حدیث شریف میں تصریح آئی ہے اور چیزوں میں بھی سود جاری ہوتا ہے اور جو چیز ان چھ مذکورہ میں سے کسی کے ساتھ ملحق ہے اسکی طرف بھی سود کا حکم جاری ہوتا ہے پھر اس کی علت مقرر کرنے میں باہم فقہاء کے اختلاف ہوا اور قوانین شرعیہ کے اعتبار سے زیادہ تر موافق یہ ہے کہ سونے چاندی میں اسکی علت ثمنیت ہو مگر یہ علت انھیں دونوں کے ساتھ مختص ہے اور باقی چار میں اس کی علت یہ ہے کہ وہ شے اس قابل ہو کہ قوت کے لیے انکو جمع کر سکیں اور نمک پر دوا اور مصالحوں کو قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ نمک جسقدر نمک کیطرف حاجت ہے وہ حاجت کسی اور چیز کیطرف نہیں ہے بلکہ اس حاجت کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے پس نمک قوت کا جزو اور بمنزلہ قوت کے ہے بخلاف اور چیزوں کے سو اور یہ علت ہم کو اسلیے معلوم ہوئی کہ شرع نے بہت سے احکام میں ثمنیت کا لحاظ کیا ہے مثلاً مجلس عقد میں تقابض البدلین کا ضروری ہونا۔ اور اسلیے کہ حدیث شریف میں طعام کا لفظ بھی وارد ہوا ہے اور طعام کے عرف میں دو معنی آتے ہیں ایک تو طعام صرف گیہوں کو کہتے ہیں اور وہ یہاں مراد نہیں ہو سکتا اور دوسرے مطلقاً اس چیز کو طعام کہتے ہیں جو قوت کے لیے جمع کیا جاوے یہی سبب ہے کہ طعام کا لفظ میوہ جات اور مصالحہ کے مقابل آتا ہے اور مجلس عقد میں تقابض کے واجب کرنے کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ طعام و نقد کیطرف سب چیزوں سے زیادہ حاجت ہے اور سب چیزوں سے زیادہ انکا لین دین ہے اور ان دونوں سے نفع جب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب انکو موجود سے معدوم اور ملک سے باہر کیا جاوے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قبضہ کرتے وقت خصومت پیش ہوتی ہے اور بدل ہو چکتا ہے اور یہ سب جھگڑوں سے زیادہ قباحت پر مشتمل ہے لہذا ضروری ہوا کہ بایں طور اس باب کو مسدود کیا جائے کہ عاقدین اسوقت جدا ہوں کہ جب دونوں کے پاس ثمن و مبیع پہونچ جائے اور ان دونوں میں کوئی حصہ باقی نہ رہے اور شارع نے جو قبل از استیفاء غلہ کے بیع سے منع فرمایا اسکی علت بھی یہی ہے، اور چاندی کو سونے سے بدلنے میں جو فرمایا ہے ما لم تفترقا الخ اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ جبتک تم دونوں جدا ہو تو تم دونوں میں کچھ باقی ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ایکطرف نقد ہے اور

او غیرہ فی جانب فالنقد وسیلۃ لطلب الشیٔ کما ھو مقتضی النقدیۃ فکان حقیقا بان یبذل قبل الشیٔ واذا کان فی کلا الجانبین النقد او الطعام کان الحکم ببذل احدھما تحکما ولو لم یبذل من الجانبین کان بیع الکالیٔ بالکالیٔ وربما یشح بتقدیم البذل فاقتضی العدل ان یقطع الخلاف بینھما ویؤمرا جمیعا ان لا یتفرقا الا عن قبض وانما خص الطعام والنقد لانھما اصل الاموال واکثرھا تعاورا ولا ینتفع بھما الا بعد ھلاکھما فلذلک کان الحرج فی التفرق عن بیعھما قبل القبض اکثر وافضی الی المنازعۃ والمنع فیھا اردع عن تلفیق المعاملۃ واعلم ان مثل ھذا الحکم انما یراد بہ ان لا یجری الرسم بہ وان لا یعتاد تکسب ذلک الناس لا ان لا یفعل شیٔ منہ اصلا ولذلک قال علیہ السلام لبلال بع التمر ببیع اخر ثم اشتر بہ۔ واعلم ان من البیوع ما یجری فیہ معنی المیسر وکان اھل الجاھلیۃ یتعاطون بھا فیما بینھم فنھی عنھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھا المزابنۃ ان یبیع الرجل الثمر فی رؤس النخل بمائۃ فرق من التمر سلما والمحاقلۃ ان یبیع الزرع بمائۃ فرق حنطۃ ورخص فی العرایا بخرصھا من التمر فیما دون خمسۃ اوسق لانہ عرف انھم لا یقصدون فی ذلک المیسر وانما یقصدون ان یاکلوھا رطبا وخمسۃ اوسق

ایکطرف غلہ وغیرہ اس وقت ہیں تو نقد اس شے کے طلب کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ نقد ہونے کا مقتضی یہی ہے پس مناسب ہے کہ اس چیز کے لینے سے پہلے اسکو دیا جائے اور جب دونوں طرف نقد یا غلہ ہو تو اس وقت میں ایک کو پہلے دینے کا حکم تحکم قرار پائیگا اور اگر جانبین میں عوض و معوض کے ادا کرنے کا حکم نہ دیا جائے تو وہ قرض کی قرض کے ساتھ بیع ہوگی اور بسا اوقات بائع یا مشتری اس شے کے پہلے دینے سے بخل کرتا ہے لہذا عدل کا مقتضی ہوا کہ ان دونوں اختلاف کو قطع کیا جائے اور ان دونوں کو اسبات کا حکم دیا جائے کہ جبتک تقابض نہ کرلیں جدا نہ ہوں اور غلہ اور نقد کو اسی لیئے خاص کیا کہ یہ دونوں تمام اموال کے اصول ہیں اور سب سے زیادہ ان کا لین دین رہتا ہے اور ان دونوں کے ہلاک کرنے کے بعد انسان ان سے نفع اٹھا سکتا ہے لہذا اگر ان دونوں کے لین دین میں قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہونے کا حکم دیا جائے تو حرج عظیم لازم آتا ہے اور شب و روز کا نزاع پیدا ہوتا ہے اور دونوں میں اس بات کے منع کرنے سے معاملہ کی وقت پورے پورے طور پر منع ہوتی ہے اور معلوم کرو کہ اس قسم کا حکم دینے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ لوگوں میں اس کا دستور جاری نہو اور اس قسم کے لوگ عادی نہوں یہ مقصود نہیں ہوتا کہ بالکل اس قسم کے معاملہ کا وقوع نہ پایا جائے اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی سے فرمایا بع التمر الخ چھوہاروں کو دوسری بیع سے فروخت کر پھر اس بیع سے خرید لے اور معلوم کرو کہ بیع کے بعض اقسام ایسے ہیں جن میں قمار کے معنے پائے جاتے ہیں اور اہل جاہلیت باہم ایسی خرید و فروخت کیا کرتے تھے لہذا آپنے اس بیع سے منع فرمایا از انجملہ بیع مزابنہ ہے کہ کوئی آدمی چھوہاروں کے سو فرق (۱۶ رطل کا ایک فرق) سے درخت کا پھل خرید لے اور انہیں سے بیع محاقلہ ہے اس کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کھیتی کو سو فرق گیہوں کے ساتھ فروخت کرے مگر عرایا کو اپنے اندازہ کر کے چھواروں کے ساتھ بشرطیکہ وہ پھل پانچ وسق سے کم ہوں انکی بیع کو درست فرمایا ہے اور عرایا ان درختوں کا نام ہے جو بعد فروخت ہونے باغ کے رہجاتے ہیں اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اتنی مقدار پر لوگ قمار کا قصد نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ چھوہارے کھائیں اور پانچ وسق

لہ لے النسیئۃ ۱۲ ؎ کہ بکون الاوستھا کیال لاہل المدینۃ بیع ستۃ عشر رطلا ۱۲ ؎ جمع عریۃ وہی ان من لا نخل لہ من ذوی الحاجۃ اذا لم یجد نقدا یشتری بہ الرطب ویحون عند تمر فضل من قوتہ فیشتری تمر ثمرۃ نخلۃ وعند ابی حنیفۃ ہی ان یہب ثمرۃ نخلۃ لاحد ویشق علیہ تردد الموہوب لہ الی البستان فیکرہ اللہ ان یجمع فیدفع الیہ بدلہا

فتح الودود وکذا رخص فیہ فیما دون خمسۃ اوسق ۱۲

هو نصاب الزكوة وهي مقدار ما يتفكه به اهل البيت ومنها بيع الصبرة من التمر لا يعلم مكيلتها بالكيل المسمى من التمر والملامسة ان يكون لمس الرجل ثوب الآخر بيده بيعا والمنابذة ان يكون نبذ الرجل ثوبه بيعا من غير نظر وبيع الحصاة ان يكون وقوع الحصاة بيعا فهذه البيوع فيها معنى الميسر وفيها قلب موضوع المعاملة وهو استيفاء حاجته بترو وتثبت ونهى عن بيع العربان ان يقدم[1] اليه شيء من الثمن فان اشترى حسب من الثمن والا فهو له مجانا وفيه معنى الميسر وسئل صلى الله عليه وسلم عن اشتراء التمر بالرطب فقال اينقص اذا يبس فقال نعم فنهاه عن ذلك **اقول** وذلك لانه احد وجوه الميسر وفيه احتمال ربا الفضل فان المعتبر حال تمام الشيء وقال صلى الله عليه وسلم في قلادة فيها ذهب وخرز لا تباع حتى تفصل **اقول** وذلك لانه احد وجوه الميسر ومظنة ان يغبن احدهما فيسكت على غيظ او يخاصم في غير حق واعلم ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث في العرب ولهم معاملات وبيوع فاوحى الله اليه كراهية بعضها وجواز بعضها والكراهية تدور على معان منها ان يكون شيء قد جرت العادة بان يقتنى للمعصية او يكون الانتفاع المقصود به عند الناس نوعا من المعصية كالخمر والاصنام والطنبور ففي جريان الرسم ببيعها واتخاذها تنويه بتلك المعاصي وحمل الناس عليها و

زکوٰۃ کا نصاب ہیں۔ کہ جسکو ایک کنبہ سال بھر تک کھا سکتا ہے اور از انجملہ یہ صورت کہ چھواروں کا ایک انبار ہے جنکا وزن معلوم نہیں ہے وہ اُن چھواروں کیساتھ فروخت کیئے جائیں جنکا معلوم ہے۔ اور از انجملہ بیع بلا تبیہ ہے اُسکی یہ صورت ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا چھولے تو بیع ثابت ہو جائے اور ایک منابذہ ہے اُسکی یہ صورت ہے کہ بغیر دیکھے بھالے ایک شخص اپنا کپڑا پھینک دے تو بیع ہو جائے اور از انجملہ بیع الحصاۃ ہے یعنی کنکری کے پھینکنے سے بیع ہو جائے بیع کے ان سب اقسام میں قمار کے معنی اور موضوع معاملہ کا بدلنا لازم آتا ہے اسلئے کہ معاملہ سے دیکھ بھال کر اسپر استقلال کے ساتھ اپنی حاجت کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ اور بیع العربان سے بھی آپ نے منع فرمایا ہے اس کی یہ صورت ہے کہ مشتری بائع کو کچھ ثمن بیعانہ کے طور پر دیدے اور یہ مقرر ہو جائے کہ اگر میں بیع کو خرید ونگا تب تو یہ اسکی قیمت میں مجرا ہو جائیگا ورنہ بلا عوض یہ تمہارا رہا اور اسمیں بھی قمار کے معنی پائے جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے تازہ چھواروں کو خشک چھواروں کیساتھ خریدنے کی نسبت دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ کیا خشک ہو جانیکے بعد یہ کچھ کم ہو جاتے ہیں سائل نے عرض کیا ہاں تو آپ نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ اس میں بھی ایک قسم کے قمار اور سود کمی کا احتمال ہے کیونکہ ایک شئی کی تمامی کا حال معتبر ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ہار جسمیں سونا اور خرمہرے ہوں فروخت نہ کیا جائے یہانتک کہ اسکو جدا جدا کیا جائے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے۔ کہ اس میں ایک قسم کا جوا ہے اور احد العاقدین کے فریب کھانے کا احتمال ہے یا تو غصہ کھا کر سکوت کریگا یا غیر حق میں نزاع کریگا۔ اور یہ جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے اندر ایسے وقت میں مبعوث ہوئے کہ ان کے اندر معاملات اور خرید و فروخت پائی جاتی تھی تب خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض معاملات و بیوع کے جواز کے اور بعض کے مکروہ ہونیکی طرف وحی نازل فرمائی اور کراہت کا مدار چند چیزوں پر ہوتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ اس قسم کی چیز ہے جو عادت کے اعتبار سے وہ چیز معصیت پر مشتمل ہوتی ہو یا لوگونکو اُس چیز سے جس قسم کا نفع حاصل کرنا مقصود ہے وہ ایک قسم کی معصیت قرار پایا ہے مثلاً شراب و بت و طنبورہ وغیرہ ہے پس ان چیزوں کی بیع کا دستور جاری کرنے اور انکے بنانے میں ان معاصی کا ظاہر کرنا اور لوگوں کو اُن معاصی پر آمادہ کرنا و ر۔۔۔

[1] لہ المشتری الیہ ای البائع ۱۲ منہ فخر ہ ۱۲

تقریب لهم منها وفی تحریم بیعها واقتنائها اخمال لها وتقریب لهم من ان لا یباشروها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام وقال صلی الله علیه وسلم ان الله اذا حرم شیئا حرم ثمنه یعنی اذا کان وجه الاستمتاع بالشئ متعینا کالخمر یتخذ للشرب والصنم للعبادة فحرمه الله اقتضی ذالك فی حکمة الله تحریم بیعها قال صلی الله علیه وسلم مهر البغی خبیث ونهی صلی الله علیه وسلم عن حلوان الکاهن ونهی عن کسب الزمارة اقول المال الذی یحصل من مخامرة المعصیة لایجوز الاستمتاع به لمعنیین احدهما ان تحریم هذا المال وترك الانتفاع به زاجر عن تلك المعصیة وجریان الرسم بتلك المعاملة جالب للفساد حامل لهم علیه وثانیهما ان الثمن باشئ من المبیع فی مدارك الناس وعلومهم فکان عند الملاء الاعلی للثمن وجود تشبیهی انه المبیع وللاجرة وجود تشبیهی انه العمل فانجر الخبث الیه فی علومهم فکان لتلك الصورة العلمیة اثر فی نفوس الناس ولعن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الخمر عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة الیه اقول الاعانة فی المعصیة وترویجها وتقریب الناس الیها معصیة وفساد فی الارض ومنها ان مخالطة النجاسات کالمیتة والدم والسرقین والعذرة فیها شناعة

نزدیک کرنا ہے اور ان چیزوں کی بیع وشراء کرنا اور انکا گھر میں رکھنا حرام کیا جائے تو اُن معاصی کو دور کرنا اور لوگوں کو اسبابِ کیطرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ ان چیزوں سے اجتناب کریں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان الله ورسوله حرم بیع الخمر الخ خدا تعالی اور اُس کے رسول نے شراب اور مردار اور سور اور بتوں کا فروخت کرنا حرام کیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے ان الله اذا حرم الخ خدا تعالی نے جس چیز کو حرام کیا تو اُس کے ثمن کو بھی حرام کیا یعنی جب ایک چیز کے نفع اٹھانے کا طریق متعین ہے مثلاً شراب صرف پینے کے لیے اور بت صرف پرستش کے لیے بنائے جاتے ہیں پس خدا تعالی نے اُس چیز کو حرام کیا ہے اسلیے حکمت الہیہ کا مقتضی ہوا کہ اُن کی بیع بھی حرام کیجائے اور نیز آپ نے فرمایا ہے مهر البغی الخ اجرت زنانہ کی پلید ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغنیہ کے کسب سے نہی فرمائی ہے میں کہتا ہوں مال کے حاصل کرنے میں گناہ کی آمیزش ہوتی ہے اُس مال سے بدو وجہ نفع حاصل کرنا حرام ہے ایک تو یہ کہ اُس مال کے حرام کرنے اور اُس سے انتفاع نہ حاصل کرنے میں معصیت سے باز رکھنا ہے۔ اور اُس قسم کے دستور جاری کرنے میں فساد کا جاری کرنا اور لوگوں کو اُس گناہ پر آمادہ کرنا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی دانست میں اور اُن کی سمجھ میں ثمن مبیع سے پیدا ہوتا ہے لہذا ملاء اعلی میں اُس ثمن کے لیے ایک وجود تشبیہی ہوتا ہے گویا کہ وہ خود مبیع ہے اور اسیطرح اجرت کے لیے وجود تشبیہی ہوتا ہے پس اُس مبیع اور اس عمل کی خباثت انکے علوم میں اُس ثمن اور اُس اجرت کے اندر سرایت کرجاتی ہے اور لوگوں کے نفوس میں بھی اُس صورت علمیہ کا اثر ہوتا ہے اور آپ نے شراب کے باب میں انکے نچوڑنیوالے اور نچڑوانے والے اور پینے والے اور لیجانے اور جسکے پاس لیجاتا ہے سب پر لعنت کی ہے میں کہتا ہوں معصیت کی اعانت کرنا اور اُس کا پھیلانا اور لوگوں کو اسکیطرف متوجہ کرنا بھی معصیت اور زمین میں فساد برپا کرنا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ نجاست کے ساتھ اختلاط کرنے میں مثل مردار و خون و گوبر اور پاخانہ وغیرہ کے نہایت قباحت

۱۲ ہدیہ	الخمر	الکلب	المغنیة	له

له اجرة الزانیة وقوله حلوان الکاهن ای الاجرة والرشوة والزمارة المغنیة والمخامرة المخالطة ۱۲

وسخط ويحصل بها مشابهة الشياطين والنظافة وهجر الرجز من اصول ما بعث النبي صلى الله عليه وسلم
لاقامته وبه تحصل مشابهة الملائكة والله يحب المتطهرين لم يكن بد من اباحة بعض المخالطة
اذ في سد الباب بالكلية حرج وجب ان ينهى عن التكسب بمعالجته والتجارة فيه وفي معنى النجاسة
الرفث الذي يستحيا منه كالسفاد ولذلك حرم بيع الميتة ونهى عن كسب الحجام وقال عند
الضرورة اطعمه ناضحك وعن عسب الفحل ويروى وضراب الجمل ورخص في الكرامة
وهي ما يعطى من غير شرط ومنها ان لا تنقطع المنازعة بين العاقدين لابهام في العوضين
او يكون العقد بيعة في بيعتين او لا يمكن تحقق الرضا الا برؤية المبيع ولم يره او يكون في البيع شرط
يحتج به من بعد ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع المضامين والملاقيح فالمضامين
ما في اصلاب الفحول والملاقيح ما في البطون وعن بيع حبل الحبلة وعن بيع الكالئ بالكالئ و
وعن بيعتين في بيعة ان يكون البيع بالف نقدا والفين نسيئة لانه لا يتعين احد الامرين عند
العقد وقيل ان يقول بعني هذا بالف على ان تبيعني ذلك بكذا وهذا شرط يحتج به المشارط
من بعد فيهما ومنه ان يبيع بشرط ان اراد البيع فهو احق به وقال فيه عمر رضي الله عنه

اور خدا تعالیٰ کی ناخوشی ہے اور اُس کے سبب سے شیاطین کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اور پاکیزگی اور نجاستوں
سے اجتناب کرنا ان اصول میں داخل ہے جنکے قائم کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا ہے اور جس کے سبب
ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اور پاکیزہ لوگوں کو خدا تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور چونکہ کسیقدر مخالطت مباح کیئے
بغیر بھی چارہ نہیں ہے اسلیئے کہ بالکل اسباب کے مسدود کرنے میں لوگوں پر نہایت دقت ہے لہذا اسیقدر ضروری
ہوا کہ ان ناپاک چیزوں کے اختلاط کے ساتھ پیشہ اختیار کرنے اور اُن کی تجارت کرنے سے نہی فرمائی جاوے اور جو ایسے
لغو وبیہودہ کام ہیں جنسے حیا کیجاتی ہو انکو بھی نجاست کا حکم ہے جیسے گابن کرانا اور اسی لیئے آپ نے مردار کے بیع کو حرام
کیا اور پچھنے لگانے کے پیشہ سے نہی فرمائی اور ضرورت کے وقت پر یہ فرمایا ہے اطعمه ناضحك یعنی اس اجرت سے اپنے اونٹ
کی خوراک دیدے اور گابن کرانیکی اجرت سے نہی فرمائی ہے اور ایک روایت میں اونٹ کے گابن کرنے کا لفظ آیا ہے اور
اگر بلا شرط کیئے اُس کو کچھ بطور تبرع دیا جاوے جس کے پاس گابن کرنیکا جانور ہے تو آپ نے اُس شخص کو اجازت دی
ہے اور منجملہ اسباب کراہت کے یہ ہے کہ عاقدین میں عوضین کے ابہام کے سبب سے قطع منازعت نہو
یا وہ عقد دو عقدوں میں سے ایک عقد ہو یا بغیر دیکھے مبیع کے رضا کا پایا جانا ممکن نہو اور مبیع کو اُس نے نہ دیکھا ہو یا بیع
کے اندر کچھ ایسی شرط لگائی جاوے جس سے بعد میں نزاع کرنیکا موقع ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مضامین اور ملاقیح کے بیع سے منع فرمایا ہے مضامین اسکا نام ہے جو نر کی پشت میں اور ملاقیح جو مادہ کی شکم میں ہو اور
بچہ کے بچے کی بیع اور قرض کے ساتھ بیع کرنے اور ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع کیا ہے۔ مثلاً ایک چیز
کو بایں طور فروخت کرے کہ اگر نقد لیتا ہے تو ایکہزار کو اور ادھار دو ہزار کو یا کہے اگر وہ چیز ہزار میں دے تو میں بھی یہ دوں گا

ط۱ ضراب الذكر على الانثى والناضح البعير يستقى عليه وعسب الفحل الكراء على ضرابه
وقوله وضراب الجمل برجستن بر ماده وقوله في الكرامة هي ما يعطى لصاحب الذكر من غير شرط
بل بطريق الهدية ۱۲ منه قال جماعة هو البيع بثمن مؤجل الى ان تلد الناقة ويلد ولدها وقال آخرون هو بيع ولد ولد
الناقة في الحال وهذا اقرب الى اللغة ۱۲

لا يحل لك وفيها شرط لأحد ونهى النبي صلى الله عليه وسلم عن الثنيا[1] حتى يعلم مثل ان يبيع عشرة افراق الا شيئاً لان فيه جهالة مفضية الى المنازعة وما كل جهالة تفسد البيع فان كثيراً من الامور يترك مهملاً في البيع واشتراط الاستقصاء حرج ولكن المفسد هو المفضي الى المنازعة ومنها ان يقصد بهذا البيع معاملة اخرى يترقبها في ضمنه او معه لانه ان فقد المطلوب لم يكن له ان يطالب ولا ان يسكت ومثل هذا حقيق بان يكون سبباً للخصومة بغير حق ولا يقضى فيها بشئ فصل

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل بيع وسلف[2] ولا شرطان في بيع مثل ان يقول بعت هذا على ان تقرضني كذا ومعنى الشرطين ان يشترط حقوق البيع ويشترط شيئاً خارجاً منها مثل ان يهبه كذا او يشفع له الى فلان او ان احتاج الى بيعه لم يبع الا منه ونحو ذلك فهذان شرطان في صفقة واحدة ومنها ان لا يكون التسليم بيد العاقد كبيع ما ليس بيد البائع وانما هو حق توجه على غيره وشئ لا يجده الا برفع قضية او اقامة بينة او سعي واحتيال او استيفاء واكتيال او نحو ذلك فانه مظنة ان يكون قضية في قضية او يحصل غرر وتخييب وكل ما ليس عندك فلا تأمن ان تجده الا بجهد النفس وربما يطالبه المشتري بالقبض فلا يكون عنده فيطالب الذي توجه عليه حقه ويذهب ليصطاد من البرية

عمرؓ نے فرمایا ہے لا یحل الخ تیرے لئے حلال نہیں ہے اور اگر کسی اور کے لئے یہ شرط کرے تو وہ بھی اسی قبیل سے ہے ۔۔۔۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبیع میں سے کسی چیز کے مستثنیٰ کرنے سے جبتک معلوم ہو منع فرمائی ہے مثلاً کوئی شخص کسی چیز کے دس ٹوکرے فروخت کرے اور بلا تعین اس میں سے کچھ مستثنیٰ کرے کیونکہ اسکے اندر جہالت پائی جاتی ہے جو منازعت کا منشأ ہے اور ہر جہالت سے بیع فاسد نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے امور بیع میں مجہول چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور اگر تمام امور کی تفتیش کیجائے تو اس میں ضرر عظیم ہے بلکہ وہ جہالت بیع کو فاسد کرتی ہے جسکا انجام منازعت ہو اور از انجملہ یہ ہے کہ اس بیع سے کوئی دوسرا معاملہ مقصود ہو کہ وہ بائع یا مشتری بیع کے ضمن میں یا اس کے ساتھ اس معاملہ کا امیدوار ہو اسلئے کہ اگر وہ مقصود حاصل نہو تو اسکو وہ نہ طلب کرسکتا ہے نہ سکوت کرسکتا ہے اور ایسی بات خواہ مخواہ ناحق خصومت کا باعث ہوتی ہے اور قاضی اُن میں پورا پورا فیصلہ نہیں کرسکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یحل بیع و سلف و لا شرطان الخ یہ درست نہیں کہ بیع بھی ہو اور قرض بھی اور نہ دو شرطیں ایک بیع میں ۔ مثلاً بائع کہے کہ اس چیز کو میں نے اس شرط پر فروخت کیا کہ تو مجھے اسقدر قرض دیدے اور دو شرطوں کے معنی یہ ہیں کہ ایک تو حق بیع کا شرط کرنا اور ایک کسی خارجی چیز کا شرط کرنا مثلاً یہ شرط لگائی کہ مجھکو فلاں چیز ہبہ کردینا یا فلاں شخص سے میری سفارش کردینا یا اگر تو کبھی اس چیز کو فروخت کرے تو میرے ہاتھ فروخت کرنا وعلی ہذا القیاس ۔ پس ان سب صورتوں میں ایک عقد کے اندر دو شرطیں پائی گئیں اور منجملہ اسباب کراہت کے یہ ہے کہ عاقد کے ہاتھ سے تسلیم نہ پائی جائے مثلاً مبیع ایسی چیز ہے جو بائع کے پاس موجود نہیں ہے بلکہ وہ کسی دوسرے شخص پر اسکا حق ہے یا وہ ایسی چیز ہے کہ جبتک وہ شخص اپنے مقدمہ کو قاضی کے ہاں پیش نہ کرے یا بینہ قائم نہ کرے یا اسکے ملنے کے طریقہ میں کوشش نہ کرے یا اُس پر قبضہ نہ کرے اور اسکی ناپ تول نہ کرائے جبتک وہ چیز اسکو نہیں مل سکتی اسلئے کہ اسمیں ایک قضیہ کے اندر دوسرے قضیے کے پیدا ہونے یا فریب کے پائے جانے اور مقصود کے حاصل نہ ہونے کا احتمال ہے اور جو چیز تیرے پاس موجود نہیں تو تجھکو اس پر بھروسہ نہ رہنا چاہیے کہ بغیر کوشش کے تجھکو دستیاب ہوجاویگی اور بسا اوقات مشتری بائع سے مبیع پر قبضہ کرنیکا مطالبہ کرتا ہے اور وہ مبیع اس کے پاس موجود نہیں ہوتی تو وہ خرید ا ہوا بائع سے اُس چیز کا مطالبہ کرتا ہے جسپر اسکا حق ثابت ہوتا ہے اور جنگل میں شکار کو جاتا ہے

[1] الاستثناء من البيع ١٢ [2] اے لا یحل ان یبیع من المشتری شیئاً باکثر من قیمته بقرضه ترمذی فیحتمل ان یکون المراد ما ذکره المصنف ١٢

او يشتري من السوق او يستوهب من صديقه وهذا اشد المناقشات قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تبع ما ليس عندك ونهى عن بيع الغرر وهو الذي لا يتيقن انه موجود اولا وهل يجده اولا قال صلى الله عليه وسلم من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يستوفيه قيل مخصوص بالطعام لانه اكثر الاموال تداولا وحاجة ولا ينتفع به الا باهلاكه فاذا لم يستوف فربما تصرف فيه البائع فيكون قضية في قضية وقيل يجري في المنقول لانه مظنة ان يتغير ويتعيب فتحصل الخصومة وقال ابن عباس رضي الله عنهما ولا احسب كل شيء الا مثله وهو الاقيس بما ذكرنا من العلة ومنها ما هو مظنة لمناقشات وقعت في زمانه صلى الله عليه وسلم وعرف انه حقيق بان تكون فيه المناقشات كما ذكر زيد بن ثابت رضي الله عنه انهم كانوا يحتجون بعاهات[1] تصيب الثمار يقولون اصابها اقشام دمان[2] فنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها لئلا يتهم الا ان يشترط القطع في الحال وعن السنبل حتى يبيض ويأمن العاهة وقال ارأيت اذا منع الله الثمرة بم يأخذ احدكم مال اخيه يعني انه غرر لانه على خطر ان يهلك فلا يجد المشتري عليه ما قد لزمه الثمن وكذا في بيع السنين ومنها ما يكون سببا لسوء انتظام المدينة واضرار بعضها بعضا فيجب اخمالها والصد عنها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تلقوا الركبان لبيع ولا يبع بعضكم

یا بازار میں خرید نے کا قصد کرتا ہے یا اپنے کسی دوست سے ہبہ کے طور پر طلب کرتا پھرتا ہے اور اس میں بڑے جھگڑوں وخصومت کا پیدا کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تبع الخ جو چیز تیرے پاس موجود نہیں ہے اسکو فروخت مت کرو۔ بیع الغرر سے بھی آپ نے نہی فرمائی ہے اس کی یہ صورت ہے کہ اس میں مبیع کے موجود ہونے یا نہونے اور ملنے و نہ ملنے کا یقین نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ابتاع الطعام الخ جو شخص غلہ کو خرید ے تو جبتک اسپر قبضہ نکرے اس کو فروخت نہ کرے بعض کے نزدیک یہ حکم غلہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اموال کے جملہ اقسام میں غلہ کا لین دین اور اس میں حاجت زیادہ ہے اور جبتک اسکو ہلاک نہ کیا جائے انسان اس سے منتفع نہیں ہوسکتا اور جبتک مشتری نے اسپر قبضہ نہیں کیا ہے تو بسا اوقات بائع کا اس میں تصرف کرنے اور قضیہ کے اندر قضیہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض کے نزدیک تمام منقولات میں یہ حکم جاری ہے کیونکہ سب میں تغیر و نقصان کے پیدا ہونے اور خصومت کے پائے جانے کا احتمال ہے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ہر چیز کو مثل غلہ کے سمجھتا ہوں اور ہمنے جو علت بیان کی ہے اُسکے لحاظ سے یہ قول قریب قیاس ہے اور از انجملہ کراہت کی صورت ایک یہ ہے جسمیں ان منازعات کے پیدا ہونے کا احتمال ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہوچکے ہیں اور انکو انمیں مناقشات کا احتمال غالب معلوم ہوا ہے جیسے زید بن ثابت نے بیان کیا ہے کہ جب پھلوں کو کسی قسم کی آفت عارض ہو اکرتی تھی تو خرید نے والے بعد کو نزاع کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ پھل گلگئے اور گر پڑے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کے بیع سے جبتک اُن کا سالم رہنا ظاہر ہو جاے منع فرمایا ہے مگر جس صورت میں فی الحال درخت سے پھل کا توڑ لینا شرط کرلیا جاے اسیطرح غلہ کے بال سے جبتک کہ پختہ ہو کر سفید اور آفت سے محفوظ نہ ہو جاے اُس کے بیع سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ دیکھو تو اگر خدا تعالی اُس پھل کو روک دے تو تم سے کوئی شخص کس چیز کے بدلے اپنے بھائی کا مال لیگا یعنے اُس میں دھوکہ ہے کیونکہ ایسے وقت میں مبیع کے ہلاک ہونیکا خطرہ ہے پس بائع کو مبیع میسر نہو سکیگا اور ثمن اُس کے ذمہ لازم ہو جائیگا اور اسیطرح برسوں کے لیئے بیچ کر دینا منع ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اُسمیں شہر کے انتظام میں نقصان آتا ہو اور بعض کو بعض سے ضرر پہونچتا ہو ایسی چیز کو دور کرنا اور لوگوں کو اُس سے روکنا واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا

ا ے یقبضہ ۱۲ قولہ تداولا ای تداولا ۱۲ [1] آفات ۱۲ [2] الاقشام بالضم ان ینتفض الثمر قبل ان یدرک والدمان بالفتح وقیل بالضم فساد

۳ الثمر وعفنہ واسوداد ہ ۱۲ قولہ حتی السنبل کے یبیض قولہ بہ اے بای شئ یعتقد بہ ای بای شئ ۱۲ قولہ فی بیع السنین لے السنة ۱۲

علی بیع بعض ولا یسم الرجل علی سوم اخیہ ولا تناجشوا ولا یبیع حاضر لباد **اقول** اما تلقی الرکبان[1] فھو ان یقدم رکب بتجارۃ فیتلقاہ رجل قبل ان یدخلوا البلد ویعرفوا السعر فیشتری منھم بارخص من سعر البلد وھذا مظنۃ ضرر بالبائع لانہ ان وجاء بالسوق کان اغلی لہ ولذلک کان لہ الخیار اذا عثر علی الضرر وضرر بالعامۃ لانہ توجہ فی تلک التجارۃ حق سکان اھل البلد جمیعا والمصلحۃ المدنیۃ تقتضی ان یقدم الاحوج فالاحوج فان استووا سوی بینھم او اقرع فتر جیح واحد منھم بالتلقی نوع من الظلم ولیس لھم الخیار لانہ لم یفسد علیھم مالھم وانما منع ما کانوا یرجونہ واما البیع علی البیع فھو تضییق علی اصحابہ من التجار وسوء معاملۃ معھم وقد توجہ حق البائع الاول وظھر وجہ رزقہ فافسادہ علیہ ومزاحمتہ فیہ نوع ظلم وکذا السوم علی سوم اخیہ فی التضییق علی المشترین والاساءۃ معھم وکثیر من المناقشات والاحقاد تنبعث فیھم من اجل ھذین والنجش ھو زیادۃ الثمن بلا رغبۃ فی المبیع تغریرا للمشترین وفیہ من الضرر ما لا یخفی وبیع الحاضر للبادی ان یحمل البدوی متاعہ الی البلد یرید ان یبیعہ بسعر یومہ فیأتیہ الحاضر فیقول خل متاعک عندی حتی ابیعہ علی المھلۃ بثمن غال ولو باع البادی بنفسہ لارخص ونفع البلد بین وانتفع

بیع کے لیے تلقی رکبان مت کرو اور نہ تم میں سے بیع پر بیع کریں اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت کرتے وقت قیمت کرے اور نہ نجش کرو اور نہ کوئی شہری قریہ والے کے لیے فروخت کرے۔ میں کہتا ہوں کہ تلقی رکبان کی تو یہ صورت ہے کہ جب باہر سے سوداگر تجارت کا مال بھر کر لاویں اور شہر میں داخل ہونے اور نرخ معلوم کرنے سے پیشتر کوئی شخص باہر ہی اُن سے ملکر شہر کے نرخ کے اعتبار سے ارزانی کے ساتھ وہ مال اُنسے خرید لے اور اس میں بائع کا بھی ضرر اور عامہ لوگوں کا بھی ضرر ہے بائع کا تو ضرر یہ ہے کہ اگر وہ بازار میں آتا تو کسیقدر گرانی کے ساتھ فروخت کرتا لہذا اُس بیع میں اگر بائع کو اپنے ضرر پر آگاہی ہو جائے تو اُسکو بیع کے رد کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور عامہ لوگوں کا یہ ضرر ہے کہ اُس تجارت میں سب شہروالوں کا حق متعلق ہو گیا ہے اور مصلحت مدینہ کا مقتضی یہ ہے کہ جسکو جسقدر ضرورت ہے اسیقدر بترتیب اُس کو مقدم کیا جائے اور اگر حاجت میں برابر ہوں تو اُن میں برابری کیجائے یا قرعہ اندازی کیجائے۔ پس بالا ہی بالا ایک شخص کو بلا ترجیح اُس مال کے لے لینے میں ایک قسم کا ظلم ہے مگر شہروالوں کو اس بیع کے نسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اُس شخص نے اُن لوگوں کے مال کا کچھ نقصان نہیں کیا اُس نے صرف یہ کیا ہے کہ جس چیز کی اُن کو امید تھی وہ چیز اُس نے اُن سے روک لی۔ اور بیع پر بیع کرنے میں اپنے ساتھ کے تاجروں کا تنگ کرنا اور اُن کے ساتھ بدمعاملگی ہے اور بائع اول کا حق متوجہ ہو چکا ہے اور اُسکے رزق کی صورت نکل آئی ہے اُس صورت کا بگاڑنا اور اُس کے معاملہ میں دخل دینا ایک قسم کا ظلم ہے اور اسیطرح دوسرے شخص کے قیمت لگاتے وقت قیمت لگانے میں خریداروں کو تنگ کرنا اُن کے ساتھ بدمعاملگی ہے اور بہت سے مناقشات اور عداوتیں ان دو باتوں سے پیدا ہوتی ہیں اور نجش اُسکو کہتے ہیں کہ بلا قصد خریدنے مبیع کے مشتریوں کو فریب میں ڈالنے کے لیے قیمت بڑھا دینا۔ اور اُس میں جسقدر ضرر ہے ظاہر ہے اور بیع شہر والے کی گاؤں والے کے لیے اُسکی یہ صورت ہے کہ گانوالا اپنے مال کو لاد کر شہر کیطرف اُس ارادے سے کہ اُسی دن کے نرخ سے فروخت کرے پس اُس کے پاس شہر والا آوے اور یہ کہے کہ اپنے مال کو میرے پاس چھوڑ دے یہانتک کہ اُسکو کچھ دنوں روک کر برنرخ گراں فروخت کروں گا اور اگر گانوں والا خود اُسکو فروخت کرتو برنرخ ارزاں فروخت کرتا اور نفع شہر کا اس میں ظاہر ہے

[1] الرکبان الذین یجلبون الطعام ۱۲

هو ايضاً فان انتفاع التجار يكون بوجهين ان يبيعوا بثمن غالٍ بالمهلة على من يحتاج الى الشئ اشد حاجة فيستقل في جنبها ما يبذل وان يبيعوا بربح يسير ثم ياتوا بتجارة اخرى عن قريب فيربحوا ايضاً وهلم جرا وهذا الانتفاع اوفق بالمصلحة المدنية واكثر بركة وقال صلى الله عليه وسلم من احتكر فهو خاطئ[1] وقال عليه السلام الجالب مرزوق والمحتكر ملعون[2] **اقول** وذلك لان حبس المتاع مع حاجة اهل البلد اليه لمجرد طلب الغلاء وزيادة الثمن اضرار بهم بتوقع نفع ما وهو سوء انتظام المدينة ومنها ما يكون فيه التدليس على المشتري قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد ان يحلبها ان رضيها امسكها وان سخطها ردها وصاعاً من تمر ويروى صاعاً من طعام لا سمراء **اقول** التصرية جمع اللبن في الضرع ليتخيل المشتري غزارته فيغتر ولما كان اقرب شبه بخيار المجلس والشرط لان عقد البيع كانه مشروط بغزارة اللبن لم يجعل من باب الضمان بالخراج ثم لما كان قدر اللبن وقيمته بعد اهلاكه واتلافه متعذر المعرفة جداً لاسيما عند تشاكس الشركاء[3] وفي مثل البدو وجب ان يضرب له حد معتدل بحسب المظنة الغالبية يقطع به النزاع ولبن النوق فيه زهومة[4]

اور اسکو بھی نفع ہوتا اسلیئے کہ تاجروں کے نفع اٹھانے کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ کچھ دنوں روک کے اپنے مال کو بہ نرخ گران فروخت کریں اُن لوگوں کے ہاتھ جنکو اس مال کی نہایت حاجت ہے اور حاجت کے مقابلہ میں جو کچھ قیمت وہ دیتے ہیں وہ انکو کم معلوم ہوتی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ تھوڑا سا نفع لیکر اس مال کو فروخت کرکے پھر جلدی سے تجارت کا اور مال لاکر اس میں بھی نفع اٹھائیں وعلیٰ ہذا القیاس - اور یہ انتفاع شہر کی مصلحت کے ساتھ مناسب تر اور برکت کے اعتبار سے اکثر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احتکر فھو الخ جو تجارت کے مال کو روکے پس وہ گنہگار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الجالب الخ لانیوالا مرزوق ہے اور روکنے والا ملعون - میرے نزدیک اُس کی یہ وجہ ہے کہ بامید نفع کے اور باوجود حاجت اہل شہر کے اُس کیطرف صرف گرانی نرخ اور زیادتی ثمن کے اعتبار سے روکنا مال کا شہر والوں کے حق میں ضرر اور بدنظمی شہر کا سبب ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ مشتری کو اس میں فریب دینا ہو اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تصروا الابل والغنم الخ مت تصریہ کرو تم اونٹ اور بکری میں پس جو شخص اُسکے بعد اُس کو خریدے پس وہ اُس کے دوہنیکے بعد بخیر النظرین ہے اگر اس مبیع سے راضی ہو تو روک لے اسکو اور اگر اُس سے ناخوش ہو تو اسکو واپس کردے اور ایک صاع تمر بھی دیدے اور روایت کیا گیا ہے صاعا من الطعام الخ میں کہتا ہوں تصریہ کے معنے تھن میں دودھ کے جمع کرنے کے ہیں تاکہ مشتری دودھ کی کثرت کا خیال کرے پس فریب میں پڑجائیگا اور چونکہ اسکو خیار مجلس اور خیار شرط کے ساتھ زیادہ تر مشابہت تھی کیونکہ یہاں پر عقد بیع میں گویا دودھ کی کثرت شرط کردی گئی ہے پھر ہرگاہ اندازہ دودھ اور اسکی قیمت کا بعد اُسکے ہلاک اور تلف کرنے کے بلا تمسک متعذر المعرفت تھا خاصکر وقت بداخلاقی شریکوں کی اور بدویت کے اسلیئے واجب ہوئی یہ بات کہ باعتبار احتمال غالب کی ایک حد معتدل بیان کی جائے - تاکہ خصومت قطع ہو اور چونکہ اونٹنیوں کی دودھ میں ایک قسم کی بہک ہوتی ہے -

[1] آم ١٢ منہ الاحتکار المحرم ہو فی الاقوات خاصۃ بان یشتری الطعام وقت الغلاء ویبیعہ فی الغلاء بل یدخرہ لیغلو فاما اذا جاء من قریتہ او اشتراہ فی وقت الرخص وادخرہ وباعہ فی الغلاء فلیس باحتکار ولا تحریم فیہ کذا قال الطیبی ١٢ منہ [3] سوء اخلاقہم ١٢ منہ [2] اے ربح منفعتہ ١٢

ویوجد رخیصا ولبن الغنم طیب یوجد غالبا فجعل حکمہما واحدا فتعین ان یکون صاعا من ادنی جنس یقتاتون بہ کالتمر فی الحجاز والشعیر والذرۃ عندنا لا من الحنطۃ والارز فانہما اعلی الاقوات واعلاہا واعتذر بعض من لم یوفق للعمل بہذا الحدیث بضرب قاعدۃ من عند نفسہ فقال کل حدیث لا یرویہ الا غیر فقیہ اذا انسد باب الرای فیہ یترک العمل بہ وہذہ القاعدۃ علی ما فیہا لا تنطبق علی صورتنا ہذہ لانہ اخرجہ البخاری عن ابن مسعود[1] ایضا وناہیک بہ ولانہ بمنزلۃ سائر المقادیر الشرعیۃ یدرک العقل حسن تقدیر ما فیہ ولا یستقل بمعرفۃ حکمۃ ہذا القدر خاصۃ اللہم الا عقول الراسخین فی العلم وقال صلی اللہ علیہ وسلم فی صبرۃ طعام داخلہا بلل افلا جعلتہ فوق الطعام حتی یراہ الناس من غش فلیس منی ومنہا ان یکون الشیٔ مباح الاصل کالماء العد[2] فیتغلب ظالم علیہ فیبیعہ وذلک تصرف فی مال اللہ من غیر حق واضرار بالناس ولذلک نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع فضل الماء لیباع بہ الکلاء **اقول** ہو ان یتغلب رجل علی عین او واد فلا یدع احدا یستقی منہ ما شیتہ الا باجر فانہ یفضی الی بیع الکلا المباح یعنی یصیر الرعی عن ذلک باذاء مال وہذا باطل لان الماء والکلاء مباحان وہو قولہ علیہ السلام فیقول اللہ الیوم امنعک فضلی کما منعت فضل ما لم تعمل یداک وقیل یحرم بیع الماء الفاضل عن حاجتہ لمن اراد الشرب

اور ارزانی پائی جاتی ہے اور بکریوں کا دودھ عمدہ ہوتا ہے اور گرانی پائی جاتی ہے اسلیئے دونوں کا حکم ایک ہو لہٰذا یہ بات متعین ہوئی کہ جو چیز ادنیٰ ہے جسکا وہ قوت کرتے ہیں اُس کا ایک صاع مقرر کیا جاے جیسے چھوارا ملک حجاز میں اور جو وجوار ہمارے ملک میں نہ گیہوں اور چاول اسلیئے کہ یہ قوت کے اعتبار سے گران اور اعلیٰ درجے کی چیزیں ہیں اور بعض اُن لوگوں نے کہ جنکو اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ہے انھوں نے اپنی طرف سے ایک قاعدہ مقرر کرلیا اور کہا کہ جس حدیث کی غیر فقیہ روایت کرے۔ اور اس میں قیاس نہ چل سکے تو اس میں عمل متروک ہوجاتا ہے اور اس قاعدہ میں اول تو کلام ہے دوسرے یہ قاعدہ اس صورت میں منطبق نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ اس حدیث کو بخاری نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے (حالانکہ وہ افقہ الناس تھے) اور اسقدر جواب کے لیئے کافی ہے اور اس لیئے کہ وہ بمنزلہ تمام اُن مقادیر شرعیہ کے ہے کہ عقل اُن میں مقرر کرنے کی خوبی معلوم کرسکتی ہے مگر خاص کر اُس مقدار کی حکمت معلوم کرنے میں عقل مستقل نہیں ہے بار خدا مگر اُن لوگوں کی عقلیں جو راسخین فی العلم ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ غلہ کا ڈھیر دیکھا جسکو اُس کے مالک نے اندر سے تر کر رکھا تھا آپ نے فرمایا تو نے اُسکو اوپر کیوں نہیں کیا تاکہ لوگ اُسکو دیکھتے اور فرمایا جو شخص فریب کرے وہ مجھ سے نہیں اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ چیز مباح الاصل ہو جیسے وہ پانی کہ جاری ہو اور کثرت سے ہو اور کوئی شخص ظلم و تغلب کر کے اُسکو فروخت کیا کرے کیونکہ اُس میں بلا حق خدا تعالیٰ کے مال میں تصرف کرنا اور لوگوں کو ضرر پہونچانا ہے لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زیادہ پانی کے فروخت کرنے سے تاکہ اس کے سبب گھانس کا فروخت کرنا لازم آے منع فرمایا ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ شکل ہے کہ کوئی شخص کسی چشمہ یا کسی جھیل پر تغلب کرلے اور کسی مویشی کو بغیر کرایا لئے نہ پینے دے اور اُس میں گھاس کا جو مباح شئی ہے فروخت کرنا لازم آتا ہے یعنی ایسے وقت میں مواشی کے چرانے کی قیمت دینی پڑیگی اور یہ باطل ہے اسلیئے کہ پانی و گھاس دونوں مباح چیزیں ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فیقول اللہ الخ پس خدا تعالیٰ فرمائیگا آج میں تجھسے اپنے فضل کو روکتا ہوں جسطرح تو نے اُس چیز کی فضل کو روکا جو بغیر تیری محنت کے پیدا ہوئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ حاجت سے زیادہ پانی کا اُس شخص

[1] وہو افقہ الصحابۃ ۱۲ [2] الدائم غیر المنقطع ۱۲

او سقی الدواب قال صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلاء والنار **اقول** یتاکد استحباب المواسات فی ہذہ فیما کان مملوکا ومالیس بمملوک امرہ ظاہر۔

احکام البیع

قال صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ رجلا سمحا اذا باع واذا اشتری واذا اقتضی **اقول** السماحۃ من اصول الاخلاق التی تتہذب بہا النفس وتتخلص بہا عن احاطۃ الخطیئۃ وایضا فیہا نظام المدینۃ وعلیہا بناء التعاون وکانت المعاملۃ بالبیع والشراء والاقتضاء مظنۃ لضد السماحۃ فسجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی استحبابہا وقال صلی اللہ علیہ وسلم الحلف منفقۃ للسلعۃ ممحقۃ للبرکۃ **اقول** یکرہ اکثار الحلف فی البیع لشیئین کونہ مظنۃ لتغریر المتعاملین وکونہ سببا لزوال تعظیم اسم اللہ من القلب والحلف الکاذب منفقۃ للسلعۃ لان مبنی الانفاق علی تدلیس المشتری وممحقۃ للبرکۃ لان مبنی البرکۃ علی توجہ دعاء الملائکۃ الیہ وقد تباعدت بالمعصیۃ بل دعت علیہ وقال علیہ السلام یا معشر التجار ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ **اقول** فیہ تکفیر الخطیئۃ وجبر ما فرط من غلواء النفس وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام فیمن باع بالدنانیر واخذ مکانہا الدراہم لا باس ان تاخذہا

ہاتھ فروخت کرنا جو خود پینا چاہتا ہو یا مواشی کو پلانا چاہتا ہو حرام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المسلمون الخ تین چیزوں میں سب مسلمان شریک ہیں پانی اور گھانس اور آگ میں ۔ میں کہتا ہوں اگر یہ چیزیں کسی کی مملوک بھی ہوں تب بھی ان چیزوں میں ہمدردی نہایت مستحب ہے اور اگر مملوک نہیں ہیں تب تو انکا حال شرکت میں ظاہر ہے ۔

تکفیر الخطیئۃ ای فی النفوس وجبر ما فرط ای ما صدر ۱۲ [marginal note, partly illegible]

بیع کے احکام کا بیان

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالی سہولیت والے آدمی پر رحم کرے جب وہ کسی چیز کو فروخت کرے اور جب خریدے اور جب وہ تقاضا کرے ۔ میں کہتا ہوں سماحت منجملہ اُن اصول اخلاق کے ہے جس سے نفس مہذب ہوتا ہے اور گناہوں کی قید سے اسکی سبب سے رہائی ہوتی ہے اور نیز سماحت میں شہر کا انتظام قائم رہتا ہے اور اُس پر باہمی معاونت کا دار ومدار ہے اور بیع وشرا وتقاضا ایسی چیزیں ہیں جن میں سماحت کے خلاف امور کا احتمال ہوتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور میں سماحت کے ساتھ برتاؤ کرنا مستحب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحلف الخ حلف سودے کا چلانیوالا اور برکت کا گھٹانیوالا ہے ۔ میں کہتا ہوں بیع کے اندر بہت سی قسمیں کھانا بُرا ہے بدو وجہ ۔ ایک تو یہ کہ اسمیں مشتری کو لوگوں سے دھوکہ کا احتمال ہے دوسرے خدا کے نام کی قلب سے تعظیم جاتے رہنے کا احتمال ہے اور جھوٹی قسم کھانے سے اگرچہ سودا خوب فروخت ہوتا ہے کیونکہ اس کا مبنی مشتری پر عیب کے پوشیدہ رکھنے پر ہے مگر برکت کم ہوجاتی ہے کیونکہ برکت کا مدار ملائکہ کی دعا کے متوجہ ہونے پر ہے اور معصیت کے سبب سے اُن کی دعا کو بُعد ہو جاتا ہے بلکہ ملائکہ ایسے وقت میں اُس شخص پر بد دعا کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا معشر الخ اے گروہ تجار بیع کے اندر لغو باتیں اور قسم ہوا کرتی ہیں لہذا تم بیع میں صدقہ ملالیا کرو ۔ میں کہتا ہوں کہ صدقہ کے آمیزش سے گناہ دور ہوجاتے ہیں اور نفس کے غلبہ کے سبب جو اس شخص سے کچھ قصور ہوجاتا ہے اسکا تدارک ہوجاتا ہے آنحضرت نے اُس شخص کے بابت جسنے کسی چیز کو اشرفیوں فروخت کرکے اُنکے عوض میں مشتری سے درہم لیلئے تھے فرمایا لا باس الخ اگر اسی روز کی قیمت درہم کو لیلے

بسعر يومها ما لم تفترقا وبينكما شیٔ اقول لانهما ان افترقا وبينهما شیٔ مثل ان يجعلا تمام صرف الدينار بالدراهم موقوفا على ما يأمر به الصيرفيون او على ان يزنه الوزان او مثل ذلك كان مظنة ان يحتج به المحتج ويناقش فيه المناقش ولا تصفو المعاملة قال صلى الله عليه وسلم من ابتاع نخلا بعد ان تؤبر فثمرتها للبائع الا ان يشترط المبتاع اقول ذلك لانه عمل زائد على اصل الشجرة وقد ظهرت الثمرة على ملكه وهو يشبه الشیٔ الموضوع فی البيت فيجب ان يوفی له حقه الا ان يصرح بخلافه وقال صلى الله عليه وسلم ما كان من شرط ليس فی كتاب الله فهو باطل اقول المراد كل شرط ظهر النهی عنه وذكر فی حكم الله نفيه لا النفی البسيط ونهی عليه السلام عن بيع الولاء وعن هبته لان الولاء ليس بمال حاضر مضبوط انما هو حق تابع للنسب فكما لا يباع النسب لا ينبغی ان يباع الولاء وقال صلى الله عليه وسلم الخراج بالضمان اقول لا تنقطع المنازعة الا بان يجعل الغنم بالغرم فمن رد المبيع بالعيب ان طولب بخراجه كان فی اثبات مقدار الخراج حرج عظيم فقطع المنازعة بهذا الحكم كما قطع المنازعة فی القضاء بان ميراث الجاهلية على ما قسم

تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ تم دونوں کے جدا ہوتے وقت کچھ معاملہ تم میں باقی نہ رہا ہو۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ اگر جدا ہوتے وقت ان دونوں میں کچھ معاملہ باقی ہے مثلاً بایں طور کہ وہ دونوں اشرفیوں سے دراہم کے بدلے کی پختگی کو صرافوں کے بیان کرنے یا وزن کش کے وزن کرنے پر موقوف رکھیں اور علیٰ ہذا القیاس تو ایسے وقت میں حجت و نزاع کرنے والے کو حجت و نزاع کا موقع باقی ہے اور معاملہ صاف نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ابتاع الخ جو شخص چھوارے کے درخت کو گابہ لگنے کے بعد خریدے تو اُس درخت کا پھل بائع کا ہے مگر جس صورت میں مشتری شرط کرے۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ گابہ لگانا اُس درخت سے زائد ایک فعل ہے اور بائع کی ملک میں ثمر کا ظہور ہو گیا پس اُس کا حال اُس شئے کا سا ہے جو ایک مکان میں رکھی ہوئی ہو لہذا یہ بات ضرور ہے کہ اُس کا حق اُسکو دلایا جائے مگر جس صورت میں اُسکے خلاف کی تصریح ہو جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو ایسی شرط لگائی جائے کہ جسکا کتاب الٰہی میں ذکر نہیں ہے تو وہ باطل ہے میں کہتا ہوں اس سے وہ شرط مراد ہے جس سے خدا تعالیٰ نے نہی فرمائی ہے اور حکم الٰہی میں اُسکی نفی کو بیان کیا ہے صرف نفی مقصود نہیں ہے کہ اس شرط کا بالکل ذکر نہ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الولاء اور ہبہ ولاء سے نہی فرمائی ہے کیونکہ ولاء کوئی موجود و معین شئے نہیں ہے بلکہ صرف وہ ایک حق ہے جو نسب کے تابع ہے پس جسطرح نسب کی بیع نہیں ہوتی اسیطرح ولاء کی بیع بھی نہ ہونی چاہیئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخراج الخ آمدنی تاوان کے ساتھ ہے (یعنے جو تاوان دیگا وہی آمدنی لیگا) پس مبیع کی آمدنی بیع کے رد کرنے کے بعد مشتری کو ملیگی۔ میں کہتا ہوں منازعت کے قطع کرنے کی بجز اسکے کوئی صورت نہیں ہے کہ مبیع کے ہلاک ہو جانے کے بعد جو شخص تاوان دیتا ہے اُنہی کو اُس کی آمدنی دلائی جائے پس اگر عیب کے سبب سے مشتری مبیع کو رد کردے اور اُس اثنا میں مبیع سے جو کچھ آمدنی ہوئی ہے اُس خریدار سے اُس کا مطالبہ کیا جائے تو آمدنی کی مقدار کے ثابت کرنے میں حرج عظیم ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حکم سے منازعت کو قطع فرمایا جسطرح قضاء میراث کے بارے میں آپ نے منازعت کو بایں طور قطع کیا ہے کہ جاہلیت کی میراث اُسی حالت پر رکھی جائے جس حالت پر تقسیم کی گئی ہے

ف لہ التابیر ۱۲ ــہ ہو ما یحصل من کراء الدار البعاقۃ او اجرۃ عبد او دابۃ مبتاعین او غیر ہا من العین المشتراۃ للمشتری بان یشتری العین ویوجرہا او یاخذ ما اجرتہا ان تم بطیع حتی علیہا فلہ ردہا علی البائع وما حصل من اجرتہا فہو للمشتری لانہ کان ضامنا او ہلک المبیع فی یدہ فلہذا قال الخراج بالضمان اے الخراج حق المشتری بسببہ

قال صلی اللہ علیہ وسلم البیعان اذا اختلفا والمبیع قائم لیس بینہما بینۃ فالقول ما قال البائع او یترادان
اقول وانما قطع بہ المنازعۃ لان الاصل ان لا یخرج شیء من ملک احد الا بعقد صحیح وتراض
فاذا وقعت المشاحۃ وجب الرد الی الاصل والمبیع مالہ یقینا وھو صاحب الید بالفعل او قبل
العقد الذی لم تتقرر صحتہ والقول قول صاحب المال لکن المبتاع بالخیار لان البیع
مبناہ علی التراضی وقال صلی اللہ علیہ وسلم الشفعۃ فیما لم یقسم فاذا وقعت الحدود و
صرفت الطرق فلا شفعۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام الجار احق بصقبہ اقول الاصل فی
الشفعۃ دفع الضرر من الجیران والشرکاء وعندی ان الشفعۃ شفعتان شفعۃ یجب للمالک ان
یعرضہا علی الشفیع فیما بینہ وبین اللہ وان یؤثرہ علی غیرہ ولا یجبر علیہا فی القضاء وھی للجار الذی
لیس بشریک وشفعۃ یجبر علیہا فی القضاء وھی للجار الشریک فقط وھذا وجہ الجمع بین
الاحادیث المختلفۃ فی الباب وقال صلی اللہ علیہ وسلم من اقال اخاہ المسلم صفقۃ کرہہا
اقال اللہ عثرتہ یوم القیمۃ اقول یستحب اقالۃ النادم فی صفقتہ دفعا للضرر عنہ ولا یجب
لان المرء ماخوذ باقرارہ لازم علیہ ما التزمہ وحدیث جابر رضی اللہ عنہ بعت واستثنیت
حملانہ الی اہلی اقول فیہ جواز الاستثناء فیما لم یکن محل المناقشۃ وکانا متبرعین متباذلین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے البیعان اذا اختلفا والمبیع قائم لیس بینہما بینۃ الخ
اور وہ دونوں جنمیں بینہ نہو اگر ان میں اختلاف واقع ہو اور مبیع بھی موجود ہو پس قول بائع کا معتبر ہوگا یا ہر دونوں
رد کر دینگے۔ میں کہتا ہوں آپ نے قطع منازعت اسلیئے کی کہ اصل یہ بات ہے کہ کوئی چیز کسی شخص کی ملک سے نکلتی
نہیں ہے مگر بواسطہ صحیح بیع کے یا رضامندی کے پھر جب منازعت واقع ہوئی تو اصل کیطرف رد ضروری ہوا اور مبیع بائع کا
مال ہونا یقینی ہے اور مبیع پر اُس کا قبضہ ہے اسوقت یا قبل اُس عقد کے جسکی صحت ثابت ہوتی ہے اسلیئے بائع کا قول
معتبر ہے لیکن خریدار کو اختیار ہے اسلیئے کہ بنا بیع کا رضامندی پر ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
الشفعۃ الخ یعنے شفعہ اُس چیز میں ہوتا ہے جو تقسیم نہیں ہوئی ہے پھر جبکہ اُس میں حدین پڑ جاویں اور راستے ہو
جاویں تو اُس میں شفعہ نہیں ہوتا اور نیز آپ نے فرمایا ہے الجار الخ کہ ہمسایہ اپنے قرب کے باعث زیادہ حقدار ہے
میں کہتا ہوں اصل شفعہ میں ہمسایوں اور شریکوں سے ضرر کا دور کرنا ہے اور میرے نزدیک شفعہ کی دو قسمیں ہیں
ایک تو وہ شفعہ ہے کہ مالک پر فیما بینہ وبین اللہ شفیع کے لیئے اُس شفعہ کا پیش کرنا اور دوسروں پر اُسکا مقدم کرنا اور عند اللہ تعالی
وہ مالک اُس کے پیش کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اُس قسم کا شفعہ اُس جار کے لیئے ہوتا ہے جو شریک نہیں ہے اور ایک وہ شفعہ
ہے جسپر مالک عند القاضی مجبور کیا جاتا ہے یہ شفعہ صرف شریک کے لیئے ہے اور احادیث جو اِس باب میں وارد ہوئی ہیں
اُنکی تطبیق کی صورت یہی ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے من اقال اخاہ المسلم صفقۃ کرہہا الخ
جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے اُس عقد کو لوٹا لیگا جو اُس کے ناپسند ہے خدا تعالی قیامت کے روز اُس کی خطا
سے درگذر فرمائیگا میں کہتا ہوں جس شخص کو عقد کرنیکے بعد افسوس ہو تو اُس سے رفع ضرر کے لیئے اقالہ کرنا مستحب
ہے اور واجب نہیں ہے کیونکہ ہر شخص اپنے اقرار میں ماخوذ ہوتا ہے او جو چیز اپنے اُوپر لازم کرتا وہ اُسکو لازم ہو جاتی ہے
جابر نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے اُس اونٹ کو فروخت کر کے اپنے گھر تک سوار ہو کر جانیکو مستثنی کر لیا میں کہتا ہوں اِس سے اُن چیزوں کی
بیع میں استثنا کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے جہاں مناقشہ کا موقع نہو اور دونوں عاقدین باہم سلوک کرنے والے اور فراخ دل ہوں ۔

حیر الیس بیسیر الخ ثم اقال بعیرہ بوقیۃ قال فبعتہ الخ وقولہ واستثنیت حملانہ الی اہلی ای قلت الی ارکبہ الی المدینۃ ۱۲

لان المنع انما ھو لکونہ مظنۃ المناقشۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم من فرق بین والدۃ و ولدھا فرق اللہ بینہ وبین احبتہ یوم القیمۃ وقال لعلیؓ رضی اللہ عنہ حین باع احد الاخوین ردہ **اقول** التفریق بین والدۃ وولدھا یھیجھما علی الوحشۃ والبکاء ومثل ذلک حال الاخوین فوجب ان یجتنب الانسان ذلک قال اللہ تعالی اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع **اقول** یتعلق الحکم بالنداء الذی ھو عند خروج الامام ولما کان الاشتغال بالبیع ونحوہ کثیرا ما یکون مفضیا الی ترک الصلوۃ وترک استماع الخطبۃ نھی عن ذلک وقیل قد غلا السعر فسعرلنا فقال علیہ السلام ان اللہ ھو المسعر القابض الباسط الرازق وانی لارجوان القی اللہ ولیس احد یطلبنی بمظلمۃ **اقول** لما کان الحکم لعدل بین المشترین واصحاب السلع الذی لایتضرر بہ احدھما ویکون تضررھما سواء فی غایۃ الصعوبۃ توھم منہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لئلا یتخذھا الامراء من بعدہ سنۃ ومع ذلک فان روی منھم جور ظاھر لایشک فیہ الناس جاز تغییرہ فانہ من الافساد فی الارض قال اللہ تعالی یاایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ الایۃ **اعلم** ان الدین اعظم المعاملات مناقشۃ واکثرھا جدلا ولابد منہ للحاجۃ فلذلک

کیونکہ استثنا کرنے کی ممانعت اسلیئے ہے کہ اُس میں مناقشہ کا احتمال ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من فرق بین والدۃ الخ جو شخص ماں اور اُسکے بچے میں جدائی ڈالے تو خدا تعالی قیامت کے روز اُس میں اور اُس کے دوستوں میں جدائی ڈالیگا۔ اور ایکمرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دو غلاموں میں سے جو بھائی بھائی تھے ایک کو فروخت کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے فرمایا کہ واپس کر لو۔ میں کہتا ہوں ماں و بچے میں جدائی ڈالنے سے ضرور ہے کہ دونوں کو وحشت پیدا ہوگی اور آہ و بکا کرینگے یہی دو بھائیوں کا حال ہے لہذا انسان کو اُنمیں تفریق ڈالنے سے اجتنا بچاہئے اللہ پاک فرماتا ہے اذا نودی الخ جب جمعہ کی نماز کے لیئے پکارا جائے تو خدا تعالی کی یاد کیطرف لپکو اور بیع یعنے خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ میں کہتا ہوں یہ حکم اُس ندا کے ساتھ متعلق ہے جو امام کے خطبہ کے لیئے جاتے وقت ہوتی ہے اور چونکہ بیع وغیرہ میں مشغول ہونے سے بسا اوقات نماز جاتی رہتی ہے او خطبہ کا استماع ترک ہو جاتا ہے اسلیئے اِس سے نہی فرمائی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ نرخ گراں ہوگیا ہے اسلیئے آپ ہمارے لیئے نرخ مقرر فرما دیجیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نرخ مقرر کرنیوالا خدا ہے اُسی کی صفت قابض و باسط و رازق ہے اور مجھے اِسبات کی آرزو ہے کہ خدا تعالی سے میں ایسی حالت سے ملوں کہ کوئی شخص مجھسے ظلم کا مطالبہ نہ کرے۔ میں کہتا ہوں چونکہ مشتری و تاجروں میں ایسا برابر حکم کرنا کہ جس سے کسی کو ضرر نہ پہونچے یا دونوں کو برابر ضرر پہونچے نہایت دشوار تھا اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے پرہیز کیا تاکہ آپ کے بعد حکام لوگ اُسکو طریقہ و دستور نہ مقرر کر لیں اور اُسکے بعد بھی اگر کوئی سود اگروں سے علانیہ ظلم معلوم ہو جسکا لوگوں کو یقین ہو جاوے تو اُسکی تبدیلی درست ہے کیونکہ اُس میں مُلک کی بربادی ہے اور اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الخ اے ایمان والو جبکہ تم ایک وقت معین تک قرض کا لین دین کرو تو اُسکو لکھ لو معلوم کرو کہ قرض مناقشہ و منازعت کے اعتبار سے تمام معاملات میں بڑھکر ہے اور بوقت حاجت کے بغیر اُس کے چارہ بھی نہیں ہے اس لیئے:

لہ اشارۃ الی ان المانع من التسعیر ہو خوف ظلم ۱۲

اكد الله تعالىٰ فى الكتابة والاستشهاد وشرع الرهن والكفالة وبين اثم كتمان الشهادة واوجب بالكفاية القيام بالكتابة والشهادة وهو من العقود الضرورية وقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة وهم يسلفون[1] فى الثمار السنة والسنتين والثلاث فقال من اسلف فى شيءٍ فليسلف فى كيل معلوم ووزن معلوم الى اجل معلوم **اقول** ذلك لترتفع المنافسة بقدر الامكان وقاسوا عليها الاوصاف التى يبين بها الشئ من غير تضييق ومبنى القرض على التبرع من اوّل الامر وفيه معنى الاعارة فلذلك جازت النسيئة وحرم الفضل ومبنى الرهن على الاستيثاق وهو بالقبض فلذلك اشترط فيه ولا اختلاف عندى بين حديث لا يغلق[2] الرهن الرهن من صاحبه الذى رهنه له غنمه وعليه غرمه وحديث الظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونا ولبن الدر يشرب بنفقته اذا كان مرهونا وعلى الذى يركب ويشرب النفقة لان الاول هو الوظيفة لكن اذا امتنع الراهن من النفقة عليه وخيف الهلاك واحياه المرتهن فعند ذلك ينتفع به بقدر مايراه الناس عدلا وقال صلى الله عليه وسلم لاصحاب الكيل والميزان انكم قد وليتم امرين[3] هلكت فيهما الامم السابقة قبلكم **اقول** يحرم التطفيف لانه

اللہ پاک نے لکھ لینے اور گواہ کرنے کی تاکید فرمائی اور رہن اور کفالت کو شروع کیا اور گواہی کے چھپانے کا گناہ بیان فرمایا اور لکھنے اور گواہی دینے کو فرض کفایہ کیا اور وہ عقود ضروریہ سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ پھلوں کے ایک ایک دو دو تین تین برس کے لیئے بدنی کیا کرتے تھے لہذا آپ نے فرمایا جب کوئی کسی چیز میں بدنی کرے تو کیل معین وزن معین میں مدت معین تک بدنی کرے میں کہتا ہوں اُسکی وجہ یہ ہے کہ حتی الامکان مناقشہ کا ارتفاع ہوجائے اور فقہا نے انھیں تینوں پر اُن اوصاف کو قیاس کرلیا ہے جنسے بلا حصول وقت کسی چیز کا بیان ہوسکتا ہے اور قرض کا مدار ابتدا تبرع پر ہے اور اس میں عاریت کے بھی معنے پائے جاتے ہیں لہذا اسمیں دیر کرنا جائز ہے اور زیادہ لینا حرام ہے اور رہن کا بنا مضبوطی پر ہے اور وہ مضبوطی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے لہذا اسمیں قبضہ شرط کیا گیا۔ اور میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے پہلی حدیث تو یہ ہے لا یغلق الرھن الرھن من صاحبہ الخ رہن کرنا مرہون کو اسکے مالک سے جس نے اُسکو رہن رکھا ہے نہیں روکتا ہے اُس کے لیئے اُس کی آمدنی ہے اور اسی پر اُس کا قرض ہے اور دوسری حدیث یہ ہے الظھر یرکب الخ سواری سے اُسکے خرچ اٹھانے کے سبب اُس سے سواری کیجاوے گی اگر وہ مرہون ہے اور وہ دودھ دیتے جانور کا دودھ اُسکے خرچ اٹھانے کے سبب سے دیا جائیگا اگر وہ مرہون ہے اور سوار ہونیوالے اور دودھ پینے والے کو اُسکا خرچ اٹھانا پڑیگا۔ اور اختلاف نہونے کا سبب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں تو حکم عام ہے مگر جسوقت میں راہن اُس مرہون کا خرچ نہ اٹھائے اور مرہون کے ہلاک ہونیکا خوف ہو اور مرتہن اُس کا خرچ اٹھائے تو اسوقت میں مرتہن جسقدر لوگ انصاف کردیں مرہون سے انتفاع حاصل کرسکتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے والوں اور وزن کشوں سے فرمایا تم کو ایسی دو چیزیں سپرد کی گئی جنمیں تم سے قبل پہلی اُمتیں ہلاک ہوچکی ہیں۔ میں کہتا ہوں کم تولنا حرام ہے کیونکہ

[1] سلہ اے یتعاملون بیع السلم ۱۲ [2] سلہ اے تبرع والرھن الاول مصدر والثانی بمعنے المرھون وقولہ غنمہ الخ اے اذا رہن الراھن شیئا فما یحصل من الزوائد فی المرھون فھو للراھن واذا ھلک المرھون فی ید المرتہن فلا یسقط من حقہ شئ بل یھلک من مال الراھن وقولہ الظھر اے المرکوب والدر مصدر بمعنے الدارۃ اے ذات الدر ۱۲ [3] سلہ اے جعلتم حکاما فی امرین وھما الکیل والمیزان م والمراد بالامم قوم شعیب لکثرتہم ۱۲

لانہ خیانۃ وسوء معاملۃ وقد سبق فی قوم شعیب علیہ السلام ما قص اللہ تعالیٰ فی کتابہ وقال ایما رجل افلس فادرك رجل ماله بعینه فهو احق به اقول وذلك لانه كان فى الاصل ماله من غير مزاحمة ثم باعه ولم يرض فى بيعه بخروجه من يده الا بالثمن فكان البيع انما هو بشرط ايفاء الثمن فلما لم يؤد كان له نقضه ما دام المبيع قائما بعينه فاذا فات المبيع لم يمكن ان يرد المبيع فيصير دينه كسائر الديون وقال صلى الله عليه وسلم من سره ان ينجيه الله من كرب يوم القيمة فلينفس عن معسر او يضع عنه اقول هذا باب المسامحات التى هى من اصول ما ينفع فى المعاد والمعاش وقد ذكرناه وقال عليه السلام مطل الغنى ظلم واذا اتبع احدكم على ملئ فليتبع اقول هذا امر استحباب لان فيه قطع المناقشة قال صلى الله عليه وسلم لى الواجد يحل عرضه وعقوبته اقول هو ان يغلظ له فى القول ويحبس ويجبر على البيع ان لم يكن له مال غيره وقال صلى الله عليه وسلم الصلح جائز بين المسلمين الا صلحا حرم حلالا او احل حراما والمسلمون على شروطهم الا شرطا حرم حلالا او احل حراما ومنه وضع جزء من الدين كقصة ابن ابی حدرد وهذا الحديث احد الاصول فى باب المعاملات

اسمیں خیانت اور بدمعاملگی ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا حال جو کچھ ہو چکا ہے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما رجل الخ جو شخص مفلس ہو پھر کوئی شخص بعینہ اسکے پاس اپنے مال کو پائے تو میں کہتا ہوں کہ دراصل چونکہ وہ بلا مزاحمت اسی کا مال تھا جسے قیمت لیئے بغیر بیچنے پر راضی نہیں لہذا پوری قیمت قبض کر لینے پر بیع تمام ہوگی اور جبتک قیمت نہ ادا کیجائے اور بعینہ مبیع چیز موجود ہو تو اُسے بیع کے توڑنے کا حق حاصل ہے اور مبیع کے ضائع ہو جانے کے بعد مبیع کی واپسی ناممکن ہو کر اسکی قیمت باقی قرضوں کی طرح خریدار کے ذمے قرض ہو جاتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جو شخص قیامت کی تکالیف سے نجات حاصل کرنیکا خواہش مند ہو تو تنگدست قرض دار کو وصولی قرضہ میں مہلت دے یا قرضہ بخشدے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ فصل انسانی مدارات کے مستحباب کے اصول سے ہے جو قیامت و دنیا ہر دو میں نافع ہے جسکا ہم ذکر کر چکے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے غنی قرض دار کا ادائگی قرضہ میں دیر کرنا ظلم ہے اور جس کی صاحب حق کو تونگر قرضدار کے پیچھا کرنے کا حکم دیا جائے تو اُس کا پیچھا کرے۔ میں کہتا ہوں کہ مستحب امر ہے جس سے جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تونگر قرض دار کی ادائگی قرضہ میں تاخیر کرنا اس کی بے عزتی اور سزا دہی کو جائز کر دیتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سزا یہ ہے کہ اُسے سخت الفاظ سے مخاطب کر کے پیش آیا جائے اور اُسے قید کر کے اُس مبیع کے بیچنے پر اُسے مجبور کیا جائے اگر اسکو سوا اُس کے پاس اور مال نہ ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں ہر ایک صلح جائز ہے جو صلح حلال و حرام یا حرام کو حلال نہ بنا دے اور مسلمان اپنی شرطوں پر قائم ہیں مگر جو شرط کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے جسپر قیام جائز نہیں۔ اور اسی مہلت و بخشش کے قبیلہ سے ہے قرضہ کی کسی مقدار کا معاف کر دینا کہ جو ابو حدرد کے بیٹے کے قصہ میں ہے کہ کعب بن مالک نے اُس سے اپنا قرضہ مانگا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نصف معاف کر دے چنانچہ معاف کر دیا اور یہ حدیث معاملات کے باب میں ایک قاعدہ ہے

حل لغات قولہ فلینفس ای من التنفیس بمعنی التفریج والمناقشۃ والمراد فلیؤخر مطالبتہ وقولہ او یضع عنہ ای ینقص من حقہ او یعفو ۱۲ ۔ لہ المطل التاخیر بغیر عذر وقولہ ملی ای الذی یؤدی بلا تاخیر وقولہ فلیتبع ای یقبل حوالتہ ۱۲ ۔ لہ ای مطل الغنی وقولہ ای احلال العرض والعقوبۃ ۱۲ ۔ لہ وہی ان کعب بن مالک تقاضاہ دینا لہ علیہ فی المسجد فارتفعت اصواتہما فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکعب ضع عنہ نصف الدین ۔

التبرع والتعاون

التبرع اقسام صدقۃ ان ارید بہ وجہ اللہ ویجب ان یکون مصرفہ ما ذکر اللہ تعالیٰ فی قولہ انما الصدقات للفقراء الآیۃ وھدیۃ ان قصد بہ وجہ المھدی لہ قال صلی اللہ علیہ وسلم من اعطی عطاء فوجد فلیجز بہ ومن لم یجد فلیثن فان من اثنی فقد شکر ومن کتم فقد کفر ومن تحلی[1] بما لم یعط کان کلابس ثوبی زور اعلم ان الھدیۃ انما ینبغی بھا اقامۃ الالفۃ فیما بین الناس ولا یتم ھذا المقصود الا بان یرد الیہ مثلہ فان الھدیۃ تحبب المھدی الی المھدی لہ من غیر عکس وایضا فان الید العلیا خیر من الید السفلی وللمعطی الطول علی من اخذ فان عجز فلیشکرہ ولیظھر نعمتہ فان الثناء اول اعتداد بنعمتہ واضمار لمحبتہ وانہ یفعل فی ایراث الحب ما تفعل الھدیۃ ومن کتم فقد خالف علیہ ما ارادہ وناقض مصلحۃ الائتلاف وغمط حقہ ومن اظھر ما لیس فی الحقیقۃ فذلک کذب

یہ باب باہمی دارا و مدارا و امداد کے متعلق ہے

تبرع کئی قسم ہے ایک قسم صدقہ ہے اگر اس سے رضائے الٰہی کا مطلب ہو تو اس کا مصرف وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرما دیئے ہیں۔ انما الصدقات للفقراء الآیہ اور دوسری قسم ہدیہ جس سے دوسرے شخص کی تکریم و تعظیم مطلوب ہوتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جسے کوئی ہدیہ بھیجے تو وہ بھی ہدیہ کی چیز پائے پر اس کیطرف ہدیہ بھیجدے اور جسے نہ ملے تو وہ اس کی تعریف کردے کیونکہ تعریف کرنے والا نعمت کی ادائگی کے شکر سے بری الذمہ ہوجاتا ہے اور جس نے تعریف نہ کی ناشکرا ہوا اور جسنے مصنوعی زینت بنائی تو وہ جھوٹے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے تم سوچو کہ ہدیہ کا طریقہ اسلیئے رائج ہوا ہے تاکہ باہمی لوگوں یاروں دوستوں میں محبت و الفت پیدا ہو اور یہ بات نہیں حاصل ہوسکتی جب تک کہ ہدیہ بھیجنے والیکی طرف ہدیہ نہ بھیجا جائے کہ ہدیہ بھیجنے والے کو ہدیہ لینے والا محبوب جانتا ہی نہ بھیجنے والا۔ اور نیز یہ بات بھی ہے کہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور معطی کو لینے والے پر فضیلت ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر لینے والا ہدیہ کا بدلہ بھیجنے سے عاجز ہو تو اُسے معطی کی تعریف کردینی ہی کافی ہے جس کے باعث اس کا شکر گذار ہوجائیگا اور ہدیہ والیکا ہدیہ ظاہر ہوجائیگا کہ تعریف سے اُسکی نعمت کا اقرار ہو کر اُسکی محبت کا باعث ہوتا ہے جیسے ہدیہ کے بدلہ دینے میں محبت پیدا ہوتی ہے اور جسے تعریف زبانی بھی نہ کی تو ہدیہ بھیجنے والیکے مطلب کے خلاف کیا اور باہمی الفت کی مصلحت کو خراب کرکے اس کے حق کو ضائع کردیا اور جس سے اصل حقیقت کے علاوہ کچھ اور ظاہر کردیا تو وہ جھوٹ ہے۔

[1] ای تزین واظھر من نفسہ ما لم یکن فیہ کان کلابس ثوبی زور قیل ھو ان یلبس ثیاب الزھاد ویلبس بزاھد وقیل ان یلبس قمیصا ویصل بکمیہ کمین آخرین لیعرف انہ لابس قمیصین ۱۲

وقوله عليه السلام كلابس ثوبى زور معناه كمن تردى او اتزر بالزور وشمل الزور جميع بدنه وقال صلى الله عليه وسلم من صنع اليه معروف فقال لفاعله جزاك الله خيرا فقد ابلغ فى الثناء **اقول** انما عين النبى صلى الله عليه وسلم هذه اللفظة لان الكلام الزائد فى مثل هذا المقام اطراء والحاح والناقص كتمان وغمط[1] واحسن ما يحيى به بعض المسلمين بعضا ما يذكر المعاد ويحيل الامر على الله وهذه اللفظة نصاب صالح بجميع ما ذكرنا وقال صلى الله عليه وسلم تهادوا فان الهدية تذهب الضغائن[2] وفى رواية تذهب وحر الصدر **اقول** الهدية وان قلت تدل على تعظيم المهدى له وكونه منه على بال وانه يحبه ويرغب فيه واليه الاشارة فى حديث لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن[3] شاة فلذلك كان طريقا صالحا لدفع الضغينة و[4] فعها[5] تام الالفة فى المدينة والحى قال صلى الله عليه وسلم من عرض عليه ريحان فلا يرده فانه خفيف المحمل[6] طيب الريح **اقول** انما كره رد الريحان وما يشبهه لخفة مؤنته وتعامل الناس باهدائه فلا يلحق هذا الكثير عار فى قبوله ولا ذلك كثير حرج فى اهدائه وفى التعامل بذلك ائتلاف وفى رده فساد ذات البين واضمار على وحر قال صلى الله عليه وسلم العائد فى هبته كالكلب يعود فى قيئه ليس لنا مثل السوء **اقول**

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ شخص ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا۔ اُس کے یہ معنی ہیں کہ اُسکا حال اُس شخص کا سا ہے جو جھوٹ کی چادر اوڑھ رہا ہے اور اسی کی لنگی باندھ رہا ہے اور تمام بدن اُسکا جھوٹ سے ڈھک رہا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ الخ جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کرے اور وہ احسان کرنے والے کے لیئے جزاک اللہ خیراً کہدے تو اُس نے کامل طور سے تعریف کردی۔ میں کہتا ہوں آپ نے اس لفظ کو اسلیئے معین فرمایا ہے کہ ایسے مقام میں زیادہ اوصاف بیان کرنے میں مبالغہ اور الحاح ہے اور کم بیان کرنے میں۔ حق کا چھپانا اور احسان کا کتمان ہے اور بعض مسلمان بعض کو جو ہدیہ پیش کریں اُن سب میں بہتر وہ چیز ہے جو آخرت کو یاد دلائے اور خدا پر تمام امور کا حوالا اُس میں پایا جائے اور یہ لفظ اُس تمام کے لیئے کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تہادوا فان الہدیۃ تذھب الخ باہم تحفہ و تحائف بھیجتے رہا کرو کیونکہ ہدیہ سے رنجشیں دور ہوتی ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے دل کا غصہ جاتا رہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ہدیہ اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھیجنے والے کے دل میں اس شخص کی تعظیم و قدر و محبت اور اس کی جانب محبت ہے اور اُسی کیطرف اُس حدیث میں اشارہ ہے۔ لا تحقرن جارۃ الخ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کے کھر کے ساتھ ہو۔ پس یہ دلوں کی رنجش دور کرنے کے لیئے عمدہ طریقہ قرار پایا اور کسی شہر یا قبیلہ میں پوری پوری الفت پیدا ہونے سے رنجش دور ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عرض الخ جس شخص کے سامنے کوئی ریحان کو پیش کرے تو یہ اُسکو واپس نہ کرے کیونکہ اسکے لینے میں بار کم ہوتا ہے اور وہ خود خوشبودار ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحان وغیرہ کے واپس کرنے کو اسواسطے ناپسند فرمایا کہ اُسکو قبول کر لینے میں دینے والے کا اُس شخص پر زیادہ بار نہیں ہوتا اور لوگوں میں اسکا دستور ہو۔ لہذا اسکو قبول کرنیوالے کو بھی زیادہ عار نہیں ہوتی اور دینے والے کا بھی اسکو دینے میں زیادہ خرچ نہیں ہوتا اور اسکا باہم دستور کرنے میں الفت باہمی کا پیدا کرنا اور واپس کرنے میں آپس کی دلشکنی کرنا اور دلی رنجش کی دلیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العائد الخ اپنی دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے کو پھر کھا جاتا ہے ایسی بُری مثال ہمارے مناسب نہیں ہے میں کہتا ہوں

[1] مطاى جحد الحق ۱۲ [2] الضغينة الحقد وحر الصدر الغيظ او العداوة ۱۲ [3] اى ظلف ۱۲ [4] اى قبيل المسه ۱۲ [5] اى لا يليق بحالنا معاشر المسلمين ارتكاب مثل هذه الشنيعة ۱۲

انما كره الرجوع فى الهبة لان منشأ العود فيما افرزه عن ماله وقطع الطمع عنه اما شح بما اعطى او تفنجع منه او اضرار له وكل ذلك من الاخلاق المذمومة وايضا ففى نقض الهبة بعد ما احكم ومضى وحر وضغينة بخلاف مالم يعط من اول الامر فشبه النبى صلى الله عليه وسلم العود فيما افرزه من ملكه بعود الكلب فى قيئه ليمثل لهم المعنى بادى الرأى وبين لهم قبح تلك الحالة بابلغ وجه اللهم الا اذا كان بينهما مباسطة ترفع المناقشة كالوالد والولد وهو قوله عليه السلام الا الوالد من ولده و قال صلى الله عليه وسلم فيمن نحل بعض اولاده مالم ينحل الاخر ايسرك ان يكونوا اليك فى البر سواء قال بلى قال فلا اذا **اقول** انما كره تفضيل بعض الاولاد على بعض فى العطية لانه يورث الحقد فيما بينهم والضغينة بالنسبة الى الوالد فاشار النبى صلى الله عليه وسلم الى ان تفضيل بعضهم على بعض سبب ان يضمر المنقوص له على ضغينة ويطوى على غل فيقصر فى البر وفى ذلك فساد المنزل ؛ **ووصية** ان كان موقتا بالموت وانما جرت بها السنة لان المالك فى بنى ادم عارض لمعنى المسامحة فاذا قارب ان يستغنى عنه بالموت استحب ان يتدارك ما قصر فيه ويواسى من وجب حقه عليه فى مثل هذه الساعة قال صلى الله عليه وسلم اوص بالثلث والثلث كثير

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہوئی چیز کے واپس لینے کو اسواسطے ناپسند فرمایا کہ جس چیز کو اپنے مال سے علیحدہ کرچکا اور اس سے قطع تعلق کرچکا ہے پھر اُسکے واپس لینے کا منشا یا تو اُس دی ہوئی چیز کے ساتھ حرص کا پیدا ہونا یا اُس شخص سے ناخوشی یا اُسکی ضرر رسانی ہے اور یہ سب اخلاق مذمومہ ہیں اور نیز ہبہ کے پورا کر دینے اور مضبوط کر دینے کے بعد اُس کے واپس لینے میں عداوت و رنج کا پیدا کرنا ہے بخلاف اُس صورت کے کہ پہلے ہی سے اُسکو کچھ نہ دیا ہوتا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کے واپس لینے کو جسکو اپنی ملک سے جدا کرچکا ہے کتے کو اپنی قے کھا جانیکے ساتھ مشابہت دی تاکہ ظاہر میں لوگوں کو اُسکی بُرائی متشکل ہوجائے اور پورے طور پر اُس کی قباحت بیان کر دی بار خدایا مگر جس صورت میں ان دونوں کے اندر بے تکلفی ہے جس سے مناقشہ پیدا نہیں ہو سکتا تو وہاں واپس لینے میں کچھ حرج نہیں ہے جیسے باپ بیٹے سے لیلے چنانچہ آپ فرمایا ہے الا الخ بجز باپ کے جو اپنے بیٹے سے واپس لیلے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کی نسبت جسنے اپنے بعض بچوں کو کچھ عطا کیا تھا فرمایا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ نیکی میں وہ سب برابر ہوں اُسنے عرض کیا ہاں، تو آپنے فرمایا ایسے وقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عطا کے اندر بعض پر فضیلت دینے کو اسلئے ناپسند فرمایا۔ کہ اس سے ان میں بھی باہم ملال و رنجش پیدا ہوتی ہے اور باپ کے ساتھ بھی لہذا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینے سے اس اولاد کے دل میں ملال و رنج پیدا ہوگا جسکے ساتھ کوتاہی کی گئی ہے وہ اس سبب سے باپ کے ساتھ کوتاہی کریگا اور اسمیں خانہ ویرانی ہے (اور منجملہ تبرعات وصیت ہے) وصیت کا وقت موت کے قریب ہوتا ہے اور اسلئے سنون ہوئی یہ وجہ ہے کہ بنی آدم کو عارضی ملک میں کاربرار کیلئے ہوتی ہے پس جب موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو اسکے سبب سے اُس شخص موصی کو مال سے استغنا ہو جاتی ہے تو مستحب ہوئی یہ بات کہ اس موصی نے جو کچھ اسمیں قصور کیا ہے اُسکا تدارک ہوجائے اور جو کچھ اسوقت میں اس مال میں جسکا حق ہے اسکے ساتھ مواسات کرے رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے اوص بالثلث الخ مال کی وصیت کر اور ثلث بھی زیادہ ہے اور جاننا چاہیے کہ تمام عرب و عجم کی قوموں میں شمار کیجاتی ہے سبب ایک عادت

[1] قوله ينحل اى يعطى ۱۲ [2] اى من اقسام التبرع وصية ۱۲ [3] قاله لسعد بن ابى وقاص لما ساله ان لى مالا كثيرا وليس لى وارث سوى بنتى افاوصى بكله او نصفه او ثلثه ۱۲

اعلم ان مال المیت ینتقل الی ورثتہ عند طوائف العرب والعجم وھو کالجبلۃ عندھم والامر اللازم فیما بینھم لمصالح لا تحصی فلما مرض واشرف علی الموت توجہ طریق لحصول ملکھم فیکون تاییسھم عما یتوقعون غمطا لحقھم وتفریطا فی جنبھم وایضا فالحکمۃ ان یاخذ مالہ من بعدہ اقرب الناس منہ واولاھم بہ وانصرھم لہ واکثرھم مواساۃ ولیس احد فی ذلک بمنزلۃ الوالد والولد وغیرھما من الارحام وھو قولہ تعالی واولو الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ ومع ذلک فکثیرا ما تقع امور توجب مواساۃ غیرھم وکثیرا ما یوجب خصوص الحال ان یختار غیرھم فلا بد من ضرب حد لا یتجاوزہ الناس وھو الثلث لانہ لا بد من ترجیح الورثۃ وذلک بان یکون لھم اکثر من النصف فضرب لھم الثلثین ولغیرھم الثلث وقال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اعطی لکل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث **اقول** لما کان الناس فی الجاھلیۃ یضارون فی الوصیۃ ولا یتبعون فی ذلک الحکمۃ الواجبۃ فمنھم من ترک الحق والاوجب مواساتہ واختار الابعد برایہ الابتر وجب ان یسد ھذا الباب ووجب عند ذلک ان یعتبر المظان الکلیۃ بحسب القرابات دون الخصوصیات الطارئۃ بحسب الاشخاص فلما تقرر امر المواریث قطعا لمنازعتھم وسدا لضغائنھم کان من حکمہ ان لا یسوغ الوصیۃ لوارث

اور ضروری بات ہوگئی ہے کہ میت کا مال اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہوتا ہے پھر جب وہ مریض ہوتا ہے اور موت پر متوجہ ہوتا ہے تو ان وارثوں کے لیے ملکیت حاصل ہونیکا طریقہ نکل آتا ہے پس انکی امید سے انکو ناامید رکھنا اُن کے حق کا تلف کرنا او ان کے حق میں کوتاہی کرنا ہے اور نیز حکمت کا یہ مقتضی ہے کہ میت کے بعد اس کے مال کو وہ لے جو سب لوگوں سے زیادہ معاون اور ہمدرد ہے اور اسبات میں کوئی شخص ماں باپ و اولاد اور جتنے ذوالارحام ہیں اُنکے درجہ کو نہیں پہونچتا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے واولوا الارحام بعضھم الخ اور ذوالارحام میں سے بعض لوگ بعض کے ساتھ اولیٰ ہیں کتاب اللہ کے اندر اور باینہمہ بسا اوقات ایسے امور پیش آتے ہیں جنسے اور لوگوں کی بھی غمخواری ضروری ہوتی ہے بلکہ اکثر اوقات خاص خاص حالات میں اور لوگوں کو اختیار کرنا ضروریات سے ہوتا ہے لہذا ایک حد مقرر کرنا جس کے آگے لوگ نہ بڑھ سکیں لابدی ہوا اور وہ حد ثلث ہے اسلیئے کہ ورثہ کی ترجیح ضروری امر ہے اور وہ بایں طور ہو سکتی ہے کہ انکو نصف سے زیادہ دلایا جائے اسلیئے اُن کے لیئے دو ثلث اور غیروں کے لیئے ایک ثلث مقرر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ اعطی لکل الخ - خدا تعالیٰ نے یہ حقدار کو اُس کا حق عطا فرمایا ہے لہذا کسی وارث کے لیئے وصیت نہیں ہے - میں کہتا ہوں وصیت کے اندر ایام جاہلیت میں ضرر رسانی کیا کرتے تھے اور وصیت کرنے میں حکمت واجبہ کا خیال نہ کرتے تھے بعض لوگ حق کو اور اُس شخص کو ترک کرکے جس کی غمخواری واجب ہے اپنی رائے ناقص سے بعید لوگوں کو اختیار کرتے تھے لہذا اس بات کا مسدود کرنا ضروری ہوا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ قرابتوں کے اعتبار سے قواعد کلیہ کا لحاظ کیا جائے اور اشخاص کے اعتبار سے عارضی خصوصیات کا لحاظ نہ کیا جائے پس مواریث کے احکام چونکہ قطع منازعت اور باہمی رنجشوں کے دور کرنے کے لیے مقرر ہوئے ہیں لہذا یہ حکم بھی ضروری ہوا کہ وارث کے لیئے وصیت جائز نہ کیجائے

اذ فی ذلک مناقضة للحد المضروب وقال صلی اللہ علیہ وسلم ما حق امرئ مسلم له شیء یوصی فیه یبیت لیلة الا و وصیته مکتوبة عنده[1] **اقول** یستحب تعجیل الوصیة احترازا من ان یفجأه الموت او یحدث حادث بغتة فتفوته المصلحة التی یجب اقامتها عنده فیتحسر قال صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل اعمر عمری الحدیث[2] **اقول** کان فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقشات لا تکاد تنقطع فکان قطعها احدی المصالح التی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم لها کالربا والثار وغیرها وکان قوم اعمروا القوم ثم انقرض هؤلاء وهؤلاء فجاء القرن الآخر فاشتبه علیهم الحال فتخاصموا فبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه ان کان نص الواهب هی لك ولعقبك فهی هبة لانه بین الامر بما یکون من خواص الهبة الخالصة وان قال هی لك ما عشت فهی عارة الی مدة حیاته لانه قیده بقید ینافی الهبة ۞ **ومن التبرعات** الوقف وکان اهل الجاهلیة لا یعرفونه فاستنبطه النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمصالح لا توجد فی سائر الصدقات فان الانسان ربما یصرف فی سبیل اللہ مالا کثیرا ثم یفنی فیحتاج اولئك الفقراء تارة اخری ویجیء اقوام آخرون من الفقراء فیبقون محرومین فلا احسن ولا انفع للعامة من ان یکون شیء حبسا للفقراء وابناء السبیل تصرف علیهم منافعه ویبقی اصله علی ملك الواقف وهو قوله صلی اللہ علیہ وسلم لعمر رض

اس لئے کہ اسکے جایز کرنے میں اس حد مقرر کا توڑنا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ماحق امرء مسلم له شیٔ یوصی فیه یبیت الخ کسی مسلمان شخص کو جس کے پاس وصیت کرنے کے لیئے کوئی چیز ہے سزاوار نہیں ہے کہ شب کو بسر کرے اور اسکی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ میں کہتا ہوں۔ وصیت میں تعجیل کرنا بہتر ہے اسلئے کہ اگر دفعتًا موت نے اسکو آگھیرا یا ناگاہ کوئی حادثہ پیش آیا اور جس ضروری مصلحت کا قایم کرنا اُسنے اپنے نزدیک ضروری سمجھا تھا وہ فوت ہوگئی تو بجز حسرت کے کچھ اور نہ ہوگا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما رجل اعمر عمرًا الخ میں کہتا ہوں آپ کے زمانہ میں بہت سے مناقشے درپیش تھے جن کے قطع ہونے کی امید بھی نہ تھی لہذا انکا قطع کرنا منجملہ اُن مصلحتوں کے ہوا جن کے قائم کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے مثل سود و قتل وغیرہ کے اور کچھ لوگوں نے لوگوں کو عمر بھر رہنے کے لئے مکان دیدیتے تھے پھر دینے والے اور بسنے والے مرگئے اور دوسرا قرن پیدا ہوا تو اب اسمیں اشتباہ اور باہم مخاصمت و منازعت شروع ہوئی پس آپ نے بیان فرمایا کہ اگر مکان دینے والے نے اسبات کی تصریح کردی کہ یہ مکان تیرے و تیرے ورثا کیلئے ہے تو یہ ہبہ ہے اسلئے کہ آپنے فرمایا کہ یہ خالص ہبہ ہے اگر کوئی یوں کہے کہ زندگی تو اس میں گذار کر تو یہ عاریت ہے کیونکہ اس نے ایسے قید کیساتھ مقید کیا ہے جو ہبہ کے منافی ہے اور منجملہ تبرعات کے وقف ہے اور اہل جاہلیت اُس سے ناواقف تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن مصالح کے اعتبار سے جو اور صدقات میں نہیں پائے جاتے وقف کا استنباط فرمایا کیونکہ انسان بسا اوقات خدا کی راہ میں بہت سا مال صرف کر دیتا ہے اور وہ مال فنا ہو جاتا ہے اور فقرا پھر محروم رہجاتے ہیں اور آمدہ فقرا بھی محرومی دیکھتے ہیں پس عامہ لوگوں کے لیئے اس سے عمدہ نافع صورت کوئی نہیں ہے کہ کوئی شے فقرا اور مسافروں کے لیئے روک لیجائے جسکے منافع انپر صرف ہوا کریں اور خود وہ شے واقف کے ملک میں رہا کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا۔

[1] ایک نسخہ میں یبیت لیلا صفة ثالثة لامرئ و یوصی فیه صفة لشیء یعنی لا ینبغی ان یمضی علی المسلم لیل ای زمن قلیل الا و وصیته مکتوبة عنده ۱۲

[2] من اعمرته الدار ای جعلت سکناها له ای جعل سکنے دار رجل و تمام الحدیث له ولعقبه فانها للذی اعطیها لا ترجع الی الذی اعطاها لانه اعطی عطاء وقعت فیه

ان شئت حبست اصلها وتصدقت بها فتصدق بها عمر انه لا يباع اصلها ولا يوهب ولا يورث و تصدق بها فى الفقراء وفى القربى وفى الرقاب وفى سبيل الله وابن السبيل والضيف لا جناح على من وليها ان يأكل منها بالمعروف ويطعم غير متمول: **اما المعاونة** فهى انواع ايضا منها المضاربة وهى ان يكون المال لانسان والعمل فى التجارة من الآخر ليكون الربح بينهما على ما بيناه والمفاوضة ان يعقد رجلان مالهما سواء الشركة فى جميع ما يشتريانه ويبيعانه والربح بينهما وكل واحد كفيل الآخر ووكيله والعنان ان يعقد الشركة فى مال معين كذلك ويكون كل واحد وكيلا للآخر فيه ولا يكون كفيلا يطالب بما على الآخر وشركة الصنائع كخياطين او صباغين اشتركا على ان يتقبل كل واحد ويكون الكسب بينهما وشركة الوجوه ان يشتركا ولا مال بينهما على ان يشتريا بوجوههما ويبيعا والربح بينهما والوكالة ان يكون احدهما يعقد العقود لصاحبه والمساقاة ان تكون اصول الشجر لرجل فيكفى مؤنتها الآخر على ان يكون الثمر بينهما والمزارعة ان تكون الارض والبذر لواحد والعمل والبقر من الآخر والمخابرة[1] ان تكون الارض لواحد والبذر والبقر والعمل من الآخر ونوع آخر يكون العمل من احدهما والباقى من الآخر والاجارة وفيهما معنى المعاونة ومعنى المعاونة فان كان المطلوب نفس المنفعة فالمبادلة غالبة وان كان خصوص العامل مطلوبا

اگر تو چاہے اسکی اصل کو روک لے اور اسکا صدقہ کردے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکا صدقہ کردیا کہ خود وہ نہ فروخت کیا جائے اور نہ ہبہ کیا جائے اور نہ اس سے ورثہ کو دلایا جاوے اور فقرا اور اقارب اور غلاموں کے چھڑانے اور راہ خدا اور مسافر اور مہمان کے لئے صدقہ کردیا اور کہدیا کہ جو شخص اسکا متولی ہو حسب دستور زمانہ اسے کھلائے اور غیر متمول لوگوں کو کھلائے۔

اور معاونت کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ ازانجملہ مضاربت ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کا مال ہو اور ایک کی محنت ہو اور نفع باہم جیسے مقرر ہو جائے ان میں مشترک ہو اور ایک مفاوضہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو شخص باہم برابر برابر مال سے شریک ہو کر سوداگری کریں اور تمام خرید و فروخت میں شریک ہوں اور باہم نفع تقسیم کر لیا کریں۔ اور ہر ایک دوسرے کا ضامن و وکیل ہو اور ایک عنان ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ مال معین میں شریک ہو کر اسیطرح سے سوداگری کریں۔ اور ہر ایک شخص دوسرے کا وکیل ہو نہ کفیل جس سے دوسرے کے بدلہ اس سے مطالبہ کر سکے۔

اور ازانجملہ شرکۃ الصنائع ہے جیسے دو درزی یا دو رنگریز اس طور سے شرکت کریں کہ دونوں محنت کریں۔ اور اجرت دونوں میں تقسیم ہو جائے اور ایک شرکت وجوہ ہے اور یہ ہے کہ باہم دو شخص یوں شریک ہوں کہ مال تو کسی کے پاس نہیں ہو مگر اپنے اعتبار سے دونوں ملکر خرید و فروخت کریں اور نفع باہم تقسیم ہو جایا کرے اور ایک وکالت ہے۔ کہ اپنے موکل کیلئے وکیل سوداگری کرے اور ایک مساقات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ باغ ایک کا ہے محنت ایک کی پھل دونوں کے۔ اور ایک مزادعت ہے اور وہ اس سے عبارت ہے کہ زمین و تخم ایک کی اور محنت و بیل ایک کی اور ایک مخابرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ زمین ایک کی اور بیج اور بیل اور محنت دوسرے کی۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ ایک کی تو صرف محنت اور باقی جو کچھ ہو وہ دوسرے کے ذمہ ہو۔ اور ایک اجارہ ہے اور اسمیں مبادلہ کے معنے بھی پائے جاتے ہیں اور معاونت کے معنے بھی پائے جاتے ہیں پس اگر صرف منفعت مطلوب ہے تب تو مبادلہ کے معنی غالب ہیں اور اگر اجیر کی خصوصیت مطلوب ہے

[1] ہے نوع من المزارعۃ ۱۲

فمعنى المعاونة غالب وهذه عقود كان الناس يتعاملون قبل النبي صلى الله عليه وسلم فالم يكن منها محلا لمناقشة غالبا ولم ينه عنه النبي صلى الله عليه وسلم فهو باق على اباحته داخل في قوله صلى الله عليه وسلم المسلمون على شروطهم وقد اختلف الرواة في حديث رافع بن خديج اختلافا فاحشا وكان وجوه التابعين يتعاملون بالمزارعة ويدل على الجواز حديث معاملة اهل خيبر[1] واحاديث النهي عنها محمولة على الاجارة بما على الماذيانات[2] اوقطعة معينة وهو قول رافع رضي الله عنه[3] او على التنزيه والارشاد وهو قول ابن عباس رضي الله عنهما او على مصلحة خاصة بذلك الوقت من جهة كثرة مناقشتهم في هذه المعاملة حينئذ وهو قول زيد رضي الله عنه والله اعلم.

الفرائض

اعلم انه اوجبت الحكمة ان تكون السنة بينهم ان يتعاون اهل الحي فيما بينهم ويتناصروا ويتواسوا وان يجعل كل واحد ضرر الآخر ونفعه بمنزلة ضرر نفسه ونفعه ولا يمكن اقامة ذلك الا بجبلة تؤكدها اسباب طارئة ويسجل عليها سنة متوارثة بينهم فالجبلة هي ما بين الوالد والولد والاخوة وغير ذلك من الموادة والاسباب الطارئة هي التألف والزيارة والمهاداة والمواساة

تو معاونت کے معنی غالب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل لوگ ایسے ایسے عقود کیا کرتے تھے پس ان میں سے جس میں مناقشہ کا احتمال غالب نہیں ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے نہی نہیں فرمائی ہے وہ عقد تو اپنی اباحت پر باقی ہے اور اس حدیث کے تحت میں داخل ہے المسلمون علی شروطھم اور رافع بن خدیج کی حدیث میں جو راویوں کا اختلاف ہے وہ عیاں ہے۔ اور تابعین میں بڑے بڑے نامی لوگ شرکت مزارعہ کیا کرتے تھے اور اسکے جواز پر اہل خیبر کے معاملہ کی حدیث دلالت کرتی ہے اور جن احادیث میں اس سے نہی پائی جاتی ہے وہ احادیث نہروں کے اوپر پیداوار یا کسی خاص قطعہ کے بدلہ کرایا دینے پر محمول ہے جیساکہ حضرت رافع نے فرمایا ہے۔ یا وہ نہی بطور تنزیہ اور ارشاد کے ہے جیسے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے یا اُس وقت کے ساتھ اس معاملہ میں مناقشات کی کثرت کی جہت سے مصلحت خاصہ پر محمول ہے چنانچہ زیدؓ فرماتے ہیں۔

فرایض کا بیان

معلوم کرو کہ حکمت الٰہی کا مقتضیٰ ہے کہ لوگوں کے قبلیہ میں باہم معاونت اور مناصرت اور غمخواری کا طریقہ جاری رہے اور ہر شخص دوسرے کے نفع و نقصان کو بمنزلہ اپنے نفع نقصان کے سمجھے اور یہ طریقہ جب ہی قائم ہو سکتا ہے جب اُن کی جبلت میں یہ بات داخل ہو اور اسباب عارضیہ بھی اُسپر معین ہوں اور اُن کا قدیمی طریقہ بھی اسکو ثابت کرے جبلت تو وہ محبت و الفت ہے جو ماں باپ و اولاد و بھائی بندوں وغیرہ میں پائی جاتی ہے اور عارضی اسباب یہ کہ لوگوں کی باہمی الفت و ملاقات اور تحفہ و تحائف بھیجنا اور غمخواری کرنا ہیں

[1] ای نہی عن المزارعۃ ۱۲ وهو ما رواه البخاري عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطى خيبر اليهود ان يعملوها ويزرعوها ولهم شطر ما يخرج منها وقوله [2] الماذيانات اى الانهار الصغيرة ۱۲ [3] كما وقع في حديثه لحد هما انهم كانوا يكرون الارض بما ينبت على الاربعاء الانهار وثانيهما كان احد نا يكرى ارضه فيقول هذه القطعة لي فنهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك ۱۲

فان کل ذلک یحبب الواحد الی الآخر و یشجع علی النصر و المعاونۃ فی الکریہات و اما السنۃ فھی ما نطقت به الشرائع من وجوب صلۃ الارحام و اقامۃ اللائمۃ علی اھمالھا ثم لما کان من الناس من یتبع فکرا فاسدا و لا یقیم صلۃ الرحم کما ینبغی و یعد ما دون الواجب کثیرا مست الحاجۃ الی ایجاب بعض ذلک علیھم امتنانا و امر ابوا مثل عیادۃ المریض و فک العانی و العقل و اعتاق ما ملکہ من ذی رحم و غیر ذلک و احق ھذا الصنف ما لا یستغنی عنہ بالاشراف علی الموت فانہ یجب فی مثل ذلک ان یصرف مالہ علی عینہ فیما ھو نافع فی المعاونات المنزلیۃ او یصرف مالہ من بعدہ فی اقاربہ و اعلم ان الاصل فی الفرائض ان الناس جمیعھم عربھم و عجمھم اتفقوا علی ان احق الناس بمال المیت اقاربہ و ارحامہ ثم کان لھم بعد ذلک اختلاف شدید و کان اھل الجاھلیۃ یورثون الرجال دون النساء یرون ان الرجال ھم القائمون بالبیضۃ[1] و ھم الذابون عن الذمار فھم احق بما یکون شبہ المجان و کان اول ما نزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجوب الوصیۃ للاقربین من غیر تعیین و لا توقیت لان الناس احوالھم مختلفۃ فمنھم من ینصرہ احد اخویہ دون الآخر و منھم من ینصرہ والدہ دون ولدہ و علی ھذا القیاس فکانت المصلحۃ ان یفوض الامر الیھم لیحکم کل واحد ما یری من المصلحۃ ثم اذا ظھر من موص جنف او اثم کان للقضاۃ ان یصلحوا وصیتہ و یغیروا فکان الحکم علی ذلک مدۃ ثم انہ لما ظھرت احکام الخلافۃ الکبری و دوی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

کیونکہ ان سب باتوں سے ایک دوسرے کا دوست ہو جاتا ہے اور سختیوں کے وقت انہیں اسباب کی وجہ سے ایک دوسرے کی مدد و معاونت پر ہمت ہوتی ہے اور قدیمی طریقہ وہ ہے کہ تمام شرائع میں صلہ رحم کا حکم اور اسکے تارک پر ملامت کا قائم کرنا چلا آتا ہے۔ پھر بعض لوگ اپنی فکر ناقص کے تابع ہوتے ہیں اور کما ینبغی صلہ رحم کو قائم نہیں کرتے اور بسا اوقات غیر ضروری چیزوں کو مہتم بالشان سمجھتے ہیں لہٰذا ان پر ان میں سے بعض چیزوں کے واجب کرنیکی حاجت پڑی خواہ وہ اس سے خوش ہوں یا انکار کریں جیسے مریض کی عیادت اور مصیبت زدہ کا چھڑانا اور دیت کا لینا اور جو شخص اپنے ذی رحم کا مالک ہو اسکا آزاد ہو جانا اور علاوہ ان کے اور بہت سے امور ہیں اور سب چیزوں سے زیادہ اس قسم کی ضرورت اس حال میں ہے جس سے قریب بموت ہونے کے سبب سے مالک کو استغنا ہو گئی ہے ایسے وقت میں ضرور یہ ہے کہ اسکا مال اسکے سامنے ایسی چیزوں میں صرف کیا جائے جو معاونات خانگی میں نافع ہو یا اسکے بعد اسکے اقارب میں خرچ کیا جائے۔ معلوم کرو کہ فرائض کی حقیقت یہ ہے کہ تمام عرب و عجم کے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کے مال کے مستحق سب لوگوں سے زیادہ اسکے اقارب اور ذوی الارحام ہیں پھر اسکے بعد ان میں بڑا اختلاف ہے۔ اہل جاہلیت تو صرف مردوں ہی کو ورثہ دیتے نہ عورتوں کو۔ وہ سمجھتے تھے کہ اصل مرد ہی ہیں اور وہی وقت مصیبت کے کام آتے ہیں۔ لہٰذا جو چیز بمنزلہ مفت کے ہے اسکے وہی مستحق ہیں۔ ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل ہوا ہے وہ بلا تعیین و توقیت اقارب کیلئے وصیت کا وجوب نازل ہوا ہے کیونکہ لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ کسی شخص کا ایک بھائی ناصر و معاون ہوتا ہے اور دوسرا نہیں ہوتا کسی شخص کا باپ مصیبت کے وقت کام آتا ہے اور اولاد کام نہیں آتی اور علی ہذا القیاس پس مصلحت کا مقتضی ہوا کہ اس بات کا اختیار لوگوں کے سپرد کیا جائے تاکہ ہر شخص جو مصلحت مناسب جانے اسکے موافق حکم دے پھر اگر موصی سے کچھ زیادتی یا گناہ ظاہر ہوتا تھا تو قاضی کو انکی وصیت کے اصلاح کرنے اور اسکے بدلنے کا اختیار ہوتا تھا ایک مدت تک یہی حکم جاری رہا۔ پھر جب خلافت کبریٰ کے احکام جاری ہوئے۔ اور

[1] بالفتح اصل الشی و مستقرہ و وسطہ و منہ بیضۃ القوم و البلد و ھو المراد ھھنا و قولہ الذمار یقال فلان حامی الذمار [illegible] ١٢

مشارق الارض ومغاربها وتشعشعت انوار البعثة العامة اوجبت المصلحة ان لا يجعل امرهم اليهم ولا الى القضاة من بعدهم بل يجعل على المظان الغالبية فى علم الله من عادات العرب والعجم وغيرهم مما يكون كالامر الطبيعى ويكون مخالفة كالشاذ النادر وكالبهيمة المخدجة التى تولد جدعاء اوعوجاء خرقا للعادة المستمرة وهو قوله تعالى لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا ومسائل المواريث تبتنى على اصول منها ان المعتبر فى هذا الباب هو المصاحبة الطبيعية والمناصرة والمواداة التى هى كمذهب جبلى دون الارتفاقات العارضة فانها غير مضبوطة ولا يمكن ان يبنى عليها النواميس الكلية وهو قوله تعالى واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فى كتاب الله فلذلك لم يجعل الميراث الا لاولى الارحام غير الزوجين فانهما الحقا باولى الارحام داخلان فى تضاعيفهم لوجوه منها تاكيد التعاون فى تدبير المنزل والحث على ان يعرف كل واحد منهما ضرر الاخر ونفعه راجعا الى نفسه ومنها ان الزوج ينفق عليها ويستودع منها ماله ويأمنها على ذات يده حتى يتخيل ان جميع ما تركته او بعض ذلك هو حقه فى الحقيقة وتلك خصومة لا تكاد تنصرم فعالج الشرع هذا الداء بان جعل له الربع او النصف ليكون جابر القلبه وكاسر السورة خصومته ومنها ان الزوجة ربما تلد من زوجها اولادا هم من قوم الرجل لا محالة واهل نسبه ومنصبه واتصال الانسان بامه لا ينقطع ابدا فمن هذه الجهة تدخل الزوجة فى تضاعيف من لا ينفك عن قومه وتصير بمنزلة ذوى الارحام

اور شرق سے غرب تک محمدی عملداری ہوگئی اور بعثت عامہ کے انوار روشن ہوگئے تو مصلحت کا مقتضےٰ ہوا۔ کہ اس بات کا اختیار نہ تو اُن کو دیا جائے اور نہ اُن کے بعد قضاۃ کو بلکہ اسکا مدار اُن مظان غالبہ پر رکھا جائے جو عرب و عجم وغیرہم کے عادات کے متعلق علم الٰہی میں ہیں اور بمنزلہ طبعی امر کے ہیں اور جو آدمی اُسکے خلاف ہے وہ بمنزلہ شاذ و نادر اور اُس بہیمہ کے مانند جو عادت مستمرہ کے برخلاف بلا ناک کان کے یا لنگڑا پیدا ہوتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے لا تدرون ایہم اقرب الخ تم نہیں جانتے۔ کہ اُن میں سے تمہارے لئے نفع میں کون زیادہ تر قریب ہے۔ **مواریث کے مسائل** مبنی چند اصول پر ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ اس باب میں مصاحبت طبعی اور محبت کا اعتبار رہے جو بمنزلہ مذہب جبلی کے ہے اتفاقات عارضیہ کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ غیر منضبط ہونے کے سبب سے شرائع کلیہ میں نہیں آسکتے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وَ اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ اسی لئے ۱۲ اولوا الارحام کے ساتھ ملحق ہیں اور اُن کے شمار میں بچند وجوہ داخل ہیں۔ از انجملہ تدبیر خانگی میں معاونت کی تاکید اور رہبائیت پر رغبت دلاتا ہے۔ کہ اُن میں سے ہر آدمی دوسرے کے نفع و نقصان کو بعینہ اپنا نفع و نقصان سمجھے اور از انجملہ یہ ہے کہ خاوند عورت کا خرچ اٹھائے۔ اور اپنا مال اُسکی سپردگی میں دے۔ اور اپنی چیز پر اسکو امین سمجھے۔ اس خیال سے کہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد چھوڑجائے وہ کل مال یا اُس میں ایک حصہ اسکا حق ہے اور یہ خصوصیت ایسی ہے کہ اُس میں انقطاع کا احتمال نہیں۔ لہٰذا شرع نے اس مرض کا بایں طور علاج کیا کہ ربع یا نصف خاوند کے لئے مقرر کیا۔ تاکہ اُسکے دل کو تسکین رہے اور خصومت کو نہ بڑھنے دے۔ از انجملہ یہ ہے کہ عورت کی بسا اوقات اپنے خاوند سے اولاد پیدا ہوتی ہے جو لامحالہ مرد کی قوم اور اُس کے نسب اور مرتبہ کی ہوتی ہے۔ اور انسان کا اپنی ماں کے ساتھ اتصال کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ پس اس سبب سے زوجہ اُن لوگوں کے شمار میں داخل ہے جو اُسکے خاوند کی قوم سے علیحدہ نہیں ہوتے اور وہ بمنزلہ ذوالارحام کے ہوجاتی ہے۔

ومنها انه يجب عليها بعده ان تعتد فی بيته لمصالح لا تخفى ولا متكفل لمعيشتها من قومه فوجب ان تجعل كفايتها فی مال الزوج ولا يمكن ان يجعل قدرا معلوما لانه لا يدری كم يترك فوجب جزء شائع كالثمن والربع ومنها ان القرابة نوعان احدهما ما يقتضی المشاركة فی الحسب والمنصب وان يكونا من قوم واحد وفی منزلة واحدة وثانيهما ما لا يقتضی المشاركة فی الحسب والنسب والمنزلة ولكنه مظنة الود والرفق وانه لو كان امر قسمة التركة الى الميت لما جاوز تلك القرابة ويجب ان يفضل النوع الاول على الثانی لان الناس عربهم وعجمهم يرون اخراج منصب الرجل وثروته من قومه الى قوم اخرين جورا وهضما ويسخطون على ذلك واذا اعطى مال الرجل ومنصبه لمن يقوم مقامه من قومه رأوا ذلك عدلا ورضوا به وذلك كالجبلة التی لا تنفك منهم الا ان تنقطع قلوبهم اللهم الا فی زماننا حين اختلت الانساب ولم يكن تناصرهم بنسبهم ولا يجوز ان يهمل حق النوع الثانی ايضا بعد ذلك ولذلك كان نصيب الام مع ان برها اوجب وصلتها اوكد اقل من نصيب البنت والاخت فانها ليست من قوم ابنها ولا من اهل حسبه ومنصبه وشرفه ولا ممن يقوم مقامه الا ترى ان الابن ربما يكون هاشميا والام حبشية والابن قرشيا والام عجمية والابن من بيت الخلافة

اور ازاں جملہ یہ ہے کہ خاوند کی وفات کے بعد چند مصلحتوں کے سبب سے جو ظاہر ہیں عورت کو اُسکے گھر میں عدت پوری کرنا واجب ہے۔ اور اُسکے خاوند کے کنبہ میں سے کوئی شخص اُسکی معاش کا متکفل نہیں ہوتا۔ لہٰذا ضروری ہوا۔ کہ خاوند کے مال میں سے اُس کی معاش مقرر کی جائے۔ اور یہ بات ناممکن تھی کہ اُسکی کوئی خاص مقدار مقرر کیجائے کیونکہ یہ بات معلوم نہیں ہوسکتی۔ کہ خاوند کس قدر مال چھوڑے گا پس ایک عام حصہ مقرر کرنا واجب ہوا جو ہر جگہ جاری ہوسکتا ہے۔ مثلاً چوتھائی یا آٹھواں حصہ۔ اور ازاں جملہ یہ ہے۔ کہ قرابت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ قرابت جو حسب و منصب میں مشارکت اور اِس بات کو چاہتی ہے کہ وہ دونوں شخص ایک ہی قوم و مرتبہ کے ہوں۔ اور دوسری وہ قرابت جو حسب و نسب اور مرتبہ میں مشارکت نہیں چاہتی بلکہ اس میں صرف محبت و شفقت پائی جاتی ہے۔ اور اگر ترکہ تقسیم کرنے کا اختیار میت کو ہوتا تو اُس قرابت سے آگے۔ بڑھتا۔ یہ بات ضروری ہے۔ کہ پہلی قسم کو دوسری قسم پر فضیلت دیجائے۔ کیونکہ تمام عرب و عجم اِس بات کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور جب کسی شخص کا مال و منصب اُس شخص کو دیا جائے جو اُسکی قوم میں اُس کا قایم مقام ہے تو اُسکو انصاف جانتے ہیں اور پسند کرتے ہیں اور یہ بات اُن کی جبلت میں داخل ہو گئی ہے جو اُن سے تمیں جدا ہوسکتی۔ مگر جس صورت میں کہ اُن کے دلوں میں فرق آجائے بار خدایا مگر ہمارے زمانہ میں لوگوں کے نسب ضائع ہو گئے اور نسب کی وجہ سے باہم معاونت باقی نہیں رہی اور یہ بات بھی ناروا ہے کہ دوسری کا حق پہلی قسم کے بعد چھوڑ دیا جائے یہی سبب ہو کہ ماں کا حصہ بیٹی اور بہن کے حصہ سے کم ہے باوجودیکہ اُسکو ماں کے ساتھ بھلائی کرنے اور صلہ رحم کرنے کی زیادہ تر تاکید ہے۔ کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ماں نہ تو بیٹے کے قوم کی ہوتی ہے نہ اُسکے حسب کی اور نہ اُسکے مرتبہ و شرافت کی ہوتی ہے اور نہ اُن لوگوں میں ہوتی ہے جو اُسکے قایم مقام ہوسکتے ہیں سو بھی بیٹا اگر ہاشمی ہوتا ہے اور ماں حبشیہ ہوتی ہے اور بیٹا قرشی ہوتا ہے اور ماں عجمی ہوتی ہے اور بیٹا بیت الخلافت سے ہوتا ہے

والام مغموصا[۱] عليها بعهر ودناءة اما البنت والاخت فهما من قوم المرء واهل منصبه وكذلك اولاد الام لم يرثوا الا الثلث لا يزاد لهم عليه الا ترى ان الرجل يكون من قريش واخوه لامه من تميم وقد يكون بين القبيلتين خصومة فينصر كل رجل قومه على قومه الاخر ولا يرى الناس قيامه مقام اخيه عدلا وكذلك الزوجة التى هى لاحقة بذوى الارحام داخلة فى تضاعيفها لم تجد الا اوكس[۲] الانصباء واذا اجتمعت جماعة منهن اشتركن فى ذلك النصيب ولم يوازن سائر الورثة البنت الا ترى انها تتزوج بعد بعلها زوجا غيره فتنقطع العلاقة بالكلية وبالجملة فالتوارث يدور على معان ثلاثة القيام مقام الميت فى شرفه ومنصبه وما هو من هذا الباب فان الانسان يسعى كل السعى ليبقى له خلف يقوم مقامه والخدمة والمواساة والرفق والحدب وما هو من هذا الباب. الثالث القرابة المتضمنة لهذين المعنيين جميعا والاقدم بالاعتبار هو الثالث ومظنتها جميعا على وجه الكمال من يدخل فى عمود النسب كالاب والجد والابن وابن الابن فهؤلاء احق الورثة بالميراث غير ان قيام الابن مقام ابيه هو الوضع الطبيعى الذى عليه بناء العالم من انقراض قرن وقيام القرن الثانى مقامهم وهو الذى يرجونه ويتوقعونه ويحصلون الاولاد والاحفاد لاجله اما قيام الاب بعد ابنه فكانه ليس بوضع طبيعى ولا مما يطلبونه ويتوقعونه ولو ان الرجل خير فى ماله

اور اس زناء و دناءت کے ساتھ متہم ہوتی ہے۔ اور بیٹی اور ہمشیر آدمی کی قوم کے اور اسکے مرتبہ کے ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح ماں کی اولاد کو اگر ورثہ ملتا ہے تو تہائی سے زیادہ کبھی نہیں ملتا۔ دیکھو آدمی کبھی قریشی ہوتا ہے اور اسکا بھائی اخیافی (جو بھائی ماں کی طرف سے ہو) تمیمی ہوتا ہے اور کبھی دونوں قبیلوں میں نزاع و رنجش ہوتا ہے۔ اور ہر شخص دوسرے کی قوم کے مقابلہ میں اپنی قوم کی مدد کرتا ہے اور لوگ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے قائم مقام ہونا انصاف نہیں سمجھتے ہیں اور اسیطرح زوجہ کو جو ذوی الارحام کے ساتھ ملحق ہے اور ان کے شمار میں داخل ہے سب سے کم حصہ ملتا ہے۔ اور اگر کئی بیویاں ہوں تو اسی حصہ میں سب شریک ہوتی ہیں اور باقی ورثہ کے حصہ میں ہرگز نہیں کر سکتے ہیں۔ دیکھو بیوی خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی ہے اور پہلے خاوند سے اسکو کچھ تعلق نہیں رہتا الحاصل توارث کا مدار تین امور پر ہے ایک تو میت کے بعد اسکی جگہ اسکی عزت اور مرتبہ اور جو باتیں اس قبیلہ سے ہیں ان میں اسکا قائم مقام ہونا کیونکہ انسان کی اس بات میں بڑی کوشش ہوتی ہے کہ اسکے بعد اسکا کوئی قائم مقام رہے۔ دوسرے خدمت اور غمخواری اور محبت اور شفقت اور جو باتیں اس قبیلہ سے ہیں۔ تیسرے قرابت جو ان دونوں امر پر بھی مشتمل ہے۔ اور تینوں میں زیادہ تر اسی تیسرے کا اعتبار مقدم ہے اور پورے طور پر ان سب کا محل وہ شخص ہے جو نسب کے عمود میں داخل ہے جیسے باپ اور دادا اور بیٹا اور پوتا یہ لوگ سب سے زیادہ ورثہ کے مستحق ہیں۔ مگر وضع طبعی کے اعتبار سے جسپر قرناً بعد قرن عالم کی بنا ہے بیٹا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اسی کی لوگوں کو تمنا اور امید ہوتی ہے اسی کے خاطر نکاح کرتے ہیں اور اولاد کے پیدا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور باپ کا بیٹے کی جگہ قائم مقام ہونا وضع طبعی کا مقتضی نہیں ہے اور نہ لوگوں کو اسکی آرزو اور امید ہوتی ہے۔ اور اگر بالفرض کسی شخص کو اسکے مال میں اختیار دیا جائے

[۱] ای مطعونا قوله بعهر ای زناء ۱۲ [۲] ای انقص ۱۲

لكانت مواساته ولده املك لقلبه من مواساة والده فلذلك كانت السنة
الفاشية في طوائف الناس تقديم الاولاد على الآباء اما القيام مقامه فمظنته
بعد ما ذكرنا الاخوة ومن في معناهم ممن هم كالعضد وكالصنو ومن قوم المرء
واهل نسبه وشرفه واما الخدمة والرفق فمظنة القرابة القريبة فالاحق به الام و
البنت ومن في معناهما ممن يدخل في عمود النسب ولا تخلو البنت من قيام ما
مقامه ثم الاخت ولا تخلو ايضا من قيام ما مقامه ثم من به علاقة تزوج ثم اولاد
الام والنساء لا يوجد فيهن معنى الحماية والقيام مقامه كيف والنساء ربما تزوجن
في قوم آخرين ويدخلن فيهم اللهم الا البنت والاخت على ضعف فيهما ويوجد
في النساء معنى الرفق والخدمة كاملا موفرا وانما مظنة القرابة القريبة جدا كالام
والبنت ثم الاخت دون البعيدة كالعمة وعمة الاب وايضا فالاول يوجد في الاب والابن كاملا ثم الاخوة ثم
الاعمام والمعنى الثاني يوجد في الاب كاملا ثم الابن ثم الاخ لاب وام او لام وانما مظنة القرابة القريبة
دون البعيدة فمن ثم لم يجعل للعمة شيء كما جعل للعم لانها لا تذب عنه كما يذب العم وليست كالاخت في
القرب ومنها ان الذكر يفضل على الانثى اذا كانا في منزلة واحدة ابدا لاختصاص الذكور بحماية البيضة والذب عن
الذمار ولان الرجال عليهم انفاقات كثيرة فهم احق بما يكون شبه المجان بخلاف النساء فانهن كل على ازواجهن او آبائهن او ابنائهن

تو اسکے قلب پر اولاد کی غمخواری باپ کی غمخواری پر غالب ہوگی۔ اسی واسطے تمام لوگوں کا دستور عام ہے
کہ اولاد کو باپ دادا پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اور قائم مقام ہونے کا احتمال بیٹے کے بھائیوں میں ہے۔ اور جو انکے
مانند بمنزلہ قوت بازو کے ہیں۔ اور اسکی قوم کے اور اسکے نسب اور مرتبہ کے ہیں۔ باقی رہی خدمت اور
شفقت تو یہ دونوں قرابت قریبہ کے مظنات ہیں اور سب سے زیادہ ماں اور بیٹی اسکی مستحق ہے اور جو انکے
مانند ہے اور نسب کے عمود میں داخل ہیں اور بیٹی بھی فی الجملہ باپ کی قائم مقام ہوتی ہے اور اسکے بعد
ہمشیرہ اور اسکے بعد وہ ہے جس سے زوجیت کا علاقہ ہے پھر ماں کی اولاد اور عورتوں کے اندر حمایت
اور قائم مقامی کے معنے نہیں پائے جاتے اسواسطے کہ عورتیں بسا اوقات غیر قوم میں نکاح کر لیتی ہیں
اور اسی قوم میں داخل ہو جاتی ہیں۔ بارخدایا مگر بیٹی اور بہن میں کسی قدر یہ معنے پائے جاتے ہیں۔ لیکن
عورتوں کے اندر محبت اور شفقت کے معنی کامل طور پر پائے جاتے ہیں۔ اور اسکا مظنہ بہت قریب کی
قرابت ہے جیسے ماں اور بیٹی ہیں کامل طور پر پائے جاتے ہیں اور قرابت قریبہ کا مظنہ ہے نہ بعیدہ
کا۔ اسی وجہ سے جو چچا کے لئے حکم ہے پھوپھی کیلئے حکم نہیں ہے۔ کیونکہ پھوپھی مصیبت کے وقت کام
نہیں آسکتی جس طرح چچا کام آتا ہے۔ اور پھوپھی قرابت میں ہمشیرہ کے برابر نہیں ہے۔

اور از انجملہ یہ ہے کہ مرد اور عورت اگر ایک ہی درجہ کے ہوں تو ہمیشہ مرد کو عورت پر ترجیح دیجاتی ہے
کیونکہ عزت کی حمایت کیلئے مرد ہی مخصوص ہیں اور یہ وجہ بھی ہے کہ مردوں پر نفقے بہت ہوتے ہیں۔ پس یہ زیادہ تر
مستحق ہیں کہ انکو وہ مال جو بمنزلہ مفت کے ہے دیا جائے بخلاف عورتوں کے کہ یہ اپنے خاوندوں یا باپوں
یا بھائیوں پر بار و بوجھ ہوتے ہیں۔

له أي من الابن والاب ۱۲

وهو قوله تعالى الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا وقال ابن
مسعود رضي الله عنه في مسئلة ثلث الباقي ما كان الله ليريني ان افضل اما على اب غير ان
الوالد لما اعتبر فضله مرّة بجمعه بين العصوبة والفرض لم يعتبر ثانيا بتضاعف نصيبه ايضـ
فانه غمط لحق سائر الورثة واولاد الام ليس للذكر منهم حماية للبيضة ولا ذب عن الذمار
فانهم من قوم آخرين فلم يفضل على الانثى وايضا فان قرابتهم منشعبة من قرابة الام فكانهم
جميعا اناث **ومنها** انه اذا اجتمع جماعة من الورثة فان كانوا في مرتبة واحدة وجب ان يوزع
عليهم لعدم تقدم واحد منهم على الآخرين وان كانوا في منازل شتى فذلك على وجهين اما
ان يعمهم اسم واحد وجهة واحدة والاصل فيه ان الاقرب يحجب الابعد حرمانا لان التوارث
انما شرع حثا على التعاون ولكل قرابة تعاون كالرفق فيمن يعمهم اسم الام والقيام مقام الرجل
فيمن يعمّهم اسم الابن والذب عنه فيمن يعمّهم اسم العصوبة ولا تتحقق هذه المصلحة الا باد
يتعين من يؤاخذ نفسه بذلك ويلام على تركه ويتميز من سائر من هنالك بالنيل اما فضل
سهم على سهل فلا يجدون له كثير بال او تكون اسماؤهم وجهاتهم مختلفة والاصل فيه
ان الاقرب والانفع فيما عند الله من علم المظان الغالبية يحجب الابعد نقصا

اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون الخ کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں بسبب اسکے کہ خدا تعالیٰ نے بعض آدمیوں کو بعض پر
بزرگی دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے خرچ کیا ہے اور ابن مسعود رضہ ثلث باقی کے مسئلہ کے اندر فرماتے ہیں خدا تعالیٰ
نے مجھ کو ماں کے لئے باپ پر فضیلت ہونے کا سبب بجز اسکے کوئی اور نہ سوجھایا ہے کہ جب ایک مرتبہ باعتبار عصوبۃ
اور فرض کے جمع ہونے کے باپ کی فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے تو دوبارہ اُسکا حصہ زیادہ کرنے کے لئے اُسکی فضیلت
کا اعتبار نہیں کیا گیا کیونکہ اسمیں اور وارثوں کی حق تلفی ہے اور ماں کی اولاد میں سے ذکور کو اس شخص کی عزت کی حمایت
اور اسکی طرف سے محافظت نہیں ہوتی کیونکہ یہ اولاد دوسری قوم کی ہوتی ہے لہذا ذکر کو انثی پر فضیلت نہیں دی گئی
اور دوسرے انکی قرابت ماں کی قرابت سے پیدا ہوتی ہے اسلئے وہ سب اولاد بمنزلہ اناث کے ہے۔ اور ازانجملہ یہ ہے
کہ جب وارثوں کی ایک جماعت پائی جائے تو اگر وہ سب وارث ایک مرتبہ کے ہیں تب تو اُس ورثہ کی تقسیم اُنپر ضروری ہے
کیونکہ ایک کو دوسرے پر تقدم نہیں ہے اور اگر اُن کے درجے مختلف ہیں تو اُس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ سب ایک نام
یا ایک جہت کے ہیں اور اسمیں قاعدہ یہ ہے کہ قریب بعید کا حاجب ہو کر اُسکو محروم کر دیتا ہے۔ کیونکہ توارث معاونت پر رغبت
دلانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور قرابت اور تعاون سب میں پایا جاتا ہے مثلاً شفقت و محبت ان سب میں پائی جاتی ہے
جن کو ماں کا نام شامل ہے اُسمیں قائمقامی کی اور جس کا نام عصبہ ہے اسمیں حمایت کے معنے پائے جاتے ہیں اور یہ
مصلحت اسوقت متحقق ہو سکتی ہے جبکہ وہ شخص متعین ہو جاوے جو ان باتوں پر اپنے نفس کو مجبور کرے۔ اور
اسکے ترک سے اُسپر ملامت کی جائے اور سب لوگوں میں وہ شخص مال کے ملنے کے ساتھ متمیز ہو۔ اور حصوں کی
کمی بیشی ایسی چیز نہیں کہ جس کا زیادہ تر خیال کیا جائے یا ان کی وجوہات مختلف ہوں اسکا قاعدہ یہ ہے
کہ جو شخص مظان غالبہ کے اعتبار سے خدا کے نزدیک زیادہ تر قریب اور کام آنے والا ہے بعید
کا حاجب ہو کر اُسکے حصہ کو کم کر دیتا ہے ✣ ✣ ✣

ومنها ان السهام التي تعين بها الانصباء يجب ان تكون اجزاؤها ظاهرة يميزها بادي الرأي المحاسب وغيره وقد اشار النبي صلى الله عليه وسلم في قوله انا امة امية لا نكتب ولا نحسب الى ان الذي يليق ان يخاطب به جمهور المكلفين هو ما لا يحتاج الى تعمق في الحساب ويجب ان يكون بحيث يظهر فيها ترتيب الفضل والنقصان بادي الرأي فاثر الشرع من السهام فصلين الاول الثلثان والثلث والسدس والثاني النصف والربع والثمن فان مخرجهما الاصلي اول الاعداد ويتحقق فيهما ثلاث مراتب بين كل منها نسبة الشئ الى ضعفه ترفعا ونصفه تنزلا وذلك ادنى ان يظهر فيه الفضل والنقصان محسوسا متبينا ثم اذا اعتبر فصل بفصل ظهرت نسب اخرى لابد منها في الباب كالشئ الذي زيد على النصف فلا يبلغ التمام وهو الثلثان والشئ الذي ينقص عن النصف ولا يبلغ الربع وهو الثلث ولم يعتبر الخمس و السبع لان تخريج مخرجهما ادق والترفع والتنزل فيهما يحتاج الى تعمق في الحساب

قال الله تعالى يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان كانت واحدة فلها النصف **اقول** يضعف نصيب الذكر على الانثى وهو قوله تعالى الرجال قوامون على النساء بما فضل الله وللبنت المنفردة النصف لانه ان كان ابن واحد لاحاط المال فمن حق البنت الواحدة ان تأخذ نصفه

اور از انجملہ یہ ہے کہ سہام جنسے حصوں کی تعیین ہوتی ہے اُن کے اجزا ظاہر ہوں کہ محاسب وغیر محاسب ظاہر میں اُن کی تمیز کر سکیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں انا امۃ امیۃ الخ ہم امی لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس چیز سے تمام مکلفین کو خطاب کیا جائے اس میں یہ بات ضروری ہے کہ ایک تو حساب کرنے میں تعمق کرنے کی حاجت نہ ہو۔ اور دوسرے ظاہر نظر میں کمی و بیشی کی ترتیب اُس میں معلوم ہو جائے لہذا شرع نے سہامات میں سے دو قسم کے سہام اختیار کئے ایک تو ثلثین اور ثلث اور سدس۔ اور دوسرے نصف۔ ربع۔ ثمن۔ کیونکہ ان دونوں کا مخرج اصلی اوّل اعداد ہیں اور اُن میں تین مرتبے پائے جاتے ہیں جنمیں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک شے کو اپنے اوپر دوچند کے ساتھ اور اپنے نیچے نصف کے ساتھ ہوتی ہے۔ کمی و بیشی کے ظاہر اور محسوس ہونے کا یہ ادنی درجہ ہے پھر جب ایک زیادتی کا دوسری زیادتی کے ساتھ اعتبار کیا جائے تو اور نسبتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو باب توریث میں ضروری ہیں مثلاً اگر نصف پر کچھ بڑھایا جائے اور کل سے کم رہے تو دو ثلث ہو گئے اور نصف سے جب کم کیا جائے اور ربع سے کم رہے تو دو ثلث ہو گئے اور نصف سے جب کم کیا جائے اور ربع سے کم ہے تو ثلث ہو گیا اور خمس اور ربع کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اس واسطے کہ اُن کے مخرج کی تخریج میں دقت ہے اور اسمیں گھٹاؤ بڑھاؤ کرنے میں تعمق فی الحساب کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے یوصیکم اللہ الخ (ترجمہ) سکھاتا ہے تم کو خدا تعالی تمہاری اولاد میں مرد کے لئے برابر حصہ دو عورتوں کے ہے۔ پھر اگر عورتیں دو سے زیادہ ہیں پس انکو میت کے ترکہ کا دو ثلث ہے اور اگر ایک ہے تو اُسکے لئے نصف۔ میں کہتا ہوں مرد کا حصہ عورت سے دوچند ہوتا ہے اسلئے کہ خدا تعالی فرماتا ہے۔ الرجال الخ اور اکیلی بیٹی کے لئے نصف ترکہ کیونکہ اگر اکیلا بیٹا ہوتا تو اسکو سارا مال ملتا پس اس حساب سے اکیلی بیٹی نصف کی مستحق ہے۔

قضیۃ للتضعیف والبنتان حکمہما حکم الثلاث بالاجماع وانما اعطیتا الثلثین لانہ لوکان مع البنت ابن لوجدت الثلث فالبنت الاخری اولی ان لا ینزل[1] نصیبہا من الثلث وانما افضل للعصبۃ الثلث لان للبنات معونۃ وللعصبات معونۃ فلم تسقط احداہما الاخری لکن کانت الحکمۃ ان یفضل من فی عمود النسب علی من یحیط بہ من جوانبہ وذلک نسبۃ الثلثین من الثلث وکذلک حال الوالدین مع البنین والبنات وقال اللہ تعالی ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس الآیۃ **اقول** قد علمت ان الاولاد احق بالمیراث من الوالدین وذلک بان یکون لہم الثلثان ولہما الثلث وانما لم یجعل نصیب الوالد اکثر من نصیب الام لانہ اعتبر فضلہ من جہۃ قیامہ مقام الولد ذبہ عنہ مرۃ واحدۃ بالعصوبۃ فلا یعتبر ذلک الفضل بعینہ فی حق التضعیف ایضا وعند عدم الولد لا احق من الوالدین فاحاطا تمام المیراث وفضل الاب علی الام وقد علمت ان الفضل المعتبر فی اکثر ہذہ المسائل فضل التضعیف ثم ان کان المیراث للام والاخوۃ وہم اکثر من واحد وجب ان ینقص سہمہا الی السدس لانہ ان لم تکن الاخوۃ عصبۃ وکانت العصبات ابعد من ذلک فالعصوبۃ والرفق والمودۃ علی السواء فجعل النصف لہؤلاء والنصف لہؤلاء ثم قسم النصف علی الام واولادہا فجعل السدس لہا البتۃ لا ینقص سہمہا منہ والباقی لہم جمیعا

اور دو بیٹیوں کا حکم بالاجماع تین کا ہے اور دو ثلث اُن کو اس واسطے ملتے ہیں کہ اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا ہو تو اس بیٹی کو ثلث ملتا ہے اس لئے دوسری بیٹی کا بطریق اولیٰ ثلث سے کم نہ ہونا چاہیئے اور عصبہ کے لئے ثلث اس لئے زیادہ کیا گیا کہ بیٹیوں سے بھی معاونت ہوتی ہے اور عصبات سے بھی ہوتی ہے پس ایک دوسرے کو ساقط نہ کرے گا بلکہ حکمت کا مقتضے یہ ہے کہ جو شخص نسب کے عمود میں داخل ہے اُسکو اُن لوگوں پر جو عمود کے ادھر اودھر ہیں فضیلت دیجائے اور وہ ثلث میں سے دو ثلث کی نسبت ہے۔ اور ایسا ہی والدین کا بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ حال ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے ولابویہ لکل واحد منہما الخ اور اس کی ماں باپ کے لئے دونوں میں سے ہر ایک کو اُسکے ترکہ میں سے سدس ہے اگر اُسکے اولاد ہو۔ پس اگر اُسکے اولاد نہیں ہے اور اُسکے ماں باپ اُسکے وارث ہوتے ہیں تو اُسکی ماں کو ثلث ہے۔ پھر اگر اُسکے بھائی ہیں تو اُسکی ماں کو سدس ہے۔ **میں** کہتا ہوں تم کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے۔ کہ بہ نسبت والدین کے اولاد ورثہ کی زیادہ تر مستحق ہوتے ہیں۔ اور اُسکی صورت یہ ہے۔ اولاد کو دو ثلث اور والدین کو ثلث دیا جائے اور باپ کا ماں کے حصہ سے اسلئے زیادہ مقرر نہیں کیا گیا۔ کہ بیٹے کے قائم مقام ہونے اور اُسکی معاونت کے اعتبار سے عصبہ کے ساتھ باپ کی فضیلت کا ایک مرتبہ اعتبار ہو چکا ہے اس لئے بعینہٖ اس فضیلت کا کافی تضعیف میں اعتبار نہ کرینگے اور جس صورت میں بیٹے کی اولاد نہ ہو والدین سے زیادہ کوئی حقدار نہیں ہے لہٰذا سب ترکہ اُنہیں ملے گا۔ اور باپ کو ماں پر فضیلت ہوگی۔ اب بات کو تم معلوم کر چکے ہو کہ ان مسائل کے اندر اکثر جس فضیلت کا اعتبار کیا جاتا ہے وہ فضیلت تضعیف ہے۔ پھر اگر ماں اور بھائی وارث ہوں اور بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔ کیونکہ اگر بھائی عصبہ نہیں ہے اور عصبات اُس سے بعید ہیں تو عصبیت اور شفقت و محبت برابر ہے نصف اُنکو اور نصف اُنکو دیگا اور وہ نصف اُسکی ماں اور اُسکی اولاد پر تقسیم کیا جائیگا اس حساب سے ماں کو بلا شک چھٹا حصہ دلایا جائیگا اور اس سے کم نہ ہوگا۔ اور باقی ان سب کو دلایا جائیگا۔

[1] لہ لا ینقص ۱۲

وان كانت الاخوة عصبات فقد اجتمع فيهم القرابة القريبة والحماية وكثيرا ما يكون مع ذلك ورثة أخرون كالبنت والبنين والزوج فلو لم يجعل لها السدس حصل التضييق عليهم **وقال** ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها اودين ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها اودين **اقول** الزوج ياخذ الميراث لانه ذو اليد عليها وعلى مالها فاخراج المال من يده يسوءه ولانه يودع منها ويا منها في ذات يده حتى يتخيل ان له حقا قويا فيما في يدها والزوجة تاخذ حق الخدمة والمواسات والرفق ففضل الزوج على الزوجة وهو قوله تعالى الرجال قوامون على النساء ثم اعتبر ان لا يضيق على الاولاد وقد علمت ان الفضل المعتبر في اكثر المسائل فضل التضعيف **قال** تعالى وان كان رجل يورث كلالة او امرأة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث **اقول** هذه الاية في اولاد الام للاجماع ولما لم يكن له والد ولا ولد جعل لحق الرفق اذا كانت فيهم الام النصف ولحق النصرة والحماية النصف فان لم يكن ام جعل لهم الثلثان ولهؤلاء الثلث **قال** الله تعالى يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها ان لم يكن لها ولد فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك

اور اگر بھائی عصبات ہیں تو اُن میں قرابت قریبہ وحمایت دونوں پائی جاتی ہیں اور بسا اوقات اُن کے ساتھ اور وارث بھی ہوتے ہیں مثلاً بیٹی اور بیٹے اور خاوند پھر اگر ماں کو سدس نہ دلایا جاوے تو انکو تنگی وقت ہو اور اللہ پاک فرماتا ہے ولکم نصف الخ اور تمکو تمہاری بیویوں کے ترکہ کا نصف ہے اگر انکی اولاد نہو پس انکی اولاد ہو تو اُن کے ترکہ میں سے تمکو ربع ہے۔ اور وصیت کے جس چیز کی انہوں نے کی ہو یا دین کے اور بیبیوں کو تمہارے ترکہ میں سے اگر تمہارے اولاد نہیں ہے تو ربع ہے پھر اگر تمہارے اولاد ہے تو انکو تمہارے ترکہ میں سے ثمن ہے بعد اُس چیز کے وصیت کے کہ جو تمنے کی ہے یا قرض کے۔ میں کہتا ہوں خاوند کو ورثہ اس لیے ملتا ہے کہ اسکو بیوی اور اُسکے مال پر قبضہ ہوتا ہے پس بالکل مال کے اُس کے قبضہ سے نکال لینے میں اُسکی ضرر رسانی ہے اور دوسرے یہ کہ خاوند اپنا مال اُس کی سپردگی میں رکھتا ہے اور اپنے مال میں اسکو امین سمجھتا ہے اسی خیال سے کہ بیوی کے مال میں اُس کا بڑا حق ہے اور بیوی خاوند سے خدمت اور ہمدردی اور حق محبت کا لیتی لہذا خاوند کو بیوی پر فضیلت ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الرجال الخ پھر اس بات کا بھی اعتبار کیا گیا کہ خاوند بیوی کو زیادہ حصہ لینے سے اولاد پر تنگی نہ ہو اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے۔ کہ اکثر مسائل میں جس فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ وہ فضیلت تضعیف ہے اللہ پاک فرماتا ہے وان کان رجل الخ اگر وہ شخص جس کا ورثہ تقسیم ہوتا ہے کلالہ ہو اور اس مرد کے بھائی یا بہن ہو پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو سدس ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ثلث میں شریک ہونگے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آیت ماں کی اولاد میں وارد ہے اور اسپر اجماع ہو چکا ہے اور چونکہ اس شخص کا باپ ہے نہ اولاد ہے اسلیے شفقت کے لحاظ سے اگر انمیں ماں ہے تو انکو نصف ہے اور نصف معاونت اور حمایت کے اعتبار سے اور اگر ماں نہیں ہے تو دو ثلث اُنکا ہے اور ایک ثلث انکا ہے اللہ پاک فرماتا ہے یستفتونک الخ تجھسے مسئلہ دریافت کرتے ہیں کہدو خدا تمکو بیان کرتا ہے اگر کوئی مرد مر جائے جسکے پیچھے اولاد نہو اور اسکی ہمشیرہ ہو تو اسکی ہمشیرہ کو اس مرد کے ترکہ کا نصف ہے اور وہ مرد اسکا وارث ہوگا اگر اُسکے اولاد نہیں ہے پھر اگر دو ہمشیرہ ہوں تو اُن دونوں کو اُسکے ترکہ میں سے دو ثلث ہے۔

وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين الآية **اقول** هذه الآية في اولاد الاب بني الاعيان وبني العلات بالاجماع والكلالة من لا والد له ولا ولد وقوله ليس له ولد كشف لبعض حقيقة الكلالة والجملة في ذلك انه اذا لم يوجد من يدخل في عمود النسب حمل اقرب من يشبه الاولاد وهم الاخوة والاخوات على الاولاد۔ **قال** رسول الله صلى الله عليه وسلم الحقوا الفرائض باهلها فما بقي فهو لاولى[1] رجل ذكر **اقول** قد علمت ان الاصل في التوارث معنيان وقد ذكرناهما وان المودة والرفق لا يعتبر الا في القرابة القريبة جدا كالام والاخوة دون ما سوى ذلك فاذا جاوزهم الامر تعين التوارث بمعنى القيام مقام الميت والنصرة له وذلك قوم الميت واهل نسبه وشرفه الاقرب فالاقرب قال صلى الله عليه وسلم لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم **اقول** انما شرع ذلك ليكون طريقا الى قطع المواساة بينهما فان اختلاط المسلم بالكافر يفسد عليه دينه وهو قوله تعالى في حكم النكاح اولئك يدعون الى النار۔ **وقال** صلى الله عليه وسلم القاتل لا يرث **اقول** انما شرع ذلك لان من الحوادث الكثيرة الوقوع ان يقتل الوارث مورثه ليحوز ماله لا سيما في ابناء العم ونحوهم فيجب ان تكون السنة بينهم تأييس من فعل ذلك عما اراده لتنقطع عنهم تلك المفسدة وجرت السنة ان لا يرث العبد ولا يورث وذلك لان ماله لسيده والسيد اجنبي۔

اور اگر اُس کے بھائی وبہین ہوں تو مرد کو عورت سے دوچند ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آیت بالاجماع باپ کی اولاد میں وارد ہے خواہ وہ بنی اعیان ہوں یا بنی علات ہوں اور کلالہ اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جسکا نہ باپ ہو نہ اولاد ہو اور اللہ پاک کا یہ قول لیس لہ ولد۔ کلالہ کی بعض حقیقت کو ظاہر کرتا ہے اجمال جس شخص کا کوئی ایسا وارث ہو کہ نسب کے عمود میں داخل ہو تو وہ لوگ جو اولاد کے بعد سب سے زیادہ قریب اور اور اولاد کے مشابہ ہیں وہ اولاد ہی پر محمول ہوں اور وہ برادر و ہمشیرہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحقوا الخ تمام حصہ اُن کے حقداروں کو دیدو پھر جو باقی رہے تو وہ اس مرد کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بات معلوم ہو چکی کہ توارث کے اندر دو باتوں کا لحاظ کیا گیا ہے جنکو ہم بیان کر چکے اور محبت وشفقت کا صرف اس قرابت میں لحاظ کیا گیا جو بہت قریب ہے جیسے ماں و بھائی نہ اُن کے سوا میں۔ پس جب اُن سے بچ رہے تو وارث میت کے قائم مقام ہونے اور اُس کے معاونت کرنے کے اعتبار سے معین ہوگا اور میت کی۔ قوم اور اُس کے نسب اور اُس کے درجہ کے لوگ ہیں الاقرب الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یرث الخ نہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے نہ کافر مسلمان کا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اسلیئے دیا گیا ہے تاکہ کافر و مسلمان میں ہمدردی نہ ہونے پائے کیونکہ مسلمان کا کافر سے اختلاط رکھنا باعث اُس کے دین کے فساد کا ہوگا چنانچہ اللہ پاک نکاح کے حکم میں فرماتا ہے اولٰئک الخ وہ جہنم کیطرف بلاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے القاتل الخ قاتل کو ورثہ نہیں پہونچتا۔ میں کہتا ہوں یہ حکم اسلیئے دیا گیا ہے کہ بسا اوقات وارث مال لینے کی خاطر اپنے مورث کو مار ڈالتا ہے خاصکر چچازاد بھائی وغیرہ اس وقت میں اُس طریقہ کا اُن میں مقرر کرنا ضروری ہوا کہ اس فعل کے مرتکب ہونیوالے نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے وہ نا امید کیا جائے تاکہ یہ مفسدہ رفع ہو اور یہ بھی طریقہ متوارث چلا آتا ہے کہ نہ غلام کو کسی کا ورثہ ملتا ہے نہ اور کسی کو غلام کا ورثہ ملتا ہے کیونکہ غلام کا مال مولا کا مال ہوتا ہے اور مولا اجنبی شخص ہوتا ہے

[1] ماخوذ من الولی بمعنی القرب یعنی الاقرب الی المیت وهو العصبة ۱۲

وقال صلے اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات اقول وذلك لما ذكرنا
من ان القيام مقام الميت مبناه على الاختصاص وحجب الاقرب الابعد بالحرمان واجمعت
الصحابة رضى الله عنهم فى زوج وابوين وامراة وابوين ان للام ثلث الباقى وقد بين ابن مسعود رضی اللہ عنہ
ذلك بما لامزيد عليه حيث قال ما كان الله ليرينى ان افضل اما على اب وقضى رسول الله
صلے الله عليه وسلم فى بنت وابنة ابن واخت لاب وام للابنة النصف ولابنة الابن السدس وما
بقى فللاخت اقول وذلك لان الابعد لا يزاحم الاقرب فيما يجوز فما بقى فان الابعد احق به
حتى يستوفى ما جعل الله لذلك الصنف فالابنة تأخذ النصف كاملا وابنة الابن فى حكم البنات
فلم تزاحم البنت الحقيقية واستوفت ما بقى من نصيب البنات ثم كانت الاخت عصبة لان
فيها معنى من القيام مقام البنت وهى من اهل شرفه وقال عمر رضى الله عنه فى زوج وام
واخوة لاب وام واخوة لام لم يزدهم الاب الا قربا وتابع عليه ابن مسعود وزيد وشريح رضى الله
عنهم وخلائق وهذا القول اوفق الاقوال بقوانين الشرع وقضى للجدة بالسدس اقامة
لها مقام الام عند عدمها وكان ابوبكر وعثمان وابن عباس رضى الله عنهم يجعلون الجد
ابا وهو اولى الاقوال عندى واما الولاء فالسر فيه النصرة وحماية البيضة فالاحق بها مولى النعمة
ثم بعده الذكور من قومه الاقرب فالاقرب والله اعلم ۞

اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اعیان بنی الام الخ یعنی ماں کی اولاد میں سے بنی اعیان میں توریث جاری
ہوتی ہے بنی علات میں نہیں ہوتی - میں کہتا ہوں اس کا سبب ہم بیان کر چکے ہیں کہ میت کی قائم مقامی
کا مبنیٰ خصوصیت پر ہے اور قریب بعید کا حاجب ہو کر اس کو محروم کر دیتا ہے اور خاوند و ماں باپ اور
بیوی اور ماں باپ کی صورت میں اسبات پر صحابہؓ کا اجماع ہے کہ ماں کو باقی کا ثلث ملتا ہے اور حضرت ابن مسعودؓ
نے بخوبی بیان کر دیا ہے اور فرمایا ہے ما کان اللہ الخ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک بیٹی اور
ایک پوتی اور ایک اخت عینی کی صورت میں بایں طور حکم دیا کہ بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس اور ہمشیرہ کو مابقی - میں کہتا
ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ بعید قریب کا اُسکے حصہ میں مزاحم نہیں ہوتا ہے اور جو باقی رہے تو بعید اُس کا حقدار
ہوتا ہے تاکہ خدا تعالیٰ نے اس صنف کے لیے جو مقرر کیا ہے اس کا استیفا کرے پس بیٹی کو پورا نصف ملیگا اور پوتی
بیٹی کے حکم میں ہے پس حقیقی بیٹی کی مزاحم نہو گی اور بیٹیوں کے حصہ سے مابقی اسکو ملجائے گا پھر ہمشیرہ عصبہ ہوئی اسلیئے
کہ اس میں بیٹی کے قائم مقام ہونے کے معنی پائے جاتے ہیں اور وہ مورث کے درجہ کی ہے اور حضرت عمر رضی
اللہ عنہ نے ایک خاوند اور ایک ماں اور حقیقی بھائیوں اور اخیافی بھائیوں کے باب میں فرمایا کہ باپ نے اُنکی قرابت
کو ہی بڑھایا ہے حضرت ابن مسعودؓ اور زید اور شریح وغیرہ رضی اللہ عنہم نے اسی حکم کو قبول کیا اور قوانین شرعی
کے ساتھ یہ حکم زیادہ تر مناسب ہے اور دادی کے لیئے سدس کا حکم دیا کیونکہ ماں کے نہ ہونے کی صورت میں دادی
ماں کے قائم مقام ہے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عثمانؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم دادا کو باپ کا حکم دیتے تھے اور میرے نزدیک
یہ قول سب سے بہتر ہے اور ولا میں یہ راز ہے کہ اس میں معاونت و عزت کی محافظت پائی جاتی ہے پس مولا
نعمت اس کا زیادہ تر مستحق ہے بعد ازاں اُس کے قوم کے مرد درجہ بدرجہ واللہ اعلم -

مِنْ أَبْوَابِ تَدْبِيرِ الْمَنْزِلِ

اعلم ان أُصُولِ فن تدبير المنازل مسلمة عند طوائف العرب والعجم لهم اختلاف فی اشباحها و صورها وبعث النبی صلی الله علیه وسلم فی العرب واقتضت الحکمة ان یکون طریق ظهور کلمة الله فی الارض غلبتهم علی الادیان ونسخ عادات اولئك بعاداتهم وریاسة اولئك بریاستهم فاوجب ذلك ان لایتعین تدبیر المنازل الا فی العادات للعرب وان تعتبر تلك الصور والاشباح باعیانها وقد ذکرنا اکثر ما یجب ذکره فی مقدمة الباب فی الارتفاقات وغیرها فراجع۔

الخِطبةُ وما يتعلق بها

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا معشر الشباب[1] من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء[2] اعلم ان المنی اذا کثر تولده فی البدن صعد بخاره الی الدماغ فحبب الیه النظر الی المرءة الجمیلة وشغف قلبه حبها ونزل قسط منه الی الفرج فحصل الشبق واشتدت الغلمة[3] واکثر ما یکون ذلك فی وقت الشباب

تدبیر منزل کے ابواب کا بیان

معلوم کرو کہ فن تدبیر منزل کے اصول تمام عرب وعجم کے نزدیک مسلم ہیں البتہ انکی صورتوں میں اختلاف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں پیدا کیے گئے اور حکمت الٰہیہ کا مقتضی ہوا کہ تمام دنیا میں بانیطور کلمۃ اللہ کا اعلان ہو کہ عرب کا دین تمام ادیان پر غالب کیا جائے اور تمام دنیا کے عادات عرب کے عادات سے منسوخ کیے جاویں اور تمام دنیا کے لوگوں کی ریاست انکی ریاست سے منسوخ کیجاوے لہٰذا یہ بات ضروری ہوئی کہ بجز عرب کی عادات کے تدبیر منزل کسی صورت سے نہیں ہوسکتی اور نیز خود ان صور واشباح کا اعتبار ضروری ہوا اور ہم اکثر ضروری باتیں مقدمہ باب میں ارتفاقات وغیرہ کے اندر بیان کرچکے ہیں وہاں دیکھنا چاہیے۔

نکاح کے متعلق گفتگو اور اسکے متعلقات کا بیان

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا معشر لے گروہ جوانوں کے جو شخص تم میں سے نکاح کی طاقت رکھے تو اسکو نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح کرنے میں نگاہ پست رہتی ہے اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو کوئی اسکی طاقت نہ رکھے تو اسکو روزہ رکھنا چاہیے اسلیے کہ روزہ خصی کر دیتا ہے۔ معلوم کرو کہ بدن کے اندر جب کثرت سے منی پیدا ہوتی ہے تو اسکے بخارات دماغ کیطرف چڑھتے ہیں تو اسکا دل کسی خوبصورت عورت کے دیکھنے کو چاہتا ہے اور اسکی محبت اسکے قلب پر غالب ہوجاتی ہے اور اس منی کا ایک حصہ پیشابگاہ کیطرف اترتا ہے جس سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور شدت سے خواہش ہوتی ہے اور اکثر یہ بات جوانی کے زمانہ میں ہوتی ہے اور مجاہات طبع میں سے ۔

---

[1] جمع شاب ولا جمع فاعل علے فعال غیره والباءة الجماع والوجاء بالکسر رض الخصیتین لتضعف الشهوة والمراد بها الکسر للشهوة یعنی ان الصوم قاطع للشهوة ۱۲

[3] قوله غلمة اعنی قوة شهوة الجماع ۱۲

وهذا حجاب عظيم من حجب الطبيعة يمنعه من الامعان فى الاحسان ويهيجه الى الزنا ويفسد عليه الاخلاق ويوقعه فى مهالك عظيمة من فساد ذات البين فوجب اماطة هذا الحجاب فمن استطاع الجماع وقدر عليه بان تيسرت له مثلا امرأة على ما تأمر به الحكمة وقدر على نفقتها فلا احسن له من ان يتزوج فان التزوج اغض للبصر واحصن للفرج من حيث انه سبب لكثرة استفراغ المني ومن لم يستطع ذلك فعليه بالصوم فان سرد الصوم له خاصية فى كسر سورة الطبيعة وكبحها عن غلوائها لما فيه من تقليل مادتها فيتغير به كل خلق فاسد نشأ من كثرة الاخلاط ورد صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل فقال اما والله انى لاخشاكم لله واتقاكم له لكنى اصوم وافطر واصلى وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى :

اعلم انه كانت المانوية والمترهبة من النصارى يتقربون الى الله بترك النكاح وهذا باطل لان طريقة الانبياء عليهم السلام التى ارتضاها الله للناس هى اصلاح الطبيعة ودفع اعوجاجها لا سلخها عن مقتضياتها وقد ذكرنا ذلك مستوعبا فراجع ثم لابد من الارشاد الى المرأة التى يكون نكاحها موافقا للحكمة موفرا عليه مقاصد تدبير المنزل لان الصحبة بين الزوجين لازمة والحاجات من

یہ ایک بہت بڑا حجاب ہے جو اسکو احسان کی صفت میں غور کرنے سے مانع ہوجاتا ہے اور زنا کیطرف اسکو رغبت دلا کر اس شخص کی عادت بگاڑ دیتا ہے اور باہمی فساد سے بڑی بڑی ہلاکتوں میں وہ شخص پڑجاتا ہے لہٰذا اس حجاب کا دور کرنا ضروری ہوا پس جو شخص جماع کی طاقت رکھتا ہوا اور اس پر قادر ہو بایں طور کہ مقتضاء حکمت کے موافق کوئی عورت اسکو میسر آوے اور اس کا خرچ اٹھا سکے تو اس شخص کے لیئے نکاح سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ نکاح کرنے سے نگاہ پست رہتی ہے اور آدمی کی شرمگاہ محفوظ رہتی ہے کیونکہ اس کے سبب سے منی کثرت سے خارج ہوتی رہتی ہے اور جس شخص میں اسکی استطاعت نہو تو اسکو روزہ رکھنا چاہیئے کیونکہ روزہ رکھنے کو ہیجان طبعی کے فرو کرنے اور اس کے جوش کو کم کرنے میں بہت دخل ہے اسلیئے کہ اسمیں منی کے مادہ کا کم کرنا ہے پس تمام اخلاق فاسدہ جو کثرت اخلاط سے پیدا ہوتے ہیں وہ روزہ کے سبب سے بدل جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل سے منع فرمایا اور فرمایا آگاہ ہوجاؤ کہ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا کا خوف کرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ میں اس سے خوف کرتا ہوں مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پھر جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے معلوم کرو کہ نصاریٰ میں سے مانویہ اور مترھبہ ترک نکاح کو قربت الہی کا سبب سمجھتے تھے اور یہ ان کا خیال غلط تھا اسلیئے کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ جسکو خدا تعالیٰ نے لوگوں کے لیئے پسند فرمایا ہے وہ صرف اصلاح طبیعت اور اسکی کجی کا دور کرنا ہے تمام نواحش سے اُس کا جدا کرنا مقصود نہیں ہے اور ہم پورے طور پر اُس کا بیان کرچکے ہیں پھر ایسی عورت کیطرف رہبری ضرور ہے جسکا نکاح حکمت شرعی کے موافق ہوا اور تدبیر منزل کے مقاصد پورے طور پر اُس سے حاصل ہوسکیں اس لیئے کہ خاوند و بیوی کی صحبت لازمی ہے اور یہ

---

[1] قوم یشبون الخیر اے النہار والشر اے اللیل ۱۲

الجانبين متوكدة فلو كان لها جبلة سوء وفي خلقها وعادتها فظاظة وفي لسانها بذاء ضاقت عليه الارض بما رحبت وانقلبت عليه المصلحة مفسدة ولو كانت صالحة صلح المنزل كل الصلاح وتهيأ له اسباب الخير من كل جانب وهو قوله صلى الله عليه وسلم الدنيا متاع وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة قال النبي صلى الله عليه وسلم تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك اعلم ان المقاصد التي يقصدها الناس في اختيار المرأة اربع خصال غالبا تنكح لمالها بان يرغب في المال ويرجو مواساتها معه في مالها وان يكون اولاده اغنياء لما يجدون من قبل امهم ولحسبها يعني مواخر اباء المرأة[1] فان التزوج في الاشراف شرف وجاه ولجمالها فان الطبيعة البشرية راغبة في الجمال وكثير من الناس تغلب عليهم الطبيعة ولدينها اي لعفتها عن المعاصي وبعدها عن الريب وتقربها الى بارئها بالطاعات فالمال والجاه مقصد من غلب عليه حجاب الرسم والجمال وما يشبهه من الشباب مقصد من غلب عليه حجاب الطبيعة والدين مقصد من تهذب بالفطرة فاحب ان تعاونه امرأته في دينه وترغب في صحبة اهل الخير قال صلى الله عليه وسلم خير نساء ركبن الابل نساء قريش احناه[2] على ولد في صغره وارعاه على زوج في ذات يده

جانبین سے حوائج ضروری ہوتے ہیں پس اگر عورت بدطبیعت ہے اور اسکی سرشت وعادت میں سختی اور زبان میں اسکی لغویت داخل ہے تو اس شخص پر باوجود فراخ ہونے کے دنیا تنگ ہو جائیگی اور وہ مصلحت فساد کیطرف منقلب ہو جائیگی اور اگر صالحہ ہے تو اسکی وجہ سے کامل طور پر گھر کی اصلاح ہو سکتی ہے اور ہر طرف سے اس شخص کے لیے اسباب خیر مہیا ہو جائینگے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدنیا متاع وخیر الخ دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی بہتر پونجی صالحہ بیوی ہے اور آپ نے فرمایا تنکح الخ چار باتوں کے سبب سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اسکے مال کے سبب سے اور اس کے حسب کیوجہ سے اور خوبصورتی کیوجہ سے اور دین کے سبب سے پس دیندار پر ظفریاب ہو خاک میں ملجاویں تیرے دونوں ہاتھ۔ معلوم کرو کہ بیوی کے پسند کرنے میں لوگ جن مقاصد کا قصد کرتے ہیں وہ غالباً چار باتیں ہیں ایک تو اسکے مال کیوجہ سے کہ اس شخص کو اسکے مال کیطرف رغبت ہوتی ہے اور اسکو امید ہوتی ہے کہ مال کے ساتھ وہ عورت اسکی غمخواری کریگی۔ اور اسکی اولاد ماں کے مالدار ہونے کیوجہ سے غنی ہو جائیگی کیونکہ ماں کے ترکہ میں انکو یہ مال ملیگا اور ایک عورت کے حسب کیوجہ سے یعنی اس عورت کے باپ دادا خاندانی ہوتے ہیں تو اسکے ساتھ نکاح کرنے میں وہ اپنی عزت سمجھتا ہے کیونکہ عزت داروں میں نکاح کرنا شرف و عزت کا سبب ہوتا ہے اور ایک خوبصورتی کیوجہ سے کیونکہ طبیعت بشری کو جمال کیطرف رغبت ہوتی ہے اور بہت سے لوگ طبیعت کے مغلوب ہوتے ہیں اور ایک اسکے دین کے سبب سے یعنے وہ عورت صاحب عفت اور صاحب ایمان ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک وہ مقرب ہوتی ہے۔ مال وعزت تو ایسی چیزیں ہیں کہ جن لوگوں پر رسم دنیا کا حجاب غالب ہے وہ انکا قصد کرتے ہیں اور جمال وشباب وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ جنپر حجاب طبعی کا غلبہ ہے انکو یہ مقصود ہوتی ہیں اور دین اس شخص کا مقصود ہوتا ہے جو فطرت کے اعتبار سے مہذب۔ گیا ہے اور وہ بات کو چاہتا ہے کہ دین میں اسکی بیوی اسکی معاونت کرے اور اہل خیر کیساتھ صحبت کی اسکو رغبت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر الخ جتنی عورتیں اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں ان سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں سب آدمیوں سے زیادہ انکو اپنے بچے کیساتھ اسکی بچپن میں محبت ہوتی ہے اور سب سے زیادہ اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں

[1] اصل معناه الدعار بالذل والهلاک ویراد فی العرف الانکار والتعجب والحث علی الامر ۱۲ [2] ای تحصول مفاخرہم ۱۲ [3] سے اشفق الانسان ۱۲

اقول يستحب ان تكون المرأة من كورة وقبيلة عادات نسائها صالحة فان الناس معادن كمعادن الذهب والفضة وعادات القوم ورسومهم غالبة على الانسان وبمنزلة الامر المجبول عليه وبين ان نساء قريش خير النساء من جهة انهن احنى انسان على الولد في صغره وارعاه على الزوج في ماله ورقيقه ونحو ذلك وهذان من اعظم مقاصد النكاح وبهما انتظام تدبير المنزل وان انت فتشت حال الناس اليوم في بلادنا وبلاد ما وراء النهر وغيرها لم تجد ارسخ قدما في الاخلاق الصالحة ولا اشد لزوما لها من نساء قريش وقال صلى الله عليه وسلم تزوجوا الولود الودود فاني مكاثر بكم الامم **اقول** توادّ الزوجين به تتم المصلحة المنزلية وكثرة النسل بها تتم المصلحة المدنية والملية وود المرأة لزوجها دال على صحة مزاجها وقوة طبيعتها مانع من ان يطمح بصرها الى غيره باعث على تجملها بالامتشاط وغير ذلك وفيه تحصين فرجه ونظره **قال** صلى الله عليه وسلم اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد عريض **اقول** ليس في هذا الحديث ان الكفاءة غير معتبرة كيف وهي مما جبل عليه طوائف الناس وكاد يكون القدح فيها اشد من القتل والناس على مراتبهم والشرائع لا تهمل مثل ذلك ولذلك قال عمر رضي الله عنه لامنعن النساء الا من اكفائهن ولكنه اراد ان لا يتبع المحقرات

میں کہتا ہوں یہ بات پسندیدہ ہے کہ بیوی اس قبیلہ وخاندان کی ہو جسکی عورتیں خوش اخلاق ہوتی ہوں کیونکہ سونے وچاندی کی کانوں کی طرح آدمیوں کی بھی کانیں ہیں اور انسان پر اسکی قوم کی رسوم وعادات اُسپر اسقدر غالب ہوتی ہیں کہ گویا اُنکی سرشت میں داخل ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسبات کا بیان فرمادیا کہ سب عورتوں سے بہتر قریش کی عورتیں ہوتی ہیں اسلیئے کہ سب سے زیادہ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی اولاد کی انکو شفقت ہوتی ہے اور اپنے خاوند کے مال وغلام وغیرہ کی حفاظت سب سے زیادہ کرتی ہیں اور نکاح کے جو مقاصد ہوتے ہیں ان سب میں یہ دو بڑے بڑے مقصد ہیں اور انھیں سے تدبیر منزل کا انتظام ہوتا ہے اور اگر تم آجکل ہمارے ملک اور ماوراء النہر وغیرہ کی تفتیش کروگے تو عادات صالحہ میں سب سے زیادہ ثابت قدم اور مستقل ان باتوں میں قریش کی بیویوں کو دیکھوگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی تزوجوا الخ کہ نکاح کرو تم ایسی عورتوں سے جو زیادہ جننے والی اور زیادہ محبت والیوں سے کیونکہ میں امتوں سے تمہارے ساتھ کثرت میں مقابلہ کرنے والا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ خاوند بیوی کی باہم محبت کیوجہ سے مصلحت خانگی پورے طور سے قائم رہیگی اور بسبب کثرت اولاد کے مصلحت مدنیہ اور ملیہ کی خوب تکمیل وتتمیم ہوگی اور عورت کو خاوند کے ساتھ محبت کا ہونا اسکے صحت مزاج اور قوت طبیعت کی دلیل اور غیروں کی طرف نظر کرنے سے مانع اور کنگھی وغیرہ سے سنگھار کرنے کا باعث ہے اور اُس میں خاوند کی شرمگاہ اور اُسکی نظر کی حفاظت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا خطب الخ جب کوئی شخص تمہارے پاس پیغام نکاح کا لاوے جسکی دینداری وعادت سے تم راضی ہو اسکے ساتھ تم نکاح کرو اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہوگا۔ میں کہتا ہوں اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ نکاح کے اندر کفویت کا اعتبار نہیں ہے اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ہر قسم کے لوگوں کی سرشت میں کفویت کا اعتبار ہے اور کبھی کفویت کا نقصان قتل سے زیادہ ہوتا ہے اور لوگوں کے مرتبے ہیں اور شریعت ایسی باتوں کو مہمل نہیں چھوڑتی اسی لیے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں عورتوں کو بجز اُن کے کفو کے لوگونکے سب سے ممانعت کرونگا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ جب اس شخص کے دین وعادت پسندیدہ ہو تو اسکے بعد حقیر چیزوں پر نظر نہ کرو۔

٥ لم تزوجوا من هذه صفته . رغبتم في مجرد الحسب والمال تكن فتنة لانها يرجان الطغيان جر الفساد ۱۱

نحو قلة المال ورثاثة الحال ودمامة الجمال او يكون ابن ام ولد ونحو ذلك من الاسباب بعد ان
يرضى دينه وخلقه فان اعظم مقاصد تدبير المنزل ان يكون الاصطحاب سببا لصلاح الدين قال
صلى الله عليه وسلم الشؤم في المرأة والدار والفرس اقول التفسير الصحيح الذي يوجبه مورد
الحديث ان هنالك سببا خفيا غالبيا يكون به اكثر من يتزوج المرأة مثلا محارفا غير مبارك و
يستحب للرجل اذا دلت التجربة على شؤم امرأة ان يريح نفسه بترك تزوجها وان كانت جميلة
او ذات مال والحكمة تحكم بايثار البكر بعد ان تكون عاقلة بالغة فانها ارضى باليسير لقلة خبرتها
وانتق رحما لقوة شبابها واقرب للتأدب بما تأمر به الحكمة ويلزم عليها واحصن للفرج والنظر
بخلاف الثيبات فانهن اهل خبرة وصعوبة الاخلاق وقلة الاولاد وهن كالالواح المنقوشة
لا يكاد يؤثر فيهن التأديب اللهم الا اذا كان تدبير المنزل لا ينتظم الا بذات التجربة كما ذكره
جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال صلى الله عليه وسلم اذا خطب احدكم المرأة فان استطاع ان ينظر
الى ما يدعوه الى نكاحها فليفعل وقال فانه احرى ان يؤدم بينكما وقال هل رأيتها فان في
اعين الانصار شيئا اقول السبب في استحباب النظر الى المخطوبة ان يكون التزوج على روية
وان يكون ابعد من الندم الذي يلزمه ان اقتحم في النكاح ولم يوافقه فلم يرده واسهل للتلافي

قلت مال و تنگی حال اور بدصورتی ایام ولد کے اولاد وغیرہ ہونے پر نظر نہ چاہیے کیونکہ تدبیر منزل کا مقصود اعظم خوش
اخلاقی کے ساتھ صحبت میں رہنا اور اُسکے سبب سے دین کی اصلاح کا ہونا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
الشوم الخ نحوست عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی ہے میں کہتا ہوں اس حدیث کی صحیح تفسیر جسکو حدیث کا مورد چاہتا ہے
یہ ہے کہ ان چیزوں میں کوئی سبب اکثری پوشیدہ پایا جائے جسکی وجہ سے عورت برکت سے برطرف اور شوم ہوا کرتی ہے
اور مستحب ہے مرد کو یہ بات کہ خوش کرے اپنے نفس کو ساتھ ترک کرنے نکاح کے اس عورت کے ساتھ جسکی نحوست
پر کوئی تجربہ پایا جائے اگرچہ وہ خوبصورت ہو اگرچہ وہ صاحب مال ہو اور حکمت کا مقتضیٰ ہے کہ باکرہ کو اختیار کرے بشرطیکہ
وہ عاقلہ بالغہ ہو کیونکہ اسکے اور داؤ فریب کے معنی کم ہوتے ہیں اسلیئے وہ ادنیٰ درجہ سے راضی ہو جاتی ہے اور بسبب قوی
ہونے اُسکی جوانی کے سریع تر ہے حمل کے لیئے اور ادب کی صلاحیت بھی اقرب ہے جیسے کہ حکمت کا مقتضیٰ ہے اور
نیز اپنی شرمگاہ کو اور نظر کو محفوظ رکھیگی بخلاف ثیبات کے (ثیبہ بیوہ عورت کو کہتے ہیں) کہ وہ داؤ فریب سے خوب آگاہ
ہوتی ہیں اور بداخلاق و قلیل الاولاد ہوتی ہیں اور وہ مثل الواح منقوشہ کے ہوتی ہیں کوئی ادب اُن میں اثر نہیں کرتا ہے
بار خدایا مگر جبکہ اُس شخص کو تدبیر خانگی مقصود ہو کیونکہ بغیر تجربہ کار عورت کے انتظام نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ جابرؓ نے ذکر
کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا خطب الخ جب کوئی تم میں سے کسی عورت سے پیام نکاح کا دے
پس اگر وہ شخص اُس چیز کو جو اُس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی باعث ہو دیکھ سکے تو دیکھ لے اور فرمایا ہے فانہ الخ کیونکہ
یہ بات تم دونوں میں الفت قائم رہنے کے لیئے انسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ فرمایا ھل الخ تو نے اُسکو
دیکھ بھی لیا ہے کہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے ۔ میں کہتا ہوں مخطوبہ کو دیکھ لینا اسواسطے مستحب کیا گیا ہے کہ
دیکھ لینے کے بعد جو نکاح واقع ہوگا ہوشمندی کے ساتھ ہوگا اور وہ ندامت جو بلا دیکھے بھالے نکاح کر لینے اور طبیعت
کے موافق نہونے اور پھر اُسکے رد نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے اسوقت میں پیش نہیں آتی اور دیکھنے کے بعد اُسکو رد کرنا آسان ہوتا ہے

لہ ای قبیح ۱۲ سے ای علے حرف من الخیرات ۱۲ سے ای قد عہا وقولہ انتق ای اسرع للحمل ۱۲ سے لے یؤلف ۱۲

ان رد وان یکون تزوجھا علی شوق ونشاط ان وافقہ والرجل الحکیم لا یلج مولجا حتی یتبین خیرہ وشرہ قبل ولوجہ ٭ **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان اذا احدکم اعجبتہ المرأۃ فوقعت فی قلبہ فلیعمد الی امرأتہ فلیواقعھا فان ذلک یرد ما فی نفسہ ٭ اعلم ان شھوۃ الفرج اعظم الشھوات وارھقھا للقلب موقعۃ فی مھالک کثیرۃ والنظر الی النساء یھیجھا وھو قولہ علیہ السلام المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان الخ فمن نظر الی امرأۃ ووقعت فی قلبہ واشتاق الیھا وتولہ لھا فالحکمۃ ان لا یھمل ذلک فانہ یزداد حینا فحینا حتی یملکہ ویتصرف فیہ ولکل شیء مد ویتقوی بہ وتدبیر ینتقص بہ فمد التولہ للنساء امتلاء اوعیۃ المنی بہ وصعود بخارہ الی الدماغ وتدبیر انتقاصہ استفراغ تلک الاوعیۃ وایضا فان الجماع یشغل قلبہ ویسلبہ عما یجدہ ویصرف قلبہ عما ھو متوجہ الیہ والشیء اذا عولج قبل تمکنہ زال بادنی سعی ٭ **قال** صلی اللہ علیہ وسلم لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح او یترک ٭ **اقول** سبب ذلک ان الرجل اذا خطب امرأۃ فالتفت الیہ ظھر وجہ لصلاح منزلہ فیکون تایئسہ عما ھو بسبیلہ وتخییبہ عما یتوقعہ اساءۃ معہ وظلما علیہ وتضییقا بہ ٭ **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم لا تسأل المرأۃ طلاق اختھا لتستفرغ صحفتھا ولتنکح فان لھا ما قدر لھا ٭ **اقول** السر فیہ ان طلب طلاقھا اقتضاب عنھا وسعی فی ابطال معیشتھا

دوسرے ایسے وقت میں نکاح شوق اور نشاط کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ وہ اُسکی طبیعت کے موافق ہوتا ہے اور عقلمند آدمی جبتک کسی چیز کی برائی بھلائی پہلے معلوم نہ کرلے اُسکا اقدام نہیں کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المرأۃ الخ عورت شیطان ہی کی صورت میں آتی ہے اور شیطان ہی کی صورت میں پشت کرتی ہے تمسے جب کسی کو کوئی عورت اچھی معلوم ہو اور اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو اسکو چاہیئے کہ اپنی بیوی کیطرف قصد کرے اور اس سے صحبت کرے اسلیئے کہ اُس سے اُس کے دل کا وسوسہ جاتا رہتا ہے۔ معلوم کر کہ شہوت فرج سب شہوتوں سے بڑھکر شہوت ہے اور سب سے زیادہ قلب پر اُسکا غلبہ ہوتا ہے اور یہ شہوت انسان کو بڑی بڑی ہلاکتوں میں ڈالتی ہے اور عورتوں کیطرف دیکھنے سے یہ شہوت پیدا ہوتی ہے اس حدیث سے یہی مراد ہے المرأۃ الخ پس جب کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور اُسکے قلب میں اُسکا شوق اور بیقراری پیدا ہو تو حکمت کا مقتضی ہے کہ اس شوق کو علی حالہ نہ چھوڑا جائے کیونکہ ایسی صورت میں وہ شوق آہستہ آہستہ زیادہ ہو ہو کر اُسکے قلب پر غالب آجائیگا اور قلب پر اُسکا تصرف جاری ہو جائے گا اور ہر چیز کی ایک مدد ہوتی ہے جس سے وہ چیز قوی ہو جاتی ہے اور ایک تدبیر ایسی ہوتی ہے جس سے وہ چیز کم ہو جاتی ہے پس عورتوں کیطرف رغبت کی مدد منی کے ظروف کا پُر ہونا اور اُس سے دماغ کیطرف بخارات کا صعود کرنا ہے اور اسکے کم کرنیکی تدبیر اُن ظروف کا منی سے خالی کر دینا ہے اور جب اُسکا قلب جماع کرنیکیطرف متشغول ہوگا تو وہ وسوسہ اسکے دل سے نکل جائیگا اور جس چیز کیطرف اسکی توجہ تھی وہ توجہ اُسکو نہ رہیگی اور جب ایک چیز کے استحکام سے پہلے اس کا علاج کر لیا جاتا ہے تو ادنی کوشش سے وہ چیز رفع ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یخطب الخ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے جبتک وہ نکاح نہ کرلے یا ترک نہ کرے میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ جب ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کی گفتگو کی اور عورت کو بھی اسکیطرف میلان ہو گیا تو اس شخص کے گھر آباد ہونیکی صورت ظاہر ہو گئی پس اب اس شخص کی امید کو توڑنا اور جس چیز کو وہ درپے ہے اُس سے ناامید کر دینا اس کیساتھ بدخواہی اور ظلم کرنا اور اسکو تنگ کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسأل الخ کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی خواستگاری اپنے لئے نہ کرے تاکہ اسکے برتن کو خالی کرکے اپنا نکاح اس شخص سے کرے کیونکہ اسکو وہی ملیگا جو اُسکی تقدیر میں ہے میں کہتا ہوں اسمیں حکمت یہ ہے کہ اسکی طلاق کا چاہنا اُس کیساتھ ظلم اور اسکی روزی کے خراب کرنے میں کوشش کرنا ہے

ومن اعظم اسباب فساد المدينة ان يقتضب واحد على الآخر وجه معيشته وانما المرضي عند الله ان يطلب كل واحد معيشته بما يسر الله له من غير ان يسعى في ازالة معيشة الآخر۔

ذكر العورات اعلم انه لما كان الرجال يهيجهم النظر الى النساء على عشقهن والتوله بهن ويفعل بالنساء مثل ذلك وكان كثيرا ما يكون ذلك سببا لان يبتغى قضاء الشهوة منهن على غير السنة الراشدة كاتباع من هي في عصمة غيره او بلا نكاح او من غير اعتبار كفاءة والذي شوهد من هذا الباب يغني عما سطر في الدفاتر اقتضت الحكمة ان يسد هذا الباب ولما كانت الحاجات متنازعة محوجة الى المخالطة وجب ان يجعل ذلك على مراتب بحسب الحاجات فشرع النبي صلى الله عليه وسلم وجوها من السنن احدها ان لا تخرج المرأة من بيتها الا لحاجة لا تجد منها بدا **قال** صلى الله عليه وسلم المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان **اقول** معناه استشرف خزنته او هو كناية عن تهيئ اسباب الفتنة وقال الله تعالى وقرن في بيوتكن وكان عمر رضي الله عنه لما اوتي من علم اسرار الدين حريصا على ان ينزل هذا الحجاب حتى نادى يا سودة انك لا تخفين علينا لكنه صلى الله عليه وسلم

اور شہر کے فساد کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے روزگار کی کاٹ کرے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مرضی تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی روزی اُس طریقہ سے جو خدا تعالیٰ نے اُس کے لیئے آسان کیا ہے حاصل کرے اور دوسرے کی روزی کا ازالہ نہ چاہے۔

ستر کا بیان معلوم کرو کہ جب عورتوں کو دیکھنے سے مردوں کے دل میں اُن کا عشق اور فریفتگی پیدا ہوتی ہے اور اسیطرح عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے مردوں کا عشق پیدا ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ اس بات کا سبب ہو جاتا ہے کہ بغیر سنت راشدہ کے ان سے قضاء شہوت کیا جاے مثلاً اُس عورت کیطرف توجہ کرنا جو دوسرے کا ناموس ہے یا بلا نکاح کسی عورت سے توجہ کرنا یا بلا اعتبار کفو کے کسی کیساتھ نکاح کرنا اور اس باب میں جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے وہ اُس بیان سے مستغنی ہے جو دفتروں میں مذکور ہے۔ پس حکمت کا مقتضی یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جاے اور چونکہ بنی آدم کی حاجات مختلف ہیں اور انکو لامحالہ مخالطت کی ضرورت ہے لہذا ضروری ہوا کہ حاجات کے اعتبار سے ممانعت نظر کے کئی درجے مقرر کیئے جائیں اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طریقے مسنون اور مشروع فرمائے ایک تو یہ کہ عورت اپنے گھر سے بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ ہی نہو باہر نہ جاے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرأة الخ عورت شرم کی چیز ہے پس جب گھر سے باہر ہوتی ہے شیطان نگاہ اٹھا کر اس کیطرف دیکھتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکے معنی یہ ہیں کہ شیطان کا گروہ اسکو نظر اٹھا کر دیکھتا ہے یا اس میں فتنہ کے اسباب مہیا کرنے سے کنایہ ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے وقرن الخ۔ اور اپنے گھر میں قرار پکڑو اور حضرت عمرؓ کو چونکہ اسرار دین کا علم دیا گیا تھا اسلیے آپ کی تمنا تھی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس پردہ کا حکم نازل ہو حتی کہ انھوں نے ایک مرتبہ حضرت سودہؓ کو آواز دی یا سودة انک الخ اے سودہ آپ ہم سے چھپ نہیں سکتیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ اي سد باب النظر و قوله استشرفها اي رفع البصر اليها ۱۲ ۲؎ اي حزب الشيطان وهم اهل الريبة والفتنة ۱۲

رای ان سد هذا الباب بالكلية حرج عظيم فندب الى ذلك من غير ايجاب وقال اذن لكن ان تخرجن الى حوائجكن الثاني ان تلقي عليها جلبابها ولا تظهر مواضع الزينة منها الا لزوجها اولذي رحم محرم قال تعالى قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم ان الله خبير بما يصنعون وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن الى قوله تفلحون، فرخص فيما يقع به المعرفة من الوجه وفيما يقع به البطش في غالب الامر وهو اليدان واوجب سترما سوى ذلك الا من بعولتهن والمحارم وما ملكت ايمانهن من العبيد ورخص للقواعد من النساء ان يضعن ثيابهن الثالث ان لا يخلو رجل مع امرأة في بيت ليس معهما من يهابانه قال صلى الله عليه وسلم الا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب الا ان يكون ناكحا او ذا رحم وقال صلى الله عليه وسلم لا يخلون رجل بامرأة فان الشيطان ثالثهما[1] وقال صلى الله عليه وسلم لا تلجوا على المغيبات فان الشيطان يجري من ابن آدم مجرى الدم الرابع ان لا ينظر احد

جب معلوم کیا کہ بالکل اس باب کے مسدود کرنے میں حرج عظیم ہے اسلئے آپ نے گھر میں بیٹھنا ان کے لیے مستحب کیا واجب نہیں کیا اور فرمادیا اذن الخ تم کو اپنی حاجات کے لیے باہر نکلنے کے لیے اجازت دیگئی۔ دوسرے یہ کہ عورت اپنے اوپر پردہ ڈالے رہے اور بجز خاوند یا ذی رحم محرم کے کسی کے سامنے مواضع زینت کو نہ کھولے اللہ پاک فرماتا ہے (قل الخ) ایمان والوں سے کہدے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی فرجوں کی حفاظت کریں یہ اُن کے لیئے زیادہ پاکیزہ ہے بیشک خدا اون کے کاموں سے خبردار ہے اور مسلمان عورتوں سے کہدو کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اپنی شرمگاہونکی حفاظت کریں اور اپنا سنگھار بجز ظاہری سنگھار کے کسی کے سامنے نہ کھولیں مگر اپنے خاوندوں کے لیئے یا اپنے آبار کیلیئے یا خاوندوں کے باپوں کے لیئے یا اپنے بیٹوں کے لیئے یا اپنے خاوندون کے بیٹوں کیلیئے یا اپنے بھائیوں کیلیئے اخیر آیات تک پس خداتعالے نے ان اعضا کے کھولنے کی اجازت دی ہے جسے شناخت ہوسکتی ہے یعنے منہ اور اکثر جن اعضا سے کام کاج ہوتا ہے اور وہ دونوں ہاتھ ہیں اور اُن کے سوا سب اعضا کا ستر واجب مگر خاوند اور ذی رحم محرم اور اپنے غلاموں کے سوا۔ اور جو عورتیں گھر کی بیٹھنے والی ہیں نکاح کا قصد نہیں رکھتی ہیں انکو اسباب کی اجازت دی کہ اپنے کپڑے اوتار رکھا کریں تیسرے یہ کہ کوئی مرد کسی عورت کیساتھ تنہائی میں نہ رہے جبتک کوئی تیسرا وہاں ایسا موجود نہ ہو جسکا وہ دونوں لحاظ کرتے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (الا الخ) آگاہ ہوجاؤ کہ کوئی مرد کسی خاوند رسیدہ عورت کے پاس شب باشی نکرے بجز اُس کے خاوند کے یا محرم کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہے لا یخلون الخ کوئی مرد کسی عورت کیساتھ تنہائی میں نہ رہے کیونکہ تیسرا انمیں شیطان ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لا تلجوا علی الخ) عورتوں کے خاوند گھر میں نہ ہوں اُن کے پاس مت جاؤ اسلیئے کہ شیطان انسان کے اندر خون کی مانند جاری رہتا ہے چوتھے یہ کہ کوئی۔

---

[1] ای یکون الشیطان معهما ویهیج شهوة كل منهما حتى يلقيهما في الزنا والمغيبات جمع مغيبة بضم الميم وهي التي غاب عنها زوجها وجه التخصيص شدة اشتياقها الى الوقاع وارتفاع المانع ۱۲

امرأة كان او رجلا الى عورة الآخر امرأة كان او رجلا الا الزوجان قال صلى الله عليه وسلم لا ينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى عورة المرأة **اقول** وذلك لان النظر الى العورة يهيج الشهوة والنساء ربما يتعاشقن فيما بينهن وكذلك الرجال فيما بينهم ولا حرج فى ترك النظر الى السوءة وايضا فستر العورة من اصول الارتفاقات لابد منها الخامس ان لا يكامع[علیہ] احد احدا فى ثوب واحد وفى معناه ان يبيتا على سرير واحد مثلا **قال** صلى الله عليه وسلم لا يفضى الرجل الى الرجل فى ثوب واحد ولا تفضى المرأة الى المرأة فى ثوب واحد **وقال** صلى الله عليه وسلم لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها كانه ينظر اليها **اقول** السبب انه اشد شئ فى تهيج الشهوة والرغبة يورث شهوة السحاق واللواطة وقوله كانه ينظر اليها معناه ان مباشرة المرأة ربما كانت سبب الاضمار حبها فيجرى على لسانها ذكر ما وجدت من اللذة عند زوجها او ذى رحم منها فيكون سببا لتولههم واعم المفاسد ان تنعت امرأة عند رجل ليس زوجا لها وهو سبب اخراج[ہیئۃ] المخنث من البيوت ؛ **واعلم** ان ستر العورة اعنى الاعضاء التى يحصل العار بانكشافها بين الناس فى العادات المتوسطة كالتى كانت فى قريش مثلا يومئذ من اصل الارتفاقات المسلمة عند كل من يسمى بشرا وهو مما امتاز به الانسان من سائر انواع الحيوانات فلذلك اوجبه

شخص عورت ہو یا مرد دوسرے شخص کے ستر کو نہ دیکھے عام ہے کہ وہ مرد ہو یا عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینظر الخ نہ مرد مرد کا ستر دیکھے نہ عورت عورت کا ستر دیکھے۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ ستر کے دیکھنے سے شہوت کو ہیجان ہوتا ہے اور عورتوں میں باہم معاشقہ ہو جاتا ہے اور اسی طرح مردوں میں۔ اور ستر کے نہ دیکھنے میں لوگوں پر کچھ دقت بھی نہیں ہے اور نیز ستر عورت ان ارتفاقات کے اصول میں سے ہے جنکے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ ایک کپڑے میں کوئی کسی کے ساتھ نہ سوئے اور علی ہذا القیاس ایک چارپائی پر بھی لوگ نہ سوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا الخ نہ مرد مرد کے پاس ایک کپڑے میں جا کر لیٹے اور نہ عورت عورت کے پاس اسطرح لیٹے اور آپ نے فرمایا ہے لا تباشر المرأۃ الخ کہ کوئی عورت کسی عورت سے ملکر نہ بیٹھے تاکہ اپنے خاوند سے اسکا حال بیان کرے گو ملکہ آپ سے دیکھ رہا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ عورتوں کا پاس پاس لیٹنا باہم شہوت کو ہیجان میں لاتا ہے جس سے انہیں سحاق اور لواطت کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ گویا اسکیطرف دیکھ رہا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ عورت عورت کے ساتھ مباشرت کرنے سے بسا اوقات انہیں محبت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اس لذت کا ذکر اپنے خاوند یا کسی قوم سے کہدیتی ہیں انکے باعث سے ان لوگوں کو اس عورت کا شیدا[عشق] ہو جائیگا اور سب سے بڑا یہ مفسدہ ہوتا ہے کہ جس عورت خاوند نہیں ہے اسکے کسی مرد کے سامنے اوصاف بیان کیے جاویں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ہیت مخنث کو ازواج مطہرات کے مکانوں سے نکلوایا تھا اسکا یہی سبب تھا اور جاننا چاہیے کہ ستر عورت یعنی وہ اعضا کہ جنکے کھولنے سے لوگوں میں عادات متوسطہ کے اعتبار سے عار آتی ہے جسطرح قریش کے اندر اس زمانہ میں تھا ان اتفاقات کے اصول میں سے ہے جنکو ان تمام لوگوں نے تسلیم کر لیا ہے جنکا نام بشر ہے اور اسی کے سبب سے انسان تمام حیوانات میں ممتاز ہے پس اسلیئے۔

سلہ ای الخارج عنہ ولا یفضی [illegible] ای یضطجع قولہ لا تباشر ای تخالط وتعاجب ۱۲ سلہ نعت صور المرأة ۱۲ سلہ بکسر الہاء وسکون الیاء اسم عبد مخنث لعبد اللہ

بن امیۃ اخی ام سلمۃ رض وقال العبد لعبد اللہ فی بیت ام سلمۃ یا عبد اللہ ان فتح اللہ لکم غدا الطائف فانی ادلک علی بنت غیلان فانہا تقبل باربع وتدبر بثمان فقال النبی صلعم لا یدخلن

الشرع والسوأتان والخصيتان والعانة وما يليهما من اصول الفخذين من اجلى بديهيات الدين انهما من العورة لاحاجة الى الاستدلال فى ذلك ودل صلى الله عليه وسلم اذا زوج احدكم عبده امته فلا ينظر الى عورتها وفى رواية فلا ينظر الى ما دون السرة وفوق الركبة وقوله عليه السلام اما علمت ان الفخذ عورة على ان الفخذين عورة وقد تعارضت الاحاديث فى المسئلة لكن الاخذ بهذا احوط واقرب من قوانين الشرع وقال صلى الله عليه وسلم اياكم والتعرى فان معكم من لا يفارقكم الا عند الغائط وحين يفضى الرجل الى اهله فاستحيوهم واكرموهم وقال فالله احق ان يستحيا منه اقول التعرى لا يجوز وان كان خاليا الا عند ضرورة لا يجد منها بدا فانه كثيرا ما يهجم الانسان عليه والاعمال انما تعتبر بالاخلاق التى تنشأ منها ومنشأ الستر الحياء وان يغلب على النفس هيئة التحفظ والتقيد وان يترك الوقاحة وان لا يستهل واذا امر الشارع احدا بشئ اقتضى ذلك ان يؤمر الاخران يفعل معه حسب ذلك فلما امرت النساء بالتستر وجب ان يرغب الرجال فى غض البصر وايضا فتهذيب نفوس الرجال لا يتحقق الا بغض الابصار ومؤاخذة انفسهم بذلك **قال** صلى الله عليه وسلم الاولى لك وليست لك الاخرة **اقول** يشير زجالة

شارع نے ستر کو واجب کیا۔ اور بول وبراز کا مقام اور خصیتین اور عانہ زیر ناف اور جو اعضاء ان کے قریب ہیں یعنے رانوں سے ان **اعضاء** کا ستر ہونا دین کے روشن بدیہات میں سے ہے جسپر دلیل کی حاجت نہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا زوج الخ جب کوئی تم میں سے اپنے غلام کا اپنی چھوکری سے نکاح کر دے تو پھر اُسکا ستر نہ دیکھے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر نہ دیکھے اور نیز آپ نے فرمایا اما علمت ان الخ کیا تو نہیں جانتا کہ ران ستر ہے ان دونوں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دونوں رانیں ستر ہیں اس مسئلہ میں احادیث متعارضہ آئی ہیں مگر اس قول میں احتیاط زیادہ تر ہے اور قوانین شرعی سے بھی بہت ملتا ہوا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایاکم والتعری الخ ننگے ہونے سے پرہیز کرو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ فرشتہ ہے کہ نہیں مفارقت کرتا ہے تمسے مگر وقت پاخانے کے یا کہ اُسوقت جب کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کے لیئے جاتا ہے پس انسے حیا کرو اور انکی تعظیم کرو اور نیز فرمایا اللہ احق الخ اللہ پاک اُسکا مستحق زیادہ ہے کہ اس سے حیا کیجائے۔ میں کہتا ہوں کہ برہنہ ہونا بغیر ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ نہو منع ہے اگرچہ مکان خالی ہو کیونکہ بسا اوقات انسان اُسپر اقدام کرتا ہے اور اعمال کا اعتبار ان اخلاق کے ساتھ ہوا کرتا ہے جس سے وہ پیدا ہوتے ہیں اور ستر کا منشا حیا اور نفس پر تحفظ وتقید کی کیفیت کا غالب کرنا اور بیحیائی کو ترک کر دینا اور اُسکا عادی نہونا ہے اور جب شارع نے کسی شخص کو ایک چیز کا حکم دیا تو اُسکا یہ مقتضی ہوا کہ دوسرے کا اسبات کو حکم دیا جائے کہ اس حکم کے موافق اس شخص کیسا معاملہ کرے پس عورتوں کو تستر کا حکم دیا گیا ہے تو ضروری ہوا کہ مردوں کو اسبات کا حکم دیا جائے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور مردوں کا نفس جب ہی مہذب ہو سکتا ہے جب وہ اپنی نگاہوں کو پست کریں اور اپنے نفس کو اسپر مجبور کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الاولی لک ولیست لک الآخرۃ پہلے نگاہ تیرے لیے ہے اور دوسری تیرے لیے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں۔

لہ ای لانہا تعبیر کارضہ اجنبیۃ ۱۲ سکہ ای الکرام الکاتبین والحفظۃ الخ سکہ قال صلی اللہ علیہ وسلم لما امر جلا احفظ عورتک الا من زوجتک وما ملکت یمینک م

م فقال الرجل ارأیت اذا کان الرجل خالیاً قال فاللہ احق الخ سکہ قال لعلی رضی اللہ عنہ یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولی الخ ۱۲

الابقاء بمنزلة الانشاء وحين دخل اعمى وقيل اليس هو اعمى لا يبصرنا قال صلى الله عليه وسلم افعمياوان انتما الستما تبصرانه **اقول** السر فى ذلك ان النساء يرغبن فى الرجال كما يرغب الرجال فيهن وقال صلى الله عليه وسلم لفاطمة رضى الله عنها انه ليس عليك باس انما هو ابوك وغلامك **اقول** انما كان العبد بمنزلة المحارم لانه لا رغبة له فى سيدته لجلالتها فى عينه ولا لسيدته فيه لحقارته عندها ولعسر التستر بينهما وهذه الصفات كلها معتبرة فى المحارم فان القرابة القريبة المحرمة مظنة قلة الرغبة واليأس احد اسباب قطع الطمع وطول الصحبة يكون سبب قلة النشاط وعسر التستر وعدم الالتفات فلذلك جرت السنة ان الستر عن المحارم دون الستر عن غيرهم ؛

صفة النكاح

قال النبى صلى الله عليه وسلم لا نكاح الا بولى. اعلم انه لا يجوز ان يحكم فى النكاح النساء خاصة لنقصان عقلهن وسوء فكرهن فكثيرا ما لا يهتدين الى المصلحة ولعدم حماية الحسب منهن غالبا فربما رغبن فى غير الكفؤ وفى ذلك عار على قومها فوجب ان يجعل للاولياء شئ من هذا الباب لتسد المفسدة وايضا فان السنة الفاشية فى الناس من قبل ضرورة جبلية ان يكون الرجال قوامين على النساء ويكون بيدهم الحل والعقد وعليهم النفقات وانما النساء عوان بايديهم وهو قوله تعالى

اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ نکاح کا خیال بمنزلہ دوسری مرتبہ تقرر کرنے کے ہے اور ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک نابینا شخص حاضر ہوئے اور آپ نے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرنیکا حکم دیا اور انہوں نے عرض کیا کہ کیا یہ نابینا نہیں ہے جو ہمکو دیکھتا نہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو جو اسکو نہیں دیکھ سکتی ہو۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ جسطرح مردوں کو عورتوں کیطرف رغبت ہوتی ہے ویسی ہی عورتوں کو مردوں کیطرف ہوتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا انہ لیس الخ کہ البتہ تجکو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ تیرا باپ اور غلام ہے میں کہتا ہوں کہ غلام کو محارم کا حکم اسلیئے دیا گیا کہ اسکو اپنی سیدہ کیطرف رغبت نہیں ہوتی کیونکہ اسکی نظر میں وہ معزز ہوتی ہے اور نہ سیدہ کو غلام کیطرف رغبت ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اسکی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے اور باہم انکے پردہ کا حکم دینے میں سخت دشواری ہے اور یہ سب صفات محارم کے اندر معتبر ہیں کیونکہ قرابت قریبہ محرمہ میں رغبت کے کم ہونیکا باعث اور ناامیدی طمع کے منقطع ہونیکے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور مدت دراز تک یکجائی رہنا بھی قلت نشاط اور پردہ کے دشوار ہونے اور کم التفاتی کا سبب ہے پس اسواسطے قدیمی سنت ہو گئی کہ محارم سے جو پردہ ہو اور قسم کا ہو اور غیروں سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو۔

نکاح کا بیان

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا الخ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا معلوم کرو کہ خصوصاً نکاح میں عورتوں کو حکم کرنا روا نہیں ہے کیونکہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اور انکی فکر ناقص ہوتی ہے اسلیئے بسا اوقات مصلحت کیطرف رہبری نہ ہو سکیگی دوسرے غالباً وہ حسب کی حفاظت نکر سکیں گی اور بسا اوقات غیر کفو کیطرف انکو رغبت پیدا ہو سکتی ہے اور اسمیں انکی قوم کی عار ہے پس ضروری ہوا کہ ولی کو اسباب میں کچھ دخل دیا جائے تاکہ یہ مفسدہ بند ہو۔ اور نیز ضروری جبلی کے اعتبار سے لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہوتے ہیں اور تمام بند وبست انہیں سے متعلق ہوتا ہے اور تمام خرچ مردوں کے متعلق ہوا کرتے ہیں اور عورتیں انکی مقید ہوتی ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے

ف ۔ مخاطب ام سلمہ و میمونہ رضی اللہ عنہما ہیں ۔ استفہام انکاری ہے استبعدی اندازی استقلال

الرّجال قوّامون على النساء بما فضل الله بعضهم الأية وفى اشتراط الولى فى النكاح تنويه امرهم واستبداد النساء بالنكاح وقاحة منهن منشؤها قلة الحياء واقتضاب على الاولياء وعدم اكتراث لهم وايضا يجب ان يميز النكاح من السفاح بالتشهير واحق التشهير ان يحضره اولياؤها وقال صلى الله عليه وسلم لا تنكح الثيب حتى تستأمر ولا البكر حتى تستأذن واذنها الصموت وفى رواية البكر يستأذنها ابوها اقول لا يجوز ايضا ان يحكم الاولياء فقط لانهم لا يعرفون ما تعرف المرأة من نفسها ولان حارّ العقد وقارّه راجعان اليها والاستئمار طلب ان تكون هى الامرة صريحا والاستئذان طلب ان تأذن ولا تمنع وادناه السكوت وانما المراد استئذان البكر البالغة دون الصغيرة كيف ولا راى لها وقد زوّج ابوبكر الصديق رضى الله عنه عائشة رضى الله عنها من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهى بنت ست سنين قال صلى الله عليه وسلم ايما عبد تزوج بغير اذن سيده فهو عاهر اقول لما كان العبد مشغولا بخدمة مولاه والنكاح وما يتفرع عليه من المواساة معها والتخلى بها دربما ينقص من خدمته وجب ان تكون السنة ان يتوقف نكاح العبد على اذن مولاه واما حال الامة فاولى ان يتوقف نكاحها على اذن مولاها وهو قوله تعالى فانكحوهن باذن اهلهن قال ابن مسعود رضى الله عنه علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد فى الحاجة

الرّجال قوا الخ اور نیز نکاح میں ولی کی شرط لگانیمیں اولیار کی عزت ہے اور عورتوں کو اپنا نکاح خودبخود کرنے میں انکی بے عزتی ہے جسکا مدار بیحیائی پر ہے اور اولیار کی مخالفت اور انکی بیقدری ہے۔ اور نیز یہ بات واجبات سے ہے کہ نکاح کو زنا سے شہرت کے ساتھ امتیاز ہو اور شہرت کی بہتر صورت یہ ہے کہ عورت کے اولیا نکاح میں موجود ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تنکح الخ شوہر رسیدہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے جبتک کہ اُسکا امر نہ لیا جائے اور نہ باکرہ کا جبتک کہ اُس سے اذن نہ لیا جائے۔ اور اُسکا اذن خاموشی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جبتک باپ اُس سے اذن لے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی روا ہے کہ صرف اولیار کو نکاح کا اختیار دیا جائے کیونکہ اپنا نفع وضرر جو عورت جانتی ہے وہ اُس سے ناواقف ہیں اور وہ نفع ونقصان انکی طرف عائد ہونیوالا ہے اور استیمار صراحۃً انکی زبان سے اجازت دینے کو کہتے ہیں اور استیذان اجازت طلب کرنیکو اور انکے منع نکرنے کو کہتے ہیں اور ادنیٰ مرتبہ اُسکا سکوت ہے اور حدیث شریف میں بالغہ باکرہ سے استیذان مراد ہے نہ صغیرہ کیونکہ ہنوز وہ ناسمجھ ہے اور حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ کا نکاح بلا استیذان رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے اور انکی عمر اسوقت میں چھ سال کی تھی اور آپ نے فرمایا ہے ایما عبد تزوج بغیر الخ جو غلام اپنے مولا کے بغیر اجازت نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔ میں کہتا ہوں چونکہ غلام اپنے مولا کی خدمت میں مشغول رہا کرتا ہے اور نکاح اور اُس کے فروعات یعنے اُس کے ساتھ غمخواری کرنا اور اسکے پاس رہنا ایسی چیزیں ہیں کہ جن کی وجہ سے مولا کی خدمتگزاری میں نقصان آتا تھا اسلیئے ضرور ہے کہ غلام کا نکاح اُس کے مولا کی اجازت پر موقوف رکھا جائے اور چھوکری کا نکاح بطریق اولیٰ مولا کی اجازت پر موقوف ہونا چاہیئے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فانکحو الخ پس اُن سے اُن کے مولا کی اجازت سے نکاح کیا کرو حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو حاجت (یعنے نکاح وغیرہ کے) وقت یہ تشہد تعلیم فرمایا۔

له ما ولے عزرو قار ای تقع ۱۲

سه لے زان ۱۲ سه ای النکاح وغیره الخ وقوله ان الحمد لله زاد ابن ماجة بعد قوله الحمد لله نحمده وبعد قوله من شرور انفسنا ۱۲ الخ

ان الحمد للہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یھد اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ویقرأ ثلاث آیات یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا. یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما **اقول** کان اھل الجاھلیۃ یخطبون قبل العقد بما یرونہ من ذکر مفاخر قومھم ونحو ذلک یتوسلون بذلک الی ذکر المقصود والتنویہ بہ وکان جریان الرسم بذلک مصلحۃ فان الخطبۃ مبناھا علی التشھیر وجعل الشیء بمسمع ومرءی من الجمھور والتشھیر مما یراد وجودہ فی النکاح لیتمیز من السفاح وایضا فالخطبۃ لا تستعمل الا فی الامور المھمۃ والاھتمام بالنکاح وجعلہ امرا عظیما بینھم من اعظم المقاصد فابقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلھا وغیر وصفھا وذلک انہ ضم مع ھذہ المصالح مصلحۃ ملیۃ وھی انہ ینبغی ان یضم مع کل ارتفاق ذکر مناسب لہ وینوہ فی کل محل بشعائر اللہ لیکون الدین الحق منشورا اعلامہ ورایاتہ ظاھرا شعارہ وآمارہ فسن فیھا انواعا من الذکر کالحمد والاستعانۃ والاستغفار والتعوذ والتوکل والتشھد وآیات من القرآن واشار الی ھذہ ۱

الحمد للہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یھد اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اور اُس کے بعد یہ تین آیتیں پڑھے یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ میں کہتا ہوں اہل جاہلیت قبل از نکاح خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اس میں اپنی قوم کے مفاخر بیان کرتے تھے اور اُسکو ذکر مقصود کا وسیلہ کیا کرتے تھے اور اس کا اعلان چاہتے تھے اور اُس رسم کے جاری ہونے میں مصلحت تھی ہواسطے کہ خطبہ کا مبنی اعلان اور ایک شے کے بمنزلہ سُنی ہوئی اور دیکھی ہوئی کے گردانتے پر ہے اور نکاح میں اعلان کرنے میں یہ حکمت ہے تاکہ نکاح اور زنا میں تمیز ہو جائے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خطبہ کا استعمال مہتم بالشان امور میں کیا جاتا ہے اور نکاح کا اہتمام اور اُسکا ایک عظیم الشان امر گرداننا اعظم مقاصد سے ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے اصل کو باقی رکھا اور اُس کی صورت میں تغیر فرمایا ہے بایںطور کہ اُن کے ساتھ مصالح کے ساتھ مصلحت ملیہ کو شامل کر دیا ہے اس طرح پر کہ ہر ارتفاق کے ساتھ میں جو ذکر اُسکے مناسب ہے ملایا جائے اور ہر جگہ پر شعار الٰہی کی عظمت کیجائے تاکہ دین حق کے نشانات پھیل جائیں اور اُس کے شعار وامارات ظاہر ہو جائیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ اذکار مسنون فرمائے مثل حمد اور استعانت اور استغفار اور تعوذ اور توکل اور تشہد کے اور کچھ آیات قرآنی اُسمیں شامل کیں اور اس

۱ یہ مروجہ خطبات نکاح میں وہ وہ مسائل اور ہدایات بطور وعظ بیان ہیں جو کہ ہمیشہ یاد رکھنے سے نکاح کی بنیاد قایم رہتی ہے۔

المصلحۃ بقولہ کل خطبۃ لیس فیہا تشہد فھی کالید الجذماء[1] وقولہ کل کلام لایبدأ فیہ بالحمد للّٰہ فھو اجذم[2] وقال صلی اللہ علیہ وسلم فصل ما بین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح وقال صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ الدفوف اقول کانوا یستعملون الدف والصوت فی النکاح وکانت تلک عادۃ فاشیۃ فیہم لایکادون یترکونھا فی النکاح الصحیح الذی ابقاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الانکحۃ الاربعۃ[3] علی ما بینتہ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وفی ذلک مصلحۃ وھی ان النکاح والسفاح لما اتفقا فی قضاء الشھوۃ ورضا الرجل والمرأۃ وجب ان یؤمر بشیٔ یتحقق بہ الفرق بینہما بادی الرای بحیث لایبقی لاحد فیہ کلام ولا خفاء وکان صلی اللہ علیہ وسلم قد رخص فی المتعۃ ایاما ثم نھی عنہا اما الترخیص اولا فلما کان حاجۃ تدعو الیہ کما ذکرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما انھا لم تکن یومئذ استئجارا علی مجرد البضع بل کان ذلک معمورا فی ضمن حاجات من باب تدبیر المنزل کیف والاستئجار علی مجرد البضع انسلاخ عن الطبیعۃ الانسانیۃ وقباحۃ لا یمجہا الباطن السلیم واما النھی عنہا فلارتفاع تلک الحاجۃ فی غالب الاوقات

اور اس مصلحت کیطرف اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا کل خطبۃ الخ جس خطبہ میں تشہد نہ ہو وہ دست بریدہ کے مانند ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فصل ما بین الخ حلال وحرام میں یہی فرق ہے کہ نکاح میں آواز اور دف ہوتی ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے اعلنوا الخ اس نکاح کو اعلان کردیا کرو اور مساجد میں اسکو کیا کرو اور اُسپر دف بجایا کرو میں کہتا ہوں کہ وہ لوگ نکاح میں دف اور آواز کا استعمال کیا کرتے تھے اور اُن میں اسکی ایسی عادت جاری ہوگئی تھی۔ اس نکاح میں جس کو چار قسم کے نکاحوں میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا ہے متروک ہونے کا احتمال نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ان چاروں قسم کا بیان کیا ہے۔ اور اس میں ایک مصلحت یہ ہے کہ نکاح اور زنا دونوں قضاء شہوت اور مرد عورت کی رضامندی میں متفق ہیں لہذا ایک ایسی شے کا حکم دینا ضروری ہوا جس سے بادی الرائے میں وہ دونوں ایسے متمیز ہو جائیں کہ کسی کو اُس میں کلام یا خفا باقی نہ رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ روزوں کے لئے متعہ کی اجازت دیدی تھی پھر اُس سے ممانعت فرمادی اور اولاً ضرورت کے سبب آپ نے اجازت دی تھی چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے اُس شخص کے باب میں جو ایک شہر میں آئے اور وہاں اُسکی بیوی نہ ہو ذکر کیا ہے اور ابن عباس نے اسباب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان دنوں میں صرف جماع کے لئے متعہ نہ کرتے تھے بلکہ تدبیر خانہ کے متعلق منجملہ اور حوائج کے جماع بھی شامل ہوتا تھا اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا اسلئے کہ صرف جماع کی خاطر متعہ کیا جائے چونکہ اس سے طبع انسانی سے خروج لازم آتا ہے۔ اور اس میں ایسی قباحت ہے جسے باطن سلیم قبول ہی نہیں کرسکتا۔ لیکن متعہ سے ممانعت اسلئے ہوئی ہے کہ

[1] ای التی بھا الجذام العلۃ المشہورۃ وقیل المقطوعۃ لا فائدۃ فیہا وقولہ فھو اجذم ای مقطوع البرکۃ ۱۲ [3] الاول نکاح الاستبضاع کان الرجل یرسل امرأتہ الی الآخر ولا یجامعہا حتی یظہر حملہا من الآخر وکان ھذا رغبۃ فی نجابۃ الولد والثانی ان ما دون عشرۃ رجال کانوا یصیبون المرأۃ فاذا حملت ووضعت اجتمعوا عندھا حسب طلبہا وقالت لمن احبت ان ھذا ابنک یا فلان فلا یستطیع ان یمتنع الرجل والثالث ان من الزوانی من اذا حملت ووضعت اجتمع الناس ودعوا القافۃ فالحقوا ولدھا بالذی یرون فینسب الولد الیہ لا یمتنع الرجل منہ والرابع النکاح الذی الیوم بین المسلمین فلما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحق ھدم نکاح الجاھلیۃ کلہ الا نکاح الناس الیوم ۱۲

وآیضا ففی جریان الرسم به اختلاط الانساب لانها عند انقضاء تلك المدة تخرج من حيزه ويكون الامر بيدها فلا يدرى ماذا تصنع وضبط العدة فى النكاح الصحيح الذى بناؤه على التابيد فى غاية العسر فما ظنك بالمتعة واهمال النكاح الصحيح المعتبر فى الشرع فان اكثر الراغبين فى النكاح انما غالب داعيتهم قضاء شهوة الفرج وآيضا فان من الامر الذى يتميز به النكاح من السفاح التوطين على المعاونة الدائمة وان كان الاصل فيه قطع المنازعة فيها على اعين الناس وكانوا لا يناكحون الا بصداق لامور بعثتهم على ذلك وكان فيه مصالح منها ان النكاح لا تتم فائدته الا بان يوطن كل واحد نفسه على المعاونة الدائمة ويتحقق ذلك من جانب المرأة بزوال امرها من يدها ولا جائز ان يشرع زوال امره ايضا من يده والا انسد باب الطلاق وكان اسيرا فى يدها كما انها عانية بيده وكان الاصل ان يكونوا قوامين على النساء ولا جائز ان يجعل امرهما الى القضاة فان مرافعة القضية اليهم فيها حرج وهم لا يعرفون ما يعرف هو من خاصة امره فتعين ان يكون بين عينيه خسارة مال ان اراد فك النظم لئلا يجترئ على ذلك الا عند حاجة لا يجد منها بدا فكان هذا نوعا من التوطين وآيضاعہ فلا يظهر الاهتمام بالنكاح الا بمال يكون عوض البضع

اور نیز متعہ کی رسم کے جاری ہونے میں نسب کا اختلاط لازم آتا ہے کیونکہ اس مدت کے گذرتے ہی وہ عورت خاوند کے قبضہ سے باہر ہو جاتی ہے اور اسکو اپنے نفس کا اختیار ہو جاتا ہے اب نہیں معلوم کہ وہ کیا کریگی اور عدت کا انضباط نکاح صحیح میں بھی جس کی بناء دوام پر ہوتی ہے نہایت دشواری سے ہوتا ہے تو پھر متعہ کا ذکر ہی کیا ہے دوسری بات یہ کہ اس رسم کے جاری ہونے میں نکاح صحیح کا جو شرع میں معتبر ہے اہمال لازم آتا ہے کیونکہ اکثر نکاح کرنے والوں کی خواہش غالبا شہوت فرج کا پورا کرنا ہوتا ہے اور نیز منجملہ ان امور کے جنسے نکاح اور زنا میں امتیاز ہوتی ہے ہمیشہ کے لئے معاونت پر استقرار ہے اگرچہ اصل اسمیں لوگوں کے سامنے قطع منازعت ہوتا ہے اور نکاح بغیر مہر کے نہیں کرتے تھے اور اسکی چند باعث و مصلحتیں تھیں، از انجملہ یہ ہے کہ نکاح کا فائدہ بدوں اس بات کے تمام نہیں ہوتا کہ ہر شخص معاونت دائمی پر اپنے نفس کو قائم رکھے اور عورت کی طرف سے اسکی صورت یہ ہے کہ اسکو اپنا اختیار نہ رہے اور یہ بات روا نہ تھی کہ مرد کا بھی اختیار اس سے نکال لیا جاتا ورنہ طلاق کا باب مسدود ہو جاتا اور مرد کے ہاتھ میں جسطرح عورت مقید ہے۔ اسی طرح وہ عورت کا مقید ہو جاتا اور اصل یہ بات ہے کہ مرد عورت پر حاکم ہے اور یہ بات بھی ناممکن تھی کہ قاضی کو انکا اختیار دیا جاتا کیونکہ قاضی کیطرف مقدمہ کے پیش کرنے میں لوگوں کو دقت ہوتی اور جو ہر شخص اپنا نفع و نقصان جانتا ہے۔ قاضی اس سے ناواقف ہے پھر یہ بات متعین ہوگی کہ مہر مقرر کیا جائے تاکہ خاوند کو اس نظم کے توڑنے میں مال کے نقصان کا خطرہ لگا رہے اور بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر اسکو چارہ نہ ہو اسپر جرأت نہ کرے پس مہر کے مقرر کرنے میں ایک قسم کی پائداری ہے۔ اور نیز نکاح کی عظمت بغیر مال کے جو بضعہ کے یعنے شرمگاہ کے بدلے ہوتا ہے نہیں ظاہر ہوتی۔

عہ قولہ ایضا ای من وجوہ النکاح ہذا وجہ واحد ۱۲

فان الناس تشاحوا بالاموال شحا لم يتشاحوا به في غيرها فكان الاهتمام لا يتم الا ببذلها وبالاهتمام تقر اعين الاولياء حين يتملك هو فلذة[١] اكبادهم وبه يتحقق التميز بين النكاح والسفاح وهو قوله تعالى ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مسافحين فلذلك ابقى النبي صلى الله عليه وسلم وجوب المهر كما كان ولم يضبطه النبي صلى الله عليه وسلم بحد لا يزيد ولا ينقص اذ العادات في اظهار الاهتمام مختلفة والرغبات لها مراتب شتى ولهم في المشاحة طبقات فلا يمكن تحديده عليهم كما لا يمكن ان يضبط ثمن الاشياء المرغوبة بحد مخصوص ولذلك قال التمس ولو خاتما من حديد[١] وقال صلى الله عليه وسلم من اعطى في صداق امرأته ملء كفه سويقا او تمرا فقد استحل[٢] غير انه سن في صداق ازواجه وبناته ثنتي عشرة اوقية ونشا وقال عمر رضي الله عنه لا تغالوا في صدقات النساء فانها[٣] لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله لكان اولاكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم الحديث **اقول** والسر فيما سن انه ينبغي ان يكون المهر مما يتشاح به ويكون له بال وينبغي ان لا يكون مما يتعذر اداؤه عادة بحسب ما عليه قومه وهذا القدر نصاب صالح حسبما كان عليه الناس في زمانه صلى الله عليه وسلم وكذلك اكثر الناس بعده اللهم الا ناس اغنياؤهم

کیونکہ لوگوں کو مال کی جس قدر حرص ہے کسی چیز کی نہیں ہے لہذا اسی کے صرف کرنے سے ایک چیز کا مہتم بالشان ہونا معلوم ہو سکتا ہے اور اسکے مہتم بالشان ہونے سے اولیا کی آنکھیں اس شخص کو اپنے لخت جگر کے مالک ہوتے ہوئے دیکھنے سے ٹھنڈی ہو سکتی ہیں۔ اور نیز اسکے سبب سے نکاح و زنا میں امتیاز ہوتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ان تبتغوا الخ یہ کہ اپنے مالوں کے ذریعہ تلاش کرو تم حفاظت کرنے والی نہ مستی نکالنے والی۔ اور اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوب مہر کو بدستور باقی رکھا اور کسی ایسی حد سے جس میں کمی و بیشی ہو سکے منضبط نہیں فرمایا اس لئے کہ اظہار اہتمام میں عادات اور رغبتیں مختلف ہیں اور حرص کے درجات اور طبقات جدا جدا ہیں پس ان کے لئے ایک حد کا مقرر کرنا ناممکن ہے جس طرح اشیاء مرغوبہ کا ثمن ایک حد معین کے ساتھ منضبط کرنا ناممکن ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا التمس الخ تلاش کر اگرچہ لوہے کی ایک انگشتری ہو۔ اور فرمایا من اعطی الخ جس شخص نے اپنی بیوی کے مہر میں لپ بھر ستو یا چھوہارے دیدیے پس اسنے حلال کر لیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج و بنات مطہرات کے مہر میں ساڑھے بارہ اوقیہ معین کر رکھے تھے اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں۔ کہ تم عورتوں کے مہر بھاری بھاری مقرر مت کرو اس لئے کہ زیادہ مہر مقرر کرنے میں اگر دنیا کی عزت یا خدا کے نزدیک پرہیزگاری ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے زیادہ بطریق اولی اس بات کا لحاظ فرماتے الحدیث میں کہتا ہوں۔ کہ مہر مسنون میں حکمت یہ ہے کہ مہر اسقدر اس حالت کے اعتبار سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے تھے کافی مقدار ہے اور اسیطرح آپ کے بعد بھی لوگوں کی یہی عادت تھی بار خدایا۔ مگر وہ لوگ جن کے اغنیاء

[١] قاله لرجل سأله ان يزوجه امراة وهبت نفسها له صلى الله عليه وآله وسلم فقال زوجنيها ان لم يكن لك فيها حاجة فقال هل عندك من شيء تصدقها قال ما عندي الا ازاري هذا قال فالتمس الحديث ١٢

[٢] محمول على المعجل منه قوله نشا اي نصفا ١٢

[٣] اي المغالات ١٢

بمنزلة الملوك على الاسرة وكان اهل الجاهلية يظلمون النساء في صدقاتهن بمطل او نقص فانزل الله تعالى وآتوا النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لكم الآية **وقال** الله تعالى لا جناح عليكم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة الآية **اقول** الاصل في ذلك ان النكاح سبب للملك والدخول بها اثره والشئ انما يراد بآثاره وانما يترتب الحكم على سببه فلذلك كان من حقهما ان يوجب الصداق عليهما وبالموت يتقرر الامر ويثبت حيث لم يرده حتى مات وما انخنس عنه حتى حال بينه وبينه الموت وبالطلاق يرتفع الامر وينفسخ وهو شبه الرد والاقالة اذا تمهد هذا **فنقول** كانت في الجاهلية مناقشات في باب المهر وكانوا يتشاحون بالمال ويحتجون بامور فقضى الله تعالى فيها بالحكم العدل على هذا الاصل فان سمى لها شيئا ودخل بها فلها المهر كاملا سواء مات عنها او طلقها لانه تقرر سبب الملك واثره وافضى الزوج اليها وهو قوله تعالى وقد افضى بعضكم الى بعض واخذن منكم ميثاقا غليظا وان سمى لها ولم يدخل بها ومات عنها فلها المهر كاملا لانه بالموت تقرر الامر وعدم الدخول غير ضار والحالة هذه لانه بسبب سماوي وان طلقها فلها نصف المهر على هذه الآية لتحقق احد الامرين دون الآخر فحصل شبهان شبه بالخطبة من غير نكاح وشبه بالنكاح التام وان لم يسم لها شيئا ودخل بها فلها مثل صداق نسائها لا وكس ولا شطط

بمنزلہ بادشاہوں کے ہیں۔ اور اہل جاہلیت عورتوں پر مہر دینے میں ظلم کیا کرتے تھے یا تو تاخیر بہت کرتے تھے۔ یا کمی کے ساتھ دیا کرتے تھے اسلیئے اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی آتوا النساء ...... تم پر کچھ مضایقہ نہیں اگر تم عورتوں کو بدوں ہاتھ لگائے یا بدون کچھ مقرر کئے طلاق دیدو۔ میں کہتا ہوں اصل اسمیں یہ ہے کہ نکاح ملک کا سبب ہے۔ اور دخول اُسکا اثر ہے اور ایک شے سے اُسکا اثر مراد ہوا کرتا ہے اور حکم اُسکے سبب پر مرتب ہوتا ہے اسلیئے نکاح اور دخول اس بات کے مستحق ہوئے کہ مہر اُنکے اوپر تقسیم کیا جائے اور مرنے کی وجہ سے نکاح کا امر ثابت و قایم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مرنے کے وقت تک اُسنے نکاح کو رد نہیں کیا اور اُس سے روگردانی نہیں کی حتی کہ اُسکے اور نکاح کے مابین موت حائل ہو گئی۔ اور طلاق سے نکاح کا رفع اور فسخ ہو جاتا ہے اور وہ بمنزلہ رد و اقالہ کے ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں۔ مہر کے باب میں ایام جاہلیت میں بہت سے مناقشے اور نزاع و رنجش رہتے تھے اور مال کی لوگوں کو حرص تھی۔ اور بہت سے امور سے حجت کیا کرتے تھے لہذا خدا تعالی نے اس اصل کے موافق اُن منازعات کا فیصلہ کماینبغی کر دیا بس اگر عورت کے لئے کچھ مقرر کیا ہے اور اُسکے ساتھ دخول کر لیا تو اُسکو کامل مہر دینا پڑیگا خواہ مرجاے یا طلاق دے کیونکہ اُسکے ملک کا سبب اور اثر تمام ہو گیا اور خاوند نے اُس سے دخول کر لیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وقد افضی الخ اور البتہ بعض تم میں سے بعض کیطرف پہنچ گیا ہے اور ان بیویوں نے تم سے نہایت پختہ عہد لیلیا ہے اور اگر اُس کا مہر مقرر کر دیا ہے اور بغیر دخول کیئے مر گیا تو عورتوں کو کامل مہر دیا جائیگا کیونکہ مرنے سے نکاح ثابت ہو گیا اور ایسی حالت میں عدم دخول کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ وہ آسمانی حکم ہے اور اگر قبل از دخول اُسکو طلاق دے تو اُسکو نصف مہر دلایا جائیگا موافق اس آیت کریمہ کے کیونکہ یہاں احد السببین میں سے ایک سبب پایا جاتا ہے نہ دوسرا پس اس میں دو مشابہتین پائی جاتی ہیں۔ ایک تو صرف منگنی کے ساتھ اور دوسری نکاح تام کے ساتھ اور اگر کچھ بھی مقرر نہیں کیا اسکو اُس کے کنبہ کی سی عورتوں کا مہر دلایا جائے گا اس سے کم و بیش

وعليها العدة ولها الميراث لانه تم لها العقد بسببه واثره فوجب ان يكون لها مهر وانما يقدر الشئ بنظيره وشبهه وصداق نسائها اقرب ما يقدر به فى ذلك وان لم يسم لها شيئا ولم يدخل بها فلها المتعة لانه لا يجوز ان يكون عقد نكاح خاليا عن المال وهو قوله تعالى ان تبتغوا باموالكم ولا سبيل الى ايجاب المهر لعدم تقرر الملك ولا التسمية فقدر دون ذلك بالمتعة وجعل النبى صلى الله عليه وسلم مرة سورا من القرآن مهرا لان تعليمها امر ذو بال يرغب فيه ويطلب كما ترغب وتطلب الاموال فجاز ان يقوم مقامها وكان الناس يعتادون الوليمة قبل الدخول بها وفى ذلك مصالح كثيرة **منها** التلطف باشاعة النكاح وانه على شرف الدخول بها اذ لا بد من الاشاعة لئلا يبقى محل لوهم الواهم فى النسب وليتميز النكاح عن السفاح بادى الرأى ويتحقق اختصاصه بها على اعين الناس **ومنها** شكر ما اولاه الله تعالى من انتظام تدبير المنزل بما يصرف الى عباده وينفعهم به **ومنها** البر بالمرأة وقومها فان صرف المال لها وجمع الناس فى امرها يدل على كرامتها عليه وكونها ذات بال عنده ومثل هذه الامور لا بد منها فى اقامة التأليف فيما بين اهل المنزل لا سيما فى اول اجتماعهم **ومنها** ان تجدد النعمة حيث ملك ما لم يكن مالكا يورث الفرح والنشاط والسرور ويهيج على صرف المال وفى اتباع تلك الداعية التمرن على السخاوة وعصيان داعية الشح الى غير ذلك من الفوائد المصالح فلما كان فيها جملة صالحة من فوائد السياسة المدنية والمنزلية وتهذيب النفس

اور اسپر عدت واجب ہوگی اور میراث پائیگی کیونکہ عقد اسوقت میں بسبب و اثرہ تام ہوچکا پس ضروری ہوا کہ اسکو مہر دلایا جائے اور ہر چیز کا اندازہ اسکی نظیر اور مثل سے ہوتا ہے اور کنبہ کی عورتوں کا مہر اس اندازہ کے لیے بہت مناسب ہے اور اگر اُسکا نہ مہر مقرر کیا اور نہ اُس سے دخول کیا تو اسکو متاع یعنے جوڑہ وغیرہ دینا پڑے گا۔ کیونکہ عقد نکاح بغیر مہر کے ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ان تبتغوا الخ اور اس صورت میں مہر کے واجب کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ کیونکہ یہاں نہ مہر مقرر۔ نہ ملکیت کا تقرر ہے۔

اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سور قرآنی مہر مقرر کیا کیونکہ انکا سکھانا بھی ایک مہتم بالشان کام ہے۔ اور مثل مال کے مرغوب۔ اور مطلوب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبل از دخول ولیمہ کرنے کا دستور تھا۔ اور اسمیں بہت سے مصالح تھے اور منجملہ اسمیں نہایت خوبی کے ساتھ نکاح اور اسبات کی اشاعت ہو کہ بیوی سے دخول کرنا چاہتا ہے اور یہ اشاعت ضروری ہے تاکہ نسب میں کسی کو وہم کرنیکی بھی گنجائش نہ ہو اور نکاح و زنا کی تمیز بادی الرائے میں معلوم ہو جائے اور لوگوں کے سامنے اس عورت کے ساتھ اس کا اختصاص ثابت ہو جائے اور از انجملہ یہ ہے کہ بیوی اور اُسکے کنبہ کے ساتھ بھلائی و سلوک پایا جاتا ہے کیونکہ رغبت سے مال کا خرچ کرنا اور لوگوں کو اسکے بابمیں جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند کے نزدیک بیوی کی وقعت و عزت ہے اور میاں بیوی کے مابین الفت قائم کرنے میں اس قسم کے امور خصوصاً انکو اول اجتماع میں ضروری ہوتے ہیں۔ از انجملہ یہ ہے کہ ایک جدید نعمت کا حاصل ہونا یعنی جو چیز غیر مملوک تھی اسکا ملک میں داخل ہو جانا سرور و خوشی کا سبب ہے اور مال کے خرچ کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا ہے اور اس خواہش کے اتباع میں سخاوت کی عادت اور خواہش بخل کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے۔ اور اسکے علاوہ بہت سے فوائد اور مصالح ہیں۔ پس چونکہ سیاست مدنیہ اور منزلیہ اور تہذیب نفس

والاحسان وجب ان يبقيها النبي صلى الله عليه وسلم ويرغب فيها ويحث عليها ويعمل هو بها ولم يضبطه النبي صلى الله عليه وسلم بحد بمثل ما ذكرنا في المهر والحد الوسط الشاة واولم صلى الله عليه وسلم على صفية رضي الله عنها بحيس[1] واولم على بعض نسائه بمدين من شعير قال اذا دعي احدكم الى الوليمة فليأتها وفي رواية فان شاء طعم وان شاء ترك اقول لما كان من الاصول التشريعية انه اذا امر واحد ان يصنع بالناس شيئاً لمصلحة فمن موجب ذلك ان يحث الناس على ان ينقادوا له فيما يريد ويمتثلوا له اذا دعوه والا لما تحققت المصلحة المقصودة بالامر فلما امر هذا ان يقيم امر النكاح بوليمة تصنع للناس وجب ان يؤمر اولئك ان يجيبوه الى طعامه فان كان صائماً ولم يطعم فلا بأس بذلك فانه حصلت الاشاعة المقصودة وايضاً فمن الصلة ان يجيبه اذا دعى وفي جريان السنة بذلك انتظام امر المدينة والحي وقال صلى الله عليه وسلم انه ليس لي او لنبي ان يدخل بيتاً مزوقاً[2] اقول لما كانت الصور يحرم استعمال الثوب المصنوعة هي فيه كان من مقتضى ذلك ان يهجر البيت الذي فيه تلك الصور وان تقام اللائمة في ذلك لاسيما الانبياء عليهم السلام فانهم بعثوا آمرين بالمعروف وناهين عن المنكر وايضاً فلما كان استحسان التجمل البالغ سبباً لشدة خوضهم في طلب الدنيا وقد وقع ذلك في الاعاجم حتى انساهم ذكر الآخرة

اور احسان کے متعلق کافی فوائد پائے جاتے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو باقی رکھنا اور اسکی طرف رغبت و حرص دلانا اور خود بھی اسکو عمل میں لانا ضروری ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ہم مہر کے متعلق بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح اسکی بھی کوئی حد مقرر نہیں کی مگر اوسط درجہ کی حد بکری ہے اور آپ نے حضرت صفیہ کے ولیمہ میں لوگوں کو مالیدہ کھلایا تھا اور آپ نے بعض بیویوں کا ولیمہ دو مد جو سے کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دعی الخ تم میں سے جب کوئی شخص ولیمہ کے لئے بلایا جائے تو چلا آئے اور ایک روایت میں آیا ہے اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے۔ میں کہتا ہوں جب اصول شرعیہ سے یہ بات تھی کہ جب کسی شخص کو کسی مصلحت سے لوگوں کے لئے کچھ تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو ضرور ہوا کہ لوگوں کو بھی اسکی اطاعت اور فرمانبرداری اور بجا آوری کرنے کی طرف رغبت دلائی جائے ورنہ وہ مصلحت جو اس امر سے مقصود ہے متحقق نہ ہوگی پس جب خاوند کو لوگوں کے لئے کھانا تیار کرکے اشاعت کرنے کا حکم دیا گیا تو ان لوگوں کے لئے اس حکم کا دینا ضروری ہوا کہ اسکی دعوت کو قبول کریں اور اگر ان کا روزہ ہو تب بھی آجائے اور کھانا نہ کھائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اسلئے کہ وہ اشاعت مقصود حاصل ہوگئی۔ اور نیز میل جول کا مقتضے یہ ہے کہ جب ایک مسلمان کو دوسرا مسلمان بلائے تو اسکو ضرور قبول کرے اور اس رسم کے جاری ہونے میں شہر اور قبیلہ کا انتظام ہے اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انہ لیس لی الخ نہ میرے لئے اور نہ کسی اور نبی کے لئے مناسب ہے کہ کسی مزین و منقش گھر میں جائے۔ میں کہتا ہوں کہ چونکہ صورتوں کا بنانا اور اس کپڑے کا استعمال کرنا جس میں صورتیں بنی ہوئی ہوں حرام ہے پس اسکا مقتضے ہوا کہ جس گھر میں وہ صورتیں موجود ہوں اس گھر کو چھوڑ دینا چاہیئے اور اسپر ملامت کرنا چاہیئے خاصکر انبیاء علیہم السلام تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ہی مبعوث کئے گئے ہیں اور علاوہ بریں زینت بالغ کا عمدہ جاننا دنیا کی طلب میں غایت استغراق کا سبب ہے اور عجمیوں پر اسکی ایسی آفت پڑی کہ اسکی وجہ سے ذکر آخرت کا بھی بھول گئے

[1] هو طعام يتخذ من التمر والاقط والسمن ۱۲ منه [2] قالت فاطمة رضي الله عنها ... القرام في ناحية البيت وكان دعي ليأكل الطعام فرجع من الباب فلما رأت فاطمة من رجوعه سألت فاجاب انه ليس لي الخ وقوله مزوقا اي مزينا منقشا ۱۲

وجب ان یکون فی الشرع ناهیة عن ذلك واظهار نفرة عنه ونهی صلی اللہ علیہ وسلم عن طعام المتباریین ان یوکل اقول کان اهل الجاهلیة یتفاخرون یرید کل واحد ان یغلب الاٰخر فیصرف المال لذلك الغرض دون سائر النیات وفیه الحقد وفساد ذات البین واضاعة المال من غیر مصلحة دینیة او مدنیة وانما هو اتباع داعیة نفسانیة فلذلك وجب ان یهجر اصره ویهان و یسد هذا الباب واحسن ماینهی به ان لایوکل طعامه ٭ وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اجتمع داعیان فاجب اقربهما بابا وان سبق احدهما فاجب الذی سبق اقول لما تعارضا طلب الترجیح وذلك اما بالسبق او بقربه ٭

المحرمات الاصل فیها قوله تعالیٰ ولاتنکحوا مانکح اٰباؤکم الی قوله واللہ غفور رحیم وقوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امسك اربعا وفارق سائرهن وقوله صلی اللہ علیہ وسلم لاتنکح المرأة علی عمتها الحدیث[1] وقوله تعالیٰ الزانی لاینکح الا زانیة الاٰیة اعلم ان تحریم المحرمات المذکورة فی هذه الاٰیات کان امرا شائعا فی اهل الجاهلیة مسلما عندهم لایکادون یترکونه اللهم الا اشیاء یسیرة کانوا ابتدعوها من عند انفسهم بغیا وعدوانا کنکاح مانکح اٰباؤهم

لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ شرع میں اس سے نہی اور اظہار نفرت چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فخر کرنے والوں کے کھانا کھانے سے نہی فرمائی۔ میں کہتا ہوں کہ اہل جاہلیت باہم فخر کیا کرتے تھے اور ہر ایک کا دوسرے پر غلبہ مقصود تھا تو وہ مال کو صرف اس غرض سے خرچ کیا کرتے تھے اور کوئی نیت اسمیں نہیں ہوتی تھی اور اسمیں عداوت اور باہمی فساد اور بلا کسی دینی اور مدنی مصلحت کے مال کا ضائع کرنا تھا اور صرف اسمیں خواہش نفسانی کا اتباع ہوتا تھا اور اسلیئے ضروری ہوا کہ اُسکے بلانے کی تعمیل نہ کیجائے اور اُسکی اہانت کیجائے اور اسباب کو بند کیا جائے اور عمدہ صورت اُسکے باز رکھنے کی یہ ہے کہ اُسکا کھانا نہ کھایا جائے اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا اجتمع الخ جبکہ دو شخص ساتھ ساتھ دعوت کریں تو ان دونوں میں سے جسکا دروازہ قریب ہے اُسکی دعوت قبول کرو اور اگر اُن دونوں سے ایک پہلے کرے تو اُسکی قبول کرو۔ میں کہتا ہوں جب دونوں کا تعارض ہوا تو ترجیح کی حاجت ہوئی اور اُسکی دو صورتیں ہیں یا دعوت میں سبقت کرنے سے یا مکان کے قریب ہونے سے ٭

اُن عورتوں کا بیان جن سے نکاح کرنا حرام ہے

اصل اس میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے ولاتنکحوا مانکح آباؤکم واللہ غفور رحیم تک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے امسك اربعا فارق سائرهن۔ چار رہنے دے اور باقی کو چھوڑ دے اور فرمایا ہے لاتنکح المرأة علی عمتها الخ کے عورت سے اُسکی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جائے اور اللہ پاک فرماتا ہے الزانی لاینکح الا الزانیة الایة۔ زانی زانیہ سے نکاح کرے معلوم کرو کہ محرمات مذکورہ فی الایہ کی حرمت اہل جاہلیت میں مشہور و مسلم تھی کہ جسکو وہ نہیں چھوڑ سکتے تھے بارخدایا مگر تھوڑی سی باتیں جو انہوں نے بطور سرکشی اور فسق کے اپنی طرف سے ایجاد کرلی تھیں مثلاً باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا ٭

[1] ای المتفاخرین ۱۲ ؎ والحدیث بتمامه کذا نهی ان تنکح المرأة علی عمتها او علی خالتها او المرأة علی خالتها والخالة علی بنت اختها ولاتنکح الصغریٰ علی [illegible]

١٢ مظاہر الحق ج٣ ص[illegible]

والجمع بين الاختين وكانوا توارثوا تحريمها طبقة عن طبقة حتى صار لا يخرج من قلوبهم الا ان تمزع[1] وكان في تحريمها مصالح جليلة فابقى الله تعالى عز وجل امر المحرمات على ماكان وسجل عليهم فيما كانوا تهاونوا فيه والاصل في التحريم امور منها جريان العادة بالاصطحاب والارتباط وعدم امكان لزوم الستر فيما بينهم وارتباط الحاجات من الجانبين على الوجه الطبيعي دون الصناعي فانه لو لم تجر السنة بقطع الطمع عنهن والاعراض عن الرغبة فيهن لهاجت مفاسد لا تحصى وانت ترى الرجل يقع بصره على محاسن امرأة اجنبية فيتوله بها ويقتحم في المهالك لاجلها فما ظنك فيمن يخلو معها وينظر الى محاسنها ليلا ونهارا وايضا لو فتح باب الرغبة فيهن ولم يسد ولم تقم اللائمة عليهم فيه افضى ذلك الى ضرر عظيم عليهن فانه سبب عضلهم اياهن عمن يرغبن فيه لانفسهم فانه بيدهم امرهن واليهم انكاحهن وان لا يكون لهن ان نكحوهن من يطالبهم عنهن حقوق الزوجية مع شدة احتياجهن الى من يخاصم عنهن ونظيره ما وقع في اليتامى كان الاولياء يرغبون في مالهن وجمالهن ولا يوفون حقوق الزوجية فنزل وان خفتم الا تقسطوا في اليتامى فانكحوا ما طاب لكم من النساء الآية بينت ذلك عائشة رض

اور دو بہنوں کو جمع کرنا اور ان محرمات کی تحریم برابر قرنا بعد قرن انہیں چلی آتی تھی جسکا انکا دلوں سے نکلنے کا احتمال نہ تھا بجز اُس صورت کے کہ کوئی شخص غضبناک ہونیکے سبب سے باہر ہوجائے اور انکی تحریم میں بڑی بڑی مصلحتیں تھیں لہذا خدا تعالیٰ نے محرمات کا حکم برقرار رکھا اور جسمیں انکو کاہلی و سستی ہوگئی تھی اسکی حرمت کو خوب مستحکم کردیا اور تحریم کے اندر اصل کئی امر ہیں۔ ازانجملہ صحبت اور ارتباط کی عادت کا جاری ہونا اور انمیں باہم پردے کا التزام ناممکن ہونا اور جانبین سے طبعی طور پر حاجات کا ارتباط نہ مصنوعی طور پر پس اگر ان عورتوں سے طمع کے قطع ہونے اور اُن کی طرف سے اعراض کا طریقہ جاری نہ ہو تو بے انتہا مفاسد پیدا ہوں۔ اور دیکھتے ہو کہ جب کسی شخص کی نگاہ ایک اجنبی عورت کے محاسن پر پڑتی ہے تو وہ اسپر فریفتہ ہوجاتا ہے اور اسکی خاطر اپنی جان کو ہلاک کردیتا ہے پس جس عورت پر رات دن نگاہ پڑتی رہتی ہے اور تنہائی میں بھی اُسکے ساتھ رہتا ہے تو اسکا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور نیز اگر ان عورتوں کیطرف رغبت کا دروازہ مفتوح کیاجائے اور اسکو مسدود نہ کیا جائے اور مردوں پر انکی طرف سے ملامت نہ کیجائے تو اسمیں عورتوں کو ضرر عظیم لازم آتا ہے اسواسطے کہ ایسے وقت میں وہ لوگ عورتوں کو اپنے پاس رکھا کریں اور عورتوں کو جنسے نکاح کرنے کی رغبت ہو وہ اُنکے ساتھ نکاح سے مانع ہوا کریں کیونکہ انکا اور اُن کے نکاح کا اختیار انہیں اقارب کو ہوا کرتا ہے اور دوسرے جب یہ اقارب خود ان عورتوں سے نکاح کرلیا کریں تو کوئی شخص عورتوں کیطرف سے ان اقارب سے حقوق زوجیت کا مطالبہ کرنیوالا نہ ہوگا جو عورتوں کو ہبات کی سخت ضرورت ہے کہ کوئی شخص انکی طرف سے حقوق زوجیت کا خاوند سے مطالبہ کرنیوالا ہو اور اسکی نظیر وہ ہے جو یتیم لڑکیوں میں ہوچکی ہے کہ اولیا کو اُنکے مال اور جمال کیطرف رغبت ہوتی تھی اور حقوق زوجیت کو پورے طور پر ادا نہ کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی ان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحو ما طاب لکم من النساء اور اگر تمکو یتیموں میں انصاف نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو عورتوں میں جو تمہارے پسند آئیں ان سے نکاح کرو حضرت عائشہ نے اُسکو بیان کیا ہے اور ۔

---

[1] ای تقطع عن النفس ۱۲

وهذا ارتباط على الوجه الطبيعي واقع بين الرجال والامهات والبنات والاخوات والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت **ومنها** الرضاعة فان التي ارضعت تشبه الام من حيث انها سبب اجتماع امشاج[له] بنيته وقيام هيكله غير ان الام جمعت خلقته في بطنها وهذه درت عليه سد رمقه في اول نشأته فهي ام بعد الام واولادها اخوة بعد الاخوة وقد قاست في حضانته ما قاست وقد ثبت في ذمته من حقوقها ما ثبت وقد رأت منه في صغره ما رأت فيكون تملكها والولوب عليها مما تمجه الفطرة السليمة وكم من بهيمة عجماء لا تلتفت الى امها والى مرضعتها هذه اللفتة فما ظنك بالرجال وايضا فان العرب كانوا يسترضعون اولادهم في حي من الاحياء فيشب فيهم الوليد ويخالطهم كمخالطة المحارم ويكون عندهم للرضاعة لحمة كلحمة النسب فوجب ان يحمل على النسب وهو قوله صلى الله عليه وسلم يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة ولما كان الرضاع انما صار سببا للتحريم لمعنى المشابهة بالام في كونها سببا لقيام بنية المولود وتركيب هيكله وجب ان يعتبر في الرضاع شيئان احدهما القدر الذي يتحقق به هذا المعنى فكان فيما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهن مما يقرأ

اور یہ ارتباط طبعی طور پر مرد اور اسکی ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی میں واقع ہوتا ہے اور از انجملہ رضاعت ہے کیونکہ دودھ پلانیوالی عورت مثل ماں کے ہو جاتی ہے اسلئے کہ وہ اخلاط بدن کے اجتماع اور اسکی صورت کے قایم ہونے کا سبب ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ ماں نے اپنے شکم میں اسکے وجود کو جمع کیا ہے اور اس نے ابتدائے نشو میں بقدر سد رمق کے اس کو دودھ پلایا ہے پس وہ فی الحقیقت بعد ماں کے ماں ہے اور دودھ پلانے والی اولاد بہن بھائیوں کے بعد اسکے بہن بھائی ہیں اور اسکی پرورش میں جو کچھ تکلیف اٹھائی ہے اور بچے کے ذمہ جو جو حقوق اسکے ثابت ہوئے ہیں اور طفولیت میں جو جو باتیں اس شیرخوار کیطرف سے اسکو پیش آئی ہیں وہ ظاہر ہیں پس اس کا مالک ہو جانا اور اسکو اپنی جورو بنا لینا اور اسکے ساتھ جماع کرنا ایسی چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہے اور بہتیرے بے زبان جانور بہت ایسے ہیں جو اپنی ماں یا دودھ پلانیوالی کیطرف اسقدر التفات نہیں کرتے جسقدر اجنبی مادہ کیطرف توجہ ہوتی ہے اور آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور نیز عرب کے لوگ اپنی اولاد کو مختلف قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں دودھ پلانے کو دے دیتے ہیں اور وہ شیرخوار وہیں پرورش پاکر جوان ہو جاتا تھا اور محارم کے مثل اُن لوگوں کے ساتھ اُس کا اختلاط ہوتا ہے اور عرب کے نزدیک نسب کے علاقہ کے مانند شیرخوری کا بھی علاقہ ہے پس نسب پر اسکا محمول کرنا ضروری ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **یحرم من الرضاعۃ** الخ جو چیز ولادت سے حرام ہو جاتی ہے وہی چیز دودھ کے ذریعہ سے بھی حرام ہو جاتی ہے اور چونکہ رضاع کے سبب تحریم ہونے کی وجہ ماں کے ساتھ بنیہ مولود اور اُس کی صورت کی ترکیب کا سبب ہونے میں مشابہت ہے لہذا رضاع میں دو چیزوں کا اعتبار ضروری ہوا ایک تو وہ مقدار جس سے تحریم کے معنی متحقق ہوتے ہیں پس قرآن مجید کے اندر دس گھونٹ معین جن کی وجہ سے حرمت ثابت ہوتی ہے نازل ہوئے پھر پانچ معین سے وہ منسوخ ہو گئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔

له اخلاط ۱۲

فی القرآن اما التقدیر فلانہ لما کان المعنی موجودا فی الکثیر دون القلیل وجب عند التشریع ان یضرب بینہما حد یرجع الیہ عند الاشتباہ واما التقدیر بعشر فلان العشر اول حد مجاوزۃ العدد من الآحاد وتدرجہ فی العشرات واول حد یستعمل فیہ جمع الکثرۃ ولا یستعمل فیہ جمع القلۃ فکان نصابا صالحا لضبط الکثرۃ المعتد بہا المؤثرۃ فی بدن الانسان اما النسخ بخمس فللاحتیاط لان الطفل اذا ارضع خمس رضعات غزیرات یظہر الرونق والنضاۃ علی وجہہ وبدنہ واذا اصابہ عوزۃ اللبن فی ہذہ الرضعات وکانت المرضع بجیر ذات در ظہر علی بدنہ النحول والہزال وہذہ آیۃ انہا سبب التنمیۃ وقیام الہیکل وما دون ذلک لا یظہر اثرہ **قال** صلی اللہ علیہ وسلم لا تحرم الرضعۃ والرضعتان ولا تحرم المصۃ والمصتان ولا تحرم الاملاجۃ ولا الاملاجتان واما علی قول من قال یحرم الکثیر والقلیل فالسبب تعظیم امر الرضاع وجعلہ کالمؤثر بالخاصیۃ کسنۃ اللہ تعالی فی سائر مالا یدرک مناط حکمہ والثانی ان یکون الرضاع فی اول قیام الہیکل وتشبح صورۃ الولد والا فہو غذاء بمنزلۃ سائر الاغذیۃ الکائنۃ بعد التشبح وقیام الہیکل کالشاب یاکل الخبز **قال** صلی اللہ علیہ وسلم ان الرضاعۃ من المجاعۃ **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم لا یحرم من الرضاع[1]

قرآن پاک میں تلاوت کی جاتی تھی اور تعیین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حرمت کے معنی چونکہ کثیر میں پائے جاتے تھے نہ قلیل میں اسلیے اس حکم کے مقرر کرتے وقت ایک حد کا مقرر کرنا بھی ضروری ہوا جس کیطرف وقت اشتباہ کے رجوع کیا جائے اور دس کے ساتھ اندازہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ عدد میں احاد سے تجاوز کرنے کی وہ پہلی حد ہے اور دودھ پلانیوالی عشرات کے اعتبار سے دودھ پلاتی ہے یعنی دس جرعہ سے کم نہیں پلاتی ہے اور نیز وہ جمع کثرت کی حد اولی ہے اور جمع قلت کا اُس میں استعمال نہیں ہوتا پس کثرت معتد بہا کے انضباط کے لیے جس کا بدن انسانی میں اثر ہوتا ہے یہ کافی مقدار ہے اور پانچ سے منسوخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسمیں احتیاط ہے اسلیے کہ جب بچے کو پانچ بڑے بڑے گھونٹ پلائے جاویں تو اُسکے چہرہ و بدن پر رونق و تازگی ظاہر ہو جاتی ہے اور جب یہ گھونٹ چھوٹے چھوٹے ہوں اور دودھ پلانیوالی کے دودھ کم ہو تو اُس کے بدن پر لاغری اور کمزوری اور یبوست[2] ظاہر ہونے لگتی ہے اور اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ گھونٹوں سے اُس کا نشو و نما ہو سکتا ہے اور اُس کا بدن قایم رہ سکتا ہے اور اُس سے کم کا اثر ظاہر نہیں ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **لا تحرم** الخ نہ ایک گھونٹ دو گھونٹ حرام کرتے ہیں نہ ایک چسکی دو چسکیاں اور نہ ایک دھار اور نہ دو دھار اور جو شخص اسبات کا قائل ہے کہ کثیر قلیل دونوں اثبات حرمت میں برابر ہیں تو اُس کا سبب امر رضاع کی تعظیم اور اُسکا بالخاصیۃ موثر گردانتا ہے جیسے تمام اُن چیزوں میں جنکے حکم کا مدار نہیں معلوم ہوتا خدا تعالی کا دستور جاری ہے دوسرے یہ ہے کہ رضاع بچہ کی شکل و صورت کے قائم ہونے کی ابتدائی حالت میں پائی جائے ورنہ وہ دودھ اور اغذیہ کے مانند ہوگا جو صورت و شکل قائم ہونے کے بعد کھائی جاتی ہیں جیسے جوان آدمی روٹی کھاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الرضاعۃ من المجاعۃ کہ البتہ دودھ پلانا بھوک کے وقت سے ہے اور فرمایا ہے لا یحرم من الرضاع - یعنے وہی دودھ پلانا حرام کرتا ہے۔

[1] ای نقص ۱۲

[2] ای یبس الجلد علی العظم

الا ما فتق[1] الامعاء فی الثدی وکان قبل الفطام ومنها الاحتراز عن قطع الرحم بین الاقارب فان الضرتین تتحاسدان وینجر البغض الی اقرب الناس منهما والحسد بین الاقارب اخنع واشنع وقد کرہ جماعات من السلف ابنتی عم لذالک فما ظنک بامراتین ایهما فرض ذکرا حرمت علیه الاخری کالاختین والمراۃ وعمتها والمراۃ وخالتها وقد اعتبر النبی صلی اللہ علیه وسلم هذا الاصل فی تحریم الجمع بین بنت النبی صلی اللہ علیه وسلم وبنت غیرہ فان الحسد من الضرۃ واستئثارها من الزوج کثیرا ما یجران الی بغضها و بغض اهلها وبغض النبی صلی اللہ علیه وسلم وان بحسب الامور المعاشیة یفضی الی الکفر والاصل فی هذا الامتحان ونبه النبی صلی اللہ علیه وسلم بقوله لا یجمع بین المراۃ وعمتها الحدیث علی وجه المسئلة ومنها المصاهرۃ فانه لو جرت السنة بین الناس ان یکون للام رغبة فی زوج بنتها وللرجال فی حلائل الابناء وبنات نسائهم لافضی الی السعی فی فک ذالک الربط او قتل من یشح به وان انت تسمعت الی قصص قدماء الفارسیین واستقرات حال اهل زمانک من الذین لم یتقیدوا بهذہ السنة الراشدۃ وجدت امورا عظاما ومهالک ومظالم لا تحصی وایضا فان الاصطحاب فی هذہ القرابة لازم والستر متعذر والتحاسد شنیع والحاجات من الجانبین

جو پستانوں میں سے نکل کر آنتوں کو بڑھائے اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔ اور از انجملہ اقارب میں قطع رحم ہونے سے احتراز ہے کیونکہ دو سوکنوں میں ہمیشہ حسد رہتا ہے اور انکا باہمی بغض اُنکے اقارب کے ساتھ بغض کا سبب ہوتا ہے اور اقارب میں حسد کا ہونا نہایت قبیح اور شنیع امر ہے اور اسی لیئے سلف کے چند گروہوں نے دو چچا کی بیٹیوں کا جمع کرنا ناپسند کیا ہے اِن دو عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے کہ اگر اُن میں سے ایک مرد فرض کیجائے تو دوسری اسپر حرام ہے جیسے دو بہنیں اور پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی اور اسی اصل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتبار فرمایا ہے اور اپنی بیٹی اور غیر کی بیٹی میں جمع کرنا حرام فرمایا کیونکہ سوکن کا حسد اور خاوند کا اسکو اختیار کرنا بسا اوقات سوکن اور اُس کے کنبے کی ناخوشی کا سبب ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا اگرچہ امور معاشیہ کے اعتبار سے ہو مفضی الی الکفر ہے اور اسمیں اصل دو بہنوں کا جمع کرنا ہے اور مسئلہ کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے لا یجمع بین المراۃ نہ ایک عورت اور اسکی پھوپھی کو جمع کرے نہ ایک عورت اسکی خالہ کو جمع کرے اور از انجملہ مصاہرۃ ہے اسلیئے کہ اگر لوگوں میں اس قسم کا دستور جاری ہو کہ ماں کو اپنی بیٹی کے خاوند کے ساتھ اور مردوں کو اپنے بیٹوں کی بیبیوں کیطرف اور اپنی بیویوں کی بیٹیوں کیطرف رغبت ہو تو اس تعلق کے توڑنے یا اُس شخص کے قتل کرنے میں جسکی طرف سے خواہش پائی جاتی ہے کوشش کیا کریں اور اگر تو قدماء فارس کے قصے سنے اور اپنے زمانہ کے اُن لوگوں کے حال کا تتبع کرے جو اس سنت راشدہ کے پابند نہیں ہیں تو بڑے بڑے امور اور بے انتہا ظلم اور ہلاکت دیکھیگا اور نیز اس قرابت میں صحبت لازم ہے اور پردہ کرنا متعذر رہے اور حسد ایک امر شنیع ہے اور جانبین سے مختلف حوائج ہمیشہ لگتے رہتے۔

---

[1] لے فتق امعاء الصبی کالطعام ووقع منه موقع الغذاء وذلک ان یکون فی وقت الرضاع وقوله فی الثدی ای کائنا فیه وفائضا منه سواء کان بالارتضاع او بالاتخاذ ولیس بشرط ان یکون الرضاع من الثدی ۱۲ ۵۳ تمامه ولا بین المراۃ وخالتها ۱۲

مئنة زعة فكان امرها بمنزلة الامهات والبنات او بمنزلة الاختين ومنها العدد الذي لا يمكن الاحسان اليه في العشرة الزوجية فان الناس كثيرا ما يرغبون في جمال النساء ويتزوجون منهن ذوات عدد ويستأثرون منها خطية ويتركون الاخر كالمعلقة فلا هي مزوجة خطية تقر عينها ولا هي ايم يكون امرها بيدها ولا يمكن ان يضيق في ذلك كل تضييق فان من الناس من لا يحصنه فرج واحد واعظم المقاصد التناسل والرجل يكفي للتلقيح عدد كثير من النساء وايضا فالاكثار من النساء شيمة الرجال وربما يحصل به المباهات فقدر الشارع باربع وذلك ان الاربع عدد يمكن لصاحبه ان يرجع الى كل واحد بعد ثلاث ليال وما دون ليلة لا يفيد فائدة القسم ولا يقال في ذلك بات عندها وثلاث اول حد كثرة وما فوقها زيادة الكثرة وكان للنبي صلى الله عليه وسلم ان ينكح ما شاء وذلك لان ضرب هذا الحد انما هو لدفع مفسدة غالبية دائرة على مظنة لا لدفع مفسدة عينية حقيقية والنبي صلى الله عليه وسلم قد عرف المئنة فلا حاجة له في المظنة وهو مأمون في طاعة الله وامتثال امره دون سائر الناس ومنها اختلاف الدين وهو قوله تعالى ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا الاية وقد بين في هذه الاية ان المصلحة المرعية في هذا الحكم هو ان صحبة المسلمين مع الكفار

ہیں پس اُسکا حال بمنزلہ ماں اور بیٹی یا بمنزلہ دو بہنوں کے ہے اور ازانجملہ وہ عدد ہے کہ معاشرت زوجیہ میں اُس عدد کے ساتھ حسن معاشرت نہیں ہو سکتا کیونکہ لوگ بسا اوقات عورتوں کے جمال کیطرف رغبت کرکے بہت سی عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اور سب میں سے ایک کو جو اُن کے دل کو پسند ہوتی ہے اختیار کرتے ہیں اور باقی کو ادھر میں چھوڑ دیتے ہیں پس نہ تو وہ پورے طور سے بیوی ہے جسکی طرف رغبت ہو اور نہ بیوہ ہے جو اُسکو اپنا اختیار رہو اور یہ بھی ناممکن ہے کہ پوری زیادہ ترتنگی کیجائے اسلیئے کہ بعض لوگوں کو ایک بیوی زنا سے محفوظ نہیں رکھ سکتی اور نکاح کی غایت مقصود تناسل ہے۔ اور ایک مرد سے بہت سی عورتوں کے اولاد ہو سکتی ہے اور نیز چند بیویاں کرنا مردوں کی خصلت ہے اور بسا اوقات انکی وجہ سے فخر حاصل ہوتا ہے لہذا شارع نے چار کے ساتھ اس کا اندازہ کیا اسلیئے کہ چار ایسا عدد ہے کہ تین شبوں کے بعد ہر ایک کیطرف وہ شخص رجوع کر سکتا ہے اور ایک شب سے کم میں نوبت کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور ایسے وقت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے کسی کے پاس شب باشی کی اور تین کثرت کی اول حد ہے اور چار سے اُس کی زیادتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جس قدر چاہیں اپنا نکاح کریں اسلیئے کہ اُس حد کا مقرر کرنا اُس مفسدہ کے دفع کرنے کے لیئے ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے اور اُس کا مدار صرف احتمال غالب پر ہے مفسدہ حقیقی کے دفع کرنے کے لیئے نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کی حقیقت معلوم تھی اس لیئے آپ کو مظنہ کی حاجت نہ تھی اور طاعت الٰہی اور اُس کے حکم کی بجا آوری میں بخلاف اور لوگوں کے آپ مامون تھے اور ازانجملہ اختلاف دین ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا۔ مت نکاح کرو مشرکوں سے جب تک ایمان نہ لائیں۔
اور خدائے تعالٰے نے اُس مصلحت کا جو اس حکم میں رعایت کی گئی ہے اس آیت میں بیان فرمایا اس طرح کہ مسلمانوں کے کافروں کے ساتھ صحبت۔

سلہ لہ احتمال ۱۲ ؎ لہ العلامۃ ۱۲

وجريان المواساة فيما بين المسلمين وبينهم لا سيما على وجه الازدواج مفسدة للدين سبب لان يدب فى قلبه الكفر من حيث يشعر ومن حيث لا يشعر وان اليهود والنصارى يتقيدون بشريعة سماوية قائلون باصول قوانين التشريع وكلياته دون المجوس والمشركين فمفسدة صحبتهم خفيفة بالنسبة الى غيرهم فان الزوج قاهر على الزوجة قيم عليها وانما الزوجات عوان بايديهم فاذا تزوج المسلم الكتابية خف الفساد فمن حق هذا ان يرخص فيه ولا يشدد كتشديد فى سائر اخوات المسئلة **ومنها** كون المرأة امة لآخر فانه لا يمكن تحصين فرجها بالنسبة الى سيدها ولا اختصاصه بها بالنسبة اليه الا من جهة التفويض الى دينه ولا نه لا جائز ان يسد سيدها عن استخدامها والتخلى بها فان ذلك ترجيح اضعف الملكين على اقواهما فان هنالك ملكين الرقبة وملك البضع والاول هو الاقوى المشتمل على الآخر المستتبع له والثانى هو الضعيف المندرج وفى اقتضاب الادنى للاعلى قلب الموضوع وعدم الاختصاص بها وعدم امكان ذب الطامع فيها هو اصل الزنا **وقد** اعتبر النبى صلى الله عليه وسلم هذا الاصل فى تحريم الانكحة التى كان اهل الجاهلية يتعاملونها كالاستبضاع وغيره على ما بينته عائشة رضى الله عنها فاذا كانت فتاة مؤمنة بالله محصنة فرجها

اور باہم اُن کے میل جول وغمخواری کا جاری ہونا خاص کر نکاح کے باب میں اُن کے دین کی مفسدہ ہے اور اُس کے قلب میں کفر کیطرف حرکت پیدا ہونیکا سبب ہے خواہ وہ اُسکا معلوم ہو یا نہو اور یہود ونصاری آسمانی شریعت کے مقید ہیں اور قوانین تشریع کے اصول اور کلیات کے قائل ہیں بخلاف مجوس و مشرکین کے پس اُنکی صحبت کا مفسدہ بہ نسبت اوروں کے خفیف ہے کیونکہ خاوند کا بیوی پر دباؤ ہوتا ہے اور وہ اُسپر حاکم ہوتا ہے اور بیوی خاوند کی قیدی ہوتی ہے پس اگر مسلمان کتابیہ سے نکاح کرے تو زیادہ فساد کا خطرہ نہیں ہے لہذا اُس کی اجازت دینا اور اُس میں ایسا تشدد نہ کرنا چاہیئے جیسے اور اِس قسم کے مسائل میں ہوتا ہے ازانجملہ عورت کا دوسری کی چھوکری ہونا ہے ایسے وقت میں بہ نسبت اپنے مولا کے اُسکو اپنی شرمگاہ کا محفوظ رکھنا ناممکن ہے۔

اور یہ بات ناروا ہے کہ اُس سے خدمت لینے اور اُسکے ساتھ خلوت کرنے سے اُس کے مولی کو ممانعت کی جائے کیونکہ اُس میں ملک ضعیف کو ملک قوی پر ترجیح دینا ہے کیونکہ ملک دو قسم کی ہوتی ہیں ملک رقبہ اور ملک بضعہ اور پہلی ملک قوی اور دوسری پر مشتمل ہے اور دوسری اُس کی تابع ہے اور دوسری ملک ضعیف ہے اور اُس میں مندرج ہے اور اعلیٰ سے ادنیٰ کو بڑھانے میں قلب موضوع ہے اور اس کے ساتھ اختصاص کا نہ ہونا اور جو شخص اُس کی طمع رکھے اُس کی مدافعت کا ناممکن نہ ہونا زنا کی اصل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن نکاحوں کی تحریم میں جنکو اہل جاہلیت باہم کیا کرتے تھے مثل استبضاع وغیرہ کے چنانچہ حضرت عائشہ رضی نے بیان کیا ہے اسی اصل کا اعتبار فرمایا ہے پس جب ایک چھوکری خدا پر ایمان رکھتی ہے اور اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھتی ہے

واشتدت الحاجة الى نكاحها لمخافة العنت وعدم طول الحرة خف الفساد وكانت الضرورة
والضرورات تبيح المحظورات **ومنها** كون المرأة مشغولة بنكاح مسلم او كافر فان اصل
الزنا هو الازدحام على الموطوءة من غير اختصاص احدهما بها وغير قطع طمع الآخر فيها
ولذلك قال الزهري رحمة الله عليه ويرجع ذلك الى ان الله تعالى حرم الزنا واصاب الصحابة رض
سبايا وتحرجوا من غشيانهن من اجل ازواجهن من المشركين فانزل الله تعالى والمحصنات
من النساء الا ما ملكت ايمانكم اى فهن حلال من جهة ان السبى قاطع لطمعه واختلاف
الدار مانع من الازدحام عليها ووقوعها فى سهم يخصص بها به **ومنها** كون المرأة زانية
مكتسبة بالزنا فلا يجوز نكاحها حتى تتوب وتقلع عن فعلها ذلك وهو قوله تعالى والزانية
لا ينكحها الا زان او مشرك والسر فيه ان كون الزانية فى عصمته وتحت يده وهى باقية
على عادتها من الزنا ديوثية وانسلاخ عن الفطرة السليمة وايضا فانه لا يأمن من ان تلحق
به ولد غيره **ولما** كانت المصلحة من تحريم المحرمات لا تتم الا بجعل التحريم امرا لازما
وخلقا جبليا بمنزلة الاشياء التى يستنكف منها طبعا وجب ان يؤكد شهرتها وشيوعها
وقبول الناس لها باقامة لائمة شديدة على اهمال تحريمها وذلك ان تكون السنة قتل من
وقع على ذات رحم محرم منه بنكاح او غيره وكذلك بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور اسکے ساتھ نکاح کی حاجت ہے اسلئے کہ زنا کا خوف ہے اور حرہ سے نکاح کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو وہ فساد خفیف ہوگیا اور ضرورت پائی گئی اور ضرورتوں کیوجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہوجاتی ہیں۔ اور از انجملہ کسی عورت کا کسی مسلمان یا کافر کے زیر نکاح ہونا ہے کیونکہ زنا کی اصل ایک موطوءہ پر بلاکسی ایک خصوصیت کے اور دوسری کی طمع منقطع ہوئے بغیر جمع ہونا ہے اسلئے زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ خداتعالیٰ نے زنا کو حرام کیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ کچھ چھوکریاں لگیں اور ان کے ساتھ صحبت کرنے سے صحابہؓ نے حرج سمجھا اسلئے کہ خاوند مشرکین موجود تھے پس خداتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی والمحصنت من النساء الخ اور عورتوں میں سے جو خاوند والیاں ہیں وہ حرام ہیں مگر جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں۔ یعنی وہ تمہارے لیے حرام نہیں اسلئے کہ قید کے سبب سے طمع منقطع ہوجاتی ہے اور اختلاف دارین اسپر کئی شخصوں کے ازدہام سے مانع ہے اور ایک شخص کے حصہ میں ایک چھوکری کا آنا محقق ہے اور از انجملہ عورت کا زانیہ اور کسبی ہونا ہے کہ جبتک وہ اپنے اس فعل سے توبہ نہ کرے اور بالکل اسکو ترک نہ کردے اسکے ساتھ نکاح درست نہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الزانیۃ لا ینکحہا الخ زانیہ عورت سے وہی شخص نکاح کرتا ہے جو زانی یا مشرک ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ زانیہ کا خاوند کی عصمت اور قبضہ میں ہونا اور زنا کی حالت پر باقی رہنا دیوثیت اور فطرت سلیمہ سے باہر آجانا ہے اور نیز اسمیں اختلاط نسب کا اندیشہ ہے اور چونکہ تحریم محرمات کی مصلحت بغیر اسباب کے تمام نہیں ہوتی کہ تحریم کو ایک امر لازم اور عادت جبلی اور بمنزلہ ان اشیاء کے گردانا چاہیے جن سے بالطبع انسان کو نفرت ہوتی ہے لہذا ضروری ہوا کہ پوری طور پر اس کی شہرت اور شیوع کیا جائے اور لوگ اسکو اس طرح پر قبول کرلیں کہ اگر محرمات کی تحریم میں کوئی شخص اہمال کرے تو اسپر سخت ملامت کیجائے اور اس کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ جو شخص اپنے محرم سے صحبت کرے خواہ نکاح سے ہو یا بغیر نکاح کے وہ شخص جان سے مار دیا جائے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سر کٹانے کے لیئے۔

له ای وطیہا ۱۲

الى من تزوج بامرأة ابيه ان يؤتى برأسه :

آدابُ المباشرة

اعلم ان الله تعالى لما خلق الانسان مدنيا بالطبع وتعلقت ارادته ببقاء نوعهم بالنسل وجب ان يرغب الشرع في التناسل اشد رغبة وينهى عن قطع النسل وعن الاسباب المفضية اليه اشد نهي وكان اعظم اسباب النسل واكثرها وجودا وافضاها اليه واحثها عليه هو شهوة الفرج فانها كالمسلط عليهم منهم يقهرهم على ابتغاء النسل شاؤوا ام ابوا وفي جريان الرسم باتيان الغلمان ووطء النساء في ادبارهن تغيير لخلق الله حيث منع المسلط على شيء من اقتضائه الى ما قصد له واشد ذلك كله وطء الغلمان فانه تغيير لخلق الله من الجانبين وتأنث الرجال اقبح الخصال وكذلك جريان الرسم بقطع اعضاء النسل واستعمال الادوية القاطعة للباءة والتبتل وغيرها تغيير لخلق الله عز وجل واهمال لطلب النسل فنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن كل ذلك :

قال لا تأتوا النساء في ادبارهن ملعون من اتى امرأة في دبرها وكذلك نهى عن الاخصاء والتبتل في احاديث كثيرة قال الله تعالى نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم انى شئتم

جس نے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کیا تھا ایک شخص کو بھیجا۔

آداب مباشرت کا بیان

معلوم کرو کہ خدا تعالے نے جب انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا اور تناسل سے اُس کی نوع کا بقا چاہا لابدی ہوا کہ شرع میں تناسل کی کامل طور سے ترغیب دلائی جائے اور قطع نسل اور اُس کے اسباب سے نہی شدید فرمائی جائے اور نسل کا سبب عظیم جو بکثرت پایا جاتا ہے اور جو نسل کیطرف رغبت دلاتا ہے وہ شہوت شرمگاہ ہے یہ ایسی چیز ہے کہ گویا انہیں کی ذات میں سے انہیں پر مسلط کر دیگئی ہے اور خواہ مخواہ انکو نسل کی جستجو پر مجبور کرتی ہے اور اگر لونڈوں سے اغلام کرنے اور عورتوں سے دبر میں صحبت کرنیکا طریقہ جاری ہو تو خلق الٰہی کی تغییر لازم آتی ہے اسلئے کہ یہ طریقہ اُس شہوت سے جو انسان پر مسلط کی گئی ہے مقصود حاصل ہونیکا مانع ہے اور اُن دونوں میں بڑھکر لونڈوں سے اغلام کرنا ہے کیونکہ اُس میں جانبین سے خلق اللہ کی تغییر ہے اور مردوں کو عورت بنجانا بدترین خصائل میں سے ہے اور اسیطرح اعضاء تناسل کے قطع کرنیکا طریقہ جاری ہونا اور اُن ادویہ کا استعمال کرنا جو باہ کو قطع کرتی ہیں اور ترک دنیا وغیرہ سب میں خلق اللہ کی تغییر اور طلب نسل کا اہمال ہے لہذا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن سب امور سے نہی فرمائی ہے اور فرمایا لاتاتوا النساء الخ عورتوں سے اُنکی دبر میں صحبت مت کرو جو شخص کسی عورت کی دبر میں صحبت کرے وہ ملعون ہے اور اسیطرح خصّی بننے اور تبتل سے بہت احادیث میں نہی فرمائی ہے اللہ پاک فرماتا ہے نساؤکم حرث لکم الخ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس جیسے چاہو اپنے کھیتوں پر آؤ

اقول کان الیہود یضیقون فی ھیئۃ المباشرۃ من غیر حکم سماوی وکان الانصار ومن ولیہم یأخذون سننہم وکانوا یقولون اذا اتی الرجل امرأتہ من دبرھا فی قبلھا کان الولد احول فنزلت ھذہ الآیۃ ای اقبل وادبر ما کان فی صمام[1] واحد وذلک لانہ شیٔ لایتعلق بہ المصلحۃ المدنیۃ والملیۃ والانسان اعرف بمصلحۃ خاصۃ نفسہ وانما کان ذلک من تعمقات الیہود فکان من حقہ ان ینسخ وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العزل فقال ما علیکم ان لا تفعلوا[2] ما من نسمۃ[3] کائنۃ الی یوم القیامۃ الا وھی کائنۃ اقول یشیر الی کراھیۃ العزل[4] من غیر تحریم والسبب فی ذلک ان المصالح متعارضۃ فالمصلحۃ الخاصۃ بنفسہ فی السبی مثلا ان یعزل والمصلحۃ النوعیۃ ان لا یعزل لیتحقق کثرۃ الاولاد وقیام النسل والنظر الی المصلحۃ النوعیۃ ارجح من النظر الی المصلحۃ الشخصیۃ فی عامۃ احکام اللہ تعالی التشریعیۃ والتکوینیۃ علی ان العزل لیس فیہ ما فی اتیان الدبر من تغییر خلق اللہ و لا الاعراض من التعرض للنسل ونبہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ ما علیکم ان لا تفعلوا علی ان الحوادث مقدرۃ قبل وجودھا وان الشیٔ اذا قدر ولم یکن لہ فی الارض الا سبب ضعیف فمن سنۃ اللہ عزوجل ان یبسط ذلک السبب الضعیف

میں کہتا ہوں مباشرت کی ہیئت میں یہود بلا کسی آسمانی حکم کے تنگی کرتے تھے اور انصار اور انکے ساتھی بھی اُن کے دستور کو اختیار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے جب کوئی شخص پیچھے کیجانب سے اپنی بیوی کی فرج میں صحبت کرتا ہے تو بچہ احول پیدا ہوتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی یعنی اگر ایک ہی مقام میں صحبت ہو تو اختیار ہے کہ آگے سے کرے یا پیچھے سے اُس کی یہ وجہ ہے کہ کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جسکے ساتھ مصلحت مدنیہ وملیہ متعلق ہو اور ہر شخص اپنی ذات کی مصلحت خود خوب جانتا ہے اور یہ بات یہود کے تکلفات میں سے تھی لہذا اُس کا منسوخ ہونا مناسب ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے عزل (یعنے قبل انزال آلہ نکال کر آب منی کو باہر ڈالنا) کے باب میں پوچھا آپ نے فرمایا اسکے کرنے میں تمپر کوئی مضائقہ نہیں ہے اسلیے کہ کوئی جان قیامت تک موجود ہونیوالی نہیں مگر وہ ہوکر رہیگی۔ میں کہتا ہوں اس حدیث شریف میں اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ عزل اگرچہ حرام نہیں ہے مگر مکروہ ہے اور اُس کا سبب یہ ہے کہ مصالح مختلف ہوتے ہیں پس چھوکریوں میں مثلاً مولا کی غرض اپنی ذات کے اعتبار سے یہ ہوتی ہے کہ عزل کرے اور مصلحت نوعیہ یہ ہوتی ہے کہ عزل نہ کرے تاکہ اولاد کثرت سے ہو اور نسل قائم رہے اور مصلحت نوعیہ کا اعتبار کرنا خدا تعالے کے عامہ احکام تشریعیہ اور تکوینیہ میں مصلحت شخصیہ کے اعتبار کرنے سے اولے ہوتا ہے علاوہ بریں جسقدر دبر میں صحبت کرنے سے تغیر خلق اللہ کے اور بقاء نسل سے اعراض ہے اسقدر عزل میں نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما علیکم الخ اس کے کرنیمیں تمکو کچھ مضائقہ نہیں اسبات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ تمام حوادث اپنے موجود ہونے سے پہلے مقدر ہوا کرتے ہیں جب کوئی چیز مقدر ہوا کرتی ہے اور زمین میں اُس کا صرف ضعیف سا سبب پایا جاتا ہے تو خدا تعالی کی عادت جاری ہے کہ وہ اُس سبب ضعیف کو فراخ کر دیتا ہے۔

[1] الصمام بالکسر الثقب او المسلک وھو کنایۃ عن الفرج والمراد ان الجماع مباح سواء کان من جانب القدام او الخلف ما دام فی الفرج ۱۲ [2] ای لا باس علیکم فی ان تفعلوا ولا زائدۃ واختلفت الروایات فی ترکیب ھذہ الجملۃ وھی مبسوطۃ فی الشروح [3] وقولہ نسمۃ ای روح ۱۲ [4] ھو اخراج الذکر قبل الانزال لیکون الانزال خارج الفرج ۱۲

حتی یفید الفائدۃ التامۃ فالانسان اذا قارب الانزال واراد ان ینزع ذکرہ کثیرا
ما تقاطر من احلیلہ قطرات تکفی فی مادۃ ولدہ وھو لا یدری وھو سر قول عمر رض
بالحاق الولد بمن اقر انہ مسہا لا یمنع من ذلک العزل **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم
لقد ھممت ان انھی عن الغیلۃ[1] فنظرت فی الروم وفارس فاذا ھم یغیلون اولادھم
فلا تضر اولادھم وقال لا تقتلوا اولادکم سرا فان الغیل یدرک الفارس فیدعثرہ[2]
اقول ھذا اشارۃ الی کراھیۃ الغیلۃ من غیر تحریم وسببہ ان جماع المرضع یفسد
لبنہا وینھک[3] الولد وضعفہ فی اول نمائہ یدخل فی جذر مزاجہ وبین النبی صلی اللہ
علیہ وسلم انہ اراد التحریم لکونہ مظنۃ الغالب للضرر ثم انہ لما استقرا وجد ان الضرر
غیر مطرد وانہ لا یصلح للمظنۃ حتی یدار علیہ التحریم وھذا الحدیث احد دلائل ما اثبتناہ
من ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجتہد وان اجتہادہ معرفۃ المصالح والمظان
وادارۃ التحریم والکراھۃ علیہا **قال** صلی اللہ علیہ وسلم ان من اشر الناس عند اللہ
منزلۃ الرجل یفضی الی امرأتہ وتفضی الیہ ثم ینشر سرھا **اقول** لما کان الستر واجبا
واظہار ما اسبل علیہ الستر قلبا لموضوعہ ومناقضا لغرضہ کان من مقتضاہ ان ینہی عنہ

حتی کہ وہی سبب ضعیف فائدہ تامہ کا مفید ہوجاتا ہے پس جب انسان انزال کے قریب ہوتا ہے اور اپنے ذکر کو باہر کرنا چاہتا ہے تو بسا اوقات چند قطرے اُس کے احلیل سے ٹپک پڑتے ہیں جو بچے کے مادوں کو کافی ہو جاتے ہیں اور اس شخص کو اُس کا علم بھی نہیں ہوتا یہی راز ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچے کو اس شخص کے ساتھ ملحق کیا جس نے اُس عورت کے ساتھ مس کرنے کا اقرار کیا تھا اور فرمایا عزل اُس کا مانع نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **لقد ھممت ان انھی الخ** میں نے قصد کیا تھا کہ غیلہ یعنی دودھ پلانے کی حالت میں عورت سے صحبت کرنے کو نہی کروں پھر میں نے روم و فارس میں نظر کی تو اُن لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی اولاد کے دودھ پینے کے زمانہ میں اپنی بیویوں سے صحبت کرتے ہیں اور اُس سے اُنکی اولاد کو کچھ ضرر نہیں پہونچتا اور فرمایا کہ خفیہ طور پر اپنی اولاد کو قتل مت کرو کیونکہ صحبت کی ہوئی دودھ گھوڑے کے سوار کو ملجائے تو اُسکو گرا دیتا ہے میں کہتا ہوں اسمیں اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ غیلہ اگرچہ حرام نہیں مگر وہ ہے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ دودھ پلانیوالی سے صحبت کرنے میں دودھ بگڑ جاتا ہے اور بچہ کمزور ہوجاتا ہے اور جب اُسکی ابتدا نمو میں ضعف ہوا تو وہ اُس کے مزاج اصلی میں داخل ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسبات کو بیان فرمادیا کہ آپ کا قصد ضرر کے احتمال غالب ہونے سے اُسکے حرام کرنے کا تھا مگر جبکہ آپ نے استقرا فرمایا تو معلوم ہوا کہ عام طور پر اُس کا ضرر نہیں ہوتا اور اُس میں احتمال غالب ہونیکی صلاحیت نہیں ہے تاکہ اُسپر حرمت کا مدار کیا جائے اور یہ حدیث اُس بات پر جسکو ہم ثابت کرچکے ہیں منجملہ دلائل کے ایک دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد فرمایا کرتے تھے اور آپکا اجتہاد مصالح اور مظنات کو معلوم کرکے حرمت اور کراہت کا اُنپر دائر کرنا ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من اشر الخ خدا تعالی کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر اس شخص کا درجہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور وہ اُسکے پاس آتی ہے پھر وہ شخص اُس کا راز کھولتا ہے میں کہتا ہوں چونکہ پردہ کرنا واجب ہے اور جس چیز کا پردہ کیا گیا ہے اُسکا افشائے راز کرنا پردہ کے مقصود کا بدلدینا اور اُسکی مخالفت کرنا ہے لہذا اُسکو اُٹھانا بھی ضروری

[1] الغیلۃ بالکسر ان یجامع الرجل المرأۃ وہی مرضعۃ وقولہ فان الغیل ای لبن المغیلۃ ۱۲ [2] من عثر الحوض اذا ہدمہ ۱۲ [3] ای یضعف ۱۲

وأيضاً فاظهار مثل هذه مجانة وقاحة واتباع مثل هذه الدواعي بعداً لنفس لتشبح الالوان المظلمانية فيها وكانت الملل مختلفة فيما يفعل بالحائض فمن متعمق كاليهود يمنع مواكلتها ومضاجعتها ومن متهاون كالمجوس يجوز الجماع وغيره ولا يجد للحيض بالا وكل ذلك افراط وتفريط فراعت الملة المصطفوية التوسط فقال اصنعوا كل شئ الا النكاح وذلك لمعان منها ان جماع الحائض لاسيما في فور حيضتها ضار انفق الاطباء على ذلك ومنها ان مخالطة النجاسة خلق فاسد تمجه الطبيعة السليمة ويقرب من الشياطين وفي مثل الاستنجاء حاجة وانما المقصود من ذلك ازالتها وفي جماع الحائض الغمس في النجاسة وهو قوله تعالى قل هو اذى فاعتزلوا النساء في المحيض واختلفت الرواية فيما دون الجماع فقيل يتقى شعار الدم وقيل يتقي ما تحت الازار وعلى الوجهين هو سد الدواعي وجاء الامر لمن عصى الله فجامع الحائض ان يتصدق بدينارا ونصف دينار وهذا ليس بمجمع عليه وسر الكفارة ما ذكرنا مرارا *

ہونی اور نیز ایسی باتوں کا اظہار کرنا بیہودگی اور بیحیائی ہے خواہشوں کے اتباع سے نفس میں تاریکیوں کے متشکل ہونے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ اب اس بات میں اہل ملت کا اختلاف تھا کہ حائض کیسا تھ کیا کرنا چاہیئے یہودیوں نے تو یہانتک تعمق کیا تھا کہ اُن کے ساتھ کھانے اور لیٹنے سے منع کرتے تھے اور مجوسی اسقدر اُس میں تہاون کرتے تھے کہ جماع کو بھی جائز کرتے تھے اور حیض کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے غرض سب میں افراط و تفریط تھی پس ملۃ مصطفویہ نے توسط کی رعایت فرمائی اور یہ فرمایا کہ سوائے جماع کے سب کچھ کیا کرو اور اسکی کئی وجہ ہیں ایک تو یہ کہ حائضہ سے جماع کرنا خاص کر جب حیض کی ترقی ہو نہایت مضر ہے تمام اطبار کا اُسپر اتفاق ہے اور دوسرے یہ کہ نجاست میں ملتطخ ہونا صفت ذمیمہ ہے جس سے طبیعت سلیم نفرت کرتی ہے اور اُسکی وجہ سے شیاطین کے ساتھ قرب ہوتا ہے اور استنجا میں اول تو یہ بات ہے کہ وہ ایک ضروری چیز ہے دوسرے یہ کہ استنجا میں نجاست کا ازالہ مقصود ہوتا ہے اور حائض سے جماع کرنے سے نجاست کے اندر داخل ہونا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے قل ھو اذًی کہدے وہ ناپاکی ہے پس حیض کی حالت میں عورتوں سے بچتے رہو اور ماورائے جماع میں روایت مختلف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ جہانتک خون کا اثر ہے وہاں سے بچنا چاہیئے اور بعض کے نزدیک جو کچھ ماتحت الازار ہے اُس سے پرہیز کرنا چاہیئے اور ہر تقدیر اُس میں دواعی جماع کا بند کرنا ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے حائض سے جماع کر بیٹھے تو دینار یا نصف دینار کے صدقہ کرنے کا حکم ہے اور یہ مسئلہ مجمع علیہ نہیں ہے اور کفارہ کی حکمت وہی ہے جو ہم چند مرتبہ بیان کر چکے ہیں۔

عسہ قولہ متلطخ یعنے آلودہ ہونا ۱۲ (کاتب عادل)

لہ لے الجماع ۱۲

حقوق الزوجية

اعلم ان الارتباط الواقع بين الزوجين اعظم الارتباطات المنزلية باسرها واكثرها نفعا واتمها حاجة اذ السنة عند طوائف الناس عربهم وعجمهم ان تعاونه المرأة في استيفاء الارتفاقات وان تتكفل له بتهيئة المطعم والمشرب والملبس وان تخزن ماله وتحضن ولده وتقوم في بيته مقامه عند غيبته الى غير ذلك مما لا حاجة الى شرحه وبيانه فلذلك كان اكثر توجه الشرائع الى ابقائه ما امكن وتوفير مقاصده وكراهية تنغيصه وابطاله وكل ارتباط لا يمكن استيفاء مقاصده الا باقامة الالفة ولا الفة الا بخصال يقيد ان انفسهما عليه كالمواساة وعفو ما يفرط من سوء الادب والاحتراز عما يكون سببا للضغائن ووحر الصدر واقامة المفاكهة وطلاقة الوجه ونحو ذلك فاقتضت الحكمة ان يرغب في هذه الخصال ويحث عليها **قال** صلى الله عليه وسلم استوصوا بالنساء خيرا فانهن خلقن من ضلع فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج **اقول** معناه اقبلوا وصيتي واعملوا بها في النساء وان في خلقهن عوجا وسوأ وهو كالامر اللازم بمنزلة ما يتوارثه الشئ من مادته وان الانسان اذا اراد استيفاء مقاصد المنزل منها لا بد

زوجیت کے حقوق کا بیان

معلوم کرو کہ مابین خاوند و بیوی کے جو میل جول ہوتا ہے وہ تمام ارتباطات منزلیہ سے بڑھکر ہے اور اسکا نفع بھی زیادہ ہے اور حاجت بھی بہت ہے اسلیئے کہ تمام عرب و عجم کے قبائل کا یہی دستور ہے کہ ارتفاقات پورا اور کامل کرنے میں بیوی خاوند کی معاونت کرے اور اُس کے کھانے و پینے و لباس کے مہیا و تیار کرنیکی متکفل ہو اور اُس کے مال کو محفوظ اور اُسکی اولاد کو حفاظت سے رکھے اور بعد اُس کے چلے جانیکے اُسکے مکان میں اُس کی قائم مقام رہے اور علاوہ اُن کے بہت سے امور ہیں جنکی شرح اور بیان کی ہمکو حاجت نہیں اور اسی لیئے اکثر توجہ شرائع کی اسیطرف ہوئی کہ حتی الامکان اُسکا باقی رکھنا اور اُس کے مقاصد کو بڑھانا اور اُس کے مکدر کرنے اور باطل کرنے سے بیزاری چاہنا اور اُسی ارتباط کے مقاصد کا پورا کرنا بدون الفت کے ممکن نہیں ہو سکتا اور الفت بغیر اُس خصلت کے جسپر وہ خاوند و بیوی اپنے آپ کو مجبور نہ کریں نہیں حاصل ہو سکتی لہذا حکمت کا مقتضی ہوا کہ اُس خصلت کیطرف توجہ و رغبت کیجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے استوصوا الخ عورتوں کے معاملہ میں بھلائی کی وصیت قبول کرو تم اسلیئے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں پھر اگر تو اُس کے سیدھا کرنے کا قصد کریگا تو اُسکو توڑ دیگا اور اگر اسی حالت پر اُسے چھوڑ دے تو ہمیشہ وہ پسلی کجی کی حالت پر باقی رہیگی میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ میری وصیت کو قبول کرو اور عورتوں کے باب میں اُسپر عمل کرو اور اُن کی پیدائش میں کجی و برائی ہے اور یہ بات مثل امر لازم کے ہو کر بمنزلہ اُس چیز کے ہو گئی ہے جو ایک شے کے مادہ میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور انسان جب مقاصد منزلی کے ۔

ان يتجاوز عن محقرات الامور ويكظم الغيظ فيما يجده خلاف هواه الا ما يكون من باب الغيرة المحمودة وتدارك الجور ونحو ذلك وقال صلى الله عليه وسلم لا يفرك[1] مؤمن مؤمنة ان كره منها خلقا رضي منها الآخر اقول الانسان اذا كره منها خلقا ينبغي ان لا يبادر الى الطلاق فانه كثيرا ما يكون فيها خلق آخر يستطاب منها ويتحمل سوء عشرتها لذلك ؛ قال صلى الله عليه وسلم اتقوا الله في النساء فانكم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن ان لا يوطئن فرشكم[2] احدا تكرهونه فان فعلن فاضربوهن ضربا غير مبرح (ای غیر شدید ۱۲) ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف اعلم ان الواجب الاصلي هو المعاشرة بالمعروف وهو قوله تعالى وعاشروهن بالمعروف فبينها النبي صلى الله عليه وسلم بالرزق والكسوة وحسن المعاملة ولا يمكن في الشرائع المستندة الى الوحي ان يعين جنس القوت وقدره مثلا فانه لا يكاد يتفق اهل الارض على شيء واحد ولذلك انما امر امرا مطلقا قال صلى الله عليه وسلم اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فأبت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتى تصبح اقول لما كانت المصلحة المرعية في النكاح تحصين فرجه وجب ان تحقق تلك المصلحة فان من اصول الشرائع انها اذا ضربت مظنة لشيء يجعل بما يحقق وجود المصلحة عند المظنة وذلك ان تؤمر المرأة بمطاوعته

پورا کرنے کا اس عورت سے قصد کرے تو اسکو یہ بات لابدی ہے کہ ادنی ادنی امور سے درگذر کرے اور جو بات اپنے خلاف مرضی کے دیکھے اسپر اپنے غصہ کو دابے مگر ہاں جو نیک غیرت کے قبیلہ سے ہو یا کسی ظلم وغیرہ کا بدلہ لینا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یفرک الخ کسی مسلمان مرد کو مسلمان عورت سے بغض رکھنا نہیں چاہیئے اگر اس کی عادت ناپسند ہے تو وہ دوسری سے راضی ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب خاوند کو بیوی کی کوئی عادت ناپسند آئے تو اسکو زیبا نہیں کہ فوراً طلاق پر دلیری کرے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اسکی دوسری عادت سے خوش ہو جاتا ہے اور اسکی بدخلقی سے تحمل کیا جاتا ہے اور اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقوا اللہ الخ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو کیونکہ خدا کی امان پر تم نے اُن کو اپنے قبضہ میں کیا ہے اور خدا کے حکم سے تم نے اُنکی شرمگاہوں کو اپنے لیئے حلال کیا ہے اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ تمہارے فرشوں پر کسی ایسے کو جگہ نہ دیں جس سے تم بیزار ہو پھر اگر وہ ایسا کریں تو انکو مارو۔ مگر تھوڑا اور تم پر انکا کھانا اور پہننا حسب دستور ہے اللہ پاک فرماتا ہے وعاشروھن اور معلوم کرو کہ واجب اصلی وہ معاشرت بالمعروف ہے جسکی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھانے اور لباس دینے اور اچھا برتاؤ کرنے کیساتھ بیان کی ہے اور جو شرائع مستند الی الوحی ہیں انمیں ممکن نہیں کہ قوت کی جنس اور اس کی تعداد معین کردیجائے کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ تمام جہان کے لوگ ایک ہی چیز پر اتفاق کرلیں اسلیئے مطلق حکم کیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا الخ جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو اپنی بستر کی طرف بلائے پس اُس نے انکار کیا پھر وہ غصہ ہی کی حالت پر سوگیا تو صبح تک ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں نکاح کے اندر جس مصلحت کی رعایت کی گئی وہ شرمگاہ کی حفاظت ہے تو اُس مصلحت کا تحقق ضروری ہوا پھر اصول شرائع سے یہ بات ہے کہ جب کسی شے کیلیئے مظنہ مقرر کیا جائے تو ایک ایسا حکم دیا جاتا ہے جس سے اُس مظنہ کیساتھ مصلحت کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور اسکی یہ صورت ہے

[1] الفرک بالکسر ویفتح کما فی القاموس بغض احد الزوجین الآخر ای لا ینبغی رجل ان یبغضها لما یری منها فکرہہا لانہ ان کرہ شیئا رضی بشیء آخر فلیقابل ہذا بذاک

[2] ہو کنایۃ عن اقدار بن الغیر علیہن باختلاط والحدیث بھن ولیس المراد من وطء الفرش الزنا لانہ محرم فی کل حال ولا یختص فیہ الضرب بل فیہ الحد ۱۲

اذا اراد منها ذلك ولولا هذا لم يتحقق تحصين فرجه فان ابت فقد سعت فى رد المصلحة التى اقامها الله فى عباده فتوجه اليها لعن الملائكة على كل من سعى فى فسادها قال صلى الله عليه وسلم ان من الغيرة ما يحب الله ومنها ما يبغض الله فاما التى يحبها الله فالغيرة فى الريبة واما التى يبغضها الله فالغيرة فى غير ريبة اقول فرق بين اقامة المصلحة والسياسة التى لابد له منها وبين سوء الخلق والضجر والضيق من غير موجب قال الله تعالىٰ الرجال قوامون على النساء بما فضل الله الى قوله ان الله كان عليما خبيرا۔ اقول يجب ان يجعل الزوج قواما على امرأته وان يكون له الطول عليها بالجبلة فان الزوج اتم عقلا واوفر سياسة واكثر حماية وذب بالعار وبالمال حيث انفق عليها رزقها وكسوتها وكون السياسة بيده يقتضى ان يكون له تعزيرها وتأديبها اذا بغت وليأخذ بالاسهل فالاسهل فالاول القول بالوعظ ثم الهجر بالمضجع يعنى ترك مضاجعتها ولا يخرجها من بيته ثم الضرب غير المبرح اى الشديد فان اشتد الشقاق وادعى كل نشوز الآخر وظلمه لم يكن قطع المنازعة الا بحكمين حكم من اهله وحكم من اهلها يحكمان عليهما من النفقة وغيرها ما يريان من المصلحة وذلك لان اقامة البينة على ما يجرى بين الزوجين ممتنعة فلا احق من ان يجعل الامر الى اقرب الناس اليهما واشفقهم عليهما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من خبب امرأة على زوجها وعبدا على سيده اقول احد اسباب فساد تدبير

جسوقت خاوند اپنی بیوی سے فرمانبرداری کا قصد کرے تو عورت کو اُس کی فرمانبرداری کا حکم دیا جائے اور اگر اس کی فرمانبرداری اس نے نہیں کی تو شرمگاہ کی حفاظت نہ ثابت ہوئی پھر اگر اُس نے انکار کیا تو اُس عورت نے اُس مصلحت کے رد کرنے میں وسعت کی جسکو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اندر قائم کیا تھا پس ملائکہ کی وہ لعنت اُسکی طرف متوجہ ہوئی جو ہر شخص پر اُس کے فساد کے اندر کوشش کرنے پر متوجہ ہوا کرتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من الغیرۃ الخ بعض غیرت تو ایسی ہے جو خدا تعالےٰ کو پسند ہے اور بعض ایسی ہے جس سے خدا کو نفرت ہے پھر جو غیرت عند اللہ پسندیدہ ہے وہ زنا کی غیرت ہے اور جو ناپسند ہے وہ غیر زنا کی غیرت ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت اور سیاست کے قائم کرنے میں جسکے بدون چارہ نہیں ہے اور بدخلقی اور بلا سبب تنگ کرنے میں اور ظلم کرنے میں فرق کیا ہے اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ سے ان اللہ کان علیما خبیرا تک میں کہتا ہوں یہ بات ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی پر حاکم بنایا جائے اور جبلت کے اعتبار سے خاوند کا اُسپر دباؤ ہو کیونکہ خاوند میں عقل کامل ہوتی ہے اور اُسمیں کامل طور سے سیاست اور حمایت اور عار کے دفع کرنیکا بخوبی مادہ ہوتا ہے اور نیز اسلیئے کہ وہ اُسکا خرچ اُٹھاتا ہے اور تمام انتظام اُسی کے متعلق ہو لہٰذا اگر عورت سرکشی کرے تو اسکی تعزیر اور تادیب خاوند کے متعلق ہونی چاہیئے اور اُسکو بتدریج تادیب کے طریقہ کا اختیار کرنا چاہیئے الاسہل فالاسہل یعنی اول صرف زبان سے کہکر اسکو نصیحت کرے بعد ازاں اُسکے پاس لیٹنا ترک کردے مگر گھر سے اُسکو نہ نکالے اگر اُسپر بھی باز نہ آئے تو اسکو مار لگانی چاہیئے مگر سخت مار نہ لگائے اور اگر اصلاح کی صورت نہ ہو اور ہر ایک دوسرے کی نافرمانی اور ظلم پر کمر باندھے تو اُسوقت میں قطع منازعت کی یہ شکل ہے کہ دو حکم مقرر کیئے جائیں ایک خاوند کے کنبے میں سے اور ایک بیوی کے کنبے سے اور وہ دونوں نفقہ وغیرہ کے متعلق خاوند بیوی میں جو مناسب مصلحت دیکھیں فیصلہ کردیں اسواسطے کہ خاوند بیوی کے معاملات میں بینہ کا قائم کرنا ناممکن ہے پس اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے کہ یہ فیصلہ اُن لوگوں کے متعلق کیا جائے جو سب سے زیادہ ان دونوں کے قریب اور اُنکے شفیق ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس منا الخ جو شخص خاوند سے کسی بیوی کو بگاڑے یا مولیٰ سے غلام کو بگاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں تدبیر

لہ غض عین دونہ ۱۲

المنزل ان یخبب انسان المراۃ او العبد وذلک سعی فی تنغیض ھذا النظم وفکہ ومناقضۃ للمصلحۃ الواجب اقامتھا **واعلم** ان من باب فساد تدبیر المنزل خصالا فاشیۃ فی الناس کثیر المبتلون بھا فلا بد ان یتعرض الشرع لھا ویبحث عنھا منھا ان یجتمع عند رجل عدد من النسوۃ فیفضل احداھن فی القسم وغیرہ ویظلم الاخریٰ ویترکھا کالمعلقۃ قال اللہ تعالیٰ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفوراً رحیما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط **اقول** قد مران المجازاۃ انما تظھر فی صورۃ العمل فلا نعیدہ **ومنھا** ان یعضلن الاولیاء عمن یرغبن فیہ من الاکفاء اتباعا لداعیۃ نفسانیۃ من حقد وغضب ونحوھما وفی ذلک من المفسدۃ مالا یخفی فنزل قولہ تعالیٰ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن **ومنھا** ان یتزوج الیتامی اللاتی فی حجرہ ان کن ذوات مال وجمال ولا یوفیھن مثل ما یصنع بذوات الاٰباء ویترکھن ان کن علی غیر ذلک قال اللہ تعالیٰ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع

منزل کے بگاڑنے کے جہاں اور اسباب ہیں ایک سبب اُس کا یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بیوی یا غلام کو اس کے خاوند اور مولی سے برگشتہ کردے اور یہ اس انتظام کے توڑنے اور اس کے بگاڑنے میں کوشش کرنا اور اس مصلحت کی مخالفت کرنا جسکا قائم کرنا ضروریات سے ہے۔ معلوم کرو کہ تدبیر منزل کے بگاڑنے کی لوگوں میں بہت سی خصلتیں ہیں جنمیں کثرت سے لوگ مبتلا ہیں پس شرع کو اُس کا ذکر کرنا اور اُس سے بحث کرنا ضروری ہوا۔ ازانجملہ یہ ہے کہ کسی مرد کے پاس کئی عورتیں ہوں اور باری وغیرہ میں اُنمیں سے بعض کو بعض پر ترجیح دے اور دوسرے پر ظلم کرکے انکو ادھڑ میں چھوڑ دے اللہ پاک فرماتا ہے ولن تستطیعوا الخ اور تم ہرگز عورتوں میں برابری نہیں کر سکتے اگرچہ تم تمنا کرو پس بالکل جھک مت پڑو کہ اُنکو ایسے چھوڑ دو جیسے ادھڑ میں اور اگر بھلائی کرو اور ڈرو تو خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا کانت الخ جب کسی مرد کے پاس دو عورتیں ہوں اور اُن دونوں میں وہ برابری نہ کرے تو قیامت کے روز جب آئیگا اُس کے ایک طرف جھکی ہوئی ہوگی۔ میں کہتا ہوں یہ بات تو پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عمل کی جزا عمل کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے پس آپ اُس کا اعادہ نہیں کرتے۔ اور ازانجملہ یہ کہ عورتوں کے ولی اُنکو اُن مردوں کے ساتھ نکاح کرنے سے روکیں جو اُن کے کفو کے ہیں اور اُنکی طرف رغبت پائی جاتی ہے اور اُس کا منشا اُنکی خواہش نفسانی مثل حسد اور بغض وغیرہ کے ہوتا ہے اور اس میں جو فساد ہے وہ عیاں ہے پس یہ آیت نازل ہوئی ہے واذا طلقتم الخ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت کو پورا کرلیں تو اُنکو اپنے خاوندوں کیساتھ نکاح کرنے سے مت روکو اور ازانجملہ یہ ہے کہ کوئی شخص یتیم لڑکیوں سے جو اُسکی پرورش میں ہیں اُن کے مال یا جمال کیوجہ سے نکاح کرلے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرے جیسے باپ والی عورتوں کے حق ادا کیئے جاتے ہیں اور اگر وہ یتیم لڑکیاں ایسی نہیں ہیں تو اُن سے واسطہ نہ رکھے پس یہ آیت نازل ہوئی وان خفتم الخ اور تمکو اگر یہ خوف ہو کہ یتیم عورتوں میں انصاف نہ کروگے پس نکاح کرو عورتوں میں اُس کے ساتھ جو تمھارے پسند ہوں۔ دو دو اور تین تین اور چار چار۔

فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم فنهى الانسان ان خشي الجور ان ينكح اليتامى او ينكح ذوات عدد من النساء ومن السنة اذا تزوج البكر على امرأة اقام عندها سبعا ثم قسم واذا تزوج الثيب اقام عندها ثلاثا ثم قسم **اقول** السر في هذا انه لا يجوز ان يضيق في هذا الباب كل التضييق فانه لا يطيقه اكثر افراد الانسان وهو قوله تعالى ولن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء ولو حرصتم نبه على انه لما لم يمكن اقامة العدل الصراح وجب ان يدار الحكم على ترك الجور الصريح فاذا رغب رجل في امرأة واعجبه حسنها وشغف قلبه جمالها وكان له رغبة وافرة اليها لم يكن ان يصد عن ذلك بالكلية لانه كالتكليف بالممتنع فقدر له مقدار يستأثره بها لئلا يزيد فيقتحم في الجور والاثم فمن المصلحة المعتبرة تاليف قلب الجديدة واكرامها ولا يحصل الا بان يسن اثر وايماء **قوله** صلى الله عليه وسلم لام سلمة رضي الله عنها[1] ليس لك على اهلك هوان ان شئت سبعت الحديث واما كسر قلب القديمة فقد عولج بجريان السنة بالزيادة للجديدة فانه اذا جرت السنة بشئ ولم يكن مما قصد به ايذاء احد او مما خص به

پس اگر تم کو خوف ہو کہ تم برابری نہ کرو گے تو ایک سے یا جو پر تمہارے ہاتھوں نے قبضہ کیا ہے۔ پس اگر ظلم کرنے کا اندیشہ ہو تو یتیم لڑکیوں یا کئی عورتوں سے نکاح کرنا منع ہے۔ اور ایک شخص کے ایک بیوی موجود ہو اور پھر ایک کنواری عورت سے نکاح کرے تو اس کے واسطے یہ سنت مقرر کی گئی کہ سات دن تک اُس کے پاس رہے بعد ازاں حسب دستور نوبت بہ نوبت رہا کرے اور اگر شوہر رسیدہ ہے تو تین روز اُس کے پاس رہکر پھر باری سے میں کہتا ہوں اسمیں یہ بھید ہے کہ اس باب میں زیادہ تنگی نہ کیجائے کیونکہ اکثر لوگوں کا اُس میں بس نہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ولن تستطیعوا الخ اسمیں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جب خالص عدل کا قائم کرنا ناممکن تھا تو ضروری ہوا کہ صریح ظلم پر اس حکم کا مدار کیا جائے پس جب کسی مرد کو کسی عورت کیطرف رغبت ہو اور اُس کے حسن وجمال پر اس کا دل فریفتہ ہو جائے اور اُس کا کثرت سے اُسکو اشتیاق ہو تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص اُس سے بالکل روک دیا جائے اسواسطے کہ یہ تکلیف بالمحال کے قبیل سے ہے اسلئے اُس کے ترجیح دینے کی ایک مقدار مقرر کر دی تاکہ وہ اُس سے آگے بڑھکر دوسرے پر ظلم وجور نہ کرنے پائے۔ اور نیز شرع نے اس مصلحت کی رعایت کی ہے کہ جدید کے قلب کی تالیف اور اُسکی قدر دانی کرنی چاہیے اور یہ بات اسیطرح پر حاصل ہو سکتی ہے کہ اُسکو ترجیح دیجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے جو یہ فرمایا ہے لیس لک علی اہلک ہوان ان شئت سبعت والحدیث۔ اسمیں اسی کیطرف اشارہ ہے یعنی تو اپنے خاوند کے نزدیک بیقدر نہیں ہے اگر تیری مرضی ہو تو میں سات سات روز کروں۔ اور پہلی بیوی کا دل شکستہ ہونیکا شارع نے بایںطور علاج کیا کہ نئی کے لیے ہمیشہ کیواسطے زیادتی کا طریقہ مقرر کر دیا اسلئے کہ جب ایک چیز کا ہمیشہ کے لیے دستور مقرر ہو جاتا ہے اور اسمیں کسی کی ایذا رسانی منظور نہیں ہوتی اور وہ ظلم کسی کے لیے خاص نہیں ہوتا

[1] ای حسین تزوجها وقوله لیس لک علی اهلک الخ ای لیس لسبب هذا ترك على نفسي او على قبیلتک ای لیس اقتصادی على الثلاث لهوانك علي ولعدم رغبتي فيك بل حكم الشرع كذلك وتمام الحدیث ان شئت سبعت عندك وسبعت عندهن وان شئت ثلثت عندك ودرت قالت ثلث ١٢

وقعہ علیہ وھو ایماء قولہ تعالیٰ ذلک ادنیٰ ان تقر اعینھن ولا یحزن ویرضین بما اٰتیتھن کلھن یعنی نزول القرآن بالخیرۃ فی حقھن سبب زوال السخطۃ بالنسبۃ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم والبکر الرغبۃ فیھا اتم والحاجۃ الی تالیف قلبھا اکثر فجعل قدرھا السبع وقدر الثیب الثلاث وکان صلی اللہ علیہ وسلم یقسم بینھن واذا اراد سفرا اقرع بین نسائہ **اقول** وذلک دفع الوحر الصدر والظاھر ان ذلک منہ صلی اللہ علیہ وسلم کان تبرعا واحسانا من غیر وجوب علیہ لقولہ تعالیٰ ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء الاٰیۃ واما فی غیرہ فموضع تامل واجتھاد ولکن جمھور الفقہاء اوجبوا القسم واختلفوا فی القرعۃ **اقول** وفیہ ان قولہ فلم یعدل مجمل لا یدری ای عدل ارید بہ وقولہ تعالیٰ فتذروھا کالمعلقۃ مبین ان المراد نفی الجور الفاحش واھمال امرھا بالکلیۃ وسوء العشرۃ معھا واعتقت بریرۃ وکان زوجھا عبدا فخیرھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاختارت نفسھا **اقول** السبب فی ذلک ان کون الحرۃ فراشا للعبد عار علیھا فوجب دفع ذلک العار عنھا الا ان ترضی بہ وایضا فالامۃ تحت ید مولاھا لیس رضاھا رضا حقیقۃ وانما النکاح بالتراضی فلما ان کان امرھا بیدھا وجب ملاحظۃ رضاھا وفی روایۃ ان قربک فلا خیار لک وذلک لانہ لا بد من ضرب حد ینتھی الیہ الخیار والا کان لھا الخیار طول عمرھا وفی ذلک قلب موضوع النکاح

بلکہ ایک عام حکم ہوتا ہے تو کسی کے دل کو چنداں ناگوار نہیں گذرتا۔ اِس آیت میں اسی کیطرف اشارہ ہے ذلک الخ اُسمیں امید ہے کہ انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور جو تو نے انکو دیا ہے اُس سے وہ سب کی سب راضی ہو جائیں یعنے جب قرآن میں اُن کو اختیار دیدیا گیا تو اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوش نہ ہوں گی۔ اور کنواری عورت کیطرف مرد کو زیادہ تر رغبت ہوتی ہے اور نیز اُسکو تالیف قلب کی زیادہ ضرورت ہے لہذا اُس ترجیح کی مقدار سات روز مقرر کی گئی اور شوہر رسیدہ کی مقدار تین روز مقرر کی گئی اور حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم کے پاس باری باری رہا کرتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا قصد کرتے تھے ان میں قرعہ ڈال لیا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ تھی کہ کسی کو ملال نگذرے اور بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے یہ بطور تبرع اور احسان کے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر باری فرض نہ تھی اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے ترجی الخ اُنمیں سے جسکو تو چاہے موخر کرے اور جسکو چاہے اپنے پاس جگہ دے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اوروں میں تامل اور اجتہاد کا موقع ہے مگر جمہور فقہا نے نوبت کو واجب کیا ہے اور قرعہ اندازی میں انکا خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے فلم یعدل الخ وہ مجمل ہے اور نہ معلوم اُس سے کونسا عدل مراد ہے اور یہ آیت اسکے بیان میں ہے فتذروھا الخ کہ صریح ظلم کرنا اور بالکل اُس سے کنارہ کشی کر لینا اور بداخلاقی کیساتھ اُس سے برتاؤ کرنا مراد ہے اور بریرہ کا خاوند غلام تھا جب وہ آزاد ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اختیار دیا کہ چاہے اُسکے نکاح میں رہے چاہے نہ رہے تو اُس نے غلام کے نکاح میں رہنا پسند نہ کیا اور اختیار لیا۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ حرہ کا غلام کے نیچے رہنا اُسکے لئے عار کا باعث ہے پس اس عار کا دفع کرنا اُسکو ضروری ہے لیکن اگر وہ خود ہی راضی ہو تو وہ جدا بات ہے اور نیز جبتک باندی اپنے مولیٰ کے ملک میں ہے تو اُسکی رضامندی فی الحقیقت رضامندی نہیں ہے اور نکاح رضامندی سے ہوا کرتا ہے پھر جب وہ آزاد ہو گئی اور اُسکو اپنی جان کا اختیار ہو گیا تو اس نکاح میں اُسکی رضامندی کا اعتبار ضروری ہوا اور اسی میں ایک روایت کی لفظ یہ بھی آیا ہے ان قربک الخ کہ اگر وہ تجھ سے صحبت کر لے تو تجھ کو پھر اختیار نہ ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اختیار کیلئے ایک حد کا مقرر کرنا ضروری ہے کہ اُسکے بعد پھر کچھ اختیار نہ رہے ورنہ ہمیشہ مدت العمر اختیار رہیگا اور اسمیں مقصود نکاح کا بدل دینا ہے

ولا یصلح اختیارہا ایاہ بالکلام حد اینتہی الیہ الاختیار ربما تشاور اہلہا او تقلب الامر فی نفسہا وکثیرا ما یجری عند ذلک صیغۃ الاختیار وان لم تجزم بہ وفی الجائہا ان لا تتکلم بمثلہا حرج فلا احق من القربان اذ ہو فائدۃ الملک والشئ الذی یقصد منہ والامر الذی یتم بہ واللہ اعلم

الطلاق

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ سألت زوجہا طلاقا من غیر بأس[1] فحرام علیہا رائحۃ الجنۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اعلم ان فی الاکثار من الطلاق وجریان الرسم بعدم المبالاۃ بہ مفاسد کثیرۃ وذلک ان ناسا ینقادون لشہوۃ الفرج ولا یقصدون اقامۃ تدبیر المنزل ولا التعاون فی الارتفاقات ولا تحصین الفرج وانما مطمح ابصارہم التلذذ بالنساء وذوق لذۃ کل امرأۃ فیہیجہم ذلک الی ان یکثروا الطلاق والنکاح ولا فرق بینہم وبین الزناۃ من جہۃ ما یرجع الی نفوسہم وان تمیزوا عنہم باقامۃ سنۃ النکاح والموافقۃ لسیاسۃ المدینۃ وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الذواقین والذواقات[2] وایضا ففی جریان الرسم بذلک اہمال لتوطین النفس علی المعاونۃ الدائمۃ او شبہ الدائمۃ وعسی ان فتح ہذا الباب ان یضیق صدرہ او صدرہا

اور اُس اختیار کی حد کلام کیساتھ مقرر نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ بسا اوقات وہ اپنے کنبے سے مشورہ کرتی ہے اور کبھی اپنے آپ ہی وہ اِس بات کا ذکر فکر کرتی رہتی ہے اور اکثر اُس کی زبان سے اختیار کا کلمہ بلا قصد نکل جایا کرتا ہے اور اگر اسکو اس بات کی تاکید کیجائے کہ زبان سے ایسی بات نہ نکالے تو اسمیں اُس کے لیئے دقت ہے ۔پس حد مقرر کرنے کے لیئے صحبت سے زیادہ مطلب کوئی چیز نہیں ہے اسواسطے کہ صحبت کرنا ملکیت کا فائدہ حاصل کرنا ہے اور ملک سے وہ مقصود ہے اور ایسی چیز ہے جو ملک سے پوری ہو سکتی ہے ۔ واللہ اعلم۔

طلاق کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما امرأۃ الخ جو عورت بلا ضرورت اپنے خاوند سے طلاق چاہے تو جنت کی بو اُسپر حرام ہے اور نیز آپنے فرمایا ہے ابغض الحلال الخ حلال چیزوں سے خدا تعالی کو زیادہ تر مبغوض طلاق ہے۔ معلوم کرو کہ طلاق کی کثرت اور بے پروائی کے ساتھ طلاق کا طریقہ جاری ہونے میں بہت سے مفاسد ہیں اسلیئے کہ بہت سے لوگ شہوت نفسانی کے تابع ہوتے ہیں اور تدبیر منزل کے قائم کرنے اور التزامات ضروریہ میں معاونت اُنکو مقصود نہیں ہوتی اور نہ اُنکا مقصود شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ عورتوں کے ساتھ تلذذ اور ہر عورت سے لذت کا حاصل کرنا اُنکو مقصود ہوتا ہے یہ بات اُنکو کثرت سے نکاح کرنے اور طلاق دینے پر آمادہ کرتی ہے اور اُن کے نفوس کیطرف نظر کرکے مانند ہونے میں زنا کار لوگوں میں اور اُنمیں کچھ فرق نہیں ہے اگرچہ سنت نکاح کے قائم کرنے اور سیاست مدینہ کی موافقت میں زنا کاروں سے متمیز معلوم ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعن اللہ الذواقین الخ کہ مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں پر خدا کی لعنت۔ اور نیز اس دستور کے جاری ہونے میں اس معاونت دائمی یا قربت دائمی کا ترک کرنا ہے جسپر نفس کا قائم کرنا نکاح کے اندر مقصود ہوتا ہے اور نیز اسباب کے کشادہ کرنے میں اس بات کا احتمال غالب ہے کہ ادنی ادنی امور میں خاوند اور بیوی کا دل تنگ ہوا کرے۔

[1] ای شدۃ وضرورۃ ۱۲ [2] ای من یسرع فی النکاح والطلاق من الرجال والنساء ۱۲

فی شئ من محقرات الامور رفیدیہ فعان الی الفراق واین ذلک من احتمال اعباء الصحبۃ والاجماع علی ادامۃ ہذا النظم وایضاً فان اعتیادھن بذلک وعدم مبالاۃ الناس بہ وعدم حزنہم علیہ یفتح باب الوقاحۃ وان لا یجعل کل منہما ضرر الآخر ضرر نفسہ وان تخون کل واحد الآخر یجعد لنفسہ ان وقع الافتراق وفی ذلک مالا یخفی ومع ذلک لا یمکن سد ہذا الباب والتضییق فیہ فانہ قد یصیر الزوجان متناشزین اما لسوء خلقہما اولطموح عین احدہما الی حسن انسان آخر اولضیق معیشتہما اولخرق واحد منہما ونحو ذلک من الاسباب فیکون ادامۃ ہذا النظم مع ذلک بلاء عظیماً وحرجاً **قال** صلی اللہ علیہ وسلم رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ[۳] حتی یعقل **اقول** السر فی ذلک ان مبنی جواز الطلاق بل العقود کلہا علی المصالح المقتضیۃ لہا والنائم والصبی والمعتوہ بمعزل عن معرفۃ تلک المصالح **قال** صلی اللہ علیہ وسلم لا طلاق ولا اعتاق فی اغلاق معناہ فی اکراہ اعلم ان السبب فی ہدر طلاق المکرہ شیئان احدہما انہ لم یرض بہ ولم یرد فیہ مصلحۃ منزلیۃ وانما ہو لحادثۃ لم یجد منہا بداً فصار بمنزلۃ النائم وثانیہما انہ لو اعتبر طلاقہ طلاقاً لکان ذلک فتحاً

اور جدائی کا قصد کیا کرے اور یہ بات صحبت کی ناگوار باتوں سے برداشت کرنے اور انتظام خانگی ہمیشہ قائم رکھنے پر اتفاق کرنے سے نہایت بعید ہے اور نیز عورتوں کا ان باتوں کے ساتھ عادی ہو جانا اور لوگوں کا ان باتوں کی کچھ پرواہ وافسوس نہ کرنا بیحیائی کے باب کے مفتوح ہونے کا سبب ہے اور نیز ایسے وقت میں ان دونوں میں سے ہر واحد دوسرے کا ضرر مثل اپنے ضرر کے خیال نہ کریگا اور ہر ایک دوسرے کی چیزیں خیانت کریگا اس خیال سے کہ اگر جدائی ہو جاوے تو یہ چیز ہمارے کام آوے اور اسمیں جو قباحت ہے ظاہر ہے اور باینہمہ اس باب کا بالکل بند کر دینا اور دقت میں ڈال دینا بھی ناممکن ہے اسلیئے کہ کبھی مابین میاں بیوی کے مخالفت ہوتی ہے اور اُس کا منشا یا تو اُن دونوں کی بدخلقی ہوتی ہے یا اُن دونوں میں سے کسی اجنبی کے حسن کیطرف رغبت ہوتی ہے یا رزق کی تنگی کے سبب سے یا دونوں میں کسی کی حماقت کیوجہ سے وعلیٰ ہذا القیاس پس باوجود ان قبائح کے اس نظم کا قائم رکھنا بلائے عظیم اور ہرج کا سبب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن الخ تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا ہے سونیوالے سے جبتک بیدار ہو۔ لڑکے سے جبتک بالغ ہو۔ اور مجنون بجو مصالح کے سمجھنے سے بالکل عاری ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا طلاق الخ یعنے اکراہ میں نہ طلاق ہے نہ عتاق ہے معلوم کرو کہ مکرہ کے طلاق کے باطل ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ وہ اُس طلاق سے راضی نہیں ہے اور اُس نے کسی مصلحت منزلیہ کا ارادہ نہیں کیا بلکہ لاچار ہو کر اُس سے یہ امر وقوع میں آیا ہے پس اُس کا حال نائم کا سا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر اُس شخص کی طلاق سمجھی جاوے تو اُس میں۔

سلہ لے اثقال ۱۲
سلہ لے حمق ۱۲
سلہ لے ناقص العقل ۱۲

لباب الاكراه فعسى ان يختطف الجبار الضعيف من حيث لا يعلم الناس ويخفيه بالسيف ويكرهه على الطلاق اذا رغب فى امرأته فلو خيبنا رجاءه وقلبنا عليه مراده كان ذلك سببا لترك نظام الناس فيما بينهم بالاكراه ونظيره ما ذكرنا فى قوله صلى الله عليه وسلم القاتل لا يرث **وقال** صلى الله عليه وسلم لا طلاق فيما لا يملك **وقال** عليه السلام لا طلاق قبل النكاح **اقول** الظاهر انه يعم الطلاق المنجز والمعلق بنكاح وغيره والسبب فى ذلك ان الطلاق انما يجوز للمصلحة والمصلحة لا تتمثل عنده قبل ان يملكها ويرى منها سيرها فكان طلاقها قبل ذلك بمنزلة نية المسافر الاقامة فى المفازة او الغازى فى دار الحرب مما تكذبه دلائل الحال وكان اهل الجاهلية يطلقون ويراجعون الى متى شاؤا وكان فى ذلك من الاضرار ما لا يخفى فنزل قوله تعالى الطلاق مرتان الآية معناه ان الطلاق المعقب للرجعة مرتان فان طلقها الثالثة فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره والحقت السنة ذوق العسيلة بالنكاح والسر فى جعل الطلاق ثلاثا لا يزيد عليها انها اول حد كثرة ولانه لا بد من تروّ ومن الناس من لا يتبين له المصلحة حتى يذوق فقدها واصل التجربة واحدة ويكملها ثنتان واما اشتراط النكاح بعد الثالثة فلتحقيق معنى التحديد والانهاء وذلك انه لو جاز رجوعها

باب اکراہ کا مفتوح کرنا ہے پس ایسے وقت میں ہو سکتا ہے کہ کوئی ظالم شخص کسی ناتوان و بیکس کو خفیہ طور پر پکڑ لیجائے اور تلوار سے اُسکو خوف دلا کر طلاق پر اُسکو مجبور کرے اور اُس کی بیوی کیطرف رغبت اُسکا منشا ہو پھر جب ہم نے اُسکی امید کو منقطع کر دیا اور اُسکی مراد کو اُسپر منقلب کر دیا تو اب لوگ باہم اس قسم کا ظلم نہیں کر سکتے اور اُس کی نظیر وہ ہے جو ہم اُس حدیث میں بیان کر چکے ہیں القاتل لا یرث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا طلاق فیما لا یملک یعنی جس چیز کا انسان مالک نہیں اُس میں طلاق نہیں جاری ہو سکتی اور فرمایا ہے لا طلاق الخ طلاق نکاح کے قبل نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں بظاہر یہ حدیث طلاق منجز اور معلق کو خواہ وہ نکاح کیساتھ معلق ہو یا اور کسی چیز کے ساتھ عام ہے اور اُس کا سبب یہ ہے کہ طلاق کا جواز مصلحت کے سبب سے ہے اور مالک ہونے اور اُس عورت کی سیرت کے دیکھنے سے پیشتر مصلحت اُسکو متمثل نہیں ہو سکتی پس یہ طلاق قبل از ملک ایسی ہے جیسے کوئی مسافر بیابان میں اقامت کی نیت کرے یا کوئی مجاہد دار الحرب میں کہ قرائن حالیہ خود اُسکے مکذب ہیں اور اہل جاہلیت جسقدر چاہتے تھے طلاقیں دے دے کر رجوع کر لیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اُسمیں عورت پر کسقدر ظلم تھا لہذا یہ آیت کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتٰن۔ الآیہ طلاق دو مرتبہ ہے یعنی جس طلاق کے بعد رجعت ہوتی ہے وہ دو مرتبہ ہے پھر اگر تیسری طلاق دے تو اُس کے بعد جبتک وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے اُس کے لیئے حلال نہیں ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے ساتھ صحبت کرنے کو بھی زیادہ کیا ہے اور طلاق کو صرف تین کے اندر محدود کرنے میں یہ راز ہے کہ وہ کثرت کی شروع حد ہے اور نیز اُس میں فکر کرنا اور سمجھنا ضروری ہے اور بہت سے لوگوں کو اُس کی کچھ مصلحت نہیں معلوم ہوتی جبتک وہ عورت کے ملک سے نکلنے کا مزہ نہیں چکھ لیتے اور تجربہ کے لیے اصل ایک مرتبہ ایک چیز کا عمل میں لانا ہے اور دوسرے تجربہ کی تکمیل ہو جاتی ہے اور تیسری طلاق کے بعد نکاح شرط کرنا تحدید اور اتمام کے معنی ثابت کرنے کے لیئے ہے اسلیئے کہ اگر بغیر دوسرے نکاح کے اُس سے رجوع درست ہوتا تو

الیہ من غیر تخلل نکاح الآخر کان ذلک بمنزلۃ الرجعۃ فان المطلقۃ احدی الرجعتین وان المرأۃ ما دامت فی بیتہ وتحت یدہ وبین اظہر اقاربہ یمکن ان یغلب علی رایہا وتضطر الی رضا ما یسوّلون لہا فاذا فارقتہم وذاقت الحرّ والقرّ ثم رضیت بعد ذلک فہو حقیقۃ الرضا وایضا ففیہ اذاقۃ الفقد ومعاقبۃ علی اتباع داعیۃ الضجر من غیر تروی مصلحۃ مہمۃ **وایضا ففیہ** اعظام المطلقات الثلاث بین اعینہم وجعلہا بحیث لا یبادر الیہا الا من وطن نفسہ علی ترک الطمع فیہا الا بعد ذل وارغام انف لا مزید علیہ **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم لامرأۃ رفاعۃ حین طلقہا فبت طلاقہا فنکحت زوجا غیرہ اتریدین ان ترجعی الی رفاعۃ قالت نعم قال لا حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک[1] **اقول** انما شرط تمام النکاح بذوق العسیلۃ لیتحقق معنی التحدید الذی ضرب علیہم فانہ لولا ذلک لاحتال رجل باجراء صیغۃ النکاح علی اللسان ثم یطلق فی المجلس وہذا مناقضۃ لفائدۃ التحدید ولعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہ **اقول** لما کان من الناس من ینکح لمجرد التحلیل من غیر ان یقصد منہا تعاونا فی المعیشۃ ولا یتم بذلک المصلحۃ المقصودۃ **وایضا** ففیہ وقاحۃ واہمال غیرۃ وتسویغ

اُس کا حال رجعت کا سا تھا اسلیئے کہ مطلقہ سے نکاح کرنا بھی ایک قسم کی رجعت ہے اور جبتک عورت خاوند کے گھر میں اور اُس کے قبضہ میں اور اُسکے اقارب کے سامنے ہے تو تب ہو سکتا ہے کہ خاوند اُسکی رائے پر غالب ہے اور خواہ نخواہ وہ اُس چیز کو پسند کرے جسکی خوبی اُس عورت کے سامنے وہ لوگ بیان کریں اور پھر جب اُن سے بالکل جدا ہوگئی اور زمانہ کی سردی و گرمی کا مزہ چکھ لیا اور اُس کے بعد اُس شخص سے راضی ہوگئی تو وہ رضامندی فی الواقع رضامندی ہے اور نیز اُس میں مفارقت کا مزہ چکھانا اور بلا کسی ضروری مصلحت کے معلوم کیئے خواہش نفسانی کے تابع ہونے کا عذاب دینا ہے اور نیز اُسمیں مطلقہ ثلاث کا اُنکی آنکھوں میں عزت دینا ہے اور اس بات کا جتلانا ہے کہ تین طلاقوں پر وہی شخص دلیری کر سکتا ہے جو ذلت اور حد سے زیادہ بے عزتی کے بعد اپنے نفس کو اُسکی جانب سے امید کے قطع کرنے پر قائم کرلے اور جب رفاعہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور پھر اُسکو مغلظ کر دیا اور اُس نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے خاوند کا کچھ ذکر کیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیا پھر تیرا قصد رفاعہ کیجانب رجوع ہونے کا ہے تو اُس نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا نہیں جبتک تو اُسکی لذت اور وہ تیری لذت حاصل نکرلے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے تمام ہونیکو لذت کرنے کے ساتھ اسلیئے مشروط کیا کہ تاکہ اس تحدید کے معنی جسکو خدا نے اُن کے لیئے مقرر کیا ہے متحقق ہو جاویں اسلیئے کہ اگر یہ بات نہو تو کوئی شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ اُس نے زبانی نکاح کرا کے اُسکو دوسرے خاوند سے اسی جلسہ میں طلاق دلوائے اور اُسمیں تحدید کے قاعدہ کی مخالفت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنیوالے اور اُس شخص پر جسکے لیئے حلالہ کرتا ہے لعنت کی ہے۔ میں کہتا ہوں چونکہ بعض لوگ محض حلالہ کی غرض سے نکاح کرتے ہیں اور اُنکا مقصود اُس نکاح سے زندگی کی معاونت نہیں ہوتی اور نکاح سے جو مصلحت مقصود ہے وہ مصلحت اُس نکاح سے پوری نہیں ہوتی اور نیز اُسمیں بیحیائی اور بیغیرتی اور ایک عورت پر

---

[1] العسیلۃ تصغیر العسل وہی کنایۃ عن لذۃ الجماع وفیہ ان الجماع لا بد منہ فی التحلیل ولا یشترط الانزال بل یکفی غیبوبۃ الحشفۃ ۱۲

ازدحام على الموطوأة من غيران يدخل في تضاعيف المعاونة نهى عنه وطلق عبد الله بن عمر رضي الله عنه امرأته وهي حائض وذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فتغيظ وقال ليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر فان بدا له ان يطلقها فليطلقها طاهرا قبل ان يمسها **اقول** السر في ذلك ان الرجل قد يبغض المرأة بغضة طبيعية ولا طاعة لها مثل كونها حائضا وفي هيئة رثة وقد يبغضها لمصلحة يحكم باقامتها العقل السليم مع وجود الرغبة الطبيعية وهذه هي المتبعة واكثر ما يكون الندم في الاول وفيه يقع التراجع وهذا داعية يتوقف تهذيب النفس على اهمالها وترك اتباعها وقد تشتبه الامران على كثير من الناس فلا بد من ضرب حد يتحقق به الفرق فجعل الطهر مظنة للرغبة الطبيعية والحيض مظنة للبغضة الطبيعية و الاقدام على الطلاق على حين رغبة فيها مظنة للمصلحة العقلية والبقاء مدة طويلة على هذا الخاطر مع تحول الاحوال من حيض الى طهر ومن رثاثة الى زينة ومن انقباض الى انبساط مظنة للعقل الصراح والتدبير الخالص فلذلك كره الطلاق في الحيض وامر بالمراجعة وتخلل حيض جديد وايضا فان طلقها في الحيض فان عدت هذه الحيضة في العدة انتقصت مدة العدة وان لم تعد تضررت المرأة بطول العدة سواء كان

کئی مردوں کو جمع ہونا تجویز کرنا ہے اور معاونت کے قبیلہ سے نہیں ہے لہذا آپ نے اُس سے منع فرمایا ہے اور ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپکو غصہ آگیا اور فرمایا انکو چاہیئے کہ تو اُسکو رجوع کرے پھر جبتک پاک ہو اور پھر حیض آئے اور پھر پاک ہو۔ اگر اُسکو طلاق دینا مناسب سمجھے تو پاکی کی حالت میں اُسکو ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دیدے

میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ کبھی کوئی شخص اپنی اہلیہ سے مقتضا طبیعت کے اعتبار سے نفرت کرتا ہے اور وہ نفرت اس قابل نہیں ہوتی کہ اُسکو مانا جائے مثلاً اسکا حائضہ ہونا اور گرد و غبار میں آلودہ رہنا اور کبھی اس مصلحت کے سبب سے اپنی اہلیہ سے نفرت کرتا ہے جسکے قائم کرنے کا عقل سلیم حکم کرتی ہے اگرچہ رغبت طبعی وہاں موجود ہوتی ہے اور یہ نفرت اتباع کے قابل ہے اور ندامت اکثر پہلے قسم کی نفرت میں ہوتی ہے اور اسمیں رجعت واقع ہوتی ہے اور یہ ایسی خواہش ہے جسکے ترک کرنے پر تہذیب نفسانی کا مدار ہے اور یہ دونوں قسم کی نفرتیں بہت سے لوگوں پر مشتبہ ہوتی ہیں لہذا ایسے حد کا مقرر کرنا ضروری ہوا جس سے فرق ثابت ہو جائے پس طہر کو رغبت طبع کا مظنہ اور حیض کو نفرت طبعی کا مظنہ اور باوجود رغبت طبعی کے طلاق پر اقدام کرنا مصلحت عقلیہ کا مظنہ اور اسی حالت پر باوجود حالت کے بدلنے کے یعنی حیض سے طہر کیطرف اور بیرونقی سے زینت کیطرف اور انقباض سے انبساط کے طرف خاص عقل اور تدبیر خالص کا مظنہ ہے لہذا حیض میں طلاق مکروہ کی گئی اور مراجعت اور حیض جدید کے درمیان میں آپنے حکم دیا اور نیز اگر اسکو حیض میں طلاق دے تو یہ حیض اگر عدت میں شمار کیا جاوے تو عدت کی مدت کم ہوتی ہے اور اگر شمار نہ کیا جائے تو عورت کو عدت کے زیادہ ہوجانے سے ضرر پہونچتا ہے خواہ

سلہ جملہ معترضہ لمہ البغضۃ الطبیعیۃ لیس لہا ان تطاع ۱۲ ـ ۲ے لے البغضۃ ۱۲

المراد بالقروء الاطهار او الحيض ففي كل ذلك مناقضة للحد الذي ضربه الله في محكم كتابه من ثلاثة قروء وانما امران يكون الطلاق في الطهر قبل ان يمسها لمعنيين احدهما بقاء الرغبة الطبيعية فيها فانه بالجماع تفتر سورة الرغبة وثانيهما ان يكون ذلك ابعد من اشتباه الانساب وانما امر الله تعالى باشهاد شاهدين على الطلاق لمعنيين احدهما الاهتمام بامر الفروج لئلا يكون نظم تدبير المنزل ولا فكه الا على اعين الناس والثاني ان لا تشتبه الانساب وان لا يتواضع الزوجان من بعد فيهملا الطلاق والله اعلم وكره ايضاً جمع الطلقات الثلاث في طهر واحد وذلك لانه اهمال للحكمة المرعية في شرع تفريقها فانها شرعت ليتدارك المفرط ولانه تضييق على نفسه وتعرض للندامة واما الطلقات الثلاث في ثلاثة اطهار فايضا تضييق ومظنة ندامة غيرانها اخف من الاول من جهة وجود التروي والمدة التي تتحول فيها الاحوال ورب انسان تكون مصلحته في تحريم المغلظ۔

الخلع والظهار واللعان والايلاء

اعلم ان الخلع فيه شناعة ما لان الذي اعطاه من المال قد وقع في مقابلة المسيس[1]

قروء کے لفظ سے طہر مراد لیا جائے یا حیض بہر صورت اُس حد کی مخالفت لازم آتی ہے جسکو خدا نے اپنی کتاب محکم میں ثلاثۃ قروء کے ساتھ معین لیا ہے اور طہر کے اندر صحبت کرنے سے قبل طلاق دینے کا حکم بد و وجہ ہے ایک تو یہ کہ اُسمیں رغبت طبعی کا بقا ہے کیونکہ صحبت کے سبب سے رغبت کے غلبہ کو کمی ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ ایسی صورت میں نسب مشتبہ نہیں ہو سکتا تو خدا تعالیٰ نے طلاق پر دو گواہ کر دینے کا حکم اسلیئے دیا کہ ایک تو اُس میں شرمگاہوں کا مہتم بالشان ہونا ہے تاکہ تدبیر منزل کا قائم ہونا اور نیز اُن کا انقطاع لوگوں کے روبرو پایا جاوے اور دوسرے یہ کہ نسب کا اشتباہ لازم نہ آوے اور ایسا نہو کہ طلاق دے کر پھر خاوند بیوی اپنے طور پر راضی ہو جاویں اور طلاق کی پرواہ نہ کریں۔ واللہ اعلم اور ایک طہر میں تین طلاق کے جمع کرنے کو بھی مکروہ کیا اسواسطے کہ اسمیں اُس حکمت کا ترک لازم آتا ہے طلاقوں کے ۔۔۔ متفرق واقع کرنےمیں جسکی رعایت کی گئی ہے کیونکہ تفریق طلقات اسی لیئے مقرر کی گئی ہے کہ اگر کسی سے کوتاہی ہو جاوے تو اُس کا تدارک ہو سکے اور نیز جمع کرنےمیں اپنے اوپر وقت کا لازم کرنا اور ندامت کا پیش کرنا ہے اور تین طہروں میں بھی تین طلاقیں دینے میں وقت اور ندامت کا مظنہ ہے مگر صورت اولیٰ سے کم ہے اسواسطے کہ اسمیں تفکر کرنے کا موقع اور اتنی مدت ملجاتی ہے جسمیں احوال متغیر ہوتے رہتے ہیں اکثر بہت سے لوگوں کی مصلحت حرمت مغلظہ کے ثابت کرنےمیں ہوا کرتی ہے

خلع اور ظہار اور لعان اور ایلا کا بیان

معلوم کرو کہ خلع کے اندر ایک قسم کی قباحت پائی جاتی ہے اسلیئے کہ خاوند نے عورت کو جو کچھ دیا ہے وہ صحبت کے بدلہ میں ہے

---

[1] قوله مقابلة المسيس اے الجماع ۱۲

وھو قولہ تعالیٰ وکیف تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا واعتبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا المعنی فی اللعان حیث قال ان صدقت علیہا[1] فھو بما استحللت من فرجہا ومع ذلک فربما تقع الحاجۃ الی ذلک فذلک قولہ تعالیٰ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ وکان اھل الجاھلیۃ یحرمون ازواجھم ویجعلونھن کظھر الام فلا یقربونھن بعد ذلک ابدا وفی ذلک من المفسدۃ مالا یخفی فلا ھی حظیۃ تتمتع منہ کما تتمتع النساء من ازواجھن ولا ھی ایم یکون امرھا بیدھا فلما وقعت ھذہ الواقعۃ فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واستفتی فیہا انزل اللہ عزوجل قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا الی قولہ عذاب الیم والسر فیہ ان اللہ لم یجعل قولھم ذلک ھدرا بالکلیۃ لانہ امر الزمہ علی نفسہ واکد فیہ القول بمنزلۃ سائر الایمان ولم یجعلہ مؤبدا کما کان فی الجاھلیۃ دفعا للحرج الذی کان عندھم وجعلہ مؤقتا الی کفارۃ لان الکفارۃ شرعت دافعۃ للآثام منہیۃ لما یجدہ المکلف فی صدرہ اما کون ھذا القول زورا فلان الزوجۃ لیست بام حقیقۃ ولا بینہما مشابھۃ او مجاورۃ تصحح اطلاق اسم احدھما علی الاخری ان کان خبرا وھو عقد ضار غیر موافق للمصلحۃ ولا مما اوحاہ اللہ فی شرائعہ ولا مما استنبطہ ذو والرای فی اقطار الارض

چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وکیف تاخذونہ الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے اندر یہی معنی کا اعتبار کر کے فرمایا ہے ان صدقت الخ اگر تو نے اُسکو کچھ دیا ہے تو یہ اُسکے بدل ہے جو تو نے اُسکی شرمگاہ کو حلال کیا ہے اور بااینہمہ خلع کی حاجت ہوتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فلا جناح الخ پس نہیں ہے اُن دونوں پر کچھ مضایقہ جس چیز کا عورت بدلہ دے۔ اور اہل جاہلیت اپنی اہلیوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا کرتے تھے اور اُنکو اپنی ماں کی پشت کے مثل گردان لیا کرتے تھے اور پھر کبھی اُن کے پاس نہ جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ اُسمیں کسقدر قباحت تھی کیونکہ وہ عورت نہ تو مرغوب ہوتی تھی کہ خاوند سے وہ تمتع حاصل کر سکتی جسطرح عورتیں اپنے خاوندوں سے تمتع حاصل کرتی ہیں اور نہ وہ بیوہ ہوتی تھی جو اُسکو اپنی جان کا اختیار ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا اور آپ سے اُس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ الخ بلاشک اللہ پاک نے اُس عورت کی گفتگو سن لی جو اپنے خاوند کے بارے میں تجھ سے جھگڑا کرتی ہے عذاب الیم تک اور اُسکا سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کے اس قول کو بالکل لغو بھی نہیں کیا کیونکہ وہ ایک امر ہے جسکو خاوند نے اپنے اوپر لازم کیا ہے اور پختگی کے ساتھ اُس نے وہ بات کہی ہے جسطرح اور قسموں میں ہوا کرتا ہے اور اُسکو ہمیشہ کے لیئے بھی نہیں گردانا جسطرح اہل جاہلیت کیا کرتے تھے تاکہ وہ وقت اُنسے دفع ہو جائے اور کفارہ کے ساتھ اُسکو موقوف کیا اسواسطے کہ کفارہ گناہوں کے دور کرنے اور مکلف کو اُس چیز سے روکنے کے لیئے جو اُسکے دلمیں پیدا ہوتی ہے وضع کیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں اُسکی وجہ یہ ہے کہ زوجہ نہ تو فی الحقیقت ماں ہوتی ہے اور نہ اُنہیں کچھ مشابہت یا مجاورت ہوتی ہے جسکی وجہ سے ایک کا اطلاق دوسرے پر صحیح ہو یہ تو اُس تقدیر پر ہو کہ جب اُسکو خبر کے قبیلہ سے کہا جائے اور اگر وہ انشا ہو تو ایک ایسا عقد ہے جو مصلحت کے موافق نہیں ہے اور نہ خدا تعالیٰ نے اپنے شرائع میں اُسکو بطریق وحی کے بیان فرمایا ہے اور نہ روے زمین کے عقلا نے اُسکو مقرر کیا ہے

[1] اول الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للمتلاعنین حسابکما علی اللہ احدکما کاذب لا سبیل لک علیہا قال یا رسول اللہ مالی قال لا مال لک ان کنت صدقت الخ ۱۲

ان كان انشاء، وأما كونه منكرا فلانه ظلم وجور وتضييق على من امر بالاحسان اليه وانما جعلت الكفارة عتق رقبة او اطعام ستين مسكينا او صيام شهرين متتابعين لان مقاصد الكفارة ان يكون بين عيني المكلف ما يكبحه عن الاقتحام في الفعل خشية ان يلزمه ذلك ولا يمكن ذلك الا بكونها طاعة شاقة تغلب على النفس اما من جهة كونها بذل مال يشح به او من جهة مقاساة جوع وعطش مفرطين قال الله تعالى للذين يؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر الآية اعلم ان اهل الجاهلية كانوا يحلفون ان لا يطؤا ازواجهم ابدا او مدة طويلة وفيه جور وضرر فقضى الله تعالى بالتربص اربعة اشهر فان فاؤا فان الله غفور رحيم واختلفت العلماء في الفئ فقيل يوقف المولى بعد مضي اربعة اشهر ثم يجبر على التسريح بالاحسان او الامساك بالمعروف وقيل يقع الطلاق ولا يوقف اما السر في تعيين هذه المدة فانها مدة تتوق النفس فيها للجماع لا محالة ويتضرر بتركه الا ان يكون مؤفا ولان هذه المدة ثلث السنة والثلث يضبط به اقل من النصف والنصف يعد مدة كثيرة قال الله تعالى والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الآية[1] واستفاض حديث

اور اُس کو جو یہ فرمایا ہے کہ وہ منکر بات کہتے ہیں تو اُس کے منکر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک طرح کا ظلم اور جور اور جسکے ساتھ احسان کرنیکا حکم ہے تنگ کرنا ہے اور ظہار کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا یا پیاپے دو ماہ کے روزے رکھنا اسلیئے مقرر کیا گیا کہ منجملہ مقاصد کفارہ کے ایک یہ بات ہے کہ مکلف کے نزدیک وہ ایک ایسی چیز ہونی چاہیئے جسکے لازم ہونیکا اس فعل کے مرتکب ہونے سے مکلف کو باز رکھے اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ کفارہ ایک عبادت شاقہ ہو اور نفس پر اُس کا غلبہ ہو یا تو اسلیئے کہ اُسمیں اسقدر مال کا صرف کرنا مقرر ہو جس کا صرف کرنا نفس پر کسیقدر شاق گذرے یا اُسمیں بھوک و پیاس کی تکلیف زیادہ اُٹھانی پڑتی ہو اللہ پاک فرماتا ہے للذین یؤلون الخ جو لوگ اپنی اہلیوں سے ایلار کرتے ہیں اُنکو چار مہینہ روکنا ہے معلوم کرو کہ اہل جاہلیت اس بات کا حلف کیا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں سے کبھی یا ایک مدت دراز تک صحبت نہ کرینگے اور اُسمیں عورتوں پر نہایت ظلم اور ضرر تھا لہذا خدا تعالیٰ نے چار مہینہ تک روکنے کا حکم دیا پھر اگر وہ رجوع کریں تو خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے اور رجوع کرنے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں چار مہینے گذرنے کے بعد ایلاء کرنیوالے کو روک دیا جائے بعد ازاں اُسکو مجبور کیا جائے کہ یا تو بھلائی کے ساتھ اُسکو چھوڑ دے یا حسب دستور اُسکو نکاح میں رکھے اور بعض کے نزدیک چار مہینے گذرتے ہی اُسپر طلاق پڑ جاویگی اور اُسکو روکا نہ جائیگا اور اس مدت کے معین کرنے کیوجہ یہ ہے کہ اتنی مدت میں خواہ مخواہ نفس کو جماع کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُسکے چھوڑنے سے ضرر پہنچتا ہے جبکہ انسان ماؤف نہو دوسرے یہ کہ یہ مدت سال کا ایک ثلث حصہ ہے اور نصف سے کم کا انضباط ثلث کیساتھ ہوا کرتا ہے اور نصف مدت کثیرہ شمار کیا جاتا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون ازواجہم الخ جو لوگ اپنی بیویوں کیطرف زنا کی نسبت کرتے ہیں اور اُن کے لیئے گواہ نہیں ہوتے

[1] تمامها فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقين والخامسة ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين ويدرؤا عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الكاذبين والخامسة ان غضب الله عليها ان كان من الصادقين ۱۲

عویمر العجلانی وهلال ابن امیة اعلم ان اهل الجاهلیة کانوا اذا قذف الرجل امرأته وکان بینهما فی ذلك مشاقة رجعوا الی الکهان لان مبنی الملة الحنیفیة علی ترکها واخمالها ولان فی الرجوع الیهم من غیر ان یعرف صدقهم من کذبهم ضررا عظیما وامتنع ان یکلف الزوج ما فی بیته ویقوم عنده من المخایل ما لایمکن ان یعرفه غیره وامتنع ان یجعل الزوج بمنزلة سائر الناس یضربون الحد لانه مامور شرعا وعقلا بحفظ ما فی حیزه من العار والشنار مجبول علی غیرة ان یزدحم علی ما فی عصمته ولان الزوج اقصی ما یقطع به الریبة ویطلب به تحصین فرجها فلو کان هو فیما یؤاخذ به بمنزلة سائر الناس ارتفع الامان وانقلبت المصلحة مفسدة وکان النبی صلی الله علیه وسلم لما وقعت الواقعة مترددا تارة لایقضی بشیء لاجل هذه المعارضات وتارة یستنبط حکمه مما انزل الله علیه من القواعد الکلیة فیقول البینة اوحدا فی ظهرك

اور حضرت عویمر عجلانی اور ہلال بن امیہ سے اس باب میں حدیث مروی ہے معلوم کرو کہ اہل جاہلیت میں سے جب کوئی مرد کسی عورت کیطرف تہمت منسوب کرتا تھا اور اُن دونوں میں باہم منازعت ہوتی تھی تو کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے جیسا کہ ہند بن عتبہ کے قصہ میں ہوا تھا پھر جب اسلام آیا تو یہ بات ناممکن ہوئی کہ اُن کے لیے کاہنوں کے پاس جانے کی اجازت دیجائے اسلیئے کہ ملت حنفیہ کا مبنیٰ ان مناقشات کے چھوڑنے اور اُن کے دور کرنے پر ہے اور نیز کاہنوں کے پاس بلا اُنکا سچ وجھوٹ معلوم کیئے جانے میں ضرر عظیم ہے اور یہ بات ناممکن تھی کہ خاوند کو چار گواہ بنائے ورنہ حد لگانے کا حکم دیا جاتا اسواسطے کہ زنا تنہائی میں ہوا کرتا ہے اور خاوند اپنے گھر کا حال خوب جانتا ہے اور جو قرائن وغیرہ اُسکو معلوم ہیں دوسرے کو نہیں معلوم ہو سکتے اور یہ بات بھی ناممکن ہے کہ خاوند تمام اُن لوگوں کے مانند کیا جائے جنپر حد ماری جاتی ہے اسواسطے کہ خاوند شرعاً اور نیز عقلاً اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کرنیکا مامور ہے اور اُسکی جبلت میں اس بات میں سے غیرت کرنا داخل ہے کہ اُس کے ناموس پر دوسرا شخص مداخلت کرسکے۔ اور خاوند شک کے رفع کرنے اور عورت کی شرمگاہ کے محفوظ رکھنے میں سب سے زیادہ مناسب تر اور اولیٰ ہے پس اگر خاوند عورت کے ساتھ کسی امر کا مواخذہ کرنیمیں غیر لوگوں کے برابر رکھا جائے تو امن مرتفع ہوتی ہے اور مصلحت کا مفسدہ کیطرف انقلاب لازم آتا ہے اور جب یہ واقعہ پیش آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے اندر حکم دینے میں متردد تھے کبھی تو اُن معارضات کیوجہ سے کچھ حکم نہیں دیتے تھے اور کبھی اُس کے حکم کا اُن قواعد سے استنباط کرتے تھے جن کو خدا تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا تھا تو آپ نے ہلال بن امیہ سے فرمایا البینة او حدا فی ظهرك یا تو بینہ ہے ورنہ تیری پشت پر حد ہے۔

[1] مذکور فی الصحیحین بطوله وحاصله انه قال رایت مع امرأتی رجلا فما افعل فقال النبی صلی الله علیه وسلم قد انزل فیك وفی زوجتك فأت بها فتلاعنا فی المسجد بحضوره صلی الله علیه وسلم واما حدیث هلال بن امیة فمذکور فی البخاری بطوله والحاصل انه لما قذف امرأته بشریك ابن سحما وقال له النبی صلی الله علیه وسلم البینة او حدا فی ظهرك فقال هلال والله انی لصادق ولینزلن الله ما یبرئ ظهری من الحد فنزل جبریل بهذه الآیة والذین یرمون ازواجهم الآیة [2] امر معاویة رضی الله تعالی عنه ۱۲ [3] ای العلامات ۱۲ [4] ای البلال الابراهیمیة

حتی قال المبتلی والذی بعثک بالحق انی لصادق ولینزل اللہ ما یبری ظہری من الحد ثم انزل اللہ تعالی اٰیۃ اللعان والاصل فیہ انہ ایمان مؤکدۃ تبری الزوج من حد القذف وتثبت اللوث علیہا تحبس لاجلہ ویضیق علیہا بہ فان نکل ضرب الحد وایمان مؤکدۃ منہا تبریہا فان نکلت ضربت الحد وبالجملۃ فلا احسن فیما لیس فیہ بینۃ ولیس مما یھدر ولا یسمع من الایمان المؤکدۃ وجرت السنۃ ان تذکرہ المراۃ تحقیقاً للمقصود من الایمان وجرت السنۃ ان لا تعود الیہ ابدا فانہما بعد ما حصل بینہما ھذا التشاجر وانطوت صدورھما علی اشد الوحر واشاع علیہا الفاحشۃ لا یتوافقان ولا یتوادان غالبا والنکاح انما شرع لاجل المصالح المبنیۃ علی التواد والتوافق وایضا ففی ھذہ زجر علیہما من الاقدام علی مثل ھذہ المعاملۃ ::

العدۃ

قال اللہ تعالی والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء الی اخر الاٰیات اعلم ان العدۃ کانت من المشہورات المسلمۃ فی الجاہلیۃ وکانت مما لا یکادون یترکونہ وکان فیہا مصالح کثیرۃ منہا معرفۃ براءۃ رحمہا من مائہ لئلا تختلط الانساب فاما النسب احد ما یتشاح بہ ویطلبہ العقلاء وھو من خواص نوع الانسان ومما امتاز بہ من سائر الحیوان وھو المصلحۃ المرعیۃ فی باب

یہانتک کہ اُس نے کہا اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بلاشک سچا ہوں اور بلاشبہ خدا تعالے ایسا کوئی حکم نازل فرمائیگا جسکی وجہ سے میری پشت حد سے بری ہو جائیگی پس خدا تعالی نے آیت لعان نازل فرمائی اور اصل اُس میں یہ ہے کہ وہ موکدہ قسمیں ہوتی ہیں جنکے سبب سے خاوند حد قذف سے محفوظ رہتا ہے اور عورتوں پر شبہ لگجاتا ہے اور پھر وہ قید میں رکھی جاتی ہے اور اُسکو تنگ کیا جاتا ہے۔ اگر خاوند قسموں کے کھانے سے انکار کرے تو اُسپر حد قذف لگائی جاتی ہے اور اگر عورت بھی قسمیں کہا لے تو بری ہو جاتی ہے اور انکار کرے تو اُسپر حد لگائی جاتی ہے۔ اور الحاصل جس چیز میں بینہ نہیں ہوتی اور نہ وہ چیز ایسی ہوتی ہے کہ بالکل نہ جھوٹ سمجھی جائے اور اُسکی سماحت کیجائے اُس چیز میں موکدہ قسموں سے زیادہ مناسب کوئی اور چیز نہیں ہے اور یہ قدیمی طریقہ جاری ہے کہ عورت اُسکو بیان کرے تاکہ قسموں سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو اور یہ بھی قدیمی طریقہ جاری ہے کہ وہ عورت پھر کبھی خاوند کیطرف عود نہ کرے کیونکہ ان دونوں میں جب ایسا نزاع ہو چکا اور ان دونوں کے دل میں سخت پیچ پڑ گیا اور خاوند نے اُس کی بدکاری مشہور کر دی تو غالباً اب کسی صورت سے انکے مابین محبت پیدا نہیں ہو سکتی اور نکاح انہیں مصلحتوں کے لیئے وضع کیا گیا ہے جو محبت و موافقت پر مبنی ہیں اور نیز اسمیں دونوں کو ایسے معاملہ پر اقدام کرنے سے روکنا ہے۔

عِدت کا بیان

اللہ پاک فرماتا ہے والمطلقات الخ الآیہ مطلقہ عورتیں تین قروء تک اپنی جانوں کو روکیں معلوم کرو کہ عدت منجلہ ان امور کے ہے جو زمانہ جاہلیت میں مسلم و مشہور تھی اور عدت ایسی چیز تھی جسکی انسے ترک ہونیکا احتمال نہ تھا اور اسمیں بہت سے مصالح ہیں از انجملہ یہ کہ اُسکے سبب سے رحم کا خاوند کے نطفہ سے پاک ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور نسب میں اختلاط نہیں لازم آتا کیونکہ نسب بھی ایک چیز ہے جسکی لوگوں کو خواہش ہوتی ہے اور عقلمند لوگ اُسکو طالب ہوتے ہیں اور نسب نوع انسانی کے خواص میں سے ہے اور منجملہ اُن چیزوں کے ہے جسکے سبب سے انسان اور حیوانات سے ممتاز ہوتا ہو

باب الاستبراء ومنها التنويه بفخامة امر النكاح حيث لم يكن امرا ينتظم الا بجمع رجال ولا ينفك الا بانتظار طويل ولولا ذلك لكان بمنزلة لعب الصبيان ينتظم ثم يفك في الساعة ومنها ان مصالح النكاح لا تتم حتى يوطنا انفسهما على ادامة هذا العقد ظاهرا فان حدث حادث يوجب فك النظام لم يكن بد من تحقيق صورة الادامة في الجملة بان تتربص مدة تجد لتربصها بالا وتقاسي عليها عداء وعدة المطلقة ثلاثة قروء فقيل هي الاطهار وقيل هي الحيض وعلى انها طهر فالسر فيه ان الطهر محل رغبة كما ذكرنا فجعل تكرارها عدة لازمة ليتروى المتروي وهو قوله صلى الله عليه وسلم في صفة الطلاق فتلك العدة التي امر الله بالطلاق فيها وعلى انها حيض فالحيض هو الاصل في معرفة عدم الحمل فان لم تكن من ذوات الحيض لصغر وكبر فتقوم ثلاثة اشهر مقام ثلاثة قروء لانها مظنتها لان براءة الرحم ظاهرة وسائر المصالح تتحقق بهذه المدة وفي الحامل انقضاء الحمل لانه يعرف براءة رحمها والمتوفى عنها زوجها تتربص اربعة اشهر وعشرا ويجب عليها الاحداد في هذه المدة وذلك لوجوه احدها انها لما وجب عليها ان تتربص ولا تنكح ولا تخطب في هذه المدة حفظ النسب المتوفى عنها اقتضى ذلك في حكمة السياسة ان تؤمر بترك الزينة لان الزينة تهيج الشهوة من الجانبين وهيجانها في مثل هذه الحالة مفسدة عظيمة

استبراء کے باب میں بھی اسی مصلحت کی رعایت کی گئی ہے اور از نجملہ یہ ہے کہ عدت سے لوگوں کو نکاح کی عظمت پر آگاہ کرنا منظور ہوتا ہے اور انکو معلوم ہوجاتا ہے کہ نکاح ایسا امر نہیں ہے کہ جو بغیر لوگوں کے اجتماع کے قائم ہو سکے یا بغیر انتظار دراز کے وہ منقطع ہو سکے اگر یہ بات نہ ہوتی تو نکاح مثل بچوں کے کھیل کے ہوتا ایک ہی ساعت میں قائم ہو کر اسی ساعت میں منقطع ہوجایا کرتا اور از انجملہ یہ ہے کہ نکاح کی مصلحتیں اسیوقت پوری ہو سکتی ہیں جب خاوند و بیوی اس عقد کے ثابت رکھنے پر بظاہر اپنے آپکو قائم رکھیں پھر اگر کوئی حادثہ پیدا ہوجائے جس کے سبب سے اس عقد کا انقطاع ضروری ہو تو فی الجملہ اس دوام کیصورت کا باقی رکھنا جب بھی ضروری ہے باینطور کہ عورت کچھ مدت تک اپنے آپ کو روکے رہے اور اسکو اسمیں کچھ تکلیف و دقت اٹھانی پڑے۔ اب مطلقہ کی عدت تین قروء ہیں بعض کے نزدیک (قروء) سے طہر مراد ہے اور بعض کے نزدیک حیض۔ اور اگر اس سے طہر مراد ہے تب تو اسمیں یہ راز ہے کہ طہر رغبت کا زمانہ ہوتا ہے جیسے ہم بیان کر چکے اور اسکی تکرار عدت لازمہ مقرر کی گئی تاکہ فکر کرنیوالا ان طہروں میں فکر کر سکے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طلاق کے بیان میں فرمایا ہے فتلک العدۃ الخ پس وہ زمانہ ہے کہ جسمیں خدا تعالی نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے اور اگر اس سے حیض مراد ہے تو اسمیں یہ حکمت ہے کہ حمل کے نہونے کیصورت میں اصل حیض سے بھی معلوم ہوتا ہے پھر اگر وہ عورت ایسی ہے کہ اسکو حیض نہیں آتا خواہ بچپن کے سبب سے یا بڑھاپے کے سبب سے ہو تو اسکے لیے تین مہینے تین حیض کے قائم مقام ہیں کیونکہ ایک مہینہ حیض کا مظنہ ہوتا ہے اور اسلیے کہ تین مہینے میں رحم کا خالی ہونا ظاہر طور پر معلوم ہو سکتا اور تمام مصلحتیں اس مدت میں متحقق ہو سکتی ہیں اور حاملہ کی مدت وضع حمل ہے اسلیے کہ اس سے رحم کا خالی ہونا معلوم ہوجاتا ہے اور بیوہ کی مدت چار مہینے دس روز ہیں اور اس مدت میں اسکو سوگ کرنا واجب ہے اور اسکے کئی سبب ہیں ایک تو یہ کہ جب اسپر یہ بات واجب ہوئی کہ اپنے آپکو اس مدت تک روکے رہے اور نکاح اور اسکی بات چیت کسی سے نہ کرے تاکہ اسکے خاوند کا نسب محفوظ ہے پس حکمت سیاست کا مقتضی ہوا کہ عورت کو ترک زینت کا بھی حکم دیا جائے اسلیے کہ زینت کیوجہ سے جانبین میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور ایسی حالت کے اندر شہوت کے غلبہ میں فساد عظیم ہے

وايضا فان من حسن الوفاء ان تحزن على فقده وتصير تفلة[1] شعثة وان تحد عليه فذلك من حسن وفائها وتحقيق معنى قصر بصرها عليه ظاهرا ولم تؤمر المطلقة بذلك لانها تحتاج الى ان تتزين فيرغب زوجها فيها ويكون ذلك معونة فى جمع ما افترق فى شملها ولذلك اختلف العلماء فى المطلقة ثلاثا هل تتزين ام لا فمن ناظر الى الحكمة ومن ناظر الى عموم لفظ المطلقة وانما عين[2] فى عدتها اربعة اشهر هى ثلاث اربعينات وهى مدة تنفخ فيها الروح فى الجنين ولا يتأخر عنها تحرك الجنين غالبا وزيد عشر لظهور تلك الحركة وايضا فى هذه المدة نصف مدة الحمل المعتاد وفيه يظهر الحمل بادى الراى بحيث يعرفه كل من يرى وانما شرع عدة المطلقة قروء وعدة المتوفى عنها زوجها اربعة اشهر وعشرا لان هنالك[3] صاحب الحق قائم بامره ينظر الى مصلحة النسب ويعرف بالمخايل والقرائن فجاز ان تؤمر بما تختص به وتؤمن عليه ولا يمكن للناس ان يعلموا منها الا من جهة خبرها وههنا ليس صاحب الحق موجودا وغيره لا يعرف مكايدها كما يعرف هو فوجب ان يجعل عدتها امرا ظاهرا يتساوى فى تحقيقه القريب والبعيد ويحقق الحيض لانه لا يمتد اليه الطهر غالبا او دائما قال صلى الله عليه وسلم لا توطأ حامل

اور نیز وفاداری کا مقتضیٰ ہے کہ خاوند کی مفارقت پر غم کرے اور خوشبو و زینت وغیرہ کا شوق نہ کرے اور اُسپر سوگ کرے کہ اُسمیں وفاداری اور ظاہر میں عفت کے معنی کا ثابت کرنا ہے اور مطلقہ کو سوگ کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ اُسکو زینت کرنے کی حاجت ہے تاکہ خاوند کو اُسکی طرف رغبت ہو اور اُنکے اجتماع میں جو فرق پڑا ہے پھر اُن کے جمع ہونیکا سبب ہو اسی لیئے مطلقہ ثلث میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ سنگھار کرے یا نہیں پس کسی نے تو اصل حکمت کا خیال کیا ہے اور کسی نے لفظ مطلقہ کا خیال کیا ہے اور شارع نے بیوہ کی عدت چار مہینے اور دس روز اسلیئے مقرر کی کہ چار مہینے کے تین چلے ہوتے ہیں اور اس مدت میں جنین کے اندر جان پڑجاتی ہے اور غالباً جنین اندر حرکت کرنے لگتا ہے اور دس روز اسپر اور زیادہ کیئے گئے تاکہ وہ حرکت پورے طور پر ظاہر ہو جائے اور نیز یہ مدت حمل معتاد کی نصف مدت ہے جسمیں حمل پورے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہر شخص دیکھکر اُس کو پہچان سکتا ہے اور مطلقہ کی عدت طہر یا حیض کے ساتھ اور بیوہ چار مہینہ دس روز کے ساتھ اسلیئے مقرر کی گئی کہ مطلقہ میں حقدار یعنے خاوند اپنے اختیار پر قائم ہوتا ہے جو نسب کی مصلحت اور قرائن کو جانتا ہے پس ممکن ہے کہ عورت اُس چیز کا حکم دیا جائے جو اُس کے لیئے خاص ہے اور خاوند پر وہ امین سمجھی جائے اور اور لوگ اُس عورت کا حال معلوم نہیں کر سکتے جبتک کہ وہ خود نہ بیان کرے اور بیوہ کے اندر خاوند موجود نہیں ہوتا اور دوسرا شخص اُسکا باطنی حال اور اُس کا فریب نہیں پہچان سکتا جسطرح خاوند پہچان سکتا ہے پس ضروری ہوا کہ اُسکی عدت ایسا ظاہری امر مقرر کیا جائے جس کے معلوم کرنے میں سب قریب و بعید برابر ہوں اور حیض کو بھی وہ ثابت کردے کیونکہ غالباً یا دائماً طہر اسقدر بڑا نہیں ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا توطئ حامل حتی تضع الخ حاملہ عورت سے صحبت نہ کی جائے

[1] ای غیر متطیبة وقولہ شعثة ای مغبرة الراس ۱۲ [2] ای الاحداد ۱۲ [3] ای الشارع وقولہ فی عدتہا ای المتوفی عنہا زوجہا ۱۲ [4] ای فی المطلقة ۱۲ [5] لانہ فی سبابا او طاس ۱۲

حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کیف یستخدمہ[1] و هو لا یحل لہ ام کیف یورثہ و ھو لا یحل لہ اقول السر فی الاستبراء معرفۃ براءۃ الرحم وان لا تختلط الانساب فاذا کانت حاملاً فقد دلت التجربۃ علی ان الولد فی ھذہ الصورۃ یاخذ شبھین شبہ من خلق من مائہ وشبہ من جامع فی ایام حملہ بین ذلک اثر عمر رضی اللہ عنہ و ھو ایماء و ھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرئ یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ و قولہ علیہ السلام کیف یستخدمہ الخ معناہ ان الولد الحاصل بعد جماع الحبلی فیہ شبھان لکل شبہ حکم یناقض حکم الشبہ الآخر فشبہ الاول یجعل الولد عبدا وشبہ الثانی یجعلہ ابنا وحکم الاول الرق و وجوب الخدمۃ علیہ لمولاہ وحکم الثانی الحریۃ واستحقاق المیراث فلما کان الجماع سبب التباس احکام الشرع فی الولد نھی عنہ واللہ اعلم۔

جبتک اُس کا وضع حمل ہو اور نہ غیر حاملہ سے جبتک کہ اسکو ایک حیض نہ آجائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیف یستخدمہ الخ باوجودیکہ اُس کے لیئے وہ حاملہ حلال نہیں ہے پھر کس لیئے خدمت لیتا ہے یا باوجودیکہ اس کے لیئے حلال نہیں ہے کسطرح اسکو ورثہ دے سکتا ہے مَیں کہتا ہوں کہ استبراء کے اندر یہ راز ہے کہ رحم کا خالی ہونا اُس سے معلوم ہو جاتا ہے اور نسب کا اختلاط بھی نہیں ہوتا پس جب عورت حاملہ ہو تو تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسی ہی صورت میں وہ بچہ دونوں کے مشابہ ہوتا ہے جس کے نطفہ سے ہے اُس کے ساتھ بھی اُس کو مشابہت ہوتی ہے اور جس شخص نے ایام حمل میں اُس کی ماں کے ساتھ صحبت کی ہے اس کے ساتھ اسکو مشابہت ہے حضرت عمرؓ کے قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف اشارہ فرمایا ہے لا یحل لامرء یؤمن الخ کسی کو جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یہ بات حلال نہیں ہے کہ دوسرے کی کھیتی اپنے پانی سے سیراب کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے۔ کیف الخ اُس کے یہ معنی ہیں کہ حاملہ کے ساتھ جو جماع کرنے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اُس کو دونوں شخصوں کی مشابہت ہوتی ہے اور ہر مشابہت کا حکم دوسری مشابہت کے خلاف ہوتا ہے پہلی کے ساتھ مشابہت کا منشا یہ ہے کہ وہ بچہ غلام ہو اور دوسری کی مشابہت چاہتی ہے کہ وہ اُس کا بیٹا ہو اور پہلی مشابہت کا حکم غلام ہونا اور مولا کے لیئے اُس پر خدمت کا واجب ہونا ہے اور دوسری کا حکم حریت اور استحقاق میراث ہے پس جماع کے سبب سے اُس بچہ کے اندر احکام شرعیہ کا التباس لازم آتا ہے اِس لیئے جماع کرنے سے ممانعت کی گئی واللہ اعلم۔

---

[1] ای کاملۃ ۱۲ مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بامراۃ حامل فسأل عنہا فقالوا امۃ لفلان فقال ایلم بہا قالوا نعم قال لقد ھممت ان العنہ لعنا یدخل معہ فی قبرہ کیف یستخدمہ الخ وحاصلہ انہ اذا وطئہا ثم جاءت بولد لزمان یحتمل فیہ ان یکون من الواطئ ومن زوجہا الاول فان اقر الواطئ بالنسب یکون مورثا ولد الغیر و ھو لا یحل وان کان للواطئ فان لم یقر بہ یبقی غلامہا ویلزم منہ استخدام الولد وقطع النسب و ھو ایضا لا یحل فیجب علیہ ان لا یطأھا حذرا من لزوم احد المحذورین وھذا لازم من اختلاط الماء ۱۲

تربية الأولاد والمماليك

اعلم ان النسب احد الامور التي جبل على محافظتها البشر فلن ترى انسانا في اقليم من الاقاليم الصالحة لنشء الناس الا وهو يحب ان ينسب الى ابيه وجده ويكره ان يقدح في نسبته اليهما اللهم الا لعارض من دناءة النسب او غرض من دفع ضر او جلب نفع ونحو ذلك ويحب ايضا ان يكون له اولاد ينسبون اليه ويقومون بعده مقامه فربما اجتهدوا اشد الاجتهاد وبذلوا طاقتهم في طلب الولد فما اتفق طوائف الناس على هذه الخصلة الا لمعنى من جبلتهم ومبنى شرائع الله على ابقاء هذه المقاصد التي تجري مجرى الجبلة ويجري فيها المناقشة والمشاحة والاستيفاء لكل ذي حق حقه منها والنهي عن التظالم فيها فلذلك وجب ان يبحث الشارع عن النسب قال صلى الله عليه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر[1] فقيل معناه الرجم وقيل الخيبة اقول كان اهل الجاهلية يبتغون الولد بوجوه كثيرة لا تصححها قوانين الشرع قد بينت بعض ذلك[2] عائشة رضي الله تعالى عنها فلما بعث النبي صلى الله عليه وسلم سد هذا الباب وخيب العاهر وذلك لان من المصالح

اولاد اور غلام و لونڈی کی پرورش کے بیان میں

معلوم کرو کہ نسب منجملہ اُن امور کے ہے جن کی محافظت آدمی کی سرشت میں داخل ہے پس اقالیم صالحہ میں سے کسی اقلیم کے اندر جہان آدمی پیدا ہوتے ہیں کسی انسان کو بھی نہ دیکھو گے کہ یہ بات اُسکو محبوب ہوگی کہ اُس کے باپ دادا کیطرف اُسکو منسوب کریں اور یہ بات اُسکو ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اُنکو اُن کیطرف نسبت کرنے میں کوئی عیب لگایا جائے بارخدایا مگر نسب کی دنارت یا ضرر کے دفع کرنے یا نفع کے حاصل کرنے وغیرہ کی غرض سے اور نیز اُسکو یہ بات بھی محبوب ہوتی ہے کہ اسکی اولاد کو اُسکی طرف منسوب کریں اور اُس کے بعد اُسکی قائم مقام ہو پھر لبا اوقات اولاد کے طلب کرنے میں بے انتہا کوشش کیا کرتے ہیں اور اپنی تمام طاقت اُسکے حاصل کرنے میں خرچ کرتے ہیں پس تمام لوگوں کا اتفاق اس خصلت پر ایک ہی معنی کے سبب سے ہے جو اُنکی خلقت میں داخل ہیں اور شرائع الٰہی کا مبنیٰ اُن مقاصد کے باقی رکھنے پر کہ جو قائم مقام جبلت کے ہوتے ہیں اور جنکے اندر نزاع و حرص جاری ہوتی ہے اور نیز حقدار کے اُن مقاصد سے حق دلانے اور باہم ظلم سے روکنے پر اُنکا مبنیٰ ہے پس اسلیئے شارع کو نسب سے بحث کرنا ضروری ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الولد للفراش الخ لڑکا عورت کے لیئے اور مرد زنا کار کو پتھر بعض نے اِس سے سنگساری مراد لی ہے اور بعض نے نامرادی میں کہتا ہوں اہل جاہلیت بہت سے طریقوں سے جنکو قوانین شرعی ثابت نہیں کرتے اولاد طلب کیا کرتے اور بعض اُن طریقوں کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا ہے پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ باب بند کیا گیا اور ناکار کی امید منقطع کی گئی اسلیئے منجملہ اُن مصالح

[1] اے الزانی ۱۲ [2] اے الانکحۃ الاربعۃ ۱۲

الضروریۃ التی لا یمکن بقاء بنی نوع الانسان الا بہا اختصاص الرجل بامرأتہ حتی یسد باب الازدحام علی الموطوأۃ رأسا ومن مقتضی ذلک ان یخیب من عصی ہذہ السنۃ الراشدۃ وابتغی الولد من غیر اختصاص ارغاما لانفہ وازدراء بامرہ وزجرا لہ ان یقصد مثل ذلک والی ہذا الاشارۃ فی قولہ علیہ السلام للعاہر الحجر ان ارید معنی الخیبۃ کما یقال بیدہ التراب وبیدہ الحجر وایضا فاذا تزاحمت الحقوق وادعی کل لنفسہ وجب ان یرجح من یتمسک بالحجۃ الظاہرۃ المسموعۃ عند جماہیر الناس والذی یتمسک بما یزید اللائمۃ علیہ ویفتح باب ضرب الحد او یعترف فیہ بانہ عصی اللہ وکان مع ذلک امرا خفیا لا یعلم الا من جہۃ قولہ فمن حق ذلک ان یحجر ویخمل وقد اعتبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ہذا المعنی حیث قال فی قصۃ اللعان ان کذبت علیہ فہو[1] ابعد لک والیہ الاشارۃ فی قولہ وللعاہر الحجر ان ارید معنی الرجم بالحجارۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم من ادعی الی غیر ابیہ وہو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام اقول من الناس من یقصد مقاصد دنیۃ فیرغب عن ابیہ وینتسب الی غیرہ وہو ظلم وعقوق لانہ تخییب ابیہ فانہ طلب بقاء نسلہ المنسوب الیہ المتفرع علیہ وترک شکر نعمتہ واساءۃ معہ وایضا فان النصرۃ والمعاونۃ لابد منہا فی نظام الحی والمدنیۃ ولو فتح باب

ضروریہ کے جنپر نوع انسانی کا بقا موقوف ہے مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ مختص ہونا بھی ہے تاکہ ایک عورت پر کئی مردوں کے جمع ہونے کا باب مسدود کیا جائے لہذا مناسب ہوا کہ جو شخص اُس سنت راشدہ کے برخلاف کرے اور بغیر اُس خصوصیت کے اولاد طلب کرے اُسکو نامراد کیا جائے تاکہ اُسکی ذلت اور اُس کا کچھ بس نہ چلے اور آئندہ کو کبھی ایسا قصد نہ کرے وللعاہر الحجر سے اگر نامرادی کے معنی مقصود ہیں جیسے بیدہ التراب اور بیدہ الحجر کہا کرتے ہیں تو اُسمیں اُس کیطرف اشارہ ہے اور نیز جب حقوق کا مقابلہ ہو اور ہر شخص اپنے لیئے اُس حق کا مدعی ہے تو ضرور ہوا کہ جسکے پاس ایسی ظاہری حجت ہے جسکو تمام لوگ سُن سکتے ہیں اُسکو ترجیح دیجائے اور جسکے پاس ایسی حجت ہے جو اُسپر ملامت کے زیادہ ہونیکے سبب ہے اور وہ حد کے مارنیکا باب مفتوح کرتا ہے یا اُس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اُس نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور باانہمہ وہ ایک پوشیدہ امر ہے جو اُسکے صرف کہنے سے معلوم ہوتا ہے پس اُس شخص کیلئے یہ بات مناسب ہے کہ اُسکو محروم اور کالعدم کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی معنی کا لحاظ فرماکر لعان کے قصے میں فرمایا ہے ان کذبت الخ اگر تو اُسپر جھوٹ بولتا ہے تو وہ (یعنی مہر کا تیری طرف عود کرنا) تجھسے دور ہے اور وللعاہر الحجر سے اگر سنگساری مراد ہے تو اُسمیں اسی کیطرف اشارہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ادعی الخ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کیطرف اپنی نسبت کرے اور اُسکو یہ بات معلوم ہو کہ وہ اُس کا باپ نہیں ہے جنت اُسپر حرام ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بعض لوگ مقاصد دنیہ کا خیال کرکے اپنے باپ کو چھوڑکر دوسرے شخص کیطرف اپنی نسبت کردیتے ہیں اور یہ بڑا ظلم و نافرمانی ہے کیونکہ اُسمیں باپ کی امید کا قطع کرنا ہے اسلیئے کہ اُسنے اپنی نسل کا بقا جو اُس کیطرف منسوب اور اُس سے پیدا ہے چاہا ہے اور اُسمیں باپ کی ناشکری اور اُسکے ساتھ بدسلوکی ہے اور نیز نصرت اور معاونت قبائل اور شہروں کے انتظام کے لیئے ضروری چیز ہے اور اگر باپ سے انقطاع نسبت کا باب مفتوح کردیا جائے

[1] لے عود المہر الیک ابعد والحدیث مر من قبل فی الطلاق ۱۲

الانتفاء من الاب لاہملت ہذہ المصلحۃ ولاختلطت انساب القبائل **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ ادخلت علی قوم من لیس منہم فلیست من اللہ فی شیٔ ولن یدخلہا الجنۃ وایما رجل جحد ولدہ وہو ینظر الیہ احتجب اللہ منہ وفضحہ علی رؤس الخلائق **اقول** لما کانت المراۃ مؤتمنۃ فی العدۃ ونحوہا مامورۃ ان لا تلبس علیہم انسابہم وجب ان ترہب فی ذلک وانما عوقبت علی ہذا لانہ سعی فی ابطال مصلحۃ العالم ومناقضۃ لما فی جبلۃ النوع وذلک جالب بغض الملأ الاعلی حیث امروا بالدعاء لصلاح النوع وایضا ففی ذلک تخییب لولدہ وتضییق وحمل لثقل الولد علی اخرین والرجل اذا انکر ولدہ فقد عرضہ للذل الدائم والعار الذی لاینتہی حیث لانسب لہ واضاع نسبتہ حیث لامنفق علیہ وہو یشبہ قتل الاولاد من وجہ وعرض والدتہ للذل الدائم والعار الباقی طول الدہر؛

العقیقۃ

واعلم ان العرب کانوا یعقون عن اولادہم وکانت العقیقۃ امرا لازما عندہم وسنۃ موکدۃ وکان فیہا مصالح کثیرۃ راجعۃ الی المصلحۃ الملیۃ والمدنیۃ والنفسیۃ فابقاہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمل بہا ورغب الناس فیہا فمن تلک المصالح التلطف باشاعۃ نسب

تو یہ مصلحت متروک ہوتی ہے اور قبائل کے نسب مخلوط ہوئے جاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جونسی عورت کسی قوم میں اُس شخص کو داخل کردے کہ وہ اُسمیں نہیں ہے تو خدا کے ہان اُسکا نصیبہ نہیں اور کبھی خدا تعالے اُسکو جنت میں داخل کریگا اور جو شخص اپنے ولد کا انکار کرے حالانکہ وہ اسیطرف نظر کرتا ہے تو خدا تعالے اپنے دیدار سے محروم کریگا اُس کو اور تمام خلائق کے روبرو اُسکو فضیحت کرے گا میں کہتا ہوں جبکہ عورت عدت وغیرہ کے اندر امانت دار اور اس بات پر مامور ہے کہ اُن کے انساب کو اُن پر مشتبہ نہ ہونے دے تو یہ بات ضروری ہے کہ وہ اُس سے ڈرائی جاوے اور اس امر میں اُسپر عذاب دیے جانے کیوجہ یہ ہے کہ اُسمیں جہان کی مصلحت کے باطل کرنے میں سعی اور جبلت نوع کے ساتھ مناقضت ہے اور یہ بغض ملاء اعلیٰ کی جانب ہے کیونکہ اصلاح نوع کے دعا کرنے پر مامور ہیں اور علاوہ بریں اُسمیں اُسکے ولد کے لیے نامرادی اور تنگی ہے اور دوسروں پر اپنی اولاد کا بار ڈالنا ہے اور جب کوئی شخص اپنے بچہ کا انکار کرے تو البتہ اُسکو ذلت دائمی اور بے انتہا عار کے لیے پیش کیا اسلیے کہ اُسنے نسب کو ضایع کر دیا اور اُسکی جان کو گم کردیا کیونکہ کوئی اُسکا خرچ اٹھانیوالا نہیں اور یہ صورت سرحد قتل اولاد کی مشابہ ہوگئی اور اُسکی ماں کو بھی مدت العمر کے لیے ذلت اور عار میں ڈالا

عقیقہ کے بیان میں

عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے اور عقیقہ میں بہت سی مصلحتیں تھیں جنکا رجوع مصلحت ملیہ اور مدنیہ اور نفسیہ کیطرف تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو برقرار رکھا اور آپ نے بھی اُسپر عمل کیا اور اوروں کو بھی اس کی ترغیب دی منجملہ اُن مصلحتوں کے یہ ہے کہ عقیقہ میں نہایت خوبی کیساتھ اولاد کے نسب کی اشاعت ہوتی ہے اور اشاعت نسب

الولد اذ لا بد من اشاعته لئلا يقال فيه ما لا يحبه ولا يحسن ان يدور في السكك فينادي انه ولد لي ولد فتعين التلطف بمثل ذلك ومنها اتباع داعية السخاوة وعصيان داعية الشح ومنها ان النصارى كان اذا ولد لهم ولد صبغوه بماء اصفر يسمونه المعمودية وكانوا يقولون يصير الولد به نصرانيا وفي مشاكلة هذا الاسم نزل قوله تعالى صبغة الله ومن احسن من الله صبغة فاستحب ان يكون للحنيفيين فعل بازاء فعلهم ذلك يشعر بكون المولود حنيفيا تابعا لملة ابراهيم واسمعيل عليهما السلام واشهر الافعال المختصة بهما المتوارثة في ذريتهما ما وقع له عليه السلام من الاجماع على ذبح ولده ثم نعمة الله عليه ان فداه بذبح عظيم واشهر شرائعهما الحج الذي فيه الحلق والذبح فيكون التشبه بهما في هذا تنويها بالملة الحنيفية ونداء ان الولد قد فعل به ما يكون من اعمال هذه الملة ومنها ان هذا الفعل في بدء ولادته يخيل اليه انه بذل ولده في سبيل الله كما فعل ابراهيم عليه السلام وفي ذلك تحريك سلسلة الاحسان والانقياد كما ذكرنا في السعي بين الصفا والمروة قال صلى الله عليه وسلم مع الغلام عقيقة فاهريقوا عنه دما واميطوا عنه الاذى وقال صلى الله عليه وسلم الغلام مرتهن[1] بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق **اقول**

ایک ضروری امر ہے تاکہ کوئی شخص اُسکی نسبت کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہے اور یہ بات نامناسب تھی کہ اسکا باپ گلی کوچوں مین پکارتا پھرتا کہ میرے اولاد ہوئی ہے پس اشاعت کے لیے یہی طریقہ بہت مناسب ہوا اور ازانجملہ عقیقہ کے اندر سخاوت کے معنی کا اتباع اور بخل کی صفت کا عصیان پایا جاتا ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ نصاریٰ میں جب کسی کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو اُسکو زرد پانی سے رنگا کرتے تھے اور اُسکو عمودیہ کہتے تھے اور انکا قول تھا کہ اسکے سبب سے وہ بچہ نصرانی ہوجاتا ہے اسی نام کے ساتھ مشاکلت کے طور پر اللہ پاک نے فرمایا ہے صبغۃ اللہ الخ مناسب ہوا کہ حنیفیہ یعنے دین محمدی میں بھی اُن کے اس فعل کے مقابل میں کوئی ایسا فعل پایا جائے جس سے اُس فرزند کا حنیفی اور ملت ابراہیمی و اسمعیلی کا تابع ہونا معلوم ہو اور جسقدر افعال حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے ساتھ مختص تھے اور برابر اُن کی اولاد میں چلے آتے ہیں اُنمیں سے سب سے زیادہ مشہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے ذبح کرنے پر آمادہ ہونا اور پھر خدا تعالیٰ کا اُس کے فدیہ میں ذبح عظیم کے ساتھ انعام کرنا ہے اور اُن دونوں شرائع میں سے زیادہ مشہور حج ہے جسکے اندر سر منڈانا اور ذبح کرنا ہوتا ہے پس ان باتوں میں اُن کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ملت حنیفی پر آگاہ کرنا اور اس بات پر متنبہ کر دینا ہے کہ اُس فرزند کے ساتھ اُس ملت کا برتاؤ کیا گیا ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اُس کے شروع ولادت میں اُس کے ساتھ یہ فعل کرنے سے اسکے خیال میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ گویا اُس نے اپنے فرزند کو خدا کی راہ میں دے دیا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور اسمیں سلسلہ احسان اور نیازمندی و فرمانبرداری کو حرکت دینا ہے جیساکہ صفا و مروہ کے مابین سعی کرنے میں ہمنے بیان کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مع الغلام الخ لڑکے کیساتھ عقیقہ ہے پس اسکیطرف سے خون بہاؤ اور اسکیطرف سے اُس کے آزار کو دفع کرو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الغلام الخ لڑکا اپنے عقیقہ میں رہن ہوتا ہے اسلیے اسکے بدلہ ساتویں دن ذبح کیجاوے عہ اور نام رکھاجاوے اور سر منڈایا جاوے

یعنی گویا رہن ہے

[1] کالشیٔ المرهون لا یتم الانتفاع والاستمتاع به دون فک ویحتمل انه اراد بذلک ان سلامة المولود ونشاءه على النعت المحبوب رهينة بالعقيقة وهذا هو المعنى ١٢ عہ یعنے لڑکے کے لئے دو بکریاں ف

ف لڑکی کے لئے ایک بکری ذبح کرے ۱۲

اما سبب الامر بالعقيقة فقد ذكرنا واما تخصيص اليوم السابع فلانه لابد من فصل بين الولادة و العقيقة فان اهله مشغولون باصلاح الوالدة والولد فى اول الامر فلا يكلفون حينئذ بما يضاعف شغلهم وايضا فرب انسان لا يجد شاة الا بسعى فلو سن كونها فى اول يوم لضاق الامر عليهم والسبعة ايام مدة صالحة للفصل المعتد به غير الكثير واما اماطة الاذى فللتشبه بالحاج وقد ذكرنا واما التسمية فلان الطفل قبل ذلك لا يحتاج ان يسمى وعق رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحسن بشاة وقال يا فاطمة احلقى راسه وتصدقى بزنة شعره فضة اقول السبب فى التصدق بالفضة ان الولد لما انتقل من الجنينية الى الطفلية كان ذلك نعمة يجب شكرها واحسن ما يقع به الشكر ما يؤذن انه عوضه فلما كان شعر الجنين بقية النشأة الجنينية وازالته امارة للاستقلال بالنشأة الطفلية وجب ان يؤمر بوزن الشعر فضة واما تخصيص الفضة فلان الذهب اغلى ولا يجده الا غنى وسائر المتاع ليس له بال بزنة شعر المولود واذن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى اذن الحسن بن على حين ولدته فاطمة بالصلاة اقول السر فى ذلك ما ذكرنا فى العقيقة من المصلحة الملية فان الاذان من شعائر الاسلام واعلام الدين المحمدى ثم لا بد من تخصيص المولود بذلك الاذان ولا يكون الا بان يصوت

عقیقہ کے حکم دینے کا سبب وہی ہے جو مذکور ہوا پھر ساتویں روز کی تخصیص اس لیے ہے کہ ولادت و عقیقہ میں کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے کیونکہ سب کنبہ اس زچہ اور بچہ کی خبرگیری میں اول اول مصروف رہتا ہے پس ایسے وقت میں مناسب نہیں ہے کہ انکو عقیقہ کا حکم دے کر انکا شغل اور زیادہ کیا جائے اور نیز بہت سے لوگوں کو اسی وقت بکری دستیاب نہیں ہو سکتی بلکہ تلاش کرنے کی حاجت ہوتی ہے پس اگر پہلے ہی روز عقیقہ مسنون کیا جائے تو لوگوں کو دقت ہو لہذا سات روز کا فاصلہ ایک کافی اور معتد بہ مدت ہے اور زیادہ نہیں ہے اور لیکن اماطۃ الاذی میں حجاج کے ساتھ مشابہت ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں اور ساتویں دن نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے لڑکے کے نام رکھنے کی کیا حاجت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن کیطرف سے ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ اُن کے سر کو منڈوا دو اور ہموزن اُن کے بالوں کے چاندی خیرات کر دو۔ میں کہتا ہوں کہ چاندی کے خیرات کرنے کا یہ سبب ہے کہ بچہ کا حالت جنینیہ سے منتقل ہو کر طفلیت کی طرف آنا خداتعالی کی نعمت ہے تو اُسپر شکر واجب ہے اور بہتر یہ شکر یہ ہے کہ اُسکے بدلے کچھ دیا جائے اور جنین کے بال نشات جنینیہ کے بقیہ تھے اُن کا دور ہونا نشات طفلیہ کے استقلال کی نشانی ہے اسلیئے مامور ہونا واجب ہوا کہ اُن کے بدلہ چاندی دیجائے اور چاندی کی خصوصیت یہ ہے کہ سونا گران ہے سوائے امراء کے اور کسی کو دستیاب نہیں ہوتا اور چیزیں علاوہ اُسکے ایسی نہیں ہیں کہ مولود کے بالوں کے برابر دے سکیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی کے کان میں نماز کی سی آذان جب حضرت فاطمہ اُن کو جنی تھی پڑھی تھی۔ میں کہتا ہوں اس میں وہی راز ہے جو عقیقہ کے اندر مصلحت ملیہ ہم بیان کر چکے ہیں اس لیئے کہ اذان شعائر

له ليشعر ۱۲ سه ان باذانها ۱۲

بہ فی اذنہ وایضا فقد علمت ان من خاصیۃ الاذان ان یفر منہ الشیطان والشیطان یؤذی الولد فی اول نشأتہ حتی ورد فی الحدیث ان استہلالہ لذلک **قال صلی اللہ علیہ وسلم** عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ **اقول** یستحب لمن وجد الشاتین ان ینسک بہما عن الغلام وذلک لما عندہم ان الذکران انفع لہم من الاناث فناسب زیادۃ الشکر وزیادۃ التنویہ بہ **قال صلی اللہ علیہ وسلم** احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن اعلم ان اعظم المقاصد الشرعیۃ ان یدخل ذکر اللہ فی تضاعیف ارتفاقاتہم الضروریۃ لیکون کل ذلک السنۃ تدعو الی الحق وفی تسمیۃ المولود بذلک اشعار بالتوحید وایضا فکان العرب وغیرہم یسمون الاولاد بمن یعبدونہ ولما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقیما لمراسم التوحید وجب ان یسن فی التسمیۃ ایضا مثل ذلک وانما کان ہذان الاسمان احب من سائر ما یضاف فیہ العبد الی اسم من اسماء اللہ تعالی لانہما اشہر الاسماء ولا یطلقان علی غیرہ تعالی بخلاف غیرہما وانت تستطیع ان تعلم من ہذا سر استحباب تسمیۃ المولود بمحمد واحمد فان طوائف الناس اولعوا بتسمیۃ اولادہم باسماء اسلافہم المعظمین عندہم وکاد یکون ذلک تنویہا بالدین وبمنزلۃ الاقرار

اسلام اور علامات دین محمدی سے ہے پھر ضروری ہے خصوصیت مولود کی اُس اذان کے ساتھ اور وہ بھی بایں طور کہ مولود کے کان میں آواز سے اُسکو کہا جاوے اور علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہے کہ اُس اذان کی یہ خصوصیت ہے کہ شیطان اُس سے بھاگتا ہے اور اول اُسکے پیدا ہوتے ہی شیطان ایذا دیتا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ مولود کا چلانا اسی سبب سے ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عن الغلام شاتان الخ کہ لڑکے کیطرف سے دو بکریاں اور لڑکی کیطرف سے ایک بکری ہے میں کہتا ہوں کہ جو شخص دو بکریوں کو پائے اُسکو مستحب ہے کہ لڑکے کیطرف سے ذبح کرے اور اُس کا یہ سبب ہے کہ لوگوں کے نزدیک بہ نسبت لڑکیوں کے لڑکوں کا زیادہ تر نفع ہے لہذا دو کا ذبح کرنا زیادتی شکر اور اسکی عظمت کے مناسب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احب الاسماء الخ یعنے خدا تعالے کے نزدیک محبوب ترین ناموں کے عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں معلوم کرو کہ مقاصد شرعیہ میں سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ اُن کے ارتفاقات ضروریہ میں خدا کا ذکر داخل ہوتا کہ یہ ایک زبان ہو کہ خدا ے برحق کیطرف بلاتی اور مولود کے اس قسم کے نام رکھنے میں توحید کی طرف اشارہ ہے اور نیز عرب وغیرہ اپنی اولاد کے وہی نام رکھتے تھے جنکی وہ عبادت کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث کیے گئے مراسم توحید کے قائم کرنے کے لیے لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ نام رکھنے میں بھی مثل اس کے مسنون کیا جائے اور انہیں دونوں کا محبوب ہونا بہ نسبت اور تمام ناموں کے جنمیں لفظ عبد کا خدا کے ناموں میں سے کسی نام کی طرف منسوب ہو کیوں ہوا اسلیے کہ یہ دونوں نام سب ناموں سے زیادہ مشہور ہیں اور نیز یہ دونوں نام سوائے ذات خدا تعالی کے کسی پر نہیں بولے جاتے ہیں بخلاف اور ناموں کے اور ہمارے اس بیان سے لڑکے کا نام احمد و محمد رکھنے کے استحباب کی حکمت کو معلوم کر سکتا ہے اسلیے کہ تمام لوگ ہمیشہ سے اپنی اولاد کا نام اُن گذشتہ لوگوں کے نام پر رکھتے چلے آئے ہیں جو اُن کے نزدیک بزرگ تھے اور اسمیں دین پر آگاہ کرنا اور گویا اسبات کا اقرار کرنا ہے کہ وہ فرزند دین ـ

سطہ لے یذبح ۱۲

بانہ من اھلہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم اخنی الاسماء یوم القیمۃ عند اللہ رجل یسمی ملک الاملاک اقول السبب فیہ ان اصل اصول الدین ھو تعظیم اللہ وان لا یسوی بہ غیرہ وتعظیم الشئی مساوق لتعظیم اسمہ ولذلک وجب ان لا یسمی باسمہ لاسیما ھذا الاسم الدال علی اعظم التعظیم قال اللہ تعالی والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین الایۃ اقول لما توجھت ارادۃ اللہ تعالی الی ابقاء نوع الانسان بالتناسل وجری بذلک قضاؤہ وکان الولد لا یعیش فی العادۃ الا بتعاون من الوالد والوالدۃ فی اسباب حیاتہ وذلک امر جبلی خلق الناس علیہ بحیث یکون عصیانہ مخالفۃ تغییر لخلق اللہ وسعیا فی نقض ما اوجبتہ الحکمۃ الالھیۃ وجب ان یبحث الشرع عن ذلک ویوزع علیھما ما یتیسر ویتأتی علیھما والمتیسر من الوالدۃ ان ترضع وتحضن فیجب علیھا ذلک والمتیسر من الوالد ان ینفق علیہ من طولہ وینفق علیھا لانہ حبسھا عن المکاسب شغلھا بحضانتہ ولدہ ومعاناۃ التعب فیھا فکان العدل ان تکون کفایتھا علیہ ولما کان من الناس من یستعجل الفطام وربما یکون ذلک ضارا بالولد حد اللہ لہ حدا

کا اہل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اخنی الاسماء یوم القیمۃ الخ بدترین ناموں کا خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جسکا نام ملک الاملاک ہو۔ میں کہتا ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ دین کا اصل الاصول خدا تعالیٰ کی تعظیم اور اس کے ساتھ کسی کو برابر نہ کرنا ہے۔ اور کسی چیز کی تعظیم کرنا اس کے نام کی تعظیم کے مستلزم ہے لہذا واجب ہوا کہ خدا کے نام پر کسی کا نام نہ رکھا جائے خاصکر یہ نام جو بے انتہا درجہ کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے والوالدات الخ اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ کو بطور تناسل کے نوع انسانی کا باقی رکھنا منظور ہوا اور اسکا حکم بقار کے اندر جاری ہوگیا اور عادت کے اعتبار سے بچہ جبتک اس کے ماں باپ اس کے زندگی کے اسباب میں معاونت نہ کریں زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ ایک جبلی امر ہے جو لوگوں کی سرشت میں داخل ہے کہ اسکی مخالفت خلق الہی کی تغییر اور اس چیز کے بگاڑنے میں کوشش کرنا ہے جسکی حکمت الہی مقتضی ہے لہذا شرع کو اس سے بحث کرنا ضروری ہوا کہ ان دونوں خاوند بیوی پر بحصہ رسدی ان چیزوں کو مقرر کرے جو ان دونوں سے بسہولت ادا ہوسکیں اور ماں سے یہ بات ہوسکتی ہے کہ اسکو دودھ پلائے اور اس کی تربیت کرے پس اسپر یہی واجب کیا گیا اور باپ سے ہوسکتا ہے کہ اپنے مقدور کے موافق بچہ کا خرچ اٹھائے کیونکہ خاوند نے اسکو تمام مشاغل اور مکاسب سے روک کر بچہ اس کی پرورش میں دیا ہے اور وہ اسکی پرورش میں محنت کرتی ہے پس انصاف کا مقتضیٰ یہ ہے کہ خاوند اس کا خرچ اٹھائے اور چونکہ بہت سے لوگ جلد دودھ چھڑاتے ہیں اور اکثر اوقات بچے کو اس سے ضرر پہنچتا ہے لہذا خدا تعالیٰ نے اس کی ایک ایسی حد مقرر فرمادی جس کے بعد دودھ چھڑانے سے غالباً بچہ

لہ اے افحشہا والمراد انہ یظھر اثرہ من العقاب والھوان یوم القیمۃ وقولہ رجل ھو بحذف مضاف ای اسم رجل ۱۲

تغلب السلامة عنده وهو حولان كاملان ورخص فيما دون ذلك بشرط تشاور منهما اذ كثيرا ما يكون الولد بحيث يقدر على التغذي قبلها لكنه يحتاج الى اجتهاد وتحر وهما ارفق الناس به واعلمهم بسريرته ثم حرم المضارة من الجانبين لانه تضييق يفضي الى نقصان التعاون فان احتاجوا الى الاسترضاع لضعف الوالدة او مرضها او تكون قد وقعت بينهما فرقة لا تلائمه ونحو ذلك من الاسباب فلا جناح فيه ويجب عند ذلك ايفاء الحق من الجانبين قيل يا رسول الله ما يذهب عني مذمة[1] الرضاع قال صلى الله عليه وسلم غرة عبد او امة اعلم ان المراضع ام بعد الام الحقيقية وبرها واجب بعد بر الام حتى ان النبي صلى الله عليه وسلم بسط رداءه لمرضعه اكراما لها وربما لا ترضى بما يهدى اليها وان كثر وربما يستكثر الذي رضع القليل الذي يمنحها ويكون في ذلك الاشتباه فسئل النبي صلى الله عليه وسلم عن حد يضربه فضرب الغرة حدا وذلك ان المرضع انما اثبتت حقا في ذمته لاجل اقامة بنيته وتصييرها اياه انسانا كاملا ولاجل حضانته ومقاساة التعب فيه فيكون اجزاء الوفاق ان يمنحها انسانا يكون بمنزلة جوارحه فيما يريد من ارتفاقاته ويتحمل عنها مؤنة عملها وهو حد استحبابي لا ضروري وقالت هند ان ابا سفيان رجل شحيح لا يعطيني الا ان اخذ من ماله بغير اذنه فقال صلى الله عليه وسلم

صحیح وسالم رہ سکتا ہے اور وہ پورے دو سال ہیں اور اس سے کم میں بھی دودھ چھڑانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ دونوں آپس میں مصلحت سمجھ کر اس بات کو تجویز کریں کیونکہ بسا اوقات اس مدت سے پہلے بچہ کھانے پینے کے قابل ہوجاتا ہے مگر یہ بات سوچنے اور غور کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے اور اُسکے اندر فکر کرنے کے لیئے ماں باپ ہی زیادہ تر مناسب ہیں اور اس بچے کی خصلت سے وہی خوب واقف ہیں پھر خداتعالیٰ نے جانبین سے ضرر رسانی کو بھی حرام کیا اسلیئے کہ اسمیں وقت تھی جس سے معاونت میں نقصان لازم آتا تھا پس اگر لوگوں کو بچے کی ماں کے ضعیف یا مریض ہونے کے سبب سے دودھ پلوانے کی حاجت پڑے یا خاوند و بیوی میں فرقت ہوگئی اور اس کو دودھ پلانے کی خوشی نہو یا اور کوئی سبب ہو تو کسی اور سے دودھ پلوانے میں کچھ مضایقہ نہیں ہے اور ایسے وقت میں جانبین سے ایفاء حق کا ضروری ہے اور کسی شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حق رضاع سے کس چیز کو دے کر میں بری ہوسکتا ہوں آپ نے فرمایا غرۃ الخ ایک غلام یا ایک باندی معلوم کرو کہ دایہ حقیقی ماں کے بعد ایک ماں ہوتی اور ماں کے ساتھ سلوک کرنے کے بعد اُسکے ساتھ سلوک کرنا واجب ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضعہ (دایہ) کے لیئے اپنی چادر کو اُنکی عزت کے سبب بچھا دیا اور بسا اوقات وہ اُس چیز سے راضی نہیں ہوسکتی جو بطور ہدیہ کی اُسکو دیجائے اگرچہ وہ بہت ہو اور اکثر اوقات وہ دودھ پلانیوالا دیتے وقت تھوڑی سی چیز کو بہت سمجھ سکتا ہے اور اسمیں ایک قسم کا اشتباہ تھا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسکی حد مقرر کرنیکا سوال کیا گیا تو آپنے ایک باندی یا غلام کیساتھ اُسکی حد معین فرمائی اسوجہ سے کہ مرضعہ حق اُسکے ذمہ ثابت ہونیکی وجہ اُسکے بنیہ کا قائم کرنا اور اُسکا انسان کامل بنانا اور اُسکی پرورش کرنا اور اُسکی محنت اٹھانا ہے اُسکی پوری پوری جزا یہ ہو کہ رضیع (دودھ پینے والا) اُسکو آدمی عطا کرے جو اُسکو اپنے تدابیر ضروریہ کا ارادہ کرنے میں بمنزلہ اعضاء کے ہو اور اُس مرضعہ کے کام وکاج کا بار اُٹھائے اور یہ ایک حد استحبابی ہے نہ ضروری اور ہندہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان ایک بخیل شخص ہے اسکے مال سے بغیر اُسکی اجازت جو کچھ میں لیلوں وہ ملتی ہے ورنہ وہ مجھے کچھ نہیں دیتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

[1] المذمة بكسر الذال وشد الميم الحق والحرمة والمعنى ما يسقط عني حق المرضعة حتى اكون قد اديته كاملا وكانوا يستحبون ان يعطوا المرضعة عند الفصال شيئا

خذی ما یکفیك وولدك بالمعروف **اقول** لما کانت نفقۃ الولد والزوجۃ یعسر ضبطها فوضها النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیها واکد اشتراط اخذها بالمعروف واهمل الرجوع الی القضاۃ مثلا لانہ لحیہ عند ذلك **قال** صلی اللہ علیہ وسلم مروا اولادکم بالصلوۃ الحدیث وقدم اسرارہ فیما سبق واختلفت قضایاہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاحق بالحضانۃ عند المشاجرۃ منهما لانہ انما ینظر الی الارفق بالولد والدیہ ولا ینظر الی من یرید المضارۃ ولا یلتفت الی المصلحۃ فان الحسد والضرار غیر متبع فجاءت مرۃ امرأۃ وقالت یا رسول اللہ ان ابنی هذا کان بطنی لہ وعاء وثدیی لہ سقاء وحجری لہ حواء وان اباہ طلقنی واراد ان ینزعہ منی **قال** صلی اللہ علیہ وسلم انت احق بہ ما لم تنکحی **اقول** وذلك لان الام اهدی للحضانۃ وارفق بہ فاذا نکحت کانت کالمملوکۃ تحتہ وانما هو اجنبی لا یحسن الیہ وخیر غلاما بین ابیہ وامہ وذلك اذا کان ممیزا **اعلم** ان الانسان مدنی بالطبع ولا یستقیم معاشہ الا بتعاون بینهم ولا تعاون الا بالالفۃ والرحمۃ فیما بینهم ولا الفۃ الا بالمواساۃ ومراعاۃ الخواطر من الجانبین ولیس التعاون علی مرتبۃ واحدۃ بل لہ مراتب یختلف باختلافها البر والصلۃ فادناها الارتباط الواقع بین المسلمین وحد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البر فیما بینهم بخمس **فقال** حق المسلم علی المسلم خمس

جسقدر تیرے اور تیری اولاد کے لیئے کافی ہوسکے اُس سے حسب دستور اُسقدر لے لیا کر میں کہتا ہوں چونکہ اولاد اور بیوی کا نفقہ منضبط ہونا ایک دشوار امر تھا اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی رائے پر اُسکو چھوڑ دیا اور اُسکے لینے میں دستور کی قید لگادی اور قاضی کیطرف رجوع کرنے کی حاجت باقی نہیں رہی کیونکہ ایسے وقت اسمیں دقت تھی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مروا الخ الحدیث۔ جب تمہاری اولاد سات سات برس کی ہوجائے تو اُن سے نماز کے لیئے کہو اُس کے اسرار پہلے بیان کرچکے ہیں اسباب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کی پرورش کرنے میں مختلف حکم دیئے ہیں اسلیئے کہ آپ نے اُس بات کا لحاظ کیا ہے جو اولاد اور ماں باپ کے لیئے مناسب ہے اور آسانی ہے اور جو شخص ضرر رسانی کا قصد کرے اور مصلحت کا قصد نہ کرے آپ نے لحاظ نہیں کیا کیونکہ حسد اور ضرر رسانی اتباع کے قابل نہیں ہوتی چنانچہ ایکمرتبہ آپ کی خدمت شریف میں ایک عورت نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرا بیٹا میرے ہی تو پیٹ میں رہا اور میرے ہی پستان کا دودھ پیا اور میرے ہی گود میں رہا اور اُسکے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور مجھسے ہی چھینا چاہتا ہے تو آپ نے اُس سے فرمایا انت احق الخ تو جبتک نکاح نکرے تو ہی اُسکی مستحق ہے میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ ماں پرورش کرنا خوب جانتی ہے اور بچے پر شفیق ہوتی ہے اور نکاح کرنے کے بعد وہ دوسرے خاوند کی مملوکہ ہوجاتی ہے اور وہ ایک اجنبی آدمی ہے اور بھلائی کرنیکی اُس سے امید نہیں اور ایک لڑکے کو آپنے اختیار دیا کہ وہ خواہ باپ کے پاس رہے یا ماں کے پاس اور یہ جب ہے کہ جب وہ برائی بھلائی کرنیکی تمیز کرنے لگے **معلوم** کرو کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے اور باہمی معاونت کے بغیر اُسکی زندگی قائم نہیں ہوسکتی اور معاونت بغیر باہمی الفت اور شفقت کے نہیں ہوسکتی اور الفت بغیر غمخواری و ہمدردی کے جانبین سے خاطرداری کے بغیر نہیں ہوسکتی اور معاونت کا کوئی مرتبہ مقرر نہیں بلکہ اُسکے مختلف مرتبے ہیں جنکے اختلاف سے بھلائی اور صلہ بھی مختلف ہوا کرتا ہے ادنی مرتبہ اُسکا ارتباط ہے جو باہم مسلمانوں کے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی باہم بھلائی کو پانچ چیزوں میں محدود کیا ہے اور فرمایا حق المسلم علی المسلم خمس یعنے مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں

رد سلام کرنا — بیمار کی عیادت کرنا — جنازہ کے ساتھ جانا — دعوت قبول کرنا — چھینکنے والے کا جواب دینا

رد السلام وعيادة المريض واتباع الجنائز واجابة الدعوة وتشميت العاطس **وفى** رواية ستة السادسة اذا استنصحك فانصح له **وقال** صلى الله عليه وسلم اطعموا الجائع وفكوا العانى يعنى الاسير **والسر فى ذلك** ان هذه الخمس او الست خفيفة المؤنة موهنة للالفة ثم الارتباط الواقع بين اهل الحى والجيران والارحام فتتاكد هذه الاشياء فيما بينهم وتتاكد التعزية والتهنئة والزيادة والمهاداة واوجب النبى صلى الله عليه وسلم امورا يتقيدون بها شاؤا ام ابوا كقوله صلى الله عليه وسلم من ملك ذارحم محرم فهو حر وكباب الديات[ل] ثم الارتباط الواقع بين اهل المنزل من الزوجة وماملكت يمينه اما الزوجة فقد ذكرنا البر معها واما ما ملكت اليمين فجعل النبى صلى الله عليه وسلم بره على مرتبتين احداهما واجبة يلزمهم شاؤا ام ابوا والثانية ندب اليها وحث عليها من غير ايجاب اما الاولى **فقال** صلى الله عليه وسلم للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل مالا يطيق وذلك انه مشغول بخدمته عن الاكتساب فوجب ان تكون كفايته عليه **وقال** صلى الله عليه وسلم من قذف مملوكه وهو برئ مما قال جلد يوم القيمة **وقال** عليه الصلوة والسلام من جدع عبده فالعبد حر عليه **اقول** وذلك ازفساد

سلام کا جواب دینا اور بیمار کی عیادت اور جنازہ سے پیچھے چلنا اور چھینکنے والے کے لیئے دعا دینا اور ایک روایت میں چھ ہیں چھٹا یہ ہے کہ جب تجھسے خیرخواہی چاہے تو تو اسکی خیرخواہی کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اطعموا الجائع والخ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو چھوڑاؤ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان پانچ یا چھ چیزوں میں لوگوں کو کچھ ایسی دقت نہیں ہے تی اور ان سے باہمی الفت ہوجاتی ہے اور اس کے بعد وہ ارتباط ہے جو ایک قبیلہ یا ہمجوار کے اندر یا اقارب میں ہوتا ہے پس ان لوگوں میں سا یہ چیزیں بھی ضرور ہوتی ہیں اور تعزیت وتہنیت اور آمدورفت اور باہمی تحفہ وتحائف بھی ضروری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیئے ایسے امور واجب کیے جنکے وہ پابند ہوں خواہ انکے وہ طالب ہوں یا منکر جیساکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ملک ذارحم محرم فھو حر جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو پس وہ حر ہے اور جیسے کہ دیتوں کے باب میں پھر وہ میل جول کہ مابین کنبہ کے ہوتا ہے جیسے بیوی وغلام لونڈی لیکن بیوی کے متعلق بھلائی تو ہم اسکو بیان کرچکے لیکن غلام ولونڈی کے متعلق بھلائی تو اسکے اپنے مرتبے گردانیں ایک واجب جسکا کرنا ان کو ضروری ہو خواہ چاہیں یا نہ چاہیں اور دوسرے درجہ کی بھلائی یہ ہے کہ اس کا کرنا ان کو بہتر ہے ضروری نہیں لیکن پہلا مرتبہ وہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے للمملوک طعامہ الخ یعنے غلام کے لئے اسکا کھانا اور کپڑا ہے اور جو کام انکی مقدور سے باہر ہو وہ اس سے نہ لیا جائے اور اس کا کپڑا کھانا اسلیئے ہے کہ وہ سید کی خدمت کے سبب سے اپنے کسب کرنے سے مجبور ہے لہذا ضروری ہوا کہ غلام کا لباس وطعام اسپر واجب ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قذف مملوکہ وھو البری مما قال جلد یوم القیمۃ جو شخص اپنے غلام پر تہمت لگائے حالانکہ وہ اسکے فعل سے بری ہے قیامت کے دن اسپر کوڑے لگائے جاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من جدع الخ جو کوئی اپنے غلام کی ناک کان کاٹے پس اسپر اسکا غلام آزاد ہے میں کہتا ہوں اس میں یہ بات ہے کہ اس میں اس کے

ل فانہا تکون علی العاقلۃ فی قتل الخطاء ۱۲

ملکه علیه مزجرة عن ان یفعل ما فعل **وقال** صلی الله علیه وسلم لا یجلد فوق عشر جلدات الا فی حد من حدود الله **اقول** وذلك سد لباب الظلم والامعان فی التعزیر زیادة علی الحد او المراد النهی عن ان یعاقب فی حق نفسه اکثر من عشر جلدات کترك ما امر به ونحو ذلك والمراد بالحد الذنب المنهی عنه لحق الشرع وهو قول القائل اصبت حدا وارى ان هذا الوجه اقرب فان الخلفاء لم یزالوا یعزرون اکثر من عشر فی حقوق الشرع واما الثانیة فقوله صلی الله علیه وسلم اذا صنع لاحدکم خادمه طعامه ثم جاءه به وقد ولی حره ودخانه فلیقعده معه[1] فلیاکل فان کان الطعام مشفوها[2] قلیلا فلیضع فی یده منه اکلة او اکلتین وقوله صلی الله علیه وسلم من ضرب غلاما له حدا لم یأته او لطمه فان کفارته ان یعتقه وقوله صلی الله علیه وسلم اذا ضرب احدکم خادمه فذکر اسم الله فلیمسك **قال** صلی الله علیه وسلم من اعتق رقبة مسلمة اعتق الله بکل عضو منها عضوا منه من النار **اقول** العتق فیه جمع شمل المسلمین وفك عانیهم فجوزی جزاء وفاقا **قال** صلی الله علیه وسلم من اعتق شقصا[3] فی عبد عتق کله ان کان له مال[4] **اقول**

اُسکے اوپر ملکیت جاتے رہنے سے اس مولا کے اُس فعل سے جو اُسنے کیا ہے زجر و توبیخ ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یجلد الخ دس سے زیادہ کوڑے نہ مارا جائے گا بجز کسی حد حدود خدا تعالیٰ سے ۔ میں کہتا ہوں اس میں دروازہ ظلم کا سد و کر دینا ہے ۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ اُس ذات کے متعلق دس کوڑوں سے زیادہ عذاب دینے سے نہی ہے جیسے کہ مامور بہ کو ترک کرنے وغیرہ کے اور مراد حد سے وہ گناہ ہے جسکی شرع کے حق میں نہی آئی ہے اور جیسا کہ کسی قائل کا یہ قول ہے کہ تو حد کو پہونچ گیا اور میرے گمان میں یہ وجہ قریب تر بفہم ہے اسلئے کہ خلفائے راشدین حقوق شرع کے اندر دس سے زیادہ تعزیر کیا کرتے تھے اور دوسرا مرتبہ بھلائی کا وہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ اذا صنع الخ جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے پھر وہ اُسکے پاس کھانا ایسی حالت میں لائے کہ اُسکو اس کا دھواں و حرارت لگی ہے پس اُسکو مناسب ہے کہ اُسکو اپنے پاس بٹھالے اور اُسکے ساتھ کھانا کھائے اور اگر تھوڑا سا ہے تو ایک یا دو لقمہ اُس کھانے میں سے اُس کے ہاتھ پر رکھدے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَن ضرب غلاما الخ جو شخص اپنے غلام کو بلا کسی حد کے جسکا وہ مرتکب ہوا مارے یا اُسکے طمانچہ لگائے تو اُس کا یہ کفارہ ہے کہ اُسکو آزاد کردے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا ضرب الخ تم میں سے جب کوئی شخص اپنے خدمت گار کو مارے اور وہ خدائے تعالیٰ کا نام زبان پر لائے تو اُسکو رک جانا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اعتق رقبة الخ جو شخص کسی مسلمان باندی غلام کو آزاد کردے تو خدا تعالیٰ اُسکے ہر عضو کے مقابل میں اُس کی عضو کو آگ سے آزاد کر دیگا ۔ میں کہتا ہوں آزاد کرنے کے اندر مسلمانوں کی جماعت کا اکٹھا کرنا قیدی کو قید سے رہا کر دینا ہے پس اُسکی پوری پوری جزا دیا جائیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اعتق الخ جس شخص کا ایک غلام میں کچھ حصہ ہو اور وہ اُسے آزاد کردے تو اگر اُس کے پاس مال ہے تو وہ سب آزاد ہو جائے گا ۔ میں کہتا ہوں ۔

[1] لے لا یستنکف عنه ۱۲ [2] لے کثیرا آکلوه وقیل المشفوه القلیل من قولهم رجل مشفوه اذا کثر سوال الناس ایاه حتی نفد ما عنده فحینئذ قوله قلیلا بدل منه وتفسیر له ۱۲ [3] لے نصیبا ۱۲ [4] تمام الحدیث وان لم یکن له مال استسعی العبد غیر مشقوق علیه ۱۲

سببه ما وقع التصريح به في نفس الحديث حيث قال عليه السلام ليس لله شريك[1]
يريد ان العتق جعله لله وليس من الادب ان يبقى معه ملك لاحد **قال صلى الله عليه وسلم**
من ملك ذا رحم محرم فهو حر **اقول** السبب فيه صلة الرحم فاوجب الله تعالى نوعا
منها عليهم شاؤا او ابوا وانما خص هذا لان ملكه والتصرف فيه واستخدامه بمنزلة
العبيد جفاء عظيم **قال** صلى الله عليه وسلم اذا ولدت امة الرجل منه فهي معتقة
عن دبر منه[2] **اقول** السر فيه الاحسان الى الولد لئلا يملك امه غير ابيه فيكون عليه
عار من هذه الجهة واوجب على العبد خدمة المولى وحرم عليه الاباق **قال** صلى الله
عليه وسلم ايما عبد ابق فقد برئ من الذمة[3] حتى يرجع وحرم على المعتق ان يوالي غير
مواليه واعظم ذلك كله حرمة حق الوالدين **قال** صلى الله عليه وسلم من اكبر الكبائر
عقوق الوالدين وبرهما يتم بامور الاطعام والكسوة والخدمة ان احتاجا واذا
دعاه الوالد اجاب واذا امره اطاع ما لم يأمر بمعصية ويكثر زيارته ويتكلم معه
بالكلام اللين ولا يقول اف ولا يدعوه باسمه ويمشي خلفه ويذب عنه من اغتابه
او اذاه ويوقره في مجلسه ويدعو له بالمغفرة والله اعلم ؛

اس کا سبب وہی ہے جسکی نقل حدیث میں تصریح واقع ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اس سے مراد یہی ہے کہ آزاد کر دینا فی الواقع خدا تعالیٰ کی ملک میں اس کا دے دینا ہے اور یہ بات خلاف ادب ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کی ملک باقی رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ملک ذا رحم الخ میں کہتا ہوں اس کا سبب صلہ رحم ہے پس خدا نے صلہ رحم کی ایک قسم کو اُنپر واجب کر دیا خواہ اُن کی مرضی ہو یا نہ ہو اور واجب کرنے کے لیئے اس قسم کے صلہ رحم کو اسلیئے خاص کیا کہ اپنی قریب کا مالک ہو جانا اور اُسپر تصرف کرنا اور غلاموں کی سی اُس سے خدمت لینا اُسپر بڑا ظلم ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا ولدت امۃ الخ جب ایک شخص کی لونڈی کی اسی شخص سے اولاد پیدا ہو تو وہ اُسکے مرنیکے بعد آزاد ہوگی۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ راز ہے کہ اولاد کے ساتھ سلوک کرنا ہے تاکہ کوئی غیر شخص بجز اُس کے باپ کے اُسکی ماں کا مالک نہ ہو جسکے سبب سے اُسکو عار لاحق ہو اور شارع نے غلام پر مولا کی خدمت واجب کی اور بھاگنا اُسپر حرام کیا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما عبد ابق فقد بری الخ جو غلام بھاگ گیا پس البتہ وہ اسلام کے عہد سے الگ ہو گیا جبتک واپس نہ آئے اور آزاد کیئے ہوئے پر شارع نے اس بات کو حرام کیا کہ بجز اپنے مولیٰ کے کسی اور کو اپنا والی نہ بنائے اور سب سے بڑھکر صلہ رحم والدین کے حقوق کی حرمت و عزت ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اکبر الکبائر الخ سب کبائر میں بڑھکر گناہ کبیرہ والدین کی نافرمانی ہے۔ اور والدین کیساتھ سلوک کرنا چند امور سے پورا ہوتا ہے انکو کھلانا اور لباس دینا اور اگر انکو خدمت کی حاجت ہو تو خدمت کرنا اور جب بلائیں تو انکا جواب دینا اور جب کسی بات کا بشرطیکہ وہ قبیلہ معصیت سے نہ ہو حکم دیں انکی اطاعت کرنا اور کثرت سے انکے پاس آمد و رفت رکھنا اور نرمی کیساتھ اُنسے بات چیت کرنا اور اُنسے ہوں تک نہ کہنا اور انکو نام لیکر نہ پکارنا اور اُنکے پیچھے پیچھے چلنا اور اگر انکا کوئی عیب کرے یا کوئی دکھ پہونچائے اُنکی مدافعت کرنا اور نشست و برخاست میں وقار کرنا اور اُنکے لیئے مغفرت کی دعا کرنا۔ واللہ اعلم

[1] الحديث تمامه ان رجلا اعتق شقصا من غلام فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم ليس لله شريك فاجاز عتقه ۱۲
[2] اي عقب موته ۱۲ [3] اي ذمة الاسلام وعهده ۱۲

من ابواب سياسة المدن

اعلم انہ یجب ان یکون فی جماعۃ المسلمین خلیفۃ لمصالح لا تتم الا بوجودہ وھی کثیرۃ
جدا یجمعہا صنفان احدھما ما یرجع الی سیاسۃ المدینۃ من ذب الجنود التی تغزوھم
وتقھرھم وکف الظالم عن المظلوم وفصل القضایا وغیر ذلک وقد شرحنا ھذہ الحاجات
من قبل وثانیہما ما یرجع الی الملۃ وذلک ان تنویہ دین الاسلام علی سائر الادیان
لا یتصور الا بان یکون فی المسلمین خلیفۃ ینکر علی من خرج من الملۃ وارتکب ما نصت
علی تحریمہ او ترک ما نصت علی افتراضہ اشد الانکار ویذل اھل سائر الادیان و
یأخذ منھم الجزیۃ عن ید وھم صاغرون والا کانوا متساوین فی المرتبۃ لا یظھر فیھم
رجحان احدی الفرقتین علی الاخری ولم یکن کابح یکبحھم عن عدوانھم والنبی صلی اللہ
علیہ وسلم جمع تلک الحاجات فی ابواب اربعۃ باب المظالم وباب الحدود وباب القضاء
وباب الجہاد ثم وقعت الحاجۃ الی ضبط کلیات ھذہ الابواب وترک الجزئیات الی رأی
الائمۃ ووصیتھم بالجماعۃ خیرا وذلک لوجوہ منھا ان متولی الخلافۃ کثیرا ما یکون جائرا
ظالما یتبع ھواہ ولا یتبع الحق فیفسدھم وتکون مفسدتہ علیھم

یہ باب سیاست شہروں کے متعلق ہے

معلوم کرو کہ مسلمانوں کی جماعت کے اندر مصلحتوں کے لیے ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہے اسلیئے کہ مصالح بغیر اُس کے پورے
نہیں ہو سکتے اور وہ مصلحتیں اگرچہ کثرت سے ہوتی ہیں مگر دو قسموں میں منحصر ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ جس کا نتیجہ سیاست
مدنیہ ہے یعنی اُن لشکروں سے مدافعت کرنا جو اُن سے لڑے اور اُن کو مقہور کرنا اور ظالم کو مظلوم سے روکنا اور قصے
جھگڑوں کو فیصل کرنا اور علاوہ اُن کے اور ہیں اور ان حوائج کی بیشتر ہم تشریح کر چکے ہیں اور دوسری قسم جسے مقصود
ملت کی اصلاح کرنی ہوتی ہے اور اُسکا بیان یہ ہے کہ دین اسلام کی عظمت تمام ادیان پر جب ہی ہو سکتی ہے کہ جب
باہم مسلمانوں میں کوئی خلیفہ ہو جو دین سے خارج ہونے والے اور اُس چیز کے مرتکب ہونے والے کو جسکی حرمت
منصوص ہے یا اُس چیز کے ترک کرنیوالے کو جسکی فرضیت نص سے ثابت ہے سخت طور پر ملامت اور انکار کرے
اور باقی تمام ادیان کے لوگوں کو مطیع کر دے اور اُن سب پر دباؤ ڈال کر سب سے معاً جزیہ لیا کرے ورنہ وہ مرتبہ
میں برابر ہونگے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ پر ترجیح ظاہر نہ ہوگی اور کوئی چیز سرکشی سے اُن کو روکنے والی نہ ہوگی
اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام اُن حوائج کو چار باب کے اندر منحصر کر دیا ہے باب مظالم۔ باب حدود۔ باب
قضاء۔ باب جہاد۔ پھر ان ابواب کے کلیات منضبط کر کے اور جزئیات ائمہ کی رائے پر چھوڑ دیئے اور انکو مسلمانوں
کی جماعت کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرنے کی ضرورت ہوئی اور اُس کے کئی اسباب ہیں از انجملہ یہ ہے
کہ جو شخص خلیفہ بنتا ہے وہ اکثر ظالم اور —

اشد مما یرجی من مصلحتهم ویحتج فیما یفعل انہ تابع للحق وانہ رأی المصلحۃ فی ذلک فلا بد من کلیات ینکر علی خالفها ویؤاخذ بها ویرجعوا حججهم علیہ الیها ومنها ان الخلیفۃ یجب ان یصحح علی الناس ظلم الظالم وان العقوبۃ لیست زائدۃ علی قدر الحاجۃ ویصحح فی فصل القضایا انہ قضی بالحق والا کان سببا لاختلافهم علیہ وان یجد الذی کان الضرر علیہ واولیاؤہ فی انفسهم وحرا راجعا الی غدر ویضمروا علیہ حقدا یرون فیہ ان الحق بایدیهم وذلک مفسدۃ شدیدۃ ومنها ان کثیرا من الناس لا یدرکون ما هو الحق فی سیاسۃ المدینۃ فیجتهدون فینخطون یمینا وشمالا فمن صلب شدید یری البالغ فی المزجرۃ قلیلا ومن سهل لین یری القلیل کثیرا ومن اذن امعۃ یری کل ما انهی الیہ المدعی حقا ومن متمنع کؤد یظن بالناس ظنونا فاسدۃ ولا یمکن الاستقصاء فانہ کالتکلیف بالمحال فیجب ان تکون الاصول مضبوطۃ فان اختلافهم فی الاصول ومنها ان القوانین اذا کانت ناشئۃ من الشرع کانت بمنزلۃ الصلوٰۃ والصیام فی کونها قربۃ الی الحق والسنۃ تذکر الحق عند القوم وبالجملۃ فلا یمکن ان یفوض الامر بالکلیۃ

ستمگار اور اپنی خواہش نفسانی کا تابع ہوتا ہے اور حق کی تابعداری نہیں کرتا اسلیئے رعایا میں فساد ڈال دیتا ہے اور اُسکا یہ فساد اُس مصلحت سے بدرجہا زیادہ ہوتا ہے جسکے لیے خلافت ہوتی ہے اور وہ خلیفہ اپنے افعال میں یہ حجت پیش کرتا ہے کہ وہ حق کے تابع ہے اور اُسی بات میں اُس نے مصلحت سمجھی ہے پس ایسے کلیات کا ہونا ضروری ہے کہ جو شخص اُنکی مخالفت کرے اُسکو روکا جائے اور اُن کلیات کے ساتھ اُس سے مواخذہ کیا جائے اور ان کلیات کے ذریعہ سے لوگ اُس خلیفہ پر حجت قائم کرسکیں اور ازانجملہ یہ ہے کہ خلیفہ پر یہ بات واجب ہے کہ لوگوں کے سامنے ظالم کے ظلم کو ثابت کرے اور نیز یہ بات ثابت کرے کہ سزا حاجت سے زیادہ نہیں ہے اور قضیوں کے فیصلہ کرتے میں اِس بات کو ثابت کردے کہ اُس نے ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوگی تو لوگ اُسکی مخالفت میں اختلاف کرینگے اور جسکو ضرر پہونچا ہے اُسکے اور نیز اُسکے اقارب کے دلمیں خلیفہ کیطرف سے غصہ و جوش پیدا ہوگا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ عذر کرینگے اور اُن کے دلوں میں خلیفہ کیطرف سے بغض پیدا ہوجائے گا اور یہ سمجھینگے کہ حق اُن کی جانب ہے اور فساد عظیم کا سبب ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ سیاست مدن میں حق کیا ہوتا ہے پس وہ اجتہاد کرتے ہیں اور یمین و یسار حق کے راستہ سے پھر جاتے ہیں بعض آدمی تو نہایت سخت ہوتا ہے کہ وہ نہایت اور جہ کی زجر و توبیخ ادنیٰ خیال کرتا ہے اور بعض آدمی ایسا نرم ہوتا ہے کہ ادنیٰ کو بھی بہت سمجھتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے کانوں کے کچے ہوتے ہیں کہ جیسا مدعی نے کہا اُسکو سچ سمجھنے لگتے ہیں اور بعض ایسے سخت و ضدی ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی نسبت بدظنی کرتے رہتے ہیں اور اُس کا احاطہ ناممکن تھا کیونکہ بمنزلہ تکلیف بالمحال کے ہے پس ضروری ہوا کہ اصول منضبط کیئے جاویں اسلیئے کہ اصول کے اندر اتنا خلاف نہیں ہے کہ جسقدر یہ فروعات میں ہوتا ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ جب وہ قوانین شرع سے پیدا ہوئے ہیں تو وہ قربت الٰہی کے پیدا کرنے اور لوگوں کے اندر حق کا ذکر پائے جانے میں نماز و روزہ کے مثل ہیں۔

؎ ای ینضب لونہ ۱۲ ؎ ای حقدا ۱۲ ؎ بکسر الهمزۃ وتشدید المیم الذی لا رای لہ فهو یتابع کل احد علی رایہ وقیل هو مخفف انا معک ای الذی یقول لکل احد هذا اللفظ ۱۲ ؎ ای اجروا ۱۲ ؎ ای صعب ۱۲

الی اولی انفس شہویۃ او سبعیۃ ولا یمکن معرفۃ العصمۃ والحفظ عن الجور فی الخلفاء و المصالح التی ذکرناھا فی التشریع وضبط المقادیر کلھا متاتیۃ ھہنا واللہ اعلم ؛

الخلافۃ

اعلم انہ یشترط فی الخلیفۃ ان یکون عاقلا بالغا حرا ذکرا شجاعا ذا رای وسمع و بصر ونطق وممن سلم الناس شرفہ وشرف قومہ ولا یستنکفون عن طاعتہ قد عرف منہ انہ یتبع الحق فی سیاسۃ المدینۃ ھذا کلہ یدل علیہ العقل واجتمعت امم بنی آدم علی تباعد بلدانھم واختلاف ادیانھم علی اشتراطھا لما راوا ان ھذہ الامور لا تتم المصلحۃ المقصودۃ من نصب الخلیفۃ الا بھا واذا وقع شیٔ من اھمال ھذہ راوہ خلاف ما ینبغی وکرھہ قلوبھم وسکتوا علی غیظ وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فارس لما ولوا علیھم امرأۃ لن یفلح قوم ولوا علیھم امرأۃ والملۃ المصطفویۃ اعتبرت فی خلافۃ النبوۃ امورا اخری منھا الاسلام والعلم والعدالۃ وذلک لان المصالح الملیۃ لا تتم بدونھا ضرورۃ اجمع المسلمون علیہ والاصل فی ذلک قولہ تعالی وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف

الحاصل جو لوگ قوت شہوانیہ یا سبعیہ کے تابع ہوتے ہیں بالکل ان کو اختیار دیدینا ناممکن ہے اور خلفاء میں عصمت اور ظلم سے محفوظ رہنا تمیز نہیں ہوسکتا اور جن مصلحتوں کا ہم نے تشریع اور ضبط مقدار کے اندر بیان کیا ہے سب وہ موجود ہے واللہ اعلم

خلافت کا بیان

معلوم کرو کہ خلیفہ میں عاقل بالغ آزاد مرد شجاع ذی ہوش اور گویا ہونا اور اُن لوگوں میں سے ہونا شرط ہے کہ لوگ اُسکی اور اُسکی قوم کی شرافت مانے ہوں اور اُسکی فرمانبرداری سے عار نہ کرتے ہوں اور یہ بات جانتے ہوں کہ سیاست مدنی میں یہ حق کا اتباع کریگا۔ یہ سب باتیں عقل سے معلوم ہوسکتی ہیں اور یہ ایسے امور ہیں کہ تمام مختلف ملکوں اور مختلف ادیان کے لوگوں کا خلیفہ کے اندر ان باتوں کی شرط ہونے کا اتفاق ہے اسلیئے کہ سب لوگ اس بات کو مانتے ہیں کہ خلیفہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان امور کے تمام نہیں ہوسکتی اور ان امور میں سے کوئی امر بھی اگر رہجاوے تو لوگ اُسکو نامناسب خیال کرتے ہیں اور اُن کے دلوں میں اسکا خلیفہ ہونا ناگوار گذرتا ہی اور اگرچہ وہ بظاہر سکوت کرلیتے ہیں مگر اُنکے دلوں میں ناخوشی ہوتی ہے چنانچہ ملک فارس میں جب لوگوں نے ایک عورت کو اپنا بادشاہ بنایا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم نے عورت کو اپنے اوپر حاکم بنایا وہ ہرگز فلاح کو نہ پہونچیگی اور ملت محمدیہ[1] نے علاوہ ان امور کے نبی کے خلیفہ ہونے میں چند اور امور کا بھی اعتبار کیا ہے جنمیں اسلام اور علم وعدالت بھی ہے اسلیئے کہ دینی مصالح بدون ان امور کے نہیں ہوتے اسلیئے کہ تمام مسلمانوں نے اسی پر اتفاق کیا ہے اور اُسکی حجت یہ آیت ہے وعد اللہ الذین الخ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کیئے ہیں اُن سے خدا تعالی نے وعدہ کیا ہے

[1] ہے بنت کسرے ۱۲

الذین من قبلھم الی قولہ تعالیٰ فاولئک ھم الفاسقون ومنھا کونہ من قریش قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الائمۃ من قریش والسبب المقتضی ھذا ان الحق الذی اظھرہ اللہ علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جاء بلسان قریش وفی عاداتھم وکان اکثر ما تعین من المقادیر والحدود ما ھو عندھم وکان المعد لکثیر من الاحکام ما ھو فیھم فھم اقوم بہ واکثر الناس تمسکا بذلک وایضا فان قریشا قوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحزبہ ولا فخر لھم الا بعلو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقد اجتمع فیھم حمیۃ دینیۃ وحمیۃ نسبیۃ فکانوا مظنۃ القیام بالشرائع والتمسک بھا وایضا فانہ یجب ان یکون الخلیفۃ ممن لا یستنکف الناس من طاعتہ لجلالۃ نسبہ وحسبہ فان من لا نسب لہ یراہ الناس حقیرا ذلیلا وان یکون ممن عرف منھم الریاسات والشرف ومارس قومہ جمع الرجال ونصب القتال وان یکون قومہ اقویاء یحمونہ وینصرونہ ویبذلون دونہ الانفس ولم تجتمع ھذہ الامور الا فی قریش لا سیما بعد ما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونبہ بہ امر قریش وقد اشار ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی ھذہ فقال ولن یعرف ھذا الامر[1] الا لقریش ھم اوسط العرب دارا الخ وانما لم یشترط کونہ ھاشمیا مثلا لوجھین احدھما ان لا یقع الناس

کہ وہ بلاشبہ اُن کو زمین میں خلیفہ بنائیگا اور از انجملہ اُسکا قریشی ہونا چاہیے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الائمۃ من القریش۔ ائمہ قریش میں سے ہونگے اور اسکا سبب یہ ہے کہ حق جسکو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ظاہر کیا ہے وہ قریش کی زبان میں اور انھیں کی عادت کے موافق نازل ہوا ہے اور اکثر مقادیر اور حدود کی تعیین انھیں چیزوں کے ساتھ کی گئی ہے جو انھیں میں موجود تھیں اور بہت سے احکام انھیں کے معاملات کے متعلق نازل ہوئے ہیں پس سب سے زیادہ اُن احکام کو قائم کرنیوالے اور اُن سے دلیل پکڑنیوالے وہی لوگ ہیں اور نیز قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم اور آپ کا گروہ ہیں اور ان کا سارا فخر دین محمدی کے بلند ہونے میں ہے پس اُنکی غیرت دینی ونسبی دونوں پائی جاتی ہیں پس وہی لوگ شرائع کے قائم کرنے اور اُن سے استدلال کرنے کے قابل ہیں اور نیز خلیفہ کو ایسا شریف النسب والحسب ہونا چاہیے جس کی فرمانبرداری سے لوگ عار نہ کرسکیں اسلیے کہ جس شخص کا نسب عمدہ نہیں ہوتا ہو لوگ کو حقیر و ذلیل جانتے ہیں اور نیز خلیفہ اُن لوگوں میں سے ہونا چاہیے جن میں قدیم سے ریاست اور شرافت اور لوگوں کے جمع کرنے اور قتال کے قائم کرنے کا مادہ اور ملکہ چلا آیا ہے اور نیز اُس کی قوم کے لوگ قوی ہونے چاہیے جو اُسکی حمایت و مدد کرسکیں اور اُسکی خاطر اپنی جانیں دے سکیں اور یہ سب امور بجز قریش کے کسی قوم کے نہیں پائے جاتے خاصکر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور قریش کا درجہ اور بے انتہا بلند ہوگیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس کی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا خلافت کا امر بجز قریش کے ہرگز کسی کے لیے نہیں معلوم ہوتا وہ تمام عرب میں خاندان کے اعتبار سے درمیان میں واقع ہوئے ہیں اور خلیفہ کا مثلاً ہاشمی ہونا بدو وجہ شرط نہیں کیا گیا ایک تو یہ کہ لوگوں کو

[1] لے شرف ۱۲ سے لے الخلافۃ ۱۲ سے قالہ رضی اللہ عنہ فی قصۃ سقیفۃ بنی ساعدۃ لما تکلم الانصار منا امیر ومنکم امیر فخطب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبۃ بلیغۃ فی مناقب قریش وحث عمر رضی اللہ عنہ بعدہ علی بیعۃ ابی بکر ایضا فاتفقوا علیہ ۱۲

فی الشك فيقولوا انما اراد ملك اهل بيته كسائر الملوك فيكون سببا للارتداد ولهذه العلة لم يعط النبی صلی اللہ علیہ وسلم المفتاح لعباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ والثانی ان المهم فی الخلافة رضا الناس به واجتماعهم عليه وتوقيرهم اياه وان يقيم الحدود ويناضل دون الملة وينفذ الاحكام واجتماع هذه الامور لا يكون الا فی واحد بعد واحد وفی اشتراط ان يكون من قبيلة خاصة تضييق وحرج فربما لم يكن فی هذه القبيلة من تجتمع فيه الشروط وكان فی غيرها ولهذه العلة ذهب الفقهاء الی المنع عن اشتراط كون المسلم فيه من قرية صغيرة وجوز وا كونه من قرية كبيرة وتنعقد الخلافة بوجوه بيعة اهل الحل والعقد من العلماء والرؤساء وامراء الاجناد ممن يكون له رأی ونصيحة للمسلمين كما انعقدت خلافة ابی بكر رضی اللہ عنہ وبان يوصی الخليفة الناس به كما انعقدت خلافة عمر رضی اللہ عنہ او يجعل شوری بين قوم كما كان عند انعقاد خلافة عثمان بل علی ايضا رضی اللہ تعالی عنهما او استيلاء رجل جامع للشروط علی الناس وتسلطه عليهم كسائر الخلفاء بعد خلافة النبوة ثم ان استولی من لم يجمع الشروط لا ينبغی ان يبادر الی المخالفة لان خلعه لا يتصور غالبا الا بحروب ومضايقات وفيها من المفسدة اشد مما يرجی من المصلحة وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنهم فقيل افلا ننابذهم قال لا ما اقاموا فيكم الصلوة وقال الا ان

اس سے شک واقع نہ ہوا اور یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ نبی کو اپنے گھرانے کی بادشاہت مقصود ہے جسطرح بادشاہوں کو ہوتی ہے اور یہ بات انکے ارتداد کا سبب ہو اور یہی وجہ تھی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ بن عبد المطلب کو بیت اللہ کی کنجی عطا نہیں فرمائی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خلافت کے اندر نہایت ضروری امر خلیفہ سے لوگوں کا راضی ہونا اور اسپر اتفاق کرنا اور اُسکی توقیر کرنا اور خلیفہ کا لوگوں پر حدود کا قائم کرنا اور دین کے خاطر قتال کرنا اور احکام نافذ کرنا ہے اور یہ سب امور کسی نہ کسی شخص میں جمع ہو سکتے ہیں اسبات کے شرط کرنے میں کہ خلیفہ ایک خاص قبیلہ سے ہو لوگوں کو دقت اور حرج ہے کیونکہ بسا اوقات ہو سکتا ہے کہ اس قبیلہ میں کوئی شخص ان اوصاف کا جامع نہ پایا جاوے اور دوسرے قبیلہ میں ایسا شخص موجود ہو اسیوجہ سے فقہاء کہتے ہیں کہ چھوٹی سی بستی حاکم ہونے کیلئے اس شخص کی سکے نزدیک مسلم ہونا شرط نہیں ہے اور بڑی بستی ہی شرط ہے۔ اور خلافت کے انعقاد کی کئی صورتیں ہیں ایک تو اہل حل وعقد یعنے علماء اور رؤسا اور لشکر کے افسروں کا وعلی ہذا القیاس ان لوگوں کا بیعت کر لینا جنکی عقل کو مسلمانوں کی خیر خواہی میں دخل ہو جسطرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ خود خلیفہ ہی لوگوں کو دوسرے کے خلیفہ کرنیکی وصیت کرے جسطرح حضرت عمرؓ کی خلافت ہوئی۔ یا خلافت کی بابت قوم کے اندر کسی خاص شخص کے لیے مشورہ کیا جائے جسطرح حضرت عثمان بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انعقاد ہوا یا کوئی شخص جو ان اوصاف کا جامع ہو لوگوں پر استیلاء اور تسلط کر کے خلیفہ ہو جائے جسطرح خلافت نبوت کے بعد اور خلفاء کی خلافت ہے پھر اگر کوئی ایسا شخص جو ان اوصاف کا جامع نہو لوگوں پر غلبہ حاصل کر لے تو اُسکی مخالفت پر بھی جرات نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ غالباً اب وہ شخص بغیر لڑائیوں اور جھگڑوں کے خلافت سے معزول نہیں ہو سکتا ہے اور یہ فساد بہ نسبت اُس مصلحت کے بہت بڑا ہے خلافت سے جو مقصود ہوتی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم اُن ائمہ سے قتال نہ کریں آپنے فرمایا نہیں جبتک وہ تمہارے اندر نماز کو قائم رکھیں اور فرمایا الا ان خیار ائمتکم الذین تحبونہم ویحبونکم وشرار ائمتکم الذین تبغضونہم ویبغضونکم وتلعنونہم ویلعنونکم ۱۲

تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان وبالجملة فاذا كفر الخليفة بانكار ضروري من ضروريات الدين حل قتاله بل وجب والا لا وذلك لانه حينئذ فاتت مصلحة نصبه بل يخاف مفسدته على القوم فصار قتاله من الجهاد في سبيل الله **قال** صلى الله عليه وسلم السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره ما لم يؤمر بمعصية فاذا امر بمعصية فلا سمع ولا طاعة **اقول** لما كان الامام منصوبا للنوعين من المصالح اللذين بهما انتظام الملة والمدن وانما بعث النبي صلى الله عليه وسلم لاجلهما والامام نائبه ومنفذ امره كانت طاعته طاعة رسول الله ومعصيته معصية رسول الله الا ان يامر بالمعصية فحينئذ ظهر ان طاعته ليست بطاعة الله وانه ليس نائب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولذلك قال عليه السلام ومن يطع الامير فقد اطاعني ومن عصى الامير فقد عصاني **قال** صلى الله عليه وسلم انما الامام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به فان امر بتقوى الله وهدى فان له بذلك اجرا وان قال بغيره فان عليه منه **اقول** انما جعله بمنزلة الجنة لانه سبب اجتماع كلمة المسلمين والذب عنهم **وقال** صلى الله عليه وسلم من راى من اميره شيئا يكرهه فليصبر

جس صورت میں تم صریح کفر دیکھو اور خدا کی طرف تمہارے پاس اس کی دلیل موجود ہو۔ الحاصل جب خلیفہ ضروریات دین میں سے کسی ضروری حکم کا منکر ہو کر کافر ہو جائے تو اسکے ساتھ قتال کرنا درست بلکہ واجب ہے ورنہ نہیں اسواسطے کہ کفر کے وقت میں اس کے خلیفہ کرنے سے جو مصلحت مقصود تھی وہ فوت ہو گئی بلکہ لوگوں میں اسکے فساد پھیلانے کا اندیشہ ہے پس اس کے ساتھ قتال کرنا خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ السمع والطاعۃ الخ۔ ماننا اور بجا آوری کرنا مرد مسلمان پر ان چیزوں میں جنکو وہ پسند کرے اور ناپسند کرے جبتک ہے کہ اسکو معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ ماننا چاہیے نہ سننا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ مقرر امام دو قسم کی مصلحتوں کیلئے ہے جنسے دین اور ملک کا انتظام مقرر ہوتا ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی انہیں دونوں مصلحتوں کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے اور امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور آپکے حکم کا نافذ کرنیوالا ہے لہذا اسکی فرمانبرداری رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور اسکی نافرمانی آپ کی نافرمانی ہے مگر جب امام معصیت کا حکم دے تو یہ بات ظاہر ہے کہ اس کی فرمانبرداری نہیں ہے اور وہ شخص آپکا نائب نہیں ہے اسی لیے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ومن یطع الامیر الخ اور جو شخص امیر کی اطاعت کرے اس نے میری اطاعت کی اور جو اسکی نافرمانی کرے اس نے میری نافرمانی کی اور فرمایا ہے انما الامام الخ امام تو ایک ڈھال ہے جسکی پناہ لے کر قتال کیا جاتا ہے اور جسکے سبب سے لوگوں کو بچاؤ ہوتا ہے پھر اگر امام خدا کے خوف اور ہدایت کا حکم کرے تب تو اسکے لیے اس کا اجر ہے اور اگر کچھ کہے تو اسپر جو کچھ ہے اسکی طرف سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام کو بمنزلہ ڈھال کے اسلیئے فرمایا کہ امام کے سبب سے سب مسلمان ایک زبان ہو جاتے ہیں اور انپر کوئی آفت نہیں آسکتی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من رأی من امیرہ شیئا یکرہہ فلیصبر فانہ لیس احد الخ

له اى ظاهرا ١٢ ه ٢ه اى دليل من القرآن والسنة ١٢ ٣ه اى عند كفره ١٢ ٤ه المراد به انه ساتر يمنع العدو من المسلمين ويستظهر به فى القتال ويقاتل بعونه كالترس وذكر القتال لانه اهم الامور الدينية وان كان الامام معاونا فى جميع الامور وجميع الحالات ١٢ ٥ه تركنا عليه وزرا ثقيلا ووزرا له اى من صنيعه ذلك ١٢

فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیموت الا مات میتۃ[1] جاھلیۃ **اقول** وذلک لان الاسلام انما امتاز من الجاھلیۃ بھذین النوعین من المصالح والخلیفۃ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہما فاذا فارق منفذھما ومقیمھما اشبہ الجاھلیۃ **قال** صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا[2] بنصیحۃ الا لم یجد رائحۃ الجنۃ **اقول** لما کان نصب الخلیفۃ لمصالح وجب ان یؤمر الخلیفۃ بایفاء ھذہ المصالح کما امر الناس ان ینقاد والہ لتتم المصالح من الجانبین ثم ان الامام لما کان لا یستطیع بنفسہ ان یباشر جبایۃ الصدقات واخذ العشور وفصل القضاء فی کل ناحیۃ وجب بعث العمال والقضاۃ ولما کان اولئک مشغولین بامر من مصالح العامۃ وجب ان تکون کفایتہم فی بیت المال والیہ الاشارۃ فی قول ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لما استخلف لقد علم قومی ان حرفتی[3] لم تکن تعجز عن مؤنۃ[4] اھلی وشغلت بامر المسلمین فسیاکل ال ابی بکر من ھذا المال[5] ویحترف[6] للمسلمین فیہ ثم وجب ان یؤمر العامل بالتیسیر وینھی عن الغلول والرشوۃ وان یؤمر القوم بالانقیاد لہ لتتم المصلحۃ المقصودۃ

جو شخص اپنے امیر سے کوئی ناپسند بات دیکھے تو اُسکو اُسپر صبر کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص کوئی ایسا نہیں جو جماعت کی بالشت بھر بھی جدا ہوکر مرجائے مگر جاہلیت کی موت مریگا میں کہتا ہوں اسلام جاہلیت سے انھیں دو وجہ سے ممتاز ہے اور اُن دونوں مصلحتوں میں نائب رسول ہوتا ہے پس جب کسی شخص نے اُن مصلحتوں کے نافذ کرنے اور اُن کے قائم کرنیوالے سے مخالفت کی تو وہ جاہلیت کے مشابہ ہوگیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مامن عبد الخ کوئی بندہ ایسا نہیں جسکو خدا تعالی کسی رعیت کا اُسکو محافظ بنائے اور خیرخواہی کیساتھ وہ اُسکی حفاظت کرے مگر جنت کی بو اُسکو نہ ملیگی۔ میں کہتا ہوں چونکہ خلیفہ کا مقرر کرنا مصلحتوں کے قائم کرنے کے لیئے تھا لہذا ضروری ہوا کہ جیسے لوگوں کو خلیفہ کی فرمانبرداری کا حکم کیا گیا ہے اسیطرح خلیفہ کو بھی اِن مصلحتوں کے ایفا کا حکم کیا جائے تاکہ جانبین سے مصلحتیں پوری ہوسکیں پھر چونکہ خلیفہ سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ خود صدقات کو بھی وصول کرے اور عشر بھی اور تمام اطراف کے مقدمات فیصل کرے لہذا اعمال وقضاۃ کا بھیجنا ضروری ہوا اور چونکہ وہ سب کام چھوڑ کر مصالح عامہ میں سے ایک کام میں مشغول ہوگئے لہذا بیت المال میں اُنکا روزینہ مقرر کرنا ضروری ہوا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق جب خلیفہ ہوے تو انہوں نے اُسکی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میری تجارت میرے کنبہ کا خرچ اٹھانے سے عاجز نہ تھی اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوگیا لہذا اب ابوبکر کی اولاد اس مال سے یعنے بیت المال سے کھائے گی۔ اور وہ یعنے ابوبکر مسلمانوں کے لیئے محنت کرے گا پھر ضروری ہوا کہ عامل کو سہولت سے کام لینے کا حکم دیا جائے اور فریب ورشوت سے اُسکو منع کیا جائے اور لوگوں کو اُس کی فرمانبرداری کا حکم کیا جائے تاکہ مصلحت پورے طور سے حاصل ہو۔

[1] اے مات علی ہیئۃ یموت علیہا اہل الجاہلیۃ ۱۲ [2] اے لم یحطہا ولم یتعہدہا من حاطہ یحوطہ حوطا وحیاطۃ ۱۲
[3] اے تجارتی ۱۲ [4] اے نفقۃ ۱۲
[5] اے بیت المال ۱۲
[6] اے یعمل ابو بکر ۱۲

وھذا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رجالاً یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلھم النار یوم القیمۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقاً فما اخذ بعد ذٰلک فھو غلول ولعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی والسر فی ذٰلک انہ ینافی المصلحۃ المقصودۃ ویفتح باب المفاسد وقال صلی اللہ علیہ وسلم لانستعمل من طلب العمل اقول وذٰلک لانہ قلما یخلو طلبہ من داعیۃ نفسانیۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاءکم العامل فلیصدر وھو عنکم راض ثم وجب ان یقدر القدر الذی یعطی العمال فی عملھم لئلا یجاوزہ الامام فیفرط او یفرط ولا یعدوہ العامل بنفسہ وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لنا عاملاً فلیکتسب زوجۃ فان لم یکن لہ خادم فلیکتسب خادماً فان لم یکن لہ مسکن فلیکتسب مسکناً فاذا بعث الامام العامل فی صدقات سنۃ فلیجعل لہ فیھا ما یکفی مؤنتہ ویفضل فضل یقدر بہ علی حاجۃ من ھذہ الحوائج فان الزائد لاحد لہ والمؤنۃ بدون زیادۃ لایتعانی لھا العامل ولا یرغب فیھا ؛

چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان رجالاً یتخوضون فی مال اللہ الخ بعض لوگ خدا تعالیٰ کے مال میں بغیر حق کے تصرف کرتے ہیں پس قیامت کے دن اُن کے لئے آگ ہے اور فرمایا ہے من استعملناہ علی عمل فرزقناہ الخ جس کسیکو ہم کسی کام کے لیے مقرر کریں اور اُسکو کچھ قوت دیں پھر بعد اُس کے بھی اگر وہ لے تو خیانت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راشی اور مرتشی پر لعنت کی ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ رشوت کا لینا دینا مصلحت مقصود کے منافی اور باب مفاسد کے مفتوح ہونیکا سبب ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لانستعمل من طلب العمل جو شخص عامل ہونا چاہے ہم اُسکو عامل نہ کرینگے میں کہتا ہوں اُسکی وجہ یہ ہے کہ عامل ہونے کی خواستگاری اکثر خواہش نفسانی سے خالی نہ ہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جاءکم العامل فلیصدر الخ جب تمھارے پاس عامل آئے تو مناسب ہے کہ وہ تم سے خوش ہو کر واپس ہو پھر یہ ضرور ہوا کہ عمال کو اُن کے عمل کے بدلہ میں جو کچھ دیا جائے اُس کا اندازہ ہونا چاہیے تاکہ امام اسمیں کمی و بیشی نہ کریں اور نہ عامل خود اسمیں کچھ زیادتی کر سکے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کان لنا عاملاً الخ جو شخص ہمارا عامل ہو اُسکو چاہیے کہ ایک بیوی کرلے پھر اگر اُس کے پاس خدمتگار نہ ہو تو ایک خدمتگار رکھے پھر اگر اُس کے پاس گھر نہ ہو تو ایک گھر لے لے پس جب امام عامل کو سال بھر کے صدقات تحصیل کرنے کو بھیجے تو اسکو مناسب ہے کہ اُن صدقات میں سے اُسکو اسقدر مقرر کر دے کہ جو اُسکے خرچ کو بھی کافی ہو جائے اور اسقدر بچ بھی رہے کہ ان حوائج میں سے کسی حوائج کو پورا کر سکے کیونکہ زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے اور بدون زیادتی کے صرف خرچ کے لیئے کافی ہو جانے کے خاطر عامل عمل کی محنت گوارہ نہ کر سکے گا اور نہ اُس کی طرف توجہ کر سکے گا۔

سلہ اے یتصرفون فے بیت المال والغنائم ونحوھا بغیر حق والاخذ منہا زیادۃ علے ماشرع ۱۲

سلہ اے خیانتہ ۱۲

سلہ اے فلیرجع ۱۲

المظالمُ

اعلم ان من اعظم المقاصد التی قصدت ببعثۃ الانبیاء علیہم السلام دفع المظالم من بین الناس فان تظالمہم یفسد حالہم ویضیق علیہم ولا حاجۃ الی شرح ذلک والمظالم علی ثلاثۃ اقسام تعد علی النفس علی اعضاء الناس وتعد علی اموال الناس فاقتضت حکمۃ اللہ ان یزجر عن کل نوع من ہذہ الانواع بزواجر قویۃ تردع الناس عن ان یفعلوا ذلک مرۃ اخری ولا ینبغی ان یجعل ہذہ الزواجر علی مرتبۃ واحدۃ فان القتل لیس کقطع الطرف ولا قطع الطرف کاستہلاک المال وان الدواعی التی تنبعث منہا ہذہ المظالم لہا مراتب فمن البدیہی ان تعمد القتل لیس کالتساہل المنجر الی الخطاء فاعظم المظالم القتل وہو اکبر الکبائر اجمع علیہ اہل الملل قاطبتہم وذلک لانہ طاعۃ النفس فی داعیۃ الغضب وہو اعظم وجوہ الفساد فیما بین الناس وہو تغییر خلق اللہ وہدم بنیان اللہ ومناقضۃ ما اراد الحق فی عبادہ من انتشار نوع الانسان والقتل علی ثلثۃ اقسام عمد وخطاء وشبہ عمد فالعمد ہو القتل الذی یقصد فیہ ازہاق روحہ بما یقتل غالبا جارحا او مثقلا والخطاء ما لا یقصد فیہ اصابتہ فیصیبہ فیقتلہ کما اذا وقع علی انسان فمات او رمی شجرۃ فاصابہ فمات

مظالم کا بیان

معلوم کرو کہ جن مقاصد کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے گئے ہیں اُن میں سے ایک مقصود اعظم یہ ہے کہ لوگوں میں سے باہمی مظالم دور ہو جائیں کیونکہ اُن میں باہم ظلم کا ہونا اُن کے حالت کے خراب ہوتے اور وقت کے واقع ہونے کا سبب ہے اور یہ بات مستغنی عن البیان ہے اور مظالم کی تین قسمیں ہیں جان پر تعدی کرنا اور لوگوں کے اعضاء پر تعدی کرنا اور اُنکے مالوں پر تعدی کرنا پس حکمت الٰہی کا مقتضی ہوا کہ ان اقسام میں سے ہر قسم کی نہایت تاکید کے ساتھ پوری سزا کی جائے جسکے سبب سے دوبارہ اُن کے مرتکب ہونے سے باز رہیں اور یہ بات نامناسب تھی کہ سب سزائیں ایک درجہ کی ہوتیں اسلیے کہ قتل کرنا ہاتھ یا پیر کے کاٹنے کے برابر نہیں ہو سکتا ہے اور ہاتھ پیر وغیرہ مال کے ہلاک کرنے کے برابر ہو سکتا ہے اور جن خواہشوں سے یہ ظالم پیدا ہوتے ہیں اُنکے مراتب مختلف ہوں پس یہ بات ظاہر ہے کہ کسی شخص کا عمداً قتل کرنا ایسا نہیں ہے جیسے کہ تساہل ہو کہ خطا کا سبب ہو جائے پس سب سے بڑھکر ظلم قتل ہے اور تمام اہل ادیان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل سب گناہوں میں بڑھکر گناہ ہے کیونکہ اسمیں خواہش غضب میں نفس کی اطاعت ہے اور لوگوں میں فساد ڈالنے کا بڑا سبب ہے اور اس میں خلق الٰہی کی تغییر اور بنیاد الٰہی کا منہدم کرنا ہے اور خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں سے جو نوع انسانی کا پھیلانا چاہا ہے اُس میں اُسکی مخالفت پائی جاتی ہے اور قتل کے تین قسمیں ہیں قصداً خطاء اور مشابہ قصد قتل عمد اُس قتل کا نام ہے جسمیں ایسی چیز سے جان کا نکالنا قاتل کا مقصود ہو جو اکثر خواہ اپنی تیزی سے خواہ اپنے بوجھ سے مار ڈالنے والی ہو اور قتل خطا اُس قتل کا نام ہے جسمیں اس انسان کا مارنا مقصود نہیں ہوتا مگر اتفاق سے وہ چیز اُس تک پہونچکر اُسکو قتل کر دے

وشبه العمد ان يقصد الشخص بما لا يقتل غالبا فيقتله كما اذا ضرب بالسوط او عصا فمات وانما جعل على ثلاثة اقسام لما اشرنا من قبل ان الزاجر ينبغي ان يكون بحيث يقاوم الداعية والمفسدة ولهما مراتب فلما كان العمد اكثر فسادا واشد داعية وجب ان يغلظ فيه بما يحصل زيادة الزجر ولما كان الخطأ اقل فسادا واخف داعية وجب ان يخفف في جزائه واستنبط النبي صلى الله عليه وسلم بين العمد والخطأ نوعا اخر لمناسبته منهما وكونه برزخا بينهما فلا ينبغي ان يدخل في احدهما: فالعمد فيه قوله تعالى ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذابا عظيما ظاهره انه لا يغفر له واليه ذهب ابن عباس رضي الله عنهما لكن الجمهور وظاهر السنة على انه بمنزلة سائر الذنوب وان هذه التشديدات للزجر وانما تشبيه لطول مكثه بالخلود واختلفوا في الكفارة فان الله تعالى لم ينص عليها في مسئلة العمد قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد والانثى بالانثى الاية نزلت في حيين من احياء العرب احدهما اشرف من الاخر فقتل الاوضع من الاشرف قتلى[1] فقال الاشرف لنقتلن الحر بالعبد والذكر بالانثى ولنضاعفن الجراح

مثلاً کوئی شخص دوسرے شخص پر گر پڑے اور وہ مر جاوے یا کسی درخت کیطرف کوئی تیر وغیرہ چلاوے اور کسی انسان کے وہ تیر لگ کر اسکو ہلاک کردے اور شبہ بالعمد کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی چیز سے مارے جو غالباً ہلاک نہیں کرتی مگر وہ شخص اُس سے ہلاک ہو جائے جیسے کوئی شخص کسی کوڑا یا لاٹھی مارے اور وہ مر گیا اور قتل کی تین قسمیں اسلیئے کی گئیں کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ سزا ایسی ہونی چاہیئے جو داعیہ نفسانی اور مفسدہ کی مقاومت کرسکے اور داعیہ اور فساد کو مراتب مختلف ہیں پس چونکہ قتل عمد میں فساد زیادہ ہے اور اُس کا داعیہ بھی قوی ہے لہذا اسمیں سخت سزا کا دینا مناسب ہوا تاکہ پورے طور پر اُسکے ارتکاب سے روکے اور قتل خطا میں چونکہ فساد بھی کم ہے اور داعیہ بھی خفیف ہے لہذا ضروری ہوا کہ اُسکی سزا میں تخفیف کیجاوے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عمد اور خطا کے مابین ایک اور قسم کا استنباط فرمایا ہے اسلیئے کہ وہ دونوں کے مابین واسطہ ہے اور دونوں کے ساتھ اُسکو مشابہت ہے پس ان دونوں میں سے ایک میں داخل ہونا نامناسب ہے قتل عمد کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الخ اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کر ڈالے تو اُسکی جزا جہنم ہے درآنحالیکہ وہ اُسمیں ہمیشہ رہیگا اور اُسپر خدا تعالیٰ کا غضب اور اُسکی لعنت ہوگی اور خدا تعالیٰ نے اس کے لیئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے ظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قاتل کی کبھی مغفرت نہوگی اور حضرت ابن عباسؓ کا مذہب یہی ہے مگر ظاہر سنت سے یہ معلوم ہوتا ہے اور جمہور کا بھی یہی مذہب ہے کہ اُسکا حال بھی اور گناہوں کا سا ہے اور یہ تشدیدات زجر کے طور پر ہیں اور اُسکے جہنم میں مدت دراز تک رہنے کو خلود کیساتھ تشبیہ پائی جاتی ہے اور اُس کے کفارہ میں اختلاف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے قتل عمد کے مسئلہ میں کفارہ کی تصریح نہیں فرمائی اور اللہ پاک نے فرمایا ہے یا ایہا الذین الخ اے ایمان والو مقتولوں میں تمپر قصاص لکھا گیا حر کے بدلہ میں حر غلام کے بدلہ میں غلام اور عورت کے بدلہ میں عورت اخیر تک یہ آیت عرب کے قبائل میں سے دو قبیلہ کے باب میں نازل ہوئی ہے ایک قبیلہ انمیں سے بہ نسبت دوسرے کے شریف تھا پس گھٹیا قبیلہ کے لوگوں نے اس اشراف قبیلہ کے کچھ لوگوں کو قتل کر ڈالا تو اشراف قبیلہ نے کہا کہ ہم بجے غلام کو اور عورت کے بدلہ مرد ہلاک کرینگے اور ہمیں جو زخمی ہوا ہو اسکے بدلہ میں دو چند زخمی کر

[1] جمع قتیل ۱۲

ومعنى الأية والله اعلم ان خصوص الصفات لاتعتبر فى القتلى كالعقل والجمال والصغر والكبر وكونه شريفا او ذا مال ونحو ذلك وانما تعتبر الاسامى والمظان الكلية فكل امرأة مكافئة لكل امرأة ولذلك كانت ديات النساء واحدة وان تفاوتت الاوصاف وكذلك الحر كافئ الحر والعبد يكافئ العبد فمعنى القصاص التكافؤ وان يجعل اثنان فى درجة واحدة من الحكم لايفضل احدهما على الأخر لا القتل مكانه البتة ثم اثبتت السنة ان المسلم لايقتل بالكافر وان الحر لايقتل بالعبد والذكر يقتل بالانثى لان النبى صلى الله عليه وسلم قتل اليهودى بجارية وفى كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اقيال همدان ويقتل الذكر بالانثى وسره ان القياس فيه مختلف ففضل الذكور على الاناث وكونهم قوامين عليهن يقتضى ان لايقاد بهما وان الجنس واحد وانما الفرق بمنزلة فرق الصغير والكبير وعظيم الجثة وحقيرها ورعاية مثل ذلك عسيرة جدا ورب امرأة هى خير من الرجال فى محاسن الخصال تقتضى ان يقاد فوجب ان يعمل على القياسين وصورة العمل بهما انه اعتبر المقاصة فى القود وعدم المقاصة فى الدية وانما فعل ذلك لان صاحب العمد

کرینگا اور آیت کے معنی واللہ اعلم یہ ہیں کہ مقتولین میں صفات خاصہ کا مثل عقل اور جمال اور صغیر وکبیر اور شریف یا مالدار ہونے کا اعتبار نہیں ہے وعلیٰ ہذا القیاس بلکہ صرف نام اور مظان کلیہ کا اعتبار ہے اسلیے ہر عورت دوسری عورت کے برابر ہے لہذا سب عورتوں کی دیت ایک ہی مقرر کی گئی ہے اگرچہ اوصاف میں تفاوت ہو اور اسیطرح ہر حر دوسرے حر کا مثل اور ہر غلام دوسرے غلام کا مانند ہے پس قصاص کے معنی برابری اور اس بات کے ہیں کہ دو شخص ایک ہی درجے میں سمجھے جائیں اور ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیجائے قصاص کے معنی اُسکے بدلہ میں قتل کرنیکے ہرگز نہیں ہیں۔ پھر سنت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان کافر کے عوض میں قتل نہ کیا جائے گا نہ حر غلام کے بدلے مگر مرد عورت کے بدلے قتل کیا جائے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باندی کے بدلہ یہودی کو قتل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدان کے حکام کیطرف جو نامہ روانہ فرمایا اُس میں یہ حکم لکھا ہوا تھا کہ عورت کے بدلہ مرد قتل کیا جائے اور اُس کا سبب یہ ہے کہ قیاس اس صورت میں مختلف ہے کیونکہ مردوں کا عورتوں پر بزرگ اور حاکم ہونے کا تو یہ مقتضی ہے کہ عورتوں کے بدلہ مردوں سے قصاص نہ لیا جائے اور دونوں کی جنس ایک ہی ہے صرف فرق صغیر وکبیر اور قوی الجثہ اور ضعیف کا سا ہے اور اس قسم کی رعایت کرنا ایک دشوار بات ہے اور بہت سی عورتیں باعتبار عمدہ عادات کے مردوں سے بہتر ہوتی ہیں اس کا مقتضی یہ ہے کہ عورتوں کے بدلہ اُنسے قصاص لیا جائے پس ضروری ہوا کہ دونوں قیاسوں پر عمل کیا جائے اور عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قتل میں قصاص کا اعتبار کیا گیا ہے نہ دیت میں اور یہ اس لیے کیا گیا کہ عمداً قتل کرنے والے نے اُس کی جان۔

لہ کما فى الصحيح حين انه رض رأسها بالحجارة لما اعترف ۱۲

سے۲ جمع قيل وهو دون حاكم البلد ۱۲

سے۳ اى لايؤخذ القصاص من الذكر بالانثى وفى بعض النسخ ان تكون مثله عوض ان لايقاد بها والحاصل واحد ۱۲ سے۴ اى اخذ القصاص ۱۲

قصدها وقصد التعدى عليها والمتعمد المتعدى ينبغى ان يذب عنها اتم ذب فانها ليست بذات شوكة وقتلها ليس فيه حرج بخلاف قتل الرجال فان الرجل يقاتل الرجل فكانت هذه الصورة احق بايجاب القود ليكون ردعا وزجرا عن مثله وقال صلى الله عليه وسلم لا يقتل مسلم بكافر اقول والسر فى ذلك ان المقصود الاعظم فى الشرع تنويه الملة الحنيفية ولا يحصل الا بان يفضل المسلم على الكافر ولا يسوى بينهما وقال صلى الله عليه وسلم لا يقاد الوالد بالولد اقول السبب فى ذلك ان الوالد شفقته وافرة وحدبه عظيم فاقدامه على القتل مظنة انه لم يتعمده وان ظهرت مخايل العمد اوكان[1] زلة اباح قتله وليست دلالة هذه اقل من دلالة استعمال مالا يقتل غالبا على انه لم يقصد ازهاق الروح وأما القتل شبه العمد فقال فيه صلى الله عليه وسلم من قتل فى عمية[2] فى رمى يكون فيهم بالحجارة او جلد بالسياط او ضرب بعصا فهو خطأ[3] وعقله عقل الخطأ اقول معناه انه يشبه الخطأ وانه ليس من العمد وان عقله مثل عقله فى الاصل وانما تمايزا فى الصفة اوانه لا فرق بينه وبينه فى الذهب والفضة ؛

کا قصد کیا اور اُسپر تعدی کا قصد کیا اور جو شخص قصداً تعدی کرنے والا ہو تو اُس تعدی کو اُس سے پورے طور رد فع کرنا چاہیئے عورت صاحب شوکت نہیں ہے اور اُسکے قتل کرنے میں کوئی وقت واقع نہیں ہوتی بخلاف مردوں کے قتل کرنے کے کہ ایک مرد دوسرے سے قتال کرتا ہے لہذا یہ صورت قصاص واجب کرنے کے لیئے زیادہ مناسب ہوئی تاکہ پھر دوبارہ ایسے کام سے باز رہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایقتل مسلم بکافر - کہ کافر کے بدلے مسلمان نہ قتل کیا جائے - مَیں کہتا ہوں کہ اُس کی وجہ یہ ہے کہ شرع کا مقصود اعظم ملت محمدی کا بلند کرنا ہے اور یہ بات اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے کہ مسلمان کو کافر پر فضیلت دیجائے اور اُن میں باہم برابری نہ کیجائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایقاد الوالد بالولد بیٹے کے بدلہ ماں باپ سے قصاص نہ لیا جائے گا اُس کا سبب یہ ہے کہ والدین کی محبت اور شفقت اولاد پر نہایت ہوتی ہے پس والدین کا قتل پر اقدام کرنے میں ایسی بات کا ظن غالب ہوتا ہے کہ انھوں نے قتل کا قصد نہیں کیا اگرچہ قصد کرنے کی علامات پائی جائیں یا وہ قتل کسی ایسے سبب سے ہوا ہے جسنے قتل کو مباح کردیا اور جسطرح ایسے آلہ کا استعمال کرنا جو غالباً قتل نہیں کرتا اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل نے جان سے مار ڈالنے کا قصد نہیں کیا والدین کا مارنا بھی اسبات پر اُس سے کم دلالت نہیں کرتا اور اُس قتل میں جو مشابہ بالعمد ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قتل فی عمیۃ فی رمی یکون فیہم بالحجارۃ او جلد الخ جو شخص کسی فتنہ میں مارا جائے جسکے اندر لوگوں میں پتھر یا کوڑا یا لٹھ چلے تو وہ قتل خطا ہے اور اُس کی دیت وہی ہے جو قتل خطا کی ہوتی ہے - مَیں کہتا ہوں اُس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خطا کے مشابہ ہے اور وہ قصداً نہیں ہے اور اُس کی دیت فی الحقیقت اُسی کی دیت ہے . . . . . . اور امتیاز صرف صفت کے اعتبار سے ہے یا یہ معنے ہیں کہ قتل خطا اور اُس میں سونا و چاندی کے اعتبار سے کچھ فرق نہیں -

---

[1] لے علامات ۱۲ [2] قولہ عمیۃ - بکسر العین وتشدید المیم المکسورۃ والیاء المشددۃ الفتنۃ وقیل الامر الذی لا یستبین وجہہ ۱۲ [3] ای مثلہ فی عدم الاثم ۱۲

واختلفت الروایۃ فی الدیۃ المغلظۃ فقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ انھا تکون ارباعًا خمسا وعشرین جذعۃ وخمسا وعشرین حقۃ وخمسا وعشرین بنت لبون وخمسا وعشرین بنت مخاض وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان فی قتل العمد الخطا بالسوط اوالعصا مائۃ من الابل منھا اربعون خلفۃ فی بطونھا اولادھا وفی روایۃ ثلاثون حقۃ وثلاثون جذعۃ واربعون خلفۃ وما صولحوا علیہ فھولھم، واما القتل خطأ ففیہ الدیۃ المخففۃ المخمسۃ عشرون بنت مخاض وعشرون ابن مخاض وعشرون بنت لبون وعشرون حقۃ وعشرون جذعۃ وفی ھذین القسمین انما تجب الدیۃ علی العاقلۃ فی ثلاث سنین ولما کانت ھذہ الانواع مختلفۃ المراتب روعی فی ذلک التخفیف والتغلیظ من وجوہ منھا ان سفک دم القاتل یحکم بہ الا فی العمد ولم یجعل فی الباقیین الا الدیۃ وکان فی شریعۃ الیھود القصاص لاغیر فخفف اللہ علی ھذہ الامۃ فجعل جزاء القتل العمد علیھا احد الامرین القتل والمال فلربما کان المال انفع للاولیاء من الثأر وفیہ ابقاء نسمۃ مسلمۃ ومنھا ان کانت الدیۃ فی العمد واجبۃ علی نفس القاتل وفی غیرہ تؤخذ من عاقلتہ لتکون مزجرۃ شدیدۃ وابتلاء عظیما للقاتل ینھک مالہ اشد انھاک وانما تؤخذ فی غیر العمد من العاقلۃ لان ھدر الدم مفسدۃ عظیمۃ وجبر قلوب المصابین مقصود والتساھل من القاتل فی مثل ھذا الامر العظیم ذنب

اور دیت مغلظہ میں روایتیں مختلف ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دیت مغلظہ میں چار قسم کے اونٹ دینے چاہئیں پچیس جذعہ اور پچیس حقہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت ہے کہ اگر کوڑے یا لاٹھی سے قصداً اخطاءً سے قتل ہو جائے تو سو اونٹ ہوتے ہیں جن میں سے چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں اور ایک روایت میں تیس حقے اور تیس جذعے اور چالیس گابھن اونٹنیاں آئی ہیں اور اگر اپنے طور پر رضامندی سے جو کچھ کم و بیشی کرے تو جائز ہے اور قتل خطاء میں دیت خفیف آتی ہے جس میں پانچ قسم کے اونٹ دینے آتے ہیں۔ ۲۰ بنت مخاض ۲۰ ابن مخاض ۔ ۲۰ بنت لبون ۲۰ حقے ۲۰ جذعے ان دونوں قسموں میں عاقلہ پر تین برس کے اندر دیت دینی واجب ہوتی ہے اور چونکہ ان اقسام کے مراتب مختلف ہیں اسلیئے کئی وجہ سے تخفیف و تغلیظ کا قتل کے اندر لحاظ کیا گیا ایک تو یہ کہ قاتل کے مار ڈالنے کا حکم صرف قتل عمد میں دیا گیا اور باقی دو قسموں میں دیت کا حکم دیا گیا اور یہود کی شریعت میں بجز قصاص کے کچھ اور نہ تھا لہذا خدا تعالے نے اس امت کے لیئے تخفیف کی پس قتل عمد کا بدلہ دو باتوں میں سے ایک مقرر کیا قتل یا مال کیونکہ بسا اوقات مال وارثوں کے لیئے انتقام لینے سے زیادہ تر مفید ہوتا ہے اور نیز اُس میں ایک مسلمان کی جان بچتی ہے اور ایک یہ قتل عمد میں خود قاتل سے دیت لی جاتی ہے اور اُن دو قسموں میں عاقلہ سے دیت لیجاتی ہے تاکہ اُس میں سخت ممانعت پائی جائے اور قاتل کے لیئے ابتلائے عظیم ہو جس سے پورے طور پر اُس کے مال پر صدمہ پہونچے اور غیر عمد میں عاقلہ (محلہ والوں) سے اسلیئے دیت لی جاتی ہے کہ کسی کا خون کرنا نہایت عظیم فساد ہے اور مصیبت زدوں کے قلوب کی تسلی شرع کو مقصود ہے ایسے وقت میں قاتل سے تساہل کرنا گناہ عظیم ہے جس میں۔

ل ای اربعۃ اصناف ۱۲ ۲ ای حاملۃ ۱۲ ۳ ای خمسۃ اصناف ۱۲ ۴ ای الانتقام ۱۲

يستحق التضييق عليه ثم لما كانت الصلة واجبة على ذوي الارحام اقتضت الحكمة الالهية ان يوجب شيء من ذلك عليهم اشلؤا ام ابوا وانما تعين هذا المعنيين احدهما ان الخطأ وان كان ماخوذا به لمعنى التساهل فلا ينبغي ان يبلغ به اقصى المبالغ فكان احق ما يوجب عليهم عن ذي رحمهم ما يكون الواجب فيه التخفيف عليه والثاني ان العرب كانوا يقومون بنصرة صاحبهم بالنفس والمال عند ما يضيق عليه الحال ويرون ذلك صلة واجبة وحقا مؤكدا ويرون تركه عقوقا وقطع رحم فاستوجبت عادتهم تلك ان يعين لهم ذلك ومنها ان جعل دية العمد معجلة في سنة واحدة ودية غيره مؤجلة في ثلاث سنين لما ذكرنا من معنى التخفيف والاصل في الدية انها يجب ان تكون مالا عظيما يغلبهم وينقص من مالهم ويجدون له بالا عندهم ويكون بحيث يؤدونه بعد مقاساة الضيق ليحصل الزجر وهذا القدر يختلف باختلاف الاشخاص وكان اهل الجاهلية قدروها بعشرة من الابل فلما راى عبد المطلب انهم لا ينزجرون بها بلغها الى مائة وابقاها النبي صلى الله عليه وسلم على ذلك لان العرب يومئذ كانوا اهل ابل غير ان النبي صلى الله عليه وسلم عرف ان شرعه لازم للعرب والعجم وسائر الناس وليسوا كلهم اهل ابل فقدر من الذهب الف دينار ومن الفضة اثني عشر الف درهم ومن البقر مائتي بقرة ومن الشاء الفي شاة والسبب في هذا ان مائة رجل اذا وزع عليهم الف دينار

اُس کو تنگ کرنا فروری ہے پھر چونکہ ذوی الارحام پر صلہ رحم واجب ہے اسلیے حکمت الٰہیہ کا مقتضی ہوا کہ اُس میں سے کچھ خواہ مخواہ اُنپر واجب کیا جاے اور دو سبب سے یہ بات متعین ہوئی ایک تو یہ کہ خطا پر اگرچہ تساہل کی وجہ سے مواخذہ کرنا چاہیے مگر انتہا درجہ کا مواخذہ کرنا مناسب ہو پس لوگوں پر اُن کے ذی رحم کیطرف سے جو چیز واجب کی جائے وہ ایسی چیز ہونی چاہیے جس میں اُسپر تخفیف فروری ہے اور دوسری یہ کہ عرب کے لوگ مصیبت کے وقت جان و مال سے اپنے ساتھ کے آدمی کی مدد کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے اور اُس کو ایک صلہ ضروری اور لازمی حق سمجھتے تھے اور اُس کے ترک کو بڑی نافرمانی اور قطع رحم خیال کرتے تھے پس اُن کی اس عادت کا مقتضی ہوا کہ اُن کے لیئے یہ امر مقرر کیا جاے اور ازانجملہ یہ ہے کہ قتل عمد کی دیت سال بھر کے اندر اندر واجب کرنے اور غیر عمد کی تین برس تک مہلت دینے میں ایک قسم کی تخفیف پائی جاتی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور دیت میں اصل یہ ہے کہ اُس میں بہت سارا مال واجب ہونا چاہیے جسکا لوگوں پر بار گذرے اور اُن کے کمی پڑے اور لوگوں کے نزدیک اُسکی قدر ہو اور اسقدر مال ہونا چاہیے کہ جسکو بہت محنت اٹھا کر ادا کر سکیں تاکہ زجر کے معنے اُس میں پائے جاویں اور یہ مقدار اشخاص کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے اور اہل جاہلیت نے دیت میں دس اونٹ مقرر کر رکھے تھے پس عبد المطلب نے جب یہ دیکھا کہ اُس قدر مال ادا کرنے سے لوگ باز نہیں رہتے تو سو اونٹ دیت میں مقرر کر دیئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اُس کو برقرار رکھا اسواسطے کہ ان دنوں عرب میں اونٹوں کی کثرت تھی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اسبات کو معلوم کیا کہ آپ کی شریعت تمام عرب و عجم بلکہ تمام دنیا پر لازم ہے اور تمام ملکوں میں اونٹوں کی کثرت نہیں ہوتی لہذا آپنے سونے سے ہزار دینار اور چاندی سے بارہ ہزار درہم دیت کے لیئے مقرر فرمائے اور گائے بیل سے دو سو اور بکریوں سے دو ہزار دیت لینے مقرر فرمائے اور اُس کا سبب یہ ہے کہ تین برس کے اندر سو مردوں پر اگر ہزار دینار تقسیم کیے جاویں

فی ثلاث سنین اصاب کل واحد منہم فی سنۃ ثلاثۃ دنانیر وشیٔ ومن الدراہم ثلاثون درہم وشیٔ وھذا الشیٔ لا یجدون لاقل منہ بالا والقبائل تتفاوت فیما بینہا یکون منہا الکبیرۃ ومنہا الصغیرۃ وضبط الصغیرۃ بخمسین فانہم ادنیٰ ماتتقری بہم القریۃ ولذلک جعل القسامۃ خمسین یمینا متوزعۃ علی خمسین رجلا والکبیرۃ ضعف خمسین فجعلت الدیۃ مائۃ لیصیب کل واحد بعیرا او بعیران او بعیر وشیٔ فی اکثر القبائل عند استواء حالہم والاحادیث التی تدل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رخصت الابل خفض من الدیۃ واذا غلت رفع منہا فمعناہا عندی انہ کان یقضی بذلک علی اھل الابل خاصۃ وانت ان تفتشت عامۃ البلاد وجدتہم ینقسمون الی اھل تجارات واموال وھم اھل الحضر واھل رعی وھم اھل البدو ولا یجاوزھم حال الاکثرین قال اللہ تعالیٰ وَمَن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبۃ مؤمنۃ الآیۃ اقول انما وجب فی الکفارۃ تحریر رقبۃ مؤمنۃ واطعام ستین مسکینا لیکون طاعۃ مکفرۃ لہ فیما بینہ وبین اللہ فان الدیۃ مزجرۃ تورث فیہ الندم بحسب تضییق الناس علیہ والکفارۃ فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرئ مسلم یشہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینہ التارک للجماعۃ اقول الاصل المجمع علیہ فی جمیع الادیان

تو ایک سال میں کافی آدمی تین دینار سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں اور دراہم سے کچھ اوپر تیس درہم ہوتے ہیں اور یہ اتنی مقدار ہے کہ اس سے کم کے ادا کرنے میں لوگوں کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی اور قبائل متفاوت ہوتے ہیں کوئی بڑا کوئی چھوٹا جس چھوٹے کا اندازہ پچاس آدمیوں سے کیا گیا ہے اسلیے کہ کم از کم اتنے آدمیوں سے قریہ آباد ہوتا ہے اسلیے کہ قسامت میں پچاس قسمیں مقرر ہوئیں جو پچاس شخصوں پر منقسم ہوتی ہیں اور بڑے قبیلہ کا اندازہ پچاس سے دوچند کیا گیا اسلیے دیت میں سو اونٹ مقرر کیے گئے تاکہ ہر شخص ایک اونٹ یا دو اونٹ یا ایک سے کچھ زیادہ اکثر قبائل میں اگر وہ مستوی الحال ہوں ادا کریں اور جن احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب اونٹوں کی ارزانی ہوتی تھی تو دیت میں کمی فرماتے تھے اور اگر انکی گرانی ہوتی تھی تو آپ بڑھا دیا کرتے تھے میرے نزدیک اُسکے معنی یہ ہیں کہ آپ کا یہ اشارہ انہیں لوگوں کے ساتھ خاص تھا جہاں اونٹوں کی پیداواری ہوتی تھی اور اگر تم اکثر شہروں کی تفتیش کروگے تو لوگوں کی یہ قسمیں نکلیں گی ایک اہل تجارت واموال اور یہ لوگ شہری ہوتے ہیں اور ایک اہل مویشی اور وہ دیہاتی ہوتے ہیں اور اکثر لوگوں کا حال اُس سے خالی نہیں ہوتا۔ اللہ پاک فرماتا ہے ومن قتل مومنا خطاءً الخ جو مومن کو قتل کر ڈالے تو اُسکو ایک بردہ مومن آزاد کرنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کفارہ میں مسلمان بردہ کا آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا اسلیے واجب ہوا تاکہ فیما بینہ وبین اللہ قربت کا سبب ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص مسلمان ہے اور اسبات کی گواہی دیتا ہے کہ بجز خدا تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور میں اُس کا رسول ہوں تو اُس شخص کا خون کرنا حلال نہیں ہوتا مگر تین باتوں میں سے ایک بات کے ساتھ جان کے بدلے جان اور بیوی والا زنا کار اور تارک دین وجماعت کا میں کہتا ہوں تمام ادیان میں

انه انما يجوز القتل لمصلحة كلية لا تتأتى بدونه ويكون تركها اشد فسادا منه وهو قوله تعالى
والفتنة اشد من القتل وعند ما تصدى النبي صلى الله عليه وسلم للتشريع وضرب الحدود
وجب ان يضبط المصلحة الكلية المسوغة للقتل ولو لم يضبط وترك سدى لقتل
منهم قاتل من ليس قتله من المصلحة الكلية ظنا انه منها فضبط بثلاث القصاص
فانه زجرة وفيه مصالح كثيرة قد اشار الله تعالى اليها بقوله ولكم في القصاص حياة
يا اولى الالباب والثيب الزاني لان الزنا من اكبر الكبائر في جميع الاديان وهو من جملة
ما تقتضيه الجبلة الانسانية فان الانسان عند سلامة مزاجه يخلق على الغيرة ان يزاحمه احد
على موطوئته كسائر البهائم الا ان الانسان استوجب ان يعلم ما به اصلاح النظام فيما بينهم
فوجب عليهم ذلك والمرتد اجترأ على الله ودينه وناقض المصلحة المرعية في نصب الدين
وبعث الرسل واما ما سوى هؤلاء الثلاث مما ذهبت اليه الامة مثل الصائل ومثل المحارب
من غير ان يقتل احدا عند من يقول بالتخيير بين اجزية المحارب فيمكن ارجاعه الى احد
هذه الاصول واعلم انه كان اهل الجاهلية يحكمون بالقسامة وكان اول من قضى
بها ابو طالب كما بين ذلك ابن عباس رضي الله عنهما وكان فيها مصلحة عظيمة فان القتل
ربما يكون في المواضع الخفية والليالي المظلمة حيث لا تكون البينة فلو جعل مثل هذا

یہ قاعدہ متفق علیہ ہے کہ قتل اسی مصلحت کلیہ کے سبب سے درست ہوتا ہے جو بغیر قتل کے حاصل نہیں ہوتی اور اس مصلحت
کا ترک قتل سے بھی زیادہ خرابی کا سبب ہوتا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الفتنۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بڑھکر
ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب احکام مقرر فرمائے اور حدود کی تعیین کی تو ضروری ہوا کہ اُس مصلحت کلیہ کا
جو قتل کو جائز کر دیتی ہے انضباط کیا جائے اور اگر اُس کا انضباط نہ کیا جاتا اور مہمل چھوڑ دیئے جاتے تو قتل کرنیوالا ایسے
شخص کو مصلحت کلیہ سمجھکر قتل کر سکتا تھا کہ جسکے قتل میں مصلحت کلیہ نہ ہوتی پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں
سے اُسکا انضباط فرمایا۔ ایک تو قصاص کہ وہ زجر کا سبب ہوتا ہے اور اس میں بہت اسباب ہیں اللہ پاک نے بھی انکی طرف
اِس آیت میں اشارہ فرمایا ہے ولکم فی القصاص الخ اور تمہارے لیئے اے عقلمندوں قصاص کے اندر زندگی ہے اور وہ
شخص جو بیوی والا ہو کر زنا کرے اسلیئے کہ زنا تمام ادیان میں اکبر الکبائر سے ہے اور یہی جبلت انسانی کا اصل مقتضی ہے
کیونکہ انسان بشرطیکہ اس کا مزاج سالم ہو اُسکی خلقت میں اسبات سے غیرت داخل ہوتی ہے کہ کوئی شخص اُسکی موطوئہ
پر مداخلت کرے جیسے اور بہایم میں ہوتا ہے مگر انسان کے لیئے یہ بات ضروری تھی کہ جس سے باہمی انتظام قائم ہو سکے وہ
بات اُسکو معلوم ہو لہذا اُنپر یہ بات واجب کی گئی تیسرے مرتد کہ اُس نے خدا تعالے اور اُسکے دین پر جرأت کی اور دین کے
قائم کرنے اور رسولوں کے بھیجنے کی جو مصلحت ملحوظ تھی اس شخص نے اُسکی مخالفت کی اور ان تین کے ماسوا جسکی امت قائل
ہے اور محاربہ کرنیوالا بلا اسبات کے کہ کسی کو قتل کرے جو شخص محارب کی سزا میں تخییر کا قائل ہے تو اسکا رجوع ان اصول
میں سے کسی کی طرف ممکن ہے اور معلوم کرو کہ اہل جاہلیت بھی قسامت کا حکم کرتے تھے اور اول جس نے قسامت کا حکم دیا
ہے وہ ابو طالب ہیں چنانچہ ابن عباس نے بیان کیا ہے اسلیئے کہ قتل بسا اوقات ایسے پوشیدہ مقامات اور تاریک شبوں
میں ہوتا ہے کہ جہاں اُسپر بینہ نہیں قائم ہو سکتی پھر اگر اس قسم کے قتل کی کچھ باز پرس نہ کی جائے تو

[illegible]

القتل هكذا لاجترأ الناس عليه ولعم الفساد ولو اخذ بدعوى اولياء المقتول بلا حجة لادعى ناس على كل من يعادونه فوجب ان يؤخذ بايمان جماعة عظيمة تتقرى بها قرينة وهم خمسون رجلا فقضى بها النبي صلى الله عليه وسلم واثبتها واختلف الفقهاء في العلة التي تدور عليها القسامة فقيل وجود قتيل به اثر جراحة من ضرب او خنق في موضع هو في حفظ قوم كمحلة ومسجد ودار وهذا ماخوذ من قصة عبد الله بن سهل وجد قتيلا بخيبر يتشحط في دمه وقيل وجود قتيل وقيام لوث على احد انه القاتل باخبار المقتول او شهادة دون النصاب ونحوه وهذا ماخوذ من قصة القسامة التي قضى بها ابو طالب **قال** صلى الله عليه وسلم دية الكافر نصف دية المسلم **اقول** السبب في ذلك ما ذكرنا قبل انه يجب ان ينوه بالملة الاسلامية وان يفضل المسلم على الكافر ولان قتل الكافر اقل افسادا بين المسلمين واقل معصية فانه كافر مباح الاصل يندفع بقتله شعبة من الكفر وهو مع ذلك ذنب وخطيئة وافساد في الارض فناسب ان تخفف ديته وقضى صلى الله عليه وسلم في الاملاص[1] بغرة عبد او امة **اعلم** ان الجنين فيه وجهان كونه نفسا من النفوس البشرية ومقتضاه ان يقع في عوضه النفس وكونه طرفا وعضوا من امه لا يستقل بنفسه ومقتضاه ان يجعل بمنزلة سائر الجروح في الحكم بالمال فروعي الوجهان فجعل ديته مالا هو ادمي

تو لوگوں کو اُسپر جرات ہو اور فساد زیادہ ہو اور اگر بلا دلیل مقتول کے وارثوں کا دعویٰ مسموع ہو تو لوگ تمام اپنے دشمنوں کا نام لے دیا کریں۔ لہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا حکم کرکے ثابت و برقرار رکھا۔ اب فقہا میں اس علت کے اندر اختلاف ہوا جسپر قسامت کا مدار ہے۔ بعض کے نزدیک اُسکی علت ایک مقتول کا جسمیں زخم یعنے چوٹ یا گلا گھونٹنے کا اثر موجود ہو کسی ایسے مقام میں پایا جانا جو ایک قوم کی حفاظت میں ہے جیسے محلہ اور مسجد اور مکان اور یہ علت عبداللہ بن سہل کے قصہ سے ماخوذ ہے کہ انھوں نے ایک مقتول کو خیبر میں خون کے اندر تڑپتا ہوا دیکھا اور بعض کے نزدیک اُسکی علت ایک مقتول کا پایا جانا اور کسی پر قتل کے شبہہ کا قائم ہونا خواہ مقتول کے بیان کرنے سے یا نصاب کم کسی کی گواہی دینے سے وعلی ہذا القیاس اور یہ اس قسامت کے قصہ سے ماخوذ ہے جس کا ابوطالب نے حکم دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دیۃ الکافر نصف دیۃ المسلم۔ کہ کافر کا خونبہا مسلمان کے خونبہا سے نصف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا سبب وہی ہے جو ہم بیان کرچکے کہ ملت اسلامیہ کی عظمت اور مسلمان کو کافر پر فضیلت دینا ضروری ہے اور نیز کافر کے قتل کرنے سے مسلمانوں کے اندر چندان فساد نہیں پڑتا اور کافر کے قتل کرنے کا گناہ بھی کم ہے اسلیئے کہ وہ کافر اور مباح الاصل ہے اور اُس کے قتل کرنے سے کفر کا شعبہ دور ہوتا ہے مگر باایں ہمہ اُس کا قتل کرنا گناہ اور خطا اور ملک میں فساد پھیلانے سے خالی نہیں لہذا مناسب ہوا کہ اُس کی دیت میں تخفیف کی جائے اور اگر کوئی شخص کسی عورت کا حمل گرا دے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بردہ غلام یا باندی کے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے معلوم کرو کہ جنین کے اندر دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک یہ کہ نفوس بشریہ میں سے ایک نفس ہے اور اُس کا مقتضیٰ ہے کہ اُسکے بدلے میں بھی ایک نفس واجب ہو اور ایک یہ کہ وہ اپنی ماں کا ایک ٹکڑا اور ایک عضو ہے جو بغیر ماں کے قائم نہیں رہ سکتا اور اُس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مال کا حکم دینے میں اُس کا حال اور زخموں کا سا ہو پس دونوں باتوں کا لحاظ کرکے اُس کی دیت ایک مال جو آدمی ہے گردانی گئی۔

[1] الاملاص ان تزلق الجنين عن بطن المرأة قبل وقته ١٢

وذلك غاية العدل ؛ وأما التعدی علی طرف الانسان فحکمه مبنی علی اصول : أحدها ان ما کان منها عمدا ففیه القصاص الا ان یکون القصاص فیه مفضیا الی الهلاك فذلك مانع من القصاص وفيه قوله تعالى النفس بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فالعين بمرآة محماة والسن بالمبرد ولا تقلع لان فی القلع خوف زیادة الاذی وفی الجروح اذا کان کالموضحة القصاص یقبض علی السکین بقدر عمق الموضحة فان کسر العظم فلا قصاص لانه یخاف منه الهلاك وجاء عن بعض التابعین لطمة بلطمة وقرصة بقرصة والثانی ان ما کان ازالة لقوة نافعة فی الانسان کالبطش والمشی والبصر والسمع والعقل والباءة ویکون بحیث یصیر الانسان به کلا علی الناس ولا یقدر علی الاستقلال بأمر معیشته ویلحق به عار فیما بین الناس ویکون مثلة یتغیر بها خلق الله ویبقی اثرها فی بدنه طول الدهر فانه یجب فیها الدیة کاملة وذلك لانه ظلم عظیم وتغییر لخلقه ومثلة به والحاق عار به وکان الناس لا یقومون بنصرة المظلوم بامثال ذلك کما یقومون فی باب القتل ویحتقره الظالم والحاکم وعصبة المظلوم فاستوجب ذلك ان یؤکد الامر فیه ویبلغ مزجره اقصی المبالغ

اور یہ نہایت انصاف ہے اور انسان کے اعضاء پر تعدی کرنے کا حکم کئی اصول پر مبنی ہے۔ ایک تو یہ کہ اُس میں سے جو عمداً ہو تو اُسمیں برابر بدلہ لیا جاوے مگر جس صورت میں برابر بدلہ لینے سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو اُس میں برابر بدلہ لینے سے مانع ہوگا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے النفس بالنفس والعین بالعین الخ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور ناک کے بدلے ناک اور دانت کے بدلے دانت اور زخم برابر ہیں پس آنکھ کے بدلے میں آنکھ گرم آئینہ سے زائل کرنی چاہیئے اور دانت کے بدلے دانت ریتی سے تراشنا چاہیئے اور اکھاڑنا نہیں چاہیئے اسلیئے کہ اکھاڑنے میں زیادہ تکلیف کا اندیشہ ہے اور زخم اگر اسقدر ہو کہ جس سے ہڈی نظر آنے لگے تو بقدر اُسکی گہرائی کے چھری سے ناپ کر اسی جگہ سے زخم کریں اور اگر ہڈی ٹوٹ جائے تو اُس کا بدلہ نہیں ہے اسلیئے کہ اُسکے عوض لینے میں ہلاکت کا خوف ہے اور بعض تابعین سے طمانچہ کے بدلے میں طمانچہ اور چٹکی کے بدلے چٹکی لینا مروی ہے اور دوسرے یہ کہ جس چیز میں انسان کے کسی نفع پہونچانیوالی قوت کا ازالہ ہو جیسے پکڑنا اور چلنا اور دیکھنا اور سننا اور سمجھنا اور جماع کرنا اور جس کے سبب سے انسان لوگوں کے اوپر بار ہو جائے اور اپنی معاش بلا دوسرے کی استعانت کے حاصل نہ کر سکے اور لوگوں میں اُسکے سبب سے عار لاحق ہو اور اُس کا ازالہ مثلہ کرنا ہو جس سے خلق الٰہی کی تغییر لازم آتی ہے اور مدت العمر تک اُس کا اثر جسم میں باقی رہے تو اُس میں پوری دیت واجب ہوتی ہے اسلیئے کہ اُس میں ظلم عظیم اور خلق اللہ کی تغییر مثلہ کرنا اور عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے اور چونکہ لوگ اس قسم کے مظلوم کی مدد کے لیئے ایسے نہیں ہوتے جیسے قتل کے بارے میں اُس کی مدد کرتے ہیں اور خود وہ ظالم اور نیز حکام اور ظالم اور مظلوم کا گروہ ان باتوں کو کوئی بڑا امر نہیں سمجھتے لہذا ضروری ہوا کہ شارع اُس میں تاکید کرے اور اور انتہا درجہ اُس میں زجر کرے۔

لے ای یؤخذ القصاص فیهما ۱۲ ؎ ای سوهان ۱۲ ؎ القرص اخذك لحم انسان باصبعيك حتی تؤلمه ۱۲ ؎ قطع الانف او الاذن او الاطراف ۱۲

والاصل فیه قوله صلی اللہ علیه وسلم فی کتابه الی اهل الیمن فی الانف اذا اوعب جدعه الدیة وفی الاسنان الدیة وفی الشفتین الدیة وفی البیضتین الدیة وفی الذکر الدیة وفی الصلب الدیة وفی العینین الدیة وقال علیه السلام فی العقل الدیة ؛ ثم ماکان اتلافا لنصف هذه المنفعة ففیه نصف الدیة فی الرجل الواحدة نصف الدیة وفی الید الواحدة نصف الدیة وماکان اتلافا لعشرها کاصبع من اصابع الیدین والرجلین ففیه عشر الدیة وفی کل سن نصف عشر الدیة وذلک لان الاسنان تکون ثمانیة وعشرین وستة وعشرین والکسر الذی یکون بازاء نسبة الواحد الی ذلک العدد خفی محتاج الی التعمق فی الحساب فاخذنا العشرین واوجبنا نصف عشر الدیة والثالث ان الجروح التی لا تکون ابطالا لقوة مستقلة ولا لنصفها ولا تکون مثله وانما هی تبرأ وتندمل لا ینبغی ان تجعل بمنزلة النفس ولا بمنزلة الید والرجل فیحکم بنصف الدیة ولا ینبغی ان یهدر ولا یجعل بازائه شیء فاقلها الموضحة اذ ماکان دونها یقال له خدش وخمش لا جرح والموضحة مایوضح العظم ففیه نصف العشر لان نصف العشر اقل حصة یعرف من غیر امعان فی الحساب وانما یبنی الامر فی الشرائع علی السهام المعلوم مقدارها عند الحاسب وغیره والمنقلة فیها خمسة

اور اصل اُس میں یہ حدیث ہے کہ جب حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو نامہ روانہ فرمایا تو اُس میں یہ بھی لکھا تھا فی الانف اذا اوعب۔ جب جڑ سے کاٹ لی جائے تو اُس میں دیت ہے اور دانتوں ولبوں وخصیتیں وذکر وپشت وچشموں میں دیت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی العقل الدیۃ۔ کہ عقل میں دیت ہے پھر جسمیں اس منفعت میں سے نصف منفعت کا تلف کرنا ہو تو اُس میں نصف دیت ہے پھر ایک پیر میں نصف دیت اور ایسے ہی ایک ہاتھ میں نصف دیت ہے اور جسمیں اس منفعت کے دسویں حصہ کا تلف ہونا پایا جائے مثلاً ہاتھ یا پیر کی انگلیوں میں ایک انگلی کا کاٹ ڈالنا ہو تو اُس میں دسواں حصہ ہے اور ہر دانت میں بیسواں حصہ ہے اسلیئے کہ دانت اٹھائیس یا چھبیس ہوتے ہیں اور کسر کا اس عدد کے اعتبار سے ایک کے مقابل نکالنا پوشیدہ امر ہے جسمیں حساب کے اندر تعمق کی ضرورت ہے لہذا ہم نے بیس کا عدد مقرر کر لیا اور دیت کا بیسواں حصہ بدلے ہر دانت کے مقرر کر دیا اور تیسرے یہ کہ جن زخموں میں نہ کسی پوری قوت کا باطل کرنا ہو اور نہ نصف کا اور نہ اسمیں مثلہ ہو بلکہ وہ صرف زخم ہو جو چند روز میں بھر سکتا ہے تو اُس زخم کا بمنزلہ جان یا بمنزلہ ہاتھ پیر کے گردان کر نصف دیت کا واجب کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ اُس سے کوئی چیز نہ واجب کیجائے پس زخم کا مرتبہ کم از کم موضحہ ہو اسلیئے کہ جو اُس سے کم ہے اُسکو خراش وغیرہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں زخم نہیں کہتے اور موضحہ اُس زخم کو کہتے ہیں جسمیں ہڈی نظر آنے لگے اور اُسمیں دیت بیسواں حصہ ہے اسلیئے کہ بیسواں حصہ اُن حصوں میں سے کمتر وہ حصہ ہے جو بلاغور کیئے حساب میں معلوم ہو جاتا ہے اور شرائع کا مبنی اُن حصص پر ہے جنکی مقدار محاسب وغیر محاسب جانتے ہیں اور جس زخم میں ہڈی ٹوٹ جائے اور اپنی جگہ سے جدا ہو جائے تو اُسمیں پندرہ

لہ اتم واستوفی قطعہ والبیضتان الخصیتان ۱۲ کہ ای یبطل ۱۲ کہ خدش الجلد وخمشہ قشرہ وقشوہ بعود ونحوہ وقولہ الموضحۃ وھی الجراحۃ التی ترفع اللحم عن العظم وتوضح العظم ۱۲ کہ المنقلۃ الشجۃ التی تکسر العظم وتنقلہ من محلہ والجائفۃ الجرح الذی یصل الی الجوف من الرأس والبطن والآمۃ الشجۃ التی تصل الی ام الدماغ وھی جلدۃ فوق الدماغ ۱۲

عشر بعير لانها ايضاح وكسر ونقل فصارت بمنزلة ثلاثة ايضاحات والجائفة والآمة اعظم الجراحات فمن حقهما ان يجعل فى كل واحدة منهما ثلث الدية لان الثلث يقدر بهما دون النصف قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه وهذه سواء يعنى الخنصر والابهام وقال الثنية والضرس سواء اقول والسبب ان المنافع الخاصة بكل عضو عضو لما صعب ضبطها وجب ان يدار الحكم على الاسامى والنوع واعلم ان من القتل والجرح ما يكون هدرا وذلك لاحد وجهين اما ان يكون دفعا لشر المجروح والاصل فيه قوله صلى الله عليه وآله وسلم فى جواب من قال يا رسول الله ارايت ان جاء رجل يريد اخذ مالى قال ولا تعطه مالك قال ارايت ان قاتلنى قال قاتله قال ارايت ان قتلنى قال فانت شهيد قال ارايت ان قتلته قال هو فى النار وعض انسان انسانا فانتزع المعضوض يده من فيه فاندر ثنيته فاهدرها صلى الله عليه وآله وسلم فالحاصل ان الصائل على نفس الانسان او طرفه او ماله يجوز دفعه بما امكن فان انجر الامر الى القتل لا اثم فيه فان الانفس السبعية كثيرا ما يتغلبون فى الارض فلو لم يدفعوا الضاق الحال وقال صلى الله عليه وسلم لو اطلع فى بيتك احد ولم تأذن له فحذفته بحصاة ففقأت عينه ما كان عليك من جناح

اس میں پندرہ اونٹ آتے ہیں کیونکہ ایک تو اس میں ہڈی تک زخم پہنچ گیا۔ دوسرے ہڈی ٹوٹ گئی تیسرے وہ ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ پس وہ زخم بمنزلہ تین موضحہ زخموں کے ہے اور جائفہ اور آمّہ یعنے وہ زخم جو سر یا پیٹ کے اندر تک پہنچ جائے اور وہ زخم جو یا فوخ تک ہو۔ یہ دونوں بہت بڑے زخم ہیں پس انہیں سے ہر ایک میں تہائی دیت واجب ہونی چاہیے اسلیئے کہ نصف سے کم کا اندازہ ثلث سے ہو سکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہذہ وہذہ سواء ہے یہ اور یہ یعنے خنصر و نر انگشت برابر ہیں اور فرمایا ہے الثنیۃ والضرس سواء یعنے اگلا دانت اور داڑھ برابر ہیں۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ ہر عضو کے ساتھ جو منافع مقصود ہیں انکا انضباط دشوار ہے لہذا نام اور نوع پر حکم کا مدار کرنا ضروری ہوا معلوم کرو کہ بعض دفع قتل اور زخم ہدر ہوتا ہے یعنے وہ ضائع ہوتا ہے اسکا بدلہ کچھ نہیں کیا جاتا اور اسکی دو صورتیں ہیں یا تو وہ قتل و زخم کسی شر کے دفع کرنے سو موجو نقصان کو لاحق ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ علیہ آلہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص میرا مال چھیننے کے قصد سے آئے تو آپ اسمیں کیا فرماتے ہیں آپنے فرمایا تو اس کو اپنا مال مت دے اس نے عرض کیا اور جو وہ مجھ سے مقابلہ کرنے لگے تو آپ کیا فرماتے ہیں اپنے فرمایا تو اس سے مقابلہ کر پھر اس نے عرض کیا اگر وہ مجھے قتل کر ڈالے انہوں فرمایا کہ تو شہید ہے اس نے عرض کیا کہ اگر میں اس کو قتل کر ڈالوں تو آپ کیا فرماتے ہیں آپنے فرمایا تو وہ دوزخ میں جائیگا اور ایک آدمی نے ایک آدمی کو کاٹا اور جسکے کاٹا تھا اس نے کاٹنے والے کے منہ میں سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اُس کا دانت بھی اُسکے ساتھ کھینچ لیا تو آپ نے اس دانت کا قصاص نہ دلوایا۔ الحاصل اگر کوئی شخص کسی کی جان یا اس کے عضو یا مال پر حملہ کرے تو جس طرح سے ممکن ہو اس کا دفع کرنا درست ہے حتی کہ اگر قتل کی بھی نوبت پہنچے تو کچھ گناہ نہیں اسلیئے کہ درندہ صفت لوگ اکثر ملک میں غلب کرتے ہیں پھر اگر ان کی مدافعت نہ کیجائے تو لوگوں کی حالت بہت تنگ ہو اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تو مطلع اگر کوئی تیرے گھر میں کوئی جھانکے اور تو نے اسکو اجازت نہ دی اور تو اسکیطرف کنکر پھینکے اسکی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں

[1] الثنية واحدة الثنايا وهى الاسنان المتقدمة وعلى اطرافها الرباعية وبعدها الانياب وبعدها الاضراس ١٢ [2] اى غير مطلوب القصاص وقوله هو فى النار اى ولا شئ عليك واندر اخرج والحذف الرمى والفقؤ القلع والجناح الاثم والبهيمة ١٢

واما ان یکون بسبب لیس فیہ تعد لاحد وانما ھو بمنزلۃ الآفات السماویۃ والاصل فیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار **اقول** وذلک لان البھائم تسرح للمرعی فاذا اصابت احداً لم یکن ذلک من صنع مالکھا وکذلک اذا وقع فی البئر وانطبق علیہ المعدن ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجل علیھم ان یحتاطوا لئلا یصاب احد منھم بخطأ فان من القرف[1] التلف ومنہ نھیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخذف قال انہ لا یصاد بہ صید ولا ینکأ بہ عدو ولکنہ قد یکسر السن ویفقأ العین **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم اذا مر احدکم فی مسجدنا او فی سوقنا ومعہ نبل فلیمسک علی نصالھا ان یصیب[2] احداً من المسلمین منھا شیء **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم لا یشیر احدکم الی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل الشیطان ینزع من یدہ فیقع فی حفرۃ من النار **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علینا السلاح فلیس منا ونھی علیہ السلام ان یتعاطی السیف مسلولاً ونھی ان یقد[3] السیر بین اصبعین ∴ **واما** التعدی علی اموال الناس فاقسام غصب واتلاف وسرقۃ ونھب اما السرقۃ والنھب فستعرفھما واما الغصب فانما ھو تسلط علی مال الغیر معتمداً علی شبھۃ واھیۃ لا یثبتھا الشرع او اعتماداً

نہیں ہے اور ایک صورت قصاص نہ لینے کی یہ ہے کہ وہ قتل یا زخم ایسے سبب سے ہو جس میں کسی طرف سے تعدی نہیں پائی جاتی بلکہ وہ بمنزلہ آفت سماوی کے ہو اور اُس کی دلیل یہ حدیث ہے العجماء جبار والمعدن جبار والبیر جبار یعنی چوپایہ ہدر ہے اور معدن ہدر ہے اور کنواں ہدر ہے۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ بہائم چرنے کے لیے چھوڑ دیئے جاتے ہیں اگر کسی کو زخمی کر دیں تو وہ انکے مالک کا فعل نہ سمجھا جائیگا اسیطرح اگر کوئی شخص کنوئیں میں گر پڑے یا کان کے نیچے دبجائے تو وہ بھی اُسکے مالک کا فعل نہیں ہے پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنپر احتیاط کرنا لازم کر دیا تاکہ کسی کو اُنہیں سے خطا سے ضرر نہ لاحق ہو کر مرض کے قریب ہونے سے جان کے تلف ہونے کا خطرہ ہے اور اسی لیئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اینٹ پتھر پھینکنے سے نہی فرمائی اور فرمایا ہے لایصاد بہ صید الخ اُس سے شکار نہ کیا جاوے اور اُس سے کسی دشمن کو زخمی کیا جائے لیکن اُس سے دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا مر احدکم فی مسجدنا الخ تم میں سے جس کسی کا ہماری مسجد یا بازار میں گذر ہو اور اُس کے پاس تیر ہو تو اُسکو پر کی طرف سے تھامے رہے تاکہ مسلمانوں میں سے کسیکو اُس سے ضرر نہ پہنچے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایشیر احدکم الخ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کیطرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اسلیئے کہ اُس کو معلوم نہیں کہ شاید شیطان اُس کے ہاتھ سے چھین لے پھر وہ شخص آگ کے گڑھے میں جا پڑے اور آپ نے فرمایا ہے من حمل علینا السلاح فلیس منا۔ جو کوئی ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور فرمایا ہے کہ ننگی تلوار رکھی جائے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ دو انگلیوں سے تسمہ کو کتر کر تراشے اور لوگوں کے مال پر تعدی کرنے کی چند قسمیں ہیں غصب کرنا اور ہلاک کرنا اور چرانا اور لوٹنا چوری اور لوٹ کا حال تو تمکو عنقریب معلوم ہوگا اور غصب کے معنی غیر کے مال پر ایک واہی شبہہ پر بھروسہ کر کے جس کو شرع ثابت نہیں کرتی یا اس بھروسہ پر کہ۔

---

[1] القرف محرکۃ قرب المرض وفی الحدیث ان قوما شکوا الیہ علیہ السلام وباء بارضھم فقال تحولوا فان من القرف التلف قولہ نکأ یجرح ۱۲ [2] قولہ ان یصیب ای مخافۃ وکراھۃ ان یصیب وینزع یجذب ۱۲ [3] ای یشق ویقطع لئلا یجرح الحدید ان خطا

على ان لا يظهر على الحكام جلية الحال ونحو ذلك فكان حريا ان يعد من المعاملات ولا يبتنى
عليه الحدود ولذلك كان غصب الف درهم لا يوجب القطع وسرقة ثلاثة دراهم توجبه
واما الاتلاف فيكون عمدا وشبه عمد وخطأ لكن الاموال لما كانت دون الانفس لم يجعل
لكل واحد منها حكما وكفى الضمان عن جميعها زجرا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اخذ شبرا
من الارض ظلما طوقه يوم القيمة من سبع ارضين **اقول** قد علمت مرارا ان الفعل الذى
يناقض المصلحة المدنية ويحصل به الايذاء والتعدى يستوجب لعن الملأ الاعلى ويتصور العذاب
بصورة العمل او مجاوره **وقال** صلى الله عليه وسلم على اليد ما اخذت **اقول** هذا هو الاصل
فى باب الغصب والعارية يجب رد عينه فان تعذر فرد مثله ودفع عليه السلام صحفة
كسرت وامسك المكسورة **اقول** هذا هو الاصل فى باب الاتلاف والظاهر من السنة
انه يجوز ان يغرم فى المتقومات بما يحكم به العامة والخاصة انه مثلها كالصحفة و
قضى عثمان رضى الله عنه بمحضر من الصحابة رضى الله عنهم فى المغرور[1] بمثل اولاده قال صلى الله عليه وسلم
من وجد عين ماله عند رجل فهو احق به ويتبع البيع من باعه **اقول** السبب

حکام کو حقیقت حال ظاہر نہ ہوگی یا اسیطرح کسی اور طور پر تسلط کرنا پس غصب اس قابل ہے کہ اسکو معاملات میں شمار کیا جائے
اور حدود اُسپر مبنی نہ کیجائیں اسی لیے ہزار درہم کے غصب کرنے سے تو ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہوتا اور تین درہم کی
چوری سے واجب ہو جاتا ہے اور مال کے تلف کرنے کی تین صورتیں ہیں عمداً اور خطأً اور مشابہ بالعمد مگر چونکہ اموال
کا درجہ جان سے کم ہے اسلیئے ہر مال کا جداگانہ حکم نہیں مقرر کیا گیا اور تاوان سب مالوں کا بدلہ زجر کے لیئے کافی ہو گیا
اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اخذ شبرا الخ جو شخص ظلم سے بقدر ایک بالشت کے زمین لے گا
قیامت کے دن ساتوں زمین طوق بنکے اسکی گردن میں ڈالی جائینگی۔ میں کہتا ہوں چند مرتبہ تم کو یہ بات معلوم ہو چکی کہ جس
فعل میں مصلحت مدنیہ کی مخالفت اور ایذا و تعدی پائی جائے وہ فعل ملاء اعلیٰ کی لعنت کا مستوجب ہوتا ہے اور عذاب
عمل کی صورت یا اُس کے قریب قریب صورت میں متمثل ہوتا ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
على اليد ما اخذت۔ ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اُس نے لی۔ میں کہتا ہوں غصب اور عاریت کے باب میں یہ
حدیث اصل ہے پس بعینہ اُس چیز کا واپس کرنا واجب ہے اگر بعینہ اُس کا واپس کرنا متعذر ہو تو اُسکے مثل کا دینا
واجب ہوتا ہے اور کسی شخص کی ایک رکابی ٹوٹ گئی تو آپ نے اُس کے بدلے ایک رکابی دے دی اور ٹوٹی ہوئی
کو رہنے دیا۔ میں کہتا ہوں اتلاف کے باب میں یہ حدیث اصل ہے اور ظاہر سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ منقولات
میں تاوان لینا جسکو عام و خاص کہہ دیں کہ اُس کے مثل ہے درست ہے جیسے رکابی کے بدلے رکابی اور حضرت
عثمان رضہ نے صحابہ رضہ کے سامنے مغرور پر اسبات کا حکم دیا کہ اپنی اولاد کے مثل فدیہ دے۔ (اور مغرور وہ شخص ہے
جسکو کوئی عورت یہ دھوکہ دے کر میں حرہ ہوں اُس سے نکاح کرلے اور فی الحقیقت کسی کی باندی ہو) اور رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من وجد عين ماله عند رجل الخ جو شخص بعینہ اپنا مال کسی کے پاس پائے تو وہ اس
کا حقدار ہے اور خریدنے والا اُس شخص کا پیچھا کرے جس نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں
اس حکم کا سبب۔

[1] ای الذی غرته امرأة بنفسها ذکرت انها حرة فولدت له اولادا فادعی مالکها الجاریة واولادها وقوله ویتبع البیع ای المشتری الخبیثة الحرام

المقتضی لهذا الحکم انه اذا وقعت هذه الصورة فیحتمل ان یکون فی کل جانب الضرر والجور فاذا وجد متاعه عند رجل فان کانت السنة ان یهمله حتی یجد بائعه ففیه ضرر عظیم لصاحب المتاع فان الغاصب او السارق اذا اعثر علی خیانته ربما یحتج بانه اشتری من انسان یذب بذلك عن نفسه وربما یکون السارق والغاصب وکل بعض الناس بالبیع لئلا یؤاخذ هو ولا البائع وفی ذلك فتح باب ضیاع حقوق الناس وربما لا یجد البائع الا عند غیبة هذا المشتری فیؤاخذه فلا یجد عنده شیئا فیسکت علی خیبة وان کان السنة ان یقبضه فی الحال ففیه ضرر للمشتری لانه ربما یبتاع من السوق لا یدری من البائع واین محله ثم یستحق ماله ولا یجد البائع فیسکت علی خیبة وربما یکون له حاجة الی المتاع ویکون فی قبض المستحق ایاه حوالته علی البائع فوت حاجته فلما دار الامر بین ضررین ولم یکن بد من وجود احدهما وجب ان یرجع الی الامر الظاهر الذی تقبله افهام الناس من غیر ریبة وهو هنا ان الحق تعلق بهذه العین والعین تحبس فی العین المتعلق به اذا قامت البینة وارتفع الاشکال وعلی هذا القیاس ینبغی ان تغیر القضایا وقضی صلی الله علیه وسلم ان علی اهل الحوائط حفظها بالنهار وان ما افسدت المواشی فهو ضامن علی اهلها

اور مقتضی یہ ہے کہ جب یہ صورت واقع ہو تو ہر جانب میں ضرر اور ظلم کا اعتبار ہے پس جب کوئی شخص اپنا مال کسی کے پاس دیکھے ایسے وقت میں اگر یہ قاعدہ مقرر کیا جاتا کہ جبتک اسکا بائع نہ ملے اُس وقت تک یہ شخص اُس کے مال کو نہ لینگے تو اصل مالک کا اس میں ضرر عظیم تھا اسلیئے کہ غاصب یا سارق کی جب خیانت معلوم ہوتی ہے تو غالباً اپنی جان بچانے کی غرض سے وہ یہ حجت پیش کر سکتا تھا کہ میں نے ایک شخص سے اُسکو خرید اتھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ سارق وغاصب اپنے اور نیز بائع کے بچاؤ کے لیے کسی شخص کو بیع کا وکیل کر دیا کرتا اور اُس میں لوگوں کی حق تلفی کا دروازہ کھولتا تھا اور اکثر اوقات بائع اُس وقت ملتا کہ جب وہ مشتری موجود نہ ہوتا پس مالک اُس سے مطالبہ کرتا اور اُسکے پاس کچھ نہ پاتا اور نا امید ہو کر سکوت کر لیتا اور اگر یہ حکم ہوتا تو اُسی وقت اپنی چیز پر قبضہ کر لیتا تو اُس میں مشتری کا ضرر تھا کیونکہ لبا اوقات خریدنے والا بازار میں سے کوئی چیز خرید تاہے اور نہیں جانتا کہ بائع کا نام ونشان کیا ہے پھر اُس کے مال میں کسی کا حق نکلتا ہے اور بائع کا اُس کو پتہ نہیں لگتا اور نا امید ہو کر سکوت کر لیتا ہے اور لبا اوقات اُس کو اُس چیز کی حاجت ہوتی ہے اور حقدار کے اُسپر قبضہ کرنے اور بائع کے اُسپر حوالہ کر دینے میں وہ حاجت فوت ہو جاتی ہے پس جبکہ امر درمیان دو ضرر کے دائر ہوا اور ایک کا پایا جانا اُن دونوں میں خواہ مخواہ ضروری ہوا تو ایسے ضروری امر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا جسکو بلاشبہ لوگوں کی عقل قبول کرے اور وہ اسجگہ یہ ہے کہ حق اس چیز کے ساتھ متعلق ہو گیا اور عین اُس عین کے معاوضہ میں جسکے متعلق ہے روک لیا جائے بشرطیکہ بینہ قائم ہو اور اشکال مرتفع ہو جاوے اور قضیوں کا اسی طرح اعتبار کرنا مناسب ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مالیوں پر حکم دیا کہ دن میں باغوں کی نگہبانی کریں اور مویشی جو نقصان کریں اُس کا تاوان مویشی والوں پر ہے۔

اقول السبب المقتضی لهذا القضاء انه اذا افسدت المواشی حوائط الناس کان الجور والعذر مع کل واحد فصاحب الماشیة یحتج بانه لا بد ان یسرح ماشیته فی المرعی والا هلکت جوعا وانباع کل بهیمة وحفظها یفسد علیهم الارتفاقات المقصودة وانه لیس له اختیار فیما اتلفته بهیمته وان صاحب الحائط هو الذی قصر فی حفظ ماله وترکه بمضیعة وصاحب الحائط یحتج بان الحائط لا تکون الا خارج البلاد فحفظها والذب عنها والاقامة علیها یفسد حاله وان صاحب الماشیة هو الذی سرحها فی الحائط او قصر فی حفظها فلما دار الامر بینهما وکان لکل واحد جور وعذر وجب ان یرجع الی العادة المالوفة الفاشیة بینهم فیبنی الجور علی مجاوزتها والعادة ان یکون فی کل حائط فی النهار من یعمل فیه ویصلح امره ویحفظه واما فی اللیل فیترکونه ویبیتون فی القری والبلاد وان اهل الماشیة یجمعون ماشیتهم باللیل فی بیوتهم ثم یسرحونها فی النهار للرعی فاعتبر الجور ان یجاوز العادة الفاشیة بینهم وسئل صلی الله علیه وسلم عن الثمر المعلق فقال من اصابه بفیه من ذی حاجة غیر متخذ خبنة فلا شئ علیه اعلم ان دفع التظالم بین الناس انما هو ان یقبض علی ید من یضر بالناس ویتعدی علیهم لا ان یتبع شحهم وغمر نفوسهم ففی صورة الاکل من الثمر المعلق غیر المحرز الکثیر الذی لا یشح منه بشبع انسان محتاج اذ لم یکن هناک مجاوزة حد العرف ولا اتخاذ خبنة ولا رمی الاشجار

میں کہتا ہوں اس حکم دینے کا سبب یہ ہے کہ جب مویشی نے لوگوں کے باغ کا نقصان کیا تو ہر ایک کے ساتھ ظلم و عذر ہے مویشی والا تو یہ حجت کر سکتا ہے کہ اُس کو چرنے کے لیے مویشی کا چھوڑنا ضروری ہے ورنہ مویشی بھوک کے مرجائینگے اور ہر مویشی کے ساتھ ساتھ رہنا اور اُس کی حفاظت کرنا تدابیر ضروریہ میں خلل انداز ہوتا ہے اور مویشی نے جو نقصان کیا ہے اُسمیں اُسکا کچھ بس نہیں ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ مالی نے خود اپنے مال کی حفاظت میں کوتاہی کی اور اُسکو بلا نگرانی کے چھوڑ دیا اور مالی یہ حجت پیش کر سکتا ہے کہ باغ شہر سے باہر ہوا کرتے ہیں اُن کی نگرانی اور اُنمیں کسی کو نہ آنے دینا اور اُس کے انتظام میں رہنا اُسکی حالت کے خراب ہونے کا سبب ہے اور مالک مویشی نے یا تو خود اُسکو باغ میں چھوڑا ہے یا خود اُسکی نگرانی میں کوتاہی کی ہے پس جب یہ امر باہم دونوں کے دائر ہوا اور ہر ایک کی طرف سے جور و عذر ممکن ہوا تو ضرور ہوا کہ اُس دستور پر نظر کیجائے جو ہمیشہ سے اُن سب میں جاری ہے اور اُس دستور سے تجاوز کرنے پر جور کی بنا رکیجائے اور دستور یہ ہے کہ دن میں ہر باغ میں کوئی شخص باغ کے کاروبار اور اُس کی درستی و حفاظت کے لیے رہتا ہے اور شب میں باغات کو خالی چھوڑ کر قریوں و شہروں میں شب باشی کرتے ہیں اور مالکان مویشی شب میں گھروں میں مویشی کو جمع کر لیتے ہیں اور پھر دن کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں پس اُن کے اس دستور عام سے تجاوز کرنا ظلم سمجھا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے اس پھل کی نسبت جو محفوظ نہ ہو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص محتاج اُسکو منہ سے کھالے اور جھولی نہ بنائے تو اُسپر کچھ مضائقہ نہیں معلوم کرو کہ لوگوں میں باہمی تظالم کے دفع کرنے کی یہی صورت ہے کہ جو کوئی کسیکو ضرر پہونچائے اور تعدی کرے اُس کا ہاتھ پکڑا جاوے یہ کہ اُن کے حرص و کینہ کی اقتدا کیجائے ۔ پس اس پھل کھانے میں جو معلق اور غیر محفوظ اور تھوڑا سا پھل اگر کوئی محتاج آدمی اُس کو پیٹ بھر کے کھالے تو اُس سے مالک کو ملال نہیں گذرتا بشرطیکہ وہ آدمی دستور کی حد سے تجاوز نہ کرے اور جھولی نہ باندھے اور نہ اینٹ پتھر سے پھلوں کو۔

سلہ الخبنة سطعت الانبار وطرف الثوب والمعنی ان المفلس اذا اکل من الثمر ولم یاخذ منه ثوبه فلا شئ علیه والغم الحقد والحرز والمحفوظ ۱۲

بالحجارة فان العرب يوجب المسامحة فى مثله فمن ادّعى فى مثل ذلك فانه اتبع الشح وقصد الضرار فلا يتبع واما ما كان من ثمر مشفوه او اتخاذ خبنة او رمى الاشجار او مجاوزة الحد فى الاتلاف بوجه من الوجوه ففيه التعزير والغرامة واما لبن الماشية فالاقيسة فيه متعارضة وقد بينها النبى صلى الله عليه وسلم فقاسها تارة على المتاع المخزون فى البيوت فنهى عن حلبه وتارة على الثمر المعلق والاشياء غير المحرزة فاباح منه بقدر الحاجة لمن لم يجد صاحب المال ليستأذنه والاصل فيما اختلف فيه الاحاديث واظهرت العلل ان يجمع باعتبار تلك العلل فحيثما جرت العادة ببذل مثله وليس هنالك شح وتضيق وكانت حاجة جاز والا فلا وعلى مثل ذلك ينبغى ان يعتبر تصرف الزوجة فى مال الزوج والعبد فى مال سيده ؛

الحدود

اعلم ان من المعاصى ما شرع الله فيه الحد وذلك كل معصية جمعت وجوها من المفسدة بان كانت فسادا فى الارض واقتضاءً على طمانينة المسلمين وكانت لها داعية فى نفوس بنى آدم لا تزال تهيج فيها ولها ضراوة لا يستطيعون

جھاڑے عرب کا مقتضیٰ ایسے امور میں مسامحت کرنا ہے اور انھیں باتوں کا جو شخص دعویٰ کرے تو یہ اُس کا بخل اور حرص اور لوگوں کو تکلیف دینی ہے لہٰذا اُس کے دعویٰ کی پروانہ کیجائیگی اور اگر وہ پھل کوئی شخص کہا جاوے جو محفوظ رکھا ہوا ہے یا جھولی بھرلے یا اینٹ پتھر سے پھل جھاڑے یا اور کسی طرح سے حد سے تجاوز کرے تو اُس میں تعزیر اور تاوان آتا ہے۔ اور مواشی کا دودھ دینے میں قیاسات متعارض ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا بیان فرمایا ہے پس حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اُس مال پر قیاس کیا جو گھر میں حفاظت سے رکھا ہوا سواسطے اُس کے دوہنے سے منع فرمایا اور کبھی ثمر معلق اور غیر محفوظ چیزوں پر اس کو قیاس فرما کر اُسکو بقدر حاجت مباح فرمایا ہے اگر مالک نہ ملے جس سے اجازت لیجاوے اور احادیث کے اندر جو اختلاف ہے اور علتیں انکی ظاہر ہو گئی ہیں اُن میں اصل یہی ہے کہ اُن علتوں کے اعتبار سے اُن کی تطبیق دی جائے پس اگر ایسی چیز کے خرچ کرنے اور اُس کی کچھ پرواہ نہ کرنے کا دستور ہو اور اُس میں لوگوں کو کچھ دقت نہ ہو اور حاجت ہو تو اُس کا کام میں لانا درست ہے ورنہ درست نہیں ہے اور علیٰ ہذا القیاس بیوی کا خاوند کے مال میں اور غلام کا سیدہ کے مال میں تصرف کرنا ہے ؛

اس باب میں وہ حدیثیں ہیں جنمیں حدود کا بیان ہے

معلوم کرو کہ بعض معاصی میں خدا تعالیٰ نے حد مقرر فرمائی ہے اور وہ ایسے معاصی ہیں جن میں فساد کی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں ایک تو اُن میں ملک کا فساد اور لوگوں کی آسائش کا قطع کرنا ہوتا ہے اور ان کے لیے بنی آدم کے نفوس کے اندر داعیہ ہوتا ہے۔ ہمیشہ اُس کا ہیجان ہوتا رہتا ہے۔

سلہ لے تبیں ۱۲ سلہ لے قطعا و ضراوۃ وعادۃ ۱۲

الاقلاع منها بعد ان أشربت قلوبهم بها وكان فيه ضرر لا يستطيع المظلوم دفعه عن نفسه
فى كثير من الاحيان وكان كثير الوقوع فيما بين الناس فمثل هذه المعاصى لا يكفى
فيها الترهيب بعذاب الآخرة بل لابد من اقامة ملامة شديدة عليها وايلام ليكون بين اعينهم
ذلك فيردعهم عما يريدونه كالزنا فانها تهيج من الشبق والرغبة فى جمال النساء ولها شرة[1]
وفيها عار شديد على اهلها وفى مزاحمة الناس على موطوأة تغيير الجبلة الانسانية
وهى مظنة المقاتلات والمحاربات فيما بينهم ولا يكون غالبا الا برضا الزانية والزانى وفى
الخلوات حيث لا يطلع عليها الا البعض فلو لم يشرع فيها حد وجيع لم يحصل الردع كالسرقة
فان الانسان كثيرا ما لا يجد كسبا صالحا فينحدر[2] الى السرقة ولها ضراوة فى نفوسهم ولا
يكون الا اختفاء بحيث لا يراه الناس بخلاف الغصب فانه يكون باحتجاج وشبهة لا يثبتها
الشرع وفى تضاعيف معاملات بينهما وعلى اعين الناس فصار معاملة من المعاملات
وكقطع الطريق فانه لا يستطيع المظلوم ذبه عن نفسه وماله ولا يكون فى بلاد المسلمين
تحت شوكتهم فيدفعوا فلابد لمثله ان يزاد فى الجزاء والعقوبة وكشرب الخمر فان لها
شرهًا[3] وفيها فساد فى الارض وزوال المسكة عقولهم التى بها صلاح معادهم ومعاشهم
وكالقذف فان المقذوف يتأذى اذى شديدا ولا يقدر على دفعه بالقتل ونحوه لانه

اور انکے کے لیئے عادت ہو جاتی ہے جبکہ اُس سے اُنکے قلوب رنج جاتے ہیں تو اُس سے باز رہنا اُن کے بس میں نہیں رہتا ہے اور اُس میں اکثر اوقات ایسا ضروری ہوتا ہے کہ مظلوم اپنی طرف سے اُس کے دفع کرنے میں بے بس ہو جاتا ہے اور یہ آدمیوں کے مابین اکثر واقع ہوتا رہتا ہے تو اُس قسم کے معاصی میں صرف آخرت کا ڈرانا کافی نہیں ہوسکتا ہے بلکہ آدمیوں کے سامنے اس قسم کے معاصی پر ملامت اور رنج کا پہونچانا چاہیئے تاکہ جس گناہ کا وہ ارادہ کرتے تھے اُس سے باز رہیں جیسے زنا ہے کہ وہ عورتوں کے حسن وجمال کیطرف رغبت وحرص کی خواہش دلاتا ہے اور اُس کے اہل کے لیئے اُس کے اندر نہائت درجہ کی عار ہے اور ایک موطوءہ پر آدمیوں کے جمع ہونے سے جبلت انسانیہ کی تغیر ہے اور اُس کے سبب سے اُن کے مابین لڑائیوں اور کشت وخون کا منظنہ ہے اور زنا اکثر زانیہ اور زانی کی رضامندی سے ہوا کرتا ہے اور تنہائی کیوجہ سے صرف بعض لوگ ہی اُس پر مطلع ہوتے ہیں پھر اگر حد نہ مشروع کی جاتی تو روک ٹوک کیونکر حاصل ہوسکتی تھی اور جیسے سرقہ اسلیئے کہ انسان اکثر اوقات کسب صالح نہیں پاتا ہے تو چوری کی طرف میل کرتا ہے اور سرقہ کے لیئے اُن کے نفسوں کے اندر عادت ہوتی ہے اور سرقہ بدون دیکھے آدمیوں کے ہوتا ہے بخلاف غصب کے کہ اُسمیں ایک ایسی دلیل اور شبہہ ہوتا ہے کہ جسکو شرع نہیں ثابت کرتی ہے اور مابین آدمیوں کے اور اُن کے روبرو اس قسم کے معاملات ہوتے رہتے ہیں اسی لیئے غصب منجملہ اور معاملات کے ایک معاملہ ہے اور جیسے رہزنی اسلیئے کہ مظلوم اپنی جان اور مال بچانیکی اُس سے طاقت نہیں رکھتا ہے اور رہزنی مسلمانوں کے بلاد میں نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ وہ اپنی حکومت اور قوت کیوجہ سے اُسکی مدافعت کرسکتے ہیں تو ایسے افعال کی جزا وسزا زیادہ مقرر ہونا چاہیئے اور جیسے شراب کا پینا اسلیئے کہ اُسمیں بھی نہایت حرص ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے ملک میں فساد اور اُنکی عقلوں کا زوال ہوتا ہے کہ جنکے سبب سے انکی معاش ومعاد کی اصلاح ہوتی ہے اور جیسے قذف (تہمت زنا کی لگانا) کیونکہ جسکو تہمت لگائی جاتی ہے وہ نہایت درجہ کی تکلیف ورنج پاتا ہے اور اُس کے دفع کرنے پر قتل وغیرہ کے ساتھ بے بس ہو جاتا ہے کیونکہ

[1] اشرة بکسر الشین وتشدید الراء الحرص علی الشئ والنشاط له والرغبة الیه ۱۲ [2] میل ۱۲ [3] اے شدة حرص ۱۲

ان قتل قتل به وان ضرب ضرب به فوجب فی مثله زاجر عظیم ثم ابعد اما قتل وهو زجر لا زجر فوقه واما قطع وهو ایلام شدید وتفویت قوة لا یتم الاستقلال بالمعیشة دونها طول عمره ومثله وعاد ظاهر اثره بمرأی الناس لا ینقضی فان النفس انما تتأثر من وجهین النفس الواغلة فی البهیمیة یمنعها الایلام کالبقر والحمیر والتی فیها حب الجاه یردعها العار اللازم له اشد من الایلام فوجب جمع هذین الوجهین فی الحدود ودون ذلك ایلام بضرب یضم معه ما فیه عار وظهر اثره کالتغریب[1] وعدم قبول الشهادة والتبکیت[2] **واعلم** انه کان من شریعة من قبلنا القصاص فی القتل والرجم فی الزنا والقطع فی السرقة فهذه الثلاث کانت متوارثة فی الشرائع السماویة واطبق علیها جماهیر الانبیاء والامم ومثل هذا یجب ان یؤخذ علیه بالنواجذ ولا یترك ولکن الشریعة المصطفویة تصرفت فیها بنحو آخر فجعلت مزجرة کل واحد علی طبقتین احدهما الشدیدة البالغة اقصی المبالغ ومن حقها ان تجعل فی المعصیة الشدیدة والثانیة دونها **ومن حقها** ان تجعل فیما کانت المعصیة دونها ففی القتل القود والدیة والاصل فیه قوله تعالی ذٰلِكَ تَخْفِیفٌ مِّن رَّبِّكُمْ **قال** ابن عباس رضی الله عنهما کان فیهم القصاص ولم یکن الدیة وفی الزنا الجلد وکان الیهود لما ذهبت شوکتهم ولم یقدروا

کر دے مار ڈالے تو خود بھی اُس کے سبب سے مارا جائے اور اگر پیٹے تو اُس کی وجہ سے پیٹا جائے لہٰذا ایسے جرم میں کوئی زجر عظیم ہونا چاہیے پھر حد قتل ہے اور یہ ایسی سزا ہے کہ اُس کے اوپر کوئی اور سزا نہیں ہے دوسرے کسی عضو کا کاٹ ڈالنا ہے اُس میں نہایت درجہ کی تکلیف پہونچانا اور اُس کی قوت کا زائل کر دینا ہے کہ جس کے بغیر مدت العمر تک معاش حاصل کرنے کے لائق بلا مدد دوسرے کے نہیں ہو سکتا اور نیز یہ مثلہ اور عار ہے جسکا اثر آدمیوں کے سامنے ظاہر ہے جو ختم نہیں ہوتا اسلیے کہ نفس دو سبب سے متاثر ہوتا ہے ایک تو وہ نفس ہے جو قوت بہیمیہ کے اندر منہمک ہو اُسکو الم پہونچانا بری چیز سے باز رکھتا ہے مثل بیل و اونٹ اور جس نفس کے اندر حب جاہ ہوتی ہے اُسکو تکلیف جسمانی سے بھی زیادہ عار ایک کام سے روک دیتی ہے عار سزائے جسمانی سے زیادہ اُس کو روکتی ہے پھر ان دونوں وجہوں کا حدود کے اندر اکٹھا ہونا لازم ہوا اور ایک حد کی صورت یہ ہے جو قطع سے کم ہو جیسے صرف مار پیٹ سے ہی تکلیف کا پہونچانا مقصود ہے جسمیں عار ہو اور اس کا اثر ظاہر ہو مثلاً جلا وطن کرنا اور شہادت کا قبول نہ کرنا اور طمانچہ مار دینا۔ اور معلوم کر و کہ شرائع سابقہ میں قتل کی سزا قصاص اور زنا کے سنگسار کرنا اور سرقہ کے عضو کا کاٹنا تھی پس یہ سزائیں شرائع سماویہ میں متوارث چلی آتی تھیں اور تمام انبیا اور اُن کی اُمتیں اُس پر متفق تھیں تو ضرور ہوا کہ اُن کو خوب مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور کبھی اُن کو ترک نہ کرنا چاہیے مگر شریعت مصطفویہ نے اُس میں ایک اور قسم کا تصرف کیا ہے اور ہر ایک کی سزا کی دو قسمیں کی ہیں ایک تو بڑی بھاری سزا ہے کہ اُس سے زیادہ اور متصور نہیں اور یہ سزا وہاں دینی چاہیے جہاں گناہ بھی بڑا بھاری ہو اور دوسری وہ ہے جو پہلی سے کم ہے اور یہ وہاں ہوگی جہاں معصیت بھی پہلی معصیت سے کم ہو پس قتل کی سزا قصاص اور دیت ہے اور اسکی دلیل یہ آیت ہے ذٰلِكَ تَخْفِیفٌ کہ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت میں قتل کی سزا صرف قصاص تھی نہ دیت اور زنا میں کوڑے مارنا تھا اور یہودیوں کی جب شوکت جاتی رہی اور سنگساری پر اُن کا بس نہ چلا تو۔

[1] لے الابعاد عن الوطن ۱۲ [2] لے التوبیخ ۱۲

علی الرجم ابتدعوا التجبیۃ والتسحیم فصار ذلک تحریفا لشریعتہم فجمعت لنا بین شریعتی من قبلنا السماویۃ والابتداعیۃ وذلک غایۃ رحمۃ اللہ بالنسبۃ الینا وفی السرقۃ العقوبۃ وغرامۃ مثلیہ علی ما جاء فی الحدیث وان حملت انواعا من الظلم علیہا کالقذف والخمر فجعلت لہا حدا فان ہذہ ایضا بمنزلۃ تلک المعاصی وان زادت فی عقوبۃ قطع الطریق **واعلم** ان الناس علی طبقتین ولسیاسۃ کل طبقۃ وجہ خاص طبقۃ ہم مستقلون امرہم بایدیہم وسیاسۃ ہؤلاء ان یؤخذوا علی اعین الناس ویوجعوا ویلزم علیہم عار شدید ویہانوا ویحقروا وطبقۃ ہم بایدی ناس آخرین اسراء عندہم وسیاسۃ ہؤلاء ان یؤمر سادتہم ان یحفظوہم عن الشر فانہ یظہر لہم وجہ فیہ حبسہم عن فعلہم ذلک وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زنت امۃ احدکم فلیضرب الحدیث **وقولہ** علیہ السلام اذا سرق عبد احدکم فبیعوہ ولو بنش فضبطت الطبقتان بوصف ظاہر فالاولی الاحرار والثانیۃ الارقاء ثم کان من السادۃ من یتعدی علی عبیدہ ویحتج بانہ زنی او سرق ونحو ذلک فکان الواجب فی مثلہ ان یشرع علی الارقاء دون ما علی الاحرار لیقطع ہذا النوع وان لا یخیروا فیما دون ذلک والحد یکون

تو انھوں نے تجبیہ وتسحیم کرنا ایجاد کیا (تجبیہ کے یہ معنی ہیں کہ زانی وزانیہ کو گدھے پر الٹا سوار کرا کے لوگون کے سامنے پھرادیں تسحیم منھ کالا کر دینے کو کہتے ہیں) تو اسمیں شرائع سابقہ کی تحریف ہوئی مگر ہمارے ہان دونوں شرائع کا لحاظ کیا گیا شرائع سماویہ وابتداعیہ کا اور اُس میں ہمارے لیے نہایت رحمت ہے اور سرقہ میں عذاب دینا اور اُس سے دوچند تاوان لینا چاہیے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور نیز اس شریعت میں ظلم کے چند اقسام کو مثل قذف اور شراب خمر کو اضافہ کیا اور اُن کے لیے بھی حد مقرر کی کیونکہ یہ بھی بمنزلہ انہیں معاصی کے ہیں اور رہزنی کی سزا زیادہ مقرر کی اور معلوم کرو کہ لوگوں کے دو درجے ہیں اور ہر درجہ کی سیاست کا خاص طریقہ ہے ایک لوگ ہیں جو بذات خود مستقل اور مختار ہیں اور اُن کی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ لوگون کے سامنے گرفتار کیئے جاویں اور اُن کو تکلیف پہونچائی جائے جس سے انکو نہایت سخت عار لاحق ہو اور اُن کی اہانت اور ذلت پائی جاتی ہے۔ اور ایک وہ لوگ ہیں جو دوسروں کے قبضہ میں ہیں اور اُن کے پاس بمنزلہ قیدیوں کے ہیں اور اُن کی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ اُن کے مالکون کو حکم کیا جاوے کہ بری باتوں سے اُن کی نگرانی رکھیں اُس میں اُن کے لیئے ایسا طریقہ ظاہر ہوگا جو اُن کو انکے ان افعال باز رکھیگا چنانچہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا زنت الخ الحدیث۔ تم میں سے جب کسی کی باندی زنا کرے تو اسکو مارنا چاہیئے اور فرمایا ہے اذا سرق الخ پس دونوں درجہ کو لوگ ایک ظاہری وصف سے منضبط کیئے گئے پہلے درجے کے لوگ حرار دوسرے درجے کے غلام ہیں پھر یہ بھی احتمال تھا کہ سید اپنے غلام پر ظلم کرتا اور کہدیتا کہ اُسنے زنا یا چوری وغیرہ کی ہے پس ضرور ہوا کہ غلام کی سزا حر سے کم مقرر کیجائے تاکہ یہ ظلم دفع ہو جاوے اور نیز یہ ضرور ہوا کہ قتل کرنا اور قطع کرنے کا انکو موقعہ نہ دیا جاوے اور اسکے حکم سے کا اختیار انکو دیا جاوے بقدر گناہ کا

١ التجبیۃ کما فی القاموس ان یحمر وجوہ الزانیین ویحملا علی بعیر او حمار ویخالف بین وجوہہما ای یجعل الاطافۃ بہما فی الاسواق وکان القیاس ان یقابل بین وجوہہما لانہ من الجبہۃ والتجبیۃ ایضا ان ینکس راسہ الخ وصوب شارح التجبیہ بالتحمیم الخ مصحح و التسحیم تسوید الوجہ والمعروف لفظ التحمیم مکان التسحیم ۱۲

كفارة لاحد وجهين لان العاصى اما ان يكون منقادا لامر الله وحكمه مسلما وجهه لله فالكفارة
فى حقه توبة عظيمة ودليله حديث لقد تاب توبة لو قسمت على امة محمد لوسعتهم واما ان يكون
ايلاما له وقسرا عليه وسر ذلك ان العمل يقتضى فى حكمة الله ان يجازى فى نفسه او ماله فصار
مقيم الحد خليفة الله فى المجازاة فتدبر قال الله تعالى الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما
مائة جلدة الآية **وقال** عمر رضى الله عنه ان الله بعث محمدا صلى الله عليه وسلم بالحق وانزل عليه
الكتاب فكان مما انزل الله آية الرجم رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده والرجم فى كتاب
الله حق على من زنى اذا احصن من الرجال والنساء **اقول** انما جعل حد المحصن الرجم وحد
غير المحصن الجلد لانه كما يتم التكليف ببلوغ خمس عشرة سنة او نحوه ولا يتم دون ذلك لعدم
تمام العقل وتمام الجثة وكونه من الرجال فلذلك ينبغى ان تتفاوت العقوبة المترتبة على التكليف
باتمية العقل وصيرورته رجلا كاملا مستقلا بامره مستبدا برايه ولان المحصن كامل وغير
المحصن ناقص فصار واسطة بين الاحرار الكاملين وبين العبيد ولم يعتبر ذلك الا فى الرجم
خاصة لانه اشد عقوبة شرعت فى حق الله **واما القصاص** فحق الناس وهم محتاجون
فلا يضيع حقوقهم **واما حد السرقة** وغيرها فليس بمنزلة الرجم ولان المعصية ممن انعم الله عليه

كفارہ ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ماعز بن مالک کی نسبت ارشاد ہے لقد تاب توبۃ لو قسمت علی امۃ محمد
لوسعتہم الخ اُس نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام امت پر تقسیم کی جاے تو اُن کو کافی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے
کہ اسمیں تکلیف کا پہونچانا اور اسکو اس فعل سے روکنا مقصود ہوتا ہے۔ اور اُس میں یہ راز ہے کہ حکمت الہی کا مقتضی ہے
کہ اُس شخص کی جان یا مال سے اُس عمل کی سزا دی جائے پس حد کا قایم کرنا جزا دینے میں خدا تعالیٰ کا نائب ہے
اللہ پاک فرماتا ہے الزانیۃ والزانی الخ زانیہ اور زانی کو ہرایک کے دونوں میں سے سو کوڑے مارو۔ اور حضرت عمر فرماتے ہیں
کہ خدا تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حق دیکر بھیجا اور اُنپر کتاب نازل فرمائی جسمیں آیت رجم بھی تھی۔ چنانچہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگسار کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد سنگسار کیا اور جو شخص زنا کرے اور محصن ہو خواہ مرد ہو یا
عورت کتاب الہی میں اُس کا سنگسار کرنا حق ہے۔ مَیں کہتا ہوں محصن کی حد سنگسار کرنا اور غیر محصن کے دُرّے لگانا اسلیے
مقرر کیے گئے کہ جسطرح پندرہ برس کی عمر وغیرہ سے آدمی بالغ ہو کر پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور اُس سے قبل پورا پورا
مکلف نہیں ہوتا اسلیے کہ اُسکی عقل اور جسم اور رجولیت کا کمال اس سے پہلے نہیں ہوتا ہے اسیطرح اُس عقوبت میں بھی
تفاوت ہونا چاہیے جو کمال عقل اور مرد کامل اور استقلال سمجھ اور خود مختاری کے سبب سے پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور
اسلیے کہ محصن کامل ہے اور غیر محصن ناقص ہے پس غیر محصن حر کامل اور غلام کے مابین واسطہ ہوا اور صرف سنگسار ہونے
میں اس واسطہ کا اعتبار کیا گیا اسلیے کہ وہ حق الٰہی کے اندر جو جو سزا مقرر کی گئی ہے اُن سب میں سخت ہے اور قصاص
چونکہ حق العباد میں سے ہے اور اُن کو اپنے حقوق کے لینے کی حاجت ہے اسلیے اُن کی حق تلفی نہ کی جائے گی اور حد سرقہ
وغیرہ بمنزلہ سنگساری کے نہیں ہے اور نیز اُس شخص سے گناہ صادر ہونا جسپر خدا تعالےٰ نے انعام کیا ہے

لہ صحیح مسلم ۱۲ سلکہ قال فی ماعز بن مالک الذی کان زنی فرجم فلبثوا یومین او ثلاثۃ ثم جاء رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال استغفروا لماعز بن مالک لقد تاب الخ ۱۲

وفضله على كثير من خلقه اقبح واشنع لانها اشد الكفران فكان من حقها ان يزاد في العقوبة لهما وانما تقرر حد البكر مائة جلدة لانها عدد كثير مضبوط يحصل به الزجر والايلام وانما عوقب بالتغريب لان العقوبة المؤثرة تكون على وجهين ايلام في البدن والحاق حياء وخجالة وعار وفقد مالوف في النفس والاول عقوبة جسمانية والثانية عقوبة نفسانية ولا تتم العقوبة الا بان تجمع الوجهين **قال الله تعالى** فاذا احصن فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب **اقول** السر في تنصيف العقوبة على الارقاء انهم يفوض امرهم الى مواليهم فلو شرع فيهم مزجرة بالغة اقصى المبالغ لفتح ذلك باب العدوان بان يقتل المولى عبده ويحتج بانه زان ولا يكون سبيل المؤاخذة عليه فنقص من حدهم وجعل ما لا يفضي الى الهلاك والذي ذكرناه في الفرق بين المحصن وغيره يتاتى هنا **قال** رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب جلد مائة والرجم وعمل به علي رضی **اقول** اشتبه هذا على الناس وظنوه مناقضا مع رجمه الثيب وعدم جلده وعندي انه ليس مناقضا له وان الاية عامة لكن يسن للامام الاقتصار على الرجم عند وجوبهما

اور بہت سی مخلوقات پر اسکو فضیلت دی ہے زیادہ ترقبیح وشنیع ہے اسلیئے کہ وہ نافرمانی ہے پس اُس میں سزا کا بڑھانا مناسب ہوا اور کوارے کی حد سو دُرّے مقرر کیے گئے اسلیے یہ عدد سو کا بڑی اور منضبط مقدار ہے جس سے زجر و تکلیف بخوبی حاصل ہوسکتی ہے اور جلاوطن کی سزا اسلیئے دی گئی کہ سزا کا اثر دو طرح پر ہوتا ہے ایک تو جسمانی تکلیف کے اعتبار سے اور ایک حیا وشرمندگی اور عار کے لاحق کرنے اور ایک مالوف چیز کے علیحدہ کرنے سے پہلی سزائے جسمانی اور دوسری نفسانی ہے اور پوری پوری سزا یہی ہے کہ دونوں جمع کی جائیں اور اللہ پاک فرماتا ہے فاذا احصن الخ جب احصان کے بعد ان سے فحش ظاہر ہو تو محصنات سے[1] انکو نصف عذاب دیا جائیگا۔ میں کہتا ہوں کہ غلاموں پر نصف سزا کے مقرر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ غلاموں کا معاملہ سیّد کے اختیار میں ہوتا ہے پس اگر کامل درجہ کی زجر اُن کے لئے مقرر کیجائے تو اس سے باب الظلم مفتوح ہوتا ہے بایں طور کہ سید اپنے غلام کو قتل کر ڈالے اور یہ کہدے کہ وہ زناکار تھا اور پھر اُس سے مواخذہ کرنے کی کوئی صورت نہو اسلیئے کہ باندی وغلام کی حد اسقدر کم مقرر کیگئی کہ جس سے ہلاک کی نوبت نہیں آتی اور محصن وغیر محصن کا فرق جو ہمنے بیان کیا ہے وہ یہاں بھی پایا جاتا ہے اور رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خذوا عنی الخ مجھسے سیکھو مجھسے سیکھو خدا تعالیٰ نے عورتوں کے لئے راستہ مقرر کیا ہے کوارہ کواری کے ساتھ زنا کرے تو اُسکا حکم سو دُرّے لگانا اور سال بھر کے لئے جلاوطن کرنا اور بیاہا ہوا بیاہی کے ساتھ اگر زنا کرے تو اُسکا حکم سو دُرّے لگانا اور سنگسار کرنا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں لوگوں کو اس حدیث میں اشتباہ ہوا اور اس حدیث کو رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ثیب کو سنگسار کرنے اور اُسکے دُرّے نہ لگانے کے ساتھ مخالف سمجھا۔ میرے نزدیک یہ حدیث آپ کے فعل کے متناقض نہیں ہے۔ اور آیت عام ہے مگر امام کو رجم اور سو دُرّوں کے واجب ہونے کی صورت میں صرف رجم پر اقتصار کرنا مسنون ہے۔

[1] لے الممالیک ۱۲ ؎ لے حد زنا کہنا ۱۲

وانما مثله مثل القصر فی السفر فانه لو اتم جاز لكن يسن له القصر وانما شرع ذلك لان الرجم عقوبة عظيمة فتضمنت ما دونها و بها[1] يجمع بين قوله صلى الله عليه وسلم هذا و عمل علی رضی الله عنه و بين عمله صلى الله عليه وسلم واكثر خلفائه فی الاقتصار على الرجم وحديث جابر امر بالجلد ثم اخبر انه محصن فامر به فرجم يدل عليه فانه ما اقدم على الجلد الا لجوازمثله[2] مع كل زان وعندى ان التغريب يحتمل العفو وبه يجمع بين الاثار لما قال ماعز بن مالك زنيت فطهرني قال صلى الله عليه وسلم لعلك قبلت او غمزت[3] او نظرت قال لا يا رسول الله قال انكتها[4] قال نعم فعند ذلك امر برجمه اقول الحد موضع الاحتياط وقد يطلق الزنا على ما دون الفرج كقوله صلى الله عليه وسلم فزنا اللسان كذا[5] و زنا الرجل كذا فاوجب التثبت والتحقق فی مثل ذلك واعلم ان المقر على نفسه بالزنا المسلم نفسه لاقامة الحد تائب والتائب كمن لا ذنب له فمن حقه ان لا يحد لكن هنا وجوه مقتضية لاقامة الحد عليه منها انه لو كان اظهار التوبة والاقرار دارئا للحد لم يعجز كل زان ان يحتال اذا استشعر بمؤاخذة الامام بان يعترف فيندرئ عنه الحد وذلك مناقضة للمصلحة ومنها ان التوبة لا تتم الا ان يعتضد بفعل

اور اُس کا حال ایسا ہے جیسا سفر میں قصر کرنا کہ اگر پوری نماز پڑھے تو بھی جائز ہے مگر قصر کرنا سنت ہے۔ اور یہ اسواسطے مقرر کیا گیا کہ رجم بڑی پوری سزا ہے اور اُس سے جو کم سزا ہے وہ اُس میں شامل ہے اور اس بیان سے اس حدیث اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اُسپر عمل کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر آپ کے خلفاء کے فعل میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ انھوں نے رجم پر اقتصار کیا ہے اور حضرت جابرؓ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے دُرے لگانے کا حکم دیا پھر کسی نے اُس کا محصن ہونا بیان کیا تو آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا اور سنگسار کر دیا گیا۔ کیونکہ درے لگانے پر اقدام کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زانی کے درے لگانا درست ہے اور میرے نزدیک جلا وطن کرنے میں عفو کا احتمال ہے اور آثار میں تطبیق کی یہی صورت ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب ماعز بن مالک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے زنا کیا ہے آپ مجھے پاک کر دیجئے تو حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا ہاتھ سے اُس کو پکڑا ہوگا یا اُسکی طرف دیکھا ہوگا تو ماعز نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں تو آپ نے فرمایا کیا تونے اُس کے ساتھ دخول کیا تو ماعز نے جواب دیا ہاں پس آپ نے ماعز کے سنگسار کرنے کا حکم کیا۔ میں کہتا ہوں حد مارنے میں احتیاط کا مقام ہے اور زنا کا اطلاق شرمگاہ کے سوا پر بھی آیا کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو زبان کا زنا یہ ہے اور پیر کا زنا یہ ہے لہذا ایسی صورت میں اُس کا ثابت کرنا اور اُسکی تحقیق ضروری ہوئی۔ معلوم کرو کہ جو شخص زنا کا اقرار کرتا ہے اور حد قایم کرنے کے لیئے اپنی جان کو سپرد کرتا ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے والا مثل بیگناہ کے ہے اُسپر حد نہ لگانی مناسب تھی مگر یہاں کئی سبب اُسپر حد قائم کرنے کے مقتضی ہیں ایک تو یہ ہے کہ اگر توبہ کے ظاہر کرنے اور اقرار لینے سے حد دفع ہو جاتی ہے تو ہر زانی امام کے مواخذہ کی خبر پاکر اقرار کے حیلہ سے حد کو دفع کر سکتا تھا اور اس میں مصلحت کا مناقضہ ہے دوسرے یہ ہے کہ توبہ کامل طور سے اُسیوقت ہوتی ہے جو ایک فعل سے جو نہایت

---

[1] ويقل معناه ان الثيب بالثيب جلد مائة ان كانا غير محصنين والرجم ان كانا محصنين ۱۲

[2] تعيما لحكم بالآية ۱۲ [3] اے لمست ۱۲ [4] اے جامعتها ۱۲

[5] اے الكلام والرجل كذا اے الخطا ۱۲

شاق عظیم لایتأتی الا من مخلص ولذلک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ماعز لما اسلم نفسہ للرجم لقد تاب توبۃ لو قسمت بین امۃ محمد لوسعتھم وقال علیہ السلام فی الغامدیۃ[1] لقد تابت توبۃ لو تابھا صاحب مکس لغفر لہ ومع ذلک فیستحب الستر علیہ وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لھزال لو سترتہ بثوبک لکان خیرا لک وان یؤمر ھو ان یتوب فیما بینہ وبین اللہ وان یحتال فی درء الحد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زنت امۃ احدکم فتبین زناھا فلیجلدھا الحد ولا یثرب علیھا ثم ان زنت فلیجلدھا الحد ولا یثرب علیھا **اقول** السر فی ذلک ان الانسان مامور شرعا ان یذب عن حریمہ المعاصی ومجبول علی ذلک خلقۃ ولولم یشرع الحد الا عند الامام لما استطاع السید اقامتہ فی کثیر من الصور ولم یتحقق الذب عن المعاد ولولم یحد مقدار معین للحد فتجاوز المتجاوز الی حد الاھلاک او الی ایلام الزائد علی الحد فلذلک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یثرب **قال** صلی اللہ علیہ وسلم اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم الا الحدود **اقول** المراد بذوی الھیئات اھل المروات اما

شاق ہوگا بجز مخلص کے کسی سے عمل نہیں نہ اس کے اُس توبہ کی تقویت پائی جائے لہذا جب ماعز نے اپنی جان کو سنگسار کرنے کے لیئے حوالہ کر دیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد تاب توبۃ لو الخ اور غامد کے ایک قبیلہ کی نسبت آپ نے فرمایا الغامدیۃ لقد الخ اُس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر صاحب مکس بھی توبہ کرتا تو بخشا جاتا اور باایں ہمہ گناہ کا پردہ کرنا مناسب ہے چنانچہ آپ نے ہزال سے فرمایا لو سترتہ بثوبک الخ کہ اگر اپنے کپڑے سے اُسکو چھپاتا تو تیرے لیئے بہتر ہوتا اور نیز یہ بات مناسب ہے کہ اُسکو فیما بینہ وبین اللہ توبہ کرنے اور حد کے دفع کرنے کے لیئے حیلہ کرنے کا حکم دیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا زنت امۃ الخ تم میں سے جب کسی کی کنیز زنا کرے اور اُس کا زنا ظاہر ہوجائے تو اُسکو باندی پر حد لگانا چاہیئے اور صرف اُسکی توبیخ نہ کرے پھر اگر زنا کرے تو اُسپر حد لگائے اور توبیخ پر اکتفا نہ کرے میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ انسان کو شرعاً اپنے حرم پر معاصی کے دور کرنے کا حکم ہے اور یہ بات انسان کی سرشت میں داخل ہے اور اگر امام ہی کے سامنے حد مقرر ہوتی تو بہت سی صورت میں سید حد کو قائم نہ کر سکتا اور مال و اسباب کی حفاظت نہ ہوسکتی اور اگر حد کی کوئی مقدار مقرر نہ ہوتی تو ظالم ہلاکت تک نوبت پہونچا سکتا تھا یا حد سے زیادہ تکلیف دے سکتا تھا اسلیئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یثرب اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقیلو ذوالھیات الخ یعنے ذوالھیات سے حدود کے سوا اور لغزشیں معاف کر دیا کرو۔ میں کہتا ہوں ذوالھیات سے صاحب مروت لوگ مراد ہیں یا توبا بطور کہ ۔

۱۲ الخلقۃ ۱۲ ۱۲ المخذیہ الناقصہ العداوۃ و الزلات والتبعین واعفوا العثرات الکرم واقیلوا الاھل و ملم

[1] غامد قبیلۃ من الیمن وھذہ المرأۃ لما رجمت اتی خالد بن الولید بحجارۃ علی راسھا فنضح الدم علی وجہ خالد فسبھا فقال صلی اللہ علیہ وسلم مھلا یا خالد لقد تابت الخ والمکس الضریبۃ التی یأخذھا العاشر من التجار ظلما غیر الصدقۃ فی الشریعۃ ولقد ھا جد واعظم الذنوب ۱۲ ھ وھو الذی زنی ماعز ان یخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویعترف بذنبہ ۱۲ ھ من القشیری وھو التوبیخ ای لا یکتف بالتثریب فقط ۱۲

ان یعلم من رجل صلاح فی الدین وکانت العثرۃ امرا فرط منہ علیٰ خلاف عادتہ ثم ندم فمثل هذا ینبغی ان یتجاوز عنہ او یکونوا اهل نجدۃ وسیاسۃ وکبر فی الناس فلو اقیمت العقوبۃ علیهم فی کل ذنب قلیل او کثیر لکان فی ذلک فتح باب التشاحن والاختلاف علی الامام والبغی علیہ فان النفوس کثیرا ما لا تحتمل ذلک واما الحدود فلا ینبغی ان تهمل الا اذا وجد لها سبب شرعی تندرئ بہ ولو اهملت لتناقضت المصلحۃ وبطلت فائدۃ الحدود وقال صلی اللہ علیہ وسلم فی مخدج یزنی خذوا لہ عثکالا[1] فیہ مائۃ شمراخ فاضربوا بہ ضربۃ اعلم ان من لا یستطیع ان یقام علیہ الحدود لضعف فی جبلتہ فان ترک سدی کان مناقضا لتاکد الحدود فانما اللائق بالشرائع اللازمۃ التی جعلها اللہ تعالی بمنزلۃ الامور الجبلیۃ ان یجعل کالمؤثر بالخاصیۃ ویعض علیها بالنواجذ وایضا فان فیہ بعض الالم والمیسور لا یسقط بالمعسور ولا ضرورۃ فی ترکہ واختلف فی حد اللواطۃ فقیل هی من الزنا وقیل یقتل لحدیث من وجدتموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ قال اللہ تعالی والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعۃ شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لهم شهادۃ ابدا واولئک هم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک فان اللہ غفور رحیم

اگر کسی شخص سے صلاح دین کی امید ہوتی ہے اور اُس شخص سے عادت کے خلاف لغزش کے طور پر کسی امر میں کوتاہی ہو جاتی ہے پھر اُس کو ندامت ہوتی ہے پس ایسی صورت میں اُس سے درگذر کرنا مناسب ہے یا وہ شخص خاندانی اور لوگوں میں معزز اور صاحب رعب ہوتا ہے پس اگر ہر چھوٹے بڑے گناہ میں اُسکو سزا دیجائے تو اُس میں عداوت اور لوگوں کی بغاوت اور امام میں اختلاف کرنے کا دروازہ مفتوح کرنا ہے کیونکہ بہت سے لوگ اُس کے متحمل نہیں ہوتے مگر اس قابل نہیں ہیں کہ اُن کی بازپرس نہ کیجائے بجز اِس صورت کے کہ کوئی سبب شرعی جس سے حد مندفع ہوتی ہے پائی جاتی ہے اور اگر حدود کے اندر ہی درگذر کیجائے تو مصلحت فوت ہوتی ہے اور حدود کا فایدہ فوت ہوتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے باب میں جو پیدائش کے اعتبار سے نحیف الجثہ ہو اور زنا کرے فرمایا ہے خذوا لہ عثکالا الخ اُس کے لیے ایک بڑی سی ڈالی جس میں ایک سو ٹہنیاں ہوں لیکر ایک مرتبہ لے کر اسکو مارو معلوم کرو کہ جو کوئی ضعیف الجثہ ہونے کے سبب سے اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اُس پر حد قایم کی جائے اگر ایسے شخص سے بالکل بازپرس نہ کی جائے تو حدود کے استحکام میں نقص لازم آتا ہے اسلیئے کہ شرائع لازمی جن کو خدا تعالےٰ نے بمنزلہ خلقی امور کے مقرر کیا ہے اُن کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ موثر بالخاصیت کی طرح سمجھی جاویں اور لوگ نہایت مضبوطی سے اُن کو مانیں اور نیز جس چیز میں تھوڑی سی تکلیف اور آسانی ہے اُس کے چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے لواطت کی حد میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ زنا کی قسم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اُسکی سزا قتل ہے اسلیئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم لوط کی قوم کا کام کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول بہ کو قتل کرو اور اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء الخ جو لوگ کہ بیاہی عورتوں کو تہمت بالزنا کرتے ہیں پھر وہ متہم لوگ چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو اُن کے اسی کوڑے مارو اور آیندہ کو کبھی اُن کی گواہی مت قبول کرو اور وہی تو فاسق لوگ ہیں مگر ہاں جن لوگوں نے اُسکے بعد توبہ کی اور اچھی باتیں اختیار کیں تو بلاشک خدا تعالیٰ غفور اور رحیم ہے

[1] عثکال علی وزن مثقال غصن کبیر یکون علیہ اغصان صغار وثقال لکل واحد من ہذہ شمراخ بالکسر وسدی مہملا ۱۲

وفی حکم المحصنات المحصنون بالاجماع والمحصن حر مکلف مسلم عفیف عن وطء یحد به

واعلم ان ههنا وجهین متعارضین وذلک ان الزنا معصیة کبیرة یجب اخمالها واقامة الحد علیها والمؤاخذة بها وکذلک القذف معصیة کبیرة وفیه الحاق عار عظیم یجب اقامة الحد علیها ویشتبه القذف بالشهادة علی الزنا فلو اخذنا القاذف لنقیم علیه الحد یقول انا شاهد علی الزنا وفیه بطلان لحد القذف والذی هو شاهد علی الزنا یذب عن نفسه المشهود علیه بانه قاذف یستحق الحد فلما تعارض الحدان فی هذه الجملة عند سیاسة الامة وجب ان یفرق بینهما بامر ظاهر وذلک کثرة المخبرین فانهم اذا کثروا قوی ظن الشهادة والصدق وضعف ظن القذف فان القذف یستند الی جمع صفتین ضعف فی الدین وغل بالنسبة الی المقذوف ویبعد ان یجتمعا فی جماعة من المسلمین وانما لم یکتف بعدالة الشاهدین لان العدالة ماخوذة فی جمیع الحقوق فلا یظهر للتعارض اثر وضبطت الکثرة بضعف نصاب الشهادة وانما جعل حد القذف ثمانین لانه ینبغی ان یکون اقل من الزنا فان اشاعة فاحشة لیست بمنزلة فعلها وضبط النقصان[1] بمقدار ظاهر وهو عشرون فانه خمس المائة وانما جعل من تمام حده عدم قبول الشهادة لما ذکرنا ان الایلام

اور اسپر اجماع ہے کہ محصن مردوں کو بھی محصنات کا حکم ہے اور محصن کی تعریف یہ ہے کہ حر مکلف اور مسلمان ہو اور ایسے جماع سے پاک ہو جس پر حد قایم کی جاتی ہے۔ معلوم کرو کہ یہاں دو باتیں متعارض پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ زنا ایک عظیم گناہ ہے جسکا مٹانا اور اسپر حد قائم کرنا اور اسپر مواخذہ کرنا ضروریات سے ہے اور اسیطرح زنا کی طرف نسبت کرنا بھی ایک بڑا گناہ ہے اور اس کے اندر ایک بڑی عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے جسپر حد کا قائم کرنا ضروری ہے اور چونکہ قذف کو زنا پر شہادت دینے کے ساتھ مشابہت ہے پس اگر کسی قاذف کو حد قائم کرنے کے لیے گرفتار کیا جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں زنا کا گواہ ہوں اور اس میں قذف کا بطلان لازم آتا ہے اور جو شخص زنا کا گواہ ہے مشہود علیہ یہ کہکر اس سے پیچھا چھڑا سکتا ہے کہ یہ زنا کی تہمت لگاتا ہے اور خود یہ حد کا مستحق ہے پس جب سیاست امت کے وقت ان دونوں حدوں میں فی الجملہ تعارض ہوا تو ایک ظاہری امر سے ان دونو کی تمیز ضروری ہوئی اور وہ امر مخبرین کی کثرت کہ جب مخبرین کی کثرت ہوئی تو گواہی اور راست گوئی کا گمان قوی ہوا اور تہمت کا گمان ضعیف ہو گیا اسلیئے کہ تہمت میں دو باتوں کا اجتماع ہوتا ہے ایک تو دین کے اندر ضعف اور دوسرے مقذوف کے ساتھ عداوت کا ہونا اور ان دونوں صفتوں کا مسلمانوں کی ایک جماعت میں جمع ہونا بعید ہے اور شاید یہی عادل پر اکتفا نہ کیا گیا اسلیئے کہ عدالت تمام حقوق میں معتبر ہے پس تعارض کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوتا اور کثرت کا نصاب شہادت سے دوچند کے ساتھ انضباط کیا گیا اور حد قذف اسی دُرے مقرر کیئے گئے اسلیئے کہ زنا سے بہرحال اس کی معصیت کم ہے اسلیئے کہ ایک گناہ کا مشہور کرنا بمنزلہ اس کے کرنے کے نہیں ہے اور حد زنا میں ایک مقدار ظاہری سے کمی کا انضباط کیا گیا یعنی بیس سے کیونکہ وہ عدد سو کا پانچواں حصہ ہے اور اس حد کا تتمہ ہمیشہ کے لیئے گواہی کا قبول نہ کرنا اسلیئے مقرر کیا کہ سابقاً بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ تکلیف کی۔

[1] لے عن المائیۃ ۱۲ ۵ے لے لتے ہے حد الزنا ۱۲

قسمان جسمانی ونفسانی وقد اعتبر الشرع جمعہما فی جمیع الحدود ولکن جمع مع حد الزنا التغریب لان الزنا عند سیاسۃ ولاۃ الامور وغیرۃ الاولیاء لا یتصور الا بعد مخالطۃ وممازجۃ وطول صحبۃ وائتلاف فجزاؤہ المناسب لہ ان یجلی عن محل الفتنۃ وجمع مع حد القذف عدم قبول الشہادۃ لانہ اخبار والشہادۃ اخبار فجوزی بعار من جنس المعصیۃ فان عدم قبول الشہادۃ من القاذف عقوبۃ وعدم قبولہا من سائر العصاۃ لفوات العدالۃ والرضا وایضا فقد ذکرنا ان القاذف لا یعجز ان یقول انا شاہد فیکون ہذا الباب ان یعاقب بمثل ما احتج بہ وجمع فی حد الخمر التبکیت[1] واختلفوا فی قولہ تعالٰی الا الذین ہل الاستثناء راجع الی عدم قبول الشہادۃ ام لا والظاہر مما مہدنا ان الفسق لما انتہی وجب ان ینتہی اثرہ وعقوبتہ وقد اعتبرہ الخلفاء لحد الزنا فی تنصیف العقوبۃ علی الارقاء قال تعالٰی السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ واعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث مبینا لما انزل الیہ وہو قولہ تعالٰی لتبین للناس وکان اخذ مال الغیر اقساما منہ السرقۃ ومنہ قطع الطریق ومنہ الاختلاس ومنہ الخیانۃ ومنہ الالتقاط ومنہ الغصب ومنہ ما یقال لہ قلۃ المبالاۃ والورع فوجب ان یبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃ السرقۃ متمیزۃ عن ہذہ الامور وطریق التمیز ان

دو قسمیں ہیں۔ نفسانی اور جسمانی اور شرع نے جملہ حدود میں ان کے جمع کرنے کا لحاظ کیا مگر حد زنا کے ساتھ جلاوطن کرنے کا اعتبار کیا گیا اسلیے کہ زنا حکام کی حکومت اور اولیاء کی غیرت کے وقت میں اسیوقت متصور ہو سکتا ہے کہ ان دونوں میں باہم میل جول اور اتحاد اور الفت ہو تو اس کے مناسب سزا یہی ہے کہ اس فتنہ کے مقام سے زانی کو نکال دیا جائے اور حد قذف کے ساتھ عدم قبول شہادت کو جمع کیا گیا اسلیے کہ قذف میں بھی ایک خبر دینا ہوتا ہے پس قاذف کو اسی عار سے سزا دیگئی جو اسکی معصیت کے قبیلہ سے ہے اسلیے کہ قاذف کی شہادت قبول نہ کرنا اس کے لیے ایک سزا ہے اور باقی گنہگاروں سے بہ سبب عدالت اور رضامندی کے فوت ہونے کے نہیں قبول ہوتی اور نیز ہم بیان کر چکے ہیں کہ قاذف کہہ سکتا ہے کہ میں گواہ ہوں پس تہمت کا باب اسی طرح مسدود ہو سکتا ہے کہ جس چیز سے اس نے حجت کی تھی ایسی ہی چیز سے اسکو سزا دینی چاہیے اور حد خمر میں توبیخ بھی مقرر کی گئی ہے اور آیت الا الذین میں اختلاف ہے کہ یہ استثناء عدم قبول شہادت کیطرف راجع ہے یا نہیں اور ہمارے بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب فسق کی انتہا ہوئی تو اسکا اثر اور اس کی سزا بھی منتہی ہونی چاہیے اور خلفاء نے حد زنا کے اندر غلاموں کے لیے نصف سزا دینے میں اس کا اعتبار کیا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا الخ چرانیوالے اور چرانیوالی کا ہاتھ کاٹ دو یہی جزا ہے ان کے لیئے کی عذاب خدا تعالٰے کی طرف سے اور خدا تعالٰے غالب اور حکمت والا ہے معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم وحی کے بیان کرنے کے لیئے مبعوث کیئے گئے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لتبین الخ البتہ بیان کرو گے تم اسکو لوگوں کے لیئے اور مال غیر کے لینے کی کئی صورتیں ہیں چوری۔ رہزنی۔ اچکنا۔ خیانت۔ کسی کی پڑی ہوئی چیز اٹھا لینا۔ غصب۔ اور ایک وہ جسکو قلت مبالاۃ اور کم احتیاطی کہتے ہیں پس ضرور ہوا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم چوری کی حقیقت کا بیان فرمائیں تاکہ ان امور سے تمیز حاصل ہو پس تمیز کا طریقہ یہ ہے۔

[1] التوبیخ ۱۲

ان ينظر الى ذاتيات هذه الاسامى التى لا توجد فى السرقة ويقع بها التفارق فى عرف الناس ثم تضبط السرقة بامور مضبوطة معلومة يحصل بها التميز منها والاحتراز عنها فقطع الطريق والنهب والحرابة اسماء تنبئ عن اعتماد القوة بالنسبة الى المظلومين واختيار مكان او زمان لا يلحق فيه الغوث من جماعة المسلمين والاختلاس ينبئ عن اختطاف على اعين الناس وفى مرأى منهم ومسمع والخيانة تنبئ عن تقدم شركة او مباسطة واذن بالتصرف فيه ونحو ذلك والالتقاط ينبئ عن وجدان شئ فى غير حرز والغصب ينبئ عن غلبة بالنسبة الى المظلوم لا معتمدا على الحرب والهرب ولكن على الجدل وظن ان لا يرفع قضيته الى الولاة ولا ينكشف عليهم جلية الحال وقلة المبالاة والورع يقال فى الشئ التافه الذى جرى العرف ببذله والمواساة به بين الناس كالماء والحطب فضبط النبى صلى الله عليه وسلم الاحتراز عن ذاتيات هذه الاسامى **قال رسول الله** صلى الله عليه وسلم لا تقطع يد السارق الا فى ربع دينار **وروى** انه قطع فى مجن ثمنه ثلاثة دراهم وقطع عثمان رضى الله عنه فى اترجة ثمنها ثلاثة دراهم من صرف اثنى عشر درهما والحاصل ان هذه التقديرات الثلاثة كانت منطبقة على شئ واحد فى زمانه صلى الله عليه وسلم ثم اختلفت بعده ولم يصلح المجن لانه

کہ ان تمام چیزوں کی ذاتیات کیطرف نظر کی جائے جو چوری میں نہیں پائی جاتیں اور لوگوں کے عرف میں اُس سے امتیاز حاصل ہوتی ہے پھر چند امور منضبط معلومہ کے ساتھ چوری کی حقیقت کا انضباط کیا جائے جسکے سبب سے اُسکو تمیز ہو جائے پس رہزنی ورغارت گری اور حربہ کرنا یہ سب ایسے امور ہیں جو بہ نسبت مظلوم کے ظالم کو اپنی قوت پر اعتماد اور ایسے مکان یا زمانہ کے اختیار کرنے کی خبر دیتے ہیں جنہیں وہ مظلوم مسلمانوں کی جماعت سے فریاد نہیں کر سکتے اور اچکنا لوگوں کے روبرو اور اُن کے دیکھتے سنتے کسی چیز کے لے جانیکی خبر دیتا ہے اور خیانت میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں میں پہلے شرکت یا بے تکلفی اور باہمی ایک دوسرے کے مال میں بھی تصرف وغیرہ رہا ہے اور پڑی چیز کے اٹھا لینے سے ایسی چیز کا اٹھا لینا معلوم ہوتا ہے جو کسی کی حفاظت میں نہ تھی اور غضب میں مظلوم پر ظالم کا ایسا غلبہ معلوم ہوتا ہے جسکا مدار بھاگنے یا لڑنے پر نہیں ہوتا بلکہ زبان زوری اور اس بات کے گمان پر اُس کا مدار ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ حکام تک نہ پہونچے گا اور حقیقت حال اُنپر ظاہر نہ ہوگی اور قلت مبالات اور بے احتیاطی کا اطلاق اُن ادنی ادنی چیزوں کے استعمال پر ہوتا ہے عرف میں جنکے برتنے اور باہمی معاونت کا اُن چیزوں میں دستور جاری ہے جیسے پانی وایندھن وغیرہ لہٰذا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اُن سب کے ذاتیات سے امتیاز کا انضباط فرمایا ہے اور فرمایا ہے لا تقطع ید الخ کہ چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر ربع دینار میں اور ایک روایت میں آیا ہے انہ قطع فے الخ یعنے مال مسروقہ اتنا ہو جو ڈھال کا ثمن ہو سکے تو ہاتھ کا قطع کرنا چاہیئے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے چرانے میں جسکا ثمن تین درہم تھا چور کا ہاتھ قطع کیا اور حضرت عثمان رض نے ایک اترج میں جسکی قیمت تین درہم تھی ہاتھ قطع کرا دیا تھا اور حاصل یہ ہے کہ یہ تینوں مقداریں ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی چیز پر منطبق تھیں پھر آپکے بعد اُنمیں اختلاف ہوا اور ڈھال غیر منضبط ہونیکے سبب سے کوئی قابل اعتبار چیز

ے الحقوله ربع دينار اى وكان ربع الدينار يومئذ ثلاثة دراهم والمجن الترس ١٢

لعدم انضباطه فاختلف المسلمون فی الحدیثین الآخرین فقیل ربع دینار **وقیل** ثلاثة دراهم **وقیل** بلوغ المال الی احد القدرین وهو الاظهر عندی وهذا شرعه النبی صلی الله علیه وسلم فرقا بین التافه وغیره لانه لا یصلح للتقدیر جنس دون جنس لاختلاف الاسعار فی البلدان واختلاف الاجناس نفاسة وخساسة بحسب اختلاف البلاد فمباح قوم وتافههم مال عزیز عند آخرین فوجب ان یعتبر التقدیر فی الثمن **وقیل** یعتبر فیهما وان الحطب وان کان قیمته عشرة دراهم لا یقطع فیه **وقال** صلی الله علیه وسلم لا قطع فی ثمر معلق ولا فی حریسة الجبل[1] فاذا آواه المراح والجرین[2] فالقطع فیما بلغ ثمن المجن **وسئل** عن الثمر المعلق فقال علیه السلام من سرق منه شیئا بعد ان یؤویه الجرین فبلغ ثمن المجن فعلیه القطع **اقول** افهم النبی صلی الله علیه وسلم ان الحرز شرط القطع وسبب ذلک ان غیر المحرز یقال فیه الالتقاط فیجب الاحتراز عنه **قال** صلی الله علیه وسلم لیس علی خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع **اقول** افهم النبی صلی الله علیه وسلم انه لا بد فی السرقة من اخذ المال مختفیا والا کان نهبا او خطفة وان لا یتقدمها شرکة ولزوم حق والا کان خیانة او استیفاء لحقه **وفی الآثار** فی العبد یسرق مال سیده انما هو مالک بعضه فی بعض **وقال**

نہیں ہے پس باقی دونوں حدیثوں میں امت میں اختلاف ہوئی بعض ربع دینار کے قائل ہوئے اور بعض لوگ درہم کے اور بعض نے اُس مقدار کا اُس طرح پر انضباط کیا کہ ان دونوں مقداروں میں سے کسی مقدار تک مال پہونچ جاوے اور میرے نزدیک یہی زیادہ تر ظاہر ہے اور اُس مقدار کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ادنی اعلی چیز میں فرق کرکے مقرر فرمایا ہے اسلیئے کہ کوئی جنس خاص اندازہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتی کیونکہ مختلف بلاد میں ایک چیز کا نرخ مختلف ہوتا ہے اور نیز اختلاف بلاد کے لحاظ سے نفاست وخساست میں مختلف ہوتی ہیں پس جو چیز ایک قوم کے نزدیک مباح وادنی چیز ہے دوسروں کے نزدیک وہی چیز ایک قابل قدر مال ہوتا ہے لہذا ثمن کے اعتبار سے اندازہ کا لحاظ ضروری ہوا اور بعض کہتے ہیں دونوں کے اندازہ کا اعتبار کرنا چاہیئے اور لکڑی میں چور کا ہاتھ قطع کرنا چاہیئے اگرچہ لکڑی کی قیمت دس درہم ہو اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا قطع فی ثمر معلق و لا الخ جو ثمار معلق ہیں اُن میں قطع نہیں ہے اور نہ اُن مویشی میں جو پہاڑ کے اندر رہتی ہیں پس جب مویشی باڑ میں آجاویں اور جب ثمار کا ڈھیر لگا دیا جائے تو اگر اُنکی قیمت ڈھال کے ثمن کو پہونچ جاوے تو اُنمیں بھی قطع ہے۔ مَیں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بات کو جتلا دیا کہ قطع کرنے میں حفاظت شرط ہے اور جو اسکا یہ سبب ہے کہ جو چیز غیر محفوظ ہے اُس کے لینے کو التقاط کہتے ہیں پس اُس سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔ اور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس علی خائن و لا منتہب الخ خائن پر قطع نہیں ہے اور نہ لوٹ والیکے اور نہ اچکنے والے پر۔ مَیں کہتا ہوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سمجھا دیا کہ چوری کے اندر پوشیدہ طور پر مال لینا شرط ہے اور نہ لوٹ کرنا یا اچکنا ہوتا ہے اور نیز یہ شرط ہے کہ پہلے سے اُنمیں شرکت یا کوئی اور حق لازم نہ ہو ورنہ وہ خیانت یا اپنے حق کا استیفا ہوگا اور صحابہؓ سے منقول ہے کہ اگر غلام اپنے مولا کا مال چرالے تو وہ فرماتے ہیں انما هو مالک بعضه الخ یہ اُسی کا مال ہے بعض بعض کے اندر اور فرمایا۔

[1] ای لا نعام التی تحرس بالجبل اذا سرقت فلا قطع فیہا لعدم الحرزۃ ۱۲ [2] والمراح بضم المیم مأوی الابل والغنم للحرز باللیل ۱۲ الجرین بفتح الجیم البیدر الذی یقال لہ بالفارسی خرمن

صلی اللہ علیہ وسلم فی سارق اقطعوہ ثم احسموہ **اقول** انما امر بالحسم[1] لئلا یسری فیهلک فان الحسم سبب عدم السرایۃ وامر علیہ السلام بالید فعلقت فی عنق السارق **اقول** انما فعل هذا للتشهیر ولیعلم الناس انه سارق وفرقا بین ما یقطع الید ظلما وبین ما یقطع حدا **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم فی سرقۃ ما دون النصاب علیہ العقوبۃ وغرامۃ مثلیہ **اقول** انما امر بغرامۃ المثلین لانه لا بد له من ردع وعقوبۃ مالیۃ وبدنیۃ فان الانسان ربما یرتدع بالمال اکثر من الجسد وربما یکون الامر بالعکس فجمع بین ذلک ثم غرامۃ مثله یجعل کان لم یسرق ولیس فیه عقوبۃ ولذلک زیدت غرامۃ اخری لتکون مناقضۃ لقصده فی السرقۃ واتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلص قد اعترف اعترافا ولم یوجد معه متاع فقال ما اخالک سرقت قال بلی فاعاد علیہ مرتین او ثلاثا فامر به فقطع وجیء به فقال قل استغفر اللہ واتوب الیہ فقال استغفر اللہ واتوب الیہ قال اللهم تب علیہ ثلاثا **اقول** السبب فی ذلک ان العاصی المعترف بذنبه النادم علیہ یستحق ان یحتال فی درء الحد عنه **وقد ذکرنا** قال اللہ تعالی انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسوله الآیۃ **اقول** الحرابۃ لا تکون الا معتمدۃ علی القتال بالنسبۃ الی الجماعۃ التی وقع العدوان

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کے باب میں کہ اقطعوا الخ کہ اُس کا ہاتھ قطع کرو پھر اُس کو تیل میں داغ دیدو میں کہتا ہوں داغ دینے کا حکم اسلیئے ہے کہ قطع کرنیکا حکم اثر نہ کرے اور وہ شخص ہلاک نہو اسلیئے کہ داغ دینے سے زخم سرایت نہیں کرتا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کے لیے حکم کیا کہ اُس کا ہاتھ گردن میں لٹکا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا۔ میں کہتا ہوں یہ شہرت کے لیئے کیا گیا تاکہ لوگ اُسکا چور ہونا معلوم کرلیں اور ظلم اور حد کے قطع کرنے میں فرق ہوجاوے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس چوری میں جو نصاب سے کم ہو اُسکو سزا دینے اور چند تاوان دینے کا حکم فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں دوچند تاوان دینے کا حکم اسلیئے دیا کہ چور کو اُس کے فعل سے باز رکھنا اور اسکو مالی و بدنی سزا دینا ضرور ہے اسلیئے کہ انسان کو بسا اوقات جسمانی تکلیف مالی سے زیادہ باز رکھتی ہے اور بسا اوقات اُس کے برعکس ہوتا ہے اسلیئے دونوں تکلیفیں جمع کی گئیں پھر اگر مال مسروقہ کے برابر تاوان کا حکم ہوتا تو چوری کرنا نہ کرنا برابر ہوتا اور کچھ سزا نہ ہوتی اسلیئے دوچند تاوان دینے کا حکم کیا گیا تاکہ آیندہ کو کبھی چوری کا قصد نکرے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور پکڑا ہوا آیا اور اُس نے چرانے کا اقرار کیا مگر اُس کے پاس مال مسروقہ برآمد نہ ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ میرے خیال میں تونے چوری نہیں کی ہے اُس نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ اُس سے یہی ارشاد فرمایا تب آپ نے اُس کے ہاتھ قطع کرنے کا حکم دیا۔ اور ایک مرتبہ ایک مجرم گرفتار ہو کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ کہو کہ میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں اور اُسکی طرف توبہ کرتا ہوں اُس نے کہا میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں اور اُس سے توبہ چاہتا ہوں تو آپ نے تین مرتبہ خدا تعالٰے سے یہ دعا کی استغفر اللہ الخ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب گنہگار اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور وہ اُسپر نادم ہے تو مناسب ہے کہ کسی حیلہ سے حد اُسپر دور کردی جائے اور ہم اس کا حال پہلے بیان کرچکے ہیں اللہ پاک فرماتا ہے یحاربون اللہ ورسولہ الآیۃ میں کہتا ہوں محاربت کا مدار ایک جماعت مظلومہ سے قتال کرنے پر ہوتا ہے اور چوری کی حد سے اس حد کے مقرر کرنے کا

[1] الحسم ان یغمس فی الدهن الذی اغلی کفالی مدا

علیها والسبب فی مشروعیۃ هذا الحدّ اشدّ من حدّ السرقۃ انّ الاجتماع الکثیر من بنی آدم لا یخلوا من انفس تغلب علیهم الخصلۃ السبعیۃ لهم جراءۃ شدیدۃ وقتال واجتماع فلا یبالون بالقتل والنهب وفی ذلک مفسدۃ اعظم من السرقۃ لانه یتمکن اهل الاموال من حفظ اموالهم من السراق ولا یتمکن اهل الطریق من التمنع من قطاع الطریق ولا یتیسر لولاۃ الامور وجماعۃ المسلمین نصرتهم فی ذلک المکان والزمان ولانّ داعیۃ الفعل من قطاع الطریق اشدّ واغلظ فان القاطع لا یکون الا جریّ القلب قوی الجنان ویکون فیما هنالک اجتماع واتفاق بخلاف السراق فوجب ان تکون عقوبتہ اغلظ من عقوبتہ والاکثرون علی ان الجزاء علی الترتیب وهو الموافق لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقتل المؤمن الا باحدی ثلاث الحدیث وقیل علی التخییر وهو الموافق لکلمۃ او وعندی ان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم المفارق[1] للجماعۃ یحتمل ان یکون قد جمع العلتین والمراد ان کل علۃ تفید الحکم کما جمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین العلتین فقال لا یخرج الرجلان یضربان الغائط کاشفین عن عورتهما یتحدثان فکشف العورۃ سبب اللعن والتحدیث فی مثل تلک الحالۃ ایضا سبب اللعن؛ قال اللہ تعالی یا ایها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون

سبب زیادہ تر قوی ہے اور وجہ یہ ہے کہ بنی آدم کے مجمع میں خواہ مخواہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنمیں خصلت سبعی کا غلبہ ہوتا ہے اور اُن لوگوں میں سخت جرأت اور قتال اور اجتماع کا مادہ ہوتا ہے اور قتل کرنے اور غارت گری میں بے باک ہوتے ہیں اور اسکا فساد چوری کے فساد سے زیادہ ہے کیونکہ لوگ چوروں سے اپنے مالوں کو محفوظ رکھ بھی سکتے ہیں مگر رستوں کے چلنے والے رہزنوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے اور نہ حکام لوگ اور مسلمانوں کی جماعت اس مکان اور اُس وقت میں اُنکی مدد بآسانی کر سکتی ہے اور نیز قطع الطریق کو جو ادہ اُن کے فعل پر آمادہ کرتا ہے وہ زیادہ تر سخت و مستحکم ہوتا ہے اس لئے کہ رہزن وہی آدمی ہوتا ہے جو بڑا دلیر اور قوی الجثہ آدمی ہو اور نیز اُن لوگوں کا باہم اجتماع و اتفاق رہتا ہے بخلاف چوروں کے لہذا ضروری ہوا کہ رہزن کی سزا چوری کی سزا سے زیادہ تر سخت مقرر کیجائے اور اکثر کے نزدیک سزا میں ترتیب کرنی چاہیئے اور وہ قول اس حدیث کے موافق ہے لا یقتل الخ اور بعض کے نزدیک سزا کے اندر اختیار ہے اور یہ قول لفظ آو کے مناسب ہے اور میرے نزدیک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المفارق للجماعۃ اسمیں دو علتوں کے جمع کر دینے کا احتمال پایا جاتا ہے اور مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر علت حکم کے مفید ہے جس طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں دو علتوں کو جمع کیا ہے لا یخرج الخ دو شخص پاخانہ کرنے اپنا ستر کھولے ہوئے باہر نہ جائیں۔ پس ستر کا کھولنا لعنت کا سبب ہے اور باتیں کرنا بھی ایسی حالت میں اللہ پاک فرماتا ہے یا ایها الذین آمنوا الخ اے ایمان والو شراب و جوا اور بت اور تیر ناپاک چیزیں ہیں شیطان کے کام سے پس اُس سے پرہیز کرو شاید کہ تم فلاح پاجاؤ۔

[1] مر تمامہ فی المظالم ۱۲ ستہ ای فی الحدیث المذکور سابقا المارق لدینہ التارک للجماعۃ ۱۲

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلوٰةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ **اقول** بين الله تعالى ان فى الخمر مفسدتين مفسدة فى الناس فان شاربها يلاحى القوم ويعد وعليهم ومفسدة فيما يرجع الى تهذيب نفسه فان شاربها يغوص فى حالة بهيمية ويزول عقله الذى به قوام الاحسان ولما كان قليل الخمر يدعو الى كثيره وجب عند سياسة الامة ان يدار التحريم على كونها مسكرًا فلا يعلق بوجود السكر فى الحال ثم بين النبى صلى الله عليه وسلم ان الخمر ما هى فقال كل مسكر خمر وكل مسكر حرام وقال الخمر من هاتين الشجرتين النخلة والعنبة وتخصيصهما بالذكر لما كان حال تلك البلاد **وسئل** عليه السلام عن المزر[1] والبتع فقال كل مسكر حرام **وقال** صلى الله عليه وسلم ما اسكر كثيره فقليله حرام **اقول** هذه الاحاديث مستفيضة ولا ادرى اى فرق بين العنبى وغيره لان التحريم ما نزل الا للمفاسد التى نص القرآن عليها وهى موجودة فيهما وفيما سواهما سواء **قال** صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر فى الدنيا فمات وهو يدمنها لم يتب

انما یرید الخ یعنے شیطان کا یہی ارادہ ہے کہ تم میں شراب اور جوئے کے اندر عداوت اور بغض ڈلوائے اور خدا تعالی کے ذکر اور نماز سے باز رکھے پھر کیا تم باز رہنے والے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ خدا تعالی نے اس بات کو بیان فرمادیا کہ شراب میں دو قسم کی برائی ہے ایک تو لوگوں کے لیے برائی ہے کہ شارب الخمر لوگوں سے لڑتا جھگڑتا اور اُن کو ستاتا ہے اور ایک برائی کا انجام اس کی تہذیب نفس کیطرف رجوع کرتا ہے کیونکہ شارب الخمر حالت بہیمی کے اندر غرق ہو جاتا ہے اور اُس کی عقل جس پر نیکی کا مدار ہے زائل ہو جاتی ہے اور تھوڑی شراب چونکہ بہت سی شراب کا شوق دلاتی ہے لہذا سیاست اُمت کے لحاظ سے ضرور ہو کہ حرمت کا مدار اُسکے نشا آور ہونے پر کیا جاوے اور فے الحال نشہ کے موجود ہونیکا اعتبار نہ کیا جاوے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ شراب کیا چیز ہے اور فرمایا کل مسکر خمر الخ ہر چیز نشہ آور شراب ہے اور ہر چیز نشہ آور حرام ہے اور فرمایا کہ شراب ان دو درختوں سے ہوتی ہے چھوارہ و انگور اور ان دونوں کی اس ملک کی حالت کے اعتبار سے ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مرز اور تبع کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے (مرز اہل یمن کی شراب ہے جو جوار سے بنتی ہے اور تبع اس شراب کو کہتے ہیں جو شہد سے تیار کی جاتی ہے) اور آپ نے فرمایا ہے ما اسکر کثیرہ الخ یعنے جو چیز بہت سی نشہ آور ہو وہ تھوڑی بھی حرام ہے میں کہتا ہوں یہ سب احادیث مستفیضہ ہیں اور میں اس بات کو نہیں جانتا کہ شراب انگوری اور کسی اور شراب میں کیا فرق ہے کیونکہ شراب کی حرمت اُن مفاسد کے سبب سے نازل ہوئی ہے جنکی قرآن پاک میں تصریح کی ہے اور وہ مفاسد سب قسم کے شرابوں میں برابر پائی جاتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من شرب الخمر الخ جس کسی نے دنیا میں شراب پی اور شراب کا عادی ہوکر بغیر توبہ کے مر گیا

[1] ای کان مظنۃ مصوبہم من ہاتین الشجرتین ۱۲ سے المزر بکسر الاول وسکون الزاء المعجمۃ شراب اہل الیمن کانوا یتخذونہ من الذرۃ والبتع بکسر الموحدۃ وسکون الفوقانیۃ ایضا شراب لہم من عسل ۱۲ سے یدام علے شربہا ومعاقرۃ ۱۲

لم يشربها فی الآخرة **اقول** وسبب ذلك ان الغائص فی الحالة البهيمية المدبر عن الاحسان ليس له فی لذات الجنان نصيب فجعل شرب الخمر وادمانها وعدم التوبة منها مظنة للغوص وادير الحكم عليها وخص من لذات الجنان الخمر ليظهر تخالف اللذتين بادئ الرأی وايضا ان النفس اذا انهمكت فی اللذة البهيمية فی ضمن فعل تمثل هذا الفعل عند ها شبحا لتلك اللذة يتذكرها بتذكرها فلا يستحق ان تتمثل اللذة الاحسانية بصورتها **وايضا** فامر الجزاء على المناسبة فمن عصى بالاقدام على شیء فجزاؤه ان يؤلم بفقد مثل تلك اللذة عند طلبه لها واستشرافه عليها **قال** صلى الله عليه وسلم ان على الله عهدا لمن شرب المسكران يسقيه من طينة الخبال وطينة الخبال عصارة اهل النار **اقول** السر فی ذلك ان القيح والدم اقبح الاشياء السيالة عندنا واحقرها واشدها نفرة بالنسبة للطبائع السليمة والخمر شیء سيال فناسب ان يتمثل مقرونا بصفة القبح فی صورة طينة الخبال وذلك كما قالوا فی المنكر والنكير انهما انما كانا ازرقين لان العرب يكرهون الزرقة **وقد ذكرنا** ان بعض الوقائع الخارجية بمنزلة المنام فی ذلك وقال صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر لم يقبل الله له صلوة اربعين صباحا فان تاب تاب الله عليه **اقول** السر فی عدم قبول صلاته ان ظهور صفة

تو آخرت میں شراب نہ پیئے گا۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ جو کوئی صفت بہیمی میں غرق ہوگیا اور صفت احسان سے اُسنے بالکل پشت پھیرلی جنت کے لذائذ سے وہ شخص محروم رہیگا۔ پس شراب کا پینا اور اُسکا عادی ہوجانا اور اس سے تائب نہ ہونا قوت بہیمی میں مستغرق ہونے کا سبب گردان کر اسپر حکم دائر کر دیا گیا اور جنت کے لذائذ میں سے شراب کو مخصوص کیا گیا تاکہ ظاہر میں دونوں لذتوں کی مخالفت مخصوص ہو جائے اور نیز جب نفس کو لذت بہیمی کے اندر کسی فعل کے ضمن میں انہماک ہوتا ہے تو وہی فعل اُس لذت کا اُس شخص کے نزدیک صورت مثالیہ ہوجاتا ہے جس کے یاد کرنے سے اُسکو یاد کرلیتا ہے پس وہ شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ احسان کی لذت اُسکے لئے ظاہر ہو اور نیز فعل کی سزا اُسکے مناسب ہوا کرتی ہے پس جس کسی نے ایک چیز پر اقدام کیا ہے۔ اسکی سزا یہ ہے کہ اسکی خواہش اور امید کے وقت اُس لذت کے معدوم کرنے سے اُسکو تکلیف دیجائے اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان علی اللہ عہدا الخ خدا لئے تعالے پر اس بات کا عہد ہے کہ جو شخص نشہ پیئے گا اُسکو خدا طینۃ الخبال پلائیگا اور طینۃ الخبال دوزخیوں کا نچوڑ ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہو کہ پیپ اور خون بہنے والی اشیاء سے بدترین اور حقیرترین اور سخت ترین اشیاء ہیں باعتبار نفرت طبیعت سلیمہ کے اور شراب بہنے والی چیز ہے اور مشابہ پیپ کے ہی صورت خیالیہ میں جیسا کہ منکر نکیر کے باب میں علماء نے فرمایا ہے کہ انکی آنکھیں نیلگوں ہوتی ہیں اسلیئے کہ عرب ازرق چشم سے بیزار ہیں جیسا کہ خواب میں بعض چیزیں انسان کو دکھائی دیتی ہیں اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من شرب الخمر شارب الخمر کی چالیس دن کی صبح کی نماز خدائے تعالیٰ نہیں قبول کرتاہے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ پاک بھی اسکی توبہ قبول کرتاہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکی نماز نہ قبول ہونے میں یہ راز ہے کہ صفت

عہ اسے فی طینۃ الخبال ۱۲

البهيمية وغلبتها على الملكية بالاقدام على المعصية اجتراء على الله وغوص نفسه في حالة رذيلة تنافي الاحسان وتضاده ويكون سببا لفقد استحقاق ان تنفع الصلوة في نفسه نفع الاحسان وان تنقاد نفسه للحالة الاحسانية وكان الشارب يؤتى به الى النبي صلى الله عليه وسلم فيامر بضربه فيضرب بالنعال والاردية[1] والايدي حتى يبلغ اربعين ضربة ثم قال بكتوه فاقبلوا عليه يقولون ما اتقيت الله ما خشيت الله ما استحييت من رسول الله صلى الله عليه وسلم **وروي** انه صلى الله عليه وسلم اخذ ترابا من الارض فرمى به وجهه **اقول** السبب في نقصان هذا الحد بالنسبة الى سائر الحدود ان سائر الحدود لوجود مفسدة بالفعل ان يكون سرق متاعا او قطع الطريق او زنى او قذف واما هذا فقد اتى بمظنة الفساد دون الفساد فلذلك نقص عن المائة[2] وانما كان النبي صلى الله عليه وسلم يضرب اربعين لانه مظنة القذف والمظنة ينبغي ان تكون اقل من نفس الشئ بمنزلة نصفه ثم لما كثر الفساد جعل الصحابة رضي الله عنهم حده ثمانين اما لانه اخف حد في كتاب الله فلا يجاوز غير المنصوص عن اقل الحدود واما لان الشارب يقذف غالبا ان لم يكن زنى او قتل والغالب حكمه حكم المتيقن واما سر التبكيت فقد ذكرنا من قبل **قال** النبي صلى الله عليه وسلم انما اهلك الذين من قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها **وقال** صلى الله عليه وسلم من حالت شفاعته دون حد من حدود الله فقد ضاد الله[3]

بہیمیہ کا ظاہر ہو جانا اور ملکیہ پر معصیت الٰہی کے مرتکب ہونے سے اسکا غالب ہو جانا خدا تعالیٰ پر جرأت کرنا اور اپنے نفس کا ایک حالت خواری میں جو صفت احسان کے بالکل منافی اور مخالف ہے مستغرق کر دینا ہے جسکے سبب سے نماز کا نفع اسکے حق میں جاتا رہتا ہے اور جب شراب پینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گرفتار ہو کر آتا تھا تو آپ اسکے مارنے کا حکم دیتے تھے اور جوتیوں اور کپڑے اور ہاتھ سے اسکو مار پیٹ کیجاتی تھی یہانتک کہ چالیس ضربہ اسکے لگتے تھے پھر آپ فرماتے تھے کہ اسکو ڈانٹ بتاؤ تو لوگ اسکی طرف متوجہ ہوتے تھے تو ایسی ایسی باتیں کہتے تھے کہ تو نے خدا کا خوف نہیں کیا تو خدا سے نڈر ہو گیا اور تو نے رسول خدا سے کچھ حیا نہ کی اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے خاک اٹھا کر اسکے منہ پر ماری۔ میں کہتا ہوں بہ نسبت اور حدود کے اس حد کے کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ اور معاصی میں اسی وقت فوراً خرابی موجود ہوتی ہے مثلاً وہ شخص کسی کا مال چرا لیتا ہے یا رہزنی کرتا ہے یا چوری کرتا ہے یا کسی کو زنا کی طرف منسوب کرتا ہے اور شراب پینے میں فساد کا احتمال ہے مگر بالفعل فساد موجود نہیں ہوتا اسواسطے سو سے کم شراب کی حد مقرر کیگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس درہ اسواسطے مارتے تھے کہ اسمیں قذف کا احتمال ہے اور جو ایک چیز کا مظنہ ہوتا ہے وہ اس شے سے بمنزلہ نصف کے ہوتا ہے پھر جب فساد زیادہ ہو گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی درہ شراب کی حد مقرر کیے یا تو اسواسطے کہ کتاب الٰہی میں جسقدر حدود مقرر ہیں اسی کی مقدار ان سب میں ادنی درجہ کی ہے جس حد کی قرآن کے اندر تصریح نہیں کیگئی ادنی درجہ کی حد سے وہ حد کم نہ ہونی چاہیے یا اسواسطے کہ شراب پینے والا اکثر خود زنا یا قتل نہیں کرتا ہے تو اوروں کو اکثر زنا کیطرف منسوب کرتا ہے اور اکثر کو حکم یقین کا ہوتا ہے اور توبیخ کرنیکا بھید ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم سے پیشتر لوگ اسیواسطے ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں کوئی معزز شخص چوری کرتا ہے تو اسکو چھوڑ دیتے اور اگر ناتوان آدمی چوری کرتا تو اسپر حد قائم کرتے تھے اور خدا کی قسم اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کرے تو بلاشبہ میں اسکا ہاتھ کاٹ ڈالوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس آدمی کی سفارش حدود الٰہی میں سے کسی حد کی نسبت مانع ہو گئی

[1] جمع رداء اي الثياب ۱۲ [2] بل من الثمانين ۱۲ [3] اي خالف امره ۱۲

أقول علم النبي صلى الله عليه وسلم ان حفظ جاه الشرفاء والمسامحة معهم والذب عنهم والشفاعة في امرهم امر توارد عليه الامم وانقادلها طوائف الناس من الاولين والآخرين فاكد في ذلك وسجل فان الشفاعة والمسامحة بالشرفاء مناقضة لشرع الله الحدود ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لعن المحدود والوقوع فيه لئلا يكون سببا لامتناع الناس من اقامة الحد ولان الحد كفارة والشئ اذا تدورك بالكفارة صار كان لم يكن وهو قوله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده انه لفي انهار الجنة ينغمس بها ويلحق بالحدود مزجرتان اخريان احداهما عقوبة هتك حرمة الملة والثانية الذب عن الامامة والاصل في الاولى قوله صلى الله عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه وذلك لانه يجب ان يقام اللائمة الشديدة على الخروج من الملة والا لانفتح باب هتك حرمة الملة ومرضي الله تعالى ان تجعل الملة السماوية بمنزلة الامر الجبلي الذي لا ينفك عنه وتثبت الردة بقول يدل على نفي الصانع او الرسل او تكذيب رسول او فعل تعمد به استهزاء صريحا بالدين وكذا انكار ضروريات الدين قال الله تعالى وطعنوا في دينكم وكانت يهودية تشتم النبي صلى الله عليه وسلم وتقع فيه فخنقها رجل حتى ماتت فابطل النبي صلى الله عليه وسلم دمها وذلك لانقطاع ذمة الذمي بالطعن في دين المسلمين والشتم والايذاء الظاهر

اس شخص نے خدا تعالے کی مخالفت کی۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم تھی کہ خاندانی لوگوں کی عزت کا محفوظ رکھنا اور ان کے ساتھ درگذر کرنا اور انکو معاملہ میں سفارش کرنا ہمیشہ سے امتوں میں چلا آتا ہے اور تمام اولین اور آخرین اس بات کے پیرو ہیں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نسبت بہت تاکید اور اہتمام کیا اسواسطے کہ شرفاء کی سفارش اُنسے درگذر کرنا اُن حدود کی مخالفت کرنا ہے جنکو خدا تعالی نے مقرر فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محدود پر لعنت کرنے اور اسمیں واقع ہونے سے نہی فرمائی ہے تاکہ اس سبب سے حد کے قائم کرنے سے لوگ باز نہ رہیں اور اسواسطے کہ حد گناہ کا کفارہ ہے اور جب کسی شئے کا کفارہ سے تدارک ہوگیا تو وہ شئے کالعدم ہوگئی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ الخ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ وہ جنت کی نہروں میں ڈوبا ہوا ہے اور حدود کے ساتھ دو قسم کی زجر اور بھی ہوتی ہیں ایک تو دین کی ہتک عزت کی سزا اور ایک امامت سے روکنا پہلے کی دلیل یہ حدیث ہے من بدل دینہ الخ جو کوئی اپنا دین بدل دے اُسکو قتل کر ڈالو اسکی وجہ یہ ہے کہ دین سے باہر ہونے کی سزا میں سخت ملامت کا قایم کرنا ضروری ہے ورنہ دین کی ہتک کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور خدا کو یہ منظور ہے کہ ملت آسمانی بمنزلہ جبلی امر کے ہو جائے جو جدا نہیں ہوسکتا اور ارتداد اسی بات سے ثابت ہوتا ہے جسمیں خدا یا رسولوں کی نفی یا کسی رسول کی تکذیب پر دلالت ہو یا ایسا فعل جس سے دین کے ساتھ صراحتاً استہزاء مقصود ہو اور اسی طرح ضروریات دین کے انکار سے ارتداد ثابت ہوتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے۔ و طعنوا الخ اور انہوں نے دین کے اندر عیب نکالا۔ اور ایک یہودیہ سو لخدا صلعم کو کچھ برا بھلا کہا کرتی تھی تو ایک شخص نے اسکا گلا دابدیا حتی کہ وہ مرگئی آپنے یہ خبر سنکر اسکے خون کو ہدر کردیا اسلیئے کہ دین اسلام میں عیب جوئی اور مسلمانوں کی ظاہری ایذا رسانی سے عہد منقطع

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انا بریٔ من کل مسلم مقیم بین اظھر المشرکین لا تتراءی نارا ھما **اقول** السبب فی ذلک ان الاختلاط معھم وتکثیر سوادھم احدی النصرتین لھم ثم ضبط النبی صلی اللہ علیہ وسلم البعد من احیاء الکفار بأن یکون منھم بحیث لو اوقدت نار علی ارفع مکان فی بلدھم او حلتھم لم تظھر للآخرین والاصل فی الثانیۃ قولہ تعالی فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منھما **اقول** السبب فی ذلک ان الامامۃ مرغوب فیھا طبعا ولا یخلو اجتماع الناس فی الاقالیم من رجل یجتریٔ لاجلھا علی القتال ویجتمع لنصرتہ الرجال فلو ترک ولم یفتر لقتل الخلیفۃ ثم قاتلہ آخر فقتلہ وھلم جرا وفیہ فساد عظیم للمسلمین ولا ینسد باب ھذہ المفسدۃ الا بان تکون السنۃ بین المسلمین ان الخلیفۃ اذا انعقدت خلافتہ ثم خرج آخر ینازعہ حل قتلہ ووجب علی المسلمین نصرۃ الخلیفۃ علیہ ثم الذی خرج بتاویل لمظلمۃ یرید دفعھا عن نفسہ وعشیرتہ او لنقیصۃ یثبتھا فی الخلیفۃ ویحتج علیھا بدلیل شرعی بعد ان لا یکون مسلما عند جمہور المسلمین ولا یکون امر من اللہ فیہ عندھم برھان لا یستطیعون انکارہ فاسم دون الامر الذی خرج یفسد فی الارض ویحکم السیف دون الشرع فلا ینبغی ان یجعلا بمنزلۃ

ہوجاتا ہے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا بریٔ الخ جو مسلمان مشرکین کے اندر بستے ہیں اس سے بیزار ہوں وہ دونوں ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھنے پائیں۔ میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے کہ کفار کے ساتھ اختلاط کرنا اور اُن کے گروہ کو بڑہانا بھی ایک قسم کی مدد ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کی بستیوں سے دور رہنے کو اسطرح پر منضبط فرمایا کہ اگر ایک فریق کے شہر یا محلہ میں اگر کسی بلند جگہ پر آگ روشن کیجائے تو دوسرے فریق کو ظاہر نہ ہو اور دوسرے کی دلیل یہ آیت ہے فان بغت الخ پھر ایک گروہ نے دوسرے پر بغاوت کی ہے پھر جس نے بغاوت کی ہے اسپر مقاتلہ کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا بویع الخ اگر دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو اُن دونوں میں سے دوسرے خلیفہ کو مار ڈالو۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ امامت ایسی چیز ہے کہ انسان کی طبیعت کا میلان اسی کی طرف ہوتا ہے اور مختلف ولایتوں میں لوگوں کے اندر کوئی نہ کوئی ایسا شخص پیدا ہوتا ہے جو امامت کی خاطر قتال پر اسکو جرأت ہوتی ہے اور کچھ لوگ اُسکے بھی مددگار ہوتے ہیں پس اسکو اگر علی حالہ چھوڑ دیا جائے اور قتل نہ کیا جائے تو وہ ضرور خلیفہ کو قتل کرے پھر کوئی اور اُس سے قتال کرے اور وہ اسکو قتل کرے وعلے ہذا القیاس مسلمانوں میں فساد عظیم برپا ہو پس اس مفسدہ کے انسداد کی یہی صورت ہے کہ مسلمانوں میں اسکے متعلق ایک طریقہ مقرر کیا جائے کہ جب ایک آدمی خلیفہ مقرر ہو جائے پھر دوسرا آدمی اسمیں جھگڑا کرنے کے لئے آمادہ ہو تو اسکا قتل روا ہے اور اسکے مقابل میں خلیفہ کی مدد کرنا مسلمانوں کو ضروری ہے پھر اسکے بعد وہ شخص ہے جو اپنی ذات یا کنبہ سے کسی ظلم کے دفع کرنے کے ارادہ سے بتاویل شرعی خلیفہ پر خروج کرے یا خلیفہ کے اندر کوئی نقصان ثابت کرے اور دلیل شرعی سے اسپر حجت کرے اور جمہور مسلمانوں کے نزدیک وہ دلیل مسلم نہ ہو اور نہ وہ خدا کا ایسا حکم ہو جو برہان قطعی سے ثابت ہو جسکا انکار نہ کر سکیں پس اس شخص کا حال اُس آدمی سے کم درجہ پر ہے جو ملک میں فساد پھیلانے کی غرض سے خروج کرے اور شرع کو چھوڑ کر تلوار کو حکم قرار دے یہ دونوں شخص ایک مرتبے کے نہ ہونے چاہئیں۔

واحدة فلذلك كان الاولی ان یبعث الامام الیہم فطنا ناصحا عالما یکشف شبہتہم او یدفع عنہم مظلمتہم کما بعث امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ الی الحروریۃ فان رجعوا الی جماعۃ المسلمین فبہا والا قاتلہم ولا یقتل مدبرہم ولا اسیرہم ولا یجہز علی جریحہم لان المقصود انما ہو دفع شرہم و تفریق جماعتہم و قد حصل واما الثانی فہو من المحاربین وحکمہ حکم المحارب:

القضاء

اعلم ان من الحاجات التی یکثر وقوعہا و تشتد مفسدتہا المناقشات فی الناس فانہا تکون باعثۃ علی العداوۃ والبغضاء و فساد ذات البین و تہیج الشح علی غمط الحق وان لا ینقاد للدلیل فوجب ان یبعث فی کل ناحیۃ من یفصل قضایاہم بالحق و یقہرہم علی العمل بہ اشاؤا ام ابوا ولذلک کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتنی ببعث قضاۃ اعتناء شدیدا ثم لم یزل المسلمون علی ذلک ثم لما کان القضاء بین الناس مظنۃ الجور والحیف وجب ان یرہب الناس عن الجور فی القضاء وان یضبط الکلیات التی یرجع الیہا الاحکام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس لیئے امام کو لازم ہے کہ اس مفسد کیطرف کسی دانا عالم کو نصیحت کیلئے بھیجے تاکہ اُس شبہ کو دور کرے یا اس سے ظلم کو دفع کرے جس طرح امیر المومنین حضرت علی رض نے عبد اللہ بن عباس رض کو حروریہ کو روانہ کیا پس اگر وہ شخص مسلمانوں کی جماعت کیطرف رجوع کرے فبہا ورنہ امام کو اُس سے قتال کرنا چاہیئے مگر انہیں سے جو شخص بھاگ جائے اُسکا تعاقب کرکے قتل نہ کرنا چاہیئے اور نہ اُن کے قیدی قتل کیے جائیں اور جو شخص زخمی ہو جائے اُسکو بھی پھر قتل نہ کرنا چاہیئے اسلیئے کہ مقصود دفع شر اور انکی جماعت کا پراگندہ کرنا تھا وہ حاصل ہوگیا اور دوسرا شخص محاربین میں سے ہے اور اسکا حکم محارب کا حکم ہے۔

قضاء کا بیان

معلوم کرو کہ جن حاجات کا بکثرت وقوع ہوتا ہے اور جنکا فساد سخت ہوتا ہے وہ لوگوں کے باہمی مناقشات ہیں وہی مناقشات عداوت اور بغض اور باہمی فساد کے باعث ہوتے ہیں اور انہیں سے حق تلف کرنے اور دلیل کے نہ ماننے کی خواہش زیادہ ہوتی ہے پس ضرور ہوا کہ ہر طرف میں ایک ایسا شخص مقرر کیا جائے جو شرع کے موافق اُن کے مقدمات کو فیصل کرے اور اُن فیصلہ پر عمل کرنے پر خواہ مخواہ انکو مجبور کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قضاۃ کے بھیجنے کا نہایت اہتمام رہا پھر آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور تمام مسلمانوں میں اس بات کا اہتمام رہا پھر چونکہ لوگوں کے فیصلہ کرنے میں ظلم اور جور کا احتمال ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ لوگوں کو فیصلہ کے اندر نا انصافی کرنے سے خوف دلایا جائے جن کلیات کی طرف احکام کا رجوع ہوتا ہے وہ منضبط کیے جائیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ـــــــــــــــ
لہ من قولہم اجہز علی الجریح اذا اسرع قتلہ و جزرہ ۱۲ سہ ای استغفار ۱۲

من جعل قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين اقول هذا بيان ان القضاء حمل ثقيل وان الاقدام عليه مظنة للهلاك الا ان يشاء الله وقال صلى الله عليه وسلم من ابتغى القضاء وسأله وكل الى نفسه ومن اكره عليه انزل الله عليه ملكا يسدده اقول السر فيه ان الطالب لا يخلو غالبا من داعية نفسانية من مال او جاه او التمكن من انتقام عدو ونحو ذلك فلا يتحقق منه خلوص النية الذى هو سبب نزول البركات قال صلى الله عليه وسلم القضاة ثلاثة واحد فى الجنة واثنان فى النار فاما الذى فى الجنة فرجل عرف الحق وقضى به ورجل عرف الحق فجار فى الحكم فهو فى النار ورجل قضى للناس على جهل فهو فى النار اقول فى هذا الحديث انه لا يستوجب القضاء الا من كان عدلا بريا من الجور والميل قد عرف منه ذلك وعالما يعرف الحق لا سيما فى مسائل القضاء والسر فى ذلك واضح فانه لا يتصور وجود المصلحة المقصودة الا بها قال صلى الله عليه وسلم لا يقضين حكم بين اثنين وهو غضبان اقول السبب المقتضى لذلك ان الذى اشتغل قلبه بالغضب لا يتمكن من التأمل فى الدلائل والقرائن ومعرفة الحق قال صلى الله عليه وسلم اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم فاجتهد فاخطأ فله اجر واحد اجتهد يعنى بذل طاقته فى اتباع الدليل وذلك لان التكليف بقدر الوسع وانما وسع الانسان ان يجتهد وليس فى وسعه ان يصيب الحق البتة

من جعل الخ جو آدمی لوگوں کے اندر قاضی مقرر کیا گیا بلا شبہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔ میں کہتا ہوں اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بیان کیا کہ قضا نہایت بھاری بوجھ ہے اور اس پر اقدام کرنے میں ہلاکت کا اندیشہ ہے الا ما شاء اللہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ابتغی الخ جو شخص قضا کا طالب ہو اور اس کی درخواست کرے تو وہ شخص اپنی ذات پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے تو خدا تعالی اس پر ایک فرشتہ نازل کرتا ہے کہ جو اسکی بھلائی کرتا رہتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسمیں یہ راز ہے کہ جو شخص حکومت کا طالب ہوتا ہے تو غالباً مال یا جاہ کی خواہش یا کسی دشمن سے بدلہ لینے کی قدرت کا حاصل ہونا وغیرہ اسکا منشا ہوتا ہے پس اس شخص سے خلوص نیت جو نزول برکات کا سبب ہے نہیں پائی جاتی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے القضاۃ الخ قاضی لوگ کی تین قسم ہیں ایک جنتی اور دو دوزخی ہیں جنتی وہ شخص ہے جو حق کو پہچانے اور اسی کے موافق حکم دے اور جو شخص حق کو پہچان کر حکم دینے میں ظلم کرے وہ دوزخی ہے اور وہ شخص جو جاہل ہو کر حکم دے وہ بھی دوزخی ہے۔ میں کہتا ہوں اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قاضی ہونے کے قابل وہ شخص ہے جو عادل ہو اور ظلم کی طرف میلان سے پاک ہو اور اسکی یہ بات لوگوں میں مشہور ہو اور نیز وہ شخص عالم ہو جو احکام حقہ خاصکر مسائل قضا سے واقف ہو اور اسکا سبب ظاہر ہے اور وہی سبب ہے کہ قاضی کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان باتوں کے غیر متصور ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یقضین الخ کوئی پنچ غصہ کی حالت میں دو شخصوں کے مابین فیصلہ نہ کرے۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ جب ایک شخص کا دل غصہ کی حالت میں مشغول ہو تو وہ شخص دلائل اور قرائن کے معلوم کرنے میں پورے طور پر غور نہ کرسکیگا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ اذا حکم الحاکم الخ جب کوئی حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے پھر وہ چوک جائے تو اسکے لئے ایک اجر ہے اور اجتہاد کے معنے حتی الوسع دلیل کی تلاش کرنے میں کوشش کرنے کے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ تکلیف بقدر وسع کے ہے اور انسان کی وسع میں صرف اسقدر ہے کہ حتی المقدور دلیل تلاش کرے باقی رہا حق کو پہونچ جانا سو یہ ہرگز اسکے بس میں نہیں ہے۔

وقال صلى الله عليه وسلم لعلى رضى الله عنه اذا تقاضى اليك رجلان فلا تقض للاول حتى تسمع كلام الاخر فانه احرى ان يتبين لك القضاء **اقول** وذلك لانه عند ملاحظة الحجتين يظهر الترجيح واعلم ان القضاء فيه مقامان احدهما ان يعرف جلية الحال التى تشاجرا فيه والثانى الحكم العدل فى تلك الحالة والقاضى قد يحتاج اليهما وقد يحتاج الى احدهما فقط فاذا ادعى كل واحد ان هذا الحيوان مثلاً ملكه قد ولد فى يده او هذا الحجر التقطه من جبل ارتفع الاشكال لمعرفة جلية الحال والقضية التى وقعت بين على وزيد وجعفر رضى الله عنهم فى حضانة بنت حمزة رضـ كانت جلية الحال معلومة وانما كان المطلوب الحكم واذا ادعى واحد على الاخر الغصب والمال متغير صفته وانكر الاخر وقعت الحاجة اولا الى معرفة جلية الحال هل كان هناك غصب اولا وثانيا الى الحكم هل يحكم برد عين المغصوب او قيمته وقد ضبط النبى صلى الله عليه وسلم كلا المقامين بضوابط كلية اما المقام الاول فلا احق فيه من الشهادات والايمان فانه لا يمكن معرفة الحال الا باخبار من حضرها او باخبار صاحب الحال مؤكدا بما يظن انه لا يكذب معه قال صلى الله عليه وسلم لو يعطى الناس بدعواهم لادعى ناس دماء رجال واموالهم ولكن البينة على المدعى و

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا ہے اذا تقاضی الیک الخ یعنے جب دو شخص تیرے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو جب تک تو دوسرے کی بات نہ سن لے اسوقت تک پہلے کے موافق فیصلہ مت کر کیونکہ دونوں کی بات سننے سے حکم اچھی طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسواسطے کہ دونوں کی دلیل کو ملاحظہ کرنے سے ترجیح ظاہر ہو سکتی ہے۔ اور معلوم کرو کہ قضاء کے دو درجے ہیں اول تو مدعی مدعاعلیہ کے مقدمہ کی حقیقت حال کا معلوم کرنا اسکے بعد اس مقدمہ میں انصاف سے حکم دینا اور قاضی کو کبھی تو دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی صرف ایک کی۔ مثلاً اگر دو شخص ہیں اور ہر ایک اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ یہ جانور میری ملک ہی اور میری ہی ملک میں پیدا ہوا ہے یا یہ پتھر میں نے پہاڑ سے اٹھایا ہے تو یہاں کچھ اشکال نہیں ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے اور حضرت علی اور زید اور جعفر رضی اللہ عنہم کے مابین حضرت حمزہ کی لڑکی کی پرورش کے باب میں جو مقدمہ پیش تھا وہاں وہ مقدمہ ظاہر تھا صرف حکم دینا باقی تھا اور اگر ایک آدمی دوسرے پر غصب کا دعوی کرے اور مال کی صورت متغیر ہو اور دوسرا انکار کرے تو اولاً حقیقت حال معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی کہ وہاں غصب ہے یا نہیں اور اسکے بعد حکم دینے کی ضرورت ہوگی کہ بعینہ اس شے کے واپس کرنے کا حکم دیا جائے یا اسکی قیمت دینے کا اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قضاء کے دونوں مقام کو قواعد کلیہ سے منضبط فرمایا ہے مقام اول میں تو گواہی اور قسم سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ حقیقت الحال بجز اس صورت کے نہیں معلوم ہو سکتی کہ یا تو کوئی شخص جو اس واقع میں موجود تھا اسکی خبر دے یا خود وہی مقدمہ والا ایسی تاکید سے اسکو بیان کرے کہ جس کے ساتھ کذب ہونے کا ظن نہ پایا جائے اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو یعطی الخ یعنے اگر لوگوں کو صرف دعوی کرنے سے دلایا جائے تو بلاشبہ لوگ آپس میں خون و مال کا دعوی کرنے لگیں مگر مدعی کے لئے بینہ اور

والیمین علی المدعی علیہ فالمدعی ھو الذی یدعی خلاف الظاہر ویثبت الزیادۃ والمدعی علیہ ھو مستصحب الاصل والمتمسک بالظاھر ولاعدل ثم من ان یعتبر فیمن یدعی بینۃ وفیمن یتمسک بالظاھر ویدرأعن نفسہ الیمین اذ لم تقم حجۃ الاخر وقد اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی سبب مشروعیۃ ھذا الاصل حیث قال لو یعطی الناس الخ یعنی کان سببا للتظالم فلا بد من حجۃ ثم انہ یعتبر فی الشاھد صفۃ کونہ مرضیا عنہ لقولہ تعالی ممن ترضون من الشھداء وذلک بالعقل والبلوغ والضبط والنطق والاسلام والعدالۃ والمروءۃ وعدم التھمۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شھادۃ خائن ولا خائنۃ ولا زان ولا زانیۃ ولا ذی غمر علی اخیہ وترد شھادۃ القانع لاھل البیت وقال اللہ تعالی فی القذفۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفاسقون الا الذین تابوا الآیۃ وفی حکم القذف والزنا سائر الکبائر وذلک لان الخبر یحتمل فی نفسہ الصدق والکذب وانما یترجح احد المحتملین بالقرینۃ وھی اما فی المخبر او فی المخبر عنہ او غیرھما ولیس شئ من ذلک مضبوطا یحق ان یدار علیہ الحکم التشریعی الا صفات المخبر غیر ما ذکرنا من الظاھر والاستصحاب وقد اعتبر مرۃ حیث شرع للمدعی البینۃ والمدعی علیہ الیمین ثم اعتبر عدد الشھود علی اطوار

مدعا علیہ پر قسم لازم ہے پس مدعی وہ شخص ہوتا ہے جو ظاہر کے خلاف دعوے کرکے ایک نئی بات ثابت کرتا ہے اور مدعا علیہ اصل کا پابند اور ظاہر سے دلیل پکڑتا ہے پس ایسی صورت میں بجز ایک بات کے کوئی صورت انصاف کی نہیں ہے کہ مدعی سے بینہ کا اعتبار کیا جائے اور جو ظاہر سے استدلال کرتا ہے اور اپنے آپ کو بچاتا ہے در صورت مدعی کے پاس بینہ نہ ہونے کے اُس شخص سے قسم لی جائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قاعدہ کے مقرر ہونیکا سبب اشارتاً اس حدیث میں بیان فرمایا ہے لو یعطی الناس الخ یعنے یہ تظالم کا سبب ہے تو ایسی صورت میں حجت کا ہونا ضروری ہے پھر گواہ میں اس صفت کا ہونا معتبر ہے کہ لوگوں کے نزدیک وہ پسندیدہ ہو چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ممن ترضون الخ گواہوں میں سے جسکو تم پسند کرو۔ اور یہ صفت عقل و بلوغ اور اس معاملہ کے ضبط اور گویائی اور اسلام اور عدالت اور مروت اور عدم تہمت سے ہوتی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا یجوز شھادۃ خائن الخ کہ نہیں درست ہے گواہی خیانت کرنے والے کی اور خیانت کرنے والی کی اور نہ زانی اور نہ زانیہ کی اور نہ اُس شخص کی جو اپنے بھائی سے بغض رکھتا ہو اور جو شخص کسی کے گھر کا نوکر ہو اسکی گواہی رد کی جائے گی اور اللہ جل جلالہٗ نے قذف کرنے والے کی نسبت فرمایا ہے ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا الخ اور باقی کبائر کو یعنی زنا اور قذف کا ہی حکم ہے اسواسطے کہ خبر میں فی نفسہ صدق اور کذب کا احتمال ہوتا ہے اور اُن دونوں میں سے ایک کو کسی قرینہ سے ترجیح ہوتی ہے اور وہ قرینہ یا تو مخبر میں ہوتا ہے یا تو اُس میں جس سے خبر دی جاتی ہے یا کسی اور میں۔ اور ان قرائن میں سے انضباط کے قابل جسپر حکم کا مدار کیا جائے بجز صفت مخبر کے کوئی چیز نہیں ہے البتہ ظاہر حال ملکیت اور ابقاء ما کان علی ما کان قابل انضباط ہے مگر مدعی کے لیئے بینہ اور مدعا علیہ کے لیئے قسم مقرر ہونے میں اُس کا اعتبار ہو چکا ہے اب وہی گواہوں کی تعداد ان اطوار۔

سلہ ای حقد ۱۲ سلہ ھو الخادم والتابع بان کان فی خدمتہم لصداقۃ والمنقطع للقوم کالاجیر والوکیل ترد شھادتہ للتھمۃ ۱۲

وزعها على انواع الحقوق فالزنا لا يثبت الا باربعة شهداء والاصل فيه قوله تعالى و الذين يرمون المحصنات ثم لم ياتوا باربعة شهداء الاٰية و قد ذكر سبب مشروعية هذا من قبل و لا يعتبر فى القصاص والحدود الا شهادة رجلين والاصل فيه قول الزهرى رحمة الله تعالى جرت السنة من عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا تقبل شهادة النساء فى الحدود و يعتبر فى الحقوق المالية شهادة رجل وامرأتين والاصل فيه قوله تعالى فان لم يكونا رجلين فرجل و امرأتان و قد نبه الله تعالى على سبب مشروعية الكثرة فى جانب النساء فقال ان تضل احدهما فتذكر احدهما الاخرى يعنى هن ناقصات العقل فلا بد من جبر هذا النقصان بزيادة العدد وقضى رسول الله بشاهد و يمين و ذلك لان الشاهد العدل اذا لحق معه اليمين تاكد الامر وامر الشهادات لا بد فيه من توسعة وجرت السنة انه اذا كان ريب زكى الشاهدان وذلك لان شهادتهما انما اعتبرت من جهة صفاتهما المرجحة للصدق على الكذب فلا بد من تبينها وجرت السنة انه اذا كان ريب غلظت الايمان بالزمان والمكان واللفظ و ذلك لان الايمان انما صارت دليلا على صدق الخبر من جهة اقتران قرينة تدل على انه لا يقدم على الكذب معها فكان حقها اذا كان زيادة ريب طلب قوة القرائن فاللفظ زيادة

مختلفہ کے اعتبار سے مقرر کی گئی جسکو شارع نے مختلف حقوق کے اندر رکھا ہے پس زنا کا ثبوت بجز چار گواہوں کے ہو سکتا ہے یہ آیۃ اُسکی دلیل ہے والذین یرمون الآیۃ الخ اور ہم سابق میں اُس کی مشروعیت کا سبب بیان کر چکے ہیں اور قصاص میں و حدود میں صرف مردوں کی گواہی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اُس کی دلیل زہری رحمۃ اللہ کا یہ قول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے برابر یہ دستور جاری ہے کہ حدود میں صرف مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور حقوق مالیہ میں ایک مرد اور دو عورت کی گواہی کا بھی اعتبار ہوتا ہے بحکم آیہ فان لم یکونا الخ پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور جناب باریتعالی نے بجائے ایک مرد کے دو عورتوں کے مقرر کرنے کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ ان تضل احدٰھما فتذکر الخ اُن دونوں میں سے ایک چوک جائے تو اُن میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے یعنے عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں پس عدد بڑھا کر اُس کمی کا پورا کرنا ضروری ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ ایک شاہد اور ایک قسم سے حکم دے دیا اس واسطے کہ شاہد عدل کے ساتھ اگر قسم بھی پائی جائے تو وہ امر ثابت ہو جاتا ہے اور گواہیوں کے امر میں توسعہ ضروری ہے اور برابر سنت جاری ہے کہ اگر شاہدین میں قاضی کو کسی قسم کا تردد ہو تو بطور خود اُن کا تزکیہ کرے اسواسطے کہ اُن کی گواہی کا اعتبار اُن کی صفات کی وجہ سے .... اُن کے صدق و کذب پر ترجیح ہے پس اُن کے صفات کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور یہ بھی برابر سنت جاری ہے کہ اگر شک ہو تو قسم کو زمانہ اور مکان اور لفظ سے خوب مضبوط کیا جائے اسواسطے کہ قسم صدق خبر کی دلیل اسی قرینہ کی وجہ سے ہوتی ہے جس کے ساتھ خبر دینے والا کذب پر اقدام نہیں کر سکتا پس مناسب ہوا کہ اگر زیادہ شک ہو تو قرائن کو قوی کیا جائے لفظ کے اعتبار سے مضبوط کرنے کی یہ صورت ہے ۔

الاسماء والصفات والاصل فیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم احلف باللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشہادۃ ونحو ذلک والزمان ان یحلف بعد العصر لقولہ تعالی تحبسونھما من بعد الصلوۃ والمکان ان یقام بین الرکن والمقام ان کان بمکۃ وعند منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان بالمدینۃ وعند المنبر فی سائر البلد ان لورود فضل ھذہ الامکنۃ وتغلیظ الکذب عندھا ثم وقعت الحاجۃ ان یرھب الناس اشد ترھیب من ان یجترؤا علی خلاف ما شرع اللہ لھم لفصل القضایا ومعرفۃ جلیۃ الحال والاصل فی تلک الترھیبات ثلاثۃ اشیاء احدھا ان الاقدام علی فعل نھی اللہ تعالی عنہ وغلظ فی النھی دلیل قلۃ الورع والاجتراء علی اللہ فادیر حکم الاجتراء علی ھذہ الاشیاء واثبت لھا اثرہ مثل وجوب دخول النار وتحریم الجنۃ ونحو ذلک والثانی ان ذلک سعی فی الظلم وبمنزلۃ السرقۃ وقطع الطریق او بمنزلۃ دلالۃ السارق علی المال لیسرق اوردء القاطع فتوجھت لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس علی السعاۃ فی الارض بالفساد الی ھذا العاصی فاستحق النار والثالث انہ مخالفۃ لما شرع اللہ لعبادہ وسعی فی سد جریانہ علی ما اراد اللہ فی شرائعہ فان الیمین انما شرعت معرفۃ للحق والبینۃ انما شرعت مبینۃ لجلیۃ الحال فان جرت السنۃ بزور الشھادۃ والایمان انسد باب المصلحۃ المرعیۃ فمن ذلک کتمان الشھادۃ لقولہ تعالی ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ

کہ اسمار وصفات زیادہ بیان کیے جائیں اُس کی دلیل یہ آیت ہے احلف باللہ الذی لا الہ الا ھو الخ اور زمانہ سے تاکید کی یہ صورت ہے کہ بعد العصر حلف کرے بحکم آیہ تحبسونھما من الخ اور جگہ سے تاکید کی صورت یہ ہے کہ اگر مکہ معظمہ میں ہو تو رکن اور مقام کے درمیان میں کھڑا کرکے اُس سے اظہار لین اور اگر مدینہ منورہ میں ہو تو حضور نبوی کے منبر کے پاس کھڑا کرکے اُس سے گواہی لین اور اور شہروں میں مساجد کے منبر کے پاس کھڑا کرین کیونکہ ان مقامات کی فضیلت شرع سے ثابت ہے اور خصوصاً اُن مقامات میں جھوٹ کہنے کا سخت گناہ ہے پھر اس بات کی حاجت پڑی کہ لوگوں کو اس بات سے نہایت خوف دلایا جائے کہ خدا تعالیٰ کے اُن احکام کی مخالفت کرین جنکو خدا تعالیٰ نے اُن کے مقدمات کے فیصل کرنے اور حقیقت حال کے معلوم ہونے کے لیے مقرر فرمایا ہے اور ان ترہیبات میں اصل تین چیزین ہین ایک تو یہ کہ جس فعل سے خدا تعالیٰ نے نہایت شدت سے نہی فرمائی ہے اُسپر اقدام کرنا قلت ورع اور خدا تعالیٰ کے روبرو جرات کرنے کی دلیل ہے پس ان اشیاء پر جرات کرنے کا حکم دائر کیا گیا اور جرات کا اثر مثل وجوب دخول نار اور تحریم جنت وغیرہ کے اُسپر وارد کیا گیا دوسرے یہ کہ اُس میں ظلم کی کوشش پائی جاتی ہے اور اُس کا حال سرقہ اور رہزنی یا چور کو چوری کی طرف رہبری کرنے یا رہزن کو رہزنی پر آمادہ کرنے کے مثل ہے لہذا خدا تعالیٰ اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت جو زمین میں فساد ڈالنے والے سے متعلق ہوا کرتی ہے اُس عاصی کیطرف متوجہ ہوئی اسلیئے دوزخ کا مستحق ہوا اور تیسرے یہ کہ اُس میں اُن احکام کی جنکو خدا تعالیٰ نے اپنے عباد کے لیئے مشروع کیا ہے مخالفت اور مرضی الٰہی کے موافق اُن کے جاری ہونے میں کوشش کرنا ہے کیونکہ قسم حق ظاہر کرنے کے لیئے اور بینہ حقیقت حال بیان کرنے کے لئے مشروع کیا گیا ہے پس اگر جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسموں کا دستور جاری ہو جائے تو مصلحت مقصودہ کا دروازہ بند ہوگا پھر پس از انجملہ گواہی کا چھپانا ہے اُس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن یکتمھا الخ جو شخص اسکو چھپائیگا اُسکا دل گنہگار

ومنها شهادة الزور لعده عليه السلام من الكبائر شهادة الزور ومنها اليمين الكاذبة لقوله صلى الله عليه وسلم من حلف على يمين صبر[1] وهو فيها فاجر ليقتطع بها حق امرئ مسلم لقى الله تعالى يوم القيمة وهو عليه غضبان ومنها الدعوى الكاذبة لقوله صلى الله عليه وسلم من ادعى ما ليس له فليس منا وليتبوأ مقعده من النار ومنها الاخذ بقضاء القاضي وليس له الحق لقوله صلى الله عليه وسلم انما انا بشر مثلكم وانكم تختصمون الحديث[2] ومنها الاعتياد بالمجادلة فى القضية فان ذلك لا يخلو من افسادات ابين لقوله صلى الله عليه وسلم ان ابغض الرجال الى الله الالد[3] الخصم ورغب لمن ترك المخاصمة فى الحق والباطل جميعاً فان ذلك مطاوعة لداعية السماحة وايضاً كثيراً ما لا يكون الحق له ويظن ان الحق له فلا يخرج عن العهدة باليقين الا اذا وطن نفسه على ترك الخصومة فى الحق والباطل جميعاً وفى الحديث ان رجلين تداعيا دابة فاقام كل واحد منهما البينة انها دابته نتجها[4] فقضى بها رسول الله صلى الله عليه وسلم للذي فى يده اقول والسر فى ذلك ان الحجتين لما تعارضتا تساقطتا فبقي المتاع

اور از انجملہ جھوٹی گواہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو کبائر میں شمار کیا ہے اور از انجملہ جھوٹی قسم ہے حدیث شریف میں آیا ہے من حلف علی یمین الخ جو شخص حبس کی قسم پر حلف کرے اور وہ اُسمیں جھوٹا ہو اور اُس کا مقصود اُس سے کسی مسلمان کا حق تلف کرنا ہو تو وہ خدا تعالیٰ سے قیامت کے دن ایسی حالت پر ملیگا۔ کہ خدا تعالے اُس پر غضبناک ہوگا۔ اور از انجملہ جھوٹا دعویٰ ہے حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اُس کی نہ ہو تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اُس کو دوزخ میں اپنے لیے جگہ ڈھونڈھنی چاہیئے اور از انجملہ بلا حق بحکم قاضی کسی چیز کا لے لینا ہے حدیث شریف میں آیا ہے انما انا بشر مثلکم الخ اور از انجملہ مقدمہ بازی کی عادت ڈال لینا ہے یعنی باہم فساد ڈالنے سے خالی نہیں ہے حدیث شریف میں آیا ہے ان ابغض الخ مبغوض ترین لوگوں کا عند اللہ وہ شخص ہے جو بڑا جھگڑالو ہے اور جو شخص حق اور باطل میں بالکل مخاصمت نہ کرے تو وہ شخص صفت سماحت کا پابند ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک مخاصمت کی رغبت دلائی ہے اور نیز بسا اوقات حقیقت میں ایک شخص کا حق نہیں ہوتا اور اُس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا حق ہے پس یقیناً عہدہ سے اُسی وقت باہر ہو سکتا ہے کہ مخاصمت کو بالکل ترک کر دے خواہ حق سے ہو یا ناحق ہو اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ دو شخصوں نے ایک جانور میں دعویٰ کیا اور ہر ایک نے اس بات پر بینہ قائم کر دی کہ وہ جانور اُس کے ہاں پیدا ہوا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ جانور اُس شخص کو دلایا جسکے قبضہ میں تھا میں کہتا ہوں اُسمیں یہ راز ہے کہ جب دونوں حجتوں میں تعارض ہوا تو دونوں ساقط ہوگئیں اور جسکا قبضہ ہے

[1] یمین صبر بالاضافة ای الیمین التی الزم بها وحبس لها شرعاً فكانت لازمة له من جهة الحكم وفاجر كاذب وقوله ليقتطع ای يقصد القطع ١٢ [2] تمام الى ولعل بعضكم ای يكون الحن بحجته من بعض فاقضى له على نحو ما اسمع منه فمن قضيت له بشئ من حق اخيه فلا ياخذنه فانما اقطع له قطعة من النار ١٢ [3] ای شديد الخصومة والخصم بكسر الصاد من يكون كثير الخصومة ١٢
[4] ای ارسل اليها الفحل واخذ الولد منها والمقام الثانی ای الحكم العدل ١٢

فی ید صاحب القبض لعدم ما یقتضی ردہ اونقول اعتضدت احدی البینتین بالدلیل الظاھر وھو القبض فرجحت (واما المقام الثانی فشرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ اصولا ترجع الیھا والجملۃ فی ذلک ان جلیۃ الحال اذا کانت معلومۃ فالنزاع یکون اما فی طلب کل واحد شیئا ھو مباح فی الاصل وحکمہ ابداء الترجیح اما بزیادۃ صفۃ یکون فیھا نفع للمسلمین ولذلک الشیٔ اوسبق احدھا الیہ بالقرعۃ مثالہ قضیۃ زید وعلی وجعفر رضی اللہ عنھم فی حضانۃ بنت حمزۃ رضی اللہ عنہ فقضی بھا لجعفر رضم وقال الخالۃ ام وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاذان لاستھموا علیہ وکان صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد سفرا اقرع بین نسائہ واما ان یکون ھنالک سابقۃ من عقد اوغصب یدعی کل واحد انہ احق ویکون لکل واحد شبھۃ وحکمہ اتباع العرف والعادۃ المسلمۃ عند جمھور الناس یفسر الاقاریر والفاظ العقود بما عند جمھورھم من المعنی ویعرف الاضرار وغیرہ بما عندھم مثالہ قضیۃ البراء بن عازب ۔ خلت ناقتہ حائطا فافسدت فیہ وادعی کل واحد انہ معذور فقضی بما ھو المعروف من عادتھم من حفظ اھل الحوائط اموالھم بالنھار وحفظ اھل المواشی مواشیھم باللیل ومن القواعد المبنیۃ علیھا کثیر

اُس کے پاس وہ شے باقی رہی کیونکہ اُس کے رد کرنے کا کوئی سبب نہیں پایا گیا یا ہم وہ کہتے ہیں کہ دونوں دلیلوں میں سے ایک دلیل کو قرینہ ظاہری یعنی قبضہ سے مدد ملگئی لہذا اسکو ترجیح دی گئی - اب رہا قضا کا مقام ثانی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصول فرمائے ہیں جنکی طرف اس مقام کا رجوع ہوتا ہے اور مجملاً اُس کا بیان یہ ہے کہ حقیقت حال معلوم ہوگی تو اب نزاع ایسی شے میں جو اصل میں مباح ہے اور ہر شخص اُس کا دعوی کرتا ہے ایسے وقت میں اُس کا حکم ترجیح کا ظاہر کرنا ہے خواہ وہ ترجیح کسی ایسی صفت سے ہو جسمیں مسلمانوں کا اور نیز اُس شے کو نفع ہو - یا ترجیح کی یہ صورت ہو کہ اُن دونوں میں سے ایک کا قبضہ بہ نسبت دوسرے کے پیشتر ہو یا قرعہ اندازی سے وہ ترجیح حاصل ہو جائے اُس کی مثال ایک تو زید و علی و جعفر راضی اللہ عنھم کا قصہ ہے حضرت حمزہ رضم کی بیٹی کی پرورش کے متعلق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر رضی اللہ عنہ کیواسطے پرورش کا حکم دیا اور فرمایا الخالۃ ام ۔ خالہ ماں ہے - دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر لوگوں کو اذان اور صف اول کا ثواب معلوم ہو اور اُس ثواب کو قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نہ کر سکیں تو قرعہ اندازی کیا کریں اور نیز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تھے ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے اور ایک ترجیح کی صورت یہ ہے کہ بطور عقد یا غصب کے کسی کا قبضہ چلا آتا ہو اور ہر ایک اس بات کا دعوی کرے کہ میں اسکا حقدار ہوں اور اُس میں ہر ایک کو شبہ ہو اور اُس کا حکم یہ ہے کہ لوگوں میں جو دستور و عرف جاری ہے اسکا اتباع کیا جائے اور اقرار اور عقود کے الفاظ کی تفسیر انہیں معنی سے کیجاتی ہے جو جمہور کے نزدیک اُسکے معنی ہیں اور ضرر رسانی وغیرہ انھیں کے دستور سے معلوم ہو سکتی ہے اُسکی مثال براء بن عازب کا قضیہ ہے کہ اُنکی اونٹنی کسی باغ میں جا پڑی اور اُسنے باغ کا کچھ نقصان کر دیا اور ہر شخص اسبات کا مدعی ہوا کہ میں معذور ہوں پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی عادت کے موافق اُس مقدمہ میں حکم دیا اور عادت و دستور یہ ہے کہ مالی دن میں اپنے مال کی حفاظت کیا کرتے ہیں اور مویشی کے پالنے والے شب میں مواشی کی حفاظت رکھیں اور جس قدر نقصان ہو بھی تھا

لتماو ولو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول ثم لم یجدوا الا ان یستھموا علیہ لاستھموا الاستھام الاقتراع والمعنی اقترعوا لوقوع التساوی کلھم

من الاحكام ان الغنم بالغرم واصله ما قضى النبي صلى الله عليه وسلم ان الخراج بالضمان[1] وذلك لعسر ضبط المنافع وان قسم الجاهلية ودماؤها وما كان فيها لا يتعرض بها وان الامر مستانف بعدها وان اليد لا تنقض الا بدليل آخر وهو اصل الاستصحاب وانه ان انسد باب التفتيش فالحكم ان يكون ما يريده صاحب المال او يترادا والاصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم البيعان اذا اختلفا بينهما والسلعة قائمة الحديث[2] وان الاصل في كل عقد ان يوفى لكل احد وعلى كل احد ما التزمه بعقده الا ان يكون عقدا انهى الشرع وهو قوله صلى الله عليه وسلم المسلمون على شروطهم الا شرطا احل حراما او حرم حلالا فهذا ابتداء مما شرع النبي صلى الله عليه وسلم قضية بنت حمزة رض في الحضانة حيث قال رضي الله عنه بنت عمي وانا اخذتها وقال جعفر رض بنت عمي وخالتها تحتي وقال زيد رضي الله عنه بنت اخي فقضى بها لجعفر رض وقال الخالة بمنزلة الام وقضية ابن وليدة زمعة في الدعوة حيث قال سعد ان اخي قد عهد الي فيه وقال عبد بن زمعة ابن وليدة ابي ولد على فراشه فقال صلى الله عليه وسلم هو لك يا عبد ابن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر وقضية زبير رضي الله عنه والانصاري في شراج[3] الحرة فاشار صلى الله عليه وسلم الى امر لهما فيه سعة يا زبير ثم ارسل الى جارك فغضب الانصاري فاستوعى[4] لزبير حقه قال احبس الماء حتى يرجع الى الجدر وقضية ناقة براء ابن عازب رضي الله عنه دخلت

احکام مبنی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ نفع تاوان کے ساتھ ہوتا ہے اور اُس کی اصل وہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ آمدنی تاوان کے ساتھ ہے اسلیے کہ منافع کا انضباط دشوار ہے اور جاہلیت کے قسامات اور خون اور جو کچھ زمانہ جاہلیت میں تھا اس سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا اور جاہلیت کے بعد از سر نو احکام قایم کیے جاوین گے اور قبضہ بلا کسی دوسری دلیل کے نہ توڑا جاویگا اور استصحاب یعنی ابقای ما کان علی ما کان کی اصل یہی ہے اور یہ کہ اگر تفتیش کا طریقہ مسدود ہو جائے تو حکم وہ ہوگا جو مال والا چاہیگا یا دونوں واپس لے لینگے اور اُس کی اصل یہ حدیث ہے البیعان الخ اور ہر عقد میں اصل یہ ہے کہ ہر ایک کیلیے پورا پورا حق دلایا جائے اور عقد سے جو شخص جس چیز کا التزام کرے وہ اُسپر لازم ہے بجز اُس عقد کے جس سے شارع نے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے المسلمون الخ یہ قدرے اُن احکام کا بیان ہوا جنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مقام ثانی کے متعلق مشروع فرمایا ہے۔ اور وہ قضایا جنمیں حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمائے ہیں یہ ہیں منجملہ ازان ایک قضیہ بنت حمزہ رض کی پرورش کے باب میں جیسا کہ حضرت علی رض نے فرمایا بنت اخی الخ اور جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت عمی الخ اور زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت الخ اور کہا کہ خالہ تو بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اور ایک قضیہ ابن ولیدہ زمعہ کا دعوت کے باب میں ہے جیسا کہ سعد رض نے کہا ہے کہ میرے بھائی نے اُسمیں البتہ میرے ساتھ عہد کیا ہے اور عبد ابن زمعہ ابن ولیدہ نے کہا کہ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن زمعہ وہ تیرے لیئے ہے الولد الخ اور ازانجملہ زبیر رض اور ایک انصاری کا قضیہ پانی کے گول کے باب میں ہے پس آپ نے ایسا حکم دیا کہ جسمیں دونوں کے لیئے وسعت تھی کہ اے زبیر رض اول تم اُس میں پانی لے لو پھر اپنے ہمسایہ کو چھوڑ دو پھر انصاری غصہ ہو گیا تو زبیر کیلیئے اُسکا حق پورا کر دیا کہ اتنا پانی لو کہ دیواروں کی جڑ تک پہنچے اور ازانجملہ براء ابن عازب کی اونٹنی کا قضیہ

[1] مر شرحه ۱۲ [2] تماره لیس بینهما بینة فالقول ما قال البائع او یترادان البیع ۱۲ [3] جمع شرجة سیل الماء من الحرة الی السهل وقوله فاستوعی [4] ای استوفی واستحفظ وقوله الجدر یعنی الجدار یعنی یبلغ الماء الی اصل الجدار و قدر بمد الی الکعبین ۱۲

خائط الرجل من الانصار فافسدت فیہ فقضی صلی اللہ علیہ وسلم ان علی اہل الاموال حفظہا بالنہار وعلی اہل المواشی حفظہا باللیل وقضی صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعۃ فیما لم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ وقد ذکرنا فیما سبق وجوہ ہذہ القضایا وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلفتم فی الطریق جعل عرضہ سبعۃ اذرع **اقول** وذلک ان الناس اذا عمروا ارضا مباحۃ فقصروا بہا واختلفوا فی الطریق فاراد بعضہم ان یضیق الطریق ویبنی فیہا وابی الاخرون ذلک وقالوا لابد للناس من طریق واسعۃ فقضی بان یجعل عرضہ سبعۃ اذرع وذلک لانہ لابد من مرور قطارین من الابل یمشی احدہما الی جانب وثانیہما الی الاخر واذا جاءت زاملۃ من ہہنا وزاملۃ من ہنالک فلابد من طریق تسعہما والا کان الحرج ومقدار ذلک سبعۃ اذرع وقال صلی اللہ علیہ وسلم من زرع فی ارض قوم بغیر اذنہم فلیس لہ من الزرع شیء ولہ نفقتہ **اقول** جعلہ بمنزلۃ اجیر عمل لہ عملا نافعا واللہ اعلم۔

الجہاد

اعلم ان اتم الشرائع واکمل النوامیس ہو الشرع الذی یؤمر فیہ بالجہاد وذلک لان تکلیف اللہ عبادہ بما امر ونہی مثلہ کمثل رجل مرض عبیدہ فامر رجلا من خاصتہ

کہ وہ ایک باغ میں گھس گئی اور اس کا نقصان کیا تو آپ نے یہ حکم دیا کہ مالی لوگ دن میں اپنے باغ کی حفاظت کریں اور مویشی پالنے والے رات میں اپنی مواشی کی حفاظت کریں اور آپ نے شفعہ کا جب اس شئے کی تقسیم نہ ہوئی ہو حکم دیا اگر حدود پڑجائیں اور راستے علیحدہ علیحدہ ہوجائیں تو اسمیں شفعہ نہیں ہے اور ان مقدمات کے وجوہ ہم قبل بیان کرچکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اختلفتم فی الخ جب تم راستے میں اختلاف کرو تو اس کی چوڑائی سات ذراع کیجائے۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ کسی مباح زمین کو آباد کرتے ہیں اور شہر ہوجاتا ہے اور راستے میں جھگڑا واقع ہوتا ہے بعض تو چاہتے ہیں کہ راستہ کو تنگ کریں اور اس میں اپنے مکانات بنائیں اور بعض اس بات سے مانع ہوتے ہیں اور کہتے ہیں لوگوں کے لیے فراخ رستہ ہونا چاہیئے لہذا حکم دیا گیا کہ راستہ کا عرض سات ذراع کا ہونا چاہیئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹوں کی دو قطارین ضرور اس راستہ سے گذر سکیں بایں طور کہ ایک ایک جانب سے اور دوسری دوسری جانب سے تو ایسی صورت میں اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کیواسطے بخوبی نکلنے کا راستہ ہو ورنہ دقت لازم آتی ہے اور اسکا اندازہ سات ذراع ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے جو کوئی شخص کسی کی زمین بلا اس کی اجازت کے کھیتی کر لے تو اسکو بجز اسکی حق محنت کے اور کچھ نہ ملیگا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بمنزلہ کمیری کے گردانا کہ مالک زمین کے لیئے اس نے محنت کردی۔ واللہ اعلم۔

جہاد کا بیان

معلوم کرو کہ تمام شرائع میں زیادت کامل اور تمام وہ شریعت ہے جسمیں جہاد کا حکم پایا جائے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کا امر و نواہی کے ساتھ مکلف کرنا ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص کے غلام مریض ہو رہے ہیں اور کسی اپنے خاص لوگوں میں سے ایک شخص کو یہ حکم دیا

ف بیر یحمل علیہ الطعام والمتاع الخ

ان يسقيهم دواء فلو انه قهرهم على شرب الدواء واوجره في افواههم لكان حقا لكن الرحمة اقتضت ان يبين
لهم فوائد الدواء ليشربوه على رغبة فيه وان يخلط معه العسل ليتعاضد فيه الرغبة الطبيعية
والعقلية ثم ان كثيرا من الناس يغلب عليهم الشهوات الدنية والاخلاق السبعية ووساوس
الشيطان في حب الرياسات ويلصق بقلوبهم رسوم آبائهم فلا يسمعون تلك الفوائد ولا
يذعنون لما يأمر به النبي صلى الله عليه وسلم ولا يتأملون في حسنه فليست الرحمة في حق اولئك
ان يقتصر على اثبات الحجة عليهم بل الرحمة في حقهم ان يقهرهم ليدخل الايمان عليهم على رغم
انفهم بمنزلة ايجار الدواء المر ولا قهر الا بقتل من له منهم نكاية شديدة وتمنع قوي او تفريق
منعتهم وسلب اموالهم حتى يصيروا لا يقدرون على شيء فعند ذلك يدخل اتباعهم وذراريهم
في الايمان برغبة وطوع ولذلك كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث قال عجب الله من قوم
يدخلون الجنة في السلاسل وايضا فالرحمة التامة الكاملة بالنسبة الى البشر ان يهديهم
الله الى الاحسان وان يكبح ظالمهم عن الظلم وان يصلح ارتفاقاتهم وتدبيرهم
منزلهم وسياسة مدينتهم فالمدن الفاسدة التي يغلب عليها نفوس
سبعية ويكون لهم تمنع شديد انما هو بمنزلة الاكلة[2] في بدن الانسان

کہ اُن کو کوئی دوا پلائے پھر اگر وہ شخص اُن کو مجبور کر کے اُن کے منہ میں دوا ڈالے تو یہ بات نامناسب نہ ہوگی مگر رحمت
کا مقتضی ہے کہ اول اُن غلاموں سے اُس دوا کے فوائد بیان کر دے تاکہ خوشی کے ساتھ اُس دوا کو پی لیں اور نیز
اس دوا میں کوئی شیریں چیز مثلاً شہد شامل کر دے تاکہ رغبت طبعی اور نیز رغبت عقلی اسکی معین ہو جائے۔ پھر اکثر لوگ ایسے
بھی ہوتے ہیں کہ ریاستوں کی محبت اور اُن کا شوق اور شہوات دنیہ اور اخلاق سبعی اور وساوس شیطانی اُن
پر غالب ہوتے ہیں اور اُن کے آباد و اجداد کے رسوم اُن کے قلوب میں مرتکز ہو جاتے ہیں تو اُن فوائد پر وہ کان نہیں
دھرتے اور جس چیز کا حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اُسمیں وہ فکر نہیں کرتے اور اُسکی خوبی میں اُنکو غور ہوتا
تو اُن لوگوں کے حق میں رحمت کا مقتضی یہ نہیں ہے کہ صرف اثبات حجت کا اُنپر اقتصار کیا جائے بلکہ رحمت اُن کے حق
میں یہی ہے کہ اُنپر جبر کیا جائے تاکہ خواہ مخواہ ایمان اُنپر ڈالا جائے جسطرح تلخ دوا کے پلانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور مغلوب
کرنے کی یہی صورت ہے کہ جن لوگوں کی زیادہ تر ایذا رسانی اور اُن کو زیادہ تر قوت ہے قتل کیا جائے یا اُن کی قوت
کو متفرق کیا جائے اور اُن کے مال چھین لیے جائیں تاکہ وہ بالکل بے بس ہو جاویں ایسے وقت اُن کے اتباع اور ذریات
خوشی اور اطاعت کے ساتھ ایمان میں داخل ہو سکتے ہیں لہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو لکھ بھیجا کہ تجھپر خادموں
کا وبال ہے اور بسا اوقات اُن کا مقید و مغلوب کرنا اُن کے ایمان کا سبب ہوتا ہے اسی کیطرف آپ نے
اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے من قوم یدخلون الخ جو لوگ جنت میں زنجیروں سے بندھے ہوئے داخل
ہونگے خدا کو وہ اچھے معلوم ہونگے اور نیز انسان کی رحمت بہ نسبت بشر کی رحمت تامہ کاملہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اُن
کو احسان کیطرف ہدایت کرے اور اُن کو ظالموں سے چھڑائے اور اُن ارتفاقات اور اُن کی تدبیر منزلی اور
اُنکی سیاست مدنی کی اصلاح فرمائے پس اُن کے مدن فاسدہ وہی ہیں جنپر نفوس سبعیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اُن
کے لیئے نہایت درجہ کی قوت ہوتی ہے اور یہ بمنزلہ مرض آکلہ کے ہوتی ہے جو بدن انسان میں پیدا ہوتا ہے۔

[1] ای الخدم بر [2] مرض معروف ١٢

لا یصح الا بقطعه والذی یتوجه الی اصلاح مزاجه واقامة طبیعته لا بدله من القطع والشر القلیل اذا کان مقضیا الی الخیر الکثیر واجب فعله ولک عبرة بقریش ومن حولهم من العرب کانوا ابعد خلق الله عن الاحسان واظلمهم علی الضعفاء وکانت بینهم مقاتلات شدیدة وکان بعضهم یاسر بعضا وما کان اکثرهم متأمنین فی الحجة ناظرین فی الدلیل فجاهدهم النبی صلی الله علیه وسلم وقتل اشدهم بطشا واحدهم نفسا حتی ظهر امر الله وانقادوا له فصاروا بعد ذلک من اهل الاحسان واستقامت امورهم فلو لم یکن فی الشریعة جهاد اولئک لم یحصل اللطف فی حقهم وایضا فان الله تعالی غضب علی العرب والعجم وقضی بزوال دولتهم وکبت ملکهم فنفث فی روع[1] رسول الله صلی الله علیه وسلم و بواسطته فی قلوب اصحابه رضی الله عنهم ان یقاتلوا فی سبیل الله لیحصل الامر المطلوب فصاروا فی ذلک بمنزلة الملائکة تسعی فی اتمام ما امر الله تعالی غیر ان الملائکة تسعی من غیر ان یعقد فیهم قاعدة کلیة والمسلمون یقاتلون لاجل قاعدة کلیة علمهم الله تعالی وکان عملهم ذلک اعظم الاعمال وصار القتل لا یسند الیهم انما یسند الی الامر کما یسند قتل العاصی الی الامیر دون السیاف وهو قوله تعالی فلم تقتلوهم ولکن الله قتلهم

کہ بغیر اس کے قطع کیے اُس کی صحت ہی ممکن نہیں تو جو شخص اُس کے مزاج کی اصلاح اور اُس کی طبیعت کے قائم کرنے کیطرف توجہ کرے تو اُسپر لازم ہے کہ اسکو قطع کرے اور تھوڑی سی قباحت جس سے خیر کثیر حاصل ہو اُس کا کرنا ضروری ہے اور تجکو عبرت حاصل کرنا چاہیئے قریش کے حال سے اور جو عرب اونکے نواح میں ہیں کہ تمام خدائی احسان کے اعتبار سے سب سے بعید ترین تھے اور ضعیفوں پر ظالم ترین تھے اور باہم اُن کے شدید مقاتلے ہوتے تھے اور بعض بعض کو قیدی بناتے تھے اور اکثر ایسے تھے کہ حجت میں تامل نہیں کرتے تھے صرف دلیل کو دیکھ لیا کرتے تھے تو حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے جہاد کیا اور اُن کے سرکشوں کو جو نہایت مضبوط اور شریر تھے قتل کیا حتی کہ امر الٰہی ظاہر ہو گیا اور آپ کے لوگ فرمانبردار ہو گئے اور بعد ازاں وہ اہل احسان ہو گئے اور اُن کے تمام کام بن گئے پس اگر ان لوگوں پر شریعت کے اندر جہاد نہ ہوتا تو یہ رحمت اُن کے حق میں کیونکر حاصل ہوتی اور نیز خدا تعالی جب عرب و عجم سے ناخوش ہو گیا اور اُن کی دولت اور ملک زائل کرنے کا حکم دے دیا پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر بالذات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب پر آپ کے واسطے سے یہ بات القا فرمائی کہ اُسکی رہ میں لڑیں تاکہ امر جو مقصود ہے حاصل ہو پس وہ اس بات میں ملائکہ کے مانند ہو گئے کہ خدا تعالی کے احکام پورا کرنے میں کوشش کرتے رہتے ہیں اتنا فرق ہے کہ ملائکہ بلا تقرر کسی قاعدہ کلیہ کے کوشش کرتے ہیں اور مسلمان بندے ایک قاعدہ کلیہ کے موافق جسکو خدا تعالے نے اُن کے لیئے مقرر فرمایا ہے لڑتے ہیں اور اُن کا یہ عمل سب اعمال سے بڑھکر ہے اور قتل اُن کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اُسکی نسبت حاکم کیطرف ہوتی ہے جیسے کسی مجرم کے قتل کی نسبت امیر کی طرف کی جاتی ہے نہ جلاد کی طرف چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے و کان عملهم ذلک الخ پس تم نے اُن کو قتل نہیں کیا اور لیکن خدا تعالے نے اُن قتل کیا اور

---

[1] قولہ روع یعنے قلب ۱۲

والیٰ هذا السر اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال مقت[1] عربهم وعجمهم الحدیث وقال علیہ السلام لا کسری ولا قیصر یعنی المتدینین بدین الجاهلیۃ وفضائل الجهاد راجعۃ الی اصول منها انه موافقۃ تدبیر الحق والهامه فکان السعی فی اتمامه سببا لشمول الرحمۃ والسعی فی ابطاله سببا لشمول اللعنۃ والتقاعد عنه فی مثل هذا الزمان تفویتا لخیر کثیر ومنها ان الجهاد عمل شاق یحتاج الی تعب وبذل مال ومهجۃ وترك الاوطان والاوطار فلا یقدم علیه الا من اخلص دینه للہ وآثر الآخرة علی الدنیا وصح اعتماده علی اللہ ومنها ان نفث مثل هذه الداعیۃ فی القلب لا یکون الا بتشبه الملائکۃ واحظاهم بهذا الکمال ابعدهم عن شرور البهیمیۃ واطوعهم من رسوخ الدین فی قلبه فیکون معرفا لسلامۃ صدره هذا کله ان کان الجهاد علی شرطه وهو ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل یقاتل شجاعۃ ویقاتل حمیۃ فای ذلك فی سبیل اللہ فقال من قاتل لتکون کلمۃ اللہ هی العلیا فهو فی سبیل اللہ ومنها ان الجزاء یتحقق بصورة العمل یوم القیمۃ وهو قوله صلی اللہ علیہ وسلم لا یکلم احد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یکلم فی سبیله الا جاء یوم القیمۃ وجرحه یثعب دما اللون لون الدم

اسی راز کیطرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے کہ مقت عربهم وعجمهم الحدیث۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا کسرا ئے الخ نہ کسری ہے نہ قیصر ہے یعنے وہ لوگ دین جاہلیت پر تھے۔ اور جہاد کے فضائل کا مرجع چند اصول کیطرف ہے از انجملہ یہ ہے کہ جہاد میں تدبیر الٰہی اور اُس کے الہام کے ساتھ اتفاق ہے پس اُس کے تمام کرنے میں کوشش کرنا شمول رحمت کا باعث ہے اور اُس کے ابطال میں کوشش کرنا شمول رحمت کا باعث ہے اور اُس زمانہ میں جہاد کا ترک کرنا خیر کثیر کا ہاتھ سے فوت کرنا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد ایک دشوار عمل ہے کہ اُس میں سخت تکلیف کے گوارا کرنے اور جان ومال خرچ کرنے اور وطن اور ضروریات سے علیحدہ ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس ایسی عبادت شاقہ پر وہی شخص پیش دستی کر سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کے دین پر خلوص کے ساتھ یقین رکھتا ہے اور آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں اُس نے اختیار کر لیا ہے اور خدا تعالیٰ پر اُس کو ٹھیک ٹھیک بھروسا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایسی خواہش کا قلب میں واقع ہونا اسیوقت ہو سکتا ہے کہ اُس شخص کو تشبیہ بالملائکہ حاصل ہو اور اُس کمال سے اُس کو پورا حصہ ہو۔ اور شرور بہیمیہ سے اُس کو بعد ہو اور دل سے رسوخ دین کی طرف اُس کو پورا پورا میلان ہو ایسا شخص اپنی سلامتی قلب پر خود دلیل ہوگا۔

یہ تمام باتیں اسیوقت حاصل ہو سکتی ہیں کہ جہاد شرائط کے ساتھ پایا جائے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا گیا کہ کوئی شخص اپنی شجاعت سے مقاتلہ کرتا ہے اور کوئی شخص حمیت کے اعتبار سے مقاتلہ کرتا ہے پس اُن دونوں میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں قتال کرنے والا کونسا ہے تو حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں لڑے جس سے خدا تعالیٰ کی بات اسکو اونچی رکھنی مقصود ہو بس وہی شخص خدا کی راہ میں قتال کرنیوالا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ قیامت کے روز جزا اعمال کی صورتیں متمثل ہونگی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یکلم احد الخ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا خدا تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہو اور یہ بات خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اُسکی راہ میں کون زخمی ہوتا مگر قیامت کے روز جب وہ آئے گا اُس کے زخم سے خون جاری ہوگا رنگ تو اُس کا خون کا رنگ۔

[1] حدیث ان اللہ مقت عربهم وعجمهم الا بقایا اہل الکتاب ۱۲ منه ای بجرح ۱۲ منه ای یجری ۱۲

والریح ریح المسك ومنها ان الجهاد لما كان امرا مرضیا عند الله تع وهو لا یتم فی العادة الا باشیاء من النفقات ورباط الخیل والرمی ونحوها وجب ان یتعدی الرضا الی هذه الاشیاء من جهة افضائها الی المطلوب ومنها ان بالجهاد تكمیل الملة وتنویر امرها وجعله فی الناس كالامر اللازم فاذا حفظت هذه الاصول انكشف لك حقیقة الاحادیث الواردة فی فضائل الجهاد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان فی الجنة مائة درجة اعدها الله للمجاهدین الحدیث[له] اقول سره ان ارتفاع المكان فی دار الجزاء تمثال لارتفاع المكانة عند الله وذلك بان تكسب النفس سعادتها من التطلع للجبروت وغیر ذلك وبان یكون سببا لاشتهاد شعائر الله ودینه وسائر ما یرضی الله باشتهاده ولذلك كانت الاعمال التی هی مظنة هاتین الخصلتین جزاؤها الدرجات فی الجنة فورد فی تالی القرآن انه یقال له اقرأ وارتق ورتل كما كنت ترتل فی الدنیا وورد فی الجهاد[له] انه سبب رفع الدرجات فان عمله یفید ارتفاع الدین فیجازی بمثل ما تضمنه عمله ثم ان ارتفاع المكانة یتحقق بوجوه كثیرة فكل وجه یتمثل درجة فی الجنة وانما كان كل درجة كما بین السماء والارض لانه غایة

اور اس کی بو مشک کی بو ہوگی۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک پسندیدہ امر ہے اور دستور کے اعتبار سے بغیر خرچ کرنے اور گھوڑوں کے جمع کرنے اور تیر اندازی وغیرہ کے پورا نہیں ہوتا۔ پس ضرور ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی ان چیزوں کی طرف بھی چونکہ یہ اصل مطلوب کے اسباب ہیں پہونچ جائے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد کی وجہ سے ملت کی تکمیل اور اس کی عزت ہوتی ہے اور لوگوں کے لیے جہاد ایک لازمی چیز کے لیے مقرر کیا گیا ہے جب تم نے یہ اصول دریافت کر لیے تو اب تم کو ان احادیث کی حقیقت جو فضائل جہاد میں وارد ہیں منکشف ہو جائیگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی الجنۃ مائۃ الجنت کے اندر سو درجے ہیں جنکو خدا تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے تیار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ دار الجزا میں مکان کا بلند ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک بلندی مرتبہ کی صورت مثالیہ ہے اسواسطے کہ جبروتیت پر اطلاع پانے وغیرہ سے نفس کو سعادت حاصل ہوتی ہے اور نیز اس کا سبب یہ ہے کہ جہاد شعائر الٰہی اور اس کے دین اور تمام ان چیزوں کے جن کے مشتہر ہونے میں خدا تعالیٰ کی رضامندی ہے شہرت دین کا سبب ہے اور اسی لیے وہ اعمال جنمیں ان دونوں صفت کا مظنہ ہے ان کی جزا جنت میں درجات کا حاصل ہونا ہے چنانچہ قرآن کی تلاوت کرنے والے کے حق میں وارد ہوا ہے اس سے کہا اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا اور جہاد کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ یہ درجات کے بلند ہونے کا سبب ہے اسلیے کہ اس کو عمل میں لانے سے دین میں رفعت حاصل ہوتی ہے تو اس کی جزا بھی مثل عمل کے ہوگی پھر درجہ کے بلند ہونے کی بھی بہت سی وجہیں ہیں اور ہر ایک وجہ جنت میں درجہ کے اعتبار سے متمثل ہوگی اور ہر درجہ مثل ما بین السما والارض ہوگا۔ کہ

[له] تمامه فی سبیل الله ما بین الدرجتین کما بین السماء والارض فاذا سألتم الله فاسألوه الفردوس فانه اوسط الجنة واعلی الجنة وفوقه عرش الرحمن ومنه تفجر انهار الجنة ۱۲

[له] ای ورد فی بیان الجهاد انه سبب الخ

ما تمکن فی علوم البشر من البعد الفوقانی فیتمثل فی دار الجزاء کما تمکن فی علومهم قال صلی الله علیه وسلم مثل المجاهد فی سبیل الله کمثل القانت الصائم اقول سره ان الصائم القانت انما فضل علی غیره بانه عمل عملا شاقا لمرضاة الله وانه صار بمنزلة الملائکة ومتشبها بهم والمجاهد اذا کان جهاده علی نام الشرع به یتشبه فی کل ذلک غیر ان الاجتهاد فی الطاعات یسلم فضله الناس وهذا لا یفهمه الا الخاصة فنبهه به لینکشف الحال ثم مست الحاجة الی الترغیب فی مقدمات الجهاد التی لا یتأتی الجهاد فی العادة الا بها کالرباط والرمی وغیرهما لان الله تعالی اذا امر بشئ ورضی به وعلم انه لا یتم الا بتلک المقدمات کان موجب الامر بها والرضا عنها وورد فی الرباط انه خیر من الدنیا وما فیها وانه خیر من صیام شهر وقیامه وان مات اجری علیه عمله واجری علیه رزقه وامن الفتان اقول اما سر کونه خیرا من الدنیا وما فیها فلان له ثمرة باقیة فی المعاد وکل نعیم من نعیم الدنیا لا محالة زائل واما کونه خیرا من صیام شهر وقیامه فلانه عمل شاق یاتی علی البهیمیة لله وفی سبیل الله کما یفعل ذلک الصیام والقیام وسر اجراء عمله ان الجهاد بعضه مبنی علی بعض بمنزلة البناء یقوم الجدار علی الاساس

یہ بعد فوقانی باعتبار انسان ہی علوم کے اندر رعایت بعد ہے تو جیسا کہ اُن کے علوم میں یہ متمکن تھا ویسا ہی دار الجزاء میں بھی متمثل ہوگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل المجاھد کہ خدا تعالیٰ کے راستہ پر جہاد کرنے والا ایسا ہے جیسے قائم اللیل صائم الدہر میں کہتا ہوں اُس میں یہ راز ہے کہ قائم اللیل صائم الدہر کو اپنے غیر پر اسلیئے فضیلت ہوتی کہ وہ خدا تعالےٰ کی مرضی کی غرض سے اس فعل دشوار کو عمل میں لایا اور یہ شخص اس فعل کیوجہ سے بمنزلہ ملائکہ کے ہوگیا۔ اور اُن کے ساتھ اُس نے تشبہ حاصل کرلیا اور مجاہد جبکہ موافق شرع کے جہاد کرے تو اُس کو ہر طرح سے قانت اور صائم کے ساتھ مشابہت ہے سوائے اُس کے کہ طاعتوں میں کوشش کرنے سے اُس کے فضل کو سب لوگ مان لیتے ہیں اور اُسکو خاص خاص لوگ جانتے ہیں لہذا قانت وصائم کے ساتھ اُس کو مشابہت دی تاکہ اُس کا حال منکشف ہوجائے ترغیب دینے میں اُن مقدمات جہاد کیطرف حاجت پڑی کہ جہاد عادت ورسم میں بغیر اُن کے ممکن نہیں کہ حاصل ہو مثل رباط اور رمی وغیرہ کے اسلیئے کہ خدا تعالےٰ جبکہ کسی چیز کا حکم دے اور اُس کے کرنے سے راضی ہوا۔ اور اس بات کو جانتا ہے کہ وہ چیز بغیر اُن مقدمات کے حاصل نہ ہوگی تو ضروری ہے کہ اُنکا بھی حکم فرما دے اور اُن سے راضی ہو۔ رباط کے باب میں آیا ہے کہ یہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اور نیز ایک مہینہ کے روزے اور اُس کے قیام سے بھی بہتر ہے اور جو شخص مرجائے تو جو عمل کرتے ہوئے مرا ہے وہی اُسپر جاری کیا جاے گا اور اُسپر اُس کا رزق جاری کیا جائے گا اور قتال سے محفوظ رہیگا۔ میں کہتا ہوں اُس کا دنیا ومافیہا سے بہتر ہونے کا یہ سبب ہے کہ اُس میں ثمرہ ہے کہ قیامت میں باقی رہیگا اور دنیا کی جو نعمت ہے اُس کو خواہ مخواہ زوال ہوتا ہے اور ایک مہینے کے روزے اور اُس کے قیام سے بہتر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ ایک نہایت شاق عمل ہے جو قوت بہیمی پر نہایت گران ہوتا ہے اور یہ عمل صرف خدا تعالےٰ کے لیئے اور اُس کی راہ میں ہوتا ہے جس طرح صیام وقیام اور اُس کا عمل جاری رکھنے میں یہ راز ہے کہ جہاد کا ایک جزو دوسرے جز پر مبنی ہوتا ہے جس طرح عمارت میں دیوار کا قیام بنیاد پر ہے۔

سلہ لے اقام بدنہ حب من استفراغ الجهد فی طاعة الله الخ ۱۲

ویقوم السقف علی الجدار وذلک لان الاولین من المهاجرین والانصار کانوا سبب دخول قریش ومن حولهم فی الاسلام ثم فتح الله علی ایدی هؤلاء العراق والشام ثم فتح الله علی ایدی هؤلاء الفرس والروم ثم فتح الله علی ایدی هؤلاء الهند والترك والسودان فالنفع الذی یترتب علی الجهاد یتزاید حینا فحینا وصار بمنزلة الاوقاف والرباطات والصدقات الجاریة وأما الامن من الفتان یعنی المنکر والنکیر فان المهلکة منهما علی من لم یطمئن قلبه بدین محمد صلی الله علیه وسلم ولم ینهض لنصرته اما المرابط علی شرطه فهو جامع لهمته علی تصدیقه ناهض لعزیمة علی تمشیته بنور الله قال صلی الله علیه وسلم من جهز غازیا فی سبیل الله فقد غزا ومن خلف غازیا فی اهله فقد غزا وقال صلی الله علیه وسلم افضل الصدقة ظل فسطاط فی سبیل الله ونحو ذلک اقول السر فی ذلک انه عمل نافع للمسلمین یترتب علیه نصرتهم وهو المعنی فی الغزو والصدقة وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یکلم احد فی سبیل الله والله اعلم بمن یکلم فی سبیله الا جاء یوم القیامة وجرحه یثعب دما اللون لون الدم والریح ریح المسك اقول العمل یلتصق بالنفس بهیئته وصورته ویجر ما فیه معنی التضاعف بالنسبة الی العمل والمجازاة مبناها علی تمثل النعمة والراحة بصورة اقرب ما هنالك فاذا جاء الشهید یوم القیمة ظهر علیه عمله

اور چھت کا دیوار پر ہوتا ہے اسلیے کہ اولاً مہاجرین اور انصار قریش وغیرہ کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنے پھر خدا تعالیٰ نے قریش کے ہاتھ پر عراق و شام کو فتح کیا پھر اُن کے ہاتھ پر فارس و روم کو پھر فارس و روم کے ہاتھ پر ہند اور ترکستان اور سوڈان کو فتح کیا پس جہاد پر جو نفع مترتب ہوتا ہے وہ وقتاً فوقتاً بڑھتا رہتا ہے اور اُس کا اوقاف اور رباطات اور صدقات جاریہ کا سا ہوتا ہے اور فتان یعنی منکر نکیر سے امن میں رہنے کی یہ وجہ ہے کہ منکر و نکیر سے وہی شخص ہلاکت کی جگہ میں ہوتا ہے کہ جس کے قلب کو دین محمدی پر اطمینان نہیں ہے اور نہ وہ کبھی دین کی مدد کے لیے اٹھا ہے اور جو شخص جہاد کے لیے شرائط پورا کرنے کا التزام رکھتا ہے وہ شخص دل سے دین کی تصدیق کرتا ہے اور نور الٰہی کے ساتھ ساتھ چلنے میں اُس کا ارادہ پختہ ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے من جهز غازیا الخ جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کو سامان دے دے تو اُس کو ثواب مثل جہاد کے ہوگا اور جو مجاہد کے پیچھے اُس کے گھر کی خبر گیری کرتا رہا تو اُس نے بھی جہاد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہترین صدقہ خدا کی راہ میں سایہ کے لیے خیمہ دینا ہے و علی ہذا القیاس۔ میں کہتا ہوں اس میں یہ راز ہے کہ یہ کام مسلمانوں کے نفع کا ہے جس کا انجام اُن کی مدد ہے اور جہاد اور صدقہ میں مسلمانوں کا نفع ہی مقصود ہوتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے لا یکلم احد فی سبیل الله الخ میں کہتا ہوں عمل کا نفس کے ساتھ ہیئتہ و صورتہ اتصال ہوا کرتا ہے اور اُس عمل کے اعتبار سے زیادتی کے معنے نفس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور جزا و سزا کا مبنیٰ نعمت و راحت کی صورت قریبہ میں متمثل ہونے پر ہوتا ہے پس قیامت کے دن جب شہید پیش ہوگا اُس کا عمل اُس پر ظاہر ہوگا اور

ف لے تمام مجہز منہ نے عقبہ والفسطاط الخیمہ ۱۲

وتنعم به بصورة ما فى العمل وقال عليه السلام فى قوله تعالى ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون الآية ارواحهم فى جوف طير خضر لها قناديل معلقة بالعرش تسرح فى الجنة حيث شاءت ثم تاوى الى تلك القناديل اقول الذى يقتل فى سبيل الله يجتمع فيه خصلتان احداهما ان تبقى نسمته وافرة كاملة لم تضمحل علومها التى كانت منغمسة فيها فى حياتها الدنيا وانما هو بمنزلة رجل مشغول بامر معاشه ينام نومة بخلاف الميت الذى ابتلى بامراض شديدة تغير مزاجه وتنسيه كثيرا مما كان فيه والثانية انه شملته الرحمة الالهية المتوجهة الى نظام العالم الممتلئ منها حظيرة القدس والملائكة المقربون فلما زهقت نفسه وهى ممتلئة من السعى فى اقامة دين الله فتح بينه وبين حظيرة القدس فتح واسع ونزل من هنالك الانس والنعمة والراحة وتنفست الى حظيرة القدس نفسا مثاليا فيتمثل الجزاء حسبما عنده فتركبت من اجتماع هاتين الخصلتين امور عجيبة منها انه تمثل له بدن طيرا خضرا فتكون طيرا لانه من الملائكة بمنزلة الطير من دواب الارض فى ظهور احكام الجنس اجمالا وكونه اخضر لحسن منظره ومنها انه تتمثل نعمته وراحته بصورة الرزق كما كان يتمثل النعمة فى الدنيا بالفواكه والشواء ثم مست الحاجة الى تمييز

اور عمل کی صورت سے اُسپر انعام کیا جائے گا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں کہ ولا تحسبن الخ جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں اُن کو مردے مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے خدا کے ہاں رزق حاصل کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا ہے ارواحہم فی جوف الخ اُنکی ارواح سبز جانوروں کے جوف میں ہیں جن کے لیے عرش میں قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں جہاں چاہتے ہیں جنت میں چگتے ہیں پھر اُن قندیلوں میں واپس آجاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں جو شخص خدا کی راہ میں مارا جاتا ہے اُس میں دو باتیں جمع ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اُس کی جان کامل اور وافر ہوتی ہے اور اُس کے علوم جن کے اندر دنیاوی زندگانی میں جان مستغرق رہتی ہے اُن علوم میں کسی قسم کا نقصان نہیں آتا بلکہ اُس شخص کا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کاروبار میں مصروف ہو اور اُسی اثنا میں وہ سو جائے بخلاف اُس میت کے جس نے بہت سے مرض کی تکلیف اٹھائی اور اُس کا مزاج صحت کی حالت سے بدل گیا اور بہت سے علوم سے اُس کو نسیان ہو گیا دوسرے یہ کہ وہ رحمت الٰہی جس سے حظیرۃ القدس اور ملاء اعلیٰ کے قلوب لبریز ہو رہے ہیں جو انتظام عالم کیطرف متوجہ رہتی ہے پھر اُس شخص کو شامل ہو جاتی ہے پس جب اُس شخص کی روح نکلتی ہے اور دین الٰہی کے قائم کرنے کا شوق اُسمیں بھرا ہوتا ہے تو ایک نہایت وسیع راستہ اُس شخص میں اور حظیرۃ القدس مفتوح ہو جاتا ہے اور وہاں سے اُنس اور راحت اور نعمت کا نزول اُس شخص پر ہوتا رہتا ہے اور حظیرۃ القدس کو اُس بندہ کیطرف ایک توجہ مثالی ہوتی ہے اور اُسکے عمل کے موافق اُسکی جزا متمثل ہو جاتی ہے پھر ان دونوں خصلتوں کے اجتماع سے عجیب و غریب امور پیدا ہوتے ہیں۔ ازانجملہ یہ ہے کہ اُسکا نفس کسی وجہ سے عرش میں معلق ہو کر متمثل ہوتا ہے اسلیئے کہ وہ شخص حاملین عرش سے ہو جاتا ہے اور اُسکی ہمت اُسیطرف متوجہ رہتی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اُسکے لیے سبز جانور کا جسم متمثل ہوتا ہے سبز پرند ہونیکی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص ملائکہ کا اندا جمالاً احکام جنسیکے ظاہر ہونے میں ایسا رہتا ہے جیسے چارپایوں میں پرندہ و سبز ہونیکی یہ وجہ ہے کہ سبزی نگاہ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اُسکی نعمت و راحت رزق کی صورتیں ظاہر اور متمثل ہوتی ہے جسطرح دنیا میں نعمت میوہ جات وغیرہ کی صورتیں متمثل ہوتی ہے پھر اسباب کی ضرورت ہوئی کہ جو نفس کو شایستہ کرتی ہیں

۵ رعی وتاوی ای ترجع ۱۲ ؎ زہقت خرجت ۱۲ ؎ یعنی کما ان احکام الجرائیۃ تظہر فی الدواب مفصلۃ و فی الطیور مجملۃ کذلک احکام الملکیۃ تظہر فی الملائکۃ مفصلۃ و فی الشہید اجمالا ۱۲

ما یفید تھذیب النفس مما لا یفیدہ وھو مشتبہ بہ فان الشرع اتی بامرین بانتظام الحی والمدینۃ والملۃ وبتکمیل النفوس قیل الرجل یقاتل للمغنم والرجل یقاتل للذکر والرجل یقاتل لیریٰ مکانہ فمن یقاتل فی سبیل اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ **اقول** وذلک لما ذکرنا من ان الاعمال اجساد وان النیات ارواح لھا وانما الاعمال بالنیات ولا عبرۃ بالجسد الا بالروح وربما تفید النیۃ فائدۃ العمل وان لم یقترن بھا اذا کان فوتہ لمانع سماوی دون تفریط منہ وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بالمدینۃ اقواما ما سرتم مسیرا ولا قطعتم وادیا الا کانوا معکم حبسھم العذر وان کان من تفریط فان النیۃ لم تتم حتی یترتب علیھا الاجر قال صلی اللہ علیہ وسلم البرکۃ فی نواصی الخیل **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم الخیل معقود فی نواصیھا الخیر الی یوم القیمۃ الاجر والغنیمۃ **اعلم** ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث بالخلافۃ العامۃ وغلبۃ دینہ علی سائر الادیان لا یتحقق الا بالجھاد واعداد آلاتہ فاذا ترکوا الجھاد واتبعوا اذناب البقر احاط بھم الذل وغلب علیھم اھل سائر الادیان قال صلی اللہ علیہ وسلم من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا باللہ وتصدیقا بوعدہ

وہ چیز اس چیز سے جو نفس کو شائستہ نہیں کرتی متمیز کیجائے اور اس میں اشتباہ ہے اسلئے کہ شرع کے اندر دو باتیں ہیں ایک تو قبائل اور شہروں اور دین کا انتظام اور ایک نفوس کی تکمیل کسی شخص نے آپ سے عرض کیا کہ کوئی شخص غنیمت[1] کی خاطر لڑتا ہے اور کوئی شہرت کی خاطر اور کوئی اظہار شجاعت کے خاطر[2] پس اُن میں سے خدا کی راہ میں کون شخص لڑتا ہے تو حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی بات ہی بلند کرنے کی خاطر لڑے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔ میں کہتا ہوں اُس کی وجہ وہی ہے جو ہم بیان کرچکے کہ اجساد ہیں اور اُن کی روح نیت ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے اور جسم کا بغیر روح کے اعتبار نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صرف نیت ہی عمل کا فائدہ دیجاتی ہے اگرچہ اُس کے ساتھ عمل کا اقتران نہ ہو یہ جب ہوتا ہے کہ اُس عمل کا فوت ہونا اُس کی کوتاہی سے نہ ہو بلکہ کسی آسمانی عارضہ کے پیش ہونے سے ہو چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی المدینۃ الخ مدینہ میں ایسے ایسے گروہ ہیں کہ تم کسی جگہ کو نہ چلے ہوگے اور کوئی جنگل تم نے نہ قطع کیا ہوگا جو وہ تمھارے ساتھ نہ رہے ہوں عذر کے سبب وہ آب رُک گئے ہیں۔ اور اگر وہ عمل ایسے شخص کی کوتاہی سے فوت ہوا ہو تو اُس کی نیت ہی ناتمام رہی جنپر اجر مترتب ہوتا ہے اور فرمایا ہے البرکۃ فی نواصی الخ کہ برکت گھوڑوں کی پیشانی میں ہے اور فرمایا ہے الخیل الخ گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک بھلائی برقرار ہے اجر اور غنیمت۔ معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے خلافت عامہ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر جہاد کرنے اور سامان جنگ تیار رکھنے سے ہو سکتا ہے اور جب جہاد چھوڑ دیا اور بیلوں کی دم کے پیچھے ہو لیئے تو لامحالہ ہر طرف سے اُن کو ذلت احاطہ کرے گی اور تمام اہل ادیان اُنپر غالب آجاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا باللہ الخ جو شخص خدا پر یقین رکھکر اور اُس کے وعدہ کو سچا سمجھ کر اُس کی راہ میں ایک گھوڑا باندھے۔

[1] ای الغنیمۃ ۱۲ [2] ای فی الشجاعۃ والنصرۃ ۱۲

فان شبعہ وریہ وروثہ وبولہ فی میزانہ یوم القیمۃ **اقول** ذلک لانہ یعانی فی علفہ وشرابہ وفی روثہ وبولہ فیصار عملہ ذلک متصورا بصورۃ ما تعانی فیہ فیظہر یوم القیمۃ کل ذلک بصورتہ وہیئتہ **قال** صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یدخل بالسہم الواحد ثلثۃ نفر الجنۃ صانعہ یحتسب فی صنعہ والرامی بہ ومنبلہ[1] **وقال** علیہ السلام من رمی بسہم فی سبیل اللہ فہو لہ عدل[2] محرر **اقول** لما علم اللہ تعالی ان کبت الکفار لا یتم الا بہذہ الاشیاء انتقل رضا الحق بازالۃ الکفر والظلم الی ہذہ قال اللہ تعالی لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج **وقال** اللہ تعالی لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم لرجل الک والدان قال نعم قال ففیہما فجاہد **اقول** لما کان اقبالہم باجمعہم علی الجہاد بنفسہ ارتفاقاتہم وجب ان لا یقوم بہ الا البعض وانما تعین غیر المعلول بہذہ العلل لان علی اصحابہا حرجا ولیس فیہم غنیۃ معتد بہا للاسلام بل ربما یخاف الضرر منہم قال اللہ تعالی الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا **اقول** اعلاء کلمۃ اللہ لا یتحقق الا بان یوطنوا انفسہم بالثبات

فان شبعہ وریہ وروثہ وبولہ الخ یس البتہ اُس کا پیٹ بھرنا اور پانی پلانا اور اسکی لید وپیشاب کی تکلیف گوارہ کرے گا تو اُس کا یہ عمل اُسی چیز کی صورت مین ظاہر ہوگا جس کی تکلیف گوارا کی ہے پس قیامت کے دن یہ سب چیزین اپنی اپنی صورت مین ظاہر ہوں گی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان اللہ یدخل بالسہم الخ خداتعالی ایک تیر کی وجہ سے تین شخصون کو جنت مین داخل کرے گا ایک جس نے ثواب کی نیت سے اُس کو بنایا ہے اور ایک چلانیوالے کو اور ایک تیر دینے والے کو اور آپ نے فرمایا من رمی الخ کہ جو شخص خدا کی راہ میں ایک تیر پھینکے گا تو یہ مثل غلام کے آزاد کرنے کے ہوگا۔ مین کہتا ہون جب کہ خداتعالے کے علم میں یہ بات تھی کہ کفار کا سرنگون ومغلوب ہونا بغیر ان چیزوں کے نہین پورا ہوسکتا لہذا خداتعالی کی رضامندی کفر وظلم کے دور کرنے میں ان چیزوں کیطرف بھی منتقل ہوئی اللہ پاک فرماتا ہے لیس علی الاعمی حرج الخ کہ نابینا پر کچھ مضایقہ نہیں ہے اور نہ لنگڑے ومریض پر کچھ مضایقہ ہے اور نیز اللہ پاک فرماتا ہے لیس علی الضعفاء الخ کہ ضعیف اور مریضوں پر کچھ حرج نہین ہے اور نہ اُن لوگوں پر جو خرچ کرنے کو کچھ نہیں پاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی سے فرمایا الک والدان الخ کیا تیرے ماں باپ ہیں اُس نے عرض کیا ہاں تو آپ نے فرمایا اُن میں ہی جہاد کر۔ مین کہتا ہوں چونکہ سب لوگوں کا جہاد کرنا اُن تدابیر ضروریہ کی خرابی کا سبب تھا لہذا ضرور ہوا کہ اُن سب میں سے بعض لوگ جہاد کو قائم کرین اور وہ بعض وہ لوگ ہیں جو ان علتون سے خالی ہین اسلیے کہ جن میں یہ علتین پائی جاتی ہیں اُنپر جہاد کرنے میں دقت ہے اور نہ اسلام کو اُن کے جہاد کرنے سے قابل اعتبار نفع ہے بلکہ بسا اوقات اُن سے ضرر کا خطرہ ہے اللہ پاک فرماتا ہے الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا الخ اب تم سے خداتعالے نے تخفیف کردی اور جان لیا کہ تم میں ناتوانی ہے مین کہتا ہوں اعلاء کلمۃ اللہ اسیطرح ممکن ہے کہ مسلمان لوگ اپنی جانوں کو ثبات

---

[1] المنبل بتشدید الموحدۃ من یعطی النبل للرامی لیرمی بہ او من یردہ من الہدف الی الرامی ۱۲

[2] ای مثل اعتاق نسمۃ ۱۲

والنجدة والصبر على مشاق القتال ولو جرت العادة بان يفروا اذا عثر واعلى مشقة لم يتحقق المقصود بل ربما افضى الى الخذلان وايضاً فالفرار جبن وضعف وهو اسوأ الاخلاق ثم لابد من بيان حد يتحقق به الفرق بين الواجب وغيره ولا تتحقق النجدة والشجاعة الا اذا كان اسباب الهزيمة اكثر من اسباب الغلبة فقدر اولا بعشرة امثال لان الكفر يومئذ كان اكثر ولم يكن المسلمون الا اقل شئ فلو رخص لهم الفرار لم يتحقق الجهاد اصلا ثم خفف الى مثلين لانه لا تتحقق النجدة والثبات فيما دون ذلك ثم لما وجب الجهاد لاعلاء كلمة الله وجب ما لا يكون الاعلاء الا به ولذلك كان سد الثغور وعرض المقاتلة ونصب الامراء على كل ناحية وثغر واجبا على الامام وسنة متوارثة وقد سن رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلفاؤه رضي الله عنهم في هذا الباب سننا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امر اميرا على جيش او على سرية اوصاه في خاصته بتقوى الله ومن معه من المسلمين خيرا ثم قال اغزوا باسم الله في سبيل الله قاتلوا من كفر بالله اغزوا ولا تغلوا[له] الحديث وانما نهى عن الغلول لما فيه من كسر

اور دلیری اور قتال کی مشقتوں پر صبر کرنے پر قرار دیں اور اگر یہ دستور جاری ہوتا کہ اگر مشقت معلوم کریں تو بھاگ جائیں تو مقصود نہ حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات ذلت کی نوبت پہونچتی اور نیز بھاگنا بزدلی اور کمزوری کی دلیل ہے اور بدترین اخلاق میں سے ہے پھر ضرور ہوا کہ اُس کی حد بیان کی جائے جس سے واجب اور غیر واجب میں فرق ہو جائے اور دلیری و شجاعت اُسی وقت پائی جاتی ہے کہ شکست کے اسباب غلبہ کے اسباب سے زیادہ ہوں لہذا اولاً دس مثل سے اُس کا اندازہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ کفر اُس وقت کثرت سے تھا اور مسلمان بہت تھوڑے سے تھے پس اگر گریز کرنے کی اُن کو اجازت دی جاتی تو جہاد کبھی نہ ہوتا پھر مسلمانوں پر تخفیف کی گی دو چند کی اسلیئے کہ ثبات و دلیری اس سے کم میں نہیں ممکن ہے پھر جہاد چونکہ اعلاء کلمۃ اللہ کی وجہ سے واجب کیا گیا تو وہ چیز بھی واجب ہوئی کہ جسکے بغیر اعلاء کلمۃ اللہ نہ ہو سکے اور اُسی وجہ سے قلعوں کا بنانا اور مقاتلہ کے لیئے آمادہ رہنا اور تمام اطراف و قلعوں میں افسروں کا مقرر کرنا امام پر ضروری اور دستور قدیمی مقرر ہوا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے اس باب میں بہت سے طریقہ مقرر فرمائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر یا فوج پر کسی کو سردار مقرر کرتے تھے تو خاص اُس شخص کو خدا تعالے سے خوف کرنے اور ساتھ کے مسلمانوں کو بھلائی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے خدا کی راہ میں خدا تعالے کے نام سے جہاد کرو اور منکرین خدا تعالے سے مقاتلہ کرو اور جہاد کرو اور خیانت مت کرو۔ الحدیث۔ خیانت کرنے سے آپ نے اسلیئے منع فرمایا کہ خیانت کرنے سے مسلمانوں کے دل شکستہ ہوں گے۔

[له] تخونوا وقوله الحديث تمامه ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا واذا لقيت عدوك من المشركين فادعهم الى ثلاث خصال فايتهن ما اجابوك فاقبل منهم وكف عنهم الحديث رواه مسلم عن سليمان بن بريدة بطوله وانتم اى الوليد والسابى على الاخذ له اسيرا ۱۲

قلوب المسلمين واختلاف كلمتهم واختيارهم النهي على القتال وكثيرا ما يفضي ذلك الى الهزيمة وعن الغدر لئلا يرتفع الامان من عهدهم و ذمتهم ولو ارتفع ذهب اعظم الفتوح واقربها وهي الذمة وعن المثلة لانه تغيير خلق الله وعن قتل الوليد لانه تضييق على المسلمين واضرار بهم فانه لو بقي حيا لصار[1] قيفالهم واتبع السابي في الاسلام وايضا فانه لا ينكا عدوا و لا ينصر فئة والدعوة الى ثلاث خصال مترتبة الاولى الاسلام مع الهجرة و الجهاد وحينئذ له ما للمجاهدين من الحق في الفئ والمغانم الثانية[3] الاسلام من غير هجرة ولا جهاد الا في النفير العام وحينئذ ليس له نصيب في المغانم والفئ وذلك لان الفئ انما يصرف الى الاهم فالاهم والعادة قاضية بان لا يسع بيت المال الصرف الى المتوطنين في بلادهم غير المجاهدين فلا اختلاف بين هذا وبين قول عمر رضي الله عنه فلئن عشت فليأتين الراعي وهو بسرو[2] حمير نصيبه منها لم يعرق فيها جبينه يعني اذا فتح كنوز الملوك وجئ من الخراج شئ كثير فيبقى بعد حظ المقاتلة وغيرهم الثالثة ان يكونوا من اهل الذمة ويؤدوا الجزية عن يد وهم صاغرون؛

اور باہم اُن میں اختلاف واقع ہوگا اور قتال چھوڑ کر لوٹ ڈالیں گے اور اُس سے اُسے بسا اوقات شکست ہوگی اور غدر کرنے سے آپ نے منع فرمایا کہ امن امان اُن کے عہد و ذمہ سے مرتفع نہ ہو اور اگر امن جاتی رہے تو سب سے بڑی اور اقرب فتح یعنی ذمہ اُن کے ہاتھوں سے جاتا رہا اور مثلہ سے آپنے منع فرمایا کیونکہ اُس میں خلق اللہ کی تغییر ہے اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا اسلیئے کہ اُس میں مسلمانوں کا حرج اور اُن کا ضرر ہے اسلیئے کہ اگر زندہ رہے تو مسلمانوں کے قبضہ میں آکر اُن کے غلام بنینگے اور جن مسلمانوں کے پاس رہینگے اسلام میں اُن کے تابع رہینگے اور نیز بچے اپنے دشمن کو نہ خود ضرر پہونچا سکتے ہیں اور نہ اپنے گروہ کی مدد کر سکتے ہیں اور حدیث شریف میں جو تین خصلتوں کیطرف ترتیب وار بلانیکا حکم ہے اُن میں سے پہلی خصلت اسلام ہے ہجرت و جہاد کے ساتھ اور اس وقت میں اُس شخص کے لیئے مجاہدین کے برابر فی اور غنیمت میں حصہ ہے دوسری خصلت اسلام ہے بلا ہجرت و جہاد کے سوائے اُس صورت کے کہ جہاں نفیر عام ہو اور اُس وقت غنیمت اور فئی میں اُس شخص کا حصہ نہیں ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ فئی کے صرف کرنے کا وہاں موقع ہے جہاں نہایت ضرورت ہو اور عادت اس بات پر حکم کرتی ہے کہ بیت المال میں اس قدر گنجائش نہیں ہوتی کہ جو لوگ سوائے مجاہدین کے شہروں میں رہتے ہیں۔ اُن کا خرچ اٹھائے پس اُس میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو بلا شبہ چرانے والے کو بھی غنیمت میں سے حصہ پہونچیگا اگرچہ وہ حمیر کے کسی ٹیلہ پر رہتا ہو اور جسکی پیشانی پر اُس غنیمت کے حاصل کرنے میں پسینہ تک نہ آیا ہو انتہی۔ یعنے جب بادشاہوں کے خزانے فتح کیئے جاوینگے اور کثرت سے خراج آئے اور مقاتلین وغیرہ کے حصہ کے بعد باقی رہجائے تو پھر اور لوگوں کا حصہ ہے۔ تیسرے یہ ہے کہ وہ لوگ اہل ذمہ ہوں اور سب کے سب دے کو جزیہ عطا کریں۔

[1] لے المامور بہا فی الحدیث المذکور ۱۲

[2] السرو ما انحدر من الجبل و ارتفع عن الوادی وایضا اسم محلۃ من حمیر ۱۲

[3] عہ لے الخصلۃ الثانیۃ من ثلاث خصال ۱۲

فبالاول تحصل المصلحتان من نظام العالم ورفع التظالم من بينهم ومن تهذيب نفوسهم بان يحصل نجاتهم من النار ويكونوا ساعين فی تمشية امر الله ۞ وبالثانية النجاة من النار من غير ان ينالوا درجات المجاهدين وبالثالثة زوال شوكة الكفار وظهور شوكة المسلمين وقد بعث النبی صلی الله عليه وسلم لهذه المصالح ويجب علی الامام ان ينظر فی اسباب ظهور شوكة المسلمين وقطع ايدی الكفار عنهم ويجتهد ويتامل فی ذلك فيفعل ما ادی اليه اجتهاده ما عرف هو او نظيره عن النبی صلی الله عليه وسلم وخلفائه رضی الله عنهم لان الامام انما جعل لمصالح ولا تتم الا بذلك والاصل فی هذا الباب سير النبی صلی الله عليه وسلم ونحن نذكر حاصل احاديث الباب فنقول يجب ان يشحن ثغور المسلمين بجيوش يكفون من يليهم ويؤمر عليهم رجلا شجاعا ذا رأی ناصحا للمسلمين وان احتاج الی حفر خندق او بناء حصن فعله كما فعله رسول الله صلی الله عليه وسلم يوم الخندق واذا بعث سرية امر عليهم افضلهم او انفعهم للمسلمين واوصاه فی نفسه وبجماعة المسلمين خيرا كما كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يفعل واذا اراد الخروج للغزو عرض جيشه وتعاهد الخيل والرجال فلا يقبل من دون خمس عشرة سنة كما كان رسول الله صلی الله

پس پہلی خصلت میں دو مصلحتیں حاصل ہوتی ہیں ایک تو ملک کا انتظام اور باہم تظالم کا رفع دفع اور دوسرے تہذیب نفس کہ وہ دوزخ سے نجات پائیں اور حکم الٰہی کی پیروی میں کوشش کریں اور دوسری خصلت سے دوزخ سے نجات کا حاصل ہونا ہے مگر مجاہدین کے درجہ سے وہ لوگ محروم ہیں۔ اور تیسری خصلت میں کفار کی شوکت کا زائل ہونا اور مسلمانوں کی شوکت کا ظاہر ہونا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انہیں مصالح کے قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوئے اور امام پر واجب ہے کہ مسلمانوں کی شوکت ظاہر ہونے اور کفار کے بے بس کرنے کے اسباب میں غور اور اجتہاد اور تامل کرے اور جو اس کا اجتہاد حکم کرے اس پر عمل کرے بشرطیکہ وہ یا اس کی نظیر رسول خدا یا آپ کے خلفاء سے ثابت ہو اسلیے کہ امام مصلحتوں کے قائم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور وہ اس کے بغیر تمام نہیں ہوتیں اور اصل اس باب میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور ہم ان احادیث کا حاصل بیان کرتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ امام پر واجب ہے کہ مسلمانوں کے قلعوں کو اسقدر فوج سے جو ان کے گرد کے دشمنوں کو کافی ہو سکے درست رکھے اور کسی ایسے شخص کو انپر حاکم مقرر کردے جو مسلمانوں کا خیر خواہ اور دانشمند بہادر شخص ہو اور خندق کے کھودنے یا قلعہ کے بنانے کی حاجت ہو تو اسکو بنائے یا کھودے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن ایسا کیا ہے اور جب کسی پلٹن کو روانہ کرے تو ایک شخص کو انپر سپہ سالار کردے جو ان سب میں افضل اور مسلمانوں کے حق میں نفع رساں ہو اور اس کو خود اس کے حق میں اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب جہاد کے لیے خروج کا ارادہ کرے تو اپنی فوج کا معائنہ کرے اور پیادہ و سوار کو درست کرے اور پندرہ سال سے کم عمر کا آدمی فوج میں نہ بھرتی کرے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

لے ای عونهم وخبالا فسادا والبيات القتل ليلا ۱۲

علیہ وسلم یفعل ذلک ولا مخذلا وھو الذی یقعد الناس عن الغزو ولا موجفا وھو الذی یحدث بقوۃ الکفار والاصل فیہ قولہ تعالیٰ کرہ اللہ انبعاثھم فثبطھم وقیل اقعدوا مع القاعدین لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا ولا مشرکا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انا لا نستعین بمشرک الا عند ضرورۃ ووثوق بہ ولا امرأۃ شابۃ یخاف علیھا ویاذن للطاعنۃ فی السن لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یغزو بام سلیم ونسوۃ من الانصار یسقین الماء ویداوین الجرحی ویعبی الجیش میمنۃ ومیسرۃ ویجعل لکل قوم رایۃ ولکل طائفۃ امیرا وعریفا کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح لانہ اکثر رھابا واقرب ضبطا ویعین لھم شعارا یتکلمون بہ فی البیات لئلا یقتل بعضھم بعضا کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ویخرج یوم الخمیس او الاثنین فانھما یومان یعرض فیھما الاعمال وقد ذکرنا من قبل ویکلفھم من السیر ما یطیقہ الضعیف الا عند الضرورۃ ویتخیر لھم من المنازل اصلحھا واوفرھا ماء وینصب الحرس والطلائع اذا خاف العدو ویخفی من امرہ ما استطاع ویوری الا مع ذوی الرأی والنصیحۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقطع الایدی فی الغزو وسرہ ما بینہ عمر رضی اللہ عنہ ان لا تلحقہ حمیۃ

کہ یہی دستور تھا اور نہ اُس شخص کو فوج میں بھرتی کرے جو مخذل ہو یعنے اَوروں کو بھی جہاد سے تھکائے اور نہ اُس شخص کو جو مرجف ہو یعنی کفار کی قوت کا ذکر کرتا رہے اُس کی دلیل یہ آیت ہے کرہ اللہ انبعاثھم فثبطھم وقیل الخ ناگوار ہوا خدا تعالیٰ کو اُن کا اٹھنا پس اُن کو روک دیا اور کہدیا گیا کہ تم بیٹھ جاؤ بیٹھنے والوں کے ساتھ اگر وہ تمہارے ساتھ خروج کرتے تھے تو بجز فساد کے اَور کچھ نہ بڑھاتے اور نہ مشرک کو فوج میں بھرتی کرے اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا لا نستعین الخ کہ ہم بلا شبہ کسی مشرک سے مدد نہیں چاہتے البتہ جس صورت میں ضرورت ہو اور اُسپر اعتماد ہو اور نہ جوان عورت کو جس سے فتنہ کا خوف ہو فوج میں بھرتی کرے کھینچی ہوئی عمر کو اجازت دیدے کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ام سلیم اور انصار کی چند عورتوں کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے اور یہ عورتیں فوج کو پانی پلاتی تھیں زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور امام کو چاہیے کہ فوج کے دو حصے یمین ویسار کرے اور ہر گروہ کا ایک جھنڈا اور ہر طائفہ کے لیئے ایک سردار اور لڑانے والا مقرر کرے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح کے دن کیا تھا کیونکہ اُس میں دشمنوں پر بھی زیادہ خوف ہوتا ہے اور فوج پر بھی قابو رہتا ہے اور نیز اُس کو چاہیئے کہ اُنکے لیے کچھ شناخت مقرر کرے کہ شبخون کرتے وقت باہم اسکو بولا کریں تاکہ کوئی کسی کو آپسمیں قتل نہ کر ڈالے آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جمعرات یا پیر کے روز جہاد کیلئے خروج کرے کیونکہ اُن دونوں میں اعمال پیش ہوتے ہیں اور پہلے اُسکو ہم بیان کر چکے ہیں اور اُن کو اسقدر راستہ چلنے کا حکم دے کہ ناتوان لوگ بھی اس کی طاقت رکھتے ہوں البتہ اگر ضرورت ہو تو اُس کے موافق حکم دے اور اُنکے لیئے وہ ایسا مقام تجویز کرے جو سب مقامات میں عمدہ و بہتر ہو اور پانی کی وہاں کثرت ہو اور اگر دشمن کا خوف ہو تو چاہیے کہ پہرہ مقرر کرے اور کسی بلند جگہ پر کچھ لوگوں کو مقرر کر دے جو دشمن کو دور سے دیکھتے رہیں اور حتی الامکان اپنا حال پوشیدہ رکھیں مگر جو لوگ خیرخواہ و عقلمند ہیں اُنسے پوشیدہ نہ رکھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقطع جہاں میں ہاتھ نہ قطع کیے جاوین (حدین) اور اسمیں بھی راز ہے جو حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا ہے کہ ایسا نہ ہو اس شخص کو

لہ اے عوقہم عن الانساد والبیات القتل لیلا ۱۲

الشيطان فيلحق بالكفار ولانه كثيرا ما يفضي الى اختلاف بين الناس وذلك يخل بمصالحهم ويقاتل اهل الكتاب والمجوس حتى يسلموا او يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون ولا يقتل وليدا ولا امراة ولا شيخا فانيا الا عند ضرورة كالبيات ولا يقطع الشجر ولا يحرق ولا يعقر الدواب الا اذا تعينت المصلحة في ذلك كالبويرة قرية بني النضير ولا يخيس[1] بالعهد ولا يحبس البرد لانه سبب انقطاع المراسلة بينهم ويخدع فان الحرب خدعة ويهجم عليهم غادين[2] ويرميهم بالمنجنيق ويحاصرهم ويضيق عليهم ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كل ذلك ولان القتال لا يتحقق الا به كما لا حاجة الى شرحه ويجوز المبارزة باذن الامام لمن يثق بنفسه كما فعل علي وحمزة رضي الله عنهما وللمسلمين ان يتصرفوا فيما يجدونه هنالك من العلف والطعام من غير ان يخمس لانه لو لم يرخص فيه لضاق الحال فاذا اسر واسراء خير الامام بين اربع خصال القتل والفداء والمن والارقاق يفعل من ذلك الاحظ[3] و للامام ان يعطيهم الامان ولاحادهم والاصل فيه قوله تعالى وان احد من المشركين استجارك فاجره وذلك لان دخولهم في الاسلام لا يتحقق الا بمخالطة المسلمين و معرفة حججهم وسيرتهم وايضا فكثيرا ما تقع الحاجة الى تردد التجار واشباههم ويصالحهم عام

غیرت شیطانی کے لاحق ہونے اور کفار میں شامل ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس لیے کہ اُس سے بسا اوقات لوگوں میں نزاع واقع ہو جاتا ہے اور اُس سے مصلحت میں خلل پڑ جاتا ہے اور امام کو اہل کتاب و مجوس سے مقاتلہ کرنا چاہیے کہ یا تو وہ اسلام لائیں یا دباؤ قبول کر کے سب کے سب جزیہ قبول کریں اور کسی بچے یا عورت یا بہت بوڑھے آدمی کو قتل نہ کریں مگر ضرورت کے وقت مثل شبخون کے اور درخت نہ کاٹیں اور آگ نہ لگادیں اور مواشی کو ہلاک نہ کریں مگر جس وقت کہ مصلحت اُس میں مقرر ہے جیسے بنی نضیر کے قریہ بویرہ میں کیا گیا اور امام کو چاہیے کہ نقض عہد نہ کرے اور سفیر کو قید نہ کرے کیونکہ اُسمیں باہمی خط و کتابت کا انقطاع کرنا ہے اور چاہیے کہ لڑائی میں دھوکہ دیا کرے کیونکہ لڑائی دھوکہ کا کام ہے اور بیخبری میں اُن پر ہجوم کرے اور گوپھن اُن کیطرف پھینکے اور اُن کا محاصرہ کرے اور اُن کو تنگ کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سب باتیں ثابت ہیں اسلیے کہ ظاہر ہے ان باتوں کے بغیر قتال نہیں ہوتا اور جس شخص کو اپنی ذات پر اعتماد ہو امام کے حکم سے اُسکو لڑنا درست ہے جیسے کہ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضہ نے کیا اور مسلمانوں کو وہاں سے چارہ و آناج جو ہاتھ لگے اُسمیں تصرف کرنا درست ہے اور اُسمیں سے خمس نہ لیا جائے گا اسلیے کہ اگر اُس کی اجازت نہ دی جائے تو لوگوں کو دقت ہو اور جب کفار قید ہو کر آئیں تو چار باتوں میں سے امام کو ہر بات کا اختیار ہے چاہے قتل کرے چاہے فدیہ لے چاہے احسان رکھ کر چھوڑ دے چاہے آزاد کر دے اُن میں سے جس بات میں نفع زیادہ دیکھے وہی عمل میں لائے اور امام کو جائز ہے کہ اُنمیں سے کسی کسیکو امن دیدے اور اُس کی دلیل یہ آیت ہے وان احد الخ اور اگر مشرکین میں سے کوئی پناہ مانگے تو اُس کو پناہ دے اور یہ اسلیے کہ اُن کا اسلام میں داخل ہونا مسلمانوں کے ساتھ اختلاط کرنے اور انکے دلائل اور انکی سیرت معلوم کرنے سے ہوتا ہے اور نیز بسا اوقات تجار وغیرہ کی آمد و رفت کی حاجت ہوتی ہے اور امام کو جائز ہے کہ اگر ضرورت ہو تو اُنسے صلح کرے خواہ مال

[1] ای ینقض بالعہد والبرد الرسل [2] حال من الضمیر المجرور فی علیہم ای حال کونہم مغترین غافلین ۱۲

[3] ای الانفع ۱۲

وبغير مال فان المسلمين ربما يضعفون عن مقاتلة الكفار فيحتاجون الى الصلح وربما يحتاجون الى المال يتقوون به او الى ان يؤمنوا من شر قوم فيجاهدوا آخرين قال صلى الله عليه وسلم لا الفين احدكم يجيء يوم القيامة على رقبته بعير له رغاء يقول يا رسول الله اغثني فاقول لا املك لك شيئا قد ابلغتك ونحو ذلك قوله صلى الله عليه وسلم على رقبته فرس له حمحمة وشاة لها يعار ونفس لها صياح ورقاع تخفق اقول الاصل في ذلك ان المعصية تتصور بصورة ما وقعت فيه وان حمله فثقله والتأذي به واما صوته فعقوبته باشاعة فاحشته على رؤس الناس قال صلى الله عليه وسلم فاذا وجدتم الرجل قد غل فاحرقوا متاعه كله واضربوه وعمل به ابوبكر وعمر رضي الله عنهما اقول سره الزجر وكبح الناس ان يفعلوا مثل ذلك واعلم ان الاموال الماخوذة من الكفار على قسمين ما حصل منهم بايجاف الخيل والركاب واحتمال اعباء القتال وهو الغنيمة وما حصل منهم بغير قتال كالجزية والخراج والعشور الماخوذة من تجارهم وما بذلوا صلحا او هربوا عنه فزعا فالغنيمة تخمس ويصرف الخمس الى ما ذكر الله تعالى في كتابه حيث قال واعلموا انما غنمتم من شيء فان لله خمسه وللرسول ولذي القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل فيوضع سهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بعده في مصالح المسلمين الاهم فالاهم وسهم ذوي القربى

لیکن خواہ بغیر مال کے کیونکہ مسلمانوں کو بسا اوقات کفار کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں ہوتی اور صلح کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات قوت حاصل کرنے کے لیئے مال کی ضرورت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا الفین احدکم الخ نہیں تم میں سے کسی کو ہرگز ایسا نہ پاؤں کہ قیامت کے دن آئے کہ اسکی گردن پر اونٹ ہو اور وہ اونٹ چلاتا ہو اور وہ شخص کہتا ہو کہ یا رسول اللہ میری خبر لیجئے تو میں اس سے کہوں مجھے تیرے لئے کسی بات کا اختیار نہیں ہے میں تجھ پر تبلیغ کر چکا۔ اور اسی کی مثل حدیث شریف میں آیا ہے علی رقبتہ الخ کہ اسکی گردن پر گھوڑا ہنہنا رہا ہوگا اور بکری میاتی ہوئی اور کوئی آدمی چلاتا ہوا ہوگا اور کپڑوں کے پارچے اڑتے ہوئے ہونگے میں کہتا ہوں اسکی اصل یہ ہے کہ جس چیز میں گناہ واقع ہوا ہے اسی کی صورت میں وہ متمثل ہوگا اور اسکا اٹھانا اسکا بار اور اسکے ساتھ تکلیف پاتا ہے اور اسکا آواز دینا لوگوں پر اس گناہ کو مشہور کرکے اسکو سزا دینا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وجدتم الرجل الخ یعنے جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اس نے خیانت کی تو اسکا سب اسباب جلا دو اور مارو۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر عمل کیا۔ میں کہتا ہوں اسمیں اس خائن کو زجر کرنا اور لوگوں کو ایسے فعل سے باز رکھنا ہے۔ اور معلوم کرو کہ کفار سے جو مال لیے جاتے ہیں انکی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ مال ہے جو گھوڑوں اور اونٹوں کے دوڑانے اور قتال کے صدمات اٹھانے سے حاصل ہوتا ہے اسکا نام غنیمت ہے اور ایک وہ مال جو بغیر قتال کے انسے حاصل ہوتا ہو مثلاً جزیہ و خراج و عشور جو انکے تجار سے لیئے جاتے ہیں اور وہ مال جو صلح کر کے ہمیں وہ خرچ کرتے ہیں یا وہ پریشان ہو کر اسکو چھوڑ بھاگتے ہیں غنیمت میں خمس نکالا جاتا ہے اور وہ خمس ان مواضع میں صرف کرنا چاہیئے جنکا خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے واعلموا انما الخ اور اسبات کو جان لو کہ تمنے جو کچھ مال غنیمت حاصل کیا ہے پس خدا تعالیٰ اور رسول اور اقارب اور یتیموں اور مساکین اور مسافر کیلئے ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکا حصہ مسلمانوں کے مصالح میں بہ ترتیب خرچ کرنا چاہیئے اور ذوالقربی کا۔

لہ ای صوت الابل والحمحمة صوت الفرس واليعار صوت الشاة ونفس ای مملوک ۱۲ ؎ الرقاع بکسر الراء جمع رقعة وہی قطعة من الثوب ای علی رقبته ثیاب بعلها من الغنيمة وقوله تخفق ای تضطرب وتتحرک من الخفوق وهو اضطراب ال

فی بنی هاشم وبنی المطلب الفقیر منهم والغنی والذکر والانثی وعندی انه یخیر الامام فی تعیین المقادیر وکان عمر رضی الله عنه یزید فی فرض آل النبی صلی الله علیه وسلم فی بیت المال ویعین المدین[1] منهم والناکح وذا الحاجة وسهم الیتامی لصغیر فقیر لااب له وسهم الفقراء والمساکین لهم تفوض کل ذلک الی الامام یجتهد فی الفرض وتقدیم الاهم فالاهم ویفعل ما ادی الیه اجتهاده ویقسم اربعة اخماسه فی الغانمین یجتهد الامام اولا فی حال الجیش فمن کان نفله اوفق بمصلحة المسلمین نفل له وذلک باحدی ثلاث ان یکون دخل دار الحرب فبعث سریة تغیر علی قریة مثلا فیجعل لها الربع بعد الخمس او الثلث بعد الخمس فما قدمت به السریة دفع خمسه ثم اعطی السریة ربع ما غبر او ثلثه وجعل الباقی فی المغانم وثانیتها ان یجعل الامام جعلا لمن یعمل عملا فیه غناء عن المسلمین مثلا ان یقول من طلع هذا الحصن فله کذا من جاء باسیر فله کذا من قتل قتیلا فله سلبه فان شرط من مال المسلمین اعطی منه وان شرط من الغنیمة اعطی من اربعة اخماس وثالثتها ان یخص الامام بعض الغانمین بشیء لغنائه وباسه کما اعطی رسول الله صلی الله علیه وسلم سلمة بن الاکوع فی غزوة ذی قرد[2] سهم الفارس والراجل حیث ظهر منه

حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب پر خواہ محتاج ہوں یا غنی مرد ہوں یا عورت خرچ کرنا چاہیے اور میرے نزدیک مقادیر کے تعین کرنے میں امام کو اختیار ہے اور حضرت عمرؓ آل رسول کے لیے بیت المال سے زیادہ حصہ دیا کرتے تھے اور اُن میں سے جو لوگ قرض دار اور ناکح اور حاجتمند ہوا کرتے تھے اُن کی اعانت کیا کرتے تھے اور یتیموں کا حصہ چھوٹے چھوٹے محتاج بچوں کو جنکا باپ نہ ہو دینا چاہیے اور فقراء و مساکین کا حصہ فقراء و مساکین کو دینا چاہیے مگر امام کو اسکا اعتبار ہے کہ اپنے اجتہاد و رائے کے موافق اُس کی تعیین کرے اور اہم فالاہم کو مقدم کرے اور اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور پانچ حصوں میں سے باقی چار حصے غانمین میں تقسیم کرے اور اولاً لشکر کے حال میں اُسکو اجتہاد کرنا چاہیے پس جسکو زیادہ دینا مسلمانوں کی مصلحت کے مناسب ہو اُسکو زیادہ دے اور اُسکی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ مثلاً امام دار الحرب میں داخل ہوا اور اوس نے کسی قریہ کے لوٹنے کو کچھ فوج روانہ کی تو خمس کے بعد ربع یا ثلث اُس کو مقرر کر دے پس وہ فوج جسقدر مال لے کر آئے اُس کا خمس تو علیحدہ کر لے اور باقی کا ربع یا ثلث اُس فوج کو دے کر اُس سے جو باقی رہے وہ غنیمت میں شامل کر دے۔ دوسری یہ صورت ہے کہ امام اُس شخص کے لیے ایسے کام کے بدلہ جسمیں مسلمانوں کا نفع ہو کچھ مقرر کر دے۔ مثلاً امام کہدے کہ جو شخص اس قلعہ پر چڑھ جاوے تو اُس کے لیے اسقدر مال دیا جاوے گا یا جو کسیکو قید کر لائے تو اُس کو اسقدر مال دیا جائیگا یا جو کسیکو قتل کرے تو اُس کا اسباب اُسکو دیا جاویگا پس اگر مسلمانوں کے مال میں سے یہ مقرر کیا ہے تب تو اُس میں سے دے اور اگر غنیمت میں سے شرط کیا ہے تو خمس نکالنے کے بعد جو باقی رہا ہے تو اُس میں دے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ امام خاص کر بعض غانمین کو کچھ مال دیدے اسلیئے کہ دشمنوں کو اُس سے خوف زیادہ ہوا و مسلمانوں کا اُس سے نفع زیادہ ہو جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن اکوع کو جنگ ذی قرد میں سوار و پیدل کا حصہ عطا فرمایا اسلیئے کہ اُنکی ذات سے

[1] ای الغرے علیہ دین ۱۲ [2] بفتحتین موضع علی لیلتین من المدینة فدا غار فیه عبد الرحمن الفزاری علی ظهر رسول الله صلی الله علیه وسلم فقتل بید لی قتادة وسبی سلمة ۱۲

نفع عظيم للمسلمين والاصح عندى ان السلب انما يستحقه القاتل بجعل الامام قبل
القتل او تنفيله بعده ويرضخ دون السهم للنساء يداوين المرضى ويطبخن الطعام
ويصلحن شان الغزاة وللعبيد والصبيان واهل الذمة الذين اذن لهم الامام
ان حصل منهم نفع للغزاة وان عثر على ان شيئا من الغنيمة كان مال مسلم ظفر به
العدو رده عليه بلا شئ ثم يقسم الباقى على من حضر الوقعة للفارس ثلاثة اسهم
وللراجل سهم وعندى انه ان راى الامام ان يزيد لركبان الابل او للرماة شيئا
او يفضل العراب على البراذين بشئ دون السهم فله ذلك بعد ان يشاور اهل
الراى ويكون امرا لا يختلف عليه لاجله وبه يجمع اختلاف سير النبى صلى الله عليه وسلم
واصحابه رضى الله عنهم فى الباب ومن بعثه الامير لمصلحة الجيش كالبريد والطليعة
والجاسوس يسهم له وان لم يحضر الوقعة كما كان لعثمان يوم بدر واما الفئ فمصرفه
ما بين الله تعالى حيث قال ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فلله وللرسول
ولذى القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل الى قوله رؤف رحيم ولما قراها
عمر رضى الله عنه قال هذه استوعبت المسلمين فيصرف الى الاهم فالاهم وينظر فى ذلك
الى مصالح المسلمين لا مصلحة الغانمين واختلف السنن فى كيفية قسمة الفئ

مسلمانوں کو بہت نفع پہونچا تھا اور میرے نزدیک اصح یہ بات ہے کہ مقتول کے اسباب کا قاتل مستحق
ہوتا ہے خواہ قبل از قتل امام کے مقرر کرنے سے خواہ بعد کو نفل کے طور پر دینے سے اور امام کو چاہیے
کہ حصہ سے کم کسیقدر مال ان عورتوں کے لیے جو مریضوں کی دوا دارو کرتی ہیں اور کھانا پکاتی ہیں۔
اور مجاہدین کا کام کرتی ہیں اور غلاموں اور بچوں اور اہل ذمہ کے لیے جنکو امام نے اجازت دیدی ہے
جدا کر دین اگر مجاہدین کو اُن سے نفع پہونچا ہو اگر امام کو معلوم ہو کہ مال غنیمت میں سے کچھ مال کسی مسلمان کا
ہے جسکو کفار ظفریاب ہو کر لے گئے تھے بغیر کچھ لیئے وہ مال اُس کو دے دے اور باقی مال کو تمام اُن لوگوں
پر تقسیم کر دے جو لڑائی میں موجود تھے اسطرح کہ سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ اور میرے نزدیک اگر امام
مناسب سمجھے اور شتر سوار یا تیر انداز کو کچھ زیادہ حصہ دے یا گھوڑے کے سوار کو بیل وغیرہ کے سوار پر ترجیح
دے تو اُس کو یہ اختیار حاصل ہے مگر اہل رائے سے اُسکو ایسے امر میں شورہ کر لینا چاہیے تاکہ اُس کی وجہ سے
لوگ اُسکی امامت میں مختلف نہ ہو جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی سیرت میں اسباب کے اندر
جو کچھ اختلاف ہے اُس میں تطبیق کی وجہ یہی ہے اور جس شخص کو امام لشکر کی کسی مصلحت سے روانہ کرے
اس کو بھی حصہ دے اگرچہ وہ لڑائی میں موجود نہ ہو مثلاً قاصد یا طلیعہ یا جاسوس جسطرح جنگ بدر میں
حضرت عثمانؓ کو غنیمت میں حصہ دیا گیا۔ اور جو مال بطور فی۔ حاصل ہو اسکو ان مواضع میں صرف کرنا چاہیے
جسکا خدا تعالےٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ما افاء الله على رسوله من اهل القرى الخ
اور جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا فرمایا کہ اُس نے تمام مسلمانوں کا احاطہ کر لیا اُسے
اہم فالاہم کیطرف صرف کرتے تھے اور فی صرف کرنے کے اندر مسلمانوں کی مصلحتوں کی طرف غور فرماتے
تھے نہ اپنی کسی خاص مصلحت کی طرف اور فئی کی تقسیم کرنے کی کیفیت مختلف طریقے میں

فکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ الفئ قسمہ فی یومہ فاعطی الاہل حظین واعطی الاعزب حظا وکان ابو بکر رضی اللہ عنہ یقسم للحر وللعبد یتوخی کفایۃ الحاجۃ ووضع عمر رضی اللہ عنہ الدیوان علے السوابق والحاجات فالرجل وقدمہ والرجل وبلاؤہ والرجل وعیالہ والرجل وحاجتہ والاصل فی کل مثل ھذا من الاختلاس ان یحمل علے انہ انما فعل ذلک علے الاجتہاد فتوخی کل المصلحۃ بحسب ما رای فی وقتہ والاراضی التی غلب علیہا المسلمون للامام فیہا الخیار ان شاء قسمہا فی الغانمین وان شاء وقفہا علے الغزاۃ کما فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بخیبر قسم نصفہا ووقف نصفہا ووقف عمر رضی اللہ عنہ ارض السواد وان شاء اسکنہا الکفار ذمۃ لنا وامر النبی صلی اللہ معاذا رضی اللہ عنہ ان یاخذ من کل حالم دینارا او عدلہ معافر وفرض عمر رضی اللہ عنہ علے الموسر ثمانیۃ واربعین درھما وعلے المتوسط اربعۃ وعشرین وعلے الفقیر المعتمل اثنی عشر ومن ھنا یعلم ان قدرہ مفوض الی الامام یفعل ما یری من المصلحۃ ولذلک اختلفت سیرھم وکذلک الحکم عندی فی مقادیر الخراج وجمیع ما اختلفت فیہ سیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائہ رضی اللہ عنہم وانما اباح اللہ لنا الغنیمۃ والفئ لما بینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال لم تحل الغنائم لاحد من قبلنا ذلک بان اللہ رای ضعفنا وعجزنا فاحلہا وقال صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ فضل امتی علی الامم واحل لنا الغنائم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو جس روز فئی آتی اُسی روز اُسکو تقسیم کر دیتے تھے بیوی والیکو دو حصے اور غیر اہل والیکو ایک حصہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حر اور غلام دونوں میں تقسیم کرتے تھے اور اُن کو کفایت حاجت کا لحاظ تھا اور حضرت عمرؓ نے سوابق اور حاجتوں پر دیوان مقرر کیا تھا۔ اور اصل اُس میں یہ ہے کہ باہمی اُن کے یہ اختلافات جو واقع ہوئے وہ اسباب پر محمول ہیں کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق ایسا کیا تو موافق اپنی مصلحت وقت کے ہر ایک نے کوشش کی اور جن اراضیات پر مسلمان غالب آگئے اُنہیں امام کو اختیار ہے چاہے باہم غانمین کے ورنہ اُنکو تقسیم کردے چاہے مجاہدین پر اُن کو وقف کر دے جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا کہ نصف اُسمیں کی تقسیم کرکے نصف کو وقف کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارض سواد کو وقف کیا تھا۔ اور اگر امام چاہے تو اراضیات کو ہمارے کفار ذمیوں کے لیئے روک رکھے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر بالغ سے دینار یا اُس کے برابر معافر کا اخذ کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متمولین پر اڑتالیس درہم اور متوسطین پر چوبیس درہم اور غریب پر جو مزدوری کرتا ہو بارہ درہم مقرر کیئے۔ اور اُسی جگہ سے معلوم کرنا چاہیئے کہ اُس کا اندازہ امام کی رائے پر ہے جو اُسکی مصلحت کا مقتضی ہو عمل میں لائے اور اُسی لیئے اُنکی سیرتوں اور عادتوں میں اختلاف ہے اور میرے نزدیک خراج کے مقادیر میں بھی یہی حکم ہے اور تمام اُن امور میں جنہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے تمام خلفاء کی عادات مختلف ہیں اور خدا تعالی نے ہمپر غنیمت اور فئی کے مباح کرنیکی یہی وجہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے جیساکہ آپنے فرمایا ہے کہ ہمسے پہلے کسی کیلئے غنیمت نہیں حلال کیگئی کیونکہ خدا تعالی نے ہمارے اندر ضعف اور عجز دیکھا تو غنائم کو ہمارے لیئے حلال کیا اور آپنے فرمایا کہ خدا تعالی نے میری امت کو سب امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور ہمارے لیئے غنیمتوں کو حلال گردانا۔

لہ لے الفئ لا اہل لہ ۱۲ سکہ یتوخے یقصد والمعتمل الکاسب ۔ ۱۲ حفد

وقد شرحنا فى القسم الاول فلا نعيده والاصل فى المصارف ان امهات المقاصد امور منها ابقاء ناس لا يقدرون على شئ لزمانة او لاحتياج مالهم او بعده منهم ومنها حفظ المدينة عن شر الكفار بسد الثغور ونفقات المقاتلة والسلاح والكراع ومنها تدبير المدينة وسياستها من الحراسة والقضاء واقامة الحدود والحسبة ومنها حفظ الملة بنصب الخطباء والائمة والوعاظ والمدرسين ومنها منافع مشتركة ككرى الانهار وبناء القناطر ونحو ذلك وان البلاد على قسمين قسم تجرد لاهل الاسلام كالحجاز وغلب عليه المسلمون وقسم اكثر اهله الكفار فغلب عليهم المسلمون بعنوة او صلح والقسم الثانى يحتاج الى شئ كثير من جمع الرجال واعداد الات القتال ونصب القضاة والحرس والعمال والاول لا يحتاج الى هذه الاشياء كاملة وافرة واراد الشرع ان يوزع بيت المال المجتمع فى كل بلاد على ما يلائمها فجعل مصرف الزكاة والعشر ما يكون فيه كفاية المحتاجين اكثر من غيرها ومصرف الغنيمة والفئ ما يكون فيه اعداد المقاتلة وحفظ الملة وتدبير المدينة اكثر ولذلك جعل سهم اليتامى والمساكين والفقراء من الغنيمة والفئ اقل من سهمهم من الصدقات وسهم الغزاة منها اكثر من سهمهم منها ثم الغنيمة انما تحصل بمعاناة وايجاف خيل وركاب فلا تطيب قلوبهم الا بان يعطوا منها والنواميس الكلية المضروبة على كافة الناس

اور قسم اول میں ہم نے اس کی تشریح کر دی ہے پس یہاں اُس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور مصارف کی اصل یہ ہے کہ بلاشبہ اصول مقاصد کے چند امور ہیں ازانجملہ اُن آدمیوں کا باقی رکھنا جو کسی چیز پر قادر نہیں ہیں خواہ اپاہج ہونے کیوجہ سے خواہ تنگدست ہونے کیوجہ سے خواہ اس سبب سے کہ اُن کو اپنے مال سے بعد ہوگیا ہے۔ ازانجملہ شہر کی سرحدین قائم کرکے اور لشکر اور ہتھیار دن اور گھوڑ ون کا خرچ اُٹھا کر کفار سے محفوظ رکھنا ہے اور ازانجملہ شہر کا انتظام اور بندوبست کرنا اور پاسبانوں اور قضاۃ اور محتسبوں کا مقرر کرنا اور حدود کا قائم کرنا۔ اور ازانجملہ دین کی حفاظت کے لیے خطباء اور واعظین اور ائمہ اور مدرسین کا مقرر کرنا اور ازانجملہ منافع مشترکہ ہیں مثلاً نہرون کا نکالنا اور پُل بنانا وغیرہ۔ دوسری یہ کہ شہر دو قسم کے ہیں ایک تو وہ شہر ہیں جنکے باشندے صرف مسلمان ہیں مانند ملک حجاز کے یا مسلمان اُنمین اور قوموں کی نسبت زیادہ رہتے ہیں۔ دوسرے وہ شہر ہیں جنکے اکثر باشندے کفار لوگ ہیں اور بزور تلوار یا صلح کرکے مسلمانوں نے اُن شہروں پر قبضہ کیا ہے۔ دوسری قسم کے شہردن کے لیے فوج اور ہتھیار دن اور پاسبانوں اور قضات اور اعمال کی ضرورت ہے اور پہلے قسم کے شہرون میں ان چیزوں کی زیادہ حاجت نہیں ہے اور شرع کو یہ منظور ہے کہ بیت المال میں جو مال مجتمع ہے وہ اُن شہروں پر مناسب طریقہ سے تقسیم کیا جائے پس زکواۃ اور عشر کا مصرف وہ مقرر کیا گیا جس میں اوروں کی نسبت محتاجوں کی زیادہ تر رفع ضرورت ہے اور غنیمت کا مصرف وہ لوگ مقرر کیئے گئے جن سے لڑائی کا انتظام اور دین کی حفاظت اور شہر کا انتظام زیادہ تر ہے لہذا غنیمت میں سے یتیم اور مسکین اور فقیر کا حصہ بہ نسبت صدقات کے حصہ کے کم مقرر کیا گیا اور مجاہدین کا حصہ بہ نسبت صدقات کے غنیمت میں سے زیادہ مقرر کیا گیا۔ اور چونکہ غنیمت گھوڑے اور اونٹ اور لشکر کی مشقت سے حاصل ہوتی ہے پس جب تک اُن لوگوں کو غنیمت سے حصہ نہ دیا جائے وہ راضی نہیں ہو سکتے اور شرائع کلیہ میں جو لوگوں پر مقرر کی گئی ہیں اُن کے اندر اکثر خلقت کے حال کا۔

لابد فیہما من النظر الی حال عامۃ الناس ومن ضم الرغبۃ الطبیعیۃ الی الرغبۃ العقلیۃ ولا یرغبون الا بان یکون ہناک ما یجدونہ بالقتال فلذلک کان اربعۃ اخماسہا للغانمین والفیٔ انما یحصل بالرعب دون مباشرۃ القتال فلا یجب ان یصرف علی ناس مخصوصین فکان حقہ ان یقدم فیہ الاہم فالاہم والاصل فی الخمس انہ کان المرباع عادۃ مستمرۃ فی الجاہلیۃ یاخذہ رئیس القوم وعصبتہ فتمکن ذلک فی علومہم وما کادوا یجدون فی انفسہم حرجامنہ وفیہ قال القائل شعر

وان لنا المرباع من کل غارۃ ؛ تکون بنجد او بارض التہائم

فشرع اللہ تعالی الخمس لحوائج المدینۃ والملۃ نحوا مما کان عندہم کما انزل الآیات علی الانبیاء علیہم السلام نحوا مما کان شائعا ذائعا فیہم وکان المرباع لرئیس القوم وعصبتہ تنویہا بشانہم ولانہم مشغولون بامر العامۃ محتاجون الی نفقات کثیرۃ فجعل اللہ الخمس لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ علیہ السلام مشغول بامر الناس لا یتفرغ ان یکتسب لاہلہ فوجب ان تکون نفقتہ فی مال المسلمون ولان النصرۃ حصلت بدعوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والرعب الذی اعطاہ اللہ ایاہ فکان کحاضر الوقعۃ ولذوی القربی لانہم اکثر الناس حمیۃ للاسلام حیث اجتمع فیہم الحمیۃ الدینیۃ الی الحمیۃ النسبیۃ فانہ لا فخر لہم الا بعلو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولان فی ذلک تنویہ اہل بیت

ملحوظ رکھنا اور رغبت عقلی کے ساتھ رغبت طبعی کا جمع کرنا ضروریات سے ہے اور اُن کی رغبت طبعی اسی طریقہ سے حاصل ہو سکتی ہے کہ قتال کے عوض میں انکو کچھ مال دیا جائے لہٰذا پانچ حصوں میں سے چار حصے مال غنیمت میں غانمین کے لیے مقرر کیے گئے اور فیٔ یعنی وہ غنیمت جو بلا مشقت قتال کے صرف رعب کیوجہ سے حاصل ہوتی ہے چونکہ وہ بلا مشقت حاصل ہوتی ہے لہٰذا اُس کا خاص قسم کے لوگوں میں تقسیم کرنا ضروری نہ ہوا اور اہم فالاہم کی تقدیم کی گئی۔ اور خمس کی اصل یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں ربع کا قدیمی دستور تھا جو شخص قوم کا رئیس اور اُن کا پشت پناہ ہوتا تھا وہ اُس ربع کو لے لیا کرتا تھا یہ بات اُن کے دلوں میں قرار پا چکی تھی اور یہ احتمال نہ تھا کہ اُس کے نکالنے سے اُن کے دل میں ناگوار پیدا ہو اسی کے بیان میں ایک شاعر کہتا ہے شعر وان لنا المرباع من کل غارۃ الخ

ہر لوٹ میں ہمارا چہارم حصہ ہے خواہ وہ نجد میں ہو خواہ تہامہ کے ملک میں ہو پس خدا تعالیٰ نے خمس کو اُن کے قدیمی دستور قریب قریب شہر اور دین کی ضروریات کے لیے مقرر فرمایا جسطرح خدا تعالیٰ نے انبیاء پر اُن کے دستور کے موافق آیات نازل فرمائی ہیں۔ اور وہ ربع اُس شخص کو ملا کرتا تھا جو انکا سردار اور پشت پناہ ہوتا تھا تاکہ اُس میں اُسکی عظمت اور عزت ثابت ہو اور علاوہ بریں وہ شخص سب کے کام میں مصروف ہوتا ہے اور اسکو بہت خرچ کی حاجت رہتی ہے پس خدا تعالیٰ نے وہ خمس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مقرر فرمائی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے کام میں مشغول ہونیکی وجہ سے اتنی کہاں فرصت تھی جو اپنے اہل وعیال کیلئے کسب کرتے لہٰذا ضرور ہوا کہ آپکا نفقہ مسلمانوں کے مال میں مقرر ہو اور علاوہ بریں نصرت الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کے رعب کیوجہ سے جو آپ کو اللہ پاک نے عنایت فرمایا تھا حاصل ہوتی ہے پس آپ کا حال ایسا ہوا کہ گویا آپ ہر جنگ کے اندر موجود رہے۔ اور دوسری یہ خمس ذوی القربی کے لیے خدا تعالےٰ نے مقرر فرمائی کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ آنحضرت کے ذوی القربی کو حمایت اسلامی ہے اسواسطے کہ اُن میں حمایت دینی اور حمایت نسبی دونوں موجود ہیں کیونکہ اُس کا سارا فخر دین محمدی کے ہونے میں۔ اور نیز اُس میں اہل بیت

ف لے الربع ۱۲

النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتلک مصلحۃ راجعۃ الی الملۃ واذا کان العلماء والقراء یکون توقیرھم
تنوبھا بالملۃ یجب ان یکون توقیر ذوی القربی کذلک بالاولی وللمحتاجین وضبطھم با
لمساکین والفقراء والیتامی وقد ثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطی المؤلفۃ قلوبھم وغیرھم
من الخمس وعلی ھذا فتخصیص ھذہ الخمسۃ بالذکر للاھتمام بشانھا والتوکید ان لا یتخذ
الخمس والفیٔ اغنیاؤھم دولۃ فیھملوا جانب المحتاجین ولسد باب الظن السیٔ بالنسبۃ الی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقرابتہ وانما شرعت الانفال والارضاخ لان الانسان کثیرا ما یقدم
علی مھلکۃ الا لشیٔ لا یطمع فیہ وذلک دیدن وخلق للناس لابد من رعایتہ وانما جعل للفارس
ثلاثۃ اسھم وللراجل سھم لان غناء الفارس عن المسلمین اعظم ومؤنتہ اکثر وان رایت حال
الجیوش لم تشک ان الفارس لا یطیب قلبہ ولا تکفی مؤنتہ اذا جعلت جائزتہ دون ثلاثۃ
اضعاف سھم الراجل لا یختلف فیہ طوائف العرب والعجم علی اختلاف احوالھم وعاداتھم
قال صلی اللہ علیہ وسلم لئن عشت ان شاء اللہ لاخرجن الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب
واوصی باخراج المشرکین منھا **اقول** عرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الزمان دول وسجال
فربما ضعف الاسلام وانتشر شملہ فان کان العدو فی مثل ھذا الوقت فی بیضۃ الاسلام
ومحتدہ افضی ذلک الی ھتک حرمات اللہ وقطعھا فامر باخراجھم من حوالی دار العلم ومحل بیت اللہ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم پائی جاتی ہے اور اس مصلحت کا نتیجہ دین کیطرف راجع ہوتا ہے۔ اور جب کہ علماء اور قرار کی تعظیم میں دین کی تعظیم ہے تو ذوی القربی کی تعظیم میں بطریق اولی دین کی تعظیم ہوگی۔ اور ایک محتاجوں کے لیے مقرر کیا گیا اور خدا تعالی نے محتاجوں کا انضباط مساکین اور فقراء اور یتامی کے ساتھ فرمایا۔ اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خمس میں سے مؤلفۃ القلوب وغیرہم کو بھی عطا فرماتے تھے۔ اس تقدیر پر آیت کے اندر پانچ مصارف خاص کا ذکر کرنا ان مصارف کے مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے اور اس بات کی تاکید کرنے کے لیے ہے کہ خمس اور فی کو یکے بعد دیگرے اغنیا لوگ محتاجوں کی پرواہ نہ کرکے نہ لیلیا کریں اور تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اقارب کیطرف کسی کو بدگمانی کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ اور انفال اور انعامات اسواسطے مقرر کیے گیے کہ بسا اوقات انسان بغیر طمع کے جان جوکھوں کی جگہ میں اپنے آپکو نہیں ڈالتا ہے اور یہ ایسی خصلت اور پیدائشی بات ہے جسکی رعایت ضروریات سے ہے۔ اور گھوڑے کے سوار کو پیدل کے حصہ سے سہ چند اسواسطے مقرر کیا گیا کہ سوار سے مسلمانوں کو زیادہ تر قوت اور نفع ہوتا ہے اور اُسکو زیادہ تر مشقت کرنی پڑتی ہے اگر تم لشکروں کا حال دیکھو تو اسبات کا تمکو یقین ہو سکتا ہے کہ اگر سوار کو پیدل کے حصے سے سہ چند نہ دیا جائے اور کچھ کمی کیجائے تو وہ راضی نہیں ہو سکتا اور اُسکی محنت کے اعتبار سے وہ ناکافی ہوتا ہے تمام عرب وعجم باوجود اختلاف احوال وعادات کے اسبات پر متفق ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لئن عشت الخ اگر انشاء اللہ تعالے میں زندہ رہا تو بلاشبہ یہود ونصاری کو جزیرۂ عرب سے نکالدونگا اور مشرکوں کو وہاں سے نکالدینے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم تھی کہ زمانہ کا حال ایک سا نہیں رہتا۔ پس ایک وقت ایسا ہوگا کہ اسلام میں ضعف آجائے گا اور اس کی جمعیت منتشر ہو جائے گی پس اگر ایسے وقت دشمنان دین کا جزیرۂ عرب میں جو اسلام کا اصل الاصول ہے قیام رہا تو ضرور حرمات الہی کا ہتک اور قطع ہوگا لہذا آپ نے دار العلم کے حوالی اور محل بیت اللہ سے نکالنے کا حکم دیا۔

لے اسی نوبتہ یحزن لہذا سرۃ ولہذا سرۃ والارضاخ العطایا

وایضا المخالطة مع الکفار تفسد علی الناس دینهم وتغیر نفوسهم ولما لم یکن بد من المخالطة فی الاقطار امر بتنقیة الحرمین منهم وایضا انکشف علیه صلی اللہ علیه وسلم ما یکون فی اخر الزمان فقال ان الدین لیأرز الی المدینة الحدیث ولا یتم ذلک الا بان لا یکون هناک من اهل سائر الادیان واللہ اعلم۔

من ابواب المعیشة

اعلم ان جمیع سکان الاقالیم الصالحة اتفقوا علی مراعاة آدابهم فی مطعمهم ومشربهم وملبسهم وقیامهم وقعودهم وغیر ذلک من الهیأت والاحوال وکان ذلک کالامر المفطور علیه الانسان عند سلامة مزاجه وظهوره مقتضیات نوعه عند اجتماع افراد منه وترائی بعضها البعض وکانت لهم مذاهب فی ذلک فکان منهم من یسویها علی قواعد الحکمة الطبیعیة فیختار فی کل ذلک ما یرجی نفعه ولا یخشی ضرره بحکم الطب والتجربة ومنهم من یسویها علی قوانین الاحسان حسبما تعطیه ملته ومنهم من یرید محاکاة ملوکهم وحکمائهم ورهبانهم ومنهم من یسویها علی غیر ذلک وکان فی بعض ذلک منافع یجب التنبیه علیها والامر بها لاجلها وفی البعض الاخر

اور نیز کفار کے ساتھ اختلاط کرنے میں دین کے بگڑنے اور قلوب کے بدلنے کا اندیشہ ہے اور چونکہ یہ بات محال تھی کہ تمام ملکوں سے بخوف مخالطت اُن کو نکال دیا جاتا اسلئے صرف حرمین شریفین کو اُن سے پاک کرنے کا حکم فرمایا۔ اور نیز آخر زمانہ میں جو دین کا حال ہونے والا تھا آپ پر وہ ظاہر کر دیا چنانچہ آپ نے فرمایا ہے ان الدین لیارز الی الخ اور پوری پوری حفاظت کی یہی صورت ہے کہ وہاں مسلمانوں کے سوا کوئی نہ رہے۔ واللہ اعلم۔

معیشت کے بیان میں

معلوم کرو کہ تمام اقالیم صالحہ کے باشندوں کا کھانے و پینے اور پہننے اور قیام اور نشست اور تمام ہیأت اور احوال میں آداب کے ملحوظ رکھنے پر اتفاق ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ بشرط سلامت مزاج اور ظہور مقتضائے نوعی کے باہمی اجتماع اور دیکھا دیکھی کے لحاظ سے گویا ہر ایک جبلت میں داخل ہے اور اُن آداب کی رعایت میں لوگوں کے طریقے مختلف ہیں بعض فرقے حکمت طبعی کے قواعد کے موافق اُن آداب کی رعایت کرتے ہیں اور تمام احوال و افعال میں اُن آداب کا بیان کرتے ہیں کہ طب اور تجربہ کے اعتبار سے اُن میں نفع ہی کی امید ہوتی ہے اور ضرر کا خوف نہیں ہوتا۔ اور بعض فرقے قوانین احسان کے موافق یعنے جسطرح اُنکا دین اُن کو حکم کرتا ہے اُن آداب کو عمل میں لاتے ہیں اور بعض فرقوں کو اپنے بادشاہوں اور حکما اور درویشوں کے سے آداب عمل میں لانے مقصود ہوتے ہیں۔ اور بعض لوگ اور طریقوں کے موافق اُنکا برتاؤ کرتے ہیں۔ چونکہ اُن میں سے بعض آداب میں منافع مترتب ہوتے ہیں۔ لہذا اُنپر آگاہ کرنا اور اُن منافع کے لحاظ سے اُن کا حکم دینا ضروری ہوا اور بعض آداب میں مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔

مفاسد يجب ان ينهى عنها لاجلها وينبه عليها والبعض الآخر غفل من المعنيين يجب ان يبقى على الاباحة ويرخص فيه فكان تنقيحها والتفتيش عنها احدى المصالح التي بعث النبي صلى الله عليه وسلم لها والعمدة في ذلك امور فمنها ان الاشتغال بهذه الاشغال ينسي ذكر الله ويكدر صفاء القلب فيجب ان يعالج هذا السم بترياق وهو ان يسن قبلها وبعدها ومعها اذكار تردع النفس عن اطمينانها بها بان يكون فيها ما يذكر المنعم الحقيقي و يميل الفكر الى جانب القدس ومنها ان بعض الافعال والهيآت تناسب امزجة الشياطين من حيث انهم لو تمثلوا في منام احد او يقظته لتلبسوا ببعضها لا محالة فتلبس الانسان بها محد للتقرب منهم وانطباع الوانها الخسيسة في نفوسهم فيجب ان يمنع عنها كراهة او تحريما حسبما تحكم به المصلحة كالمشي في نعل واحد والاكل باليد اليسرى وبعضها مطردة للشياطين مقربة من الملائكة كالذكر عند ولوج البيت والخروج منه ويجب ان يحض عليها ومنها الاحتراز عن هيآت يتحقق فيها التأذي بحكم التجربة كالنوم على سطح غير محجور وترك المصابيح عند النوم وهو قوله صلى الله عليه وسلم فان الفويسقة تضرم[1] على اهلها ومنها مخالفة الاعاجم فيما اعتادوه من الترفه البالغ والتعمق في الاطمئنان بالحياة الدنيا فانساهم ذكر الله واوجب الاكثار من طلب الدنيا وتشبح اللذات في نفوسهم فيجب ان يخص رؤس تعمقاتهم بالتحريم كالحرير والقسي والمياثر و

لہذا ضروری ہوا کہ اُن سے نہی کی جائے اور لوگوں کو اُن آداب پر آگاہ کیا جائے۔ اور بعض آداب میں دونوں باتوں سے ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔ لہذا ضروری ہوا کہ اُن کو مباح چھوڑا جائے اور اُن کی اجازت دی جائے پس آداب کی تنقیح وتفتیش بھی منجملہ اُن مصالح کے ٹھہری جنکے پورا کرنے کے لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا ہے اور اصل اُسکے اندر چند باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُن اشغال میں مصروف ہونے سے ذکر آلہی سے نسیان ہوتا ہے اور قلب کی صفائی میں کدورت پیدا ہوتی ہے پس ضروری ہوا کہ اُس سم کا کسی تریاق سے علاج کیا جاوے اور وہ تریاق یہ ہے کہ اُن اشغال میں مشغول ہونے سے قبل اور بعد اور حالت اشتغال میں کچھ اذکار مقرر کیئے جائیں تاکہ قلب کو اُن اشغال کے اندر پورا پورا انہماک نہ ہو جائے اور اُن اذکار میں منعم حقیقی کا ذکر اور جانب قدس کی طرف میلان فکر نہ پایا جائے۔ اور ایک یہ ہے کہ بعض افعال وہیات کو مزاج شیطانی سے مناسبت ہوتی ہے اس طور پر کہ اگر کسی کے خواب یا بیداری میں شیطان متمثل ہو کر نظر آویں لامحالہ اُن افعال میں سے کسی نہ کسی فعل کے ساتھ وہ متلبس ہوتے ہیں پس انسان کو ایسے افعال کے ساتھ متلبس ہونا شیاطین کے ساتھ نفرت اور شیاطین کے اوصاف قبیحہ کے اُس کے شخص کے دل میں منقش ہونیکا سبب ہیں پس ضرور ہوا کہ ان افعال سے خواہ کراہتہً خواہ تحریماً مقتضائے مصلحت کے موافق نہی کیجائے اور وہ افعال یہ ہیں کہ مثلاً ایک جوتہ پہنکر چلنا اور بائیں ہاتھ سے کھانا وغیر ذلک۔ اور بعض افعال وصفات انسان کو شیاطین سے دور اور ملائکہ سے قریب ہونیکا سبب ہوتے ہیں مثلاً گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت خدا تعالےٰ کا ذکر کرنا اِس قسم کے افعال پر رغبت دلانا ضروری ہوا اور ایک اُن ہیات سے اجتناب کرنا جنسے بحکم تجربہ لوگونکو ایذا رسانی ہوتی ہے مثلاً مکان کی چھت پر بغیر پردہ کے سونا اور سوتے وقت چراغ کا گل نکرنا چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چوہا گھر کو جلا دیتا ہے اور از انجملہ عجمیوں کیساتھ اُن عادتیں مخالفت کرنا ہے جنکے وہ لوگ عادی ہیں۔ مثلاً ہر چیز میں نہایت درجہ کا تکلف کرنا اور نہایت بیفکری سے دنیا کے اندر منہمک ہونا کیونکہ یہ امور یاد آلہی سے بھلاتے ہیں اور کثرت سے دنیا کے طلب کرنے اور قلوب کے اندر دنیا کی لذات منقش ہونیکا سبب ہے پس ضروری ہوا کہ اُن سب میں سے اُن امور کو خاص کر حرام کیا جائے جو سب تکلفات میں بڑھکر ہیں مثلاً حریر اور قسی اور میاثر

[1] اے جلا دیتا ہے خال عن ہذا منہ ۱۲

الارجوان والثياب المصنوعة فيها الصور واوانى الذهب والفضة والمعصفر والخلوق ونحو ذلك وان يعم سائر عاداتهم بالكراهية ويستحب ترك كثير من الارفاه **ومنها** الاحتراز عن هيأت تنافى الوقار وتلحق الانسان باهل البادية ممن لم يتفرغوا لاحكام النوع ليحصل التوسط بين الافراط والتفريط ؛

الاطعمة والاشربة

اعلم انه لما كانت سعادة الانسان فى الاخلاق الاربعة التى ذكرناها وشقاوته فى اضدادها وجب حفظ الصحة النفسانية وطرد المرض النفسانى يفحص عن اسباب تغير مزاجه الى احدى الوجهتين فمنها افعال تتلبس بها النفس وتدخل فى جذرها بحثنا عن جملة صالحة من هذا الباب ومنها امور تولد فى النفس هيأت دنية توجب مشابهة الشياطين والتبعد من الملائكة وتحقق اضداد الاخلاق الصالحة من حيث يشعرون ومن حيث لا يشعرون فتلقت النفوس اللاحقة بالملاء الاعلى التاركة للالواث البهيمية من حظيرة القدس بشاعة تلك الامور كما تلقى الطبيعة كراهية المر والبشع واوجب لطف الله ورحمته بالناس ان يكلفهم برؤس تلك الامور الذى هو منضبط منها واثرها جلى غير خاف فيهم ولما كان اقوى اسباب تغير البدن والاخلاق المأكول وجب ان يكون رؤسها من هذا الباب فمن اشد ذلك اثرا

اور ارجوان (وہ کپڑے جنمیں حیوانات کی صورتیں بنی ہوئی ہوں۔ اور سونے چاندی کے برتن اور معصفر یعنے کسم کے رنگے ہوئے کپڑے اور خلوق وغیرہ اور باقی اور عادات کو عام پر مکروہ کیا ہے اور اور عیش کی اکثر چیزوں کا ترک کرنا مستحب ہے اور ازانجملہ اُن ہیأت سے اجتناب چاہیئے جو منافی وقار کے ہیں اور نیز اُن ہیأت سے جو انسان کو دیہاتیوں میں لاحق کردیتی ہیں اُن لوگوں میں سے جو احکام نوع کے لیئے ہیں فارغ ہوئے ہیں تاکہ افراط اور تفریط میں میانہ روی حاصل ہو۔

کھانے اور پینے کی چیزوں کا بیان

معلوم کر جب کہ انسان کی سعادت انہیں اخلاق اربعہ کے اندر ہے جنکو ہم ذکر کر چکے ہیں اور اُسکی شقاوت اُنکے اضداد کے اندر ہے لہذا حفظ صحت انسانیہ اور دفع ہونے امراض نفسانیہ کے لیئے واجب ہوا کہ اُن اسباب سے جو مزاج انسانی کو دو جانبوں میں سے کسی ایک کی طرف بدل دیتے ہیں۔ ازانجملہ وہ افعال ہیں جنکے ساتھ نفس متصف ہوجاتا ہے اور اُسکے نفس ذات میں داخل ہوجاتے ہیں ان افعال کا ہم کافی بیان کر چکے ہیں اور ایک وہ امور ہیں جنسے نفس میں صفات دنیہ جو شیاطین کے ساتھ مشابہت اور ملائکہ سے بعد پیدا ہونے کا سبب ہوتے اور اخلاق صالحہ کے خلاف صفات کو پیدا کرتے ہیں خواہ اُس شخص کو اس بات کی حس ہو یا نہ ہو پس جو نفوس ملحق بملاء اعلیٰ اور الواث بہیمیہ سے جدا ہیں حظیرۃ القدس سے ان امور کی بدمزگی کا ادراک اسطرح جیسے طبیعت کو تلخی اور بدمزگی ناگوار ہونے کا ادراک ہوتا ہے ایسے امور کی نسبت خداتعالیٰ کے الطاف اور اُسکی رحمت کا مقتضی ہوتا ہے کہ ان امور کے اصول اور چیزوں کے ساتھ جنسے وہ امور منضبط ہیں اور انکا اثر ظاہر ہے کسی پر پوشیدہ نہیں ہے لوگوں کو مکلف کیا جائے اور چونکہ تغیر بدن اور اخلاق کے تغیر کے اسباب میں سے زیادہ تر قوی سبب غذا ہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ اصول غذا کے لحاظ سے ہوں پس ان سب سے زیادہ تر قوی الاثر۔

تناول الحیوان الذی مسخ قوم بصورتہ وذلک ان اللہ تعالیٰ اذا لعن الانسان وغضب علیہ اورث غضبہ ولعنہ فیہ وجود مزاج ھو من سلامۃ الانسان علیٰ طرف شاسع وصقع بعید حتی یخرج من الصورۃ النوعیۃ بالکلیۃ فذلک احد وجوہ التعذیب فی بدن الانسان ویکون خروج مزاجہ عند ذلک الی مشابھۃ حیوان خبیث تتنفر منہ الطبع السلیم فیقال فی مثل ذلک مسخ اللہ قردۃ وخنازیر فکان فی حظیرۃ القدس علم متمثل ان بین ھذا النوع من الحیوان وبین کون الانسان مغضوباً علیہ بعیداً من الرحمۃ مناسبۃ خفیۃ وان بینہ وبین الطبع السلیم الباقی علی فطرتہ بوناً بائناً فلا جرم ان تناول ھذا الحیوان وجعلہ جزء بدنہ اشد من مخامرۃ[ل] النجاسات والافعال المھیجۃ للغضب ولذلک لم یزل تراجمۃ حظیرۃ القدس نوح فمن بعدہ من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام یحرمون الخنزیر ویامرون بالتبعد منہ الی ان ینزل عیسیٰ علیہ السلام فیقتلہ ویشبہ ان الخنزیر کان یاکلہ قوم فنطقت الشرائع بالنھی عنہ وھجر امرہ اشد ما یکون والقردۃ والفارۃ لم تکن توکل قط فکفی ذلک عن التاکید الشدید وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الضب ان اللہ غضب علیٰ سبط من بنی اسرائیل فمسخھم دواب یدبون فی الارض فلا ادری لعل ھذا[ع] منہا وقال اللہ تعالیٰ جعل منھم

ایسے جانور کا کھانا ہے جسکی صورت میں کوئی قوم مسخ کی گئی ہے اسلیئے کہ جب خدا تعالیٰ کی لعنت اور اُس کا غضب کسی انسان کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو اُسکے سبب سے انسان کے اندر ایک ایسا مزاج پیدا ہوجاتا ہے جو صحت انسانی سے اسقدر بعید ہوتا ہے کہ وہ شخص انسان کی صورت نوعیہ سے بالکل خارج ہوجاتا ہے پس یہ بدن انسانی کے عذاب دینے کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے اور ایسے وقت میں اُسکا مزاج انسانی صورت سے نکلکر کسی خبیث جانور کی صورت پکڑ جاتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے ایسے وقت میں کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُس شخص کو مسخ کرکے بندر یا خنزیر بنا دیا پس حظیرۃ القدس میں اُسکے متعلق یہ علم متمثل ہوجاتا ہے کہ اُس قسم کے جانور اور انسان کے مغضوب علیہ اور رحمت آلہی سے بعید ہونے میں ایک مناسبت خفیہ ہے اُس میں اور اُس طبیعت سلیمہ میں جو اپنی فطرت پر باقی ہے نہایت درجہ کا بعد ہے پس لامحالہ ایسے جانور کا کھانا اور اُس کو اپنے بدن کا جزء گردانا نجاست کے ساتھ اختلاط کرنے اُن افعال کے عمل میں لانے سے جو ہیجان میں لاتے ہیں زیادہ تر اٹھہرے گا لہذا ہمیشہ سے حظیرۃ القدس کے ترجمان یعنے حضرت نوح کیوقت تمام انبیا علیہم السلام خنزیر کو حرام کرتے اور لوگوں کو اُس سے بعید رہنے کا حکم کرتے چلے آئے ہیں حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام اُسکو نازل ہوکر قتل ہی کر ڈالینگے اور غالباً خنزیر کو کوئی فرقہ کھایا کرتا تھا لہذا شرائع میں نہایت شدت کے ساتھ نہی کی گئی اور اُس کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور بندر و چوہا ایسے جانور ہیں کہ اُن کو ہرگز کوئی قوم نہیں کھاتی اسلیئے اُنسے نہی کرنے میں تاکید شدید کی ضرورت نہ ہوئی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گو کی نسبت فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے کسی قبیلہ پر جب غصہ ہوگیا تو اُن کو چارپایوں کیصورت میں جو زمین پر چلتے ہیں مسخ کردیا نہیں معلوم کہ شاید گو بھی انھیں میں سے ہو اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے جعل منھم یعنے کردیا ان میں سے

[ل] ای الضب [ع] الحشاش الحشرات ۱۲

القردة والخنازير وعبدة الطاغوت ونظيره ما ورد من كراهية المكث بارض وقع فيها الخسف اوالعذاب وكراهية هيأت المغضوب عليهم فان مخامرة هذه الاشياء ليست ادنى من مخامرة النجاسات والتلبس بهاليس اقل تاثيرا من التلبس بالهيأت التى يقتضيها مزاج الشيطان ويتلوه تناول حيوان جبل على الاخلاق المضادة للاخلاق المطلوبة من الانسان حتى صار كالمنفر ايها بضرورة وصار يضرب به المثل وصارت الطبائع السليمة تستخبثه وتابى تناوله اللهم الا قوم لا يعبأ بهم والذى تكامل فيه هذا المعنى وظهر ظهورا بينا وانقاد له العرب والعجم جميعا اشياء منها السبع المخلوقة على الخدش والجرح والصولة وقسوة القلب وكذلك قال عليه السلام فى الذئب اوياكله احد ومنها الحيوانات المجبولة على ايذاء الناس والاختطاف منهم وانتهاز الفرص للاغارة عليهم وقبول الهام الشياطين فى ذلك كالغراب والحدأة والوزغ والذباب والحية والعقرب ونحو ذلك ومنها حيوانات تتعيش بالنجاسات اوالجيفة ومخامرتها وتناولها حتى امتلأت ابدانها بالنتن ومنها الحمار فانه يضرب به المثل فى الحمق والهوان وكان كثير من اهل الطبائع السليمة من العرب يحرمونه ويشبه الشياطين وهو قوله صلى الله عليه وسلم اذا سمعتم نهيق الحمار فتعوذوا بالله من الشيطان فانه رأى شيطانا وايضا قد اتفق الاطباء

بندرا ورخنزیراور پرستش کرنے والے شیطان کے اور اُسی کی مثل یہ ہے کہ جس زمین میں خسف یا عذاب نازل ہوا ہے اُس زمین میں ٹھہرنا مکروہ ہے اور مغضوب علیہم کے ہیات بنانا مکروہ ہے کیونکہ ان اشیاء کے ساتھ اختلاط کرنا نجاسات کے ساتھ اختلاط کرنے سے کم نہیں ہے۔ اور ان اشیاء کے ساتھ متلبس ہونے کا اثر اُن ہیات کے ساتھ متلبس ہونے کے اثر سے کم نہیں ہے جو مزاج شیطانی کا مقتضی ہے اور اُن کے بعد اُس جانور کا کھانا ہے جس کی سرشت میں ایسے افعال داخل ہیں۔ جو ان اخلاق کے مضاد ہیں جو انسان سے مطلوب ہیں حتیٰ کہ ضرورت کیوجہ سے اُن کیطرف طبیعت جھکتی ہے اور وہ ضرب المثل ہوگیا ہے اور طبائع سلیمہ اُس کو خبیث جانتی ہیں اور اُس کے کھانے سے اعراض کرتی ہیں مگر بار خدایا وہ گروہ جو قابل اعتبار کے نہیں ہیں اور وہ جانور جس میں اس معنی کا کمال ہوگیا اور اُس کا ظہور بین ہوگیا اور تمام عرب وعجم نے اُس کو مان لیا وہ چند ہیں از انجملہ ایک وہ حیوان سبعی ہیں جنکی خلقت میں خدش یعنی چھیلنا پنجوں وغیرہ سے اور زخم اور دبدبہ اور قساوت قلبی ہے اسی لیئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑیئے کے باب میں فرمایا ہے او یاکلہ احد کیا اُس کو کوئی کھاتا ہے اور از انجملہ وہ حیوانات ہیں جنکی خلقت میں آدمیوں کو تکلیف پہونچانا اور اُنسے کسی چیز کا اُچک لے جانا اور اُنپر لوٹ کرنے کی غرض سے فرصت کے منتظر رہنا اور اُس میں الہام شیطانی کا قبول کرنا ہے جیسے کوا اور چیل اور چھپکلی اور مکھی اور سانپ اور بچھو وغیرہ اور از انجملہ وہ حیوانات ہیں جن کی خلقت میں ذلت اور گڑھوں میں چھپا رہنا ہے مثل چوہے اور حشرات الارض کے اور از انجملہ وہ حیوانات ہیں جو نجاستوں اور نا پاکیوں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور اُس میں رہتے ہیں اور وہی کھاتے پیتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے بدن اُس میں بھرے رہتے ہیں اور از انجملہ گدھا ہے اور وہ بلاشبہ ذلت اور حماقت میں ضرب المثل ہے اور اکثر اہل عرب جن کی طبائع سلیمہ تھی اُسکو حرام سمجھتے تھے اور شیاطین کے ساتھ اُس کو مشابہت دیتے تھے جیسا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا سمعتم الخ جبکہ تم گدھے کا چنگھاڑنا سنو تو خدا تعالےٰ کے نام کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگو اسلیئے کہ اُس نے شیطان کو دیکھا ہے اور تمام اطبا نے اتفاق کرلیا ہے۔

انّ هذه الحيوانات كلها مخالفة لمزاج نوع الانسان لايسوغ تناولها طبا **واعلم** ان ههنا امورا مبهمة تحتاج الى ضبط الحدود وتمييز المشكل **منها** انّ المشركين كانوا يذبحون لطواغيتهم يتقربون به اليها وهذا نوع من الاشراك فاقتضت الحكمة الالهية ان ينهى عن هذا الاشراك ثم يؤكد التحريم بالنهي عن تناول ما ذبح لها ليكون كابحا عن ذلك الفعل **وايضا** فان قبح الذبح يسرى فى المذبوح لما ذكرنا فى الصدقة ثم المذبوح للطواغيت امر مبهم ضبط بما اهل لغير الله به وبما ذبح على النصب وبما ذبح غير المتدين بتحريم الذبح بغير اسم الله وهم المسلمون واهل الكتاب وجر ذلك ان يوجب ذكر اسم الله عند الذبح لانه لا يتحقق الفرقان بين الحلال والحرام بادى الرأى الا عند ذلك **وايضا** فان الحكمة الالهية لما اباحت لهم الحيوانات التى هى مثلهم فى الحياة وجعل لهم الطول عليها اوجبت ان لا يغفلوا عن هذه النعمة عند ازهاق ارواحها وذلك ان يذكروا اسم الله عليها وهو قوله تعالى ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام **ومنها** ان الميتة حرام فى جميع الملل والنحل اما الملل فاتفقت عليها لما تلقى من حظيرة القدس انها من الخبائث واما النحل فلما ادركوا ان كثيرا منها يكون بمنزلة السم من اجل انتشار اخلاط سمية تنافى المزاج الانسانى عند النزع ثم لا بد من تمييز الميتة من غيرها فضبط

کہ یہ سب جانور بلاشبہ مزاج نوع انسان کے مخالف ہیں لہٰذا طب کے اعتبار سے بھی انکو کھانا نہ چاہیئے۔ اور معلوم کرو کہ اس جگہ چند امور پوشیدہ ہیں اُن کے حدود کے ضبط کرنے اور مشکل کی تمیز کرنے کی حاجت پڑی۔ ازانجملہ یہ ہے کہ مشرکین بلا شبہ اپنے معبودوں اور ٹھاکروں کے لیئے اُن کو ذبح کرکے اُن کی طرف اُس کا تقرب کیا کرتے تھے اور اُس میں ایک نوع کا شرک تھا۔ لہٰذا حکمت الٰہیہ کا مقتضی ہوا کہ اس اشراک سے نہی کی جائے پھر اُس تحریم کی اس طرح پر تاکید کیجائے کہ طواغیت کیلئے جو جانور ذبح کیا جائے اُس کے کھانے سے لوگوں کو ممانعت کر دی جائے تاکہ اُس فعل سے باز رہیں اور نیز ذبح کرنے کی قباحت اُس مذبوح میں بھی سرایت کر جاتی ہے اُس کی وجہ ہم صدقہ میں بیان کر چکے ہیں پھر وہ ذبیحہ للطواغیت چونکہ ایک امر مبہم تھا اسلیئے شارع نے اسکو اس جانور کے ساتھ جسپر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور اس جانور کے ساتھ جو تھانوں پر ذبح کیا جائے اور اس جانور کے ساتھ جسکو مسلمان اور اہل کتاب کے سوا کسی ملت کا کوئی شخص جسکے دین میں خدا تعالیٰ کے نام کے سوا ذبح کرنے کی حرمت نہیں ہے ذبح کرے انضباط فرمایا اسلیئے لازم ہوا کہ ذبح کے وقت خدا کے نام کا ذکر کرنا واجب ہو کیونکہ حلال و حرام میں بظاہر تمیز کی یہی صورت ہے اور نیز جب حکمت الٰہیہ نے انسان کیلئے ان حیوانات کو جو حیات میں اسی کے مثل ہیں مباح کر دیا اور ان حیوانات پر اسکو قدرت عطا فرمائی لہٰذا واجب ہوا کہ ان حیوانات کی جان نکلتے وقت اس نعمت سے غافل نہوں اور غافل نہونیکی یہی صورت ہے کہ خدا کا نام اُنپر ذکر کریں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لیذکروا الخ تاکہ خدا کا نام ذکر کریں زبان سے اس چیز پر جو خدا تعالیٰ نے اُنپر عطا فرمائی ہے۔ بہیمۃ چارپایوں سے۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ تمام ملل حقہ و باطلہ میں مردار جانور حرام ہیں ملل حقہ کا اس بات پر اسواسطے اتفاق ہے کہ حظیرۃ القدس سے ان ملت والوں کو اس بات پر تلقی ہوتی ہے کہ وہ چیزیں خبیث ہیں اور مذاہب باطلہ کا اسواسطے اتفاق ہے کہ اُن کے علم میں اکثر مردار چیزوں میں اثر سمی ہوتا ہے مردار جانور کے بدن میں وقت اخلاط سمیہ پھیل جاتے ہیں جن کو انسانی مزاج سے منافات ہوتی ہے پھر اسبات کی ضرورت ہوئی کہ مردار کو غیر مردار سے جدا کیا جائے پس اسکو انضباط۔

لہ اے اخراج ۱۲۔

لہ اے اقران

بما قصد زهاق روحه للاكل فجر ذلك الى تحريم المتردية والنطيحة وما اكل السبع فانها كلها خبائث موذية ؛ ومنها ان العرب واليهود كانوا يذبحون وينحرون وكان المجوس يخنقون ويبعجون والذبح والنحر سنة الانبياء عليهم السلام توارثوهما وفيهما مصالح منها اراحة الذبيحة فانه اقرب طريق لازهاق الروح وهو قوله صلى الله عليه وسلم فليرح ذبيحته وهو سر النهي عن شريطة الشيطان ومنها ان الدم احد النجاسات التي يغسلون الثياب اذا اصابها ويتحفظون منها والذبح تطهير للذبيحة منها والخنق والبعج تنجيس لها به ؛ ومنها انه صار ذلك احد شعائر الملة الحنيفية يعرف به الحنيفي من غيره فكان بمنزلة الختان وخصال الفطرة فلما بعث النبي صلى الله عليه وسلم مقيما للملة الحنيفية وجب الحفظ عليه ثم لا بد من تمييز الخنق والبعج من غيرهما ولا يتحقق الا بان يوجب الحد وان يوجب الحلق واللبة فهذا ما نهي عنه لاجل حفظ الصحة النفسانية والمصلحة الملية اما الذي نهي عنه لاجل الصحة البدنية كالسموم والمفترات فحالها ظاهر واذا تمهدت هذه الاصول حان ان نشتغل بالتفصيل فنقول ما نهى الله عنه من الماكول صنفان صنف نهي عنه لمعنى في نوع الحيوان وصنف نهي عنه لفقد شرط الذبح فالحيوان على اقسام اهلي يباح منه الابل والبقر والغنم

اس طور کیا گیا کہ غیر مُردار وہ ہے جسکی جان کھانے کی غرض سے نکالی جائے اس باعث سے اُس جانور کا کھانا حرام ہو گیا جو سینگ لگکر یا کہیں سے گر کر مرجائے یا کوئی درندہ اُسکو کھالے کیونکہ یہ سب خبائث اور موذی چیزیں ہیں - از انجملہ یہ ہے کہ عرب اور یہود تو ذبح اور نحر کیا کرتے تھے اور مجوس گلا مروڑ کر یا پیٹ پھاڑ کر کھا جایا کرتے تھے اور ذبح اور نحر انبیاء علیہم السلام کا ہمیشہ سے طریقہ چلا آتا تھا اور اُس کے اندر بہت سی مصلحتیں تھیں ایک تو یہ کہ اُس میں ذبیحہ کو زیادہ تر تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ جان نکالنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پس چاہیے کہ اپنے ذبیحہ کو آرام دیوے اور شریطۃ الشیطان یعنے نیم بسمل کرکے چھوڑ دینے سے آپ نے نہی فرمائی ہے اُس میں یہی راز ہے اور ایک یہ ہے کہ خون منجملہ نجاسات کے ہے جن کے لگ جانے سے کپڑے کو دھو ڈالتے ہیں اور اُن سے بچتے رہتے ہیں اور ذبح کرنے میں ذبیحہ کا اُس نجاست سے پاک کرنا ہوتا ہے بخلاف گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے کے کہ اُس میں وہ جانور متلطخ بالنجاست ہو جاتا ہے - اور ایک یہ بات ہے کہ ذبح کرنا ملت ابراہیمی کے شعائر میں سے ہے جسکی وجہ سے اُس دین کا آدمی اور دین والوں سے متمیز ہو سکتا ہے پس ذبح کرنا ختنہ اور خصال فطرت کے مانند ٹھہرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ خدا تعالےٰ نے ملت ابراہیمی کے قائم کرنے کے لیئے مبعوث فرمایا ہے اس واسطے آپ کے اوپر اُس کا محفوظ رکھنا ضرور ہوا پھر گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے سے تمیز ضروری ہوئی اور اُس کی یہی صورت ہے کہ کسی تیز چیز سے کاٹنا اور وہ بھی حلق اور گردن کی جڑ میں یہ وہ چیزیں ہیں جنسے صحت نفسانی کے محفوظ رکھنے اور مصلحت دینی کے قائم رکھنے کیلئے منع کیا اور وہ چیزیں جنسے صحت بدنی کو نقصان پہونچتا ہے مثل سموم اور مفترات اُنسے ممانعت کرنیکا حال ظاہر ہے اور جب یہ اصول ممہد ہو چکے تو اب ہم مفصل طور پر بیان کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ جس چیز کو ماکولات سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہو اُسکی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ قسم ہے کہ خدا تعالیٰ نے کسی قسم کے جانور کو کسی صفت کیوجہ سے جو اُس قسم میں پائی جاتی ہے حرام فرمایا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جسکو ذبح کی شرط نہ پائے جانے سے حرام کیا ہے اب حیوانات کی کئی قسمیں ہیں ایک تو گھریلو جانوروں میں سے اونٹ و گائے بیل بھیڑ بکری مباح کیے گئے

له يتخفون البطن ١٢ سله ع عبارة عن ان يكون الذبح ناقصا فيقطع بعض العروق ويترك الاوداج و تقريعه ... الحلق واللبة ...

وهو قوله تعالى احلت لكم بهيمة الانعام و ذلك لانها طيبة معتدلة المزاج موافقة لنوع الانسان واذن يوم خيبر في الخيل ونهى عن الحمر و ذلك لان الخيل يستطيبه العرب والعجم و هو افضل الدواب عندهم ويشبه الانسان والحمار يضرب به المثل في الحمق والهوان و هو يرى الشيطان فينهق وقد حرم من العرب اذكاهم فطرة واطيبهم نفسا واكل صلى الله عليه وسلم لحم الدجاج و في معناها الاوز والبط لانها من الطيبات والديك يرى الملك فيصيح و يحرم الكلب والسنور لانهما من السباع و ياكلان الجيف والكلب شيطان و الثاني حشي يحل منه ما يشبه بهيمة الانعام في اسمها و وصفها كالظباء و البقر الوحشي والنعامة واهدى له صلى الله عليه وسلم لحم الحمار الوحشي فاكله و الارنب فقبله واكل الضب على مائدته لان العرب يستطيبون هذه الاشياء اعتذر في الضب تارة بانه لم يكن بارض قومي فاجدني اعافه وتارة باحتمال المسخ ونهى عنه تارة وليس فيها عندي تناقض لانه كان فيه وجهان جميعا كل واحد كاف في العذر لكن ترك ما فيه الاحتمال ورع من غير تحريم واراد بالنهي الكراهة التنزيهية ونهى عن كل ذي ناب من السباع لخروج طبيعتها من الاعتدال والشكاسة اخلاقها و قسوة قلوبها و طير يباح منه الحمام والعصفور لانها من المستطاب ونهى عن كل

چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے احلت الخ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جانور پاک اور معتدل المزاج اور مزاج انسانی کے موافق ہوتے ہیں اور خیبر کے دن گھوڑے کے کھانے کی اجازت دی گئی اور گدھے کے کھانے سے نہی کی گئی اسلیئے کہ تمام عرب وعجم گھوڑے کو پسند کرتے ہیں اور تمام حیوانات میں گھوڑے کو فضیلت دیتے ہیں اور انسان کے ساتھ اس کو مشابہت ہے اور گدھا اپنی حماقت اور ذلت میں ضرب المثل ہے اور اس کی خاصیت ہے کہ شیطان کو دیکھ کر ہنگتا ہے۔ اور عرب کے پاکیزہ اور ذکی الفطرت لوگ اس کو حرام جانتے تھے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مرغی کا گوشت تناول فرمایا ہے اور مرغابی اور بطخ بھی مرغی کے مثل ہے اسلیئے کہ یہ بھی پاک چیزیں ہیں اور مرغ کی خاصیت ہے کہ فرشتہ کو دیکھکر بانگ کہتا ہے اور کتا بلی حرام کیئے گئے اسلیئے کہ یہ دونوں درندوں میں داخل ہیں اور حرام چیزوں کو کھاتے ہیں اور کتا شیطان ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم وحشی یعنے جنگلی جانور ہیں ان جانوروں میں سے جو جانور نام وصفت میں بہیمۃ الانعام کے مشابہ ہیں مثلاً ہرن اور نیل گاے اور شتر مرغ۔ اور ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی نے بطور ہدیہ کے گورخر کا گوشت بھیجا تو آپ نے تناول فرمایا اور کسی شخص نے خرگوش کا گوشت آپ کو بھیجا تب بھی آپ نے اسکو قبول فرمایا اور ایک مرتبہ آپ کے دسترخوان پر گوہ کا گوشت کھایا اسلیئے کہ عرب کے لوگ ان چیزوں کو پاک طیب جانتے تھے اور ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کے نہ کھانے کی نسبت یہ عذر کیا کہ میری قوم کے ملک میں یہ نہیں تھی۔ اسلیئے مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی اور ایکمرتبہ احتمال مسخ کے ساتھ معذرت فرمائی اور ایک مرتبہ اس سے نہی فرمائی اور میرے نزدیک ان میں کچھ تناقض نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں دونوں وجہ پائی جاتی ہیں کہ عذر کے لیئے ہر ایک کافی ہے مگر مشتبہ چیز کا ترک کرنا تبرع میں داخل ہے پر وہ چیز حرام نہیں ہوتی اور نہی سے آپ کی مراد کراہت تنزیہ ہے اور آپ نے تمام درندوں کے کھانے سے نہی فرمائی ہے اسلیئے کہ انکی طبیعت اعتدال سے خارج اور ان کی عادات بد اور ان کے دل میں رحمت نہیں ہوتی اور پرندوں میں سے کبوتر اور چڑیا کو مباح کیا اسلیئے کہ یہ پاک جانور ہیں نہی فرمائی ہے۔

سے ۵۱ گراہ ۱۲ اسکے ۵۲ اے سور ۱۲

ذی مخلب و سمی بعضها فاسقا فلا یجوز تناوله ویکره ما یاکل الجیف والنجاسة وکل ما یستخبثه العرب لقوله تعالیٰ یحرم علیهم الخبائث واکل الجراد فی عهده صلی الله علیه وسلم لان العرب یستطیبونه و بحری یباح منه ما یستطیبه العرب کالسمک والعنبر واما ما یستخبثه العرب ویسمیه باسم حیوان محرم کالخنزیر ففیه تعارض الدلائل والتعفف افضل **وسئل** صلی الله علیه وسلم عن السمن مات فیه الفارة فقال القوها وما حولها وکلوه **وفی روایة** اذا وقعت الفارة فی السمن فان کان جامدا فالقوها وما حولها وان کان مائعا فلا تقربوه **اقول** الجیفة وما تؤثر منها خبیث فی جمیع الامم والملل فاذا تمیز الخبیث من غیره القی الخبیث واکل الطیب وان لم یکن التمیز حرم کله و دل الحدیث علی حرمة کل نجس ومتنجس ونهی علیه السلام عن اکل الجلالة والبانها **اقول** ذلک لانها لما شربت النجاسة وانتشرت فی اجزائها کان حکمها حکم النجاسات او حکم من یتعیش بالنجاسة **قال** صلی الله علیه وسلم احلت لنا میتتان ودمان اما المیتتان الحوت والجراد والدمان الکبد والطحال **واقول** الکبد والطحال عضوان من اعضاء بدن البهیمة لکنهما یشبهان الدم فازاح النبی صلی الله علیه وسلم الشبهة فیهما ولیس فی الحوت والجراد دم مسفوح فلذلک لم یشرع فیهما الذبح وامر صلی الله علیه وسلم بقتل الوزغ وسماه فاسقا

شکاری پرندے کے کھانے سے نہی فرمائی اور بعض جانوروں کو آپ نے فاسق سے تعبیر فرمائی لہذا اُس کا کھانا بھی ناجائز ہے اور جو جانور مردار اور نجاست کھاتا ہے یا عرب کے لوگ اُس کو خبیث جانتے ہیں اُس کا کھانا مکروہ ہے اللہ پاک فرماتا ہے اور حرام ہیں اُنپر خبیث چیزیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ٹڈی کو کھایا کرتے تھے کیونکہ عرب اُس کو پاک جانتے تھے اور ایک قسم دریائی جانور ہیں اُن میں سے جنکو عرب پاک جانتے ہیں اُن کا کھانا مباح کیا گیا ہے مثلاً مچھلی اور عنبر اور جنکو وہ ناپاک سمجھتے ہیں اور حرام جانور سے اُس کا نام لیتے ہیں مثلاً خنزیر تو اُسمیں اد لہ متعارض ہیں مگر اجتناب اولیٰ ہے اور البحر نیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے گھی کی نسبت جس میں چوہا مر گیا تھا سوال کیا تو آپ نے فرمایا اُس چوہے کو اور اُس کے آس پاس کے گھی کو نکال ڈالو اور باقی گھی کو کھالو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر گھی میں چوہا گر پڑے پس اگر وہ گھی جما ہوا ہے تب تو اُس چوہے اور اُس کے آس پاس کے گھی کو نکال ڈالیں اور اگر پگھلا ہوا ہو تو اُس کے گرد نہ پھٹکو میں کہتا ہوں مردار اور وہ چیز جس میں مردار کا اثر ہو جائے تمام ملتوں اور امتوں میں خبیث ہو جاتی ہے پس اگر وہ خبیث دوسری پاک چیز سے متمیز ہو تو اُس پاک کو کھالیا جائے اور ناپاک کو پھینک دیا جائے اور اگر متمیز نہو تو وہ سب حرام ہو جاتی ہے اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نجاست اور ہر وہ چیز جس میں نجاست پڑی ہو حرام ہو جاتی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس جانور کے کھانے اور اُس کے دودھ پینے سے منع فرمایا ہے جو نجاست کھاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اُس کی یہ وجہ ہے جب کہ اُس کے اعضا نے نجاست کو جذب کر لیا اور اُس کے اجزا میں پھیل گئی تو اُنکا حکم مثل نجاست یا اُس جانور کے ہو گیا جو نجاست میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احلت لنا میتتان الخ ہمارے لیے دو میت اور دو خون حلال کیے گئے ہیں لیکن دو میت مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں میں کہتا ہوں کبد اور طحال دو عضو ہیں اعضاء و بدن بہیمہ سے مگر یہ دونوں خون کے مشابہ تھیں تو آپ نے اندر کے اندر جو شبہ تھا اُس کو دور کر دیا اور مچھلی ٹڈی میں دم مسفوح یعنے بہتا ہوا خون ہی نہیں ہے لہذا اُن کے اندر ذبح مشروع نہیں کیا گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور آپ نے اُس کا نام فاسق رکھا۔

ط هو من اقسام الحیوان ١٢ ... قسم من السمک یوخذ من جلده الترس ١٢ ... رنگ ١٢ ... هو من الحیوان ما یاکل العذرة ١٢ ... ازال

قال كان ينفخ على ابراهيم **وقال** من قتل وزغاً في اول ضربة كتب له كذا وكذا حسنة وفي الثانية دون ذلك وفي الثالثة دون ذلك **اقول** بعض الحيوان جبل بحيث يصدر منه افعال و هيأت شيطانية وهو اقرب الحيوان شبها بالشيطان واطوعه لوسوسته وقد علم النبي صلى الله عليه وسلم ان منه الوزغ ونبه على ذلك بانه كان ينفخ على ابراهيم لانقياده بحسب الطبيعة لوسوسة الشيطان وان لم ينفع نفخه في النار شيئاً وانما رغب في قتله لمعنيين احدهما ان فيه دفع ما يؤذي نوع الانسان فمثله كمثل قطع اشجار السموم من البلاد ونحو ذلك مما فيه جمع شملهم والثاني ان فيه كسر جند الشيطان ونقض وكر وسوسته وذلك محبوب عند الله وملائكته المقربين وانما كان القتل في اول ضربة افضل من قتله في الثانية لما فيه من الحذاقة والسرعة الى الخير والله اعلم۔ **قال** الله تعالى حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل به لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب وان تستقسموا بالازلام ذلكم فسق **اقول** فالميتة والدم لانهما نجسان والخنزير لانه حيوان مسخ بصورته قوم وما اهل لغير الله به وما ذبح على النصب يعني الاصنام قطعا لدابر الشرك ولان قبح الفعل يسري في المفعول به والمنخنقة وهي التي تخنق فتموت والمتردية وهي التي تقع من اعلى الى

اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پھوک مارتا تھا اور آپ نے فرمایا ہے من قتل وزغا الخ جو شخص پہلے ہی ضرب میں گرگٹ کو مار دے تو اُس کے لیے ایسا اور ایسا لکھا جائے گا یعنے سونیکیاں لکھی جاویں گی اور دوسری مرتبہ میں اُس سے کم اور تیسری مرتبہ میں اُس سے کم۔ میں کہتا ہوں بعض حیوان کی خلقت میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ اُن سے افعال اور ہیات شیطانیہ صادر ہوتی ہیں اور وہ حیوانات قریب تر شیطان کے ہوتے ہیں اور وسوسہ کے اعتبار سے وہ اُسکے قریب ہوتے ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرلیا تھا کہ گرگٹ بھی انھیں حیوانات میں سے ہے اور اس بات پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پھونکتا تھا اُس کے کرنے کے لیے یہ اُس کا مقتضای طبعی تھا شیطان کے وسوسہ کے سبب سے اگرچہ اُس کے پھونکنے کا آگ کے اندر کچھ اثر نہ تھا اور اُس کے قتل کرنے میں آپ نے دو وجہ سے رغبت دلائی ایک تو یہ کہ اُس میں نوع انسانی کی ایذا کا دفع ہے تو اُس کا حال ایسا ہو گیا جیسے شہروں سے درختوں سمی کو قطع کرتے ہیں اور سوائے اُس کے جس میں یہ خصلت پائی جائے دوسری وجہ یہ ہے کہ اُس میں لشکر شیطانی کا توڑنا ہے اور اُس کے وسوسہ کا دور کرنا ہے اور یہ بات اللہ تعالی اور ملائکہ مقربین کے نزدیک پسندیدہ ہے اُس کا مارڈالنا اول ضربہ میں دوسری مرتبہ مارنے سے اسلیے افضل ہے کہ اُس میں حذاقت اور سرعت الی الخیر پائی جاتی ہے واللہ اعلم اللہ پاک نے فرمایا ہے حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ الخ میں کہتا ہوں کہ میتة یعنی مُردار اور خون کے مُردار ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ دونوں نجس ہیں اور خنزیر کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسا جانور ہے کہ اُس کی صورت میں ایک قوم مسخ ہو چکی ہے وما اھل لغیر اللہ بہ۔ اور جو اصنام کے نام پر ذبح کیے جاتے ہیں اُس میں قطعی شرک ہے اور اسلیے کہ فعل کی برائے مفعول بہ میں سرایت کرتی ہے اور منخنقہ وہ جانور ہے کہ جس کا گلا مروڑا جاوے اور وہ مرجاوے اور موقوذہ وہ جانور ہے جو بغیر چھری کے مارا جاوے مثل لکڑی اور پتھر سے اور متردیة وہ جانور ہے جو اوپر سے نیچے۔

والموقوذة التي تقتل بغير محدد كالعصا ونحوه ۱۲

الاسفل والنطيحة وهي التي قتلت نطحا بالقرون وما اكل السبع فبقي منه لانه ضبط
المذبوح الطيب بما قصد ازهاق الروح باستعمال المحدد في حلقه او لبته فجر ذلك الى تحريم
هذه الاشياء وايضا فان الدم المسفوح ينتشر فيه ويتنجس جميع البدن الا ما
ذكيتم اي وجدتموه قد اصيب ببعض هذه الاشياء وفيه حياة مستقرة فذبحتموه كان
ازهاق روحه بالذبح وان تستقسموا بالازلام اي تطلبوا علم ما قسم لكم من الخير والشر
بالقداح التي كان اهل الجاهلية يجيلونها في احدها افعل والثاني لا تفعل والثالث
غفل فان ذلك افتراء على الله واعتماد على جهل ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تصبر
بهيمة وعن اكل المصبورة اقول كان اهل الجاهلية يصبرون البهائم يرمونها
بالنبل وفي ذلك ايلام غير محتاج اليه ولانه لم يصر قربانا الى الله ولا شكرا بنعم الله
قال صلى الله عليه وسلم ان الله كتب الاحسان على كل شئ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة
واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة وليحد احدكم شفرته وليرح ذبيحته اقول فاختيار
اقرب طريق لازهاق الروح اتباع داعية الرحمة وهي خلة يرضى بها رب العالمين
ويتوقف عليها اكثر المصالح المنزلية والمدنية وقال صلى الله عليه وسلم ما يقطع
من البهيمة وهي حية فهي ميتة اقول كانوا يجبون اسنمة الابل ويقطعون اليات الغنم

کی طرف گر پڑے اور نطیحۃ وہ جانور ہے جو سینگ کھا کر مرجاوے وما اکل السبع یعنی درندے کے کھانے سے جو بچ رہے یہ سب حرام
ہیں اسواسطے کہ ذبیحہ طیبہ کا انضباط شارع نے اِس صفت کے ساتھ فرمایا ہے کہ جس کے حلق یا گردن پر کسی تیز چیز کا جان نکالنے
کے قصد سے استعمال کیا جاوے۔ پس اس سے لازم ہوا کہ ان سب صورتوں میں جو اُس کے سوا ہیں وہ جانور حرام ہو اور ایک
وجہ یہ بھی ہے کہ ان صورتوں میں اُس جانور کا بہتا ہوا خون اُس کے تمام بدن میں پھیل جاتا ہے اور اُس کی وجہ سے اُس کا
تمام گوشت ناپاک ہوجاتا ہے۔ الا ما ذکیتم یعنے گر وہ جانور کہ جسکو اس طرح پر چوٹ لگے یا زخم ہو بچ جاوے اور ہنوز وہ زندہ
ہو اور پھر تم اُس کو ذبح کرلو اور جان کا نکلنا ذبح کرنے کی وجہ سے ہو تو وہ حلال ہے۔ وان تستقسموا بالازلام۔ یعنے تمہاری قسمت
میں جو برائی یا بھلائی ہے جوئے کے تیروں سے تم اُس کو معلوم کرنا چاہو۔ جاہلیت میں ایسا کیا کرتے تھے کہ کسی بات کے
معلوم کرنے کو وہ تیر پھینکا کرتے تھے ایک تیر میں افعل یعنے کر اور ایک میں لاتفعل یعنے مت کر اور ایک میں غفل یعنے خالی
لکھا ہوتا تھا اور اُس کے اندر خداتعالی پر افترا اور اپنے جہل پر اعتماد پایا جاتا تھا اس واسطے خداتعالی نے نہی فرمائی اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے نہی فرمائی ہے کہ نشانہ بازی کے لیے کسی جانور کو زندہ باندھ دیا جاوے اور پھر نشانہ
لگا کر اُس کو مار ڈالیں اور اُس کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اہل جاہلیت جانور کو باندھ کر اس سے نشانہ
بازی کیا کرتے تھے اور اسمیں بلاضرورت اس جانور کو ستانا تھا اور نہ وہ خداتعالی کیلئے قربانی یا کسی نعمت کا شکریہ ہوتا تھا اسواسطے اس سے
نہی کیگئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداتعالی نے ہر چیز پر احسان لکھا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح پر قتل کرو اور جب تم ذبح
تو اچھی طرح پر ذبح کرو اور تم میں سے کوئی ہو اُسکو چاہیے کہ اپنی چھری کو تیز کرلیا کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام لینے دیا کرو۔ میں کہتا ہوں قریب طریقہ جان
طریقہ جان کے نکالنے کا اختیار کرنیمیں داعیہ رحمت کا اتباع ہے اور یہ وہ خلقت ہے جس سے پروردگار عالم راضی ہوتا ہے اور اسپر اکثر
مصالح منزلیہ و مدنیہ موقوف ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کسی جانور کا عضو کاٹا جاوے اور حالانکہ وہ زندہ
ہو تو اسکو مردہ کا حکم ہے۔ میں کہتا ہوں وہ لوگ اونٹوں کے کوہان اور دنبیوں کی چکدیاں کاٹ لیا کرتے تھے۔

وفی ذلك تعذيب ومناقضة لما شرع الله من الذبح فنهى عنه **قال** صلى الله عليه وسلم من قتل عصفورا فما فوقه بغير حقه سأله الله عز وجل عن قتله قيل يا رسول الله وما حقه قال ان يذبحه فياكله ولا يقطع راسه فيرمى به **اقول** ههنا شيئان مشتبهان لا بد من التمييز بينهما احدهما الذبح للحاجة واتباع داعية اقامة مصلحة نوع الانسان والثانى السعى فى الارض بافساد نوع الحيوان واتباع داعية قسوة القلب واعلم انه كان الاصطياد ديدنا للعرب وسيرة فاشية فيهم حتى كان ذلك احد المكاسب التى عليها معاشهم فاباحه النبى صلى الله عليه وسلم وبين ما فى اكثاره بقوله من اتبع الصيد لها واحكام الصيد تبنى على انه محمول على الذبح فى جميع الشروط الا فيما يعسر المحفظ عليه ويكون اكثر سعيهم ان اشترط باطلا فيشترط التسمية على ارسال الجارح او الرمى ونحوها ويشترط اهلية الصائد ولا يشترط الذبح ولا الحلق واللبة وعلى تحقيق ذاتيات الاصطياد كارسال الجارح المعلم قصدا والا كان ظفرا بالصيد اتفاقا لا اصطيادا وكون الجارح لم ياكل منه فان اكل فادركه حيا وذكى حل والا و ذلك تحقيقا لمعنى المعلم وتميزاله مما اكل السبع **وسئل** رسول الله صلى الله عليه وسلم عن احكام الصيد والذبائح فاجاب

اور اس میں عذاب دینا تھا اور جو طریقہ خدا تعالےٰ نے ذبح کا مشروع کیا تھا اُسکے خلاف تھا تو آپ نے اس سے نہی فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو کوئی چڑیا یا اس سے بڑے جانور کو ناحق مار ڈالے تو اللہ عزوجل اُس کے قتل سے استفسار فرمائے گا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُسکا حق کیا ہے آپنے فرمایا اُسکا حق یہ ہے کہ اُسکو ذبح کرلے اور اُسکو کھائے اور یہ نہ کرے کہ اُسکے سر کو قطع کردے پھر اُسکو پھینک دے۔ میں کہتا ہوں کہ اس جگہ دو چیزیں مشتبہ ہیں پس باہم اُنکی تمیز ضروری ہے ایک تو یہ ہے کہ ذبح کرنا حاجت کی وجہ سے ہو اور مصلحت نوع انسانی کے داعیہ کا اتباع ہو اور دوسرا یہ ہے کہ ملک میں نوع حیوانی کے فاسد کرنے میں سعی ہو اور قساوت قلبی یعنے بے رحمی کے داعیہ کا اتباع ہو اور معلوم کرو کہ شکار بازی عرب کی عادت اور اُن کی سیرت فاشیہ تھی حتےٰ کہ شکار بازی منجملہ ان کے اُن پیشوں کے جن پر اُن کی معاش موقوف ہے ایک پیشہ تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُسکو مباح کردیا اور اُسکی کثرت میں جو بُرائی تھی اُسکو اپنے قول کے ساتھ ظاہر کردیا من اتبع الخ جس کسی نے شکار کا پیچھا کیا اُسنے لہو کا کام کیا اور شکار کے احکام اس بات پر مبنی ہیں کہ تمام شروط میں شکار کرنا ذبح کرنے پر محمول ہے بجز اُس شرط کے کہ جس کا نبھانا دشوار ہے۔ اور اُسکے لگانے میں اکثر کوشش شکار کرنے میں بیکار جاتی ہے لہذا شکاری جانور کے چھوڑتے یا تیر پھینکتے وقت خدا کا نام لینا شرط کیا گیا اور شکار کرنے والے کی اہلیت شرط کی گئی اور ذبح کرنا اور حلق یا گردن شرط نہ کیا گیا اور ایک اس بات پر مبنی ہے کہ شکار کرنے کی ذاتیات اُسمیں پائی جائیں مثلاً سکھائے ہوئے جانور کا قصداً شکار پر چھوڑنا اور اگر یہ بات نہ ہوئی تو اتفاق سے اُس شکار کا دبا لینا ہوگا۔ اور شکار کرنا نہ ہوگا۔ اور ایک یہ کہ اُس شکار کو کھا نہ لیا ہو اور کچھ کھا لیا ہے تو اُسکی دو صورتیں ہیں یا تو وہ زندہ مل گیا ہو اور اُس نے اس کو ذبح کرلیا ہو تب وہ حلال ہے ورنہ حرام ہے تاکہ معلم کے معنے پائے جائیں۔ اور ما اکل السبع سے تمیز ہو جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب شکار اور ذبائح کے احکام دریافت کئے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

بالتخریج علی ھٰذہ الاصول قیل انا بارض قوم اھل کتاب افنا کل فی اٰنیتھم وبارض صید صید بقوسی وبکلبی الذی لیس بمعلم وبکلبی المعلم فما یصلح لی قال صلی اللہ علیہ وسلم اما ما ذکرت من اٰنیۃ اھل الکتاب فان وجدتم غیرھا فلا تاکلوا فیھا وان لم تجدوا فاغسلوھا وکلوا فیھا وما صدت بقوسک فذکرت اسم اللہ فکل وما صدت بکلبک المعلم فذکرت اسم اللہ فکل وما صدت بکلبک غیر المعلم وادرکت ذکاتہ فکل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فان وجدتم غیرھا فلا تاکلوا فیھا **اقول** ذلک تحریا للمختار وراحۃ للقلب من الوساوس **وقیل** یارسول اللہ انا نرسل الکلاب المعلمۃ **قال** صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارسلت کلبک فاذکر اسم اللہ فان امسک علیک فادرکتہ حیا فاذبحہ وان ادرکتہ قد قتل ولم یاکل منہ فکلہ فان اکل فلا تاکل فانما امسک علی نفسہ وان وجدت مع کلبک کلبا غیرہ وقد قتل فلا تاکل فانک لا تدری ایھما قتلہ **قیل** یارسول اللہ ارمی الصید فاجد فیہ من الغد سھمی **قال** صلی اللہ علیہ وسلم اذا علمت ان سھمک قتلہ ولم تر فیہ اثر سبع فکل **وفی روایۃ** واذا رمیت سھمک فاذکر اسم اللہ فان غاب عنک یوما فلم تجد فیہ الا اثر سھمک فکل ان شئت وان وجدتہ غریقا فی الماء فلا تاکل **قیل** انا نرمی بالمعراض[1] **قال** صلی اللہ علیہ وسلم

اُنہیں اصول کے موافق جواب ارشاد فرمائے۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے ملک کے باشندے ہیں کیا ہم اُنکے برتنوں میں کھا لیا کریں۔ اور ہم شکار کے ملک میں رہتے ہیں اپنی کمان اور اپنے کتے معلم وغیر معلم سے شکار کرتے ہیں تو ہم کو کیا بات مناسب ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کے برتنوں کا جو تونے حال بیان کیا پس اگر تمکو اور برتن میسر ہوں تب تو ان برتنوں میں مت کھاؤ اور اگر میسر نہوں تو اُنہیں کو دھو کر کھا لیا کرو اور خدا تعالی کا نام لیکر اپنی کمان سے جو تو شکار کرے اُسے کھا لیا کر اور خدا کا نام لیکر اپنے سدھائے ہوئے کتے سے جو تو شکار کرے اُسکو کھا لیا کر اور جو بغیر سدھائے کتے سے شکار کرے اور اس شکار کو زندہ پائے اُسکو ذبح کرکے کھالے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ اگر تم کو اور برتن بہم پہونچیں تو اُن میں مت کھایا کرو۔ میں کہتا ہوں اس میں پسندیدہ بات کا قصد کرنا۔ اور وساوس سے دل کا مطمئن کرنا ہے اور کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سدھے ہوئے کتوں کو چھوڑا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو خدا کا نام لیلیا کر پس اگر وہ کتا شکار کو تیرے لئے پکڑ رکھے اور تو پہونچکر اُس شکار کو زندہ پائے تب تو اُسکو ذبح کرلے اور اگر تو اُسکو جاکر مرا ہوا پائے اور کتے نے اُسکو نہ کھایا ہو۔ تو پھر اسکو کھالے اور اگر کتے نے اُسکو کھالیا ہو تو تو مت کھا کیونکہ کتے نے وہ شکار اپنے لئے پکڑ رکھا اور اگر تو اپنے کتے کے پاس جاکر اور کوئی کتا دیکھے اور شکار مر گیا ہو تو اسکو مت کھا کیونکہ تجکو اس بات کی خبر نہیں کہ ان دونوں میں سے کس نے اُسکو مارا ہے۔ اور کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں شکار کیطرف تیر پھینکتا ہوں اور پھر کل کو وہ تیر اُس شکار میں گھسا ہوا مجھ کو ملتا ہے تو آپنے فرمایا کہ جب تجکو یقین ہو کہ تیرے تیر سے مرا ہے اور کسی درندہ کا اثر تجھے اُسمیں نہ معلوم ہو تو اُسکو کھالے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جب تو اپنے تیر کو پھینکے تو خدا کا نام لیلیا کر پھر اگر ایک دن تک وہ شکار تجھ کو نہ ملے اور پھر اسکے بعد ملے اور صرف تو اپنے ہی تیر کا اثر دیکھے تو اگر تو چاہے تو اُسکو کھالے۔ اور اگر شکار کو پانی میں ڈوبا ہوا دیکھے تو اُسکو مت کھا۔ اور کسی نے عرض کیا کہ ہم معراض (وہ تیر ہے جس میں بھال اور پر نہوں) مارتے ہیں۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[1] المعراض بالکسر سہم بلا ریش ولا نصل یصیب بعرضہ دون حدہ ۱۲

کل ما خزق وما اصاب بعرضہ فقتل فانہ وقیذ فلا تاکل قیل یا رسول اللہ ان ھنا اقواما حدیث عھدھم بشرک یاتوننا بلحمان لاندری یذکرون اسم اللہ علیھا ام لا قال صلی اللہ علیہ وسلم اذکروا انتم اسم اللہ وکلوا **اقول** اصلہ ان الحکم علی الظاھر **قیل** انا لاقو العدو غدا ولیست معنا مدی افنذبح بالقصب **قال** صلی اللہ علیہ وسلم ما انھر الدم وذکر اسم اللہ فکل لیس السن والظفر وساحدثک عنہ اما السن فعظم واما الظفر فمدی الحبش وند بعیر فرماہ رجل بسھم فحبسہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان لھذہ الابل اوابد کاوابد الوحوش فاذا غلبکم منھا شیء فافعلوا بہ ھکذا **اقول** لانہ صار وحشیا فکان حکمہ حکم الصید **وسئل** صلی اللہ علیہ وسلم عن شاۃ ابصرت جاریتھا موتا فکسرت حجرا فذبحتھا فامر باکلھا قیل ان من الطعام **طعاما** اتحرج منہ قال لایتخلجن فی صدرک شیء ضارعت فیہ النصرانیۃ قیل یا رسول اللہ ننحر الناقۃ ونذبح البقرۃ والشاۃ فنجد فی بطنھا الجنین انلقیہ ام ناکلہ قال صلی اللہ علیہ وسلم کلوہ ان شئتم فان ذکاتہ ذکاۃ امہ؛

کہ جو جانور زخمی ہو جائے اسکو کھالے اور جو جانور تیر کی چوڑائی سے چوٹ لگ کر مر جائے تو وہ جانور موقوذہ ہے اس کو مت کھا۔ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم یہاں چند قومیں نو مسلم ہیں اور وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں اور ہمکو نہیں معلوم کہ آیا اسپر وہ خدا کا نام لیتے ہیں یا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم خود خدا کا نام لیکر کھالیا کرو۔ میں کہتا ہوں۔ اسکی اصل یہ ہے کہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے۔ اور پھر کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ہم کل دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہیں۔ اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے۔ کیا ہم بانس سے ذبح کرلیا کریں۔ فرمایا۔ جو چیز خون کو بہاوے اور اسپر خدا کا نام لیا جائے اسکو کھالے بجز دانت و ناخون کے۔ اور انکا حال میں ابھی تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ دانت تو ایک ہڈی ہے۔ اور ناخون حبشہ کی ایک چھری ہے۔ اور ایک مرتبہ ایک اونٹ بھاگ گیا اور ایک شخص نے تیر مار کر اسکو روک لیا تو آپ نے فرمایا اس اونٹ کو وحشی جانوروں کیطرح آدمیوں سے نفرت ہوتی ہے پس اگر انکی کوئی بات تمکو مجبور کرے تو انکے ساتھ ایسا ہی کرو۔ میں کہتا ہوں چونکہ وہ وحشی ہوگیا تو اسکا حکم مثل حکم شکار کے ہوگیا اور ایک اس بکری کے باب میں آپ سے سوال کیا گیا کہ جسکو ایک چھوکری نے دیکھا کہ اسپر آثار موت کے جاری ہو رہے ہیں تو اسنے ایک پتھر کو توڑ کر اسکو ذبح کیا۔ آپ نے اسکے کھانے کا حکم فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ کھانوں میں سے بعض ایسے کھانے ہوتے ہیں کہ جس سے ہم حرج سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنے دل میں کسی بات کا اختلاج نہ کر اس میں نصرانیت کی مشابہت کی تو نے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کو نحر اور گائے بکری کو ذبح کرتے ہیں ہم۔ اور انکے پیٹوں میں ہم بچہ پاتے ہیں اسکو پھینک دیں یا کھالیں آپ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو اسکو کھالو۔ اسکا ذبح وہی ہے جو اسکی ماں کا ذبح ہے؛

---

۱ خزق بالمعجمہ ای نفذ جادحا ۱۲ ۲ قولہ وقیذ۔ ای موقوذ یعنے الذی یقتل بغیر المحدد کالعصا ۱۲ ۳ جمع مدیۃ سکین ۱۲ ۴ اراق ۱۲ ۵ ای فر ۱۲ ۶ اللام بمعنے من ۱۲ ۷ جمع ابدۃ بمعنے نافرۃ ۱۲ ۸ ای لا اکل حرج وجامز الحرج وھو الاثم او اجد فی نفسہ ضیقا من اکلہ ۱۲ ۹ قولہ لایتخلجن ای لایتحرک فی قلبک الشک وضاد شابہت ۱۲

اٰدابُ الطّعام

واعلم انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم علم اٰداباً یتأدبون فیہا فی الطعام قال صلی اللہ علیہ وسلم برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم کیلوا طعامکم یبارک لکم **وقال** علیہ السلام اذا اکل احدکم طعاماً فلا یاکل من اعلی الصحفۃ ولکن لیاکل من اسفلہا فان البرکۃ تنزل من اعلاہا **اقول** من البرکۃ ان تشبع النفس وتقر العین ویجمع الخاطر ولا یکون ھاعاً کالذی یاکل ولا یشبع تفصیل ذلک انہ ربما یکون رجلان عند کل منہما مائۃ درہم احدہما یخشی العیلۃ ویطمع فی اموال الناس ولا یھتدی لصرف مالہ فیما ینفعہ فی دینہ ودنیاہ والاٰخر متعفف یحسبہ الجاہل غنیاً مقتصد فی معیشتہ مبتہج فی نفسہ فالثانی بورک لہ فی مالہ والاول لم یبارک لہ **ومن البرکۃ** ان یصرف الشئ فی الحاجۃ ویکفی عن امثالہ تفصیلہ انہ ربما یکون رجلان یاکل کل واحد رطلا یصرف طبیعۃ احدہما الی تغذیۃ البدن ویحدث فی معدۃ الاٰخر اٰفۃ

کھانے کے آداب کا بیان

معلوم کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے اندر آداب سکھائے ہیں جنکو امت کے لوگ عمل میں لایا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے برکۃ الطعام الخ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے کلی کرنی اور اس کے بعد کلی کرنے میں ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیلوا طعامکم الخ اپنے غلہ کو ماپ لیا کرو تمہارے لیئے برکت دی جائے گی۔ اور فرمایا ہے اذا اکل احدکم الخ تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو رکابی کے اوپر سے نہ کھائے بلکہ اس کے نیچے سے کھائے کیونکہ برکت اُس کے اوپر سے نازل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں برکت کے یہ معنی ہیں کہ نفس سیر ہو جائے اور آنکھوں کو سرور ہو اور دل کو تسلی ہو اور زیادہ حریص نہ ہو جیسے کوئی کھاتا ہے۔ اور سیر نہیں ہوتا ہے اُس کا مفصل بیان یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ دو شخص ہیں اور اُن میں سے ہر ایک کے پاس سو درہم ہیں مگر انمیں سے ایک کو تو اپنے تنگدست ہوجانیکا اندیشہ لگا رہتا ہے اور لوگوں کے مال میں اُس کو طمع رہتی ہے اور اپنے مال کے خرچ کرنے میں موقع محل نہیں دیکھتا تاکہ اُس کو دین یا دنیا کا کچھ نفع ہو اور دوسرا ایک محتاط آدمی ہے اور جاہل لوگ جانتے ہیں یہ دولتمند آدمی ہے اور میانہ روی سے زندگی بسر کرتا ہے اور اُس کا دل مطمئن رہتا ہے۔ پس دوسرے شخص کے مال میں برکت دی گئی اور پہلے کے مال میں برکت نہ دی گئی اور برکت کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی چیز کو اپنی ضرورت میں صرف کرے تو وہ شئے اُس کے لیئے بہ نسبت اپنے مثل کے زیادہ تر کافی ہوگی۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ہر ایک اُن میں سے ایک رطل کھانا کھاتا ہے مگر ایک کی طبیعت غذا کو جزو بدن کر لیتی اور دوسری کے معدہ میں کچھ آفت ہوتی ہے۔

فلا ينفعه ما اكل بل ربما صار ضارا وربما يكون لكل منهما مال فيصرف احدهما فى مثل ضيعة كثيرة الريف ويهتدى لتدبير المعاش والثانى يبذر تبذيرا فلا يقع من حاجته فى شئ وان لهيأت النفس وعقائدها مدخلا فى ظهور البركة وهو قوله صلى الله عليه وسلم فمن اخذه باشراف نفس لم يبارك له فيه وكان كالذى ياكل ولا يشبع ولذلك تزلق رجل الماشى على الجذع فى الجو دون الارض فاذا اقبل على شئ بالهمة واراد به ان يقع كفاية عن حاجته وجمع نفسه فى ذلك كان سبب قرة عينه وانجماع خاطره وتعفف نفسه وربما يسرى ذلك الى الطبيعة فصرفت فيما لا بد منه فاذا غسل يده قبل الطعام ونزع النعلين واطمأن فى مجلسه واخذه اعتدادا به وذكر اسم الله افيضت عليه البركة واذا اكل الطعام وعرف مقداره واقتصد فى صرفه وصرفه على عينه كان ادنى ان يكفيه اقل مما لا يكفى الآخرين واذا جعل لطعامه بهيئة منكرة تعافها الانفس ولا تعتد به لاجلها كان ادنى ان لا يكفى اكثر مما يكفى الآخرين كيف ولا اظن ان احدا يخفى عليه ان الانسان ربما ياكل الرغيف كهيئة المتفكة ويأكله وهو يمشى ويحدث فلا يجد له بالا ولا يرى نفسه قد اعتذت ولا تشبع به نفسه

اور اُس کا کھانا اُس کے لیے مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا ہے اور لبا اوقات دو شخصوں کے پاس مال ہوتا ہے مگر ایک شخص اُس مال کو ایسے اسباب کے خریدنے میں صرف کرتا ہے جنہیں اُس کا زیادہ نفع ہے اور تدبیر زندگانی میں موقع محل کا لحاظ رکھتا ہے اور دوسرا شخص اپنے مال کو فضول صرف کرتا ہے اور اُس کی ضرورت میں وہ مال کچھ کام نہیں آتا اور ہیات نفسانیہ اور عقائد نفسانیہ کو برکت کے ظاہر ہونے میں ایک قسم کا اثر ہوتا ہے چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَمَنْ اخذه باشراف الخ پس جس شخص نے اُس کو حرص نفسانی کے ساتھ لیا اُس میں اُس کو برکت نہ دی جاویگی اور وہ ایسا ہوگا کہ جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگر ہوا میں کسی لکڑی کو ٹیک لگا کر رکھدیا جاے تو اُس پر چلنے والے کا پیر پھسل جاتا ہے اور اگر اُسی لکڑی کو زمین پر رکھدیا جاے تو نہیں پھسلتا۔ پس جب ایک شخص کسی چیز کی طرف قصد کرتا ہے اور اُس کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ چیز اُس کے لیے کافی ہو جائے اور اسباب پر اپنے نفس کو مطمئن کر دیتا ہے تو یہ اُس کی خوشی اور اطمینان خاطر اور قناعت کا سبب ہو جاتا ہے اور لبا اوقات یہ امر طبیعت کے اندر سرایت کرتا ہے اور وہ طبیعت ضروریات میں اُس کو صرف کرتی ہے۔ پس جب ایک شخص نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے اور جوتا پیروں سے اتار کر علیحدہ کر دیا اور باطمینان خاطر بیٹھ گیا تو اُن باتوں کا اُس نے خوب لحاظ کیا اور خدا کا زبان سے نام لیا تو اُس پر برکت کا فیضان ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص غلہ ماپ کر اُس کی مقدار اُس کو معلوم ہوتی ہے اور میانہ روی کے ساتھ اُس کو اپنی ذات پر صرف کرتا ہے تو کم از کم اُس کو اُسقدر غلہ کافی ہو سکتا ہے جو دوسروں کے لیے کافی نہیں ہو سکتا۔ اور جب غلہ کو بے احتیاطی کے ساتھ ڈال دیتا ہے اُس سے دل میں اُس کے بیقدری ہو جاتی ہے اور اُس کے سبب سے وہ ایک بیقدر چیز ہو جاتا ہے اور کم از کم غلہ جو اُس کے لیے کافی ہو سکتا ہے وہ اُس غلہ سے جو اوروں کے لیے کافی ہو سکتا ہے زیادہ ہونا چاہیئے اور میرے گمان میں یہ بات ضروری ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان لبا اوقات ایک روٹی حاجت سے زیادہ کھاجاتا ہے یا چلتے پھرتے اور باتیں کرتے اُس کو کھا لیتا ہے اور اُس کے کھانے کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ اُس کے بدن میں جزو بدن ہوتا معلوم ہوتا ہے اور نہ اُس سے اُس کی نیت سیر ہوتی ہے

وان امتلات المعدة وربما یاخذ مقدار الرطل جزافا فیکون الزائد یستوی وجوده وعدمه ولا یبقی من الحاجة فی شئ ویجد الطعام بعد حین وقد ظهر فیه النقصان وبالجملة لوجود البرکة وعدمها اسباب طبیعیة یمد فی ضمنها ملک کریم او شیطان رجیم وینفخ فی هیکلها روح ملکی او شیطانی واللہ اعلم۔ **اما** غسل الید قبل الطعام ففیه ازالة الوسخ واما غسلها بعده ففیه ازالة الغمر وکراهیة ان یفسد علیه ثیابه او یجد شر سبع او تلدغه هامة و هو قوله صلی اللہ علیه وسلم من بات وفی یده غمر لم یغسله فاصابه شئ فلا یلومن الا نفسه۔ **قال** صلی اللہ علیه وسلم اذا اکل احدکم فلیاکل بیمینه واذا شرب فلیشرب بیمینه **وقال** صلی اللہ علیه وسلم لا یاکل احدکم بشماله ولا یشرب بشماله فان الشیطان یاکل بشماله ویشرب بشماله **وقال** صلی اللہ علیه وسلم ان الشیطان یستحل الطعام ان لا یذکر اسم اللہ علیه وقال فیمن معه ذلک ما زال الشیطان یاکل معه فلما ذکر اسم اللہ استقاء ما فی بطنه **وقال** علیه السلام ان الشیطان یحضر احدکم عند کل شئ من شأنه حتی یحضره عند طعامه فاذا سقطت من احدکم اللقمة فلیمط ما کان بها من اذی ثم لیاکلها ولا یدعها للشیطان **اقول** من العلم الذی اعطاه نبیه حال الملائکة والشیاطین وانتشارهم فی الارض یتلقی هؤلاء من الملاء الاعلی الهامات خیر فیوحونه الی بنی آدم وینبجس من مزاج الشیاطین اراء فاسدة تمیل الی

اگرچہ معدہ بھر جائے اور بسا اوقات ایک رطل کے قدر اندازہ سے لیا جاتا ہے پس حقیقت میں جو ایک رطل سے زیادہ ہے اسکا وجود و عدم یکساں ہوا اور وہ کسی کام میں نہ آیا اگرچہ مدت کے بعد جب اُس غلہ کو دیکھا تو اُس کو معلوم ہوئی۔ الحاصل برکت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کے اندر اسباب طبعی ہیں جن کے ضمن میں کوئی فرشتہ بزرگ یا شیطان مردود مدد کرتا رہتا ہے اور ان اسباب کی صورت میں روح ملکی یا شیطانی پھونک دی جاتی ہے واللہ اعلم۔ اور کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی وجہ یہ ہے کہ اُس میں میل دور ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے کھانے کی بو اور دسومت زائل ہو جاتی ہے اور اسباب کا اندیشہ جاتا رہتا ہے کہ ہاتھوں سے اُس کے کپڑے خراب ہوں یا کوئی درندہ اُس کے ہاتھ کو چاٹ ڈالے یا سانپ بچھو وغیرہ کاٹ لے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من بات وفی یدہ الخ جس شخص کا ہاتھ کھانے میں سنا ہوا ہو اور اُس کو بغیر دھوئے ہوئے سو جائے اور پھر اسکو کچھ تکلیف پہونچے تو اُس کو چاہیے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے اور حدیث شریف میں آیا ہے اذا اکل احدکم الخ تم میں سے جب کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو داہنے ہاتھ سے پیئے اور حدیث شریف میں آیا ہے لا یاکل احدکم الخ تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور بائیں ہاتھ سے نہ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور پیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے ان الشیطان یستحل الخ کھانے پر خدا کا نام لینے سے شیطان اُس کو حلال کر لیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جب کوئی کھانے پر خدا کا نام لینا بھول جائے اور کھائے تو اُس کو یہ کہنا چاہیئے بسم اللہ اولہ وآخرہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لیئے فرمایا ہے کہ شیطان برابر اُس کے ساتھ کھاتا رہتا ہے اور جب یہ خدا کا نام لیتا ہے جو کچھ اُس کے پیٹ میں ہوتا ہے قے کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کیساتھ اُسکے تمام حالات میں شیطان ساتھ رہتا ہے حتیٰ کہ کھانے وقت بھی اُسکے پاس آکر موجود ہوتا ہی پس جب تم میں سے کسی کے پاس لقمہ گر پڑے تو شیطان کے لیئے اُس کو نہ چھوڑے اور اُس لقمہ کو خاک مٹی سے صاف کر کے کھالے میں کہتا ہوں منجملہ ان علوم کے جو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ملائکہ اور شیاطین اور اُنکے زمین میں منتشر رہنے کا علم بھی انہیں سے ہو اُنکا کام یہ کہ ملاء اعلیٰ سے عمدہ باتوں کا فیضان الہام کے طور پر حاصل کرتے ہیں اور پھر بنی آدم سے ان الہامات کو بیان کر دیتے ہیں اور شیاطین کے مزاج میں آراء فاسدہ پیدا ہوتے رہتے ہیں

له الغمر محرکة زنخ اللحم ۱۲ دسمه ۱۲ له ای بان لا یذکر اسم الله ۱۲ له المراد بردی البرکة الذی اهبت بترک التسمیة کانت فی جوف الشیطان ۱۲ له ای ینفخ ۱۲

افساد الانتظامات الفاضلة ومعصية حكم الوقار وما تقتضيه الطبيعة السليمة فيفعلون ذلك ويوحونه الى اوليائهم من الانس فمن حال الشياطين انهم اذا تمثلوا فى المنام او اليقظة تمثلوا بهيئات منكرة تتنفر منها الطبائع السليمة كالاكل بالشمال وكصورة الاجدع[1] ونحو ذلك ومنها انه قد تنطبع فى نفوسهم هيئات دنية تتنجس فى بنى آدم من بهيمية كالجوع والشبق فاذا حدثت فيهم انجذبوا الى اختلاط بتلك الحاجات وتلبسوا[2] بها ومحاكاة ما يفعله الانس عندها ويتخيلون فى ذلك قضاء تلك الشهوة يقضون بذلك اوطارهم فيصير الولد الذى حصل من جماع اشترك فيه الشياطين وقضوا عنده وطرهم قليل البركة مائلا الى الشيطنة والطعام الذى باشروه وقضوا به وطرهم قليل البركة لا ينفع الناس بل ربما يضرهم وذكر اسم الله والتعوذ بالله مضاد بالطبع لهم ولذلك يخنسون[3] عمن ذكر الله وتعوذ به وقد اتفق لنا انه زارنا ذات يوم رجل من اصحابنا فقربنا اليه شيئا فبينا يأكل اذ سقطت كسرة من يده وتدهدهت[4] فى الارض فجعل يتبعها وجعلت تتباعد منه حتى تعجب الحاضرون بعض العجب وكابد هو فى تتبعها بعض الجهد ثم انه اخذها فاكلها فلما كان بعد ايام تخبط الشيطان انسانا وتكلم على لسانه

جن کا میلان انتظامات فاضلہ کے بگاڑنے اور حکم وقار اور طبیعت سلیمہ کے مقتضی کی مخالفت کرنے پر ہوتا ہے وہ ان الہامات کو حاصل کرکے بنی آدم کی طرف جو ان کے پیرو ہیں بیان کر دیتے ہیں۔ منجملہ شیاطین کے حالات کے یہ بھی ہے کہ خواب یا بیداری میں جب وہ کسی کو متمثل ہوتے ہیں تو ایسی ہیئت میں ان کا ظہور ہوتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے مثلاً بائیں ہاتھ سے کھانے یا کٹے وغیرہ کی صورت میں۔ اور منجملہ ان احوال کے یہ ہے کہ کبھی شیاطین کے نفس میں اُن صفات دنیہ کا انتقاش ہوتا ہے جو بنی آدم کے اندر قوت بہیمیہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً بھوک اور شہوت جماع وغیرہ جب یہ صفات اُن کے اندر پیدا ہوتے ہیں پھر ان صفات کے پیدا ہونے کے بعد اُن کو ان حوائج کے ساتھ اختلاط اور تلبس اور انسان کو ان حوائج کے وقت جو کام کرنا پڑتا ہے اسی کام کے نقل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اپنے خیال میں ان افعال کے ساتھ وہ شیاطین اپنی قضائے حاجت کرتے ہیں اس اعتبار سے جو اولاد ایسے جماع سے پیدا ہوتی ہے جس میں شیاطین کی شرکت ہوتی ہے اور اس میں وہ شیاطین اپنی بھی قضائے شہوت کرتے ہیں قلیل البرکت ہوتی ہے اور شیطنت کی طرف اُس کو میلان ہوتا ہے اور اسی طرح جس کھانے میں شیاطین کا اشتراک اور اُن کی ضرورت کا پورا کرنا ہوتا ہے اس کھانے میں بھی برکت کم ہوتی ہے اُس کھانے سے لوگوں کو نفع نہیں حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات وہ مضر ہو جاتا ہے اور خدا کا نام لینا اور پناہ مانگنا بالطبع اُن کی مخالفت کرتا ہے یہی سبب ہے کہ جو شخص خدا کو یاد کرے اور اُس کی پناہ مانگے شیاطین اُس سے ہٹ جاتے ہیں اور ہم کو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارا ایک دوست ملاقات کے لیے آیا اور کچھ کھانا اُس کے سامنے پیش کیا اُس کے کھانے کا ایک ٹکڑا اُس کے ہاتھ میں سے گر پڑا اور زمین میں ڈھلک گیا وہ شخص اٹھ کر اُس کے اٹھانے کو چلا جتنا وہ چلتا تھا وتنا ہی وہ اُس سے دور ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ حاضرین کو کسیقدر تعجب ہوا اور اُس کو بھی اُس کے پکڑنے میں کسیقدر محنت کرنی پڑی مگر وہ اُس کو اٹھا کر کھا گیا پھر وہ چند روز کے بعد ایک شخص پر شیطان یعنے جن آگیا اور وہ جن اُس شخص کی زبان سے کلام کرنے لگا۔

[1] مقطوع الانف ۱۲ [2] تلبس ۱۲ [3] ای ینقبضون ویتأخرون من الخنس هو الرجوع والتأخر ۱۲ [4] ای تدحرجت ۱۲

فکان فیما تکلم انی مررت بفلان و هو یاکل فاعجبنی ذلک الطعام فلم یطعمنی منه شیئا فخطفته من یده فنازعنی حتی اخذه منی و بینا یاکل اهل بیتنا اصول الجزر اذ ندهده بعضها فوثبت علیه انسان فاخذه واکله فاصابه وجع فی صدره ومعدته ثم تخبطه الشیطان فاخبر علی لسانه انه کان اخذ ذلک المندهده وقد قرع اسماعنا شئ کثیر من هذا النوع حتی علمنا ان هذه الاحادیث لیست من باب ارادة المجاز وانما ارید بها حقیقتها والله اعلم۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسه کله ثم لیطرحه فان فی احد جناحیه شفاء وفی الآخر داء وفی روایة وانه یتقی بجناحه الذی فیه الداء اعلم ان الله تعالی خلق الطبیعة فی الحیوان مدبرة لبدنه فربما دفعت المواد المؤذیة التی لا تصلح ان تصیر جزء البدن من اعماق البدن الی اطرافه ولذلک نهی الاطباء عن اکل اذناب الدواب فالذباب کثیرا ما یتناول اغذیة فاسدة لا تصلح جزء البدن فتدفعها الطبیعة الی اخس عضو منه کالجناح ثم ان ذلک العضو لما فیه من المادة السمیة یندفع الی الحک ویکون اقدم اعضائه عند الهجوم فی المضایق ومن حکمة الله تعالی انه لم یجعل فی شئ سما الا جعل فیه مادة تریاقیة تحفظ بها بنیة الحیوان

اثنار کلام میں اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ فلاں شخص پر میرا گذر ہوا وہ کھا رہا تھا تو مجھ کو وہ کھانا اچھا معلوم ہوا اور اُس نے مجکو کچھ نہیں کھلایا تو اُس کے ہاتھ میں سے میں نے اُس کو اُچک لیا تو اُس نے مجھسے اسقدر جھگڑا کیا کہ آخر کو وہ مجھ سے چھین لے گیا اور ایکمرتبہ ہمارے گھر کے آدمی گاجریں کھا رہے تھے ناگاہ کوئی گاجر اُس میں سے گر کر لڑھک گئی جھٹ پٹ ایک شخص اُس کو اُٹھا کر کھا گیا پھر اُس کے سینہ و پیٹ میں درد شروع ہوا اور اُسپر جن آکر بولنے لگا اور اُس نے بیان کیا کہ میں نے وہ گری ہوئی گاجر لی تھی اور اس قسم کی باتیں بہت سی ہمارے کان میں پڑی ہیں جنسے ہمکو یقین ہو گیا ہے کہ یہ احادیث اپنے معنی حقیقی پر محمول ہیں اُن احادیث کے قبیلہ سے نہیں جن میں معنی مجازی مراد ہیں واللہ اعلم۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسه کله ثم لیطرحه فان فی احد جناحیه شفاء وفی الآخر داء وفی روایة الخ جب کہ تمہارے کسی کے برتن میں مکھی گر پڑے تو سب مکھی کو ڈوبا کر پھر اُس کو پھینکدے کیونکہ اُس کے ایک پر میں شفا اور دوسری میں بیماری ہے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ مکھی اُس پر سے بچتی ہے جس میں بیماری ہے۔ معلوم کرو کہ خدا تعالے نے حیوان کے اندر اُس کی طبیعت کو تدبیر بدن کے لیے پیدا کیا ہے وہ طبیعت لبا اوقات مواد موذی کو جو جزو بدن ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے اعماق بدن سے اطراف بدن کی طرف دور کر دیتے ہیں یہی سبب ہے کہ اطبار جانوروں کی دُم کھانے سے منع کرتے ہیں اور مکھی لبا اوقات خراب غذا جو جزو بدن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی کھاتی رہتی ہے اور اُس کی طبیعت اُس مادہ فاسدہ کو اُس کے عضو خسیس کے یعنے پر کی طرف پھینکتی ہے پھر وہ عضو جس میں یہ مادہ سمیہ ہوتا ہے تالو کی طرف دفع ہوتا ہے اور یہی عضو وقت ہجوم تنگیوں کے مقدم ترین اعضار کا ہوتا ہے اور خدا کی یہ حکمت ہے کہ جس چیز میں زہر رکھا ہے تو اُس میں مادہ تریاقیہ بھی رکھا ہے تاکہ اُس کے سبب سے وجود اُن کا ہلاکت سے محفوظ رہے اور اگر ہم

ولو ذکرنا هذا المبحث من الطب لطال الکلام وبالجملة فسم لسع الذباب فی بعض الازمنة وعند تناول بعض الاغذیة محسوس معلوم وتحرك العضو الذی تندفع الیه المادة اللذاعة معلوم وان الطبیعة تختفی فیها مایقاوم مثل هذه المواد المؤذیة معلوم فما الذی یستبعد من هذا المبحث وما اکل رسول الله صلی الله علیه وسلم علی خوان[1] ولا فی سکرجة ولا خبز له مرقق ولا رای شاة سمیطا بعینه قط ولا اکل متکئا وما رای منخلا کانوا یاکلون الشعیر غیر منخول ۔ اعلم ان النبی صلی الله علیه وسلم بعث فی العرب وعاداتهم وسط العادات ولم یکونوا یتکلفون تکلف العجم والاخذ بها احسن وادنی ان لا یتعمقوا فی الدنیا ولا یعرضوا عن ذکر الله وایضا فلا احسن لاصحاب الملة من ان یتبعوا سیرة امامها فی کل نقیر وقطمیر قال صلی الله علیه وسلم ان المومن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعة امعاء[2] اقول معناه ان الکافر همه بطنه والمومن همه آخرته وان الحری بالمؤمن ان یقلل الطعام وان تقلیله خصلة من خصال الایمان وان شره[3] الاکل خصلة من خصال الکفر ونهی صلی الله علیه وسلم ان یقرن الرجل بین تمرتین اقول النهی عن القران یحتمل وجوها منها انه لا یحسن المضغ عند جمع تمرتین وانه ادنی ان تؤذیه احدی النواتین

اس مبحث طبی کو بیان کریں تو کلام دراز ہو جائے گا اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ مکھی کے کاٹنے کا زہر بعض زمانوں اور بعض غذاؤں کے کھاتے وقت محسوس اور معلوم ہوتا ہے اور جس عضو کی طرف یہ مادہ لذاعہ دفع ہوتا ہے اُس کا حرکت کرنا معلوم ہوتا ہے اور طبیعت جن کے اندر وہ چیز جو ان مواد موذیہ کی مقاومت ومقابلہ کرے پوشیدہ ہوتی ہے معلوم ہوتی ہے پس کون سی چیز ہے جو اس بحث سے مستبعد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خوان پر تناول فرمایا اور نہ پیالے کے اندر اور نہ کبھی باریک وپتلی چپاتی آپ کے لیئے پکائی گئی اور نہ کبھی سالم بکری بھنی ہوئی کو دیکھا اور نہ کبھی تکیہ لگا کر کھایا اور نہ کبھی چلنی دیکھی بلا بھوسی اور بغیر چھنے ہوئے جو نوش فرماتے تھے۔ معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث کیئے گئے اور اُن عادات درمیانی عادات تھی اور عجمیوں کے سے تکلفات نہیں کرتے تھے اور اُن کا اختیار کرنا عمدہ بات ہے اور ادنیٰ اُس کا یہ ہے کہ دنیا میں تعمق نہ کریں اور خدا تعالے کی یاد سے نہ اعراض کریں اور نیز صاحبان ملت کے لیئے یہ بات پسندیدہ نہیں کہ امام اپنے کے کم اور زیادہ میں پیروی کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المومن یاکل فی معی واحد الخ بلاشک مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ کافر کا قصد تو پیٹ کا بھر لینا ہے اور مومن کا قصد اپنی آخرت ہے تو مومن کو یہی سزاوار ہے کہ کھانے میں کمی کرے اور اُس کا کھانے میں کمی کرنا منجملہ خصائل ایمان کے ایک خصلت ہے اور کھانے میں شدید الحرص ہونا منجملہ خصائل کفر کے ایک خصلت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ہے کہ ایک شخص دو چھواروں کو کھانے میں جمع نہ کرے۔ میں کہتا ہوں نہی دو چھواروں کو جمع کرنے کی کئی معنے کی محتمل ہے از انجملہ یہ ہے کہ دو چھواروں کے جمع کرنے میں مضغ یعنے چابنا اچھی طرح سے نہ ہوگا اور یہ صورت سب سے کم ہے کہ خوب ضبط نہ ہونے کی وجہ سے وہ گٹھلیاں اُس کو تکلیف دیں گی بخلاف اُس کے جب ایک ہی گٹھلی ہو۔

[1] الخوان بالکسر ما یؤکل علیه الطعام مرتفعا عن الارض وکان الاکل علیه من عادة المتکبرین والسکرجة بضمتین وتشدید الراء القصعة الصغیرة والمرقق المدقق الوسیع او الملین والسمیط المشوی مع الجلد مع ازالة الشعر بالماء الحار ۱۲

[2] جمع امعاء وهی بالفارسیة روده وهو مثل لزهد المؤمن فی الدنیا ولحرص الکافر ولا یعنی کثرة الاکل وقیل المؤمن یسمی عند الاکل فیکفیه الادنی من الطعام والکافر بخلافه فر ۱۲ [3] شدة الحرص وقوله یقرن ای یجمع بین تمرتین فی الاکل معه ۱۲

لنقصان ضبطهما بخلاف النواة الواحدة **ومنها** ان هيئة من هيئات الشرة والحرص ومنها
انه استئثار على اصحابه ومظنة ان يكرهه اصحابه ويزول هذا المعنى بالاذن **قال**
صلى الله عليه وسلم لا يجوع اهل بيت عندهم التمر **وقال** عليه السلام بيت لا تمر فيه جياع
اهله **وقال** عليه الصلوة والسلام نعم الادام الخل **اقول** من تدبير المنزل ان يدّخر
في بيته شيئاً تافهاً[1] يجده رخيصاً في السوق كالتمر في المدينة واصول الجزر ونحوها في سواد
بلادنا فان وجد طعاماً يشتهيه فبها والا كان الذي عنده كفافاً لهم وستراً فان لم يفعلوا
ذلك كانوا على شرف الجوع وكذلك حال الادام: **قال** صلى الله عليه وسلم من اكل ثوماً او بصلاً
فليعتزلنا واتى بقدر فيه خضرات لها رائحة فقال لبعض اصحابه كل فاني اناجي من لا تناجي
اقول الملائكة تحب من الناس النظافة والطيب وكل شئ يهيج خلق التنظيف وتنفر من
اضداد ذلك وفرق النبي صلى الله عليه وسلم بين ما كان هو شريعة المحسنين المتلعلع[2]
فيهم انوار الملكية وبين غيرهم قال صلى الله عليه وسلم ان الله يرضى من العبد ان ياكل
الاكلة فيحمده عليها ويشرب الشربة فيحمده عليها قد مر سره **وقد روي** من
الحمد صيغ ايها فعل فقد ادى السنة منها الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه

اور ایک یہ ہے کہ یہ ہیئت منجملہ ہیئات شدت وحرص کے ہے کہ اُس میں اپنے آپ کو دوستوں پر اختیار کرلینا ہے اور اسباب کا احتمال ہے کہ اُس کے مصاحب اس بات کو برا سمجھیں مگر ہاں جب کہ وہ اپنے مصاحبوں سے اسباب میں اجازت لے تو کچھ مضائقہ نہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یجوع اھل الخ جن کے ہاں چھوارے ہیں اُن کے گھر کے لوگ بھوکے نہ مرینگے اور نیز آپ نے فرمایا ہے بیت لاتمر الخ جس گھر میں چھوارے نہیں اُس کے گھر والے بھوکے مرینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نعم الادام الخل الخ کہ بہتر سالنوں کا سرکہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اُمیں تدبیر منزل ہے کہ اپنے گھر میں کچھ چیز جمع کرے جو بازار میں ارزاں ہو جیسے مدینہ میں چھوارے اور ہمارے ملک کے دیہات میں گاجروں کی جڑیں وغیرہ پس اگر کھانا جس کیطرف طبیعت رغبت کرتی ہے پائے فبہا ورنہ جو چیز اُس کے پاس ہو وہی اُس کی روزی اور ستر ہو جائے گا پھر اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو بھوک کیوقت تکلیف اٹھائینگے اور یہی حال سالنوں کا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اکل ثوماً الخ جو شخص لہسن یا پیاز کھائے تو وہ ہم سے جدا رہے اور ایک ہانڈی آپ کے سامنے پیش کی گئی جس میں وہ ترکاریاں تھیں جن میں بو آتی تھی تو آپ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تم کھاؤ میں اُس کو نجات دیتا ہوں جس کو تو نہیں دیتا۔ میں کہتا ہوں ملائکہ لطافت اور پاکیزگی کو محبوب جانتے ہیں اور ہر ایک اُس چیز کو جو عادت پاکیزہ کو برانگیختہ کرے اور اُس کے خلاف سے نفرت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان شریعت محسنین کے جن میں انوار ملکیت کے رہتے ہیں اور مابین اُنکے غیر کے فرق کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ اُس بندہ سے جو ایک لقمہ کھائے اور اُسپر خدا کا شکر کرے اور ایک گھونٹ پانی پیئے اور اُسپر خدا کا شکر کرے راضی ہوتا ہے اسکا راز سابقاً گذر چکا ہے اور حمد کے طلب میں چند طریقے مروی ہیں جو انسان بجالایا اُس نے سنت کو ادا کر دیا از انجملہ یہ ہے الحمد للہ حمداً کثیراً الخ

[1] قولہ شیئاً تافہاً ای حقیرا ۱۲
[2] قولہ المتلعلع ای المشرق ۱۲

غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا ومنہا الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین ومنہا الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوّغہ وجعل لہ مخرجا ولما کانت الضیافۃ بابا من ابواب السماحۃ وسببا لجمع شمل المدینۃ والملۃ مؤدیا الی تودد الناس وان لا یتضرر ابناء السبیل وجب ان تعد من الزکوٰۃ ویرغب فیہا ویحث علیہا قال صلی اللہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ ثم مست الحاجۃ الی تقدیر مدۃ الضیافۃ لئلا یحرج الضیف ویعد القلیل منہا کثیرا فقدر الاکرام بیوم ولیلۃ وھو الجائزۃ وجعل اٰخر الضیافۃ ثلاثۃ ایام ثم بعد ذلک صدقۃ۔

المسکرات

واعلم ان ازالۃ العقل بتناول المسکر یحکم العقل بقبحہ لا محالۃ اذ فیہ تردی النفس فی ورطۃ البہیمیۃ والتبعد من الملکیۃ فی الغایۃ وتغییر خلق اللہ حیث افسد عقلہ الذی خص اللہ بہ نوع الانسان ومن بہ علیہم وافساد المصلحۃ المنزلیۃ والمدنیۃ واضاعۃ المال والتعرض لہیئات منکرۃ یضحک منہا الصبیان وقد جمع اللہ تعالیٰ کل ھذہ المعانی تصریحا وتلویحا فی ھذہ الاٰیۃ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم

غیر مکفی الخ اور ارشاد ہے الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوغہ وجعل لہ مخرجا۔
اور چونکہ مہمانی کرنا منجملہ اسباب جوانمردی کے ایک باب ہے اور عادات مدینہ دملیہ کے جمع کرنے کے لئے ایک سبب ہے اُس کی وجہ سے باہمی آدمیوں کے دوستی ہوتی ہے اور مسافر لوگ کچھ ضرر نہیں پاتے ہیں تو اُس کا باب زکوٰۃ میں شمار کرنا ضروری ہوا اور ضروری ہے کہ اُس میں رغبت اور حرص دلائی جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من کان یومن باللہ الخ جو شخص خدا تعالیٰ اور دن آخرت پر ایمان لائے تو چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے اب یہ حاجت لاحق ہوئی کہ مہمان نوازی کی مدت معین کی جائے تاکہ مہمان کے سبب سے میزبان کو دقت نہ واقع ہو یا مہمان تھوڑے کو بہت نہ شمار کرے لہٰذا ایک رات دن اُس کی خاطرداری کی مدت مقرر کی گئی اور وہ بمنزلہ صلہ کے ہے اور منتہائے مدت تین روز مقرر کیے گئے۔

مسکرات کا بیان

معلوم کرو کہ کسی نشہ آور چیز کے کھانے سے عقل کا زائل کرنا لامحالہ عند العقل ایک قبیح فعل ہے اسلیے کہ اُس میں نفس کو ورطہ بہیمیت میں ڈال دینا اور ملکیت سے نہایت درجہ بعید ہو جانا ہے اور نیز اُس میں خلق الٰہی کی تغییر ہے اسلیے کہ اُس شخص نے اپنی عقل کو جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے نوع انسان کو مخصوص و ممنون کیا ہے بگاڑ دیا اور نیز اُس میں مصلحت منزلیہ اور مدنیہ کا بگاڑنا اور مال کا ضائع کرنا اور ہیئات قبیحہ کا اپنے اوپر طاری کرنا اور مضحکہ اطفال بننا ہے خدا تعالیٰ نے ان سب باتوں کی کو صراحۃً اور اشارتاً اس آیت کریمہ میں جمع فرمایا ہے

لہ تقدم من قبل ۱۲ ٤ ای سہل دخولہ فی الجوف و قولہ مخرجا ای من الفضلۃ ۱۲ ٣ بان یقیم عند المضیف فیوقعہ فی الحرج و قولہ الجائزۃ ای التحفۃ والصلۃ ۱۲

العداوۃ الآیۃ ولذلک اتفق جمیع الملل والنحل علی قبحہ بالمرۃ ولیس الامر کما یظنہ من لا بصیرۃ
لہ من انہ حسن بالنظر الی الحکمۃ العملیۃ لما فیہ من تقویۃ الطبیعۃ فان ھذا الظن من باب اشتباہ الحکمۃ
الطبیۃ بالعملیۃ والحق انہما متغایرتان وکثیرا ما یقع بینہما تجاذب وتنازع کالقتال یحرمہ الطب
لما فیہ من التعرض لفک البنیۃ الانسانیۃ الواجب حفظہا فی الطب وربما اوجبتہ الحکمیۃ العملیۃ
اذا کان فیہ صلاح المدینۃ او دفع عار شدید وکالجماع یوجبہ الطب عند التوقان وخوف
التاذی من ترکہ وربما حرمتہ الحکمۃ العملیۃ اذا کان فیہ عار او منابذۃ سنۃ راشدۃ واھل
الرای من کل امۃ وکل قرن یذھبون الی ترجیح المصلحۃ علی الطب ویرون من لا یتحراھا ولا
یتقید بہا میلا الی صحۃ الجسم فاسقا ماجنا مذموما مقبوحا لا اختلاف لھم فی ذلک وقد علمنا
اللہ تعالی ذلک حیث قال فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما نعم تناول المسکر اذا
لم یبلغ حد الاسکار ولم تترتب علیہ المفاسد یختلف فیہ اھل الرای والشریعۃ القویمۃ المحمدیۃ
التی ھی الغایۃ فی سیاسۃ الامۃ وسد الذرائع وقطع احتمال التحریف نظرت الی ان قلیل الخمر
یدعو الی کثیرھا وان النہی عن المفاسد من غیر ان ینہی عن ذات الخمر لا ینجع[1] فیہم وکفی شاھدا
علی ذلک ما کان فی المجوس وغیرھم وانہ ان فتح باب الرخصۃ فی بعضہا لم تنتظم السیاسۃ الملیۃ اصلا
فنزل التحریم الی نوع الخمر قلیلہا وکثیرہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہی سبب ہے کہ تمام ملل ونحل کا یقیناً اُس کی قباحت پر اتفاق ہے اور بعض فاقد البصیرت لوگ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ
حکمت عملیہ کے اعتبار سے وہ ایک عمدہ چیز ہے کیونکہ طبیعت کی تقویت ہوتی ہے اُن کا یہ گمان حکمت طبیہ کی حکمت
عملیہ کے ساتھ اشتباہ کے قبیلہ سے ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دونوں متغائر ہیں اور اکثر اوقات اُن دونوں میں کشاکشی اور
تنازع پیدا ہو جاتا ہے مثلاً قتال ایسی چیز ہے کہ طب کے اعتبار سے منع ہے کیونکہ اُس میں بدن انسانی کا قطع کرنا ہے
طب کے اعتبار سے جس کی حفاظت واجب اور ضروری ہے اور اصلاح ملک یا عار شدید کے دور کرنے کی غرض سے
حکمت عملیہ بسا اوقات اُس کو ضروری جانتی ہے اسیطرح جماع ایک ایسی چیز ہے کہ غلبہ شہوت اور اُس کے چھوڑنے سے ضرر
کے اندیشہ کی صورت میں حکمت طبیہ اُسکو واجب کرتی ہے اور بسا اوقات عار کے لاحق ہونے یا سنت راشدہ کی مخالفت پائے جانے
سے حکمت عملیہ اُسکو حرام سمجھتی ہے اور ہر فرقہ اور ہر قرن کے دانشمند لوگوں کے نزدیک مصلحت کو ترجیح ہے اور یہ عقلاء
لوگ اُس شخص کو جو مصلحت سے نفع نہ حاصل کرے اور صحت جسمانی حاصل کرنے کے لیے اُس کی پابندی چھوڑ دے بالاتفاق
فاسق و فاجر اور بدکردار جانتے ہیں۔ خدا تعالی نے ہمکو اس آیت میں اس بات کی تعلیم فرمائی ہے فیہما اثم کبیر الخ
اُن دونوں میں گناہ عظیم ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں اور اُن کا گناہ اُن کے نفع سے زیادہ بڑا ہے البتہ نشہ آور
چیز کے استعمال کرنے میں جس صورت کے اندر حد سکر کو نہ پہونچے اور اُسپر مفاسد مترتب نہ ہوں عقلاء کا اختلاف ہے
اور شریعت حقہ محمدیہ جو سیاست امت و فساد کے اسباب بند کرنے اور احتمال تحریف کے قطع کرنے میں درجہ کمال
کا رکھتی ہے اُس نے اسبات کا لحاظ فرمایا کہ تھوڑی شراب بہت سی کیطرف پہونچاتی ہے اور جب تک نفس کو شراب
سے نہی نہ کی جائے مفاسد سے نہی کرنا کچھ موثر نہیں ہے اُس کے لیے مجوس وغیرہ کا پورا حال شاہد ہے اور نیز اگر بعض
شراب کی اجازت کا دروازہ مفتوح کر دیا جائے تو سیاست ملیہ کا انتظام ہرگز نہیں ہو سکتا لہذا مطلق شراب کے ساتھ
حرمت متعلق کی گئی خواہ قلیل ہو یا کثیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

[1] لے لا ینجع اثر ۱۲

لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة[1] اليه

اقول لما تعينت المصلحة في تحريم شيء واخماله ونزل القضاء بذلك وجب ان ينهى عن كل ما ينوه امره ويروجه في الناس ويحملهم عليه فان ذلك مناقضة للمصلحة ومناواة[2] بالشرع وقد استفاض عن النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه رضي الله عنهم احاديث كثيرة من طرق لا تحصى وعبارات مختلفة فقال الخمر من هاتين الشجرتين النخلة والعنبة واجاب صلى الله عليه وسلم من سال عن البتع والمزر[3] وغيرهما فقال كل شراب اسكر فهو حرام وقال عليه الصلوة والسلام كل مسكر خمر وكل مسكر حرام وما اسكر كثيره فقليله حرام وما اسكر منه الفرق[4] فملء الكف منه حرام وقال من شاهد نزول الآية انه قد نزل تحريم الخمر وهي من خمسة اشياء العنب والتمر والحنطة والشعير والعسل والخمر ما خامر العقل وقال لقد حرمت الخمر حين حرمت وما نجد خمر الاعناب الا قليلا وعامة خمرنا البسر[5] والتمر وكسر ادنان الفضيخ حين نزلت وهو الذي يقتضيه قوانين التشريع فانه لا معنى لخصوصية العنب وانما المؤثر في التحريم كونه مزيلا للعقل

لعن الله الخمر وشاربها الخ شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور پلانیوالے اور بیچنے والے اور خریدنے والے اور نچوڑنیوالے اور نچڑوانے والے اور لیجانے والے اور منگوانے والے پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔ میں کہتا ہوں جب ایک چیز کے حرام کرنے اور اس کے نیست و نابود کرنے میں مصلحت قرار پاگئی اور اس کی بابت حکم الٰہی نازل ہوگیا تو ضرور ہوا کہ تمام ان چیزوں سے نہی کیجائے جنسے اس کی قدر اور لوگوں میں دستور اور رغبت پائی جائے کیونکہ اسمیں اس مصلحت کی مخالفت اور شرع کے ساتھ عداوت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ سے بہت سی احادیث بیشمار طریقوں اور مختلف عبارتوں سے منقول ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا ہے الخمر من هاتين الخ شراب ان دو درختوں سے بنتی ہے چھوارے کا درخت اور انگور کا درخت اور ایک شخص نے اپنے تبع اور مرز وغیرہ کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جو نشہ لائے وہ حرام ہے اور آپ نے فرمایا ہے ہر نشہ آور شراب ہے اور نشہ آور حرام ہے اور جو چیز بہت ساری نشہ لائے وہ تھوڑی سی بھی حرام ہے اور جسکا ایک پیالہ نشہ لائے اس کا ایک چلو بھی حرام ہے اور جن لوگوں نے نزول آیت کا مشاہدہ کیا ہے ان کا قول ہے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی ہے اس وقت میں شراب پانچ چیزوں سے بناکرتی تھی انگور۔ چھوارہ۔ گیہوں۔ جو۔ شہد۔ اور خمر یعنے شراب اس چیز کا نام ہے جو عقل کو مخمور کردے اور نیز انہیں کا قول ہے کہ جب شراب حرام کی گئی ہے تو شراب انگوری بہت کم میسر ہوتی تھی اور اکثر شراب گدر چھواروں یا خشک چھواروں ہی کی ہوا کرتی تھی اور جب آیت کا نزول ہوا ہے تو لوگوں نے شراب کے مٹکے جو گدر چھواروں کے بنے ہوئے تھے پھوڑ ڈالے اور قوانین شرع کا یہی مقتضی ہے کہ مطلق شراب حرام ہوا اسلیئے کہ شراب انگوری کے خاص ہونے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں حرام ہونے کی وجہ صرف عقل کا زائل کرنا۔

[1] اے الذی تحمل الخمر الیہ ۱۲ [2] اے معاداۃ ۱۲ [3] قولہ والمزر بیانہما من قبل ۱۲
[4] قولہ الفرق۔ بفتح الفاء والراء وسکون الراء ایضا ظرف یسع ثلاثۃ اصع والمراد منہ الکثیر ۱۲
[5] قولہ البسر اے ثمرۃ النخل قبل ان تکون رطبا والدنان بالکسر جمع دن وہو الزیر ای الظرف الکبیر للخمر من طین والفضیخ بالمعجمات شراب یتخذ من البسر المفضوخ یعنی المکسور بان یکسر ویصب علیہ الماء ویترک حتی یغلی ۱۲

يدعوا قليله الى كثيره فيجب به القول ولا يجوز لاحد اليوم ان يذهب الى تحليل ما اتخذ من غير العنب واستعمل اقل من حد الاسكار نعم كان ناس من الصحابة والتابعين لم يبلغهم الحديث في اول الامر فكانوا معذورين ولما استفاض الحديث وظهر الامر ولاح كرابعة النهار وصح حديث ليشربن ناس من امتي الخمر يسمونها بغير اسمها لم يبق عذر اعاذنا الله تعالى والمسلمين من ذلك **وسئل** رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الخمر تتخذ خلا قال لا **وقيل** انما اصنعها للدواء فقال انه ليس بدواء ولكنه داء **اقول** لما كان الناس مولعين بالخمر وكانوا يتحيلون لها حيلا لم تتم المصلحة الا بالنهي عنها على كل حال لئلا يبقى عذر لاحد ولا حيلة ونهى صلى الله عليه وسلم عن خليط التمر والبسر وعن خليط الزبيب والتمر وعن خليط الزهو[1] والرطب **اقول** السر في ذلك ان الاسكار يسرع اليه بسبب الخلط قبل ان يتغير طعمه فيظن الشارب انه ليس بمسكر ويكون مسكرا وكان صلى الله عليه وسلم يتنفس في الشراب ثلاثا ويقول انه اروى[2] وابرأ وامرأ **اقول** ذلك لان المعدة اذا وصل اليها الماء قليلا قليلا صرفته الطبيعة الى ما يهمها واذا هجم عليها الماء الكثير تحيرت في تصريفه والمبرود اذا القى على معدته الماء اصابته البرودة لضعف قوته من مزاحمة القدر الكثير بخلاف ما اذا تدرج والمحرور اذا القى على معدته الماء دفعة حصلت بينهما المدافعة ولم تتم البرودة واذا القى على معدته الماء قليلا قليلا يجاوبت المزاحمة اولا ثم ترجحت البرودة ونهى صلى الله عليه وسلم

اور قلیل کا کثیر کی طرف داعی ہوتا ہے لہذا مطلق شراب کی حرمت کا قائل ہونا ضروری ہوا اور اس زمانہ میں کسی شخص کو جائز نہیں کہ جو شراب انگور سے نہ بنائی جائے یا حد اسکار سے کم استعمال کیجائے اُس کی حلت کا قائل ہو البتہ چند صحابہ اور تابعین کو شروع شروع میں یہ حدیث نہ پہونچی تھی اسلیئے وہ معذور تھے اور جب یہ حدیث تمام میں پہونچ گئی اور نصف النہار کے مانند یہ بات ظاہر اور عیاں ہوگئی اور یہ حدیث صحت کے درجہ کو پہونچ گئی لیشربن ناس الخ بلاشبہ میری امت کے لوگ شراب پیا کرینگے اور شراب کے سوا اور کچھ اُس کا نام رکھینگے تو اب کوئی عذر باقی نہیں رہا اعاذنا اللہ تعالے الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے شراب سے سرکہ بنانے کی نسبت سوال کیا تو آپ نے اُسکو منع فرمایا اُس سائل نے کہا میں دوا کے لیئے اُس کو بناتا ہوں تو آپ نے فرمایا وہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے۔ میں کہتا ہوں چونکہ لوگ شراب کے حریص تھے اور اُس کے پینے کے لیئے حیلے کیا کرتے تھے اسلیئے مصلحت تامہ اُنہیں ٹھہری کہ بہرحال اُس سے نہی کیجائے تاکہ کسیکو کوئی حیلہ اور عذر باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ تمر اور بسر یعنے گدر چھوارے اور نبیذ کشمش اور چھوارے اور نبیذ زہو اور رطب سے منع فرمایا ہے اور زہو اُن گدر چھواروں کو کہتے ہیں جنمیں سرخی نمودار ہو جائے اور رطب تازہ پکے ہوئے چھواروں کو کہتے ہیں میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ ملانے کے سبب سے مزہ بدلنے سے پہلے ہی اُن چیزوں میں نشا پیدا ہو جاتا ہے جسکے سبب سے پینے والے کو گمان ہوتا ہے کہ وہ مسکر نہیں ہے۔ حالانکہ وہ مسکر ہوتا ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کو پیا کرتے تھے تو تین سانس میں پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے سیرابی خوب ہوتی ہو اور کچھ تکلیف نہیں ہوتی اور طبیعت کو خوب گوارا ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہو کہ معدہ میں جب تھوڑا تھوڑا پانی پہونچتا ہے تو طبیعت جہاں اُسکو ضروری سمجھتی ہے اچھی طرح صرف کرتی ہے اور جب دفعتاً بہت سا پانی اُسپر غلبہ کرتا ہے تو اُسکے اندر صرف کرنیمیں متحیر ہو جاتی ہے۔ بارد المزاج آدمی کے معدہ میں جب بہت سا پانی دفعتاً پہونچتا ہے تو مقدار کثیر کی مزاحمت واقع ہونے سے اُسکی قوت ضعیف ہو جاتی ہو اور اس شخص کی برودت اور زیادہ ہو جاتی ہو بخلاف اس صورت کے کہ بتدریج اسقدر پانی پہونچے۔ اور حار المزاج آدمی کے معدہ میں جب دفعتاً پانی پہونچتا ہے تو اُن دونوں میں مدافعت ہوتی ہے اور برودت پورے طور پر حاصل نہیں ہوتی تاکہ عمدہ طور پر اسکی سیرابی ہو اور جبکہ بتدریج پانی پیتا ہے تو اولاً مزاحمت ہوتی ہے

[1] بفتح الزاء وضمها البسر الملون بدا فيه حمرة او صفرة وطاب ۱۲ منه [2] اكثر ريا وابرا اي يبرئ من الم العطش او ابرا من اذى يحصل من الشرب في نفس واحد وقوله امرا اي اكمل انسياغا في المرة ۱۲

عن الشراب من فی السقاء[1] وعن اختناث الاسقیۃ اقول وذلک لانہ اذا ثنی فم القربۃ فشرب منہ فان الماء یتدفق وینصب فی حلقہ دفعۃ وھو یورث الکباد[2] ویضر بالمعدۃ ولا یتمیز عندہ فی دفق الماء وانصبابہ القذاۃ ونحوھا ویحکی ان انسانا شرب من فی السقاء فدخلت حیۃ فی جوفہ ونھی صلی اللہ علیہ وسلم ان یشرب الرجل قائما وروی انہ علیہ السلام شرب قائما اقول ھذا النھی نھی ارشاد وتادیب فان الشرب قاعدا من الھیأت الفاضلۃ واقرب لجموم النفس والری وان تصرف الطبیعۃ الماء فی محلہ اما الفعل فلبیان الجواز وقال علیہ السلام الایمن فالایمن اقول اراد بذلک قطع المنازعۃ فانہ لو کانت السنۃ تقدیم الافضل ربما لم یکن الفضل مسلما بینھم وربما یجدون فی انفسھم من تقدیم غیرھم حاجۃ ونھی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتنفس فی الاناء او ینفخ فیہ اقول ذلک لئلا یقع فی الماء من فمہ او انفہ ما یکرھہ فیحدث ھیئۃ منکرۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم سموا[3] اذا انتم شربتم واحمدوا اذا انتم رفعتم قد مرہ۔

پانی کے برتن سے منھ لگاکر پانی پینے سے اور مشک وغیرہ کے دہانے اور لوٹے کے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی یہ وجہ ہے کہ جب مشک کا منھ دہرا کرکے کوئی شخص اُس سے پانی پیئے تو پانی اُس میں سے اُچھل کر دفعتاً اُس کی حلق میں پہونچیگا اور اُس سے درد جگر پیدا ہوجاتا ہے اور معدہ کو ضرر پہونچتا ہے اور نیز پانی کے دفعتاً منھ میں آنے سے تنکا وغیرہ تمیز نہیں ہوتا اور منقول ہے کہ ایک شخص نے مشک کو منھ لگاکر پانی پیا تھا تو ایک سانپ اُس کے حلق میں پانی کے ساتھ ساتھ چلا گیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے کھڑے ہوکر پانی پیا میں کہتا ہوں کہ یہ نہی تادیب اور ارشاد کے لیے ہے کیونکہ بہترین صورت بیٹھ کر پینا ہے اور سیرابی اور نفس کو سیری اس سے عمدہ طرح حاصل ہوتی ہے اور طبیعت کی اس پانی کو محل پر صرف کرنے کی بہترین صورت بھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان جواز کے لیئے ہے اور آپ نے فرمایا ہے الایمن فالایمن داہنی طرف کا پس داہنی طرف کا ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے آپ کی مراد قطع منازعت ہے اس لیئے کہ اگر افضل کا مقدم کرنا مقرر کیا جاتا تو اکثر ایسا ہوتا کہ ایک شخص کی فضیلت کو سب لوگ نہ مانتے اور بسا اوقات ایک کے مقدم کرنے سے دوسرے کو ملال پہونچتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لیے یا اُس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ پھونکنے یا سانس لینے سے منھ یا ناک سے کسی ناگوار چیز کے گرنے کا خیال ہوتا ہے جس کے سبب سے ایک ہیئت قبیحہ پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سموا اذا انتم الخ جب کوئی چیز پیو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جبکہ تم کھانا اُٹھایا کرو تو خدا تعالی کا شکر کیا کرو اس کا راز ہم بیان کرچکے ہیں۔

---

[1] لے نمہ والاختناث ان یقلب شفۃ القربۃ الے خارج ثم یشرب منہا و ورد الاباحۃ ایضا فہی عند الضرورۃ والنہی عن الاعتیاد ۱۲

[2] لے وجع الکبد ۱۲ [3] اے قولوا بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۲

اَللِّبَاسُ وَالزِّيْنَةُ وَالْاَوَانِيْ وَنَحْوُهَا

اِعْلَمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ اِلٰى عَادَاتِ الْعَجَمِ وَتَعَمُّقَاتِهِمْ فِي الْاِطْمِئْنَانِ بِلَذَّاتِ الدنيا فحرم رؤسها واصولها وكره ما دون ذلك لانه علم ان ذلك مفض الى نسيان الدار الآخرة مستلزم للاكثار من طلب الدنيا فمن تلك الرؤس اللباس الفاخر فان ذلك اكبر همهم واعظم فخرهم والبحث عنه من وجوه: مِنْهَا الاسبال في القمص والسراويلات فانه لا يقصد بذلك الستر والتجمل اللذان هما المقصودان في اللباس وانما يقصد به الفخر واراءة الغنى ونحو ذلك والتجمل ليس الا في القدر الذي يساوي البدن قَالَ صلى الله عليه وسلم لا ينظر الله يوم القيامة الى من جر ازاره بطرا وَقَالَ صلى الله عليه وسلم ازرة المؤمن الى انصاف ساقيه لا جناح عليه فيما بينه وبين الكعبين وما اسفل من ذلك ففي النار وَمِنْهَا الجنس المستغرب الناعم من الثياب قَالَ صلى الله عليه وسلم من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه يوم القيامة وسره مثل ما ذكرنا في خمر ونهى صلى الله عليه وسلم عن لبس الحرير والديباج وعن لبس القسي والمياثر والارجوان

لباس اور زینت اور ظروف وغیرہ کا بیان

معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عجم کی عادات اور لذائذ دنیاوی کے اندر منہمک ہونے ہیں اُن کے تکلفات پر نظر ڈالی تو اُنہیں سے جو سب کی جڑ اور سب کی اصل ہیں اُن کو حرام کیا اور جو اُن سے کم درجہ کے تکلفات ہیں اُن کو مکروہ کیا اسلیئے کہ آپ جانتے تھے کہ یہ چیزیں دار آخرت کی بھلانے والی اور طلب دنیا کی کثرت سے مستلزم ہیں۔ منجملہ اُن اصول کے لباس فاخرہ ہے کیونکہ سب سے زیادہ اُنکو اسی کا اہتمام ہوتا ہے اور اسی سے اُن کو بڑا فخر ہوتا ہے اور اُس سے کئی طرح پر بحث کی گئی ہے۔ ازانجملہ کرتا اور ازار کا بہت نیچا کرنا ہے کیونکہ اُس سے ستر اور زیبائش جو لباس سے مقصود ہوتی ہے اُنکو مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف فخر اور اپنی تونگری وغیرہ دکھانا مقصود ہوتا ہے اور زیبائش صرف اسیقدر میں ہے جو بدن کے برابر ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینظر اللہ الخ جو شخص اترانے کی غرض سے اپنی ازار کو کھینچتا چلے تو قیامت کے دن اللہ پاک اُس کی طرف نظر نہ کرے گا اور نیز فرمایا ہے ازرة المؤمن الخ مومن کی ازار اُس کی پنڈلیوں کے نصف نصف تک ہوتی ہے نصف اور ٹخنوں کے مابین جو کچھ ہو اُسپر مضایقہ نہیں ہے اور جو اُس سے نیچی ہے تو وہ آگ میں ہے۔ اور ازانجملہ نہایت نادر اور نازک قسم کے کپڑے ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لبس الحریر الخ جس نے دنیا میں حریر پہن لیا تو وہ قیامت کے دن اُسکو نہ پہنے گا اُس کی وجہ وہی ہے جو ہم شراب میں بیان کر چکے ہیں حریر اور دیبا کے پہننے اور قسی اور میاثر اور ارجوان کے پہننے سے منع فرمایا ہے

لہ ای رثاثة الهيئة وترك الزينة والمراد از التوضع في اللباس من اخلاق المؤمنين ۱۲ سلہ لے تکبر و تفاخر ۱۲ سلہ لے یجمع متفرقة ۱۲

ورخص فی موضع اصبعین اوثلاث لانہ لیس من باب اللباس و ربما نفع لحاجۃ الی ذٰلک و رخص للزبیر وعبد الرحمن بن عوف فی لبس الحریر لحکۃ بھما لانہ لم یقصد حینئذ بہ الارفاہ وانما قصد الاستشفاء ومنہا الثوب المصبوغ بلون مطرب یحصل بہ الفخر والمراٰۃ فنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المعصفر والمزعفر وقال ان ھٰذہ من ثیاب اھل النار وقال صلی اللہ علیہ وسلم الا طیب الرجال ریح لالون لہ و طیب النساء لون لاریح لہ ولا اختلاف بین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان البذاذۃ من الایمان وقال علیہ السلام من لبس ثوب شہرۃ فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیمۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من ترک لبس ثوب جمال تواضعا کساہ اللہ حلۃ الکرامۃ وبین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ ورای رجلا شعثا فقال ماکان یجد ھذا مایسکن بہ راسہ ورای رجلا علیہ ثیاب وسخۃ فقال ماکان یجد ھذا مایغسل بہ ثوبہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاک اللہ مالا فلتر نعمۃ اللہ وکرامتہ علیک لان ھنالک شیئین مختلفین فی الحقیقۃ قد یشتبہان بادی الرای احدھما مطلوب والاخر مذموم فالمطلوب ترک الشح ویختلف باختلاف طبقات الناس فالذی ھو فی الملوک شح ربما یکون اسرافا فی حق الفقیر وترک الشح یختلف باختلاف طبقات الناس فالذی ھو فی الملک شح ربما یکون اسرافا فی حق الفقیر

اور بقدر دو انگشت یا تین کے اجازت دی ہے کیونکہ اس قدر استعمال کرنا پہننے میں داخل نہیں ہے۔ قسی وہ کپڑا ہے جو کتان و حریر سے بنا جاتا ہے (میاثر) میثرہ کی جمع ہے میثرہ ایک چھوٹا تکیہ ہوتا ہے جسکو سوار پیچھے رکھ لیتا ہے شاید اس سے یہاں وہ تکیہ مراد ہے جو حریر سے بنا ہوا ہو یا نہی تکلف سے ہے۔ ارجوان ایک سرخ رنگ ہے اور یہاں سرخ کپڑا مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر حضرت عبد الرحمن بن عوف کو حریر کے پہننے کی اجازت عطا فرمائی اسلئے کہ انکے بدن میں خارش ہوگئی تھی اور اس کے پہننے سے ترفع مقصود نہ تھا بلکہ خارش کا جاتا رہنا مقصود تھا۔ اور از انجملہ وہ کپڑا ہے جو کسی ایسے رنگ سے رنگا ہوا ہو جس سے سرور و فخر پیدا ہوتا ہے اور اسمیں دکھاوا پایا جاتا ہے اس لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسم کے رنگے ہوے اور زعفرانی کپڑے سے نہی فرمائی اور فرمایا کہ یہ دوزخیوں کے لباس میں سے ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے الا طیب الرجال الخ خبردار ہو جاؤ کہ مردوں کی خوشبو وہ بو ہے جسمیں رنگ نہو اور عورتوں کی خوشبو وہ رنگ ہے جسمیں خوشبو نہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات میں کہ من ترک لبس ثوب الخ زینت کا ترک کرنا ایمان سے ہے اور من لبس ثوب الخ جس نے شہرت کے لیئے دنیا میں کپڑا پہنا قیامت کے دن خدا تعالی اسکو ذلت کا کپڑا پہنائیگا اور ان ارشادات میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ ان اللہ الخ خدا تعالی کو یہ بات پسند ہے کہ انکی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر نظر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے سر کو منتشر دیکھا تو آپنے فرمایا اسکو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے کہ بالوں کو درست کرے اور ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوے دیکھا تو آپنے فرمایا کہ اسکو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے کپڑے کو دھوے اور آپنے فرمایا ہے کہ جب خدا تعالی تجکو مال دے تو مناسب ہے کہ اسکا انعام و اکرام تیرے اوپر نظر آئے ان

لے ثیاب من کتان وحریر منسوب الی قریۃ قس بفتح القاف والمیاثر جمع میثرۃ وھی وسادۃ صغیرۃ یجعلھا الراکب تحتہ ولعلہ ارید بھا التی تکون من الحریر او النھی عن التکلف والارجوان صبغ احمر والمراد بہ الثوب الاحمر والمیاثر ۱۲

والمراٰة والتفاخر بالثياب وكسر قلوب الفقراء ونحو ذالك دفي الفاظ الحديث اشارات الى هذه المعاني كما لا يخفى على المتامل ومناط الاجر ردع النفس عن اتباع داعية الغمط والفخر وكان صلى الله عليه وسلم اذا استجد ثوبا سماه باسمه عمامة او قميصا او رداءً ثم يقول اللهم لك الحمد كما كسوتنيه اسألك خيره وخير ما صنع له واعوذ بك من شره وشر ما صنع له وقد مر شرحه من قبل ومن تلك الرؤوس الحلى المترفة وههنا اصلان احدهما ان الذهب هو الذى يفاخر به العجم ويفضي جريان الرسم بالتحلى به الى الاكثار من طلب الدنيا دون الفضة ولذلك شدد النبي صلى الله عليه وسلم في الذهب وقال ولكن عليكم بالفضة فالعبوا بها والثاني ان النساء احوج الى التزيين ليرغب فيهن ازواجهن ولذلك جرت عادة العرب والعجم جميعا بان يكون تزيينهن اكثر من تزيينهم فوجب ان يرخص لهن اكثر مما يرخص لهم ولذلك قال صلى الله عليه وسلم احل الذهب والحرير للاناث من امتي وحرم على ذكورها وقال صلى الله عليه وسلم في خاتم ذهب في يد رجل يعمد احدكم الى جمرة من نار فيجعلها في يده ورخص عليه السلام في خاتم الفضة لاسيما لذي سلطان وقال ولا تتمه مثقالا ونهى صلى الله عليه وسلم النساء عن غير المقطع[1] من الذهب وهو ما كان قطعة واحدة كبيرة قال صلى الله عليه وسلم من احب ان يحلق[2] حبيبه حلقة من النار فليحلقه حلقة

اور نیز شارع کو جنگلی اور ملحق بالبہائم کی عادات عادات کا ترک کرنا۔ اور پاکیزگی اور پسندیدہ اخلاق کا اختیار کرنا مطلوب ہے اور مذموم تکلفات اور دکھاوے کے لیے کپڑا پہننا اور کپڑوں سے باہم فخر کرنا اور فقرا کی دلشکنی کرنا وغیرہ امور ہیں اور الفاظ حدیث میں ان معانی کیطرف اشارے واقع ہوئے ہیں جیسا کہ متامل پر واضح ہے اور جزا کا مدار داعیۂ تکبر اور فخر کے اتباع سے نفس کے باز رکھنے پر ہے اور آنحضرت صلعم جب کوئی جدید لباس پہنتے تھے اسکا نام عمامہ یا کرتہ یا چادر لیکر فرماتے تھے اللهم لک الحمد کما کسوتنیه اسألک خیره وخیر ما صنع له واعوذ بک من شره وشر ما صنع له اسکی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے اور منجملہ ان اصول کے اعلیٰ درجہ کا زیور ہے اور یہاں دو اصل ہیں ایک تو یہ ہے کہ سونا ایک ایسی چیز ہے جس پر عجمی لوگ فخر کرتے ہیں اور اگر سونے کے زیور پہننے کا دستور جاری ہو تو کثرت سے طلب دنیا کی ضرورت پڑے بخلاف چاندی کے اسلئے کہ آنحضرت صلعم نے سونے کی بابت تشدد فرمایا اور فرمایا ولیکن علیکم بالفضة فالعبوا بها۔ مگر تم چاندی کو اختیار کرو پس اس سے کھیلا کرو۔ دوسری اصل یہ ہے کہ عورتوں کو آراستگی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے کہ انکے خاوندوں کو رغبت ہو یہی سبب ہے کہ تمام عرب وعجم میں بہ نسبت مردوں کے عورتوں کی آراستگی کا زیادہ دستور ہے اسلئے ضروری ہوا کہ عورتوں کو بہ نسبت مردوں کے زیادہ تزئین کی اجازت دی جائے لہٰذا حضور صلعم نے فرمایا احل الذهب والحرير للاناث من امتي وحرم على ذكورها سونا اور حریر میری امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں کو حرام کیا گیا۔ ایک شخص کے ہاتھ میں حضرت صلعم نے سونے کی انگوٹھی دیکھ کر فرمایا کہ تم میں کا کوئی شخص آگ کے انگارہ کا ارادہ کر کے اس کو ہاتھ میں کر لیتا ہے چاندی کی انگوٹھی کو مردوں کو بھی آپ نے اجازت عطا فرمائی ہے خاصکر صاحب حکومت کے لیئے اور فرمایا کہ برابر ایک مثقال کے اسکو مت پورا کرو اور آنحضرت صلعم نے عورتوں کو سونے غیر مقطع سے فرمایا اور غیر مقطع وہ ہے جو ایک ہی ٹکڑے سے بنی ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا اور جو کوئی اپنے دوست کو آگ کا حلقہ پہنانا چاہے تو وہ اس کو سونے کا حلقہ پہنائے من احب ان

[1] قطعا صغارا كما تكون في الحلي او الخاتم القصفيه او اعلام الثياب فانها مباح ۱۲ ه [2] لطوق وحلقة اي في الانف والاذن والحلق حلقة صغيرة للاذن والاوضاح حلي الفضة من الله داهم ۱۲

من ذہب وذکر علی ہذا الاسلوب الطوق والسوار وکذا جاء النص الصریح بقلادۃ من ذہب وخرص من ذہب
وسلسلۃ من ذہب وبین المعنی فی ہذا الحکم حیث قال اما انہ لیس منکن امراۃ تحلی ذہبا تظہرہ الا عذبت
بہ وکان لام سلمۃ رضی اللہ عنہا اوضاح من ذہب والظاہر انہا کانت مقطعۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم احل الذہب
للاناث معناہ الحل فی الجملۃ ہذا ما یوجب مفہوم ہذہ الاحادیث ولم اجد لہا معارضا ومذہب الفقہاء فی
ذلک معلوم مشہور واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ومنہا التزین بالشعور فان الناس کانوا مختلفین فی امرہا فالمجوس کانوا
یقصون اللحی ویوفرون الشوارب وکانت سنۃ الانبیاء علیہم السلام خلاف ذلک فقال صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا
المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب وکان ناس یحبون التشعث والتمہن والہیئۃ البذۃ ویکرہون التجمل و
التزین وناس یتعمقون فی التجمل ویجعلون ذلک احد وجوہ الفخر وغمط الناس فکان اخمال مذہبہم جمیعا
وردطریقہم احد المقاصد الشرعیۃ فان مبنی الشرائع علی التوسط بین المنزلتین والجمع بین المصلحتین
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفطرۃ خمس الختان والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار و
نتف الابط ثم مست الحاجۃ الی توقیت ذلک لیمکن الانکار علی من خالف السنۃ

اور اسی قاعدہ ہنسلی اور کنگن کا
ذکر کیا اور اسی طرح سونے کے ہار اور نیز سونے کی کان کی بالیوں اور سونے کے توڑے کے باب میں تصریح آئی ہے
اور آنحضرت صلعم نے اس حکم کی وجہ بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ تم میں سے کوئی عورت دکھلانے کے
لیئے زیور نہیں پہنتی مگر اسی زیور سے وہ عذاب دیجاویگی حضرت ام سلمہ کے پاس سونے کی ایک ہیکل تھی اور ظاہر یہ ہے
کہ وہ مقطع کے قسیلہ سے تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ عورتوں کے لیئے سونا حلال ہے
اُسکے یہی معنے ہیں۔ کہ فے الجملہ حلال ہے یہ جو کچھ کہ ہم نے بیان کیا اُن احادیث کا مفہوم ہے۔ اور مجھ کو ان احادیث
کا کوئی معارض نہیں ملا اور فقہار کا اس میں مذہب ہے وہ معلوم و مشہور ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

اور از انجملہ بالوں کی زینت ہے اسکے اندر لوگوں کے مختلف طریقے تھے۔ مجوس تو اپنی داڑھیوں کو ترشواتے
اور مونچھوں کو بڑھاتے تھے۔ اور انبیار علیہم السلام کا طریقہ اسکے خلاف تھا۔ اسلیئے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں
خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب یعنی مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب
ترشواؤ۔ اور کچھ لوگ پراگندہ حال رہنے اور ذلت و بیکت رہنے کو پسند کرتے تھے اور آرائش و زینت سے انکو نفرت تھی اور کچھ
لوگ آرائش میں نہایت تکلف کرتے تھے اور اسکو ایک فخر کی بات سمجھتے تھے۔ اور دوسری لوگوں کو ذلیل سمجھتے تھے۔ پس ان سب
طریقوں کا نیست و نابود کرنا منجملہ مقاصد شرعیہ کے ٹھہرا۔ کیونکہ شرائع کا مبنی افراط اور تفریط کو مابین حالت برابر اور
ان دونوں مصلحتوں کے جمع کرنے پر ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے الفطرۃ
خمس۔ الختان والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط فطرۃ۔ پانچ چیزیں ہیں ختنہ کرنا
اور موئے زیر ناف لینا۔ اور مونچھ کا ترشوانا اور ناخنوں کا ترشوانا اور بغل کے بالوں کا اکھاڑنا۔ پھر
اسکے معین کرنے کی ضرورت پڑی تاکہ اس طریقے کے مخالف انکار متوجہ ہو سکے۔

---

۱ کما رواہ ابوداود ومن قولہ ایما امراۃ تقلدت قلادۃ من ذہب قلدت فی عنقہا مثلہا من النار یوم القیمۃ ۱۲ ۲ وہو التحلیل للطاق
بلا فرق بین المقطع وغیرہ ۱۲ ۳ ای الردی ۱۲ ۴ یکملون ویکثرون ۱۲ ۵ بالغوا فی جزہا ۱۲ ۶ حلق العانۃ ۱۲

ولئلا یصل المتورع الی الحلق والنتف کل یوم والمتهاون الی ترکها سنة فوقت فی قص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط وحلق العانة ان لا یترك اکثر من اربعین لیلة وقال صلی الله علیه وسلم ان الیهود والنصاری لا یصبغون وکان اهل الکتاب یسدلون والمشرکون یفرقون فسدل النبی صلی الله علیه وآله وسلم ناصیته ثم فرق بعد فالسدل ان یرخی ناصیته علی وجهه وهی هیئة بذة والفرق ان یجعل ضفیرتین ویرسل کل ضفیرة الی صدغ ونهی صلی الله علیه وآله وسلم عن القزع **اقول** السر فیه انه من هیأت الشیاطین وهو نوع من المثلة تعافها الانفس لا القلوب المؤفة باعتیادها وقال صلی الله علیه وسلم من کان له شعر فلیکرمه ونهی عن الترجل الا غبا یرید التوسط بین الافراط والتفریط وقال صلی الله علیه وسلم لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق الله ولعن صلی الله علیه وآله وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال **اقول** الاصل فی ذلك ان الله تعالی خلق کل نوع وصنف مقتضیا لظهور احکام فی البدن کالرجال تلتحی وکالنساء یضعین الی نوع من الطرب والخفة فاقتضاؤها للاحکام بمعنی فی المبدأ هو بعینه کراهیة اضدادها ولذلك کان المرضی بقاء کل نوع وصنف علی ما تقتضیه فطرته وکان تغیر الخلق سببا للعن۔

اور ایسا نہ ہو کہ متورع لوگ ہر روز بال مونڈا کریں اور اکھیڑا کریں اور متہاون لوگ سال سال بھر تک خبر دار نہ کریں لہذا مونچھوں کے اور ناخنوں کے ترشوانے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف کے بال مونڈنے کی مدت مقرر کی گئی کہ چالیس روز سے زیادہ دیر نہ کرے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ان الیهود الخ یہود و نصاری نہیں رنگتے ہیں پس تم انکی مخالفت کرو یعنے تم حنا سے رنگا کرو اور اہل کتاب سدل کیا کرتے تھے۔ اور مشرک لوگ فرق کیا کرتے تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدل کیا اور بعد کو فرق کیا۔ سدل کے معنے پیشانی کے بالوں کا منہ پر چھٹکار رکھنا ہے اور یہ ایک بیگتی کی صورت ہے۔ اور فرق بالوں کے دو حصے کرکے ہر حصہ کنپٹی کی طرف پہنچا دینے کو کہتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چٹیا رکھنے سے منع فرمایا یہ ہیئت شیطانی اور ایک قسم کا مثلہ ہے جسکو تمام نفوس بجز اسکے عادی ہو کر ماؤف ہوگئے ہیں مکروہ جانتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من کان له شعر فلیکرمه۔ جس کسی کے بال ہوں تو انکی عزت کرنی چاہیے۔ اور آنحضرت صلعم نے کنگھی کرنے سے بجز تیسرے روز کے منع فرمایا ہے اور آپکی مراد افراط و تفریط میں توسط ہے اور نیز آپنے فرمایا ہے لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق الله گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال اکھیڑنے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کے رتوانے والیوں پر جو خلق الٰہی کو بدلتی ہیں خدا تعالیٰ کی لعنت کی ہے۔ اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنانے مردوں اور مردانی عورتوں پر لعنت کی ہے میں کہتا ہوں وجہ یہ ہے کہ خدا تعالے نے ہر نوع اور ہر صنف کو اسکے بدن میں ظہور احکام کا مقتضی بنایا ہے مثلاً مردوں کو امرد داڑھی وغیرہ کا اور عورتوں کے اندر خوشی و سرور کی باتیں سننے کی رغبت پیدا کی ہے پس انکی استعداد کے اعتبار سے جو اسکے مادہ میں پائی جاتی ہے کچھ احکام کا مقتضی ہونا بعینہ ان احکام کی اضداد سے نفرت کرنا ہوتا ہے لہذا ہر نوع اور صنف کا اپنی فطرت کے موافق باقی رہنا پسندیدہ ہوا اور تغیر خلق اللہ لعنت کا سبب ٹھہرا

ولذلك كره النبي صلى الله عليه وآله وسلم انزاء الحمير لتحصيل البغال ومن الزينة ما يكون كالتقوية لفعل الطبيعة والتوطئة له والتمشية اياه كالكحل والترجل وهو محبوب ومنها ما يكون كالمباين لفعلها كالاختيار للانسان هيئة الدواب وما يكون تعمقا في ابداء ما لا تقتضيه الطبيعة وهو غير محبوب اذا خلي الانسان وفطرته عدّه مثلة ومنها اصطناع التصاوير في الثياب والجدران والانماط فنهى عنها النبي صلى الله عليه وسلم ومدار النهي شيئان احدهما انها احد وجوه الارفاه والزينة فانهم كانوا يتفاخرون بها ويبذلون اموالا خطيرة فيها فكانت كالحرير وهذا المعنى موجود في صورة الشجر وغيرها وثانيهما ان المحاضرة بالصور واتخاذها وجريان الرسم بالرغبة فيها يفتح باب عبادة الاصنام وينوه امرها ويذكرها لاهلها وما نشأت عبادة الاصنام في اكثر الطوائف الا من هذه وهذا المعنى يختص بصورة الحيوان ولذلك امر بقطع راس التماثيل لتصير كهيئة الشجر وخف فساد صناعة صورة الاشجار قال صلى الله عليه وسلم ان البيت الذي فيه الصورة لا تدخله الملائكة وقال صلى الله عليه وسلم كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفسا فيعذب به في جهنم وقال صلى الله عليه وسلم من صور صورة عذب وكلف ان ينفخ فيها وليس بنافخ اقول لما كانت التصاوير فيها معنى الاصنام وقد تحقق في الملاء الاعلى داعية غضب ولعن على الاصنام وعبدتها وجب ان

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے خچر پیدا ہونے کیلئے گھوڑی کو گدھے سے کا بھن کرانے سے نہی فرمائی ہے مگر بعض قسم کی آرایش تو ایسی ہوتی ہے جس میں طبیعت کے فعل کی تقویت اور اسکی تائید اور اسکی پیروی ہوتی ہے مثلاً سرمہ لگانا اور کنگھی کرنا اور یہ آرایش پسندیدہ چیز ہے اور بعض قسم کی آرایش فعل طبیعت کے مخالف ہوتی ہے جیسے انسان کو حیوانات کی ہیئت بنانا اور بعض قسم کی وہ زینت ہے جس میں تکلف کرکے نئی نئی چیزوں کا ایجاد پایا جائے طبیعت جنکی مقتضی نہیں ہے اس قسم کی آرایش بھی ناپسندیدہ ہے۔ اگر انسان کو اس کی فطرت کے ساتھ چھوڑ دیا جائے تو انسان ضرور اسکو مثلہ خیال کرے اور ازانجملہ کپڑوں اور دیواروں اور فروش میں تصاویر کا بنانا ہے آنحضرت صلعم نے اس سے نہی فرمائی ہے اور اس نہی کا مدار دو باتوں پر ہے۔ ایک تو یہ کہ اس میں ترفہ اور آرایش کی صورت ہے اسواسطے کہ وہ لوگ تصاویر سے فخر کیا کرتے تھے اور مال کثیر انمیں صرف کیا کرتے تھے پس اسکا حال بھی حریر کی مانند ہوا اور یہ درخت وغیرہ کی تصویر میں بھی موجود ہے دوسری بات یہ ہے کہ تصاویر میں مشغول رہنا اور انکا بنانا اور انکی طرف رغبت کرنیکا دستور جاری ہونا ایسا امر ہے کہ اس سے بت پرستی کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور اسمیں بتوں کی عظمت اور بت پرستوں کے لیے انکی یاددہانی اور اکثر امتوں کی بت پرستی کے جاری ہونے کا منشا یہی واقع ہوا ہے اور یہ بات صرف حیوانات کی تصویر میں پائی جاتی ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم نے مورتوں کے سر کاٹنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ درخت کی صورت ہو جائیں اور ان درختوں کی تصویر میں اسقدر قباحت نظر نہیں آتی اور فرمایا ہے ان بیت الذی فیہ الصورۃ لا تدخلہ الملئکۃ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے نہیں آتے اور فرمایا ہے کل مصور فی النار ہر مصور آگ میں ہے جو جو تصویر اس نے بنائی ہے ہر ایک کے بدلہ میں اسکے لیے ایک نفس مقرر کیا جائیگا وہ اسکو جہنم کے اندر عذاب دیگا اور فرمایا ہے من صور صورۃ الخ یعنے جس نے کوئی مورت بنائی ہے اسکو عذاب دیا جائیگا اور کہتے جائیں گے کہ اس میں جان ڈال اور وہ جان نہ ڈال سکے گا۔ پس میں کہتا ہوں چونکہ تصاویر کے اندر بتوں کے معنے پائے جاتے ہیں اور ملاء اعلیٰ میں بتوں اور بت پرستوں کی لعنت اور

غضب کا اقتضا پایا جانا ضروری ہے

يتنفر منها الملائكة، واذا حشر الناس يوم القيامة باعمالهم تمثل عمل المصوّر بالنفوس التي تصورها في نفسه، واراد محاكاتها في عمله لانها اقرب ما هنالك وظهر اقدامه على المحاكاة وسعيه ان يبلغ فيها غاية المدى في صورة التكليف بان ينفخ فيها الروح وليس بنافخ ومنها الاشتغال بالملهيات وهي ما يلهي النفس عن هم آخرته ودنياه ويضيع الاوقات كالمعازف والشطرنج واللعب بالحمام واللعب بتحريش البهائم ونحوها فان الانسان اذا اشتغل بهذه الاشياء لهاعن طعامه وشرابه وحاجته وربما كان حاقنا ولا يقوم للبول فان جرى الرسم بالاشتغال بها صار الناس كلا على المدينة ولم يتوجهوا الى صلاح نفوسهم واعلم ان الغناء والدف في الوليمة ونحوها عادة العرب والعجم ودينهم وذلك لما يقتضيه الحال من الفرح والسرور فليس ذلك من الملهيات انما ميزان الملهيات ما كان في زمانه صلى الله عليه وسلم في الحجاز وفي القرى العامرة لا ما كان الاشتغال به زائدا على الفرح والسرور المطلوبين كالمزامير قال صلى الله عليه وسلم من لعب بالنردشير فقد عصى الله ورسوله وقال صلى الله عليه وسلم من لعب بالنردشير فكانما صبغ يده في لحم خنزير ودمه وقال صلى الله عليه وسلم ليكونن من امتي اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف وقال صلى الله عليه وسلم اعلنوا النكاح واضربوا عليه بالدف

کہ ملائکہ کو ان سے نفرت ہو اور جب تمام لوگ قیامت کے روز اپنے اپنے اعمال کے ساتھ اٹھائے جائیں گے تو اس روز مصور کا عمل اُن نفوس کی صورت میں متمثل ہو جائے گا تصویر بنانے کے وقت جنکا اس نے تصور کیا تھا اور اسکی نقل بنانی چاہی تھی اس واسطے انہیں نفوس کی صورت میں ظاہر ہونا نہایت مناسب ہے اور اس مصور نے ان حیوانات کی نقل بنانے پر جو اقدام کیا ہے اور اسبات میں کوشش کی ہے کہ نقل بنانے میں کمال کے مرتبے کو پہنچا دے قیامت کے روز اُسکا ظہور اس طرح پر ہوگا کہ اس سے کہا جائیگا اس تصویر میں جان ڈال وہ نہ ڈال سکے گا اور از انجملہ غم غلط کرنیوالی چیزوں میں مشغول رہنا ہے یہ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جنکی وجہ سے نفس کو دنیا و آخرت سے بے فکری ہو جاتی ہے اور اوقات ضائع ہوتی ہے مثلاً معزف اور شطرنج اور کبوتر بازی اور جانوروں کا لڑانا علی ہذا القیاس کیونکہ انسان جب ان چیزوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو اسکو کھانے اور پینے کی اور اور ضروریات کی خبر نہیں رہتی بلکہ بسا اوقات پیشاب پاخانہ روکے بیٹھا رہتا ہے اور وہاں سے نہیں ٹلتا۔ پھر اگر ایسی چیزوں میں مشغول رہنے کا دستور عام ہو جائے تو تمام شہر والے شہر پر بھاری پڑ جائیں اور اپنی جان کی درستی کی ان کو خبر نہ ہے معلوم کرو کہ راگ اور دف اور ولیمہ وغیرہ کے اندر تمام عرب وعجم کی عادات اور خصدت میں داخل ہے۔ اسواسطے کہ یہ سرور اور خوشی کے حال کا مقتضی ہے اور ان چیزوں میں سے نہیں ہے جس سے دنیا و دین خراب ہو جائے۔ اور ان چیزوں میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ جو چیزیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تمام ملک حجاز اور تمام اداب بستیوں میں فرح اور سرور سے جو ایک مطلوب چیز میں زائد ہوں وہ چیزیں ممنوع اور دنیا و عاقبت کی خراب کرنے والی ہیں۔ مثلاً مزامیر۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من لعب بالنرد و فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ جس نے شطرنج کھیلا گویا اُس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے لیکونن من امتی یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف میری امت میں بلاشبہ کچھ گروہ ایسے ہوں گے جو فرج اور حریر اور شراب اور کھیل کی چیزوں کو حلال سمجھیں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالدف نکاح کا اعلان کرو اور اسپر دف بجا دو

فالملاهي نوعان محرم وهي الات المطربة كالمزامير ومباح وهو الدف والغناء في الوليمة ونحوها من حادث سرور، واما الحداء وهو في الاصل ما يقصد به تهييج الابل لكن المراد ههنا مطلق التشبيب وتاليف الالحان والايقاع فهو مباح فانه من انبساطات دون المسليات واما اللعب بآلات الحرب كالمناضلة وتاديب الفرس واللعب بالرماح فليس من اللعب في الحقيقة لما فيه من مقصود شرعي وقد لعبت الحبشية بالحراب الدرق بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسجده وقال صلى الله عليه وسلم يتبع حمامة شيطان يتبع شيطانة ونهى عليه السلام عن التحريش بين البهائم ومنها اقتناء عدد كثير من الدواب والفراش لا يقصد بذلك كفاية الحاجة بل مراءاة الناس والفخر عليهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فراش للرجل وفراش لامرأته والثالث للضيف والرابع للشيطان وقال صلى الله عليه وسلم يكون ابل للشياطين وبيوت للشياطين قال ابو هريرة رضي الله تعالى عنه اما ابل الشياطين فقد رايتها يخرج احدكم بنجيبات معه قد اسمنها ولا يعلو بعيرا منها ويمر باخيه قد انقطع به فلا يحمله وكان اهل الجاهلية مولعين باقتناء الكلاب بجميع كلاب وهو حيوان ملعون تتاذى منه الملائكة فان له مناسبة بالشياطين كما قلنا في الوزغ فحرم النبي صلى الله عليه وسلم اقتناءها وقال من اتخذ كلبا الا كلب ماشية او صيد او زرع انتقص من اجره كل يوم قيراط

پس ملاہی دو قسم کی ہیں ایک حرام یہ وہ کھیل کی چیزیں ہیں جو طرب اور سرور پیدا کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں مثلاً مزامیر اور ایک مباح وہ ولیمہ وغیرہ میں اظہار سرور کی غرض سے دف بجانا اور گانا ہے اور حدی اصل میں تو وہ ہوتی ہے جو اونٹوں کے اندر جولانی کرنے کی غرض سے پڑھی جاتی ہے مگر یہاں مطلق خوش الحانی اور گھٹاؤ بڑھاؤ کے ساتھ کسی چیز کا پڑھنا مراد ہے وہ بھی مباح ہی ہے اس واسطے کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے دنیا و آخرت سے بے فکری ہو جائے بلکہ وہ ملال دور کرنیوالی چیز ہے اور آلات جنگ سے بازی کرنا مثلاً تیر بازی کرنا یا گھوڑے کا پلٹنا یا نیزہ بازی کرنا تو فی الحقیقت یہ چیزیں کھیل میں تو داخل نہیں کیونکہ ان سے مقصود شرعی حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو آپ ہی کی مسجد میں ایک مرتبہ حبشیوں نے پٹا کھیلا ہے ۔ اور ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو کبوتر کے پیچھے پیچھے جاتا دیکھا تو آپ نے فرمایا ایک شیطان ہے جو اپنے شیطان کے پیچھے جا رہا ہے اور آنحضرت نے جانوروں کے لڑانے سے نہی فرمائی ہے از انجملہ حاجت سے زیادہ صرف دکھانے اور فخر کرنے کے لیے سواریوں اور فرش فروش کا اکٹھا کرنا ہے ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے فرش للرجل الخ ایک بستر مرد کے لیے ہوتا ہے اور ایک اسکی بیوی کے لیے اور تیسرا مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یکون الخ یعنے اونٹ شیاطین کے لیے اور بعضے گھر شیاطین کے لیے ہوتے ہیں اور ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں شیاطین کے لیے اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں تم میں سے کوئی شخص عمدہ عمدہ اونٹنیوں کو فربہ کر کے اپنے ساتھ لے کر نکلتا ہے اور ان میں سے کسی پر سوار نہیں ہوتا اور راستہ میں اس کو کوئی بھائی مسلمان ملتا ہے جسکے پاس سواری وغیرہ نہیں ہوتی تو وہ اس کو بھی سوار نہیں کرتا ۔ اور اہل جاہلیت کو کتے پالنے کا بڑا شوق تھا اور کتا ایک ملعون جانور ہے جس سے ملائکہ کو تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ اس کو شیاطین کے ساتھ بہت مشابہت ہے جیسا کہ چھپکلی کے اندر ہم نے بیان کیا ہے لہذا آپ نے اسکے گھر میں رکھنے سے منع فرمایا اور فرمایا من اتخذ الخ جو کوئی کتا رکھے بجز کتے کے جو مواشی یا شکار کھیتی کے لیے ہو ۔ ہر روز اسکے اجر میں سے ایک قیراط گھٹتا رہتا ہے ۔

وفی روایۃ قیراطان وفی حکم الکلاب القردۃ والخنازیر اقول السر فی انتقاص اجرہ انہ بعد البھیمۃ ویقھر الملئکۃ والقیراط خرج مخرج المثل یرید بہ الجزء القلیل ولذلک لم یکن بین قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیراطان وقولہ قیراط مناقضۃ ومنھا استعمال اوانی الذھب والفضۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم الذی یشرب فی اناء الفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جھنم وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشربوا فی آنیۃ الذھب والفضۃ ولا تاکلوا فی صحافھا فانھا لھم فی الدنیا ولکم فی الاٰخرۃ وقد ذکرنا قبل ما ینکشف بہ سرہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمروا الاٰنیۃ واوکوا الاسقیۃ واجیفوا الابواب واکفتوا صبیانکم عند المساء فان للجن انتشارا وخطفۃ واطفؤا المصابیح عند الرقاد فان الفویسقۃ ربما اجترت الفتیلۃ فاحرقت اھل البیت وفی روایۃ فان الشیطان لا یحل سقاء ولا یفتح بابا ولا یکشف اناء وفی روایۃ فان فی السنۃ لیلۃ ینزل فیھا وباء لا یمر باناء لیس علیہ غطاء او سقاء لیس علیہ وکاء الا نزل فیہ من ذلک الوباء اقول اما انتشار الجن عند المساء فلکونھم ظلمانیین فی اصل الفطرۃ فیحصل لھم عن انتشار الظلمۃ ابتھاج وسرور فینتشرون واما ان الشیطان لا یحل وکاء فلان اکثر تاثیراتھا فی ضمن افعال الطبعیۃ کما ان الھواء اذا دخل فی البیت دخل الجنی معہ واذا اشتد ھدہ الحجر وامد فی تدھدہ اکثر مما تقتضیہ العادۃ ونحو ذلک واما ان فی السنۃ لیلۃ ینزل

اور ایک روایت میں دو قیراط آیا ہے اور بندر اور خنزیر کے پالنے کا بھی حکم کتے کے پالنے کے مانند ہے میں کہتا ہوں اجر کے کم ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس سے قوت بہیمی کو مدد پہنچتی ہے اور ملکیت مغلوب ہوتی رہتی ہے اور قیراط مقدار کو تمثیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور اس سے جزو قلیل مراد ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قیراط اور دو قیراط کے ساتھ بیان کرنے میں کچھ منافات نہ ہوئی۔ اور از انجملہ سونے چاندی کے ظروف کا استعمال کرنا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے الذی یشرب الخ جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے بلا شبہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لا تشربوا الخ سونے اور چاندی کے برتن میں مت پیو اور نہ اس کی رکابیوں میں کھاؤ کیونکہ اُنکے لیو تو وہ دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے وہ آخرت میں ہیں اور سابقا ہم جو بیان کر چکے ہیں اس سے اسکی وجہ صاف صاف معلوم ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خمروا الآنیۃ الخ شام کو ہوتے ہی برتنوں کو ڈھانک دیا کرو اور مشکیزوں کے دہانے باندھ دیا کرو اور دروازے بند کر دیا کرو اور اپنے بچوں کو اکٹھا کر لیا کرو کیونکہ جن پھیلے رہتے ہیں اور اچکتے پھرتے ہیں اور سوتے وقت چراغوں کو گل کر دیا کرو اس واسطے کہ فویسقہ یعنے چوہا اکثر فتیلے کو کھینچ لیتا ہے اور گھر والوں کو پھونک دیتا ہے اور ایک روایت میں اسکے ساتھ یہ بھی آیا ہے فان الخ کیونکہ شیطان مشک کو نہیں کھولتا۔ اور دروازہ کو کھولتا ہے اور نہ برتن کو کھولتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے فان الخ کیونکہ سال بھر میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جسمیں وبا نازل ہوتی ہے پھر اُس وبا کا جس کسی برتن بغیر ڈھکے یا بغیر بندھی مشک پر گذر ہوتا ہے تو ضرور اسمیں اس وبا میں سے کچھ نازل ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شام کے وقت جنات کے پھیلجانے کا سبب یہ ہے کہ وہ اصل فطرت کے اعتبار سے ظلمانی ہیں پس جبکہ تاریکی پھیلتی ہے انکو بہجت اور سرور حاصل ہوتا ہے اور وہ جابجا منتشر ہو جاتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے جو یہ فرمایا ہے کہ شیطان بند چیز کو نہیں کھولتا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اکثر ہمنے دیکھا ہے کہ شیاطین کا اثر افعال طبعیہ کے ضمن میں ہوا کرتا ہے مثلاً کسی گھر میں ہوا کا گذر ہوتا ہے تو جنات اکثر اسکے ساتھ گھر میں گھس جاتے ہیں یا کسی پتھر کو اوپر سے دھکیلا جائے اور اُسکے لڑھکانے میں کوشش کیجائے تو مقتضائے عادت سے زیادہ وہ جنات کے اثر سے لڑھک جاتا ہے وعلی ہذا القیاس آنحضرت صلعم نے جو یہ فرمایا ہے کہ سال بھر میں ایک شب ایسی ہوتی ہے جسمیں بلا کا نزول ہوتا ہے

فیہا الوباء فمعناہ انہ یجیٔ بعد زمان طویل وقت یفسد فیہ الھواء وقد شاھدت ذلک مرۃ احسست بھواء
خبیث اصابنی صداع فی ساعۃ وما وصل الی ثم رأیت کثیرا من الناس قد مرضوا واستعد والحدوث مرض
فی تلک اللیلۃ ومنہا التطاول فی البنیان وتزویق البیوت وزخرفتہا فکانوا یتکلفون فی ذلک غایۃ التکلف
ویبذلون اموالا خطیرۃ فعالجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتغلیظ الشدید فقال ما انفق المؤمن من نفقۃ الا اجر فیہا
الا نفقتہ فی ھذا التراب وقال صلی اللہ علیہ وسلم ان کل بناء وبال علی صاحبہ الا ما لا الا ما لا یعنی ان ما لا بد منہ
وقال صلی اللہ علیہ وسلم لیس لی او لیس لنبی ان یدخل بیتا مزوقا وقال علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ لم یأمرنا ان
نکسوا الحجارۃ والطین وکان الناس قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتمسکون فی امراضہم وعاھاتہم بالطب والرقی و
فی تقدمۃ المعرفۃ بالفال والطیرۃ والخط وھو الرمل والکہانۃ والنجوم وتعبیر الرؤیا وکان فی بعض ذلک ما لا ینبغی
فنہی عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واباح الباقی فالطب حقیقتہ التمسک بطبائع الادویۃ الحیوانیۃ والنباتیۃ
والمعدنیۃ والتصرف فی الاخلاط نقصا او زیادۃ والقواعد الملیۃ تصححہ اذ لیس فیہ شائبۃ شرک ولا فساد فی
الدین والدنیا بل فیہ نفع کبیر وجمع اشمل الناس الا المداواۃ بالخمر اذ للخمر ضراوۃ لا تنقطع والمداواۃ بالخبیث
ای السم ما امکن العلاج بغیرہ فانہ ربما افضی الی القتل والمداواۃ

اسکے یہ معنے ہیں کہ مدت دراز کے بعد ایک ایسا وقت پیدا ہو جاتا ہے جس میں ہوا بگڑ جاتی ہے اور میں نے ایکمرتبہ اسکا مشاہدہ کیا ہے اُسکی یہ صورت ہوئی کہ مجھے ایک ہوا چلتی ہوئی معلوم ہوئی جس کیوجہ سے اسیوقت میرے سر میں درد پیدا ہو گیا۔ اور ازانجملہ بلند بلند مکان بنانا اور انکی زیب و زینت کرنا ہے اسبات میں بھی لوگ نہایت تکلف کرتے تھے اور مال کثیر اس میں صرف کر ڈالتے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت سخت حکم سنا کر اسکا علاج کیا اور فرمایا ما انفق المؤمن الخ مومن کوئی خرچ ایسا نہیں کرتا جس میں اُسکو اجر نہ دیا جائیگا بجز اُس خرچ کے جو اس مٹی میں کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کل بناء وبال علی صاحبہا الا ما لا الا ما لا یعنے الا ما لا بد منہ ہر عمارت اپنے بنانے والے پر وبال ہے مگر ما لا مگر ما لا یعنے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لیس لی او لیس لنبی الخ میرے لیے جائز نہیں یا کسی نبی کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی آراستہ گھر میں داخل ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ لم یامرنا الخ خدا تعالے نے ہم کو اسبات کا حکم نہیں دیا ہے کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں اور قبل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر لوگوں کا دستور تھا کہ اپنی امراض اور مصائب میں طب اور منتر سے کام لیا کرتے تھے اور کسی آئندہ چیز کے معلوم کرنے میں فال اور شگون اور خطوط سے کام لیا کرتے تھے اسکا نام رمل ہے اور نیز کہانت اور نجوم اور تعبیر خواب سے کام لیتے تھے اور اُنکے اندر بعض ناروا امور تھے لہذا اُن سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو منع فرمایا۔ اور باقی کو مباح کیا پس طب کی حقیقت ادویہ حیوانیہ یا نباتیہ یا معدنیہ کے طبائع کے موافق عمل کرنا اور اخلاط کے اندر تصرف کرکے انمیں کمی بیشی کرنا ہے اور قواعد شرعیہ سے انکا ثبوت ہوتا ہے اسواسطے کہ ان میں شرک کی آمیزش نہیں ہے اور نہ ان میں دین و دنیا کا کچھ نقصان ہے بلکہ اس میں بہت منفعت اور لوگوں کی جماعت کا مجتمع کرنا ہے مگر شراب سے علاج کرنا ممنوع کیا گیا ہے اسواسطے کہ شراب کی جس کو چاٹ لگ جاتی ہے پھر اسکا جانا دشوار ہوتا ہے۔ اسی طرح خبیث ادویہ یعنی سمیات سے حتی الامکان علاج کرنا منع ہے کیونکہ بسا اوقات اُن سے جان جاتی رہتی ہے۔

بالكلية ما امكن بغيره لان الحرق بالنار احد الاسباب التي تنفر منها الملائكة والاصل فيما روي
النبي صلى الله عليه وسلم من المعالجات التجربة التي كانت عند العرب واما الرقى فحقيقتها التمسك
بكلمات لها تحقق في المثال واثر والقواعد الملية لا تدفعها ما لم يكن فيها شرك لا سيما اذا كان من
القرآن والسنة او مما يشبههما من التضرعات الى الله والعين حق وحقيقتها تاثير المام نفس
العائن وصدمة تحصيل من المام بالمعين وكذا نظرة الجن وكل حديث فيه نهي عن الرقى
والتمائم والتولة[1] فمحمول على ما فيه شرك او انهماك في التسبب بحيث يغفل عن الباري
جل شانه واما الفال والطيرة فحقيقتهما ان الامر اذا قضي به في الملأ الاعلى ربما تلونت
بلونه وقائع جبلت على سرعة الانعكاس فمنها الخواطر ومنها الالفاظ التي يتفوه بها من غير
قصد معتد به وهي اشباح الخواطر الخفية التي لا يقصد اليها بالذات ومنها الوقائع الجوية
فان اسبابها في الاكثر من الطبيعة ضعيفة وانما تختص لصورة دون صورة باسباب
فلكية او انعقاد امر في الملأ الاعلى وكان العرب يستدلون بها على ما ياتي وكان فيه
تخمين واثارة وسواس بل ربما كانت مظنة للكفر بالله وان لم تطمح الهمة الى الحق
فنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن الطيرة وقال خيرها الفال يعني كلمة صالحة يتكلم بها

اور حتی الامکان داغ دینا بھی منع ہے کیونکہ آگ سے جلانا ایسی چیز ہے جس سے ملائکہ کو نفرت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معالجات مروی ہیں انکی اصل وہی تجربات ہیں جو عرب کے نزدیک تھے اور رقیہ کی حقیقت اُن کلمات کا استعمال کرنا ہے عالم مثال میں جن کے لیے تحقق اور اثر ہوتا ہے اگر وہ کلمات شرک سے خالی ہوں تو قواعد شرعیہ انکو رد نہیں کرتی خصوصاً جبکہ وہ کلمات قرآن وحدیث سے ہوں جنمیں تضرع الی اللہ تعالی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور نظر حق ہے اور نظر حقیقت میں اُس نظر اور صدمہ کا نام ہے جو دیکھنے والے کی تاثیر نفس سے اسکو صدمہ پہونچتا ہے جسکو نظر لگائی جائے کسی چیز کے اندر پیدا ہوتا ہے اور یہی جنات کے نظر کا حال ہے اور جن احادیث میں منتر اور تعویذ اور حب کے عمل وغیرہ سے نہی وارد ہوئی ہے وہ اُنھیں صورتوں کے ساتھ متعلق ہے جنمیں شرک یا سبب کا اندر اس قدر انہماک کے معنی پائے جاتے ہوں جسکی وجہ سے باریتعالی سے غفلت ہوجائے اور شگون بد یا شگون نیک کی حقیقت یہ ہے کہ ملاء اعلی میں جب کسی امر کا حکم دیا جاتا ہے تو بسا اوقات وہ واقعات جو اپنی جبلت کے اعتبار سے ہر چیز کا عکس سرعت کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اُس امر کا رنگ پکڑ لیتے ہیں وہ واقعات ایک تو دلوں کے خطرات اور خیالات ہیں اور ایک الفاظ ہیں جو مقصود بالذات ہوتے ہیں اور ایک وقائع جویہ یعنے وہ واقعات جو زمین و آسمان کے مابین فضا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں کیونکہ طبیعت کے اعتبار سے ان واقعات کے اسباب بہت ضعیف ہوا کرتے ہیں اور انکا ایک صورت کیساتھ خاص ہونا اور دوسری کے ساتھ نہونا اسباب فلکیہ یا ملاء اعلی میں کسی امر کے ثابت ہوجانے کی وجہ سے ہوتا ہے اور عرب کے لوگ ان باتوں سے واقعات آئندہ پر استدلال کیا کرتے تھے چونکہ اس بات میں صرف تخمین کو دخل ہوتا تھا اور وہم کا اس میں برانگیختہ کرنا بلکہ بسا اوقات کفر اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ خدا تعالی سے انکی توجہ ہٹ جائے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی سے بالکل منع فرمایا اور فرمایا خیرھا الخ یعنے ان میں فال ہے یعنی کوئی نیک کلمہ جو نیک آدمی کی زبان سے نکلے

[1] بکسر تاء و فتح واو ما یحبب المرأة الی زوجہا من السحر وغیرہ ۱۲

انسان صحيح فانما البعد من تلك القبائح ونفي العدوى لا بمعنى نفيها اصلا لكن العرب يظنونها سببا مستقلا ويخبون التوكل راسا والحق ان سببية هذه الاسباب انما تتم اذا لم ينعقد قضاء الله على خلافه لا نرى انا نتقلد اتمه الله ثم ان ينخرم النظام والتعبير عن هذه النكتة بلسان الشرع انها اسباب عادية لا عقلية والهامة تفتح باب الشرك غالبا وكذلك الغول فنهى عن الاشتغال بمثل هذه الامور لان هذه ليست حقيقة البتة كيف والاحاديث متظاهرة على ثبوت الجن وتردده في العالم وعلى ثبوت اصل العدوى وعلى ثبوت اصل الشوم في المرأة والفرس والدار فلا جرم ان المراد نفيها من حيث جواز الاشتغال بها ومن حيث انه لا يجوز المخاصمة في ذلك فلا يسمع خصومة من ادعى على احد انه قتل ابله وامرضها بادخال الابل المريضة عليها ونحو ذلك كيف وقد اخبر بان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الكهانة وهي الاخبار عن الجن اشد نهي وبرئ ممن اتى كاهنا ثم لما سئل عن حال الكهان اخبر ان الملائكة تنزل في العنان فتذكر الامر قد قضي في السماء فتسترق الشياطين السمع فتسمعه فتوحيه الى الكهان فيكذبون معها مائة كذبة يعني ان الامر اذا تقرر في الملأ الاعلى ترشح منه رشحات على الملائكة السافلة التي استعدت لالهامها فربما تلقاها بعض اذكياء الجن ثم تتلقى الكهان منهم بحسب مناسبات جبلية وكسبية فلا تظنن ان النبي ليس معتمدا على وجودها

کیونکہ وہ ان قباحات سے پاک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدوی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانے سے انکار فرمایا ہے نہ بایں معنی کہ وہ بالکل ایک بے اصل چیز ہے بلکہ عرب کے لوگ اس کو ایک سبب مستقل خیال کرتے تھے اور توکل کو بالکل بھول جاتے تھے اور حق یہ بات ہے کہ ان اسباب کی سببیت اسیوقت تک ثابت رہتی ہے جبتک ان کے خلاف خداتعالیٰ کا حکم ثابت نہ ہو اسواسطے کہ حکم الٰہی کے منعقد ہوجانے کے بعد خداتعالیٰ اسکو پورا کردیتا ہے اور نظام بھی بدستور قائم رہتا ہے زبان شرع سے اس نکتہ کو اسطرح بیان کرسکتے ہیں کہ یہ اسباب عقلیہ نہیں ہیں بلکہ اسباب عادیہ ہیں اور ہامۃ (جانور جو قبر میں پیدا ہوجاتا ہے زمانہ جاہلیت کے اوہام کے موافق ہے) اور غول سے شرک کا دروازہ کھلتا ہے اسواسطے ان امور کے اندر مشغول ہونے سے ان کو منع کیا گیا نہ اسواسطے کہ یہ بالکل بے حقیقت چیزیں ہیں یہ نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ احادیث متظاہرہ سے جنات اور جہان میں انکے منتشر رہنے اور عدوی کا ثبوت ہوتا ہے اور نیز احادیث سے عورت اور گھوڑے اور مکان کے اندر نحوست کی اصل کا ثبوت ہوتا ہے پس لامحالہ انکی نفی بایں معنی ہوگی کہ ان کے اندر مشغول رہنا منع ہے اور اس میں مخاصمت نہیں ہوسکتی ہیں اگر کوئی شخص کسی پر دعوی کرے کہ اس نے اپنا بیمار اونٹ میرے اونٹ کے پاس لاکر بیمار کردیا یا مارڈالا وعلیٰ ہذا القیاس اس کا دعوی مسموع نہ ہوگا اور یہ چیزیں بالکل بے اصل ہو بھی نہیں سکتیں تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہانت یعنی جنات کی خبر بیان کرنے سے نہایت سختی سے نہی فرمائی ہے اور جو شخص کاہن کے پاس جائے اس سے آپ نے بری الذمہ ہونا بیان فرمایا ہے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کا حال دریافت کیا گیا ہے تو آپ نے بیان فرمایا کہ ہوا کے جو میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ اس امر کا باہم ذکر کرتے ہیں آسمان میں جسکا حکم دیدیا جاتا ہے تو شیاطین خفیہ طور پر وہاں سننے چھپکے جا پہنچتے ہیں اور اسکو سن آتے ہیں اور کاہنوں سے آکر کہدیتے ہیں اور وہ انکے ساتھ ایک سو جھوٹ ملا لیتے ہیں یعنی ملاء اعلیٰ میں جب کہ وہ امر ثابت ہوجاتا ہے تو ملائکہ سافلہ پر جو الہام کی قابلیت رکھتے اسکا فیضان ہوتا ہے بعض جنات جو ہوشیار اور زکی ہوتے ہیں ملائکہ سے اسکو معلوم کرلیتے ہیں پس اس بات کا یقین کرلو کہ اسکا مدار اسباب پر نہیں ہے کہ نفس الامر میں وہ چیزیں نہیں پائی جاتیں۔

فی الخروج بل علی کونهما مظنة للخطأ والشرك والفساد كما قال عز من قائل قل فيهما اثم كبير و
منافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما اما الانواء والنجوم فلا يبعد ان يكون لهما حقيقة فان
الشرع انما اتى بالنهى عن الاشتغال بها لا نفى الحقيقة البتة وانما تواترت السلف الصالح بترك
الاشتغال بها وذم المشتغلين وعدم القبول بتلك التاثيرات لا القول بالعدم اصلا وان
منها ما يلحق بالبديهيات الاولية كاختلاف الفصول باختلاف احوال الشمس والقمر ونحو
ذلك ومنها ما يدل عليه الحدس والتجربة والرصد كمثل ما تدل هذه على حرارة
الزنجبيل وبرودة الكافور ولا يبعد ان يكون تاثيرها على وجهين وجه يشبه الطبائع فكما ان
لكل نوع طبائع مختصة به من الحر والبرد واليبوسة والرطوبة بها يتمسك فی دفع الامراض
فكذلك للافلاك والكواكب طبائع وخواص كحر الشمس ورطوبة القمر فاذا جاء ذلك الكوكب
فی محله ظهرت قوته فی الارض الا تعلم ان المرأة انما اختصت بعادات النساء واخلاق تنتسخ
يرجع الى طبيعتها وان خفى ادراكها والرجل انما اختص بالجراءة والجهورية ونحوهما لمعنى
فی مزاجه فلا تنكر ان يكون لحلول قوى الزهرة والمريخ بالارض اثر كاثر هذه الطبائع الخفية
وثانيهما وجه يشبه قوة روحانية متركبة مع الطبيعة وذلك مثل قوة نفسانية فی الجنين من قبل ابيه
والمواليد بالنسبة الى السموات والارضين كالجنين بالنسبة الى ابيه وامه

بلکہ اسواسطے ان سے نہی کی گئی ہے کہ ان سب میں خطا اور شرک اور فساد کا اندیشہ ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے قل فیہما
اثم کبیر الآیہ کہدے کہ ان دونوں میں گناہ عظیم ہے اور لوگوں کے لیے منفعتیں ہیں اور انکا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا
ہے۔ باقی رہے ستارے تو یہ بات بعید نہیں ہے کہ ان کی بھی کچھ اصل ہو کیونکہ شرع نے صرف انکے اندر مشغول رہنے سے نہی
فرمائی ہے انکی حقیقت کی نفی بالکلیہ نہیں کی ہے اور اسیطرح سلف صالح سے ان چیزوں میں مشغول نہ ہونا اور مشتغلین کی
مذمت اور ان تاثیرات کا قبول نہ کرنا تواتر چلا آیا ہے مگر انسے ان چیزوں کا معدوم ہونا ثابت نہیں ہوتا علاوہ بریں ان
میں سے بعض اشیاء ایسی ہیں جو یقینی کے درجہ میں بدیہیات اولیہ کے درجے کو پہونچ چکی ہیں مثلاً شمس و قمر کے حالات
مختلف ہونے سے فصول کا مختلف ہونا وعلیٰ ہذا القیاس اور بعض باتیں فکر یا تجربہ یا رصد سے ثابت ہوتی ہیں جسطرح
تجربہ وغیرہ سے مثلاً سونٹھ کی حرارت اور کافور کی برودت ثابت ہوتی ہے اور غالباً انکی تاثیر دو طریقہ سے ہوتی ہے
ایک طریقہ تو طبیعت کے قریب قریب ہے یعنی جسطرح ہر نوع کے لیے طبائع مختلف ہوتی ہیں جو اسی نوع کے ساتھ مختص
ہوا کرتی ہیں یعنی حرارت و برودت اور رطوبت و یبوست اور امراض کے دفع کرنے میں انھیں طبائع سے کام لیا جاتا
ہے اسیطرح افلاک اور کواکب کیلئے بھی طبائع خاص اور جداجدا خواص ہیں مثلاً آفتاب کیلئے حرارت اور چاند کیلئے رطوبت
اور جب ان کواکب کا اپنے اپنے محل میں گذر ہوتا ہے زمین پر انکی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ دیکھو کہ عورتوں کے لیے جو عادات
اور اخلاق مخصوص ہیں ان کا منشا عورتوں کی طبیعت ہی ہوا کرتی ہے گو انکا ادراک ظاہر طور پر نہو سکے اور مرد کیساتھ جو
اوصاف مختص ہیں مثلاً جرأت آواز کا بھاری ہونا اسکا منشا بھی اسکی کیفیت مزاجی ہوا کرتی ہے پس تم اسبات سے انکار
نہ کر سکو گے اسطرح ان طبائع خفیہ کا اثر ہوتا ہے اسیطرح زہرہ اور مریخ وغیرہ کے قوائے زمین میں بھی حلول کرکے اپنا اثر ظاہر
کریں۔ اور دوسرا طریقہ قوت روحانیہ اور طبیعت کی باہم ترکیب کے نہایت قریب ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ جسطرح جنین کے اندر اسکے والدین
کیطرف سے قوت نفسانی حاصل ہوتی ہے اور آسمان و زمین کیساتھ ان عناصر ثلاثہ کا حال ایسا ہی ہے جیسا ماں باپ کے ساتھ جنین کا حال ہوا کرتا ہے

تهيئ القوى تهيئ العالم لفيضان صور حيوانية ثم انسانية ولحلول تلك القوى بحسب الاتصالات
الفلكية انواع ولكل نوع خواص فامعن قوم في هذا العلم فحصل لهم علم النجوم يتعرفون به
الوقائع الآتية غير ان القضاء اذا انعقد على خلافه جعل قوة الكوكب متصورة بصورة اخرى
قريبة من تلك الصورة واتم الله قضاءه من غير ان تنخرم نظام الكواكب في خواصها
بجاري عادة الله لا باللزوم العقلي ويشبه بالامارات والعلامات ولكن الناس
جميعا توغلوا في هذا العلم توغلا شديدا حتى صار مظنة لكفر الله وعدم
الايمان فعسى ان لا يقول صاحب توغل هذا العلم مطرنا بفضل الله ورحمته
من صميم قلبه بل يقول مطرنا بنوء كذا وكذا فيكون ذلك صادا عن تحققه بالايمان الذي
هو الاصل في النجاة واما علم النجوم فانه لا يضر جهله اذ الله مدبر العالم على حسب حكمته
علم احد او لم يعلم فلذلك وجب في الملة ان يخمل ذكره وينهى عن تعلمه وشبه بلى من
اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد ومثل ذلك مثل التوراة والانجيل
شغل والنبي صلى الله عليه وسلم على من اراد ان ينظر فيهما لكونهما محرفين ومظنة لعدم الانقياد
للقرآن العظيم ولذلك فهو اعنده هذا ما ادى اليه رأينا وتفحصنا فان ثبت من السنة ما يدل
على خلاف ذلك فالامر على ما في السنة ||

پس یہی قوتیں تمام کو اولاً صورت حیوانیہ اور بعد ازاں صورت انسانیہ کے قبول کرنے کے قابل بناتی ہے اور اتصالات فلکی کے اعتبار سے اُن قویٰ کا حلول کئی طرح ہوتا ہے اور ہر قسم کے خواص مختلف ہوتے ہیں۔ جب کچھ لوگوں نے اس کے اندر غور کرنا شروع کیا تو انکو ستاروں کا علم یعنے علم نجوم حاصل ہوگیا اور اُسکے ذریعہ سے آیندہ واقعات انکو معلوم ہونے لگے مگر جب مقتضائے الٰہی اُسکے خلاف مقرر ہوجاتی ہے تو ستاروں کی قوت ایک دوسری صورت میں جو اسی صورت کے قریب ہوتی ہے متصور ہوجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا حکم پورا ہوکر رہتا ہے اور کواکب کے خواص کا نظام بھی قائم رہتا ہے۔ اور شرع میں اس نکتہ کو اسطرح پر تعبیر کیا جاتا ہے کہ کواکب کے خواص میں لزوم عقلی نہیں ہے بلکہ عادت الٰہی اسطرح جاری ہے اور یہ خواص بمنزلہ امارات اور علامت کے ہیں مگر جب کثرت سے لوگوں کو اس علم میں توغل ہوگیا اور ہمہ تن اسمیں مشغول ہوگئے تو اسواسطے اُسمیں کفر اور خدا تعالیٰ پر ایمان کے قائم نہ رہنے کا احتمال پیدا ہوا کیونکہ جو شخص اس علم میں مشغول ہو رہا ہے وہ تو دل سے کیونکر یہ بات کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اُسکی رحمت سے یہ مینہ برستا ہے بلکہ وہ تو خواہ مخواہ یہی کہیگا کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے برستا ہے لہذا یہ امر اُسکو اُس ایمان سے جو نجات کا دارومدار ہے ضرور مانع ہوگا اور اگر کسی شخص کو اس علم سے ناواقفیت ہو تو اُسکی یہ ناواقفیت کچھ مضر نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ تو تمام عالم کا مقتضائے حکمت کے موافق انتظام کرتا ہے خواہ کوئی اُس سے واقف ہو یا نہ ہو بس ضرور ہوا کہ شرع میں ایسا علم نیست و نابود کردیا جائے اور لوگوں کو اس کے سیکھنے سے ممانعت کر دی جائے اور یہ بات ظاہر کردی جائے کہ جس نے نجوم سیکھا اُس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جسقدر زیادہ سیکھیگا اسی قدر اُس کا وبال ہوگا اسکا حال توریت و انجیل کا سا حال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے ساتھ نہایت تشدد کیا ہے جو انکے دیکھنے کا قصد کرے کیونکہ ان دونوں میں تحریف ہوگئی ہے اور ان کے دیکھنے میں احتمال ہے کہ آدمی انکو دیکھ کر قرآن عظیم کی فرمانبرداری ترک کردے اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمادی یہ جو کچھ ہمنے بیان کیا ہماری رائے ہے اور ہمارا تفحص ہے پس اگر سنت سے اسکے خلاف کچھ ثابت ہو تو جو سنت سے ثابت ہو وہی ٹھیک ہے

وَأَمَّا الرُّؤْيَا

فهي على خمسة اقسام بشرى من الله وتمثل نوراني للمحامد والرذائل المندمجة في النفس على وجه ملكي وتخويف من الشيطان وحديث نفس من قبيل العادة التي اعتادتها النفس في اليقظة تحفظها المتخيلة وتظهر في الحس المشترك وما اختزن فيها وخيالات طبيعية لغلبة الاخلاط وتنبه النفس باذاها في البدن اما البشرى من الله فحقيقتها ان النفس الناطقة اذا انتهزت فرصة من غواشي البدن باسباب خفية لا يكاد يتفطن بها الا بعد تامل وافر استعدت لان يفيض عليها من منبع الجود كمال علمي فافيض عليه شيء على حسب استعداده ومادة العلوم المخزونة عنده وهذه الرؤيا تعليم الهي كالمعراج المنامي الذي راى النبي صلى الله عليه وسلم فيه ربه في احسن صورة فعلمه الكفارات والدرجات وكالمعراج المنامي الذي انكشف فيه عليه صلى الله عليه وسلم احوال الموتى بعد انفكاكهم عن الحياة الدنيا كما رواه جابر بن سمرة رضي الله عنه وكعلم ما سيكون من الوقائع الآتية في الدنيا واما الرؤيا الملكية فحقيقتها ان في الانسان ملكات حسنة وملكات قبيحة ولكن لا يعرف حسنها وقبحها الا منجر الى الصورة الملكية فمن تجرد اليها تظهر له حسناته وسيئاته في صورة مثالية فصاحب

خواب کا بیان

خواب کی پانچ قسم ہیں ایک خواب بشارت الٰہی ہوتی ہے اور ایک اُن حمائد اور رذائل کے متمثل ہونے سے عبارت ہے جو ملکی طریقہ پر نفس کے اندر مندرج ہوتے ہیں۔ اور ایک صرف تخویف شیطانی ہوتی ہے اور ایک صرف تخیلات نفسانی ہوتے ہیں حالت بیداری میں جو نفس عادی ہوتا ہے قوت متخیلہ میں وہ خیالات محفوظ رہتے ہیں اور وہ خیالات مجتمعہ حس مشترک میں ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایک خیالات طبعیہ جو غلبہ اخلاط اور نفس کو ان اخلاط سے ایذا پہونچنے پر تنبیہ حاصل ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کی خواب یعنے بشارت الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ کو حجابات بدنی سے بذریعہ اسباب خفیہ کے جو بلا تامل کے معلوم نہیں ہو سکتے جب فرصت حاصل ہوتی ہے تو اس میں اس بات کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جس قسم کے علوم اُس کے پاس مخزون اور مجتمع ہوتی ہیں اور یہ خواب تعلیم الٰہی ہوا کرتی ہے جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں معراج ہوئی اور خدا تعالی کو ایک بہت عمدہ صورت میں آپ نے دیکھا اور خدا تعالی نے آپ کو کفارات اور درجات کی تعلیم فرمائی اور اور ایک مرتبہ اور آپ کو خواب میں معراج ہوئی اور دنیاوی زندگی سے علیحدہ ہونیکے بعد مُردوں کا جو جو حال ہوتا ہے وہ آپ پر ظاہر ہوا چنانچہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے واقعات آئندہ کا جو کچھ علم ہوا وہ بھی اسی قبیلہ سے تھا اور خواب ملکی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر بعض قسم کے ملکات میں حسنہ اور قبیحہ مگر اُن ملکات کے حُسن و قبح سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جسکو صورت ملکی کیطرف تجرد حاصل ہو جاوے پس تجرد حاصل ہونیکے بعد اسکو اسکے حسنات اور سیئات صورت مثالیہ میں ظاہر ہو جاتی ہیں اور ایسا شخص

هذا يرى الله تعالى واصله الانقياد للباري ويرى الرسول صلى الله عليه وسلم واصله
الاتباع والانقياد للرسول لكونه في قلبه ويرى الانوار واصلها الطاعات المكتسبة في عقده وجوارحه
تظهر في صورة الانوار والطيبات كالعسل والسمن واللبن فمن رأى الله او الرسول او الملائكة
في صورة قبيحة او في صورة الغضب فليعرف ان في اعتقاده خللا وضعفا وان نفسه
لن تكمل وكذلك الانوار التي حصلت بسبب الطهارة تظهر في صورة الشمس والقمر
واما التخويف من الشيطان فتوحش وخوف من الحيوانات الملعونة كالقرد والفيل والكلاب
السود ومن الناس السودان فاذا رأى ذلك فليتعوذ بالله وليتفل ثلاثا عن يساره وليتحول عن
جنبه الذي كان عليه واما البشرى فلها تعبير والعمدة فيه معرفة الخيال اي شيء يختزل اي
معنى فقد ينتقل الذهن من المسمى الى الاسم كرؤية النبي صلى الله عليه وسلم انه كان في دار
عقبة بن رافع فاتي برطب من رطب ابن طاب قال عليه الصلوة والسلام فاولتها الرفعة لنا في الدنيا
والعاقبة في الآخرة وان ديننا قد طاب وقد ينتقل الذهن من الملابس الى ما يلابسه
كالسيف القتال وقد ينتقل الذهن من الوصف الى جوهر مناسب له كمن غلب عليه حب المال
اراه النبي صلى الله عليه وسلم في صورة سوارين من ذهب وبالجملة فللانتقال من شيء الى شيء

کبھی خدا تعالیٰ کو دیدار سے خواب میں مشرف ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ آدمی خدا تعالیٰ کا فرمانبردار ہوتا ہے اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور اسکی وجہ آنحضرت کا اتباع اور فرمانبرداری ہوتی ہے اور وہ فرمانبرداری ہوتی ہے جو اس کے دل میں مرکوز ہوتی ہے اور کبھی وہ شخص خواب میں انوار کو مشاہدہ کرتا ہے اور اسکی اصل وہ عبادات مکتسب ہوتی ہیں جو اسکے سینہ اور اعضا میں مرکوز ہو رہی ہیں یہی عبادات انوار اور پاکیزہ پاکیزہ چیزوں کی صورت میں مثل شہد اور گھی اور دودھ کے ظاہر ہوتی ہیں پس جو کوئی خواب کے اندر خدا تعالیٰ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ملائکہ کو بری صورت یا غضب کی حالت میں دیکھے تو اسکو سمجھنا چاہیئے کہ اسکا عقیدہ ناقص اور ضعیف ہے اور اسکا نفس کامل نہیں ہوا اسیطرح طہارت کی وجہ سے جو انوار حاصل ہوتے ہیں کبھی وہ شمس و قمر کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جو خواب تخویف شیطانی ہوتی ہے اسکی اصل حیوانات ملعونہ سے اس شخص کا ڈرنا ہوتا ہے مثلاً بندر اور ہاتھی اور کتے یا کالے کالے آدمیوں کا خواب میں دیکھنا انسان کو چاہیئے کہ جب خواب میں ایسی چیزیں دیکھے تو خدا کی پناہ مانگے یعنی اعوذ باللہ پڑھے اور اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور جس کروٹ سے وہ لیٹا ہے وہ کروٹ تبدیل کرے۔ اور جو خواب بشارت الٰہی کے قبیلہ سے ہوتی ہے اس کیلئے تعبیر ہوا کرتی ہے اور تعبیر کا بہتر طریقہ تحریک خیالات کا معلوم کرنا ہے کہ کس چیز میں کس چیز کا مظنہ ہوتا ہے اور اس سے کیا مقصود ہوا کرتا ہے پس کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مسمے سے اسم کیطرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے جس طرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اپنے آپ کو عقبہ بن رافع کے گھر میں دیکھا اور اسی خواب میں آپ کے پاس کوئی ابن طاب کے تازہ تازہ چھوہارے لایا (ابن طاب ایک قسم کے خاص چھوہارے ہوتے ہیں) پس آپ نے فرمایا میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ ہم دنیا میں رفعت یعنی سرفرازی اور آخرت میں عافیت کے ساتھ رہینگے اور ہمارا دین طیب یعنی پاکیزہ ہو گیا اور کبھی ان چیزوں میں التزام ہوتا ہے اور ملزوم سے لازم کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص خواب میں تلوار کو دیکھے تو اسکی تعبیر قتال ہوگی اور کبھی ایک وصف سے ایک ذات کی طرف جو اس وصف کے مناسب ہوتی ہے ذہن منتقل ہوتا ہے جس طرح آپ نے دو آدمیوں کو جنپر مال کی محبت غالب تھی خواب میں سونے کے دو کنگن کی صورت میں دیکھا الحاصل ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف ذہن کے منتقل ہونے کی مختلف

صور شتى هذه الرؤيا شعبة من النبوة لانها ضرب من افاضة غيبية وتدلٍّ من الحق الى الخلق وهو اصل النبوة واما سائر انواع الرؤيا فلا تعبير لها۔

آدابُ الصُّحبة

اعلم انه مما اوجبت سلامة الفطرة ووقوع الحاجات في اشخاص الانسان والارتفاق منها آداب يتأدبون بها فيما بينهم واكثر هذه الامور اجتمعت طوائف العرب والعجم على جملها وان اختلفوا في الصور والاشباح فكان البحث عنها وتمييز الصالح من الفاسد منها احد المصالح التي بعث النبي صلى الله عليه وسلم لها فمنها التحية التي يحيي بها بعضهم بعضا فان الناس يحتاجون الى اظهارات تبشش فيما بينهم وان يلاطف بعضهم بعضا ويوقر الصغير فضل الكبير ويرحم الكبير الصغير ويواسي الاقران بعضهم بعضا فانه لولا هذه لم تتم الصحبة فائدتها ولا انتجت جدواها ولم تنضبط بالفظ لانه من الامور الباطنة لا يظهر الا استنباطا من القرائن وكذالك جرت السنة السالفة في كل طائفة بتحية حسنة الى ان اعتهم ثم صارت شعار ملتهم وامارة كون الرجل منهم فكان المشركون يقولون عند الملاقاة عمنا وانعم الله بك عينا وانعم صباحا وكان المجوس يقولون انعم الله سال بزی وكان القضاء الفخر

صور پر ہیں اور یہ خواب نبوت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے اسواسطے کہ وہ ایک قسم کا فیضان غیبی اور خدا تعالیٰ جو حق ہے خلق کے خاص تقرب کا اثر ہے اور نبوت کی اصل یہی ہے اور خواب کے اقسام بقیہ کی کچھ تعبیر نہیں ہوا کرتی

آداب صحبت کا بیان

معلوم کرلو کہ منجملہ اُن امور کے جنکو فطرت سلیمہ اور نیز اشخاص انسانی میں باہم حاجات کا واقع ہونا اور ارتفاقات واجب کرتے ہیں ایک آداب ہیں جنکا بنی آدم کے افراد باہم برتاؤ کریں۔ اکثر یہ آداب تو ایسے ہیں کہ تمام عرب وعجم کے مختلف گروہ اُن کے اصول پر متفق ہیں اگرچہ عرف صورتوں اور اشباح میں اُنکے اندر اختلاف ہے لہذا اُن آداب سے بحث کرنا اور اُن آداب میں سے آداب صالحہ اور آداب فاسدہ کو متمیز کرنا اُن مصلحتوں میں داخل ہے جنکو پورا کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق کیطرف مبعوث ہوئے ہیں از انجملہ ایک تحیہ ہے کہ بعض بعض کے لیئے اُسکو عمل میں لایا کریں کیونکہ لوگوں کو باہم خوشی اور بشاشت کے اظہار اور اس بات کی ضرورت ہوا کرتی ہے کہ بعض بعض کے ساتھ ملاطفت اور دوست رہیں اور چھوٹے بڑوں کو اپنا بزرگ سمجھیں اور بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں اور آپس میں بھائی بھائی اور دوست ہوکر رہیں اس واسطے کہ اگر یہ بات نہیں تو صحبت اور دوستی کا فائدہ اور نتیجہ حاصل نہ ہو اور اگر اس خوشی کے اظہار کے لیئے کوئی لفظ مقرر نہ کیا جاتے تو وہ ایک اندرونی چیز ہے جو بدون قرائن سے استنباط کیئے معلوم نہ ہو سکے لہذا ہمیشہ سے ہر گروہ کے سلف کا طریقہ اپنی اپنی رائے کے موافق باہم تحیہ کے برتاؤ کا چلا آتا ہے پھر ہوتے ہوتے اُن کی ملت کا شعار اور دینی ملت کے آدمیوں کو پہچانت کا طریقہ ہوگیا تو اشرک تو عند الملاقات ایک دوسرے سے یہ کہا کرتے تھے انعم اللہ بک[1] اور مجوس کہا کرتے تھے ہزار سال بزی[2] اور قانون شرعی کا مقتضی تھا کہ

[1] اے اللہ تیرے ذریعہ سے آنکھ کو ٹھنڈک بخشے ۱۲ [2] ہزار برس زندہ رہ ۱۲

يقتضي ان يذهب في ذلك الى ما جرت به سنة الانبياء عليهم السلام وتلقوها
عن الملائكة وكان من قبيل الدعاء والذكر دون الاطمئنان بالحياة الدنيا كتمني
طول الحياة وزيادة الثروة ودون الافراط في التعظيم حتى يتاخم الشرك
كالسجدة ولثم الارض وذلك هو السلام **فقد قال النبي** صلى الله عليه وسلم لما خلق الله
آدم قال اذهب فسلم على اولئك النفر وهم نفر من الملائكة جلوس فاستمع ما يحيونك
به فانها تحيتك وتحية ذريتك فذهب فقال السلام عليكم فقالوا السلام عليك ورحمة الله
قال فزادوه ورحمة الله قوله فسلم على اولئك معناه والله اعلم حيهم حسبما يؤدي اليه
اجتهادك فاصاب الحق فقال السلام عليكم وقوله فانها تحيتك يعني حتما من حيث انه
عرف ان ذلك مترشح من حظيرة القدس **وقال الله تعالى** في قصة الجنة سلام عليكم
طبتم فادخلوها خالدين **قال رسول الله** صلى الله عليه وسلم لا تدخلون الجنة حتى
تؤمنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا ولا ادلكم على شئ اذا فعلتموه تحاببتم افشوا السلام بينكم
اقول بين النبي صلى الله عليه وسلم فائدة السلام وسبب مشروعيته فان التحابب في
الناس خصلة يرضاها الله تعالى فافشاء السلام آلة صالحة لانشاء المحبة وكذلك المصافحة
وتقبيل اليد ونحو ذلك **قال** صلى الله عليه وسلم يسلم الصغير على الكبير والمار على القاعد والقليل

اس میں اس طریقہ کو اختیار کیا جائے جو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور انھوں نے ملائکہ سے اس طریقہ کو سیکھا ہے اور وہ طریقہ دعا اور ذکر الٰہی کے قبیلہ سے ہے دنیاوی زندگانی میں دل لگانے کے قبیلہ سے نہیں ہے مثلاً درازی عمر اور دولت کی تمنا کرنا اور اس میں کثرت سے تعظیم ہے جو آدمی کو شرک کے قریب کردے جیسے سجدہ کرنے اور زمین بوسی نہیں اور وہ سلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لما خلق الخ خدا تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا فرمایا جا تو یہ سلام کر ان اس گروہ کے اور وہ ملائکہ کا گروہ بیٹھا ہوا تھا پس تو سن کہ کس چیز سے تیرا تحیہ کرتے ہیں پس آدم علیہ السلام نے جا کر کہا السلام علیکم پس فرشتوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ فرمایا آپ نے پس زیادہ کیا فرشتوں نے ورحمۃ اللہ ۔ اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ ان پر سلام کر واللہ اعلم ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ تحیہ کر تو ان کے ساتھ اپنی رائے کے موافق پس اس میں ان کی رائے صواب ہوئی اور انھوں نے کہا السلام علیکم اور اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ یہ تحیہ تیرا ہے یعنی وجوبا سو واسطے کہ انھوں نے معلوم کیا کہ حظیرۃ القدس سے اس کا القا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے جنت کے بیان میں فرمایا ہے سلام الخ سلام تمہارے اوپر خوش ہو تم اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تدخلون الخ نہ داخل ہوگے تم جنت میں جب تک ایمان نہ لاؤگے اور ایمان نہ لاؤ جب تک باہم محبت نہ کیا کرو میں تمکو ایسی چیز نہ بتلا دوں کہ جب تم اس کو عمل میں لاؤ تو آپس میں دوست ہو جاؤ باہم سلام کا رواج دو ۔ لو میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سلام کا فائدہ اور اسکی مشروعیت کا سبب بیان فرمایا کیونکہ باہم محبت پیدا ہونا ایسی خصلت ہے جس سے خدا تعالیٰ کی رضا مندی ہے پس سلام کا افشا محبت پیدا کرنے کا کافی ذریعہ ہے اور ایسا ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چھوٹا بڑے سلام کرے اور گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ ۔

سلہ ای یقرب یقال [illegible] ۱۲ [illegible]

على الكثير وقال صلى الله عليه وسلم يسلم الراكب على الماشي اقول الفاشي في طوائف الناس ان يحيي الداخل صاحب البيت والحقير العظيم فابقاه النبي صلى الله عليه وسلم على ذلك غير انه مر عليه السلام على غلمان فسلم عليهم ومر على نسوة فسلم عليهن علما منه ان في رؤية السلام نفسه فجعل وظيفة الكبار التواضع ووظيفة الصغار توقير الكبار وهو قوله صلى الله عليه وسلم من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا فليس منا وانما جعل وظيفة الراكب السلام على الماشي لانه اهيب عند الناس واعظم في نفسه فتاكد له التواضع قال صلى الله عليه وسلم لا تبدؤا اليهود ولا النصارى بالسلام واذا لقيتم احدهم في طريق فاضطروه الى اضيقه اقول سره ان احدى المصالح التي بعث النبي صلى الله عليه وسلم لها التنويه بالملة الاسلامية وجعلها اعلى الملل واعظمها لا يتحقق الا بان يكون لهم طول على من سواهم وقال صلى الله عليه وسلم فيمن قال السلام عليكم عشر وفيمن زاد ورحمة الله عشرون وفيمن زاد ايضا وبركاته ثلاثون وايضا ومغفرة اربعون وقال هكذا تكون الفضائل اقول سر الفضل ومناطه انه تتميم لما شرع الله له السلام من التبشيش والتأليف والموادة والدعاء والذكر واحالة الامر على الله وقال صلى الله عليه وسلم يجزئ على الجماعة اذا مروا ان يسلم احدهم

بہت لوگوں کے سلام کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوار پیادہ چلنے والے کو سلام کرے۔ میں کہتا ہوں کہ لوگوں کا دستور ہے کہ جو کوئی کسی کے گھر آتا ہے تو وہ گھر والے کو سلام کرتا اور ادنیٰ درجہ کا اعلیٰ درجہ والے کو سلام کرتا ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایکمرتبہ لڑکوں پر گذر ہوا اور انکو سلام کیا اور عورتوں پر آپ کا گذر ہوا تو آپ نے انکو سلام کیا اسواسطے کہ آپ نے معلوم کیا کہ انسان کا اس شخص کو بزرگ سمجھنا جو اس سے بڑا اور اشرف ہو جماعات ملک کا جمع کرنا ہے اور اس میں ایک طرح کی خودپسندی ہے لہذا آپ نے بڑوں کا طریقہ تواضع اور خوردوں کا طریقہ یہ مقرر کیا کہ بزرگوں کی توقیر کریں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لم یرحم الخ جو شخص خوردوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عظمت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور سوار کے لیے یہ طریقہ کہ پیادہ پا کو سلام کرے اسواسطے مقرر فرمایا کہ سوار عندالناس باہیبت اور اپنی ذات کے اعتبار سے بڑا ہے اسواسطے اس کے لیے تواضع کا طریقہ مقرر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تبدءوا الیہود الخ ابتدا تم یہود و نصاریٰ کو سلام مت کرو اور جب ان میں سے تم کو کوئی راستہ میں ملجائے تو انکو تنگ راستہ کی طرف مجبور کرو۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ منجملہ مصلحتوں کے جنکے اتمام کے لیے حضور نبوی کی بعثت ہوئی ہے ملت اسلامیہ کی عظمت اور تمام ملل سے اس کو اعلیٰ اور اعظم گردانا ہے اور یہ بات اسطرح پائی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کو تمام ملت والوں پر قدرت اور فضیلت ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کے حق میں جو السلام علیکم الخ السلام علیکم کی دس نیکیاں ہیں اور جو شخص ورحمۃ اللہ کہے بیس نیکیاں اور جو شخص وبرکاتہ بھی کہے تیس نیکیاں ہیں اور جو شخص مغفرتہ بھی زیادہ کرے تو چالیس درجہ ثواب ہے اور فرمایا اسیطرح فضیلتیں ہوا کرتی ہیں یعنے جسقدر الفاظ زیادہ ہوتے ہیں اسیقدر ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں زیادتی ثواب کی وجہ اور اس کا مدار یہ ہے کہ اس میں اس چیز کا تمام کرنا ہے جسکو خدا تعالیٰ نے مشروع کیا ہے اور وہ بشاشت و الفت اور دوستی اور دعا اور ذکر اور خدا تعالیٰ پر کام کا حوالہ کرنا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یجزئ علی الجماعۃ الخ جماعت کے لیے جب وہ ہوکر گذریں اسقدر کافی ہے کہ ان میں سے ایک شخص سلام کرے۔

ف بجیسا کہ ان جدار یضطر الیہ ویعدل عن وسط الطریق لانہم عدلوا عن الصراط المستقیم فجوزوا جزاء وفاقا ۱۲ سلہ لہ عشر حسنات ۱۲ سلہ ای زیادۃ ثواب

يجزى عن الجلوس ان يرد احدهم **اقول** ذلك لان الجماعة واحدة فى المعنى وتسليم واحد منهم يدفع
الوحشة ويؤمن بعضهم بعضا قال صلى الله عليه وسلم اذا انتهى احدكم الى مجلس فليسلم فان بدا له
ان يجلس فليجلس ثم اذا قام فليسلم فليست الاولى (الاولی) باحق من الاخرة **اقول** سلام الوداع
فيه فوائد منها التمييز بين قيام المتاركة والكراهية وقيام الحاجة على نية العود لمثل تلك
الصحبة ومنها ان يتدارك المتدارك بعض ما كان يقصده ويهمه من الحديث ونحو ذلك
ومنها ان لا يكون ذهابه من التسلل والسر فى المصافحة وقوله مرحبا بفلان ومعانقة
القادم ونحوها انها زيادة فى المودة والتبشبش ودفع الوحشة والتدابر **قال** صلى الله عليه وسلم
اذا التقى المسلمان فتصافحا وحمدا الله واستغفراه غفر لهما **اقول** وذلك لان التبشبش
فيما بين المسلمين وتلاطفهم وتوادهم واشاعة ذكر الله فيما بينهم يرضى بها رب العالمين
واما القيام فاختلف فيه الاحاديث **فقال** صلى الله عليه وسلم من سره ان يتمثل له الرجال
قياما فليتبوأ مقعده من النار **وقال** صلى الله عليه وسلم لا تقوموا كما يقوم الاعاجم يعظم
بعضهم بعضا **وقال** صلى الله عليه وسلم فى قصة سعد قوموا الى سيدكم وكانت فاطمة رضى
الله عنها اذا دخلت على النبى صلى الله عليه وسلم قام اليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها فى مجلسه

اور بیٹھے ہوئے لوگوں کو اسقدر کافی ہے کہ اُن میں سے ایک شخص سلام کا جواب دے - میں کہتا ہوں اِس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت حقیقت کے اعتبار سے ایک چیز ہے اور اُس میں ایک کا سلام کرنا باہمی نفرت کو دور کر دیتا ہے اور باہم الفت پیدا کر دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا انتھی احدکم تم میں سے جب کوئی شخص کسی جلسہ کیطرف پہونچے تو اگر اُس کے دل میں بیٹھنے کا قصد ہو تو بیٹھ جائے اور جب کھڑا ہو تو اُس کو چاہیئے کہ سلام کرے پس پہلا سلام کرنا دوسری مرتبہ سلام کرنے سے زیادہ تر سزاوار اور اولی نہیں ہے - میں کہتا ہوں رخصت کیوقت سلام کرنے میں چند فوائد ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ وجہ سے کراہیت اور ملال سے کھڑے ہونے ہونے میں تمیز ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرورت کیوجہ سے قیام کیا ہے اور پھر جو کوئی بات کہنے کو باقی رہجاتی ہے اُس کو پورا کرے اور منجملہ اُن فوائد کے یہ ہے کہ اُس کا جانا خفیہ طور پر نہ ہو اور مصافحہ کرنے اور مرحبا کہنے اور معانقہ وغیرہ کرنے میں یہ راز ہے کہ مصافحہ وغیرہ سے محبت بڑھتی ہے اور خوشی پیدا ہوتی ہے اور باہمی وحشت اور نفرت دور ہوتی ہے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا التقی الخ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور خدا تعالے کی حمد کریں اور خدا تعالی سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگیں تو اُن دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے - میں کہتا ہوں یہ اسواسطے ہے کہ مسلمانوں میں خوشی پیدا ہونا اور اُن میں محبت اور مہربانی کا پایا جانا اور خدا تعالی کے ذکر کا اُنمیں جاری ہونا خدا تعالی کی رضامندی کا سبب ہے اور قیام میں احادیث مختلف ہیں پس آپ نے فرمایا ہے - من سرہ الخ جسکو یہ بات پسند ہو کہ اُس کی خدمت میں کوئی شخص کھڑا رہے تو اُس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقوموا الخ مت کھڑے ہو تم جیطرح کھڑے ہوتے ہیں عجمی بعض بعض کی تعظیم کے لیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کے قصہ میں قوموا الخ کھڑے ہو تم طرف سردار اپنے کے اور حضرت فاطمہؓ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں تو آپ اُنکے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ اُن کو بٹھاتے تھے

لہ لے بتسمیۃ الدال الحق کے یاری کا

وَاِذا دخل صلى الله عليه وسلم عليها قامت واخذت بيده فقبلته واجلسته فى مجلسها **اقول** عندى انه لا اختلاف فيهما فى الحقيقة فان المعانى التى يدور عليها الامر والنهى مختلفة فان العجم كَانَ مِنْ اَمْرِهِمْ ان تقوم الخدم بَيْنَ اَيْدِىْ ساداتهم وَالرعية بَيْنَ اَيْدِىْ ملوكهم وهو من افراطهم فى التعظيم حتى كاد يتاخم الشرك فنهوا عنه والى هذا وقعت الاشارة فى قوله عليه السلام كما يقوم الاعاجم وقوله عليه السلام من سره ان يتمثل يقال مثل بين يديه مثولا اذا انتصب قائما للخدمة اما اذا كان تبشبشا له واهتزازا اليه واكراما وتطييبا لقلبه من غير ان يتمثل بين يديه فلا باس فانه ليس يتاخم الشرك **وقيل** يارسول الله الرجل منا يلقى اخاه اينحنى له قال لا وسببه انه يشبه الركوع فى الصلوة فكان بمنزلة سجدة التحية قال الله تعالى يا ايها الذين أمنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستانسوا وتسلموا على اهلها **وقال** الله تعالى يا ايها الذين أمنوا ليستاذنكم الذين ملكت ايمانكم والذين لم يبلغوا الحلم منكم ثلاث مرات الى قوله كما استاذن الذين من قبلهم فقوله تستانسوا اى تستاذنوا **اقول** انما شرع الاستيذان لكراهية ان يهجم الانسان على عورات الناس وان ينظر منهم ما يكرهونه **وقال** النبى صلى الله عليه وسلم فى بعض حديثه انما جعل الاستئذان لاجل البصر فكان من حقه ان يختلف باختلاف الناس

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے تھے تو حضرت فاطمہؓ کھڑی ہوجایا کرتی تھیں اور آپ کا دست مبارک پکڑ کر چومتی تھیں اور اپنی جگہ آپ کو بٹھاتی تھیں۔ میں کہتا ہوں اُس میں فی الحقیقت اختلاف نہیں ہے اور جس معنی پر امر و نہی کا مدار ہے وہ مختلف ہے اسواسطے کہ عجمی لوگوں کا قاعدہ تھا کہ اُن کے خدمتگار اُن کے سامنے کھڑے رہا کرتے تھے اور رعایا بادشاہوں کے روبرو کھڑی رہا کرتی تھی اور وہ اُنکی تعظیم میں افراط تھی یہاں تک کہ شرک میں واقع ہونے کا احتمال تھا لہذا اُس سے ممانعت کی گئی اور اسی کیطرف اس حدیث میں اشارہ واقع ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کما یقوم الخ اور من سرہ الخ کہا کرتے ہیں مثل بین یدیہ مثولا جب خدمت کے لیئے سیدھا کھڑا ہوتا ہے اور جو کھڑا ہونا واسطے خوشی مومن کے ہو اور مومن کا اکرام اور اس کے دل کی خوشنودی منظور ہو نہ یہ بات کہ اُس کے سامنے خدمت کے لیئے کھڑا ہو تو اس میں مضایقہ نہیں اسلیئے کہ اُس میں شرک کی آمیزش نہیں ہے اور کسی نے عرض کیا اے رسول خدا صلی علیہ وسلم جب کوئی شخص ہم میں سے اپنے بھائی سے ملے آیا اُس کے واسطے جھک جاوے فرمایا نہیں اور اُس کا سبب یہ ہے کہ یہ جھکنا رکوع نماز کے مشابہ ہے پس وہ بمنزلہ سجدہ تحیہ کے ہے اللہ پاک فرماتا ہے یایہا الذین الخ اے ایمان والو گھروں میں بجز اپنے گھروں کے داخل مت ہو یہاں تک کہ اجازت لو اور سلام کرو اُن گھر والوں پر اور اللہ پاک فرماتا ہے یاایھا الذین امنو الخ اے ایمان والو چاہیئے کہ وہ لوگ جو تمہارے ہاتھوں کے مملوک ہوئے ہیں تم سے اجازت لیں اور وہ لوگ جو تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے الی قولہ کما استاذن الذین الخ پس خدا تعالی کا قول تستانسوا تستاذنوا کے معنی میں ہے۔ میں کہتا ہوں استیذان اسیواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ یہ بات تم کو ناپسندیدہ ہے کہ لوگ آدمیوں کی شرمگاہوں پر مجتمع ہوں اور وہ چیز جو اُن کو گوارا نہو دیکھیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ استیذان بینائی کے لیئے مقرر کیا گیا ہے پس مناسب ہے کہ لوگوں کے مختلف ہونے سے وہ بھی مختلف ہو پس

منهم الاجنبي الذي لا مخالطة بينهم وبينه ومن حقه ان لا يدخل حتى يصرح بالاستئذان او يصرح له بالاذن ولذلك علم النبي صلى الله عليه وسلم كلدة بن الحنبل رجلا من بني عامر ان يقول السلام عليكم أأدخل قال صلى الله عليه وسلم الاستئذان ثلاثا فان اذن لك والا فارجع ومنهم ناس آخرون ليسوا بالمحارم لكن بينهم خلطة وصحبة فاستئذانهم دون استئذان الاولين ولذلك قال صلى الله عليه وسلم لعبد الله بن مسعود اذنك على ان ترفع الحجاب وان تستمع سوادي[۱] حتى انهاك ومنهم صبيان ومماليك لا يجب التستر منهم فلا استئذان لهم الا في اوقات الثلاث لانها جرت العادة فيها بوضع الثياب وانما خص الله تعالى هذه الاوقات الثلاث لانها ولوج الصبيان والمماليك بخلاف نصف الليل مثلا وقال صلى الله عليه وسلم رسول الرجل الى الرجل اذنه وذلك لانه عرف بدخوله لما ارسل اليه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتى باب قوم لم يستقبل الباب من تلقاء وجهه لكن من ركنه الايمن او الايسر فيقول السلام عليكم السلام عليكم وذلك لان الدور لم يكن عليها يومئذ ستور ومنها ادب الجلوس والنوم والسفر ونحوها قال صلى الله عليه وسلم لا يقيم الرجل الرجل من مجلسه ثم يجلس فيه ولكن يقول تفسحوا او توسعوا اقول وذلك لانه يصد من كبر واعجاب بنفسه

بعض اُن میں سے اجنبی ہیں کہ اُس سے اور اُن سے میل جول نہیں ہے اور اُس کے لیے مناسب ہے کہ جب تک آواز سے اجازت نہ مانگے اور آواز سے اُس کو اجازت نہ ملجائے داخل نہ ہو اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلدہ بن حنبل کو اور بنی عامر کے ایک شخص کو تعلیم فرمایا کہ یہ کہے السلام علیکم ادخل اور فرمایا ہے کہ استیذان تین مرتبہ ہے پس اگر تجکو اذن دیا جائے تو بہتر ورنہ لوٹ آو اور بعض ایسے ہیں اگرچہ محارم نہیں ہے مگر آپس میں میل جول اور دوستی ہے پس اُن کا اجازت لینا اگلے استیذان سے کمتر ہے اسیواسطے آپ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا تیرا اذن میرے اوپر یہ ہے کہ تو پردہ کو اٹھا دے اور یہ کہ سے تو میرے کلام کی آواز یہانتک کہ میں تجکو منع کروں اور بعض اُنمیں سے لڑکے اور غلام ہیں کہ اُن سے پردہ فرض نہیں ہے لہذا اُنکے لیے استیذان کی ضرورت نہیں ہے مگر اُن اوقات میں کہ عادتاً کپڑے اُتار دیے جاتے ہیں اور خدا تعالےٰ نے اِن تین اوقات کو اسواسطے خاص کیا ہے کہ وہ اوقات لڑکوں اور غلاموں کے آنے کے ہیں بخلاف آدھی رات کے مثلاً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رسول الرجل الخ آدمی کی طرف آدمی کا قاصد اُس کا اذن ہے اسواسطے کہ اُس نے معلوم کرلیا اُس چیز کو جس کیطرف وہ بھیجا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی قوم کے دروازے پر تشریف لاتے تھے تو دروازے کے سامنے سے نہ آتے تھے پس فرماتے تھے السلام علیکم اور یہ اسواسطے تھا کہ اُن لوگوں کے گھروں کے سامنے پردے نہ تھے اور منجملہ آداب کے بیٹھنے اور سونے اور سفر کرنے کے آداب ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یقیم الرجل الخ کوئی شخص کسی کو اسکی جگہ سے اُٹھا کر آپ نہ بیٹھے بلکہ کہے کشادہ ہو کر اور کھل کر بیٹھو میں یہ اسواسطے ہے کہ کسی کو اٹھا کر بیٹھنا غرور اور خودپسندی کی بات ہے۔

[۱] اسوادبالکسر السر والکلام الخفی ای تسمع کلامی الدال علی کونی فی البیت و قولہ حتی انہاک ای عن الدخول ان کان ضلک مانع ۱۲

ويجد به الآخر وحرا وضغينة وقال صلى الله عليه وسلم من قام من مجلسه ثم رجع اليه فهو احق به اقول من سبق الى مجلس ابيح له من مسجد او رباط او بيت فقد تعلق حقه به فلا يهيج حتى يستغني عنه كالموات وقد مر هنالك وقال صلى الله عليه وسلم لا يحل للرجل ان يفرق بين اثنين الا باذنهما اقول وذلك لانهما ربما يجتمعان لمساورة ومناجاة فيكون الدخول بينهما تنغيصا عليهما وربما يتآنسان فيكون الجلوس بينهما ايحاشا لهما وقال صلى الله عليه وسلم لا يستلقين احدكم ثم يضع احدى رجليه على الاخرى وروى صلى الله عليه وسلم في المسجد مستلقيا واضعا احدى قدميه على الاخرى اقول كان القوم يأتزرون والمؤتزر اذا رفع احدى رجليه على الاخرى لا يأمن ان تنكشف عورته فان كان لابس سراويل او يأمن انكشاف عورته فلا باس بذلك وقال صلى الله عليه وسلم لمضطجع على بطنه ان هذه ضجعة يبغضها الله اقول وذلك لانها من الهيئات المنكرة القبيحة وقال صلى الله عليه وسلم من بات على ظهر بيت ليس عليه حجاب فقد برئت منه الذمة اقول وذلك لانه تعرض للهلاك نفسه الى التهلكة وقد قال الله تعالى ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة وقال صلى الله عليه وسلم ملعون على لسان محمد صلى الله عليه وسلم من قعد وسط الحلقة قيل المراد منه الماجن الذي يقيم نفسه مقام السخرية ليكون ضحكة هو من اعمال الشيطان

اور دوسرے کے دل میں اُس سے رنج اور کینہ پیدا ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام الخ جو شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور پھر وہیں آیا تو اُس کا وہ سزاوار زیادہ ہے۔ میں کہتا ہوں جو شخص پہلے بیٹھ گیا اور وہ جگہ اُس کے لیے مباح تھی خواہ مسجد ہو یا خانقاہ یا گھر پس اُس کا حق اُس سے متعلق ہو گیا پس جبتک اُس کو اُس جگہ کی حاجت ہو اسوقت تک برگشتہ نہ کیا جائے اور اس کا حال بنجر زمین کا سا ہے کہ جو کوئی بنجر کو توڑ کر کھیتی کر لے وہی اُسکا مستحق ہے اور پہلے اُسکا حال گذر چکا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یحل للرجل ان یفرق الخ کسی شخص کو روا نہیں کہ دو شخصوں کے بیچ میں اُنکو علیحدہ کر کے بیٹھے مگر اُنکی اجازت سے۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ دو شخص اکثر اوقات باہم خوشنودی اور مسرت کی باتیں کرنے کے لیے پاس پاس بیٹھ جاتے ہیں پس اُن دونوں کے بیچ میں بیٹھ جانا اُنکے دل کو مکدر کرنا ہے اور کبھی وہ باہم محبت کرنے کی باتیں کرتے ہیں پس اُنکے درمیان میں بیٹھنا اُنکو متنفر کرنا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یستلقین الخ تم میں سے چت لیٹ کر ایک پیر کو دوسرے پیر پر نہ رکھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے چت لیٹے ہوئے اور ایک قدم کو دوسرے پر رکھے ہوئے دیکھا ہے میں کہتا ہوں لوگ لنگی باندھا کرتے تھے اور لنگی باندھنے والا جب ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھتا ہے تو وہ شرمگاہ کے کھلنے سے مامون نہیں ہوتا پس اگر پاجامہ پہنے ہوئے ہو یا شرمگاہ کے کھلنے سے مامون ہو تو سطرح لیٹنے میں مضائقہ نہیں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو الٹا پڑا تھا فرمایا ایسا لیٹنا ہے جو خدا تعالی کو ناگوار ہے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ لیٹنا ایک منکر اور قبیح ہیئت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من بات الخ جو شخص گھر کی چھت پر رات کو سووے اور اُس چھت پر کوئی آڑ نہ ہو تو اس سے ذمہ بری ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے اپنی جان کے ہلاک کرنے کا سامان کیا اور اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالا اور خدا تعالی فرماتا ہے لا تلقوا الخ اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ملعون الخ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو شخص حلقہ کے بیچ میں بیٹھے ملعون ہے۔ بعض کے نزدیک اُس سے ماجن مراد ہے جو اپنے کو مسخرا پن میں ڈالتا ہے تاکہ اُس سے مسخرا پن کریں اور یہ شیطانی کام ہے

لعلہ تسخرون الاصل ۱۲

ویحتمل ان یکون المعنی ان یدبر علی طائفة ویقبل علی ناحیة فیجد بعضهم فی نفسه من ذلك کراهیة واختلط الرجال مع النساء فی الطریق فقال صلی الله علیه وسلم للنساء استأخرن فانه لیس لکن ان تحققن الطریق علیکن بحافات الطریق فکانت المرأة تلصق بالجدار ونهی صلی الله علیه وسلم ان یمشی الرجل بین المرأتین **اقول** وذلك خوفاً من ان یمس الرجل امرأة لیست بمحرم او ینظر الیها **قال** صلی الله علیه وسلم اذا عطس احدکم فلیقل الحمد لله ولیقل اخوه او صاحبه یرحمك الله فلیقل یهدیکم الله ویصلح بالکم **وفی روایة** وان لم یحمد الله فلا تشمتوه **و قال** صلی الله علیه وسلم شمت اخاك ثلاثاً فما زاد فهو زکام **اقول** انما شرع الحمد عند العطاس لمعنیین احدهما انه من الشفاء وخروج الابخرة الغلیظة من الدماغ وثانیهما انه سنة آدم علیه السلام وهو معرف لکونه تابعاً لسنن الانبیاء علیهم السلام جامع العزیمة علی ملتهم ولذلك وجب التشمیت وکان من حقوق الاسلام وانما سن جواب التشمیت لانه من مقابلة الاحسان بالاحسان **وقال** صلی الله علیه وسلم انما التثاؤب من الشیطان فاذا تثاءب احدکم فلیرده ما استطاع فان احدکم اذا تثاءب ضحك منه الشیطان **اقول** وذلك لان التثاؤب ناشی من کسل الطبیعة وغلبة الملال والشیطان یجد فی ضمن ذلك فرصة

اور ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ ایک گروہ کیطرف پشت اور ایک کیطرف منہ کرے اور اُس سے لوگوں کے دل کو ناگوار گذرے اور ایکمرتبہ مرد عورت ملے بیٹھے تھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا النساء الخ پیچھے کو بیٹھو تم کو روا نہیں ہے کہ راستہ کے درمیان میں بیٹھو بلکہ تم کو لازم ہے کہ راستے سے ادھر اُدھر بیٹھو پس عورتیں دیواروں کو چمٹنے لگیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد دو عورتوں کے بیچ میں ہو کر گذرے۔ میں کہتا ہوں اسمیں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ مرد عورت سے لگجائے اور وہ عورت غیر محرم ہے یا اُس کی طرف دیکھے اور فرمایا ہے اذا عطس الخ تم میں سے جب کوئی چھینکے تو اُسکو الحمد للہ کہنا چاہیے اور اُس کے بھائی کو یا اُس کے صاحب کو یرحمک اللہ کہنا چاہیے اور پھر اُس کو یھدیکم اللہ الخ کہنا چاہیے اور ایک روایت میں ہے اور واگر الحمد للہ نہ کہے تو اُس کو جواب مت دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شمت الخ اپنے بھائی کی چھینک کا تین مرتبہ جواب دو اور جو زیادہ ہو تو وہ زکام ہے۔ میں کہتا ہوں چھینکتے وقت حمد اسواسطے مقرر کیگئی ہے کہ ایک تو وہ دلیل شفا ہے اور اُس سے دماغ کی بخرہ غلیظ نکل جاتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور حمد کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ شخص تابع سنن انبیاء علیہ السلام ہے اور ملل انبیاء پر دہ جما ہوا ہے اور اسیواسطے جواب دینا واجب ہوا اور وہ حقوق اسلام سے ہوا اور جواب دینے والے کے لیئے جواب دینا اسواسطے مقرر کیا گیا کہ اُس میں مبادلۃ الاحسان بالاحسان ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما التثاؤب الخ جمائی لینا تو شیطان کیطرف سے ہے پس تم میں سے جب کوئی جمائی لے تو جہانتک ہو سکے اسکو روکے اور تم میں سے جب کوئی جمائی لیتا ہے تو اُس سے شیطان ہنستا ہے۔

میں کہتا ہوں جمائی سستی طبیعہ اور غلبہ ملال سے پیدا ہوتی ہے اور شیطان کو اُسمیں موقع ملتا ہے۔

حققن الطریق ای تذهبن فی حاقه وهو وسطه ای لاتذهبن فی وسط الطریق وتدع حافات جمع حافة وهی الناحیة ۱۲

وفتح الفم وصوت هاه يضحك منه الشيطان فانه من الهيات المنكرة قال صلے الله عليه وسلم اذا تثاءب احدكم فليمسك بيده على فمه فان الشيطان يدخل اقول الشيطان يهيج ذبابا او بقة تدخله في فمه وربما تشنج اعصاب وجهه وقد راينا ذلك قال صلے الله عليه وسلم لو يعلم الناس ما في الوحدة ما اعلم ما سار راكب بليل وحده اقول اراد عليه السلام كراهية التهور والاقتحام في المهالك من غير ضرورة واما بعث الزبير رضي الله عنه وحده طليعة فلمكان ضرورة قال صلى الله عليه وسلم لا تصحب الملائكة رفقة فيها كلب ولا جرس وقال صلى الله عليه وسلم الجرس مزامير الشيطان اقول الصوت الحديد الشديد يوافق الشيطان وحزبه ويكرهه الملائكة لمعنى يعطيه مزاجهم وقال صلے الله عليه وسلم اذا سافرتم في الخصب فاعطوا الابل حقها من الارض واذا سافرتم في السنة فاسرعوا عليها السير واذا عرستم بالليل فاجتنبوا الطريق فانها طرق الدواب وماوى الهوام بالليل اقول هذا كله ظاهر قال صلى الله عليه وسلم السفر قطعة من العذاب يمنع احدكم نومه وطعامه وشرابه فاذا قضى نهمته من وجهه فليعجل الى اهله اقول يريد عليه السلام كراهية ان يتبع محقرات الامر فيطيل مكثه لاجلها وقال صلى الله عليه وسلم اذا اطال احدكم الغيبة فلا يطرق اهله ليلا

اور منہ کھولے اور آہ آہ کی آواز سے شیطان ہنستا ہے اسواسطے کہ وہ ایک قبیح ہیئت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اذا تثاءب الخ تم میں سے جب کوئی جماہی لے تو اسکو چاہیے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اسواسطے کہ شیطان داخل ہوتا ہے میں کہتا ہوں شیطان مکھیوں اور مچھروں کو اڑا کر اس کے منہ میں گھسا دیتا ہے اور اکثر اوقات منہ کے عضلات سکڑ جاتے ہیں اور ہم نے ایسا دیکھا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لو یعلم الناس الخ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ وحدت میں کیا بات ہے جو میں جانتا ہوں تو سوار رات کو تنہا نہ چلے۔ میں کہتا ہوں آپ کی مراد بیجا ہلکات میں پڑ جانا اور ان کی دلیری کرنا بلا ضرورت ایک ناپسندیدہ امر ہے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت زبیر کو مقدمۃ الجیش کر کے تنہا بھیجا تھا تو اس کی ضرورت تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تصحب الخ نہیں ساتھ ہوتے فرشتے ان رفیقوں کے جنمیں کتا اور گھنٹہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الجرس الخ گھنٹہ شیطان کے مزامیر ہیں میں کہتا ہوں جو آواز تیز اور سخت ہو شیطان اور اس کے ذریات کے موافق ہے اور ملائکہ کو اس سے نفرت ہے اور ان دونوں کے جبلی مزاج کا مقتضی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا سافرتم الخ جب تم فراخی میں سفر کیا کرو تو اونٹ کو اسکا حق ادا کیا کرو جو زمین میں ہے اور جب تم قحط میں سفر کرو تو اسکو جلد جلد چلاؤ اور جب اخیر رات میں نزول کرو تو راہ سے بچو کیونکہ رات کے وقت وہ دواب کی گذرگاہ ہے اور حشرات کا ماویٰ ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سب ظاہر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے السفر قطعۃ الخ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ تم میں سے ایک کو نیند اور کھانے پینے سے باز رکھتا ہے پس جبکہ پورا کر چکے اپنی حاجت کو جو اس کے سامنے ہے تو اسکو چاہیے اپنے اہل کو جلدی سے چلا آئے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسبات کو مکروہ سمجھا کہ آدمی حقیر چیزوں کے پیچھے پڑا رہے اور ان کی وجہ سے اسکو زیادہ روز تک سفر کرنا پڑے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا اطال الخ جب تم میں سے کوئی غیبت کو دراز کرے تو اسکو چاہیے کہ رات کو اپنے گھر نہ آوے

لہ قولہ بیجا مراد ہے ... ؎ قولہ فاعطوا الابل حقہا ای حتی ترعیٰ قولہ فی السنۃ ای القحط ۱۲ ؎ ای قضیٰ حاجتہ من ... ۱۲
الدی توجہ الیہ ۱۲

اقول كثيرا ما يتنفر الانسان نفرة طبيعية من اجل التشعث ونحوه فيكون سببا لتنغيص حالهم
ومنها آداب الكلام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اخنى[له] الاسماء يوم القيمة عند الله رجل
يسمى ملك الاملاك وقال لا مالك الا الله وقال صلى الله عليه وسلم فى التكنية بابى الحكم ان
الله هو الحكم واليه الحكم اقول انما نهى عن ذلك لانه افراط فى التعظيم يتاخم الشرك قال صلى
الله عليه وسلم لا تسمين غلامك يسارا ولا رباحا ولا نجيحا ولا افلح فانك تقول اثم هو فلا
يكون فيقول لا وقال جابر رضى الله عنه اراد النبى صلى الله عليه وسلم ان ينهى ان يسمى بيعلى وببركة
وبافلح وبيسار وبنافع ونحو ذلك ثم رأيته سكت بعد عنها ثم قبض ولم ينه عن ذلك اقول
سبب كراهية التسمية بهذه الاسماء انها تفضى الى هيئة منكرة هى فى الاقوال بمنزلة الاجدع
ونحوه فى الافعال وهو قوله عليه السلام الاجدع شيطان ووجه الجمع بين الحديثين انه
لم يعزم فى النهى ولم يؤكد ولكنه نهى نهى رشاد بمنزلة المشورة او ظهرت مخايل[سه] النهى فقال الراوى
نهى اجتهادا منه ومن حفظ حجة على من لم يحفظ وارى ان هذا الوجه اوفق لفعل الصحابة
رضى الله عنهم فانهم لم يزالوا يسمون بهذه الاسماء قال صلى الله عليه وسلم سموا باسمى ولا تكتنوا
بكنيتى فانى انما جعلت قاسما اقسم بينكم اقول لو كان احد يسمى باسم النبى صلى الله عليه وسلم

میں کہتا ہوں بسا اوقات انسان کو بسبب پراگندہ ہونے بالوں وغیرہ کے نفرت ہو جاتی ہے اور وہ اُن دونوں کے
مکدر حال کا باعث ہوتی ہے از انجملہ کلام کرنے کے آداب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اخنی الاسماء الخ
یعنے بدترین ناموں کا خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز وہ شخص ہے جسکا نام ملک الاملاک ہو اور فرمایا آپنے
کہ نہیں بادشاہ مگر خدا تعالیٰ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو الحکم کنیت رکھنے سے منع فرمایا ہے ان الحکم الخ
کہ حکم خدا تعالیٰ ہی ہے اور اُسی کیطرف حکم ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کنیت سے اسواسطے منع
فرمایا کہ اُس میں تعظیم بکثرت پائی جاتی ہے اور وہ شرک کے قریب کرتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے لا تسمین الخ۔ اپنے لڑکے کا نام یسار ہرگز مت رکھو اور نہ رباح اور نہ نجیح اور نہ افلح پس تو کہتا ہے کہ کیا وہ یہاں
ہے پس نہیں ہوتا پس کہا جاتا ہے نہیں۔ اور جابرؓ نے فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس بات سے منع کرنا تھا
کہ نام رکھا جاوے ساتھ یعلےٰ اور برکت اور نافع وغیرہ کے پھر میں نے آپکو دیکھا کہ اُس منع کرنے سے خاموش ہو رہے پھر آپکی
وفات ہو گئی اور اُس سے منع نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں ان ناموں کا مکروہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ ایک ہیئت منکرہ کیطرف
پہونچاتے ہیں کہ وہ ہیئت اقوال میں ایسی ہے جیسے اجدع وغیرہ افعال میں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
الاجدع الخ کہ اجدع شیطان ہے اور احادیث میں تطبیق بایںطور ہے کہ آپنے نہی میں تاکید نہیں کی مگر ارشاد کے طور پر بمنزلہ مشورہ
کے اُس سے منع فرمایا یا نہی کے علامات آپکو ظاہر ہوئے پس راوی نے کہا کہ از روے اجتہاد کے منع کیا جسنے اُسکو محفوظ کیا
حجت ہے اُس شخص پر جسنے محفوظ نہیں کیا۔ اور میرے نزدیک یہ وجہ صحابہؓ کے فعل کے موافق ہے اسواسطے کہ وہ ہمیشہ اس
قسم کے نام رکھا کرتے تھے۔ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سموا الخ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو
اور فرمایا آپنے نہیں کر دیا گیا میں قاسم مگر اسوجہ سے کہ تم میں تقسیم کرتا ہوں میں کہتا ہوں اگر کسیکا نام نبی کے نام پر ہوتا تو اس گمان کا موقع

له اى افحش وقوله رجل اى اسم رجل وملك الاملاك اى شاهنشاه وقوله يتاخم الشرك اى
يقرب منه وقوله يسارا اى من اليسر ورباحا من الربح ۱۲.
سه اى علامات وقوله اقسم بينكم اى العلم والغنيمة وغيرهما ۱۲

لكان مظنة ان تشتبه الاحكام ويدلس في نسبتها ورفعها فاذا قيل قال ابو القاسم ظن ان الآمر هو النبي صلى الله عليه وسلم وربما كان المراد غيره وايضا ربما يسب الرجل باسمه ويذم بلقبه في الملاحات فان كان مسمى باسم النبي كان في ذلك هيئة منكرة ثم هذا المعنى اكثر تحققا في الكنية منه في العلم لوجهين احدهما ان الناس كانوا ممنوعين شرعا وممتنعين ديدنا من ان ينادوا النبي صلى الله عليه وسلم باسمه وكان المسلمون ينادون يا رسول الله صلى الله عليه وسلم واهل الذمة يقولون يا ابا القاسم وثانيهما ان العرب كانوا لا يقصدون بالاسم التشريف ولا التحقير واما الكنى فكانوا يقصدون بها احد الامرين كابي الحكم وابي الجهل ونحو ذلك وانما كنى النبي صلى الله عليه وسلم بابي القاسم لانه قاسم فكان تكنية غيره بها كالتسوية معه وانما رخص النبي صلى الله عليه وسلم لعلى ان يسمى ولده باسمه بعده ويكنيه بكنيته لارتفاع الالتباس والتدليس بانقراض القرن قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقولن احدكم عبدي وامتي كلكم عبيد الله وكل نسائكم اماء الله ولكن ليقل غلامي وجاريتي وفتاي وفتاتي ولا يقل العبد ربي ولكن ليقل سيدي اقول التطاول في الكلام والازدراء بالناس منشؤه الاعجاب والكبر وفيه كسر قلوب الناس وايضا فلما عبر في الكتب الالهية عن النسبة التي هي للخلق الى الخالق بالعبدية والربية كان اطلاقها فيما بينهم سوء ادب

تھا کہ احکام میں اشتباہ واقع ہوتا اور اُن احکام کی نسبت اور رفع کرنے میں تلبیس واقع ہوتی اور جب کہا جاتا کہ ابو القاسم نے یہ کہا ہے گمان ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے اور بسا اوقات مراد کوئی اور ہوتا۔ اور بسا اوقات آدمی کو نام لیکر کوئی گالی دیتا ہے اور لڑائی جھگڑوں میں اُسکے لقب سے ذم کیجاتی ہے پس اگر نبی کے نام پر نام ہو تو اُسمیں ایک ہیئت منکرہ پائی جاتی ہے پھر یہ بات کنیت کے اعتبار سے اکثر پائی جاتی ہے بہ نسبت علم کے بدو وجہ ایک تو یہ وجہ ہے کہ لوگوں کو شرعًا اِس بات سے ممانعت تھی اور عادت کے اعتبار سے اس بات سے باز رہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لیکر ندا کریں اور مسلمان یا رسول اللہ کہکر ندا کرتے تھے اور ذمی لوگ کہتے تھے یا ابا القاسم دوسرے یہ کہ عرب نام لے کر بزرگی یا حقارت کا قصد نہ کیا کرتے تھے بلکہ کنیت سے بزرگی یا حقارت کا قصد کرتے تھے جیسے ابو الحکم اور ابو جہل کہ اول میں تشریف اور دوسری میں تحقیر مقصود ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور آپ کی کنیت ابو القاسم اسواسطے ہوئی کہ آپ قاسم تھے پس دوسرے کی یہ کنیت رکھنا ایسا ہوا جیسا آپ سے برابری کرنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس بات کی رخصت کہ آپ کے بعد اپنے لڑکے کا نام آپ کے نام پر رکھیں اور آپ کی کنیت پر اُس کی کنیت کریں اسیواسطے دی کہ التباس رفع ہو گیا کیونکہ آپ کا زمانہ گذر گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یقولن الخ چاہیئے کہ تم میں سے کوئی نہ کہے عبد میرا اور امت میری بلکہ تم سب خدا ہی کے بندے ہو اور تمھاری سب عورتیں خدا تعالےٰ کی بندیاں ہیں بلکہ اُس کو یہ کہنا چاہیئے غلام میرا اور لونڈی میری اور جوان میرا اور جوان میری اور غلام کو چاہیئے کہ یہ نہ کہے رب میرا بلکہ اُس کو یہ کہنا چاہیے کہ میرا آقا۔ میں کہتا ہوں کلام میں درازی کرنی اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا سبب کبر اور خود پسندی ہے اور اس میں لوگوں کی دلشکنی ہے اور نیز چونکہ کتب آسمانی میں اُس نسبت کو جو خالق اور مخلوق کے اندر پائی جاتی ہے عبدیت اور ربوبیت کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے لہذا لوگوں کو باہم اُس کا استعمال کرنا بے ادبی ہے۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا الکرم ولکن قولوا العنب والحبلة[1] ولا تقولوا یا خیبة الدهر فان اللہ هو الدهر **وقال** اللہ تعالیٰ یؤذینی ابن آدم یسب الدهر وانا الدهر بیدی الامر اقلب اللیل والنهار **اقول** لما نهی اللہ تعالیٰ عن الخمر ووضع امرها اقتضی ذلک ان یمنع عن کل ما ینوه امرها ویخیل حسنها الیهم والعنب مادة الخمر واصلها وکان العرب کثیرا ما یسمونها بنت کرم ویروجونها بذلک وکان اهل الجاهلیة ینسبون الوقائع الی الدهر وهذا نوع من الشرک وایضا ربما یریدون بالدهر مقلب الدهر فالسخط راجع الی اللہ وان اخطؤا فی العنوان **قال** صلی اللہ علیہ وسلم لا یقولن احدکم خبثت نفسی ولکن لیقل لقست نفسی[3] **اقول** الخبث کثیرا ما یستعمل فی الکتب الالهیة بمعنی خبث الباطن وسوء السریرة فهذه الکلمة بمنزلة الهیات الشیطانیة **قال** صلی اللہ علیہ وسلم فی زعموا[4] بئس مطیة الرجل **اقول** یرید کراهیة ان یذکر الاقاویل من غیر تثبت **وقال** صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کی نسبت فرمایا ہے کہ کرم مت کہا کرو بلکہ عنب اور حبلہ کہا کرو اور یہ مت کہو یا خیبۃ الدھر یعنے اے زمانہ کی بے نصیبی کیونکہ خدا ہی تعالیٰ تو دہر ہے اور اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ دہر کو بُرا کہکر ابن آدم مجھکو ایذا دیتا ہے دہر تو میں ہی ہوں میرے ہاتھ میں ہی امر ہے میں رات دن کو لوٹتا رہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ نے شراب سے نہی فرما دی اور وہ ایک بُری ہوئی چیز ہو گئی تو مناسب ہوا کہ جس بات میں اُس کی عظمت پائی جاوے اور جس بات سے اُس کی عمدگی کا خیال ہو سکے اُس سے بھی ممانعت فرمائی جائے اور انگور شراب کی اصل اور مادہ ہے اور عرب کا دستور تھا کہ اکثر اوقات شراب کو بنت کرم کہکر تعبیر کیا کرتے تھے اور اُسی نام سے اُس کو مشہور کرتے تھے اور اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ واقعات دہر یعنے زمانہ کیطرف منسوب کیا کرتے تھے اور یہ ایک قسم کا شرک تھا اور نیز اکثر دہر سے مقلب دہر اُنکو مراد ہوا کرتا تھا بہر حال دہر کے بُرا کہنے کا مآل خدا تعالیٰ سے ناخوشی کیطرف تھا اگرچہ اُن کے عنوان میں وہ خطا کرتے تھے غلط تھا اور حدیث شریف میں آیا ہے تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہو گیا بلکہ اُس کو یہ کہنا چاہیے کہ میرا نفس بگڑ گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر خباثت کا استعمال کتب آسمانی میں خباثت باطنی اور بد طینی پر آیا ہے لہذا یہ کلمہ بمنزلہ ہیات شیطانیہ کے ٹھہرا۔ اور اگر کوئی شخص کسی بات کو اسطرح پر بیان کرے کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ بات اسطرح ہے تو اُس کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی زعموا الخ بُرا ذریعہ آدمی کا ہے یعنے صرف لوگوں کے گمان کرنے سے کسی بات کا بیان کر دینا بُرا ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہے کہ آپ کو یہ بات ناگوار ہے کہ کوئی شخص بلا ثبوت کسی بات کو ذکر کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان۔ یہ بات مت کہو کہ جو خدا نے چاہا اور فلاں نے چاہا!

[1] اصل شجر العنب والخیبة الحرمان وکانوا اذا اصابهم مصیبة فی الجاهلیة یقولون یا خیبة الدهر یریدون سب الدهر فنهوا عن سبه ۱۲ [2] ای نقض ۱۲ [3] لقست علی وزن سمعت بمعنی غشت وفسدت ۱۲

[4] ای فی شان هذه اللفظة ومعناها قال بئس مطیة الرجل والمقصود ان المطیة یتوصل بها الی الاغراض فالتوصل بهذا اللفظ الی الخبر تعبیر بل ینبغی ان یکون مبنی الخبر علی الیقین لا علی الشک ۱۲

وقولوا ما شاء الله ثم شاء فلان اقول التسوية في الذكر توهم التسوية في المنزلة فكان اطلاق مثل هذه اللفظة سوء ادب **واعلم** ان التنطع[1] والتشدق والتقعر في الكلام والاكثار من الشعر والمزاح وتوجية الوقت باسمار ونحوها احدى المسليات التي تشغل عن الدين والدنيا وما يقع به التفاخر والمراءاة فكان حالها كحال عادات العجم فكرهها النبي صلى الله عليه وسلم وبين ما في ذلك من الآفات ورخص فيما لا يتحقق فيه معنى الكراهية وان اشتبه بادى الرأى **قال** صلى الله عليه وسلم هلك المتنطعون[2] قالها ثلاثا **وقال** صلى الله عليه وسلم الحياء والعي شعبتان من الايمان والبذاء والبيان شعبتان من النفاق **اقول** يريد ترك البذاء والتقعر والتطاول في الكلام **وقال** صلى الله عليه وسلم ان احبكم الي واقربكم مني يوم القيمة احاسنكم اخلاقا وان ابغضكم الي وابعدكم مني اساوئكم اخلاقا الثرثارون[3] المتشدقون المتفيهقون **وقال** صلى الله عليه وسلم لقد رأيت او امرت ان اتجوز في القول[4] فان الجواز هو خير **وقال** صلى الله عليه وسلم لان يمتلي جوف احدكم قيحا يريه[5] خير من ان يمتلي شعرا **وقال** صلى الله عليه وسلم لحسان ان روح القدس لا يزال يؤيدك ما نافحت عن الله ورسوله **وقال** عليه السلام ان المؤمن يجاهد بسيفه ولسانه والذى نفسي بيده

اور یہ کہو کہ جو خدا تعالی نے چاہا پھر فلان نے چاہا میں کہتا ہوں برابر ذکر کرنے سے رتبہ کے اندر برابری کا وہم ہوتا ہے لہذا اس قسم کے لفظ کا زبان سے نکالنا سو ادبی ٹھہرا۔ اور معلوم کرو کہ بیجا مدہ بات میں غور کرنا۔ اور کلمہ درازی اور فصاحت وبلاغت میں انہماک اور اشعار اور مزاح کی کثرت اور قصہ کہانیوں میں وقت کا گذارنا یہ سب امور منجملہ ان امور کے ہیں جو انسان کو دنیا و دین سے بیخبر کرتے ہیں اور جنکا مدار باہمی تفاخر و نمود پر ہوتا ہے لہذا ان کا حال عادات اہل عجم کا سا حال ہوا اسواسطے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو ناپسند فرمایا اور ان کے نقصانات بیان فرمائے مگر جسقدر میں کراہت کے معنی نہیں پائے جاتے اسقدر کی اجازت عطا فرمائی اگرچہ بادی الرائے میں انکے اندر اشتباہ پایا جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هلك الخ فضول باتوں میں غور کرنے والے برباد ہوگئے تین مرتبہ اس کلمہ کو ارشاد فرمایا اور فرمایا ہے الحیاء الخ حیا اور ترک باتیں کرنا ایمان کے دو شعبے ہیں اور بیحیائی اور بیان بیدھڑک تقریر کرنا یعنے زبان سے کچھ نکلجائے نفاق کے دو شعبے ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ کی مراد بیحیائی اور تعمق اور تطاول کلام کا ترک کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان احبکم الخ تم میں سے مجکو زیادہ تر پسندیدہ اور بروز قیامت تم میں سے مجھسے زیادہ تر قریب وہ لوگ ہیں جنکے اخلاق عمدہ ہیں اور تم میں سے مجکو زیادہ تر مبغوض اور مجھسے زیادہ تر دور لوگ تم میں سے وہ ہیں جو بداخلاق اور بڑے باتوں اور کلمہ دراز اور متکبر ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نے جانا یا حکم دیا کہ گفتگو میں اعتدال اور اختصار بقدر کفایت کرنا بہتر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا شکم ریم سے پر ہو جسکو تم دیکھتے ہو اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے بھرا ہوا ہو۔ حضرت حسان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبتک تو مشرکین کے مقابلہ میں خدا اور رسول کی جانب سے مخاصمت کریگا (کفار کا مقابلہ) تو روح القدس ہمیشہ تیری مدد کریگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کیا کرتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے

[1] التحکم باتنعم والتشدق التکلم باظہار الفصاحۃ والتوسع فی الکلام والتقعر التعمق والمبالغۃ والترجیۃ التاخیر ۱۲ [2] ای المتعمقون فیما لا یعنیہ ای المکثرین بالکلام والعجز ۱۲ فی الکلام لا الحلف فی اللسان بل اللسان والتحفظ وقولہ البذاء ہو الفحش ضد الحیاء والبیان اریدبہ ما یکون بالاجتراء وعدم المبالاۃ وعدم التحرز من الکذب ۱۲ [3] ای المکثرون الکلام والمتفیھقون المتکبرون ۱۲ [4] قولہ اتجوز ای اختصر والجواز الاختصار من قدر الکفایۃ وقولہ قیحا ای صدیدا ۱۲ [5] ای مدۃ ما صحبتک تعرضین ۱۲ [5] الضمیر فی بہ راجع الی الشعر ای الشعر فی ہجاء المشرکین کہو اثر تاثیر السہم فیہم وقولہ نفحہ ای رمی ۱۲

فکانما ترمونھم بہ نضح النبل وقد ذکرنا فی الاحسان من اصول آفات اللسان ما یتضح بہ احادیث حفظ اللسان کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیقل خیرا او لیسکت وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بھتہ وقال العلماء یستثنی من تحریم الغیبۃ امور ستۃ التظلم لقولہ تعالیٰ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم والاستعانۃ علی تغییر المنکر ورد العاصی الی الصواب کاخبار زید بن ارقم بقول عبد اللہ ابن ابی واخبار ابن مسعود بقول الانصار فی مغانم حنین والاستفتاء کقول ھند ان ابا سفیان رجل شحیح وتحذیر المسلمین من الشر کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم بئس اخو العشیرۃ وکجرح المجروحین وکقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اما معاویۃ فصعلوک واما ابو الجھم فلا یضع العصا عن عاتقہ والتنفیر من مجاھر بالفسق کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اظن فلانا وفلانا یعرفان من امرنا شیئا والتعریف کالاعمش والاعرج وقالوا الکذب یجوز اذا کان تحصیل المقصود لا یمکن الا بہ وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرا او یقول خیرا ؃

کہ تمہارے اشعار مشرکین کی ہجو میں تیر مارنے کا حکم رکھتے ہیں۔ احسان کے باب میں جہاں ہم نے زبانی آفات کے اصول و قواعد بیان کیے ہیں وہاں حدیثیں ظاہر کر دی ہیں جہاں سے حفظ لسان ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسکو خدا اور آخرت پر ایمان ہے اُسکو چاہیے کہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان کو بُرا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے اور آنحضرت نے فرمایا تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے غیبت اس بات کا بیان کرنا ہے جو تیرے بھائی کو ناگوار ہو۔ اس پر آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں کیا یہ بھی غیبت ہے فرمایا وہ بات کہنا جو اُس میں ہے یہی تو غیبت ہے اور اگر تو نے وہ بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان کیا۔ علما کا قول ہے کہ حرام غیبت سے چھ امور مستثنےٰ ہیں۔ اول اپنا ظلم ظاہر کرنا۔ خدا فرماتا ہے خدا بُری بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا مگر جو شخص مظلوم ہے۔ دوسرے کسی ایسی حالت میں کہ بُرائی ظاہر کرنے سے کسی امر منکر کا بدل دینا منظور ہو۔ اور عاصی کو بہتری کیطرف لوٹانے کا قصد کیا جائے جیسے زید بن ارقمؓ نے عبد اللہ بن ابی کا قول آنحضرتؐ سے نقل کر دیا تھا اور عبد اللہ بن مسعودؓ نے حنین کی غنیمتوں کے متعلق انصار کا قول بیان کر دیا تھا۔ تیسری فتویٰ لینے میں جیسے ہندہ نے کہا کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے۔ چوتھی مسلمانوں کو کسی شر سے محفوظ کرنا جیسے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اس خاندان کا بھائی بُرا ہے یا جیسے حدیث میں زخمیوں کا زخمی کرنا آیا ہے۔ اور جیسے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ معاویہ تنگدست ہیں اور ابو جہم اپنے کندھے سے عصا نہیں اُتارتا۔ پانچویں فاسق کے شر سے متنفر کرنا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں فلاں فلاں شخصوں کو نہیں جانتا ہوں کہ ہمارے حال سے کچھ بھی واقف ہیں۔ چھٹی کسی کی حالت بیان کرنا جیسے فلاں شخص اعمش ہے یا لنگڑا ہے۔ اور علما نے یہ بھی کہا ہے کہ جب کوئی مقصود شئے بغیر کذب کے حاصل ہی نہ ہو سکتی ہو۔ تو وہاں کذب جائز ہے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے وہ شخص کذاب نہیں ہے جو لوگوں میں اصلاح کرنے کے لیے کسی نیک بات کو ظاہر کرے یا کوئی نیک بات کہدے۔

سلہ النضیر نے بہ راج الی الشعرای الشعر … جا و … ۱۲ … عی رمی ۱۲ … متفق علیہ … سلہ ایمانی الحدیث … صعلوک ای فقیر ۱۲

وَمِمَّا يَتَعَلَّقُ بِهٰذَا الْمَبْحَثِ اَحْكَامُ النَّذْرِ وَالْاَيْمَانِ

والجملة فى ذلك انهما من ديدن الناس وعاداتهم عربهم وعجمهم لا تجد واحدة من الامم الا تستعملها فى مظانها فوجب البحث عنها وليس النذر من اصول البر ولا الايمان ولكن اذا اوجب الانسان على نفسه وذكر اسم الله عليه وجب ان لا يفرط فى جنب الله وفيما ذكر عليه اسم الله ولذلك قال صلى الله عليه وسلم لا تنذروا فان النذر لا يغنى من القدر شيئا وانما يستخرج به من البخيل يعنى ان الانسان اذا احيط به ربما يسهل عليه انفاق شئ فاذا انقذه الله من تلك المهلكة كان كان لم يمسه ضر قط فلا بد من شئ يستخرج به ما التزم على نفسه مما يؤكد يؤكد عزيمته ويقوى نيته والحلف على اربعة اضرب يمين منعقدة وهى اليمين على مستقبل متصور عاقدا عليه قلبه وفيها قوله تعالى ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الايمان ولغو اليمين قول الرجل لا والله وبلى والله من غير قصد وان يحلف على شئ يظنه كما حلف فتبين بخلافه وفيها قوله تعالى لا يؤاخذكم الله باللغو فى ايمانكم واليمين الغموس وهى التى يحلفها كاذبا عامدا ليقتطع بها مال امرئ مسلم وهى من الكبائر واليمين على مستحيل عقلا كصوم امس والجمع بين الضدين

اسی مبحث کے متعلق نذروں اور قسموں کے احکام میں

اس میں مختصر امر یہ ہے کہ نذریں مقرر کرنا اور قسمیں کھانا لوگوں کی عادات میں سے ہے عرب ہوں یا عجم کسی فرقہ اور امت کو تم نہ پاؤگے کہ اپنے موقعوں پر انکا استعمال نہ کرتے ہوں اسواسطے اُنکے مباحث کی ضرورت ہوئی یہ نذریں اور قسمیں نیکی کے اصول سے نہیں ہیں لیکن جب کسی نے اپنے اوپر ایک شے کو لازم قرار دے لی اور خدا کا نام اُس کے لیئے ذکر کیا تو یہ ضروری ہوا کہ خدا کی عظمت میں اور اُس شے میں جس پر خدا کا نام ذکر کیا گیا ہے کوتاہی نہ کیجائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نذریں مت مقرر کیا کرو اس لیئے کہ نذر سے کوئی امر مقدر نہیں دور ہوسکتا ہے اُن کے سبب سے بخیل کی جانب سے کوئی شے نکل جایا کرتی ہے یعنے انسان جب کسی حالت میں گھرجاتا ہے تو اُسوقت اُسکو کسی قدر خرچ کرنا آسان معلوم ہوا کرتا ہے جب خدا اُس کو تہلکہ سے نجات دیدیتا ہے تو گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی تکلیف نے اُسکو کبھی چھوا بھی نہ تھا اس لیئے ضرور ہے کہ جس شے کو اُس نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اُسکو دل سے باہر کردے اس سے قصد اور عزیمت میں پختگی اور استحکام ہوتا ہے۔ قسم کی چار قسمیں ہیں یمین منعقدہ یہ اُس قسم کا نام ہے جو کسی آئندہ شے کے لیئے کھائی جائے وہ شے ممکن بھی ہو۔ اور دل میں اُس کے متعلق فیصلہ کر لیا ہو اُس کو خدا تعالے فرماتا ہے کہ خدا تم سے اُن قسموں کا مواخذہ کریگا جو تم نے منعقد کی ہونگی دوسرے لغو یمین جیسے کہ لوگ بلا قصد کہدیا کرتے ہیں۔ واللہ باللہ بلے واللہ یا ایسی شے پر قسم کھا بیٹھیں جسکی ہونیکا گمان ہوا اور بعد کو اُسکے خلاف ثابت ہو اُسمیں خدا تعالی کا قول ہے کہ خدا لغو قسموں میں مواخذہ نہیں کرتا تیسری یمین غموس کہ قصدًا جھوٹی قسم اس لیئے کھائی جائے کہ اُس سے ناحق کسی مسلمان کا مال ہضم کر لیا جائے یہ قسم کبائر میں سے ہے چوتھی وہ قسم جو کسی محال عقلی سے کھائی جائے جیسے یہ کہنا کہ گذشتہ کل کا روزہ رکھونگا یا دو ضدوں کا جمع کرنا یا

او عادۃ کاحیاء المیت وقلب الاعیان واختلف فی الضربین اللذین لیس فیہما نص ھل فیہما کفارۃ **قال** رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتحلفوا باٰبائکم من کان حالفاً فلیحلف باللہ او لیصمت[1] **وقال** صلے اللہ علیہ وسلم من حلف بغیر اللہ فقد اشرک **اقول** الحلف باسم شئ لایتحقق حتے یعتقد فیہ عظمۃ وفی اسمہ برکۃ والتفریط فی جنبہ واھمال ما ذکر اسمہ علیہ اثما قال صلے اللہ علیہ وسلم من حلف فقال فی حلفہ باللات والعزی فلیقل لا الہ الا اللہ ومن قال لصاحبہ تعال اقامرک[2] فلیتصدق **اقول** اللسان ترجمان القلب مقدمتہ ولا یتحقق تھذیب القلب حتے یؤاخذ بحفظ اللسان **وقال** صلے اللہ علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرایت غیرھا خیرا منہا فکفر عن یمینک وائت الذی ھو خیر **وقال** علیہ الصلوٰۃ والسلام لان یلج[3] احدکم بیمینہ فی اھلہ اٰثم لہ عند اللہ من ان یعطی کفارتہ التی افترض اللہ علیہ **اقول** کثیرا ما یحلف الانسان علی شئ فیضیق علے نفسہ وعلے الناس ولیست تلک من المصلحۃ وانما شرعت الکفارۃ منہیۃ لمایجدہ المکلف فی نفسہ **وقال** صلے اللہ علیہ وسلم یمینک علے مایصدقک علیہ صاحبک[4] **اقول** قد یحتال لاقتطاع مال امرئ مسلم بان یتاول فی الیمین فیقول مثلاً واللہ لیس فی یدی من مالک شئ یرید لیس فی یدی شئ وان کان فی تصرفی وقبضی وھذا محلہ الظالم

کسی محال عادی پر قسم کھائی جائے مثلاً مردہ کو زندہ کرنا یا شیا کی حقیقت بالکل بدل دینا اور اُن دونوں قسموں میں جن میں نفی[5] و رد نہیں ہے یہ اختلاف ہے کہ ان میں قسم کا کفارہ آتا ہے یا نہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے باپ و دادوں کی قسمیں نہ کھایا کرو جس کو قسم کھانی ہو وہ خدا کی قسم کھائے یا خموش رہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے خدا کے سوا دوسرے کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا۔ میں کہتا ہوں کہ کسی کے نام کی قسم جب ہی کھائی جاتی ہے کہ اس میں عظمت اور بزرگی کا اعتقاد ہو۔ اس کے نام میں برکت خیال کیجائے اُس میں کوتاہی اور جس امر کے لیے وہ نام ذکر کیا گیا ہے اُس کو فروگذشت کرنا گناہ تصور کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قسم کھائے اور قسم میں باللات والعزیٰ کہے تو اُس کو چاہیئے کہ اُس کے بعد لا الہ الا اللہ کہے اور جو اپنے رفیق سے کہے آؤ قمار بازی کریں تو اُس کو چاہیئے کہ صدقہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ زبان دل کی ترجمان ہوا کرتی ہے اور اُس کی مقدمہ ہوتی ہے دلی تہذیب جبتک حاصل نہیں ہوسکتی کہ زبان کی محافظت کا لحاظ کیا جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص قسم کھائے اُس کے بعد دوسرے اُس کو بہتر معلوم ہو تو قسم کا کفارہ دے کر اسی بہتر شے کو عمل میں لانا چاہیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم قسم کھا کر اپنے اہل میں اُس کے امضا کا اصرار کیا کرتے ہو اُس میں خدا کے نزدیک اُس سے زیادہ گناہ ہے کہ اُس کا کفارہ جو خدا نے اُسپر فرض کیا ہے ادا کیا جائے۔ میں کہتا ہوں اکثر لوگ کسی بات پر قسم کھا بیٹھتے ہیں پھر اپنے نفس پر اور لوگوں پر سختی کرتے اور تنگی سے اُس کو پورا کرتے ہیں اور یہ امر مصلحت کے خلاف ہے اور کفارہ صرف اسواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ مکلف کی نفسانی حالت کو روک دے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیری قسم اسی حالت پر رہیگی کہ تیرا مقابل یعنے مدعی اُس کی تصدیق کرے۔ میں کہتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال ہضم کرنے کے لیے حیلہ کیا جاتا ہے اور قسم میں تاویل کی جاتی ہے۔ مثلاً یوں قسم کھاتا ہے کہ واللہ میرے ہاتھ میں تیرے مال کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس سے قصد یہ ہوتا ہے کہ خاص میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اگرچہ میرے قبض و تصرف میں ہو ظلم اُس پر آمادہ کرتا ہے

[1] المحفوظ من الفاظ الحدیث ان اللہ ینہاکم ان تحلفوا باٰبائکم من کان ۱۲ [2] ای بالمال الذی عزم علی المقامرۃ بہ او ینبغی ان یکفارۃ عن مقالتہ ۱۲ [3] ای لیسیر ویقیم ۱۲ [4] ای خصمک ومدعیک ولا تؤثر فیہ التوریۃ ۱۲

وقال صلی اللہ علیہ وسلم من حلف فقال ان شاء اللہ لم یحنث **اقول** حینئذ لم یتحقق عقد القلب ولا جزم النیة وهو المعنی فی الکفارة **قال** اللہ تعالی لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارته عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم **اقول** قد مر سر وجوب الکفارة من قبل فراجع والنذر علی اقسام المبهم وفیه **قوله** صلی اللہ علیہ وسلم اوف بنذرک بلا وجوب لما یاتی من قصة ابی اسرائیل ونذر طاعة فی موضع بعینه او بهیئة بعینها وفیه قصة ابی اسرائیل نذر ان یقوم ولا یقعد ولا یستظل ولا یتکلم ویصوم **فقال** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروه فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومه وقصة من نذر ان ینحر ابلا ببوانة[له] لیس بها وثن ولا عید لاهل الجاهلیة قال اوف بنذرک او نذر المعصیة وفیه قوله صلی اللہ علیہ وسلم من نذر نذرا فی معصیة فکفارته کفارة یمین ونذر مستحیل وفیه **قوله** صلی اللہ علیہ وسلم من نذر نذرا لا یطیقه فکفارته کفارة یمین والاصل فی هذا الباب ان الکفارة شرعت منبهة للاثم مزیلة لما حاک فی صدره فمن نذر بطاعة فلیفعل ومن نذر غیر ذلک ووجد فی صدره حرجا وجبت الکفارة. واللہ اعلم۔

[له] بفتح الموحدة اسم موضع فی اسفل مکة دون یلملم

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قسم کھائے اور انشاء اللہ کہدے وہ حانث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس وقت میں دل کا قطعی فیصلہ اور قصد مصمم نہیں ہوا کرتا۔ اور کفارہ کے لیے اُسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا تعالے نے فرماتا ہے کہ خدا لغو قسموں میں تم سے مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کا تم نے مصمم قصد کر لیا ہے اُن کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلا دیا جائے۔ جو تم اپنے اہل کو کھلاتے ہو یا اُن کا لباس یا ایک بردہ آزاد کرنا اور جسکو اس کی قدرت نہو وہ تین روزے رکھلے تمھاری قسموں کا یہ کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ۔ کفارہ واجب ہونے کا راز پہلے گذر چکا ہے۔ فرجم۔ نذر کی چند قسمیں ہیں (۱) نذر مبہم۔ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر نذر معین نہ ہو تو اُس کا کفارہ اور قسم کا کفارہ ایک ہی ہے (۲) نذر مباح۔ اس کے متعلق آپنے فرمایا نذر کو پورا کر لیکن پورا کرنا واجب نہیں ہے ابو اسرائیل کا قصہ اس کے متعلق آگے آنیوالا ہے (۳) کسی خاص جگہ اور خاص صورت میں کسی طاعت ادا کرنے کے لیئے نذر کی جائے اس کے متعلق ابو اسرائیل کا قصہ ہے انھوں نے نذر کی تھی کہ میں کھڑا رہوں گا نہ بیٹھوں گا نہ سایہ کی آڑ لونگا نہ بولونگا اور روزہ رکھوں گا اس پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو حکم کرو کہ باتیں کرے اور سایہ میں رہے اور اپنا روزہ پورا کر لے اور ایک شخص نے نذر کی تھی کہ مقام بوانہ میں جہاں نہ کوئی بت تھا نہ اہل جاہلیت کا میلہ وغیرہ ایک اونٹ ذبح کرونگا تو آپنے فرمایا اپنی نذر پوری کرے (۴) نذر معصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی معصیت کی نذر کریگا اُس کا کفارہ وہی ہے جو یمین کا ہے (۵) نذر محال۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ایسی چیز کی نذر کرے جسکو ادا نہ کر سکے اس کا کفارہ بھی یمین کا سا ہے۔ نذر کے باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کفارہ اس لیئے مشروع ہوا ہے کہ گناہ کا لوث اس سے جاتا رہے اس کے سینہ میں جو چیز از رہی ہے وہ دور ہو جائے۔ اس لیئے جو شخص کسی طاعت کی نذر کرے وہ پورا کرے اور جو غیر طاعت کی نذر کرے اور نذر اس کے سینہ میں کھٹکے تو کفارہ واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

مِن اَبوَابٍ شتّٰی

قد فرغنا والحمد للہ رب العالمین عمّا اردنا ایراده فی هذا الکتاب وشرطناه علی انفسنا ولا استوعب المذکور جمیع ما هو مکنون فی صُدُورنا من اسرار الشریعة فلیس کل وقت یسمح القلب بمضنونات السرائر وینفتح[1] اللسان بمکنونات الضمائر ولا کل حدیث ینبغی للعامة ولا کل شیٔ یحسن ذکره بغیر تمهید مقدماته ولا استوعب ما جمع اللہ فی صدورنا جمیع ما انزل علی قلب النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکیف یکون لمورد الوحی ومنزل القرآن نسبة مع رجل من امته هیهات ذٰلک ولا استوعب ما جمع اللہ فی صدره صلے اللہ علیہ وسلم جمیع ما عند اللہ تعالے من الحکم والمصالح المرعیة فی احکامه تعالی وقد اوضح عن ذٰلک خضر علیہ السلام حیث قال ما نقص علمی وعلمک الا کما نقص هذا العصفور من البحر فمن هٰهنا الوجه ینبغی ان یعرف فخامة امر المصالح المرعیة فی الاحکام الشرعیة وانها لا منتهی لها وان جمیع ما یذکر فیها غیر واف بواجب حقها ولا کاف بحقیقة شأنها ولکن ما لا یدرک کله لا یترک کله ونحن الاٰن نستغل بشیٔ من السیر والفتن والمناقب علی التیسیر دون الاستیعاب واللہ الموفق والمعین والیه المرجع والمآب ؞

مختلف ابواب کے

جن امور کے بیان کرنے کا ہم نے اس کتاب میں قصد کیا تھا اُس سے ہم فارغ ہو گئے والحمد للہ رب العالمین جو اُس میں ذکر کیا گیا ہے اُس سے اُن تمام اسرار شریعت کا استیعاب نہیں ہوا ہے جو ہمارے سینوں میں مخفی ہیں اس لیئے کہ دل میں ہر وقت یہ فیاضی نہیں ہوتی کہ اسرار کا انکشاف کر دیا کرے زبان ہمیشہ دلی رازوں کا اظہار نہیں کرتی ہے اور عوام اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ ہر ایک نکتہ کا اُن کو مخاطب کریں اور ہر شئے اس قابل نہیں ہوتی کہ بغیر تمہید اور مقدمات کے اُس کو معرض بیان میں لائیں اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جو راز ہمارے دلوں میں ہیں وہ اُن علوم کے برابر ہو سکیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل کیئے گئے ہیں اس درجہ والے کو جس پر وحی اور قرآن نازل ہوتا تھا اپنی امت کے ایک شخص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ہیہات ذٰلک ان دونوں کی حالت میں بڑا فرق ہے اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جن علوم کو خدا تعالے نے اپنے نبی میں مجمل طور پر جمع کیا تھا وہ اُن حکمتوں اور مصلحتوں کا پورا مجموعہ ہوں جو احکام آلہی میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ اس نسبت کو خضر علیہ السلام نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ میرے اور تیرے (حضرت موسیٰ) کے علم کو خدا کے علم سے ایسی نسبت ہے جیسے اس سمندر کے ساتھ اُس کمی کو جو چڑیا کی چونچ میں ہے ان مرتبوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُن مصلحتوں کا کتنا پایہ بلند ہے جن کا احکام شریعت میں لحاظ کیا گیا ہے یقیناً اُن کی کوئی نہایت نہیں ہے جتنا اُن کا ذکر کیا جائے اُن مصلحتوں کا حق پورا ادا نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اُنکی پوری واقفیت کے لیئے کافی ہو سکتا ہے لیکن ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ اب ہم کسیقدر اجمالی طور پر ایک حصہ سیرت اور فتنوں اور مناقب کا بیان کرتے ہیں استیعاب سے بیان کرنا ہم کو مقصود نہیں ہے۔

واللہ الموفق والمعین والیہ المرجع والمآب۔

[1] نے یدرخ وقولہ ینبغی لے یفتح نسخہ ۱۲

سِیَرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نبیّنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی نشأ من افضل العرب نسبا واقواھم شجاعۃ واوفرھم سخاوۃ وافصحھم لسانا واذکاھم جنانا وکذلک الانبیاء علیھم السلام لا تبعث الا فی نسب قومھا فان الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ وجودۃ الاخلاق یرثھا الرجل من آبائہ ولا یستحق النبوۃ الا الکاملون فی الاخلاق وقد اراد اللہ ببعثتھم ان یظھر الحق ویقیم بھم الامۃ العوجاء ویجعلھم ائمۃ والاقرب لذلک اھل النسب الرفیع واللطف مرعی فی امر اللہ وھو قولہ تعالی اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ونشأ معتدلا فی الخلق والخلق کان ربعۃ[1] لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا الجعد القطط ولا السبط کان جعدا رجلا ولم یکن بالمطھم ولا بالمکلثم وکان فی وجھہ تدویر ضخم الراس واللحیۃ شثن الکفین والقدمین

رسالت مآب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ آپ تمام عرب میں بزرگ خاندان اور نسب سے پیدا ہوئے۔ شجاعت اور بردلی میں سب سے زیادہ توانا سب سے زیادہ فیاض۔ سب سے زیادہ خوش بیان۔ سب سے زیادہ آپ کا دل صاف اور پاک تھا ایسے ہی تمام انبیا اپنے خاندان میں عالی نسب ہوا کرتے ہیں۔ اس لیئے کہ آدمی ایسے ہوتے ہیں جیسے کانیں سونے اور چاندی کی۔ اور اخلاق کی خوبی آدمی کو اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا کرتی ہے اور نبوت کا استحقاق انھیں لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے جنکے اخلاق کامل ہوں۔ انبیار کی بعثت سے خدا کی مراد یہ ہوتی ہے کہ سچائی اور حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فرقہ کجرو درست ہو جائے خدا اُن کو لوگوں کا پیشوا بناتا ہے اور اُن مناصب کے لیئے زیادہ موزون وہی ہوا کرتے ہیں جو مفتخر خاندان سے ہوں خدا تعالے فرماتا ہے خدا خوب جانتا ہے جہاں رسالت کو رکھتا ہے اللہ یعلم حیث الخ آپ کے خَلق اور خُلق میں اعتدال تھا میانہ قد تھے۔ نہ زیادہ دراز قد۔ نہ کوتاہ موئے مبارک نہ بالکل گھونگروالے تھے نہ چھوٹے ہوئے بلکہ بین بین چہرہ مبارک میں گولائی تھی۔ سر مبارک بڑا۔ ریش مبارک دراز شانے اور قدم پر گوشت۔

[1] بفتح الراء وسکون الموحدۃ معتدل القامۃ والقطط بفتح الطاء الاولی وکسرھا شدید الجعودۃ کما یکون للحبشۃ والسبط بکسر الموحدۃ وسکونھا مسترسل الشعر والرجل بکسر الجیم بین السبوطۃ والجعودۃ والمطھم کمعظم الفاحش السمن والمکلثم المدوّر الوجہ غایۃ التدویر وقولہ تدویر ای نوع منہ قلیل وقولہ ضخم الراس ای عظیمہ واللحیۃ ای کثھا وشثن بفتح المعجمۃ وسکون المثلثۃ ای غلیظ الکفین وھو مدح فی الرجال وقولہ مشربا ای مختلطا یعنی کان بیاضہ مختلطا بالحمرۃ والکرادیس جمع کردوس ما یضم کل عظمین التقیا م

فی مفصل والمراد ضخم الاعضاء ۱۲

مشربا حمرة ضخم الكراديس قوى البطش والباءة اصدق الناس لهجة والينهم عريكة[۱]
من راٰه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبه اشد الناس تواضعا مع كبر النفس و
ارفقهم باهل بيته وخدمه خدمه انس رضى الله عنه عشر سنين فما قال له
اف ولا لم صنعت ولا الا صنعت وان كانت الامة من اماء اهل المدينة لتاخذ بيده
فتنطلق به حيث شاءت وكان يكون فى مهنة اهله[۲] ولم يكن فاحشا ولا لعانا ولا
سبابا وكان يخصف[۳] نعله ويخيط ثوبه ويحلب شاته مع كونه ذا عزيمة
نافذة قبله القبيل لا يغلبه امر ولا تفوته مصلحة وكان اجود الناس
واصبرهم على الاذى واكثرهم رحمة بالناس لا يصل الى احد منه شر
لا من يده ولا من لسانه الا ان يجاهد فى سبيل الله وكان الزمهم باصلاح تدبير
المنزل ورعاية الاصحاب وسياسة المدينة بحيث لا يتصور فوقه يعرف لكل شئ
قدره وكان دائم النظر الى الملكوت مستهترا بذكر الله يحس ذلك من فلتات[۴] لسانه وجميع
حالاته مؤيدا من الغيب مباركا يستجاب دعاؤه وتفتح عليه العلوم من خطيرة القدس
ويظهر منه المعجزات من وجوه استجابة الدعوات وانكشاف خبر المستقبل وظهور البركة
فيما يبرك عليه وكذلك الانبياء صلوات الله عليهم يجبلون على هذه الصفات ويندفعون

چہرہ کا رنگ سرخی مائل تھا۔ اعضا میں فربہی تھی۔ سب سے زیادہ طبیعت میں نرم دلی تھی لب ولہجہ میں سب سے
زیادہ صداقت۔ جو شخص فوراً آپ کو دیکھتا آپ کی عزت کرتا اور جانکر جو آپ سے ملتا جلتا تو آپ پر فدا ہوجاتا۔
بزرگ نفسی کے ساتھ نہایت خاکسار۔ اپنے اہل بیت پر نہایت نرم دل تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس
سال تک آپ کی خدمت کی لیکن کبھی اُن کو اُف تک نہ کہا اور کبھی نہیں کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔
اہل مدینہ کی کوئی کنیزک خدمت میں حاضر ہوتی اور جہاں چاہتی لیجاتی اپنے اہل کی خدمت خود کر دیا کرتے تھے۔
فحش امر یا لعنت کرنا یا بدگوئی کرنا آپ کی عادت نہ تھی۔ اپنی کفش مبارک خود ہی سی لیا کرتے۔ کپڑا خود ہی سیتے۔ بکری
کو خود دودھ لیا کرتے حالانکہ بڑے اولوالعزم تھے۔ کوئی شئے آپ کو مغلوب نہ کرسکتی تھی۔ اور کوئی مصلحت آپ سے فوت
نہ ہوتی تھی سب سے زیادہ فراخ دل تھے۔ تکلیف برداشت کرنے میں سب سے زیادہ مستقل اور ثابت قدم لوگوں پر نہایت ہی
مہربان کسی کو آپ کی ذات سے برائی نہیں پہونچتی تھی۔ نہ ہاتھ سے نہ زبان سے مگر جب خدا کی راہ میں جہاد کرتے
تھے۔ تدبیر منزل کی درستی کا بڑا اہتمام کرنے والے اپنے اصحاب کا بڑا لحاظ کرتے سیاست مدن کے بڑے نگران کہ جس سے
زیادہ متصور نہیں ہوسکتا ہے ہر شئے کے اندازہ سے واقف۔ عالم ملکوت کی جانب ہمیشہ متوجہ ذکر الٰہی کے فریفتہ آپ
کی گفتگو اور تمام حالات سے ذکر الٰہی کے آثار نمایاں رہتے تھے۔ ہمیشہ غیب سے آپ کی اعانت اور تائید ہوتی۔ دعا
آپ کی قبول ہوتی حظیرة القدس سے علوم کا فیضان ہوتا رہتا تھا معجزات ظاہر ہوتے رہتے مثلاً دعاؤں کی قبولیت
آیندہ واقعات کی پیشین گوئی جس شئے میں برکت کی درخواست کرتے اُس میں برکت ہوتی ایسے ہی تمام
انبیاء علیہ السلام کی سرشت میں یہ اوصاف ہوا کرتے ہیں اُن کی۔

۱ اے طبیعۃ وقولہ بدیہۃ ای بغتۃ ۱۲ ۲ ای خدمۃ وقولہ فی مہنۃ ای خدمۃ ۳ وقولہ یخصف ای یرقع ۱۲ ۴ ای مولعا وقولہ فلتات ۱۲

الیها فطرة فطرهم الله علیها ذکره ابراهیم علیه السلام فی دعائه[1] وبشر بفخامة امره وبشر به موسی وعیسی علیهما السلام وسائر الانبیاء صلوات الله علیهم ورأت امه کأن نورا خرج منها فاضاء الارض فعبرت بوجود ولد مبارك یظهر دینه شرقا وغربا وهتفت الجن و اخبرت الکهان والمنجمون بوجوده وعلو امره ودلت الواقعات الجویة کانکسار شرفات کسری علی شرفه واحاطت به دلائل النبوة کما اخبر هرقل قیصر الروم ورأوا آثار البرکة عند مولده وارضاعه وظهرت الملائکة فشقت عن قلبه فملأته ایمانا و حکمة وذلك بین عالم المثال والشهادة فلذلك لم یکن الشق عن القلب اهلاکا وقد بقی منه اثر المخیط وکذلك کل ما اختلط فیه عالم المثال والشهادة ولما خرج به ابو طالب الی الشام فرآه الراهب شهد بنبوته لآیات رآها فیه ولما شب ظهرت مناسبة الملائکة بالهتف به والتمثل له وسدد الله خلته[2] برغبة خدیجة رضی الله عنها فیه ومواساتها به وکانت من میاسیر نساء قریش وکذلك من احبه الله یدبر له فی عباده ولما بنی الکعبة فیمن بنی القی ازاره علی عاتقه کعادة العرب فانکشفت عورته فسقط مغشیا علیه ونهی عن کشف عورته فی غشیته وذلك شعبة من النبوة ونوع من المواخذة فی النفس ثم حبب الیه الخلاء[3] فکان یخلو

فطرت ہی اُن امور کیجانب اُن کو جھکا دیا کرتی ہے اپنی دعا میں حضرت ابراہیم نے آپ کا ذکر کیا تھا اور آپ کے بلالت رتبہ کی بشارت دی تھی۔ حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہم السلام نے آپ کے وجود باجود کی پیشین گوئی کی تھی اور باقی انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم نے آپ کی اطلاع دی تھی۔ آپ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے اندر سے روشنی نکلی اور تمام زمین اُس سے نورانی ہوگئی۔ اس کی تعبیر دی گئی کہ ایک بابرکت لڑکا پیدا ہوگا جس کا دین مشرق سے مغرب تک پھیل جائیگا جنوں نے آپ کے پیدائش کی خبریں دیں۔ کاہنوں اور نجومیوں نے آپ کی پیدائش اور ترقیات کی خبر دی اور واقعات جو نے آپ کی اعزاز و سربلندی کیجانب رہنمائی کی جس سے ایوان کسریٰ کے کنگرے ریزہ ریزہ ہوگئے۔ نبوت کی دلیلیں آپ کے اندر جمع ہوگئیں جیسے کہ ہرقل قیصر روم نے اُن کی خبر دی۔ آپ کی پیدائش اور شیر خوارگی کے زمانے میں لوگوں نے برکت کے آثار مشاہدہ کیے فرشتوں نے ظاہر ہوکر آپ کے قلب مبارک میں چیر دیا اور ایمان و حکمت سے اُس کو بھردیا۔ عالم مثال اور عالم شہود کے بین بین یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اُس لیئے چیرہ دینے سے ہلاکی کا خطرہ پیش نہیں آیا اور رشتہ کا اثر باقی رہا جو واقعات عالم مثال اور عالم شہادت کی آمیزش سے پیش آیا کرتے ہیں اِن کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ جب ابو طالب سفر شام میں آپ کو اپنے ہمراہ لیگئے تو راہب نے آپ کے اندر نبوت کی علامتیں دیکھکر نبوت کا اقرار کیا۔ جب شباب شروع ہوا تو فرشتوں سے تناسب اور تعلق ظاہر ہونے لگا کبھی غیبی آواز کے ذریعے سے۔ کبھی فرشتے بدنی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے ظاہری حوائج کی بندش اسطرح فرما دی کہ حضرت خدیجہؓ کو آپکے ساتھ ہمدردی کا خیال پیدا ہوگیا یہ قریش کی عورتوں میں سے باثروت تھیں جب خدا کسیکو دوست رکھتا ہے تو اپنے بندوں ہی میں سے کسیکو اسکا کارساز بنا دیتا ہے۔ جب دوسروں کے ساتھ تعمیر میں شریک تھے اور عادات عرب کے موافق اپنے ازار کو دوش مبارک پر ڈال لیا تھا اس لیے آپ بے ستر ہوگئے اور بے ستر ہوتے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور غشی کی حالت میں آپ کو منع فرمایا کہ کہیں شرمگاہ ظاہر نہ ہوجائے یہ نبوت کی ایک شاخ تھی نفس کے مواخذہ کرنے کی یہ بھی ایک قسم ہے۔ اس کے بعد آپ خلوت کو پسند فرمانے لگے۔

[1] لہ وابعث فیہم رسولا الآیۃ ۱۲ [2] لہ حاجۃ [illegible] میاسیر [illegible] ۱۲ [3] لہ الخلوۃ [illegible] ۱۲

بحراء اللیالی ذوات العدد ثم یاتی اھلہ ویتزود لمثلھا العزوف عن الدنیا وتجردہ الی الفطرۃ التی فطرہ اللہ علیھا وکان اول ما بدی بہ الرؤیا الصالحۃ فکان لایری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح وھذہ شعبۃ من شعب النبوۃ ثم نزل الحق علیہ وھو بحراء ففزع بطبیعتہ بان تشوشت البھیمیۃ من سننھا لغلبۃ الملکیۃ فذھبت بہ خدیجۃ الی ورقۃ فقال ھذا الناموس الذی نزل علی موسی ثم نزل الوحی وذلک لان الانسان یجمع جھتین جھۃ البشریۃ وجھۃ الملکیۃ فیکون عند الخروج من الظلمات الی النور مزاحمات ومصادمات حتی یتم امر اللہ وکان یری الملک تارۃ جالسا بین السماء والارض وتارۃ واقفا فی الحرم تصل حجزتہ الی الکعبۃ ونحو ذلک وسر ان الملکوت تلم بالنفوس المستعدۃ للنبوۃ فکلما انفلتت برق علیھا بارق ملکی حسبما یقتضیہ الوقت کما تنفلت نفوس العامۃ فتطلع فی الرؤیا علی بعض الامر قیل یا رسول اللہ کیف یاتیک الوحی فقال احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقد وعیت ما قال واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فاعی ما یقول **اقول** اما الصلصلۃ فحقیقتھا ان الحواس اذا صادمھا تاثیر قوی تشوشت فتشویش قوۃ البصر ان یری الوانا الحمرۃ والصفرۃ والخضرۃ ونحو ذلک وتشویش قوۃ السمع ان یسمع اصواتا مبھمۃ کالطنین والصلصلۃ

مقام حرا میں چند راتوں تک خلوت گزیں رہتے پھر دولت خانہ کو تشریف لاکر ویسے ہی چند روز کی غذا ہمراہ لیتے اور وہیں قیام فرماتے۔ غلبہ روحانیت نے دنیا سے آپکی توجہ کو ہٹا دیا تھا اور ہمہ تن آپکا رخ اُس فطرت کیجانب پھیر دیا تھا جسپر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اول آغاز رویاے صالحہ سے ہوا آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر اس کا ایسا ظہور ہوتا جیسے صبح کا سپیدہ یہی نبوت کی طاقت کا ظہور تھا۔ اسکے بعد مقام حرا میں صداقت یعنی حضرت جبرائیل اور وحی کا نزول شروع ہوا۔ اور غلبہ ملکیہ کے وقت طبیعت کا قانون ہے کہ اسمیں حیرت اور پریشانی پیدا ہوتی ہے اسلیے اسوقت آپ میں بھی گھبراہٹ پیدا ہوگئی اسواسطے حضرت خدیجہ آپکو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور یہ حالت بیان کی انہوں نے کہا ھذا الناموس الذی الخ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسی پر نازل ہوتا تھا۔ اسکے بعد چند روز تک وحی منقطع ہوگئی اس کی وجہ یہ تھی کہ انسان میں دو مختلف طاقتیں جمع ہوتی ہیں۔ ایک بشری دوسری ملکی جب تاریکیوں سے نور کیجانب خروج ہوتا ہے تو مختلف مزاحمتیں اور الجھاؤ پیش آتے ہیں یہانتک جو خدا کی مرضی ہے وہ پوری ہوجاتی ہے آپ فرشتہ کو کبھی آسمان و زمین میں بیٹھا ہوا دیکھتے تھے کبھی حرم میں کھڑے ہوئے کہ اُسکے ازار باندھنے کی جگہ کعبہ تک ممتد ہوتی تھی۔ ونحو ذالک اسکا راز یہ ہے کہ جن نفوس میں نبوت کی استعداد ہوتی ہے تو ملکیت اُسکی روح کے سامنے منکشف ہوجاتی ہے بدنی مشاغل سے آزادی ہوتی ہے اُسکے سامنے ملکی بجلی درخشاں ہونے لگتی ہے جیسا وقت کا اقتضا ہوتا ہے ویسے ہی یہ حالت پیدا ہوتی ہے جیسے عوام لوگوں کو آزادی کی حالت میں خواب کے ذریعہ سے بعض امور کا انکشاف ہوتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ پر نزول وحی کسطرح ہوتا ہے۔ آپنے فرمایا کبھی گھنٹہ کی جھنکار کیطرح اسکی مجھ پر زیادہ گرانی ہوتی ہے اس آواز کے جدا ہوتے ہی میں اسکی بات کو محفوظ کرلیتا ہوں اور کبھی مجھکو فرشتہ کی صورت نظر آتی ہے وہ کہتا جاتا ہے اور میں یاد کرتا جاتا ہوں میں کہتا ہوں اس آواز کی حقیقت یہی ہے کہ جب کوئی پرزور تاثیر حواس سے ٹکراتی ہے تو انمیں ایک تشویش اور شورش پیدا ہوجایا کرتی ہے بینائی میں تشویش اسطرح پیدا ہوتی ہے کہ مختلف رنگ کی چیزیں سرخ۔ زرد سبز وغیرہ آتی ہیں نظر میں اور شنوائی میں اسطرح اُسکا ظہور ہوتا ہے کہ بھنبھنی آوازیں جیسے بھنبھناہٹ جھنکار

---

[1] قولہ ورقہ ہو ابن نوفل و قولہ فقال ای ورقہ و قولہ فترلہ انقطع ۱۲ [2] لہ مرضہ شد ازارہ و قولہ انفلتت ای تخلصت ۱۲ [3] الصلصلۃ صوت الطنین وقیل صوت متدارک لا یدرک اول ہلۃ و قولہ وھو اشدہ علی لان الفہم عن مثل ھذا الصوت

[4] قولہ فیفصم ای ینقطع و قولہ وعیت ای حفظت ۱۲

والهمهمة فاذا تم الاثر حصل العلم واما التمثل فهو فی موطن یجمع بعض احکام المثال والشهادة ولذلك کان یری الملك بعضهم دون بعض ثم امر بالدعوة فاشتغل بها اخفاء فامنت خدیجة وابوبکر الصدیق وبلال وامثالهم رضی الله عنهم ثم قیل له فاصدع بما تؤمر وقیل وانذر عشیرتك الاقربین فجهر بالدعوة وابطال وجوه الشرك فتعصب علیه الناس واذوه بالسنتهم وایدیهم کقصة القاء سلی جزور[1] والخنق وهو صابر فی کل ذلك یبشر المؤمنین بالنصر وینذر الکافرین بالانهزام کما قال الله تعالی سیهزم الجمع ویولون الدبر وقال الله تعالی جند ما هنالك مهزوم من الاحزاب ثم ازدادوا فی التعصب فتقاسموا علی ایذاء المسلمین ومن ولیهم من بنی هاشم وبنی المطلب فهد والی الهجرة قبل الحبشة فوجد واسعة قبل السعة الکبری ولما ماتت خدیجة رضی الله عنها ومات ابو طالب عمه وتفرقت کلمة بنی هاشم فزع لذلك وکان قد نفث فی صدره ان علو کلمته فی الهجرة نفثا اجمالیا فتلقاه برویته وفکره فذهب وهمه الی الطائف والی هجر والی الیمامة والی کل مذهب فاستعجل وذهب الی الطائف فلقی عناء شدیدا ثم الی بنی کنانة فلم یر منهم ما یسره فعاد الی مکة بعهد زمعة ونزل وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته ان یتمنی انجاز الوعد فیما یتفکره من قبل نفسه والقاء الشیطان ان یکون خلاف ما اراد الله ونسخه کشف حقیقة الحال وازالته من قلبه

وغیرہ محسوس ہوتی ہیں۔ جب یہ اثر ختم ہو جاتی ہیں تو علم حاصل ہو جایا کرتا ہے اور فرشتہ کا صورت میں نظر آنا ایسے موقع پر ہوا کرتا ہے جہاں عالم مثال اور عالم شہود دونوں کے احکام اور اثر یکجا جمع ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فرشتوں کو بعض لوگ دیکھتے تھے اور بعض نہیں دیکھتے تھے۔ ان حالات کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ دعوت اسلام کریں اور مخفی طور پر آپنے اسلام کی تعلیم شروع کی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر صدیق وغیرہما رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ پھر ارشاد ہوا فاصدع الخ جو حکم تم کو دیا جاتا ہے اس کی آشکارا تعمیل کرو اور فرمایا گیا وانذر الخ اپنے قریب رشتہ داروں کو ڈراؤ اب آپ نے علانیہ دعوت اور شرک کی رسموں کو باطل کرنا شروع کر دیا۔ اس وجہ سے تمام لوگ بگڑ گئے نہایت سختی سے پیش آنے لگی۔ زبان اور ہاتھ سے برابر تکلیفیں دینے لگے مذبوحہ جانوروں کی جھلی آپ پر ڈالتے تھے۔ آپ کا گلا گھونٹ دیتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہایت استقلال کے ساتھ ان شدتوں کو جھیلتے تھے اور برابر مسلمانوں کو فتح کا مژدہ دیتے تھے اور کافروں کو شکست اور بربادی کا خوف دلاتے رہے۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے جند ما الخ یہاں کے لوگ جماعتوں سے بھاگ جاوینگے۔ اب انھوں نے اور بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کیا۔ اور قسمیں کھا کھا کر باہم معاہدہ کرایا کہ مسلمانوں کو اور ہاشمی اور مطلبیوں کے ہمدردی میں خوب تو بیخ کریں اسوقت مسلمانوں کو رہبری ہوئی کہ حبشہ کیجانب ہجرت کر جائیں اس سے وسعت کبریٰ سے پہلے کسیقدر وسعت اور کشادگی ہو گئی۔ جب حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب آپکے چچا کا انتقال ہو گیا اور ہاشمیوں کی جماعت اور قوت منتشر ہو گئی تو اسکی وجہ سے آپکو بے اطمینانی پیش آئی اور یہ امر اجمالی طور پر آپکے قلب میں القا کیا گیا تھا کہ ہجرت سے کامیابی حاصل ہوگی۔ اسلیے اپنے خیال وفکر سے ہجرت کا آپنے قصد فرمایا۔ اول طائف ہجر یمامہ کیجانب توجہ اور میلان ہوا اور مختلف طریقے سوچے لیکن عجلت کر کے طائف تشریف لیگئے وہاں آپکو نہایت سخت تکلیف ہوئی۔ اسکے بعد بنی کنانہ کیطرف تشریف فرما ہوئے یہاں بھی کوئی خوشکن امر پیش نہ آیا۔ اسلیے زمعہ کے زیر عہد مکہ کو مراجعت کی اور آیت نازل ہوئی وما ارسلنا الخ جب ہمنے کوئی رسول بھیجا ہے تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ جب اس نے کسی امر کی تمنا کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں کوئی شے ملا دی ہے آپ کی تمنا یہ تھی کہ جن امور کو اپنے دل میں غور کرتے تھے ان سے خدا کے وعدوں کے پورے ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور شیطان کا اس میں ملا دینا یہ ہو کہ ارادہ الٰہی کے خلاف امور پیش آئے اور اصلی حالت پر ایک نقاب حائل ہو گیا۔

[1] بفتح السلا وتخفیف اللام الجلد الرقیق الذی یخرج فیه الولد من بطن امه ملفوفا والجزور البعیر او خاص بالناقة المجزورة کما فی القاموس والمراد هنا ۱۲

واسری به الی المسجد الاقصی ثم الی سدرة المنتهی والی ما شاء الله وکل ذلک بجسده صلی الله علیه وسلم فی الیقظة ولکن ذلک فی موطن هو برزخ بین المثال والشهادة جامع لاحکامهما فظهر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیة اجسادا ولذلک بان لکل واقعة من تلک الوقائع تعبیر وقد ظهر لحزقیل وموسی وغیرهما علیهم السلام نحو من تلک الوقائع وکذلک لاولیاء الامة لیکون علو درجاتهم عند الله کحالهم فی الرؤیا والله اعلم اما شق الصدر وملؤه ایمانا فحقیقته غلبة انوار الملکیة وانطفاء لهب الطبیعة وخضوعها لما یفیض علیها من حظیرة القدس واما رکوبه علی البراق فحقیقته استواء نفسه النطقیة علی نسمته التی هی الکمال الحیوانی فاستوی راکبا علی البراق کما غلبت احکام نفسه النطقیة علی البهیمیة وتسلطت علیها واما اسراؤه الی المسجد الاقصی فلانه محل ظهور شعائر الله ومتعلق همم الملا الاعلی ومطمح انظار الانبیاء علیهم السلام فکانه کوة الی الملکوت واما ملاقاته مع الانبیاء صلوات الله علیهم ومفاخرته معهم فحقیقتها اجتماعهم من حیث ارتباطهم بحظیرة القدس وظهور ما اختص به من بینهم من وجوه الکمال واما رقیه الی السموات سماء بعد سماء فحقیقته الانسلاخ الی مستوی الرحمن منزلة بعد منزلة ومعرفة حال الملائکة الموکلة بها ومن لحق بهم من افاضل البشر والتدبیر الذی اوحاه الله فیها والاختصام الذی یحصل فی سلفها

اسی اثنا میں مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پہنچے اور جو خدا کی مرضی تھی وہاں تک سیر واقع ہوئی یہ تمام امور بدن کے ذریعہ سے ہوئے بیداری کی حالت میں لیکن ایسے موقع میں جو عالم مثال و شہود میں برزخ کی طرح واقع ہے سب کے احکام اس میں جمع تھے۔ بدن پر تمام روح کے احکام طاری ہوئے۔ روح اور روحانی امور بدنوں کی صورت میں پیش آئے اس واسطے ان واقعات میں ہر ایک واقعہ کی ایک تعبیر ہے حضرت حزقیل اور حضرت موسے وغیرہ انبیا علیہم السلام کو بھی ایسے ہی واقعات پیش رہے تھے۔ اولیائے امت کو ایسے امور پیش آتے ہیں تاکہ ان کے رتبہ مقامات کی حالت ایسی ہو جیسے خواب میں دوسروں کے حالات ہوا کرتے ہیں واللہ اعلم شق صدر اور ایمان سے اس کے بھر دینے کے معنی یہ ہیں کہ ملکی طاقت کے انوار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب ہو گئے اور طبیعت کی آگ فرو ہو گئی اور طبیعت اس قابل ہو گئی کہ جن علوم کا حظیرۃ القدس سے افاضہ کیا جائے۔ ان کو مطیعانہ اخذ کر سکے۔ اور براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نسمہ پر جس میں کمال حیوانی ہوتا ہے نفس ناطقہ کا استیلا اور غلبہ ہو گیا۔ براق پر مضبوط ہو کر سوار ہوئے یعنے بہیمیت پر نفس ناطقہ کے احکام مسلط ہو گئے اور مسجد اقصیٰ کی طرف سیر کرنا اس طرح ہوا کہ وہ مسجد شعائر الٰہیہ کے ظاہر ہونے کا موقع ہے ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق رہتی ہیں۔ انبیا علیہم السلام کی توجہ کا وہ آماجگاہ ہے یا وہ ملکوت کے لیئے ایک روشندان ہے اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا اور ان سے مفاخرت کرنا اسکی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس کے ارتباط و تعلق سے سب کا اجتماع ہوا اور ان سب میں کمالات نبوت کے اوصاف میں آپ کی خصوصیت اور فضیلت ظاہر ہوئی اور آسمان پر ترتیب ایک شے دوسرے پر صعود کرنے کے معنے یہ ہیں کہ خاص قرارگاہ جلالت الوہیت تک منزل بمنزل آپ نے ترقی کی۔ ملائکہ سے تعارف ہوا جو وہاں مقرر ہیں ان بزرگ روحانیوں سے لقا ہوا جو آدمیوں میں سے فرشتوں میں منسلک ہو گئے ہیں ان تدابیر کا آپ کو علم حاصل ہوا جن کی وہاں وحی کی گئی اس خصومت کو دریافت کیا جو ان منازل میں حاصل ہوتی ہے۔

واما بكاء موسى فليس بحسد ولكنه مثال لفقد عموم الدعوة وبقاء كمال لم يحصل مما هو
فى وجهه واما سدرة المنتهى فشجرة الكون وترتيب بعضها على بعض واجتماعها فى تدبير
واحد كاجتماع الشجرة فى الغاذية والنامية ونحوهما ولم تتمثل حيوانا لان التدبير الجملى
الاجمالى الشبيه للسياسة الكلى افراده وانما اشبه الاشياء به الشجرة دون الحيوان فان الحيوان
فيه قوى تفصيلية والارادة فيه اصرح من سنن الطبيعة واما الانهار فى اصلها فرحمة
فائضة فى الملكوت حذو الشهادة وحياة وانماء فلذلك تعين هنالك بعض الامور النافعة فى
الشهادة كالنيل والفرات واما الانوار التى غشيتها فتدليات الهية وتدبيرات رحمانية تلعلعت
فى الشهادة حيثما استعدت لها واما البيت المعمور فحقيقته التجلى الالهى الذى يتوجه اليه
سجدات البشر وتضرعاتهم يتمثل بيتا على حذو ما عندهم من الكعبة وبيت المقدس ثم اتى باناء من لبن
واناء من خمر فاختار اللبن فقال جبريل هديت للفطرة ولو اخذت الخمر لغوت امتك فكان هو صلى الله
عليه وسلم جامع امته ومنشأ ظهورهم وكان اللبن اختيارهم الفطرة والخمر اختيارهم لذات الدنيا
وامر بخمسين صلوات بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب ثم اوضح الله مراده تدريجا
ليعلم ان الحرج مدفوع وان النعمة كاملة وتمثل هذا المعنى مستندا الى موسى عليه السلام فانه اكثر الانبياء
معالجة للامة ومعرفة بسياستها ؛

اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کا رونا حسد سے نہ تھا۔ بلکہ وہ اس حالت کی
مثال تھی جو دعوت عامہ کے جاتے رہنے سے ان کو پیش آئی اور جس کمال کے وہ خواستگار تھے اس کے پورا ہونے
میں ایک حصہ کی کمی رہ گئی۔ سدرۃ المنتہےٰ سے وجود کا درخت مراد ہے جس کے حصوں میں ترتیب ہوتی ہے اس کی تمام
طاقتیں ایک ہی تدبیر میں جمع ہوتی ہیں جیسے قوت غاذیہ نامیہ وغیرہ ہما کی سب قوتیں صورت شجری میں جمع ہوا کرتی
ہیں اور اس حالت کو جسمیں مجموعی اور اجمالی تدبیر کیطرف اشارہ ہو اور اس کے تمام افراد میں عموم اور کلیت ہو زیادہ تر مشابہت
درخت سے ہے نہ حیوان سے۔ حیوان میں تفصیلی طاقتیں ہوتی ہیں اور ارادہ حیوانی طبیعت کے قوانین کو مصرح اور ظاہر
حالت میں کر دیا کرتا ہے۔ اس درخت کی جڑ میں نہروں سے مراد وہ عالم ملکوت کی رحمت ہے جسکا وہاں سے فیضان
مسلسل رہتا ہے۔ عالم شہادت کی جانب وہ جاری اور ساری رہتی ہے۔ اس کا اثر زندہ رکھنا اور زندگی کو بالیدہ
کرنا ہے۔ اسی لیئے وہاں بعض نافع امور کی تعیین ہوگئی جیسے نیل و فرات اور جو انوار اس درخت کو تغشیہ کیئے
ہوئے ہیں۔ وہ الٰہی انتظامات اور رحمانی تدابیر ہیں جنکی عالم شہادت میں ہر شئے کی استعداد کے موافق چمک دمک رہتی ہے
اور بیت المعمور تجلی الٰہی کا نام ہے اسی کیجانب آدمیوں کے سجدہ اور سجدہ کی عاجزانہ حالتیں متوجہ رہتی ہیں۔
اس کی تشبیہ بیت کے ساتھ کعبہ اور بیت المقدس کی مثال پر دی گئی ہے۔ ان امور کے بعد معراج میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ظرف دودھ کا اور ایک شراب کا پیش کیا گیا آپنے دودھ والا پسند فرمایا۔
تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ فطرت کیجانب رہنما کیے گئے۔ اگر شراب کا پسند کرتے تو امت گمراہ
ہو جاتی۔ اس لیئے کہ دودھ میں اشارہ تھا کہ آپ کی امت فطرت کو پسند کریگی اور شراب میں اشارہ تھا کہ دنیوی لذتوں
پسند کرے گی۔ اور معراج ہی میں پچگانہ نمازیں فرض کی گئیں۔ اور ثواب کے لحاظ سے وہ پچاس ہیں۔ آہستہ
آہستہ خداوند کریم نے اس پچاس کی تعداد کو ظاہر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نعمت بھی کامل ہو گئی اور تنگی بھی
رفع ہو گئی۔ اور اس معنی کو حضرت موسیٰ کی جانب اسواسطے منسوب کیا کہ تمام انبیاء میں وہ امت کی اصلاح اور سیاست سے زیادہ

ثم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستنجد من احیاء العرب فوفق الانصار لذلک فبایعوہ بیعۃ العقبۃ الاولی والثانیۃ ودخل الاسلام کل دار من دور المدینۃ واوضح اللہ علی نبیہ ان ارتفاع دینہ الھجرۃ الی المدینۃ فاجمع علیھا وازداد غیظ قریش فمکروا بہ لیقتلوہ او یثبتوہ او یخرجوہ فظھرت اٰیات لکونہ محبوبا مبارکا مقضیا لہ بالغلبۃ فلما دخل ھو وابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ الغار لدغ ابوبکر رضی اللہ تعالی فتزلت علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشفی من ساعتہ ولما وقف الکفار علی راس الغار اعمی اللہ ابصارھم وصرف عنہ افکارھم ولما ادرکھما سراقۃ بن مالک دعا علیہ فارتطمت فرسہ الی بطنھا فی جلد من الارض بان انخسفت الارض بتقریب من اللہ فتکفل بالرد عنھما ولما مروا بخیمۃ ام معبد درت لہ شاۃ لم تکن من شیاۃ الدر فلما قدم المدینۃ جاءہ عبد اللہ بن سلام فسالہ عن ثلاث لا یعلمھن الا نبی فما اول اشراط الساعۃ وما اول طعام اھل الجنۃ وما ینزع الولد الی ابیہ او الی امہ قال صلی اللہ علیہ وسلم اما اول اشراط الساعۃ فنار تحشر الناس من المشرق الی المغرب واما اول طعام یاکلہ اھل الجنۃ فزیادۃ کبد حوت واذا سبق ماء الرجل ماء المراۃ نزع الولد واذا سبق ماء المراۃ نزعت فاسلم عبد اللہ وکان افقہ الاحبار الیھود ثم عاھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیھود وامن شرھم واشتغل ببناء المسجد وعلم المسلمین الصلاۃ واوقاتھا

واقف تھے۔ معراج کے بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم قبائل عرب سے تقویت اور امداد طلب کرتے رہے لیکن انصار کو خدا نے اسلام کی توفیق دی اور انہوں نے دو بار بیعت کی۔ ایک عقبہ اولےٰ میں دوسری عقبہ ثانیہ میں اور اُس کے بعد اسلام مدینہ شریف کے ہر ایک گھر میں داخل ہو گیا۔ اور خدا تعالےٰ نے اپنے نبی پر صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ دین کی ترقی جب ہی ہوگی کہ مدینہ کی طرف ہجرت کیجائے اُس لیے ہجرت کا پورا قصد فرما لیا۔ اب قریش میں غصہ کی آگ اور زیادہ جوشزن ہوئی اور مختلف منصوبے کرنے لگے کہ آپ کو قتل کر دیں یا ٹھیرائے رکھیں یا کہیں کو نکال دیں لیکن آپ خدا کے محبوب برکت والے تھے۔ خدا نے آپ کے غالب ہونے کا فیصلہ کر دیا تھا۔ اس لیے چند معجزات کا ظہور ہوا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو ابوبکر صدیق رضہ کے پاؤں میں سانپ نے کاٹا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی اور فوراً اُن کو آرام ہو گیا۔ کفار جب غار کے مُنہ پر آکھڑے ہوئے تو خدا تعالےٰ نے اُنکی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور اُنکے خیالات کو آنحضرتؐ کیجانب سے ہٹا لیا۔ جب سراقہ بن مالک نے دونوں حضرات کا تعاقب کیا تو آپنے اُسپر بد دعا کی جسکے اثر سے اُسکا گھوڑا شکم تک سنگلاخ زمین میں دھس گیا۔ زمین خدا کی قدرت سے پھٹ گئی سراقہ نے اُسپر یہ کفایت کی کہ میں آپ دونوں کو دشمن سے روکتا رہونگا (اسکے بعد وہ رہا ہو گیا) جب ام معبد کے خیمہ پر آپکا گذر ہوا تو اُس بکری نے دودھ دیا جسکا دودھ بالکل خشک تھا اور دودھ کے قابل نہ تھی جب مدینہ شریف میں تشریف فرما ہوئے تو عبد اللہ بن سلام نے آکر تین مسئلے دریافت کیے جسکا جواب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں جانتا ہے اوّل یہ کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی۔ دوسری جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا۔ تیسری کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے کبھی ماں کے آنحضرتؐ نے فرمایا اوّل علامت قیامت کی آگ ہے جو شرق سے غرب تک لوگوں پر پھیل جائیگی۔ اور پہلا کھانا اہل جنت کا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا۔ اور جب مرد کا نطفہ رحم میں پہلے پہنچتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور اگر ماں کا نطفہ پہلے پہنچتا ہے تو ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس پر عبد اللہ بن سلام نے اسلام قبول کر لیا اور تمام علمائے یہود میں خاموشی پیدا ہو گئی اسکے بعد آپنے یہودیوں سے صلح کر لی اور اُن کے شر سے نجات ملگئی مسجد کی تعمیر شروع کی اور لوگوں کو نماز اور اوقات نماز کی تعلیم دینے لگے۔

وشاور فيما يحصل به الاعلام بالصلاة فادى عبد الله بن زيد فى منامه الاذان وكان مطمح الا فاضة الغيبية رسول الله صلى الله عليه وسلم وان كان السفير عبد الله وحرضهم على الجماعة والجمعة والصوم وامر بالزكوة وعلمهم حدودها وجهر بدعوة الخلق الى الاسلام ورغبهم فى الهجرة من اوطانهم لانها يومئذ دار الكفر ولا يستطيعون اقامة الاسلام هنالك وشد المسلمين بعضهم ببعض بالمواخاة وايجاب الصلة والانفاق والتوارث بتلك المواخاة لتتفق كلمتهم فيتأتى الجهاد ويتمنعوا من اعدائهم وكان القوم الفوا التناصر بالقبائل ثم لما راى الله فيهم اجتماعا ونجدة اوحى الى نبيه ان يجاهدهم ويقعد لهم كل مرصد ولما وقعت واقعة بدر لم يكونوا على ماء فامطر الله مطرا واستشار الناس هل يختار العير ام النفير فبورك فى رائهم حسب رايه فاجمعوا على النفير بعد ما لم يكن يكون ذلك ولما راى صلى الله عليه وسلم كثرة العدو تضرع الى الله فبشر بالفتح واوحى اليه مصارع القوم فقال هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان يضع يده ههنا وههنا فما ماط احدهم عن موضع يد رسول الله صلى الله عليه وسلم وظهرت الملائكة يومئذ بحيث يراها الناس لتثبت قلوب الموحدين وترعب قلوب المشركين فكان ذلك فتحا عظيما اغناهم الله به واشبعهم وقطع حبل الشرك واهلك افلاذ كبد قريش ولذا يسمى فرقانا وكان ميلهم للافتداء مخالفا لما احبه الله من قطع دابر الشرك فعوتبوا ثم عفى عنهم ثم اهاج الله تقريبا

اور اُس میں مشورہ کیا کہ نماز کی اطلاع کس چیز سے دی جائے عبد اللہ بن زید نے اپنی خواب میں اذان کے کلمات سیکھے (فرشتہ سے) فیضان غیبی کا انتظار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ عبد اللہ سفیر اور واسطہ ہو گئے۔ لوگوں کو جماعت جمعہ روزہ پر آمادہ کیا۔ زکوٰۃ کا حکم دیا اور زکوٰۃ کے حدود کی تعلیم دی۔ لوگوں کو علانیہ دعوت اسلام دینی شروع کی اور انکو راغب کیا کہ اپنے اپنے وطنوں سے ہجرت کریں اس لیئے کہ اُن کے وطن دار الکفر تھے وہاں حدود اسلام کا قائم کرنا ممکن نہ تھا اور تمام مسلمانوں کی جمعیت کو مواخات سے نہایت مستحکم کر دیا۔ اُس مواخات نے مسلمانوں میں صلہ اور مصارف میں ایک دوسرے کی امداد اور باہم ایک دوسرے کا وارث ہونا لازم کر دیا تاکہ اُس سے اُنہیں وحدت پیدا ہو جائے اور اس قابل ہو جائیں کہ مجموعی طاقت سے جہاد کر سکیں اور اپنے دشمنوں کے حملوں کو روک سکیں پہلے اہل عرب میں دستور تھا کہ ایک خاندان دوسرے خاندان سے مدد لیا کرتے تھے جب خدا نے دیکھا کہ مسلمانوں میں وحدت اور قوت جمع ہو گئی ہے تو اپنے نبی کو جہاد کی وحی بھیجی کہ کفار کی خوب ہوشیاری سے دیدبانی کریں۔ جب جنگ بدر واقع ہوئی تو مسلمانوں کے پاس پانی نہ تھا۔ خدا نے وہاں خوب مینہ برسایا لوگوں سے آنحضرت نے مشورہ کیا کہ قافلہ کا قصد کرتے ہو یا لشکر سے مقابلہ کا۔ تو آنحضرت کی رائے سے صحابہؓ کی رایوں میں مدد دی گئی اور سب نے مقابلہ کا اہتمام کیا۔ پہلے ایسے مقابلے کو گمان بھی نہ تھا جب آپنے دشمن کی کثرت کا ملاحظہ کیا تو خدا تعالیٰ کے حضور میں نہایت عاجزی کی۔ اور آپ کو فتح کا مژدہ دیا گیا۔ اور وحی سے اُن مواقع کی اطلاع دی گئی جہاں مخالفت مقتول ہو کر گرینگے آپنے فرما دیا فلاں جگہ میں فلاں شخص مرا پڑا ہو گا اور فلاں جگہ میں وہ شخص۔ آپ اپنا ید مبارک رکھ کر فرماتے جاتے تھے کہ یہاں وہ ہو گا اور یہاں وہ ہو گا بس کوئی ایسا نہ تھا کہ سرموئے اُس جگہ سے ہٹا ہو جو آپنے اپنے ہاتھ سے تعیین کر دی تھی۔ فرشتے اُس روز لوگوں کی آنکھوں کے سامنے نظر آتے تھے تاکہ موحدین کے دل مستحکم ہو جائیں۔ اور مشرکوں کے دل تھرا جائیں۔ اِس لڑائی میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح ہوئی اس جنگ نے اُن کو غنی بنا دیا۔ اور شرک کی طاقت کو پسپا کر دیا قریش کے منتخب لوگ اور جگر گوشے ہلاک ہو گئے اسی واسطے اس جنگ کا نام فرقان ہے اور خدا کی مرضی تھی کہ شرک کی بیخکنی ہو جائے۔ اور صحابہؓ نے اپنی رائے سے فدیہ لے لینے کیطرف میلان کیا اس سے مورد عتاب ہو گئے۔ لیکن آخر میں انکو معافی دی گئی۔ اسکے بعد یہود کے جلاوطن کرنے کی تقریب پیش آئی۔

لہ اے بنجاوزا ۱۳۱

لاجلاء اليهود فانه لم يكن يصفو دين الله بالمدينة وهم مجاوروها فكان منهم نقض العهد فاجلى بني النضير وبني قينقاع وقتل كعب بن الاشرف والقى الله في قلوبهم الرعب فلم يعرجوا لمن وعدهم النصر وشجع قلوبهم فافاء الله اموالهم على نبيه وكان اول توسيع عليهم وكان ابو رافع تاجر الحجاز يؤذي المسلمين فبعث اليه عبد الله بن عتيك فيسر الله له قتله فلما خرج من بيته انكسرت ساقه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابسط رجلك فمسحها فكانها لم يشتكها قط ولما اجتمعت الاسباب السماوية على هزيمة للمسلمين يوم احد ظهرت رحمة الله ثم من وجوه كثيرة فجعل الواقعة استبصارا في دينهم وعبرة فلم يجعل سببه الا مخالفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما امرهم من القيام على الشعب وعلم الله تعالى نبيه بالانهزام اجمالا فاراه سيفا انقطع وبقرة ذبحت فكانت الهزيمة وشهادة الصحابة وجعلها بمنزلة نهر طالوت ميز الله بها المخلصين من غيرهم لئلا يعتمد على احد اكثر مما ينبغي ولما استشهد عاصم واصحابه حمتهم الزنابير من الاعادي فلم يبلغوا منهم ما ارادوا ولما استشهد القراء في بئر معونة جعل النبي صلى الله عليه وسلم يدعو عليهم في صلوته وكان فيه نوع من استعجال البشرية فنبه على ذلك ليكون كل امره في الله وبالله ولله ونزل في القران مقالتهم بلغوا قومنا انا قد لقينا ربنا فرضي عنا ورضينا عنه لتتسلى قلوبهم ثم نسخ بعد ولما احاطت بهم الاحزاب وحفر الخندق ظهرت رحمة الله بهم من وجوه كثيرة رد الله كيدهم في نحورهم ولم يضروا المسلمين شيئا وبورك في طعام جابر رضي الله عنه

یہودی جب تک مدینہ کے جوار میں رہتے دین الٰہی کے خالص اور مطمئن ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ انھوں نے عہد شکنی کی اس لیے آنحضرتؐ نے بنی نضیر اور بنی قینقاع کو جلا وطن کر دیا اور کعب بن اشرف کو قتل کروا دیا اور ان کے دلوں پر ایسا رعب بٹھایا کہ انہوں نے ان لوگوں کی جانب رخ نہ کیا جنہوں نے مدد دینے کے وعدے کیے تھے اور خوب انکے دلوں کو بڑھایا تھا۔ انکے مالوں کو خدا نے اپنے نبی کی طرف پھیر دیا اور اول دولت میں فراخی مسلمانوں کو اسی سے حاصل ہوئی۔ اور ابو رافع حجاز کا تاجر مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچایا کرتا تھا۔ اسکی طرف آنحضرتؐ نے عبداللہ بن عتیک کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے آسانی سے اسے قتل کر دیا۔ جب عبداللہ اسکے گھر سے باہر آ رہے تھے تو انکی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلا۔ اس پر ہاتھ پھیر دیا وہ ایسا صحیح و سالم ہو گیا گویا کبھی کوئی شکایت ہی نہ ہوئی تھی۔ جب اسباب سماوی کا اقتضا ہی ہوا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست ہو تو اس موقع پر چند طریقوں میں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا کہ اس واقعہ سے بڑی مذہبی بصیرت اور بیداری پیدا ہوئی۔ اس لیے کہ شکست کیوجہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہوئی۔ آپنے فرما دیا تھا کہ درہ پر جمے رہیں اور لوگوں کا وہاں سے ہٹنا تھا کہ حملہ آوروں کا کام پورا ہو گیا اور خدا نے اجمالی طور پر اپنے نبی کو شکست پر آگاہ کر دیا تھا۔ آپ کو خواب میں شکستہ تلوار اور ذبح کی ہوئی گائے دکھائی گئی تھی شکست اور صحابہ کا شہید ہونا اسی کی تعبیر تھی۔ یہ جنگ نہر طالوت کی نظیر ہو گئی جس میں با اخلاص لوگ غیروں سے متمیز ہو گئے۔ اسمیں رہبری ہوئی کہ حد مناسب سے زیادہ کسی پر اعتماد نہ کیا جائے اور جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور انکے رفقا شہید ہوئے تو بڑوں نے انکو چاروں طرف سے گھیر لیا اور دشمن اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکے۔ جب قراء صحابہ بئر معونہ میں شہید ہو گئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں قاتلوں پر بد دعا کرنے لگے اور اسمیں ایک قسم کی عجلت تھی۔ جو بشریت کے اقتضا سے ہوا کرتی ہے۔ خدا نے اس پر تنبیہ فرما دی کہ رسالت کے تمام امور فی اللہ اور محض خالصۃً للہ ہونے چاہئیں۔ انمیں کوئی لوث بشری نہ ہو۔ جب عرب کے بڑے بڑے قبائل نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا اور خندق کھودی گئی تو بھی مختلف عنوانوں سے رحمت الٰہیہ کا ظہور ہوا۔ خدا نے کفاروں کے مکروں کو کامیاب نہ ہونے دیا اور مسلمانوں کو کسی قسم کی مضرت نہ پہونچی۔ اور حضرت جابر کے کھانے میں اتنی برکت ہوئی

فكفى صاع من شعير وبهمة نحو الف رجل وانكشفت قصور كسرى وقيصر في قدحه الحجر و
بشر بفتحها وهبت ريح شديدة في ليلة مظلمة والقى الرعب في قلوبهم فانهزموا وحاصر قريظة
فنزلوا على حكم سعد رضي الله عنه فامر بقتل مقاتلهم وسبي ذريتهم فاصاب الحق وكانت
للنبي صلى الله عليه وسلم رغبة طبيعية في زينب رضي الله عنها فوفر الله له ذلك حيث كانت فيه
مصلحة دينية ليعلموا ان حلائل الادعياء تحل لهم فطلقها زوجها فانكحها الله نبيه صلى الله
عليه وسلم وبينا هو يخطب يوم الجمعة اذ قام اعرابي فقال يا رسول الله هلك المال وجاع
العيال فاستسق وما في السماء قزعة فما وضع يده حتى ثار السحاب كامثال الجبال فمطروا حتى خافوا
الضرر فقال حوالينا ولا علينا لا يشير الى ناحية الا انفرجت وتكرر ظهور البركة فيما برك عليه
كبيدر جابر واقراص ام سليم ونحوها ولما غزا بني المصطلق ظهرت الملائكة متمثلة فخاف العدو
واتهمت عائشة في تلك الغزوة فظهر رحمة الله ببرائتها واقامة الحد على من اشاع الفاحشة
عليها ولما انكسفت الشمس تضرع الى الله فانه اية من ايات الله يترشح عندها خوف في قلوب المصطفين
ورأى في ذلك الجنة والنار بينه وبين جدار القبلة وهو من ظهور حكم المثال في مكان خاص
واراه الله في رؤياه ما يقع بعد الفتح من دخولهم مكة محلقين ومقصرين لا يخافون فرغبوا في العمرة

کہ ایک صاع جو ایک بزغالہ سے قریب ایک ہزار آدمیوں کے خوب سیر ہوگئے کسریٰ اور قیصر کے ایوانات پتھر کی ضرب سے جو
شرارہ اُڑا تھا اُسمیں نظر آئے اور انکے فتح ہونیکی آپنے بشارت دی اور شب تاریک میں ایسی سخت ہوا کو جنبش ہوئی کہ کفار کے دل
مرعوب ہوگئے اور وہ بھاگ نکلے۔ بنی قریظہ کا محاصرہ کیا گیا۔ اور حضرت سعدؓ کے فیصلہ کے موافق وہ اپنے قلعوں سے نیچے اُتر آئے
تو حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ اُنمیں سے جو لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں قتل کر دیئے جائیں۔ اور انکے بال بچے قید کر لیئے جائیں
اُنمیں اُنکی رائے حق بجانب تھی آنحضرتؐ کو حضرت زینبؓ کی جانب طبعی میلان تھا۔ اور اُسمیں ایک مذہبی مصلحت تھی کہ
لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ لے پالک کی بیوی بیبیوں کیلئے درست ہے اسلیئے خدا تعالیٰ نے اسکا انجام یوں کیا کہ انکے خاوند نے
انکو طلاق دے دی اور خدا نے انکا نکاح آنحضرتؐ سے کروا دیا۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اعرابی نے
کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ مویشی ہلاک ہوگئے اور کنبہ بھوکا مرتا ہے آپ بارش کی دعا فرمائیے۔ اُس وقت آسمان پر
ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ ہاتھ اُٹھا کر آپ دعا مانگنے لگے ابھی آپ نے ہاتھوں کو نیچے نہ کیا تھا کہ بادلوں کے ٹکڑے پہاڑوں
کیطرح گھر گئے اور سات روز تک بارش کی جھڑی لگ گئی۔ اتنا پانی پڑا کہ لوگوں کو نقصان کا اندیشہ ہونے لگا تب آپنے فرمایا
حوالینا الخ ہماری اطراف میں پڑے نہ ہم پر کوئی سمت نہ تھی کہ اُسطرف بادل ہٹنے کا اشارہ فرماتے ہوں اور بادل نہ ہٹ جاتا
ہو جس شے میں آپنے برکت کی خواستگاری فرمائی ہے بارہا اُسمیں برکت ہوئی جیسے حضرت جابرؓ کا انبار خرما اور اُم سلیم کی روٹیاں
ونحو ذلک بنی مصطلق کی لڑائی میں ملائکہ ظاہراً نمودار ہوئے اور دشمن پر خوف طاری ہوگیا۔ اسی جنگ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ
پر تہمت لگائی گئی اور خدا کی رحمت سے آپ کی براءت ثابت ہوئی۔ اور جس نے ایسی شناعت کو آپ کی جانب سے
شائع کیا تھا اُس پر حد قذف قایم کیگئی۔ ایک بار سورج گرہن ہوا تو آپنے اس لئے بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز
کیا کہ ایسے انقلاب خدا کے نشانات میں سے ایک نشان تھا۔ ایسے وقت میں برگزیدہ لوگوں کے دل میں خوف طاری ہوا
کرتا ہے۔ اسی نماز میں آپ نے اپنے اور دیوار قبلہ کے بیچ میں جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا۔ یہ مشاہدہ اسی طرح تھا کہ
عالم خیال کے احکام کسی موقع خاص پر ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اور خواب میں جناب الٰہی نے آپ کو مطلع کیا کہ فتح کے ساتھ مکہ میں حلق
اور قصر کے بعد داخل ہوں گے بلا خوف و ہراس۔ اسلیئے لوگوں نے عمرہ کا قصد کیا تھا۔

لہ الصغیر من ولد الضان ۱۲ عہ ای المواشی ۱۲ عہ ای قطعۃ سحاب ۱۲ عہ ای السحاب وقولہ فمطروا ای سبعۃ ایام و حوالینا ای انزل المطر ۱۲

ولما یأتِ وقتها وكان ذٰلك تقريبا من الله للصلح الذى هو سبب فتوح كثيرة وهم لا يشعرون نظير ذٰلك ما قالته عائشة رضى الله عنها فى معاد صنيع ابى بكر وعمر رضى الله عنهما عند موت النبى صلى الله عليه وسلم ان فى كل قول فائدة فرد الله المنافقين بقول عمر رضى الله عنه وبين الحق بقول ابى بكر رضى الله عنه قال الامام الى ان اجتمع رأى هٰؤلاء و هٰؤلاء ان يصطلحوا وان كره الفتنان وظهرت هنالك آيات عطشوا ولم يكن عندهم ماء الا فى ركوة فوضع عليه السلام يده فيها فجعل الماء يفور من بين اصابعه ونزحوا ماء الحديبية فلم يتركوا فيها قطرة فبرك عليها فسقوا واستقوا ووقعت بيعة الرضوان معرفة لاخلاص المخلصين ثم فتح الله عليه خيبر فأفاء منه على النبى صلى الله عليه وسلم والمسلمين ما يتقوون به على الجهاد وكان ابتداء انتظام الخلافة فصار عليه السلام خليفة الله فى الارض وظهرت آيات دسوا السم فى طعامه صلى الله عليه وسلم فنبأه الله واصابت[2] سلمة بن الاكوع ضربة فنفث فيها نفثات فما اشتكاها بعد واراد ان يقضى حاجته فلم ير شيئا يستتر به فدعا شجرتين فانقادتا كالبعير المخشوش[3] حتى اذا فرغ ردهما الى موضعهما ولما اراد المحاربى ان يسطو بالنبى صلى الله عليه وسلم القى الله عليه الرعب فربط يده ثم نفث الله فى روعه ما انعقد فى الملأ الاعلى من لعن الجبابرة وازالة شوكتهم وابطال رسومهم فتقرب الى الله

اور ابھی تک عمرہ کا وقت نہیں آیا تھا اور یہی تقریب صلح کی ہوئی جو بڑے بڑے فتوحات کا مقدمہ تھی۔ لوگوں کے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ اس موقع پر چند نبوت کے نشانات ظاہر ہوئے۔ لوگ پیاسے تھے اور پانی صرف ایک برتن میں موجود تھا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس ظرف میں رکھدیا اور آپ کی انگلیوں میں سے پانی کی دھار نکلنے لگی حدیبیہ کا تمام پانی صحابہ نے کھینچ لیا تھا اس میں ایک قطرہ باقی نہ رہا آنحضرت صلعم نے برکت کی دعا فرمائی۔ تب تمام سیراب ہوئے اور مخلصین کے اخلاص کی جانچ کے لیے بیعۃ رضوان واقع ہوئی۔ اس کے بعد خدا تعالے نے خیبر کو فتح کیا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اتنا مال غنیمت ملا جس سے جہاد کی طاقت بڑھا سکیں۔ اس سے خلافت کے منتظم ہونے کی بنیاد پڑگئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زمین پر خلیفۃ اللہ ہوگئے اور یہاں بہت سے معجزات ظاہر ہوئے۔ آپ کے کھانے میں یہودیوں نے زہر ملا دیا اور خدا تعالے نے آپ کو اس پر آگاہ کر دیا اور اسی جنگ میں سلمہ بن اکوع کے چوٹ لگ گئی تھی۔ آپ نے کئی بار اس کو ضرب پر دم کر دیا کہ پھر کبھی انہوں نے درد کی شکایت نہ کی آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا کوئی شے ستر کی نہ تھی اس وقت آپ نے دو درختوں کو بلایا۔ وہ اس اونٹ کی طرح جس کے ناک میں نکیل ہو۔ مطیعانہ کھینچے چلے آئے۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو ان کو اپنی جگہ واپس کر دیا جب محاربی نے ارادہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب ہو جائے تو خدا نے اس کے دل پر رعب بٹھا دیا آپ نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے۔

اور جس امر کا ملاء اعلے میں فیصلہ ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کا القا ہوا کہ تمام بڑے بڑے سرکش ملعون ہوں اُن کی صولت زائل ہو جائے اُن کی رسمیں نابود ہو جائیں اس لیے اس میں سعی فرما کر خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل کیا۔

۱؎ ظرف ماء ۱۲ ۲؎ لوم عیبہ ۱۲ ۳؎ الذی فی انفہ خشاش وہو بکسر المعجمۃ خشبۃ تجعل فی انف البعیر لیکون اسرع الی الانقیاد ۱۲۔

بالسعی فی ذلک فکتب الی قیصر وکسری وکل جبار عنید فاساء کسری الادب فدعا علیه فمزقه الله کل ممزق وبعث صلی الله علیه وسلم زیدا وجعفرا وابن رواحة الی موتة[1] فانکشف علیه حالهم فنعاهم علیه السلام قبل ان یاتی الخبر ثم بعث الله تقریبا بفتح مکة بعد ما فرغ من جهاد احیاء العرب فنقضت قریش عهودها وتعاموا واراد حاطب ان یخبرهم فنبا الله بذلک رسوله وفتح مکة ولو کره الکافرون وادخل علیهم الاسلام من حیث لم یحتسبوا ولما التقی المسلمون والکفار یوم حنین وکانت لهم جولة استقام رسول الله واهل بیته اشد استقامة و رماهم بتراب فبورک فی رمیه فما خلق الله منهم انسانا الا ملأ عینیه ترابا فولوا مدبرین ثم القی الله سکینته علی المسلمین فاجتمعوا واحتمد واحتی کان الفتح وقال لرجل یدعی الاسلام وقاتل اشد القتال هو من اهل النار فکاد بعض الناس یرتاب ثم ظهر انه قتل نفسه وسحر النبی صلی الله علیه وسلم فدعا الله ان یکشف علیه جلیة الحال فجاءه فیما یراه رجلان واخبراه عن السحر والساحر واتاه ذوالخویصرة فقال یا رسول الله اعدل فانکشف علیه حاله وحال قومه فقال صلی الله علیه وسلم یقاتلون خیر فرقة من الناس ایتهم رجل اسود احد عضدیه مثل ثدی المراة فقاتلهم علی رضی الله عنه ووجد الوصف کما قال ودعا لام ابی هریرة

قیصر اور کسرےٰ اور تمام معاند سرکشوں کو نامے تحریر فرمائے۔ کسریٰ نے نامے سے سوادبی کی۔ اس لیے آپ نے اُس پر بددعا کی اور اُس کو خدا نے ریزہ ریزہ کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید و حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم موتہ (مقام ملک شام میں) کو روانہ فرمایا اور ان پر وہاں جو حالت گزری وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوگئی۔ آپ نے اُس سے پیشتر کہ کوئی خبر وہاں سے پہنچی ہو اُنکی وفات کی خبر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام قبائل عرب کے جہاد سے فارغ ہوگئے اور قریش نے عہد شکنی کی اور کورانہ روش اختیار کی تو آپ نے فتح مکہ کا اہتمام فرمایا اور حاطب بن بلتعہ صحابی نے اہل مکہ کو آپ کے ارادہ پر مطلع کرنا چاہا تو خدا نے اپنے رسول کو اُس پر آگاہ کر دیا اور آپ نے مکہ کو فتح کیا ولو کرہ الکافرون اہل مکہ میں اُس طریقہ سے اسلام پھیل گیا کہ اُس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ جنگ حنین میں جب مسلمانوں اور کافروں میں مڈ بھیڑ ہوئی اور کفار نے جولانی کی تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اہل خاندان نے نہایت ہی استقلال ظاہر فرمایا آپنے اُن پر خاک پھینکی۔ اُس میں یہ اعجاز تھا کہ کوئی شخص نہیں بچا جس کی آنکھ میں وہ گرد نہ پہنچی ہو۔ اسی وجہ سے وہ لوٹ پوٹ ہو گئے اس کے بعد خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل میں جمعیت اور اطمینان پیدا کیا اور سب نے سمٹ کر نہایت کوشش کی اور فتح کر لیا۔ آپنے ایک شخص کی نسبت جو مدعی اسلام تھا اور اُس نے بہت ہی سخت مقابلہ کیا تھا فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ قریب تھا کہ بعض لوگوں کو آپ کے ارشاد میں شک پیدا ہو لیکن بعد میں ظاہر ہو گیا کہ اُس نے خودکشی کر لی ہے۔ اور آپ پر جادو کیا گیا آپنے خدا سے دعا مانگی کہ اصلی حالت ظاہر ہو جائے تو خواب میں دو شخصوں نے آپکو جادو اور جادو کرنے والے کی کیفیت ظاہر کر دی۔ اور ذوالخویصرہ نے آکر کہا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم فرمایئے۔ آپ پر آنحضرتؐ کو اُس شخص کا اور اُسکی قوم کا انجام منکشف ہو گیا کہ لوگوں میں سے ایک بہترین فرقہ سے جنگ کریں گے اُنکی شناخت کہ آدمی ہے کی جبکی جسکا رنگ سیاہ ہوگا اور اُسکا ایک بازو ایسا ہوگا جیسے عورت کا پستان حضرت علیؓ نے اُنسے مقابلہ کیا اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسے ہی اُسکی صفت آپکے پائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیئے آپ نے دعا فرمائی۔

[1] بالضم موضع بمشارف الشام فیه کانت تعمل السیوف ۱۲ قاموس رح ۲

۲ بتصرف ۱۲ امصح ۵۲ اصحاب علی رح ۱۲

فامنت فی یومها وقال علیه السلام یوما لم یبسط احد منكم ثوبه حتى اقضی مقالتی هذه ثم یجمعه الى صدره فینسى من مقالته شیئا ابدا فبسط ابوهریرة فما نسى منها شیئا وضرب علیه السلام بیده على صدر جریر وقال اللهم ثبته فما سقط عن فرسه بعد وكان لا یثبت على الخیل وارتد رجل عن دینه فلم تقبله الارض وكان علیه السلام یخطب مستندا الى جذع فلما صنع له المنبر واستوى علیه صاح حتى اخذه وضمه وركب فرسا بطیئا وقال وجدنا فرسكم هذا بحرا فكان بعد ذلك لا یجارى ثم احكم الله دینه وتواردت الوفود وتواترت الفتوح وبعث العمال على القبائل ونصب القضاة فی البلاد وتمت الخلافة فنفث فی روعه صلى الله علیه وسلم ان یخرج الى تبوك لیظهر شوكته على الروم فینقاد له اهل تلك الناحیة وكانت تلك غزوة فی وقت الحر والعسرة فجعلها الله تمییزا بین المؤمنین حقا والمنافقین ومر علیه الصلوة والسلام على حدیقة لامرأة فی وادی القرى فخرصها وخرصها الصحابة رضی الله عنهم فكان كما قال علیه السلام ولما وصل الى دیار حجر نهاهم عن میاههم لیتنفروا عن محل اللعن ونهاهم لیلتان یخرج احد فخرج رجل فالقته الریح بجبلی طیئ وضل له صلى الله علیه وسلم بعیر فقال بعض المنافقین لو كان نبیا لعلم این بعیره فنبأه الله بقول المنافق وبمكان البعیر وتخلف ناس من المخلصین زلة منهم

اور اسی روز وہ ایمان لے آئے۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ جب تک کہ میں اپنی اس تقریر کو ختم کروں جو شخص اپنا کپڑا پھیلا کر اپنے سینہ سے لگا لے گا وہ کبھی اپنی بات نہ بھولیگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا کر سینہ سے لگا لیا۔ پھر کبھی اُن کو اپنے قول میں نسیان نہ ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز بدست مبارک جریرہ کے سینہ پر مار کر فرمایا بار خدایا اُس کو جمائے رکھ۔ اس کے بعد پھر وہ کبھی گھوڑے سے نہیں گرے اور پہلے وہ گھوڑے پر خوب نہیں جم سکتے تھے۔ ایک شخص مرتد ہوگیا تھا تو اُس کو زمین نے قبول نہیں کیا۔ آنحضرت ایک شاخ پر سہارا دیکر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب ممبر بن گیا اور اُس پر قیام فرمایا تو اُس شاخ میں گریہ وگداز پیدا ہوگیا یہانتک کہ آپ نے اُس کو پکڑ کر چمٹا لیا۔ ایک مرتبہ آپ ایک سست گھوڑے پر سوار ہوکر فرمانے لگے۔ ہم نے تمہارے گھوڑے کو رفتار میں بحر کیطرح پایا اُسکے بعد سے کوئی گھوڑا اُسکا مقابلہ نہیں کرتا تھا۔ ان امور کے بعد خدا نے اپنے دین کو خوب مستحکم کردیا اور ایلچیوں کی پیاپے آمدورفت شروع ہوگئی اور متواتر فتوحات ہونے لگیں۔ تمام قبایل عرب پر حکام وعمال کا تقرر فرمایا۔ شہروں میں قاضی مقرر کردیے گئے۔ اور خلافت مکمل حالت میں ہوگئی۔ اس اطمینان کے بعد آپ کے قلب مبارک میں القا کیا گیا کہ مقام تبوک کیطرف نہضت فرمائی جائے۔ تاکہ رومیوں پر آپ کی شوکت وجلالت ظاہر ہو اور اُن اطراف کی طاقتیں مطیع ہوجائیں۔ یہ جنگ نہایت گرمی اور تنگی کے زمانہ میں واقع ہوئی تھی۔ اسکی وجہ سے خدا نے خالص اور منافق میں تمیز کرادی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے باغیچہ پر گذرے جو وادی القرٰے میں تھا۔ اس باغیچہ کا اندازہ آپ نے بھی فرمایا۔ اور دیگر صحابہ نے بھی فرمایا لیکن جیسے آپ نے ارشاد کیا تھا اُسی کے موافق برآمد ہوا۔ جب دیار حجر کے قریب پہونچے تو لوگوں کو اُسکے پانیوں سے ممانعت فرمادی تاکہ موقع لعنت سے لوگ متنفر رہیں۔ ایک دفعہ شب کو آپ نے ممانعت فرمادی کہ کوئی آدمی باہر نہ جاوے۔ اتفاقاً ایک شخص باہر چلا گیا تو اُسکو ہوا نے طی کی پہاڑیوں میں پھینکدیا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ گم ہوگیا تو ایک منافق کہنے لگا کہ اگر نبی ہوتے تو اپنے اونٹ کا حال معلوم کرلیتے۔ کہ کہاں ہے۔ اسپر خدا تعالیٰ نے آپ کو اُس منافق کے قول اور مقام اونٹ سے آگاہ کردیا۔ اور بعض مخلصین نے زلہ اور غلطی کیوجہ سے رفاقت نبوی سے تخلف کیا تھا۔

له الجذع ۱۲ ؎ الارض ۱۲ ؎ منازل ثمود بین المدینة والشام ۱۲ ؎ وحجر بکسر الحاء [illegible] جبل [illegible] طیئ علی وزن سید قبیلة فی الیمن ۱۲

ثم ضاقت علیهم الارض بما رحبت فعفا الله عنهم واتی ملك ایلة فی اسر خالد من حیث لم یحتسب فلما قوی الاسلام ودخل الناس فی دین الله افواجا اوحی الله الی نبیه ان ینبذ عهد كل معاهد من المشركین ونزلت سورة براءة واراد المباهلة من نصاری نجران فعجزوا واختاروا الجزیة ثم خرج الی الحج وحضره معه نحو من مائة الف واربعة وعشرین الفا فاراهم مناسك الحج ورد تحریفات الشرك ولما تم امر الارشاد واقترب اجله بعث الله جبریل فی صورة رجل یراه الناس فسأل النبی عن الایمان والاسلام والاحسان والساعة فبین النبی صلی الله علیه وسلم وصدقه جبرئیل لیكون ذلك كالفذلكة لدیه ولما مرض لم یزل یذكر الرفیق الاعلی ویحن الیهم حتی توفاه الله ثم تكفل امر ملته فنصب قوما لا یخافون لومة لائم فقاتلوا المتنبئین والروم والعجم حتی تم امر الله ووقع وعده صلی الله علیه وعلی اله واصحابه وسلم؛

الفتن

اعلم ان الفتن علی اقسام فتنة الرجل فی نفسه بان یقسو قلبه فلا یجد حلاوة الطاعة ولا لذة المناجاة وانما الانسان ثلاث شعب قلب هو مبدا الاحوال كالغضب والجراة والحیاء والمحبة والخوف والقبض والبسط ونحوها وعقل هو مبدا العلوم الذی ینتهی الیه الحواس كالاحكام

لیکن بعد میں زمین اُن پر تنگ ہوگئی وہ نہایت ہی نادم ہوئے اسلیئے اُنکا قصور معاف کر دیا گیا اور شاہ ایلہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قید کر لیا جس کا پہلے سے گمان ہی نہ تھا۔ جب اسلام میں پوری طاقت آگئی اور خدا کے دین میں گروہ کے گروہ داخل ہونے لگے تو خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے آپ کو حکم فرمایا کہ مشرکین سے جو معاہدے ہیں اُن کو خیر باد کہہ دینا چاہیئے۔ اور سورہ برأت کا نزول ہوا۔ نجران کے عیسائیوں سے آپ نے مباہلہ کا ارادہ کیا لیکن اُنھوں نے عاجز ہوکر جزیہ قبول کر دیا۔ اس کے بعد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے آپ کی معیت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ تھے۔ مناسک حج اُن کو بتائے اور زمانۂ شرک کی تحریفات کو دور کر دیا جب تمام احکام اسلام کی تکمیل ہوچکی اور وفات کا زمانہ قریب ہوا تو خدا تعالےٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آدمی کی شکل میں بھیجا۔ سب لوگ اُن کو دیکھتے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے دریافت کیا کہ ایمان و اسلام اور احسان کی حقیقت کیا ہے اور قیامت کا حال دریافت کیا آپ بیان فرماتے رہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اُنکی تصدیق کرتے گئے۔ گویا دین کا تتمہ و تکملہ تھا جب آپ مریض ہوئے تو برابر رفیق اعلےٰ کو یاد کرتے رہے اور ملاء اعلیٰ کیجانب اظہار شوق اور کشش فرماتے رہے یہاں تک کہ خدا نے آپ کو وفات دی اور آپ کی حفاظت دین کا متکفل ہوگیا ایسے لوگوں کو اُس نے قایم کیا جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کرتے تھے اُنھوں نے مدعیان نبوت اور روم و عجم سے جنگ آزمائیاں کیں یہانتک کہ اسکے حکم کی تکمیل ہوگئی اور اُس کا وعدہ پورا ہوگیا۔

فتنوں کے بیان میں معلوم کرنا چاہیئے کہ فتنوں کے مختلف اقسام ہیں (۱) ذاتی فتنہ اسطرح پر کہ آدمی کے دل میں قساوت اور سختی آجائے اسکی طاعت میں کچھ حلاوت اور مناجات میں کوئی لذت محسوس نہو۔ انسانی زندگی کے تین منبع ہیں۔ اول دل وہ تمام حالات انسانی غصہ۔ دلیری۔ حیا۔ شرم۔ ورجا۔ انقباض وانبساط وغیرہ کا مبدا ہے۔ دوسرے عقل جو تمام اُن علوم کا مبدا ہے جنپر حواس کی انتہا ہوتی ہے مثلاً بدیہی احکام جو۔

البديهية من التجربة والحدس ونحوهما والنظرية من البرهان والخطابية ونحوهما وطبع هو مبدأ اقتضاء النفس ما لا بد منه او لا بد من جنسه في بقاء البنية كالداعية المنبجسة في شهوة الطعام والنوم والجماع ونحوها فالقلب مهما غلب عليه خصال البهيمية فكان قبضه وبسطه نحو قبض البهائم وبسطها الحاصلين من طبيعته ووهمه كان قلبا بهيميا ومهما قبل من الشياطين وسوستهم في النوم واليقظة يسمى الانسان شيطان الانس ومهما غلب عليه خصال الملكية يسمى قلبا انسانيا فيكون خوفه ومحبته وما يشبههما مائلة الى اعتقادات حقة حصلها ومهما قوى صفاؤه وعظم نوره كان روحا فيكون بسطا بلا قبض والفة بلا قلق وكانت احواله انفاسا وكانت الخواص الملكية كالديدن لدون الامور المكتسبة بسعي و مهما غلبت خصال البهيمية على العقل صار جربزة واحاديث نفس تميل الى بعض الدواعي الطبيعية فيحدث نفسه بالجماع ان كان فيه شبق وبانواع الطعام ان كان فيه جوع ونحو ذلك او وحي الشيطان فيكون احاديث النفس تميل الى فك النظامات الفاضلة وشك في المعتقدات الحقة والى هيئات منكرة تعافها النفوس السليمة ومهما غلبت عليه خصال الملكية في الجملة كان عقلا من فعله التصديق بما يجب تصديقه من العلوم الارتفاقية او الاحسانية بديهة او نظرا ومهما قوى نوره وصفاؤه كان سرا من فعله قبول علوم فائضة من الغيب رؤيا وفراسة وكشفا وهتفا ونحو ذلك ومهما مال الى المجردات البرتة من

تجربہ اور حدس وغیرہ سے معلوم ہوں یا علوم نظری جو دلیل خطابیات وغیرہ سے مستفاد ہوں تمسکر طبیعت جو کہ تمام نفسانی رغبتوں کا مبدا ہے خواہ وہ رغبتیں قیام بدن کے لیئے خود ضروری ہوں یا اُن کی جنس کی ضرورت ہو مثلاً وہ خواہشیں جو کھانے پینے خواب ہم بستری کیوجہ سے پیدا ہوا کرتی ہیں۔ جب عقل پر بہیمی خصلتیں غالب ہو جاتی ہیں تو اُسکے تمام ارادے انقباض اور انبساط کے متعلق ایسے ہی ہونگے جیسے بہایم کے جو طبیعت اور اوہام کی تحریک سے پیدا ہوتے ہیں ایسے دل کو بہیمی کہتے ہیں اور جب دل شیطانیت سے بیداری اور خواب میں شیطانی وسوسوں کو قبول کرنے لگے تو ایسے انسان کو شیطان الانس کہتے ہیں اور جب دل پر فرشتوں کے سے صفات غالب ہوں تو اُس کو قلب انسانی کہتے ہیں اسوقت اُسکے تمام جذبات خوف و رغبت وغیرہ اعتقادات حقہ کی جانب مائل ہوا کرتے ہیں جنکو اُس نے حاصل کیا تھا جب قلب کی حالت نہایت صاف اور اسکی نورانیت اور لمعان کامل ہو جاتی ہے تو قلب روح ہو جاتا ہے تب اسمیں بغیر انقباض کے ہمیشہ انبساط رہتا ہے اور بغیر اضطراب اور بےچینی کے اطمینان اور سکون ہوتا ہے تمام ملکی خاصیتیں اُسکی عادت اور طبیعت ہو جاتی ہیں اور وہ ایسی نہیں ہوتیں جیسے کسب کی چیزیں ہوتی ہیں اور جب بہیمی عادات عقل پر غالب ہوتی ہیں تو وہ شک ہو جاتا ہے نفسانی جنبشوں میں مبتلا رہتا ہے طبیعت کے دواعی کیطرف اُسکی کشش رہتی ہے اگر خواہش نفس کی جنبش پیدا ہوتی ہے تو مجامعت کے خیال میں رہتا ہے بھوک معلوم ہونے لگے تو کھانے کے خیال میں پڑا رہتا ہے وعلی ہذا اور شیطانی وسوسوں سے جب وہ مغلوب ہوتا ہے تو اعلیٰ قسم کے جو انتظامات ہیں اُنکے ابطال و بیخ کنی میں کرتا ہے سچے اعتقادات میں شبہات پیدا کرتا ہے اور اُن بدنما افعال کیجانب اُسکو کشش رہتی ہے جس سے نفوس سلیمہ متنفر رہتے ہیں اگر ملکی خصایل کا فی الجملہ بھی قوی اثر ہوتا ہے تو عقل کے لوازم سے ہوتا ہے کہ جن علوم کی تصدیق ضروری ہے اُسکی تصدیق کیجاتی ہے جنکا تعلق تدابیر نافع اور اُن تدابیر سے ہوتا ہے جو درجہ احسان سے متعلق ہیں اُنکا ثبوت بدیہۃ ہو یا نظری طور پر۔ اور جب اُسکی نورانیت اور انجلا میں اور ترقی ہوتی تو نفس کی حالت کو سر کہتے ہیں۔ اسوقت میں وہ مختلف طریقوں سے خواب۔ فراست کشف۔ آواز غیبی وغیرہ کے ذریعہ سے اُن علوم کا ادراک کرتا ہے جسکا فیضان عالم غیب سے ہوتا ہے۔

من الزمان والمكان كان خفيا ومهما انجذب الطبع الى الخصال البهيمية كان نفسا امارة بالسوء ومهما كانت مترددة بين البهيمية والملكية وكان الامر سجالا ونوبا كان نفسا لوامة ومهما انقادت بالشرع ولم تنبعث عليه ولم تنبجس الا فيما يوافقه كانت نفسا مطمئنة هذا ما عندي من معرفة لطائف الانسان والله اعلم وفتنة الرجل في اهله وهي فساد تدبير المنزل اليها الاشارة في قوله صلى الله عليه وسلم ان ابليس يضع عرشه الى ان قال ثم يجيء احدهم فيقول ما تركته حتى فرقت بينه وبين امرأته فيدنيه منه ويقول نعم انت وفتنة تموج كموج البحر وهي فساد تدبير المدينة وطمع الناس في الخلافة من غير حق وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان قد ايس ان يعبده المصلون في جزيرة العرب ولكن في التحريش بينهم وفتنة ملية وهي ان يموت الحواريون من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ويستند الامر الى غير اهله فيتعمق رهبانهم واحبارهم ويتهاون ملوكهم وجهالهم ولا يامرون بمعروف ولا ينهون عن منكر فيصير الزمان زمان الجاهلية وهو قوله صلى الله عليه وسلم ما من نبي الا كان له حواريون الحديث وفتنة مستطيرة وهي تغير الناس من الانسانية ومقتضاها فازكاهم وازهدهم الى الانسلاخ من مقتضيات الطبع راسا دون اصلاحها والتشبه بالمجردات والتحنن اليهم بوجه من الوجوه ونحو ذلك وعامتهم الى البهيمية الخالصة ويكون ذلك بين الفريقين لا الى هؤلاء ولا الى هؤلاء وفتنة الوقائع الجوية المنذرة بالاهلاك

اور جب اُس کا میلان اُن مجردات کیطرف ہوتا ہے جو زمانہ اور مکان سے برتر ہیں تو نفس کو خفی کہتے ہیں اور نفس کی کشش جب طبعی عادات میں محصور ہو جاتی ہے تو اُس وقت اُسکا نفس امارہ نام ہوتا ہے اور قوائے بہیمی اور ملکی ہیں جب اُنکی رد و بدلت ہو اور دونوں کا فیصلہ کبھی اِس جانب ہو کبھی اُس جانب تو اسکو لوامہ کہتے ہیں۔ اور جب نفس شریعت کا پورا پابند ہو اُسکی حکومت سے بغاوت نہ کرے اُسکی ہر ایک جنبش شریعت کے موافق ہی ہو اسکو نفس مطمئنہ کہتے ہیں یہ ہے ما عندی۔ ایک انسانی ضد وہ ہے جسکا تعلق اُس کے اہل سے ہوتا ہے یعنے تدابیر منزلی کا ابتر ہو جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں اسی کیطرف اشارہ ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے یہانتک کہ آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان اُسکے پاس آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو نہیں چھوڑا جبتک کہ اُسمیں اور اُس کی بیوی میں جدائی نہ کردی اُس شیطان کو ابلیس اپنے قریب بلا کر کہتا ہے بہت ہی اچھا ہے اور ایک فتنہ وہ ہے جو دریا ے موج کیطرح موجزن اور متلاطم ہوتا ہے وہ تمدن کی تدابیر کا برباد ہونا ہے اور لوگوں کا خلاف حق خلافت میں طمع کرنا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں نماز پڑھنے والے اُسکی پرستش کریں لیکن وہ اُنمیں فساد ڈلواتا رہیگا۔ ایک فتنہ مذہبی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم میں سے حواری فنا ہو جائیں اور نا اہل لوگ مذہب کے معتمد علیہ بنیں علما اور درویش مذہبی امور میں زیادہ تعمق کریں اور سلاطین و جاہل دین میں تہاون اور کسل ظاہر کریں کوئی نیکی کا رہنما اور بدی سے روکنے والا نہ ہو اور زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے ہم رنگ ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر نبی کے لیے حواری ہوتے رہے الخ الحدیث۔ اور ایک فتنہ وہ ہے جو آفاق میں پھیل جاتا ہے کہ لوگ انسانیت کے طبعی نظام اور مقتضائے انسانی سے بالکل بدل جائیں۔ سب میں انکی اور اعلی درجہ کے زاہد تو طبیعت کے جذبات کو بالکل ترک کر دیں۔ اُنکی اصلاح اور منتظم کرنے کی پروا نہ کریں۔ اپنے آپ کو مجردات کے مشابہ کسی نہ کسی طرح سے کریں اور عوام خالص بہیمیت میں جذب ہو جائیں کچھ لوگ دونوں کے درمیانی حالت میں ہوں۔ لا الی ھٰؤلاء ولا الی ھٰؤلاء۔

اور ایک فتنہ واقعات جو سے متعلق ہے جن میں عام تباہی اور بربادی کی تہدید اور تخویف ہوا کرتی ہے۔

كالطوفانات العظيمة من الوباء والخسف والنار المنتشرة في الاقطار ونحو ذلك وقد بين النبي صلى الله عليه وسلم اكثر الفتن قال لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم وقال عليه السلام يذهب الصالحون الاول فالاول ويبقى حفالة كحفالة الشعير لا يباليهم الله بالة اقول علم النبي صلى الله عليه وسلم انه اذا بعد العهد من النبي وانقرض الحواريون من اصحابه وسد الامر الى غير اهله لا بد ان تجري الرسوم حسب الدواعي النفسانية والشيطانية وتعمهم جميعا الا من شاء الله منهم وقال صلى الله عليه وسلم ان هذا الامر بدا نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم ملكا عضوضا ثم كائن جبرية وعتوا وفسادا في الارض يستحلون الحرير والفروج والخمور يرزقون على ذلك وينصرون حتى يلقوا الله اقول فالنبوة انقضت بوفاة النبي صلى الله عليه وسلم والخلافة التي لا سيف فيها بمقتل عثمان والخلافة بشهادة علي كرم الله وجهه وخلع الحسن رضي الله عنه والملك العضوض مشاجرات الصحابة بني امية ومظالمهم الى ان استقر امر معاوية والجبرية والعتو خلافة بني عباس فانهم مهدوها على رسوم كسرى وقيصر وقال صلى الله عليه وسلم تعرض الفتن على القلوب كالحصير عودا عودا فاي قلب اشربها نكتت فيه نكتة سوداء واي قلب انكرها نكتت فيه نكتة بيضاء حتى تصير

مثلاً ہولناک قانوں کا ظاہر ہونا وبا کا پھیلنا۔ زمین کا دھس جانا دور تک اطراف عالم میں آتشزدگی کا ہونا مثل ذلک۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر فتنوں کی تفصیل اور تشریح بیان فرمائی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ تم اگلے لوگوں کے تمام طریقوں میں ایسی ہی پیروی کروگے جیسے بالشت بالشت کے ساتھ اور گز گز کے برابری کرتا ہے حتی کہ انہیں سے اگر کوئی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی اس کی پیروی کروگے اور آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ نیک لوگ درجہ بدرجہ فنا ہوتے جائیںگے اور بقدر ریگ طبع ایسے باقی رہتے جائیںگے جیسے جو کی بھوسی خدا تعالے کو انکی کچھ بھی پرواہ نہو گی۔ میں کہتا ہوں آنحضرت کو معلوم ہو گیا تھا کہ جب نبوت کا زمانہ منقرض اور ختم ہو جائیگا اور آپکے صحابہؓ میں حواریوں کے درجہ کے لوگ باقی نہ رہینگے۔ اور نا اہل لوگ معتمد علیہ بنائے جائینگے۔ تو ضرور ہے کہ نفسانی اور شیطانی تحریکات اور دواعی کے موافق رسمیں پھیل جائینگی اور وہ الاماشاء اللہ سب میں سرایت کر جائینگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بدایت نبوت اور رحمت سے ہوئی ہے اسکے بعد خلافت اور رحمت کا زمانہ آئیگا پھر اسکے بعد گزندہ حکومت ہوگی اس حکومت کے بعد ظلم سرکشی۔ اور زمین پر فساد ہوگا ریشم تنہ مگاہوں اور شراب کو لوگ جائز اور درست سمجھینگے اسی حالت پر انکو رزق دیا جائیگا انکی مدد کیجائیگی جبتک کہ وہ خدا سے ملیں۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے نبوت کا اختتام ہو گیا اور خلافت جسمیں باہم مسلمانوں میں تلوار نہ تھی حضرت عثمانؓ کی شہادت سے ختم ہوئی اور اصل خلافت حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت امام حسنؓ کی معزولی سے ختم ہو گئی اور ملک عضوض یعنے گزندہ کا وہ زمانہ ہے جسمیں بنی امیہ سے صحابہؓ کی لڑائیاں رہیں اور یہی زیادتیاں کرتے رہے یہانتک کہ حضرت معاویہؓ کی حکومت قائم ہو گئی اور جبر و سرکشی کا زمانہ عباسیوں کا ہے اس لیے کہ انہوں نے کسریٰ اور قیصر کی رسم و آئین کے موافق خلافت کی بنیاد ڈالی تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فتنے دلوں پر پیش ہونگے وہ دلوں کو ایسے لگینگے جیسے چٹائی کی بناوٹ میں ایک جزو دوسری جز میں پھنسا ہوا ہوتا ہے جن دلوں میں وہ فتنے سرایت کر جاینگے۔ ان میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جائیگا اور جو قلوب ان سے بیگانہ رہیں گے ان میں سپید نقطہ پیدا ہوگا اس طرح دو قسم کے دل ہو جائیں گے

ل۱ قدمر من قبل ۱۲ ل۲ قدمر شرح ہذا الحدیث ۱۲

علے قلبين ابيض مثل الصفا فلا تضره فتنة ما دامت السموات والارض والاٰخر اسود مربادا كالكوز مجخيا لا يعرف معروفا ولا ينكر منكرا الا ما اشرب من هواه **اقول** الهواجس النفسانية والشيطانية تنبعث فى القلوب والاعمال الفاسدة تكتنفها ولا تكون حينئذ دعوة حثيثة الى الحق فلا ينكرها الا من جعل فى قلبه هيئة مضادة للفتن وتعم من سوى ذلك وتاخذ بتلابيبه **وقال** صلے اللہ عليه وسلم ان الامانة نزلت فى جذر قلاب الناس ثم علموا من القراٰن ثم علموا من السنة وحدث عليه السلام عن رفعها فقال ينام الرجل النومة فتقبض الامانة من قلبه فيظل اثرها مثل اثر الوكت[1] ثم ينام النومة فتقبض الامانة فيبقى اثرها مثل اثر المجل كجمر دحرجته على رجلك فنفط فتراه منتبرا **اقول** لما اراد اللہ ظهور ملة الاسلام اختار قوما ومرنهم للانقياد والاذعان وجمع الهمة على موافقة حكم اللہ ثم كانت الاحكام المفصلة فى الكتاب والسنة تفصيلا لذلك الاذعان الاجمالى ثم انها تخرج من صدورهم على غفلة منها وذهول شيئا فشيئا فيرى الانسان اظرف ما يكون واعقله وليس فى قلبه مقدار شئ من الامانة لا بالنسبة الى دين اللہ ولا بالنسبة الى معاملات الناس **وقال** حذيفة رضى اللہ عنه قلت

ایک سپید چٹان کیطرح صاف وبے داغ اُسکو کوئی فتنہ مضرت نہ پہنچا سکیگا جب تک زمین وآسمان قائم ہیں۔ دوسرا سیاہ گرد آلود جیسے ٹیڑھا کوزہ نیکی کی شناخت کرتا ہے نہ بدی کی بجز اپنی خواہش کے جو دل میں سرایت کر گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب فتنے برپا ہوتے ہیں تو نفسانی اور شیطانی وسوسوں کی دل میں جنبش ہوتی ہے بداعمالیاں دلوں کو گھیر لیتی ہیں کوئی ہادی نہیں ہوتا جو حق پر آمادہ کرے اسواسطے انہیں دلوں کو اُن فتنوں سے علیحدگی اور بیگانگی ہوا کرتی ہے جو اُنکی مخالف اور بدنا ہیئت سے نا آشنا ہے محض ہوتے ہیں باقی اور سبھوں پر اُن کا عام اثر ہوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امانت اصل طبیعت میں پیدا ہوا کرتی ہے پھر اُس کا علم قرآن وحدیث کے ذریعہ سے ہو جاتا ہے اور امانت کے جاتے رہنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا کہ آہستہ آہستہ امانت کا اثر دل سے زائل ہوتا ہے اول اول اُس کا نور زائل ہو کر بقدر تیرگی رہجاتی ہے پھر اثر ظلمت کا دریا ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں جب خدا تعالے نے ارادہ کیا کہ اسلام کو غلبہ ہو تو ایک قوم کو اُس نے پسند کیا اور طاعت وجان نثاری کا اُن کو مرتاض اور مشتاق بنایا حکم الٰہی کے موافق اُن کی ہمت اور عزم کو جمع کیا پھر اسی اجمالی فرمان پذیری کی احکام کی قرآن وحدیث میں پوری تفصیل کر دی گئی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ غفلت اور بے پروائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس وقت نہایت ہوشمندی اور فراست میں دیکھا جاتا ہے کہ اُس کے دل میں دین الٰہی اور لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاملات میں ادنے حصہ تدین اور امانت کا نہیں ہوا کرتا ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

[1] بفتح الواو وسكون الكاف جمع وكتة وهى اثر فى الشئ من غير لونه والمجل غلظ الجلد وقوله منتبرا اى مرتفعا والوكت والمجل مثالان لزوال الامانة لا لبقائها والمعنى نزول الامانة عن القلوب بالتدريج فاذا زال اول جزء منها زال نورها وخلفه ظلمة كالوكت فاذا زال جزء اٰخر صار كالمجل واشتد اثر الظلمة كالاثر فى الاول الا ايضا ١٢

٣ آخر صار كالمجل واشتد اثر الظلمة كالاثر فى الاول الا ايضا ١٢

یا رسول اللہ یکون بعد ھذا الخیر[1] شر کما کان قبلہ شر[2] قال نعم قلت فما العصمۃ قال السیف قلت وھل بعد السیف بقیۃ قال نعم یکون امارۃ علی اقذاء[3] وھدنۃ علی دخن قلت ماذا قال ثم ینشاد عاۃ الضلال فان کان للہ فی الارض خلیفۃ جلد ظھرک[4] واخذ مالک فاطعہ والا فمت وانت عاض علی جذل شجرۃ اقول الفتنۃ التی یکون العصمۃ فیھا السیف ارتداد العرب فی ایام ابی بکر رضی اللہ عنہ واما امارۃ علی اقذاء فالمشاجرات التی وقعت فی ایام عثمان وعلی رضی اللہ عنھما وھدنۃ علی دخن الصلح الذی وقع بین معاویۃ والحسن بن علی رضی اللہ و دعاۃ الضلال یزید بالشام ومختار بالعراق ونحو ذلک حتی استقر الامر علی عبد الملک و ذکر صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃ الاحلاس قیل وما فتنۃ الاحلاس[5] قال ھی ھرب وحرب قال ثم فتنۃ السراء دخنھا من تحت قدمی

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے اسلام سے پیشتر تاریکی پھیل گئی تھی کیا بعد کو بھی ہو جائے گی آپ نے فرمایا ہاں ایسی ہی ہو جائیگی میں نے کہا اُس سے نجات کیسے حاصل ہو گی آپ نے فرمایا تلوار نجات دے سکے گی میں نے کہا بعد تلوار کے بھی کیا کچھ تاریکی باقی رہیگی آپ نے فرمایا ہاں ناخوشی اور ناگواری سے حکومت قائم ہوگی اور کدورت نساد سے صلح ہو گی میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا گمراہی کیطرف لوگ بلائیں گے اگر اُس وقت میں کوئی خلیفہ ہو جو امور باطل پر تیری پیٹھ پر درّے لگائے اور تجھ سے مال وصول کرے تو اُس کی اطاعت کرنا ورنہ افسوس و غم کیحالت میں مر جانا میں کہتا ہوں وہ زمانہ جس میں نجات تلوار سے حاصل ہوئی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا جس میں اہل عرب مرتد ہو گئے تھے اور ناخوشی کی حکومت وہ باہمی نزاع تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آئے اور کدورت فساد کی وہ صلح تھی جو حضرت معاویہؓ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانے میں واقع ہوئی اور گمراہی کی طرف بلانا۔ اُن میں سے ملک شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار وغیرہ یہاں تک کہ عبد الملک بن مروان کی حکومت مستقل ہو گئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا آپ سے عرض کیا گیا کہ اُس میں کیا ہوگا آپ نے فرمایا بھاگنا اور جنگ کرنا پھر آپ نے فرمایا +
کہ اس کے بعد فتنہ سراء ہوگا اس کا ظہور ایسے شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگا جو کہیگا۔

1 ای الاسلام ۱۲ 2 ای کفر والعصمۃ النجاۃ ۱۲ 3 ای یکون الرجل امیرا علی قذی اعین الناس ای کراھتھم لہ وانکارھم بالقلوب وقولہ ھدنۃ بالضم وھو الصلح والدخن محرکۃ الدخان والمراد منہ الخداع واکثفا منتزوالفساد وقولہ ثم ینشا ای یظھر ۱۲ 4 ای بالباطل والجذل الاصل ۱۲
5 الاحلاس جمع حلس وھو کساء یلی ظھر البعیر شبھت الفتنۃ بھا للزومھا وقولہ ھرب ای یفر بعضھم عن بعض وحرب بالتحریک نھب مال الانسان بحیث لا یبقی لہ شیء و السراء ھی البطحاء وقیل التی تدخل الباطن وتزلزلہ ولعلہ من ناقۃ سراء التی بھا سور راے وجمع ذکرھا من دبر وقولہ دخنھا ای ظھورھا ۱۲

رجل من اهل بیتی یزعم انہ منی انما اولیائی المتقون ثم یصطلح الناس علی رجل کورک علی ضلع ثم فتنۃ
الدهیماء لا تدع احدا من هذه الامۃ الا لطمتہ فاذا قیل انقضت تمادت **اقول** یشبہ واللہ
اعلم ان تکون فتنۃ الاحلاس قتال اهل الشام عبد اللہ بن الزبیر بعد هربہ من المدینۃ
وفتنۃ السراء اما تغلب المختار وافراطہ فی القتل والنهب یدعو ثار اهل البیت فقولہ علیہ السلام
یزعم انہ منی معناه من حزب اهل البیت وناصریهم ثم اصطلحوا علی مروان واولاده او خروج
ابی مسلم الخراسانی لبنی العباس یزعم انہ یسعی فی خلافۃ اهل البیت ثم اصطلحوا علی
السفاح والفتنۃ الدهیماء تغلب الجنکیزیۃ علی المسلمین ونهبهم بلاد الاسلام وبین النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اشراط الساعۃ وهی ترجع الی نوع الفتن التی مر ذکرها وشیوعها وکثرتها فان
التلف من القرف وانما یجیٔ النقصان من حیث یجیٔ الهلاک وشرح هذا یطول قال صلی اللہ علیہ
وسلم ان من اشراط الساعۃ ان یرفع العلم ویکثر الجهل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال
ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امراۃ القیم الواحد والحشر فی لسان الشریعۃ مقول علی معنیین
حشر الناس الی الشام وهو واقع قبل القیامۃ حین یقل الناس علی وجہ الارض یجیٔ بعضهم
بتقریبات وبعضهم بنار تسوقهم وحشر هو البعث بعد الموت وقد ذکرنا من قبل اسرار المعاد واللہ اعلم

کہ مجھ میں سے ہے حالانکہ مجھ میں سے نہ ہوگا یقیناً مجھ سے قریب متقی لوگ ہیں۔ اُس کے بعد تمام لوگ ایک
شخص سے صلح کرینگے لیکن اُس کی حالت کچھ منتظم نہ ہوگی اور اُس کے بعد فتنہ دہیماء ہوگا کوئی شخص اُمت کا
اُس کے طمانچے سے محفوظ نہ رہیگا جب لوگ کہینگے کہ اب اس کی انتہا ہوگئی اُس میں اور زیادتی ہو جائیگا۔ میں کہتا
ہوں کہ فتنہ احلاس واللہ اعلم وہ ہو جس میں اہل شام نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کی تھی جب وہ
مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں آگئے تھے اور فتنہ سرا سے مراد یا تو مختار کا غالب آ کر اس دعوے سے کہ میں اہل بیت کا
قصاص لیتا ہوں قتل وغارت کرنا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ کہیگا کہ مجھ میں سے ہوگا اس سے ایک
معنے یہ ہیں کہ اہل بیت کے گروہ انصار میں سے ہوگا اس کے بعد مروان اور اولاد مروان پر صلح ہو گئی تھی یا اُس فتنہ
سے ابو مسلم خراسانی کا عباسیوں کے مقابلے کے لیے خروج کرنا مراد ہے اُس کا بھی یہی قول تھا کہ میں اہل بیت کی خلافت
کرنا چاہتا ہوں۔ اُس کے بعد سفاح پر صلح ہو گئی اور فتنہ دہیماء سے چنگیزیوں کا مسلمانوں پر غالب آجانا مراد ہے
انھوں نے ممالک اسلام میں خوب غارت گری کی +

اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے علامات بیان فرمائے ہیں۔ ان علامات کی انتہا بھی انہیں مختلف
فتنوں پر ہوتی ہے جن کا اوپر ذکر ہو چکا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے علامات سے ہے
کہ علم اُٹھ جائیگا جہل کی کثرت ہو گی زنا اور شراب کی زیادتی ہو جائیگی مرد کم ہو جائیں گے عورتیں زیادہ ہو جائیگی۔
پچاس پچاس عورتوں پر ایک شخص کی حکومت ہوگی۔ زبان شریعت میں حشر کے معنی دو ہوتے ہیں ایک لوگوں کا ملک
شام میں جمع ہونا۔ قیامت سے پیشتر یہ واقعہ اُس وقت ہوگا جب زمین پر لوگوں کی قلت ہو جائیگی تو بعض لوگ
مختلف تقریبوں کی وجہ سے اور بعض لوگ آگ کی وجہ سے وہاں جمع ہونگے۔ دوسری حشر کے معنی
ہیں بعد موت کے زندہ ہونا اس سے پیشتر ہم معاد کے اسرار بیان کر چکے ہیں واللہ اعلم

سلہ تو دکھر کہ علی ضلع ای کما لا یستقیم الورک علی الضلع لا یکون ہذا الرجل مستقامۃ والا لطام والدہیماء السوداء تصغیر الدہم وتمادت ای بلغت المدی ای الغایۃ ۱۲

سلہ تو دکھر کہ علی ضلع ای کما لا یستقیم الورک علی الضلع لا یکون ہذا الرجل مستقامۃ والا لطام والدہیماء السوداء تصغیر الدہم وتمادت ای بلغت المدی ای الغایۃ ۱۲

الفتن العظيمة التي اخبر بها النبي صلى الله عليه وسلم اربعة الاولى فتنة امارة على اقذاء وذلك صادق بمشاجرات الصحابة بعد مقتل عثمان رضي الله عنه الى ان استقرت خلافة معاوية وهي التي اشار اليها بقوله هدنة على دخن وهو الذي يعرف امره وينكر لانه كان على سيرة الملوك لا على سيرة الخلفاء قبله الثانية فتنة الاحلاس وفتنة الدعاة الى ابواب جهنم وذلك صادق باختلاف الناس وخروجهم طالبين الخلافة بعد موت معاوية الى ان استقرت خلافة عبد الملك الثالثة فتنة السراء والجبرية والعتو وذلك صادق بخروج بني العباس على بني امية الى ان استقرت خلافة العباسية ومهدوها على رسوم الاكاسرة واتخذوا الجبرية والعتو الرابعة فتنة تلطم جميع الناس اذا قيل انقضت تمادت حتى رجع الناس الى فسطاطين وذلك صادق بخروج الاتراك الجنكيزية وابطالهم خلافة بني العباس وتمزيقهم على وجهها الفتن والاحاديث الواردة في الفتن اكثرها مرت من قبل وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تدور رحى الاسلام بخمس وثلاثين او ست وثلاثين فان يهلكوا فسبيل من هلك وان يقم لهم دينهم يقم لهم سبعين عاما قلت مما بقي او مما مضى قال مما مضى فمعنى قوله تدور رحى الاسلام اي يقوم امر الاسلام

جن بڑے بڑے فتنوں کی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے وہ چار ہیں۔ اوّل فتنہ ناگوار حکومت کا یہ فتنہ اُس حالت پر صادق آتا ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہؓ میں شورشیں پیدا ہوئیں یہانتک کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت قائم ہوگئی ہدنۃ علی دخن میں اسی خلافت کی طرف اشارہ ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہی متعلق ہے یعرف امرہ وینکر کہ اُن کے حکم کی تعمیل بھی کی جائیگی اور اُس سے انکار بھی کیا جائے گا اس لیے کہ اُن کی سیرت سلاطین کی طرز پر تھی نہ خلفا کے روش پر۔ دوسرا فتنہ اخلاص ہے جس میں لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلا ئینگے یہ اُس زمانہ پر صادق ہے کہ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد لوگوں میں اختلاف ہوا اور خلافت کی تمنا میں انہوں نے جنگ آزمائیاں کیں یہانتک کہ عبدالملک کی حکومت جم گئی۔ تیسرا فتنہ سرا ہے جبر و سرکشی کا زمانہ ہے جس میں عباسیوں نے بنی امیہ پر خروج کیا یہانتک کہ خلافت عباسیہ کی بنیاد قائم ہوگئی۔ عباسیوں نے سلاطین عجم کی سی ٹھاٹ قائم کی اور زبردستی حاکم بن بیٹھے چوتھے جو عام طور پر سب ہی کو طمانچہ لگائیگا جب کہینگے کہ اب ختم ہوگیا ہے اور وہ ممتد ہو جائے گا اور لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جائینگے وہ چنگیزی ترکوں کا بلاخیز حملہ تھا جنہوں نے عباسی خلافت کو پاش پاش کردیا اور جو حدیثیں فتنوں کے باب میں وارد ہیں اُن میں سے دس پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اسلام کی آسیا پینتیس یا چھتیس سال تک گردش کرتی رہیگی پس اگر لوگ ہلاک ہو جائیں تو انکی ہلاکی ایسی ہی ہوگی جیسی اگلوں کی ہوئی اور اگر انکا دین ثابت اور مستقیم رہا تو ستر برس باقی رہیگا راوی نے کہا یہ مدت ستر سال کی آئندہ سے ہے یا گذشتہ سالوں کو ملا کر آپنے فرمایا ان گذشتہ کو ملا کر۔ اس قول کے اسلام کی آسیا گردش کرتی رہیگی معنی یہ ہیں کہ اسلام کی پوری قوت اُن سالوں میں رہیگی

ف ہو العبارۃ من بنائی الی ... واحدۃ ... کالکرۃ ... المنزل ... من ثلاثۃ ... تصحیت ... الفاظ ... ۱۲ من ہامش الاصل رحمہ سلہ فرقتین ۱۲

سلہ زیہم ۱۲ عہ اے من الفرقون السابقۃ ۱۲

شہ ای ... مبتدا تمام خمس وثلاثین او ما مضے یعنے الاعوام المذکورۃ داخلۃ فیہا ۱۲

باقامۃ الحدود والجہاد فی ہذہ الامۃ وذلک صادق من ابتداء وقت الجہاد واوائل الہجرۃ الی مقتل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ والشک فی خمسۃ وثلاثین واخواتہا لان اللہ تعالی اوحی الیہ مجملاً وقولہ فان یہلکوا بیان لصعوبۃ الامر وان الامر یصیر الی حالۃ لو نظر فیہا الناظر ظن بتلک فی ہلاک الامۃ وبطلان امورہم قولہ سبعین عاما ابتدأ وہا من البعثۃ وتمامہا موت معاویۃ رضی اللہ عنہ وبعدہ قامت فتنۃ دعاۃ الضلال وقولہ سبعین عاما معناہ تحویل الامر وانہ یکون تحت بطن الباطن فیہ وانہ لا یکون بعد ہذہ استقامۃ الامر واللہ اعلم وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقاتلکم قوم صغار الاعین یعنی الترک تسوقونہم ثلاث مرات الحدیث[1] معناہ ان العرب یجاہدونہم ویغلبونہم فیصیر ذلک سبب الاحقاد وضغائن حتی یؤل الامر الی ان یذلوا العرب من بلادہم ثم لا یقتصرون علی ذلک بل یدخلون بلاد العرب وہذا ہو المراد من قولہ حتی تلحقوہم بجزیرۃ العرب اما فی السیاقۃ الاولی فینجو من العرب من ہرب من قتالہم بان یفر من بین ایدیہم وذلک صادق بقتال الجنکیزیۃ فہلک العباسیۃ الذین کانوا ببغداد ونجا العباسیۃ الذین فروا الی مصر واما فی السیاقۃ الثانیۃ فینجو بعض ویہلک بعض وذلک صادق بوطء تیمور دیار الشام واہلاک ام العباسیۃ

حدود قائم ہونگے جہاد تمام امت میں ہوگا اور یہ حالت جہاد کی ابتدا اور اوائل ہجرت سے جب تک باقی رہے کہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوے اور مدت میں تعداد کے لحاظ سے جو شبہ ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے متعلق اجمالی وحی کیگئی ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ اگر سب ہلاک ہوجائیں اس کے معنی یہ ہیں کہ اسقدر دشواریاں اور دقتیں پیش آئیں گی کہ دیکھنے کو شک ہوگا کہ مبادا کہ تمام اُمت تباہ ہوجائے اور تمام اُن کے امور فنا ہو نہ ہوجائیں اور ستر برس سے ابتدائے بعثت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتقال تک کا زمانہ مراد ہے اس کے بعد فتنہ دعاۃ الضلال کا قایم ہوگیا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے وہ لوگ لڑینگے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہونگی اُن سے ترک مراد ہیں وہ تم کو تین مرتبہ مٹائینگے یہانتک کہ جزیرہ عرب سے تم ہل جاوگے پہلی دفعہ جو بھاگیگا وہ بچ جائے گا۔ دوسری مرتبہ کچھ بچینگے کچھ ہلاک ہونگے تیسری مرتبہ وہ بالکل استیصال کر دینگے اس کے معنی یہ ہیں کہ اہل عرب اُن سے لڑینگے۔ اور غالب آجائیں گے۔ اس کی وجہ سے باہم ان میں عداوتیں اور رنجشیں پیدا ہونگی جنکا انجام یہ ہوگا کہ وہ اپنے شہروں سے عرب کو دور کر دینگے۔ اور اُس پر بھی قناعت نہ کرینگے بلکہ خود بلاد عرب کے اندر آجائینگے حتی تلحقوہم بجزیرۃ العرب سے یہی مراد ہے اُن کے اول بار کی جنبش میں بھاگنے والے کو نجات مل جائیگی یعنے جو مقابلہ نہ کرے گا وہ بچ جائیگا اور یہ پیشین گوئی چنگیزیوں کے جنگ پر صادق ہوئی جو عباسی بغداد میں تھے ہلاک ہوگئے اور جو مصر کو بھاگ گئے تھے محفوظ رہے۔

دوسری مرتبہ فرمایا گیا کہ بعض بچیں گے بعض ہلاک ہوں گے۔ یہ عمل تیمور کے حملے پر صادق ہے جس نے ملک شام کو پامال کر دیا۔ اور عباسیوں کو تہ وبالا کر دیا۔

[1] تمامہ حتی تلحقوہم بجزیرۃ العرب فاما فی السیاقۃ الاولی فینجو من ہرب منہم واما فی الثانیۃ فینجو بعض ویہلک بعض واما فی الثالثۃ فیصطلمون او کما قال ۱۲

واما فی الثالثة فيصطلمون[له] وذلك صادق بغلبة العثمانية على جميع العمل والله اعلم:

المناقب

الاصل فی مناقب الصحابة رضی الله عنهم امور منها ان يطلع النبی صلى الله عليه وسلم على هيئة نفسانية تعد الانسان لدخول الجنان كما اطلع على ابی بكر رضی الله عنه انه ليس فيه خيلاء وانه من اكمل الخصال التی تكون ابواب الجنة تمثالا لها فقال ارجو ان تكون منهم يعنی الذين يدعون من الابواب جميعا وقال صلى الله عليه وسلم لعمر رضی الله عنه ما لقيك الشيطان سالكا فجا قط الا سلك فجا غير فجك وقال صلى الله عليه وسلم ان يك من امتی احد من المحدثين[سه] فانه عمر ومنها ان يرى فی المنام او ينفث فی روعه ما يدل على رسوخ قدمه فی الدين كما راى بلالا رضی الله عنه يتقدمه فی الجنة وراى قصرا لعمر رضی الله عنه فی الجنة وراٰه قمص بقميص سابغ وانه صلى الله عليه وسلم اعطاه سؤره من اللبن فعبر بالدين والعلم ومنها حب النبی صلى الله عليه وسلم اياهم وتوقيرهم ومواساته معهم وسوابقهم فی الاسلام فذلك كله ظاهر وانه لم يكن

اور تیسری بار سب کا استیصال کر دینگے یہ عثمانیہ حکومت پر صادق ہے جو تمام دائرہ حکومت پر غالب آگئے۔ واللہ اعلم

مناقب کا بیان

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب چند امور ہیں یعنی پہلی دلیل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وہ نفسانی ہیئت اور حالت معلوم ہوئی جس کی وجہ سے آدمی جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جایا کرتا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ کو معلوم ہوا کہ ان میں نمائش نہیں ہے اور انہوں نے ان اوصاف کو کمل کر لیا ہے جن کی صورت مثالی جنت کے دروازے ہوتے ہیں تب آپ نے فرمایا مجھ کو امید ہے کہ تو ان لوگوں میں سے ہے یعنی ان لوگوں میں سے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کو کبھی راستہ میں چلتا ہوا شیطان نہیں ملا مگر وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے سو ہو لیتا ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں اگر کوئی محدث اور ملہم بالغیب ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے: دوسری صورت یہ ہے کہ خواب کے ذریعہ سے کسی کا رسوخ فی الدین ہونا آپ کو معلوم ہو جاوے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت ان کا استقبال کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ان کا ایک محل ہے اور بڑی لمبی چوڑی قمیص پہنی ہوئی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دودھ سے بقیہ عطیہ فرمایا ہے جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ علم اور دین سے ان کو کافی حصہ ملیگا: تیسری صورت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اپنی محبت ظاہر فرمائیں ان کی توقیر کریں۔ ان کے ساتھ مواسات اور ہمدردی کریں اسلام کے پہلے خدمات اور ابتدائی اوصاف ان میں پائے جاتے ہوں ان سب امور سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور ایسے ہی ہیں کہ اور

له يستاصلون ١٢ سه المطعين ١٢

الا امتلاء القلب من الایمان واعلم ان فضل بعض القرون علی بعض لا یمکن ان یکون من جهة کل فضیلة وهو قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام اخرہ وقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتم اصحابی واخوانی الذین یاتون بعدی وذلک ان الاعتبار متفاوضة والوجوہ متجاذبة ولا یمکن ان یکون تفضیل کل احد من القرن الفاضل علی کل احد من القرن المفضول کیف ومن القرون الفاضلة اتفاقا من ہو منافق او فاسق ومنہا الحجاج ویزید ابن معاویة ومختار وعلمة من قریش الذین یہلکون الناس وغیرہم ممن بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم سوء حالہم ولکن الحق ان جمہور القرن الثانی ونحو ذلک والملة انما تثبت بالنقل والتوارث ولا توارث الا بان یعظم الذین شاہدوا مواقع الوحی وعرفوا تاویلہ وشاہدوا سیرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یخلطوا معہا تعمقا ولا تہاونا ولا ملة اخری وقد اجمع من یعتد بہ من الامة علی ان افضل الامة ابو بکر الصدیق ثم عمر رضی اللہ عنہما وذلک لان امر

متحقق ہو گا انکے دل نور ایمانی سے منور بھی معلوم کرنا چاہیے کہ بعض زمانوں کی بعض پر فضیلت اور فوقیت من کل الوجوہ نہیں ہو سکتی ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کی صفت بارش کی سی ہے میں نہیں جانتا کہ پہلا مینہ اچھا ہے یا آخیر۔ مثل امتی الخ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تم میرے اصحاب ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے۔ انتم اصحابی واخوانی الذین الخ اسکی وجہ یہی ہے کہ مختلف اعتبارات اور مختلف وجہیں ہر زمانہ میں موجود ہوا کرتی ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ عمدہ اور بزرگ زمانے کے ہر شخص کو دوسرے مفضول زمانہ پر فوقیت اور فضیلت ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو قرون بالاتفاق اور عمدہ و بزرگ تھے انمیں بعض لوگ فاسق اور منافق بھی تھے۔ انہیں زمانوں میں حجاج۔ یزید بن معاویہ۔ مختار ہیں اور قریش کے نوجوان جو لوگوں کو ہلاک کرنیوالے تھے اور انکے علاوہ اور جن کی بداعمالیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ لیکن اسمیں شک نہیں ہے کہ قرن اول کے جمہور لوگ قرن دوم کے جمہور لوگوں سے افضل اور بہتر تھے۔ اور مذہب کا ثبوت اور وجود نقل سے ہوا کرتا ہے کہ ایک دوسرے کا وارث ہو جاتا ہے۔ اور توارث جب ہی ممکن ہے کہ اُن لوگوں کی تعظیم و توقیر کی جائے جنہوں نے وحی کے موقعوں کا معاینہ کیا تھا۔ اُن کی تفسیر اور تاویل انکو معلوم تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو آنکھ سے دیکھا تھا اس میں تعمق اور سستی کو مخلوط نہیں کیا تھا۔ دوسرے مذہب کی آمیزش سے اس کو پاک رکھا تھا۔ اور تمام لوگوں کا جو امت محمدیہ میں شمار اور اعتبار کے قائل ہیں اس پر اتفاق ہے کہ امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ ہیں انکے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اسلئے کہ نبوت

النبوة لہ جناحان تلقی العلم عن اللہ تعالی و بثہ فی الناس اما التلقی عن اللہ فلا یشرک النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی ذلک احد واما بثہ فانما تحقق بسیاسۃ وتالیف ونحو ذلک فلا شک ان الشیخین رضی اللہ تعالی عنہما اکثر الامۃ فی ھذہ الامور فی زمان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وبعدہ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب ولیکن ھذا اخر ما اردنا ایرادہ فی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ والحمد للہ تعالی اولا واخرا وظاھرا وباطنا وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۰ امین ثم امین

ترجمہ

اس لیے کہ نبوت میں دو حصے ہوا کرتے ہیں کہ علوم کو خدا کی جانب سے حاصل کرنا۔ اور لوگوں کو انکی اشاعت کرنا پہلے حصہ میں نبی کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں ہوا کرتا اور ان علوم کا شائع کرنا انتظام تالیف قلوب سے حاصل ہوا کرتا ہے اور اسمیں کچھ شک و شبہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد میں اور آپکے بعد کوئی شخص اس امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں ایسا نہیں ہے کہ اس حصہ میں شیخین رضی اللہ تعالی عنہما سے اسکو سبقت اور فوقیت حاصل ہو واللہ اعلم بالصواب

الحمد للہ والمنۃ کہ ترجمہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم تمام شد

قال مصحح الاصل

خاتمۃ الطبع کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم

الحمد للہ الذی لیس فی ملکہ وملکوتہ ذرۃ الا وھی علی قدرتہ حجۃ بالغۃ والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ الذی شمس اسرار شریعتہ من افق قلوب العلماء شارقۃ بازغۃ وعلی الہ واصحابہ الذین اھتدوا واھتدوا واستنوا بسنتہ الوائقۃ السابقۃ **وبعد** فیقول العبد الضعیف **محمد احسن الصدیقی** ان ھذا الکتاب المسمی **حجۃ اللہ البالغہ** جل عن الوصف الفاظہ ومعانیہ وانہ لحر بتقریظ ابن المصنف فانہ کان اعرف الناس بما فیہ وما یحویہ کیف لا والولد سر لابیہ فقال رحمہ اللہ واللہ ان ھذہ الکلمات اللہ التامۃ وحجج البالغۃ العامۃ التی اوصلت غلغلۃ ؎

کنا حروف غالبات لم نقل　　　متعلقات فی ذری اھل القلل

الى صماخ معتكفي صومعة الصدق والصفاء لعمري[1] انها جوامع الكلم بلغت زمزمة ~~ نحن الكلام وسر الشرع معنانا نحن الكليم وطور العقل مغنانا ~~ الى سماء المعتزلي زاوية الادراك والاستيفاء قد صدرت من مصدر الولاية وخرجت من مخرج الهداية اعني به الشيخ الاجل الابجل ذا الملكات الانسية والكلمات القدسية ذكي الامة وحكيمها الموسوم في الملأ الاعلى بابي الفياض وحيد زمانه وفريد اوانه الشيخ احمد المشهود بولي الله ابن عبد الرحيم قدس الله اسرارهما وافشى ابرارهما انتهى وقد امرني بطبعه صاحب المناقب والمحامد زبدة الاماثل والاماجد مزعج البدع واهليها ومروج السنة ومنتسبيها ذو النجابة والرياسة والجلالة والنفاسة الذي جمع الله له السعادة وقصر عليه دوات السيادة اعني به جناب جامع كلمة الموحدين الراغب الى اشاعة علوم الدين الحامي للملة البيضاء والشرع المتين منشي محمد جمال الدين مدار مهام رياسة بوفال اسعده الله واياي مسالك اليقين ومناهج الكمال فشمرت عن ساعد الجد واقتعدت غارب الجهد في تصحيحه وحل مشكلاته وتحشيته وكشف عويصاته وتتميم احاديثه المختصرة ووضع علامات العطف والضمائر على الفاظه البعيدة المنتشرة وربما طويت كشحي عن بسطه الاحاديث على وجه الكمال دوما للاختصار وكسرا على الكفاية بمقتضى الحال فانها كافية للمقام شافية من وراء الاقناع اتية ولما لم يتيسر للمصنف النظر الثاني عليه وتطاول ايدي النساخ اليه تزيت عبارته بزي التحريف وكادت تغشاها ظلمة الاندراس لو لم يدركها ضوء التعريف فامعنت النظر في تطبيقها وركبت مطية السعي في تحقيقها فجاء بحمد الله ما يقر الابصار ويروق الافكار ويفرح النظار ويعجب الاخيار وكان الفراغ من طبعه في شهر ربيع الاول سنة ست وثمانين بعد الالف والمائتين من هجرة الرسول الثقلين عليه ازكى صلوات رب المشرقين والمغربين وقد امدني في طبعه بارسال نسخه الي هذه جهابذة العلماء جزاهم الله احسن الجزاء منهم وحيد دهره وفريد عصره صاحب صفات الملكية والاخلاق الحسن المولوي احمد حسن المرادابادي فانه اعانني بعدة نسخ من الكتاب وقابل بعضها ببعض ويسر علي الاسباب ومنهم الفاضل اللوذعي والعلامة الالمعي والواصل من العلم الى اقصى ذراه المفتي المولوي محمد سعد الله المرادابادي ايضا ومنهم قدوة العلماء وزبدة الفضلاء ناصر الملة السمحة والشرع المتين المفتي مولوي محمد رياض الدين الكاكوري ومنهم الحبر الجليل والكامل النبيل الصارف همته الى تهذيب الناسخ الملونين مولوي ارشاد حسين المجددي الرامفوري فالمرجو من الناظرين ان لا ينسوني واياهم بصالح دعواتهم في اخص اوقاتهم هذا ولم الُ جهدا في تصحيحه وتهذيبه وتنقيحه ولكن لما لم يكن للكاتب

[1] اي قول مولوي عبد العزيز ١٢

في العلوم العربية ملكة واصابة لم امن عليه من الاغلاط في الكتابة على ان الخلوعن السهو خارج عن مقدرة السهو وانما هو شان خالق القوى والقدر فالمامول ممن حصل له الاطلاع على الغلط و النسيان ان يستره بذيل الاحسان وان يصلحه اصلاح ذي المروءة والامتنان واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد واله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين

وهذه قطعة التاريخ للمحشي عفا الله تعالى عنه

احمد الله قاضي الاوطار معطي العلم مجلي الافكار	واصلي على النبي الهادي سيد الخلق احمد المختار
بعد هذا فانها حكم جمعت للكرام الاخيار	رحم الله من افاد بما ما سمعنا بمثله الاخبار
واذا تم طبعها بكمال وبدا للعالمين الابصار	فاذا هاتف يقول ارخ حجة الله هاذه الاسرار

سنة ١٢٨٦

وله ايضا في النثر حجة الله البالغة مكملة

سنة ١٢٨٦

اللهم اغفر وارحم لمصنفه وكاتبه ولمن سعى في حسن تصحيحه واهتمامه ولمن امر بطبعه بنعمتك وبرحمتك التامة امين يارب العلمين

يقول راجي عفو ربه البرية عبد الجواد خلف المصحح بالمطبعة الخيرية

بسم الله الرحمن الرحيم نحمدك اللهم يا ذا النعمة السابغة والحكمة البالغة سبحانك علمت حقائق الاشياء طرا و جعلت لكل شئ حكمة وسرا ونشكرك على جزيل الائك الباهرة وتتابع نعمائك المتواترة ونصلي ونسلم على من ارسلته رحمة للعلمين واطلعته على مكنون اسرار كتابك المبين فاظهر خفاياه ونشر طواياه فاشرقت شموس انواره وظهرت كنوز اسراره المؤيد بالمعجزات الساطعة والبراهين القاطعة شمس المعارف البازغة حجة الله البالغة افصح من نطق بالضاد وافحم من كل عاند وضاد المصطفى المنتخب من خلاصة معد وعدنان سيدنا محمد وعلى اله واصحابه فرسان البلاغة في ميدان العرفان وبعد فقد تم طبع هذا الكتاب الجليل الذي ليس له في بابه مثيل الاتي من حكم واسرار العبادات بالعجب العجاب والايات البينات على دقة نظر مؤلفه واطلاعه وتضلعه في العلوم وطول باعه كيف لا وهو نسيج وحده ودهره وتاليف فريد عصره العلامة المحقق اللوذعي المدقق مولانا الشيخ احمد المعروف بشاه ولي الله المحدث الدهلوي جزاه الله احسن الجزاء على مقصده الاخروي بالمطبعة الخيرية العامرة بمصر المعزية القاهرة لمالكها ومديرها الكامل الهمام بحضرة السيد عمر حسين الخشاب وذلك في اواخر شهر صفر سنة ١٢٨٦ من هجرة سيد الانام وخاتم الرسل الكرام سيدنا محمد مصباح الهدى وبدر التمام المشتهر شيخ الهي بخش محمد جلال الدين تاجران كتب كشميري بازار لاهور

مجموعہ خوابنامہ بے نظیر یعنی ترجمہ اردو

کتاب کامل التعبیر

خوابوں کی حقیقت اور ان کی صحیح تعبیرات کے علم میں کتاب کامل التعبیر ایک مستند اور معتبر کتاب مانی گئی ہے۔ اس میں پہلے خوابوں کی اصل وجوہ اور حقیقتوں کا حال مذکور ہے اس کے بعد خوابوں کے تمام اقسام اور حالات نہایت واضح بیان کیے گئے ہیں۔ دنیا کے تقریباً تمام اہل مذاہب خوابوں کی حقیقت اور ان کی تعبیر کے قائل ہیں جو یہ کتاب کامل التعبیر حضرت علامہ ابوالفضل حسین بن ابراہیم محمد تفلیسی نے اپنے سلطان وقت شہنشاہ قزل ارسلان کے حضور میں مرتب کر کے پیش کی تھی اور وہ قدیم فارسی زبان میں اس وقت ہمارے پاس موجود ہے لیکن اہل ملک ہند اور خصوصاً اردو دان لوگوں کو شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ انہوں نے اس کتاب مستطاب کا اردو ترجمہ شائع کر دیا جس سے اب ہر ایک اردو دان بکمال آسانی و سہولت ہر ایک خواب کی حقیقت اور اس کی تعبیر سے واقف ہو سکتا ہے۔

اس کتاب میں قریباً ۲۰ سے زیادہ علم خواب کے علما و معبرین سلف کی کتب خالص کا عطر مجموعہ خاصکر حضرت دانیال اور حضرت امام جعفر صادق اور حضرت محمد بن سیرین اور حضرت جابر مغربی و ابراہیم کرمانی و ابراہیم بن اشعث کے رسائل خواب کا پورا پورا خلاصہ درج ہے جس سے خوابوں کی کل حقیقت اور ان کا اصلی فلسفہ اور ان کی صحیح تعبیر معلوم کر لینے کا ایک کھلا ہوا نقشہ نظر آ جاتا ہے اور ہر ایک قسم کے خوابوں کا حال دریافت کرنے کے واسطے بترتیب حروف تہجی ساتھ ہی ایک مفصل انڈکس بھی تیار کرا کر شامل کیا گیا ہے۔ جو کہ ناظرین کی سہولیت کے لیے ایک عمدہ رہنما ہے۔ یہ کتاب اپنے اصل مضمون میں ساڑھے چھ سو صفحوں پر اختتام پذیر ہوئی ہے۔ بایں ہمہ قیمت مجلد شدہ صرف تین روپے اور غیر مجلد کی فقط عہ مقرر ہے جو واجبی ہے۔ شائقین علم خواب و تعبیر ضرور اسکو منگوا کر مستفید ہوں۔

آئینہ مذہب امامیہ ترجمہ اردو

تحفہ اثنا عشریہ

یہ بے نظیر کتاب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی تصنیف ہے جس کے استفادہ سے اردو دان مسلمان محروم تھے ہم نے بصرف زر کثیر اس کا اردو میں ترجمہ شائع کیا ہے تاکہ ہر مسلم اس سے مستفید ہو سکے۔ در اصل جب تک انسان کسی فرقہ یا مذہب کی پیدائش سے آگاہ نہ ہو اس کے متعلق بیان کرنے سے قاصر ہے یہ کتاب گویا ہے مذہب امامیہ یعنی شیعہ کا آئینہ ہے۔ بیشک یہ مذہب کی پوری تاریخ اور اس کے بانی کا کچا چٹھا اہل سنت کے پیش کی گئی ہے حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کو بارہ ابواب پر تقسیم کیا ہے اور جملہ فرقہ ہائے شیعہ پر اور ان کے عقائد پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً باب اول پیدائش شیعہ مذہب اور ان کے فرقے مثلاً فرقہ غلاۃ جو بیس ۲۴ ہیں زیدیہ وغیرہ حسینیہ وغیرہ فرقے پہلا فائدہ۔ دوسرا فائدہ۔ تیسرا فائدہ۔ دوسرا باب شیعہ مذہب طریق گمراہی و فریب میں وغیرہ وغیرہ تقطیع کلاں صفحہ ۵۹۶ قیمت ...

جلاء المرآت شرح مرآت العارفین

اس کتاب کی شرح علامہ مولوی پیر شمس الدین صاحب قادری بٹالوی نے اردو زبان میں نہایت عمدگی سے کی ہے گو مضمون نہایت گہرا اور عوام الناس کے سمجھنے سے بالاتر ہے مگر اہل علم اور کم استعداد شائقین کے لیے بڑا مفید ہے یہ کتاب اسرار تصوف اور حقائق و دقائق الٰہیہ کا حقیقی معنوں میں سرچشمہ ہے اور وسیع جیع ہے اس میں تجلی اولی اور ثانی اور حضور علیہ السلام کے مقامات کو تصوف کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے اور مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود وغیرہ کو بڑی تشریح اور تفصیل سے ادا کیا ہے اور عالم جبروت عالم لاہوت اور عالم ملکوت اور دیگر مشکل مقامات کو نہایت خوبی سے حل کیا ہے۔ گویا دریائے تصوف کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ہے قیمت صرف عہ

فخر الواعظین مشہور بہ روضۃ الواعظین اردو کامل

ایک عرصہ سے خیال تھا کہ وعظ میں کوئی جامع و مستند کتاب دستیاب ہو کہ جس کی موجودگی میں کسی اور کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ اور محض اردو دان اور کم لیاقت اصحاب اس سے بلا امداد غیرے مستفید ہو سکیں۔ علاوہ ازیں اگر کوئی واعظ اس کتاب سے وعظ کرنا چاہے تو ایک لائق اور متبحر واعظ کی طرح آسانی سے بلا وقت وعظ کر سکے۔ ہر چند تلاش کی گئی۔ مگر کہیں بھی ایسی جامع کتاب میسر نہ آئی۔ وعظ کی چند کتابیں اکثر دیکھنے میں آئی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان میں صحیح اور مستند روایات کا التزام نہیں ہے۔ اسلیے محققین ان کتابوں کو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ کیونکہ وہ غیر ثقہ نامعتبر اور ضعیف روایات سے مملو ہیں۔ ایسی روایات کے سننے سے نہ صرف گناہ عظیم ہوتا ہے۔ بلکہ ان پر عمل کرنے سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ بنا بریں ہم نے محض اہمیت اور غیرت و اخوت اسلامی کے باعث اس کار عظیم کو پنجاب کے برگزیدہ بزرگ حنفی جناب مولانا مولوی فخر الدین گجراتی کے سپرد کیا جو فن وعظ گوئی میں لاثانی اور مہارت "تامہ" رکھتے ہیں۔ آپ نے باوجود کثرت مشاغل اور موانع عامہ کے اس کار خیر کو تھوڑے ہی عرصہ میں سرانجام دیا۔ یہ کتاب کیا ہے واعظوں کی جان ہے اس کا لفظ لفظ دُر نایاب ہے اس کتاب کے رموز تصوف نکات فقہی اور اشارات عالمانہ ایسے تحریر کیے گئے ہیں جو بڑے اکابر علما کی مجلسوں میں بمشکل حاصل ہوتے ہیں۔ ایسے نکات کے سننے کے لیے اکثر شائقین ترسا کرتے ہیں۔ الحمد للہ کہ میری وہ آرزو اس کتاب سے بر آئی اس کے مضامین کی ایسی ترتیب دی گئی ہے کہ اس کا وعظ شروع ہو تو اٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ مضامین کی لطافت و فصاحت کے زیور نے اس کا حسن اور بھی دوبالا کر دیا ہے۔ یہ کتاب ایک مشہور حدیث کی شرح ہے۔ بلحاظ مضامین اسکو دو دفتروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے دفتر میں ارکان خمسہ کا بیان اور دوسرے دفتر میں منازل قیامت کا ذکر ہے۔ تمام خاص و عام اس کے ملاحظہ سے مسرور ہو گئے اور اس کتاب کے عجیب مضامین کی جلوہ گری سے شادمان ہو گئے۔ یہ کتاب کیا ہے۔ درحقیقت رنگین پھولوں سے آراستہ ایک بوستان اور شیریں میووں سے پیراستہ گلستان ہے۔ دفتر اول پانچ مجلسوں میں شامل ہے۔ اور ہر ایک مجلس کے شروع میں احادیث صحیحہ سے ایک حدیث مع شرح عبارت اور اشارات و حکایات صالحین و لطیفہ کے لکھی گئی ہے مجمل فہرست یہ ہے پہلی مجلس میں کلمہ شہادت کا مفصل ذکر ہے۔ دوسری مجلس نماز پنجگانہ میں۔ رکن سوم ماہ رمضان کا بیان۔ رکن چہارم زکوٰۃ کا بیان۔ رکن پنجم حج کے بیان میں۔ دفتر دوم حیات اور اموات میں۔ خاتمہ کتاب حوروں کے بیان میں۔ فہرست علیحدہ چھپی ہے۔ منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ تسلی و تشفی ہو جائے۔ ایسی نایاب کتاب کا ہر ایک مسلمان کے ہاں ہونا ضروری ہے۔ اس کی جسقدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف چار روپیہ .... (للعہ)

سفر السعادت اردو

جمیع اقوال و افعال حضور صلعم و عبادات و عادات مبارکہ نبی کہ سفر حضر میں حضور سرور کائنات صلعم ان پر عمل فرماتے تھے۔ نہایت مشرح و بسط سے درج ہیں۔ عاشقان رسول اور سالکان سنت مقبول کے واسطے بے نظیر تحفہ ہے۔ حجم ۲۰۰ صفحات قیمت ۱۲؎

شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور

شیخ جلال الدین پبلشر نے حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام شیخ حسن الدین پرنٹر چھپوا کر کشمیری بازار لاہور سے شائع کی